جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

الجہاد الاسلامی

تالیف

فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمن الرحمانی

تہذیب وتسہیل

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر

فہرست ابواب

فہرست مضامین

باب:۱ چند اہم بنیادی باتیں

باب:۲ جہاد فرض عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

باب:۳ فرضِ عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب

باب: ۴ جہاد کے فرضِ عین ہونے کی شرائط

باب:5 جہاد اور حقوق الوالدین

باب:٦ جہاد سے قبل امور

باب: ۷ خلافت وجہاد

باب:8 جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

باب:۱۱ احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

باب:۱۲ غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

باب:۱۳ جہاد بالمال

باب: ۱۴ شہید اور شہادت

باب:۱۵ شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

باب:۱۶ شہداء کی زندگی کی حقیقت

باب:۱۷ اخلاصِ نیت اور جہاد

باب:۱۸ مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

باب:١٩ شہداء کے متعلق احکام

باب:۲۰ اسلامی اصول جنگ

باب:۲۱ حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ

باب:۲۲ انسانی حقوق اور عدل و انصاف

باب: ۲۳ جنگی قیدی

باب:۲۶ اموال غنیمت

علم جہاد کی اہمیت:

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے ۔اس کے تمام فرائض و واجبات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے۔ بالخصوص فریضۂ جہاد جو اسلامی کوہان کی چوٹی ہے، اعلاء کلمۃ اللہ کا سب سے بڑا اور قابل فخر ذریعہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی پر پوری کائنات کو جمع کرنے کا عظیم الشان راستہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی زمین پر پھیلے ہوئے ظلم وفساد کے انسداد اور انسانی جبر وقہر کے ازالہ کا مؤثر ترین وسیلہ ہے، مظلوموں ،مقہوروں اور مجبوروں کے لیے عدل و انصاف فراہم کرنے کا سبیل برحق اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور دعوت حق کے قیام کا صراط مستقیم ہے۔

جہاد: انسانوں کی دینی زندگی میں اجتماعی رنگ پیدا کرنے کی اساس —— مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی کے لیے انتہائی ثمر بار ——خلیفہ و امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کا اصل میدان -----نظام خلافت و امارت کے حصول کا صحیح ترین راستہ——اور خلافت وامارت کے ثمرات و برکات سے فیض یاب ہونے کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

جہاد: بلند مقاصد اور عظیم درجات تک پہنچنے کی سیڑھی —— ارکان اسلام کا اصل الاصول —— نماز اور زکاۃ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے عظیم ترین راستہ —— روزہ ،حج اور اللہ تعالیٰ کے دیگر شعائر کی تعظیم وتکریم کے لیے عظیم ترین وسیلہ ہے۔

جہاد: طائفہ منصورہ یعنی سلف صالحین کا سب سے بڑا شعار ہے—— مسلمانوں کی جماعت حقہ کے لیے باعثِ صد افتخار ہے۔ اجر وثواب ،مال غنیمت اور شہادت فی سبیل اللہ کے حصول کا موجب ہے —— تمام اسلامی اعمال میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل ہے۔

جہاد: تمام صغیرہ گناہوں کی تلافی اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے کفارہ

☆ اسلام کے دوام وقیام کا ذریعہ
☆ دین اسلام کے احیاء و بقاء
☆ مظلوم ، بے بس اور کمزور مسلمانوں کی نصرت وحمائت
☆ حیات ابدی کے حصول
☆ اللہ کے تیار کئے ہوئے باغات میں دخول
☆ اور بالآخر رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ اور اپنے رب سے ملاقات کی دائمی لذت و راحت کے حصول کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

تاہم :

دیگر دینی فرائض کے ساتھ ساتھ جہاد کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔تا کہ اللہ رب العزت کے احکام کے مطابق فریضۂ جہاد کو صحیح طور پر ادا کیا جاسکے ۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

[۱] ((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) [۱]

''جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اس کو دینی علم و دانش عطا فرما دیتا ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "الجامع الصَّحيح" میں فرمایا ہے : ہر قول وعمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۲]﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... ﴾ [محمّد=۴۷:۱۹]

''(اے نبی ﷺ!) اس بات کا علم حاصل کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے......'' [۲]

مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

[۳] ((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ)) [۳]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

---

[۱] صحيح البخاری= كتاب العلم:باب مَن يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خيرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّين ، الحديث:۷۱ (بتحقيق و ترقيم الدُّكتور مصطفٰى ديب البغاء المطبوع من دار ابن كثير دمشق بيروت)+صحيح مسلم= كتاب الزكٰوة : باب النَّهى عن المسئلة ، الحديث:۱۰۳۷ بترقيم فؤاد عبدالباقى مع شرح النَّووى المطبوع دارالكتب العلمية۔ بيروت لبنان

[۲] صحيح البخاری= كتاب العلم: باب العلم قبل القول والعمل۔

[۳] صحيح ابن ماجة = المقدمة: باب فضل العلماء والحثِّ علٰى طلب العلم ، الحديث:۱۸۴بتحقيق الألبانی+ صحيح الجامع الصَّغير ، الحديث:۳۹۱۳ بتحقيق الألبانی+ مشكٰوة = كتاب العلم : الفصل الثانی ، الحديث: ۲۱۸

.......لہٰذا :

اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مختصر مگر جامع کتاب جہاد کی تعلیمات اور احکامات کے بارے میں تالیف کی گئی ہے۔ جس کے جملہ دلائل قرآن مجید کی آیات ،رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اور تسلیم شدہ حقائق پر مشتمل ہو نگے ۔(ان شاء اللہ الرحمٰن)

جہاد کا لغوی معنی :

لغوی اعتبار سے جہاد کے دو معانی ہیں:

۱ ((جَهَدَ)) ''اس نے پوری طاقت کو صرف کیا۔''اس لحاظ سے جہاد کا معنی ہے:

((بَذْلُ الطَّاقَةِ وَالوُسْعِ أَوْ هُوَ المَشَقَّةُ)) [۴]

''پوری طاقت وقوت کو کھپا دینا یا مشقت برداشت کرنا۔''

۲ ((اَلْقِتَالُ مَعَ الْعَدُوِّ)) [۵]

''دشمن کے ساتھ لڑنا۔''

جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنٰی :

جہاد کا شرعی معنٰی خود رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٤]((قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ! وَمَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ :أَنْ تُقَاتِلَ الْكُفَّارَ إِذَا لَقِيْتَهُمْ)) [۶]

''ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ !جہاد کیا ہے ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا:''جہاد یہ ہے کہ تو کفار کے مقابلہ میں جنگ کرے ۔''

حدیث مذکور کے مطابق جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک جہا د کا شرعی معنی صرف اور صرف کفار کے خلاف جنگ کرنا ہے۔مطلق طور پر لفظ جہاد سے اسلام میں صرف یہی معنی مراد لیا جاتا ہے۔[۷]

---

۴ القاموس:١/٢٩٦ + لسان العرب + تاج العروس

۵ القاموس:١/٢٩٦

۶ مسند احمد= ٤/١١٤ احمد عبد الرحمٰن البناء کہتے ہیں: '' اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔'' لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے : فتح الرَّبانی = القسم الأَول التوحید و أُصول الدِّین ، الفصل السادس فی وفادة رجال من العرب لم يُسَمُّوا(١/٧٤) المطبوع من "دارالحدیث" القاهرة : بتحقیق و تبویب و ترقیم احمد عبد الرحمٰن البنّاء +المتجر الرَّابح للدّمیاطی، الحدیث:٧٩٧۔ المطبوع مِن" النَّهضة الحدیثة " مكة المكرمة۔

۷ شرح زاد المستقنع:٢/٣ +بدائع الصَّنائع : ٩/٤٢٩٩ +سُبُل السَّلام :٤/٨١ +فقهُ السُّنَّة :٣/١٢٥

سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہ رہے گی کہ قرآن مجید میں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا لفظ کفار کے خلاف جنگ کرنے کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ چند دلائل درج ذیل ہیں:

[۵] ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الۡكُفَّارَ وَالۡمُنٰفِقِيۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ‌ؕ وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ‏ ۝﴾ [التّوبة=۹:۷۳]

''اے نبی ﷺ! کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر خوب سختی برتو (یعنی قتال کرو کیونکہ سختی کا استعمال صرف جنگ اور قتال ہی میں ہوتا ہے) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

[۶] ﴿ لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالۡمُجٰهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ؕ ﴾ [النّساء=۴:۹۵]

''مومنو! میں سے گھروں میں بیٹھ رہنے والے —— ماسوائے معذور اور نابینا کے —— اور اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔''

(مذکورہ بالا آیت میں جہاد کرنیوالوں سے مراد قتال کرنیوالے ہی ہیں کیونکہ بیٹھ رہنے والوں کو میدان میں نکلنے والوں کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے اور ''اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ'' کے الفاظ جنگ و قتال کے لیے واضح ترین قرائن ہیں۔)

[۷] ﴿ فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوۡۤا اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِى الۡحَـرِّ‌ ؕ قُلۡ نَارُ جَهَـنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا‌ ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ‏ ۝﴾ [التّوبة=۹:۸۱]

''رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑے گئے لوگ پیچھے بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد (قتال کرنا) ناگوار سمجھا اور لوگوں کو کہنے لگے گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دیجیے جہنم کی آگ گرم ترین ہے اگر وہ سمجھتے۔''

(ظاہر ہے کہ پیچھے چھوڑا جانا، پیچھے بیٹھ رہنا، جان و مال کے الفاظ کا استعمال، گھروں سے نکل کر میدان جنگ کی طرف جانے سے روکنا ایسے واضح اور منہ بولتے دلائل ہیں جن کی موجودگی میں جہاد کا معنی ''قتال بالکفار'' کے سوا کوئی اور نہیں کیا جاسکتا۔

[۸]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾[التوبة=۹:۴۱]

’’ مسلمانو!تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں نکلو اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔(یعنی قتال کرو کیونکہ ہلکے یا بھاری پن کے ساتھ نکلنا اور جان ومال کھپا دینا صرف جنگ وقتال کے لیے ہی ہوا کرتا ہے) یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جان لو۔‘‘

یہ نمونہ کے طور پر چند دلائل ذکر کیے گئے ہیں ۔وگرنہ بہت زیادہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات پر دلیل ہیں کہ مطلقاً جہاد کا لفظ شریعت اسلامیہ میں صرف ’’جنگ بمقابلہ کفار‘‘ کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اور یہی جہاد اسلامی کوہان کی چوٹی اور اعلاء کلمۃ اللہ جیسے بلند ترین مقصد کا اصل موجب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق تمام محدثین اور فقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے ۔یہی وجہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کتاب الجہاد کے تحت مذکور ابواب میں بالعموم ’’ قتال بالکفار ‘‘ کی آیات و احادیث ہی بیان کی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری ، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی ،سنن دارمی ،سنن دارقطنی ،مصنف عبدالرزاق،مصنف ابن ابی شیبہ اور ان کے علاوہ فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی دیگر کتب حدیث ۔

علمِ جہاد کا موضوع:

علم جہاد کا موضوع ’’مسلم بحیثیت مجاہد‘‘ ہے۔جس میں ایک مسلمان شخص کے ان احوال اور پیش آمدہ چیزوں سے متعلق بحث کی جاتی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار اور منافقین کے ساتھ قتال کرتے ہوئے یا جہاد کی تیاری کے سلسلے میں اسے پیش آتے ہیں ۔

علمِ جہاد کی غرض و غایت :

علم جہاد کی غرض و غایت یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے کلمہ کو یعنی دین اسلام کو تمام ادیان پر بلند اور غالب کیا جائے اور آخرت میں اللہ کی تیار کی ہوئی جنت کو حاصل کیا جائے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے ضمن میں مظلوم و مقہور اور مجبور و بے بس مسلمانوں کی نصرت —— اسلامی ممالک اور علاقہ جات کا تحفظ —— کفار ومشرکین کے غلبہ اور قبضہ سے مقبوضہ علاقہ جات کو آزاد کرانا—— اموال غنیمت کا حصول—— حصول جنت کے ضمن میں صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا کفارہ—— حصول اجر وثواب اور مذکورہ بالا تمام بلند مقاصد کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ضمانت کا حصول—— اس

جیسی اغراض شامل ہیں ۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹]((اِنۡتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنۡ خَرَجَ فِيۡ سَبِيۡلِهٖ لَا يُخۡرِجُهُ اِلَّا اِيۡمَانٌ بِيۡ وَ تَصۡدِيۡقٌ بِرُسُلِيۡ ، اَنۡ اَرۡجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنۡ اَجۡرٍ اَوۡ غَنِيۡمَةٍ اَوۡ اُدۡخِلَهُ الۡجَنَّةَ))[۸]

”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذمہ اٹھاتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے۔ اس کو اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نہیں نکالتی ۔ (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) میں اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس (اس کے اہل خانہ میں) لوٹاؤں گا یا پھر اس کو جنت میں داخل کردوں گا ۔“

نیز محشر میں اعمال ناموں کے تولے جانے سے قبل ہی سبز رنگ کے پرندوں میں روحیں ڈال کر اللہ تعالیٰ شہداء کو بہشتوں کی سیرو سیاحت کراتا ہے ۔شہداء ان بہشتوں کی بیش قیمت نعمتوں سے لذت حاصل کرتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۰]((اَرۡوَاحُهُمۡ فِيۡ جَوۡفِ طَيۡرٍ خُضۡرٍ لَهَا قَنَادِيۡلُ مُعَلَّقَةٌ بِالۡعَرۡشِ ۔ تَسۡرَحُ مِنَ الۡجَنَّةِ حَيۡثُ شَاءَ تۡ))[۹]

”شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں ہوتی ہیں ۔جہاں چاہتی ہیں جنت کی سیر و سیاحت کرتی ہیں (اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہتی ہیں)۔“

اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج:

جہاد کے اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج درج ذیل ہیں:

① دین اسلام تمام اہل عالم کے لیے ہدایت و رحمت ہے اور جن و انس کو ایک رب کی خالص بندگی پر جمع کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے ۔اللہ کی حاکمیت اور عدل اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے رکن اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ظلم و جبر اور فتنہ وفساد کو مکمل طور پر ختم کرنے کا سب سے بڑا داعی ہے۔ مذکورہ بالا تمام مقاصد کے حصول میں بدترین لوگوں کی

---

۸ صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب الجهاد من الإيمان ، الحدیث: ۳۶ و أبواب الخُمُس: باب قول النَّبِيِّ صَلى الله عليه وسلم :((أُحِلَّت لِيَ الغنائم)) الحدیث:۲۹۵۵ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الجهاد والخروج فى سبيل الله ، الحدیث:۱۸۷۶، المؤطّا للإمام مالك= کتاب الجهاد : باب التَّرغيب فى الجهاد

۹ صحیح مسلم=کتاب الإمارة : باب بيان أَنَّ أرواح الشُّهداء فى الجنة وَ اَنَّهُمۡ ﴿ بَلۡ اَحۡيَاءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ۝﴾ [آل عمران=۳:۱۶۹] ،الحدیث:۱۸۸۷

طرف سے پیدا کردہ رکاوٹیں دور کرنا جہاد کا سب سے بڑا مقصد ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱] ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال =۸:۳۹]

''اورتم کفار سے فتنہ وفساد ختم ہونے تک اور پورا دین اللہ کے لیے خالص ہوجانے تک قتال کرو۔ اگر وہ (کفار) باز آجائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھنے والا ہے۔''

۲ شریعت مطہرہ اور دین حق کو قائم کرنے کے لیے اقتدار وحکومت اور قوت و طاقت کو حاصل کرنا بھی جہاد کے مقاصد میں سے ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۲] ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ [الحج =۲۲:۴۱]

''وہ لوگ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرنے والے) اگر ہم ان کو زمین میں قوت واقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے باز رکھیں گے۔اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

نبی ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

[۱۳] ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُو الزَّكَاةَ ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَصَمُوا مِنِّى دِمَاءَ هُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَ حِسَابُهُم عَلَى اللّٰهِ)) [1]

''مجھے لوگوں کے ساتھ مسلسل قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ اللہ کے وحدہ لاشریک معبود ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کر دیں۔ ایسا کر کے وہ اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے سوائے کسی اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی مسلمان ہونے کے بعد کسی کو قتل کر دیتا ہے یا مرتد ہو جاتا ہے یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرتا ہے پھر اس کی جان کو مارنا اور خون بہانا اسلامی حکومت کے لیے جائز ومباح ہے) اوران کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔''

۳ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ذلیل اور خوفزدہ کرنا نیز ان کی قوت و طاقت کے اثرات کو مظلوم و

[1] صحیح البخاری = کتاب الإیمان: باب ﴿ فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ﴾(التَّوبة= ۹:۵)، الحدیث:۲۵ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب الأمر بقتال النّاس حَتّٰی یقولوا لا إِلٰه إِلّا اللّٰهمحمَّد رسول اللّٰه......)، الحدیث:۲۰

مقہور انسانوں سے زائل کرنا بھی مقصد جہاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ [التوبة=۹:۲۹]

"ان لوگوں سے قتال کرتے رہو جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، وہ لوگ جو اہل کتاب سے ہیں، حتیٰ کہ وہ ذلیل ہاتھوں کے ساتھ جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

[۱۵] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

"دشمنان دین کے لیے ہر ممکن قوت جمع کرو اور گھوڑے باندھو جس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھو گے اور کچھ دوسرے لوگوں کو جو ان (ظاہری دشمنوں) کے علاوہ ہیں جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے اور تم جو بھی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

④ مظلوم و مقہور اور ضعیف و ناتواں مسلمانوں کی نصرت وحمائت کرنا بھی جہاد کا مقصد ہے۔ تاکہ وہ ظالم و جابر کافروں کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۶] ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ [النساء=۴:۷۵]

"اور تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال کیوں نہیں کرتے ہو؟ جو بے بسی میں پکارتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے باہر نکال لے جس کے باشندے ظالم و جابر ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمائتی اور مددگار عطا فرما۔"

⑤ دین حق کی سر بلندی اور تمام ادیان باطلہ کی سرنگونی بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ تاکہ ارض وسماء میں رب ارض و سماء کی حاکمیت قائم ہو اور انسانوں کے خود ساختہ اور خود تراشیدہ مذاہب نیست و نابود ہوں یا پھر دین حق کے تابع و غلام بن کر رہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷] ((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))[۱۱]

''جس نے کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لیے قتال کیا تو وہ ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''

⑥ فَسَاد فِي الْأَرْض اور ظلم وجبر کا قلع قمع کرنا اور تمام عبادت گاہوں کو امن وتحفظ فراہم کرنا بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۸] ﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۵۱]

''اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کفار ومشرکین) کو بعض لوگوں (مسلم مجاہدوں) کے ساتھ (جنگ وقتال کے ذریعے) سے نہ روکتا تو ساری زمین پر فساد بر پا ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اہل دنیا پر بڑا افضل کرنے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۱۹] ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۝ ﴾ [الحجّ=۲۲:۴۰]

''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے بذریعہ جنگ وقتال دور نہ ہٹاتا تو خانقاہیں، گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد—— جن میں کثرت سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے—— گرادیئے جاتے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔''

⑦ مومنوں کے اعمال کو شرک اور ریاکاری سے پاک صاف کرنا تاکہ پتہ چل سکے کون اندر اور باہر سے پکے مومن اور مخلص مسلمان ہیں اور کن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری

---

[۱۱] صحيح البخاری= كتاب العلم: باب من سَأَلَ و هو قائم عالماً جالساً، الحديث:۱۲۳ =و كتاب الجهاد : باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا ، الحديث:۲۶۵۵+صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب من قاتل لتكون كلمة الله العليا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، الحديث:۱۹۰۴

ہے۔غزوۂ احد میں مسلمانوں کے لئے مصائب و آلام پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۲۰]﴿ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴾[آل عمران=۳:۱۵۴]

''تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے ارادوں کو آزمائے اور دلوں کی میل کچیل کو پاک صاف کردے اور اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔''

⑧ کفار کے مقابلے میں مومنوں کی استقامت و ثابت قدمی کا امتحان اور پھر اس امتحان میں پاس ہونے والوں کے لیے بلند درجات اور عظیم مراتب کی تعیین بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱]﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [آل عمران =۳:۲۰۰]

''اے ایمان والو! صبر کرو اور جنگ و قتال میں ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور مورچوں پر ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

⑨ خطا کار مؤمنوں کے لیے تزکیہ و تطہیر اور گناہوں کی تلافی کے راستے پیدا کرنا بھی جہاد کا ایک مقصد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۲]((اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ))[۱۲]

''اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۳] ((لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَّقَاتِلُهُ فِي النَّارِ اَبَدًا))[۱۳]

'' کافر اور اس کا (مومن) قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہیں ہونگے۔(یعنی کافر کو قتل کرنے والا مجاہد ان شاء اللہ بہرصورت جنتی ہے۔)''

⑩ جنت میں انبیاء اور رسولوں کے ساتھیوں اور ہمیشہ کی زندگی پانے والے شہداء کا انتخاب بھی جہاد سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[۱۲] صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب من قتل فی سبیل اللّٰه كفّرت خطاياه إلّا الدّين، الحديث:۱۸۸۶

[۱۳] صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب من قتل كافرًا ثمَّ سدَّدَ ، الحديث:۱۸۹۱

[۲٤]﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَO ﴾ [آل عمران=۳:۱٤۰]

(غزوۂ احد میں مسلمانوں کا کثرت سے زخمی ہونا اور قتل ہونا) اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو دیکھ لے اور تم میں سے چند لوگوں کو شہداء کے مرتبے پر فائز کر دے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۲٥]﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَO ﴾ [آل عمران=۳:۱٦۹]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔''

جہاد کے اغراض و مقاصد کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

1. مشکٰوۃ المصابیح مع شرح الطّیبی : ۷/۲٦۲۔۳۱۳=کتاب الجہاد
2. زاد المعاد لإبن القیّم:۲/۱۰٦۔۱۱٤
3. حجّۃ اللّٰہ البالغۃ :۲/۱۷۰۔۱۷۸
4. محاسن اسلام لمحمّد بن عبد الرحمٰن البخاری:۷۱۔۷۳
5. فقہُ السُّنۃللسَّیّد السَّابق:۳/۱۰۱۔۱۲۷

اقسام جہاد:

جہاد فی سبیل اللہ کی کل تین اقسام ہیں:

1. جھاد بالمال
2. جھاد بالنَّفس
3. جھاد باللِّسان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲٦]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَO ﴾ [التَّوبۃ=۹:٤۱]

”تم ہلکے ہو یا بھاری ،نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد و قتال کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان لو۔“

نبی ﷺ کا فرمان ہے :

[۲۷]((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَ أَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ))[۱۴]

”مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں ، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔“

حدیث مذکور میں کافروں اور مشرکوں کے خلاف جان، مال اور زبان کے ساتھ جہاد جاری رکھنے کے واجب اور فرض ہونے کی واضح دلیل موجود ہے ۔ کافروں کے ساتھ جہاد کی فرضیت بہت سی قرآنی آیات سے ثابت ہے۔[۱۵]

گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مطلقاً استعمال صرف اور صرف ” کافروں کے خلاف جنگ کرنا “ کے معنی میں ہوتا ہے ۔

جہاد کی اقسام بمعنیٰ عام :

تاہم جب کسی قرینہ سے اس کو عام معنی میں لیا جائے تو اس کی درج ذیل چند اقسام ہوں گی:

1. نفس کے خلاف جہاد
2. شیطان کے خلاف جہاد
3. فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد
4. کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد

(۱) نفس کے خلاف جہاد :

جہاد بالنفس کا مطلق معنی تو وہی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں بیان کیا جا چکا ہے یعنی کفار کے ساتھ جنگ وقتال کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

---

[۱۴] صحیح أَبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب کراهیة ترك الغزو، الحدیث:۲۵،۲۱۸۶+صحیح سنن النِّسائی= کتاب الجهاد : باب وجوب الجهاد، الحدیث:۲۹۰۰، و باب من خان غازیاً فی أَهلهٖ ، الحدیث:۲۹۹۱+صحیح الجامع الصَّغیر:۳۰۹۰+سنن الدَّارمی= کتاب الجهاد:باب فی جهاد المشرکین باللِّسان والید، الحدیث:۲٤۳٦مطبع:نشر السُّنَّة ملتان+ المُستدرَك علَی الصَّحیحَین للحاکم= کتاب الجهاد ، الحدیث:۲٤۲۷+ صحیح ابن حبان ، الحدیث۱٦۱۸+مسند احمد

[۱۵] نیل الأَوطار:۷/۲۲۲۔۲۲٤

[۲۸] ﴿ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ...... ﴾

[التَّوبة=۹:۴۱]

”جہاد کے لیے نکل پڑو، خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔“

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اور بہت سی آیات اس معنی کی موجود ہیں۔ جبکہ اس کا ایک دوسرا معنی ”اللہ کی اطاعت کے لیے مجاہدہ نفس“ بھی ہے۔اس کے لیے دو روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

[۲۹] ((اَلۡمُجَاهِدُ مَنۡ جَاهَدَ نَفۡسَهُ فِیۡ طَاعَةِ اللّٰهِ))[۱۶]

”مجاہد وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری پر لگا دیا۔“

[۳۰] ((رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِهَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلَی الۡجِهَادِ الۡاَکۡبَرِ))[۱۷]

” ہم جہاد اصغر (کافروں کے ساتھ جنگ) سے پلٹ کر جہاد اکبر (مجاہدہ نفس) کی طرف جارہے ہیں۔“

اس موضوع پر ایک مستقل عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بحث اسی کتاب کے باب نمبر ۷ ”خلافت و جہاد“ کے ذیلی عنوان ”خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے“ میں ذکر کی گئی ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) شیطان کے خلاف جہاد:

اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے دشمن شیطان کی مخالفت کی جائے اور اس کو اپنا ازلی دشمن سمجھ کر مکمل دوری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۱] ﴿ اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَیۡكُمۡ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّیۡطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۝ ﴾

[یٰسٓ =۳۶:۶۰]

”اے آدم علیہ السلام کے بیٹو! کیا میں نے (انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ) تم سے عہد نہیں

---

[۱۶] شُعُبُ الإِیمان للبیهقی = السَّابع والسَّبعون من شُعُب الإِیمان : باب فی أَن یُحِبَّ الرَّجُلُ لأَخیه المسلم مَایُحِبُّ لِنَفۡسِهٖ وَ یکرَهُ لَهٗ مَا یکرَهُ لِنَفۡسِهٖ، الحدیث:۱۱۱۲۳، المطبوع من دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، +المُستدرَك علَی الصَّحیحَین = کتاب الإِیمان ، الحدیث:۲٤ +موارد الظَّمان إِلٰی زوائد ابن حبّان، الحدیث:۲۵ +طبرانی کبیر:۱۸/۷۹٦ + مسند احمد :٦/۲۱۔شعیب الارناؤوط کہتے ہیں : اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے : الإِحسان فِی تقریب صحیح ابن حِبَّا بتحقیق شعیب الارناؤوط، الحدیث:٤٦۲٤، ٤۷۰٦، ٤۸٦۲۔

[۱۷] بیهقی فی الزُّهد(٤۲/۱) + تاریخ بغداد للخطیب بغدادی :۱۳/٤۹٤۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی مکمل اور مفصل وضاحت کے لیے دیکھئے سلسلة احادیث الضَّعیفة، الحدیث۲٤٦۰ (٥/٤۷۸)

لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۲]﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ O﴾

[البقرة= ۲:۱٦۸، ۲۰۸+الأنعام=٦:۱٤۲]

'' اور تم شیطان کے طور طریقوں کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اسی قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں شیطان کی مخالفت، اس کے طور طریقوں کی نافرمانی اور اسے اپنا کھلا دشمن سمجھنے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔

تاہم شیطان اور اس کے چیلوں سے جہاد کرنے کا عام فہم معنی قتال ہی ہے جس پر حسب ذیل آیت کریمہ دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۳]﴿ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا O﴾[النِّساء=٤:٧٦]

'' (اے ایمان والو!) تم شیطان کے دوستوں اور حواریوں کے ساتھ قتال کرو۔ بلاشبہ شیطان کا مکروفریب نہایت ہی ضعیف ہے۔''

مذکورہ بالا آیت سے یہ رہنمائی مل رہی ہے کہ شیطان کے دوستوں سے جہاد کا مطلب یہی ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کیا جائے۔ جب اس آیت کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھا جائے تو مزید واضح ہو جائے گا کہ جہاد بالشَّیطان کا معنی شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ جنگ وقتال ہی ہے۔ اس بارے میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(۳) فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد:

اس کا دوسرا نام "تَغییرِ مُنکَر" ہے یعنی برائی کو ختم کرنے کے لیے جہاد کرنا۔ اس کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1. ہاتھ سے برائی ختم کرنا
2. زبان سے برائی ختم کرنا (یعنی برائی کے خلاف آواز بلند کرنا)
3. دل سے برائی کو برا سمجھنا

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[۳٤]« مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ ، فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَإِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ

فَبِقَلْبِه ، وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَان))[۱۸]

”جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو ہاتھ کی قوت سے اس کو بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔“

اس طرح نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

[۳۵]((مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِی اُمَّةٍ قَبْلِی، اِلَّا كَانَ لَهٗ مِن اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ يَقتَدُوْن بِاَمْرِهٖ ۔ ثُمَّ اِنَّهَا تخلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ۔ وَ يَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ۔فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ وَ لَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ))[۱۹]

”مجھ سے پہلے جو بھی نبی مبعوث کیا گیا اس کی امت میں سے اس کے اصحاب اور انصار ہوتے تھے جو اسکی سنت کی پیروی کرتے اور اس کا حکم مانتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے نا خلف (نالائق اور نا اہل) آجاتے جو ایسی باتیں کرتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال بجا لاتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پس جو شخص ایسے نالائقوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، جو ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بغیر ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان باقی نہ رہے گا۔“

مذکورہ بالا دونوں احادیث واضح کرتی ہیں کہ مندرجہ بالا تینوں قسم کا جہاد ”جهاد بالکفار“ نہیں بلکہ امت کے فاسق ، فاجر اور نا اہل لوگوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ کافروں کے خلاف جہاد کی کوئی قسم ایسی نہیں جس کو ”قلبی جہاد“ قرار دیا جا سکے۔ وگر نہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہلکی پھلکی اور آسان ترین قسم امت کی خیر و بھلائی کے لیے لازمی طور پر بیان فرما دیتے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا کفار کے مقابلے میں ”قلبی جہاد“ کی دعوت دینا سہل انگاری ، کمزوری اور بزدلی کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ یہ

---

[۱۸] صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب کون النَّھی عَن المنکر من الإِیمان وَ اَنَّ الإِیمان یزید و ینقص...... ، الحدیث: ۴۹ + صحیح التِّرمذی= أَبواب الفِتَن : باب مَا جَاءَ فِی تغییر المنکر بالید واللِّسان أَو بالقلب، الحدیث: ۱۷۶۴ + صحیح ابن ماجة= کتاب إِقامة الصَّلاة وَالسُّنَّة فیھا : باب مَاجَاءَ فی صلاة العِیدَین ، الحدیث: ۱۰۵۳ + صحیح أَبی داؤد = کتاب الصَّلاة : باب الخطبة ، الحدیث: ۱۰۰۹

[۱۹] صحیح مسلم= کتاب الإِیمان : باب بیان کون النَّھی عن المنکر مِنَ الإِیمان وَ اَنَّ الإِیمان یَزِیْد وَ یَنْقُصُ......، الحدیث:۵۰

امت مسلمہ کے لئے باعث صد افتخار، سب سے بڑے فریضہ اور اسلام کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ کو ختم کرنے اور نا قابل عمل ٹھہرانے کی ابلیسی چال ہے۔[۲۰] ((اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِكَ))

(۴) کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد :

یہی حقیقی اور اصلی جہاد ہے جس کو قرآن مجید میں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا گیا ہے —— یہی بلند ترین چوٹی ہے —— یہی اعلائے کلمۃ اللہ کا موجب ہے —— یہی مظلوموں اور بے بسوں کی ڈھارس ہے —— عظیم ترین فریضہ اور افضل ترین عمل ہے —— اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کا شعار ہے —— مومنوں کے لیے مضبوط دفاعی دیوار ہے —— دین اسلام کے دوام اور بقا کا ضامن ہے۔

عدل و انصاف اور شریعت مطہرہ کے عملی نفاذ کا ذریعہ ہے —— حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد کرنے سے بھی افضل و بہتر ہے —— گناہوں کا کفارہ اور باعث مغفرت و رحمت ہے —— اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

یہ جہاد ہی —— آیت کریمہ [۳۶] ﴿ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ ﴾ [الحجّ =۲۲:۷۸] ''اللہ کے راستہ میں ایسے جہاد کرو جس طرح جہاد کرنیکا حق ہے'' میں ذکر کیا گیا" —— کَمَا حَقُّہ " ''جہاد'' ہے۔

یہی جہاد —— ارشاد باری تعالیٰ:

[۳۷] ﴿ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾ [الصَّفّ = ۶۱:۱۰]

''کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دے دے'' میں ذکر کی گئی —— ''تجارت نجات'' ہے۔

یہی جہاد جنت کا سیدھا راستہ ہے —— اسی جہاد پر اللہ کے وعدے اور عظیم خوشخبریاں ہیں۔ قرآن و سنت کی لغت میں ہر جگہ یہی مقصود و مراد ہے —— اسی جہاد کو کرنے والا مجاہد ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے —— ہمیشہ کی جنتوں کا حقدار ہے —— یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کی طرف سے پکے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے —— یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کے ہاں ''سب سے بڑے درجے والا'' ہونے کا تمغۂ امتیاز ملتا ہے۔

---

[۲۰] ملاحظہ ہو تلبیس ابلیس: ۱۴۶- ۱۴۹

اس کے لیے مزید ملاحظہ فرمائیں:

1. البقرة= ٢١٨:٢
2. آل عمران= ١٤٢:٣
3. النِّساء= ٤/٩٤
4. المائدة=٥:٣٥-٥٤
5. الأَنعام=٦:١٠٩
6. الأَنفال=٨:٧٢،٧٤،٧٥
7. التَّوبة= ٩:١٦-٢٠، ٤١-٤٤، ٧٩-٨٨
8. النَحل=١٦:٣٨،١١٠
9. الحجَّ=٢٢: ٧٨
10. الفرقان=٢٥:٥٢
11. العنكبوت=٢٩:٦-٦٩
12. لقمان=٣٠:١٥
13. النور= ٢:٥٣
14. محمَّد= ٤٧:٣١
15. الحجرات=٤٩:١٥
16. الممتحنة =٦٠:١
17. التَّحريم=٦٦: ٩
18. الصَّفّ=٦١:١١
19. فاطر= ٣٥:٤٢
20. صحيح البخاری=كتاب الجهاد
21. صحيح مسلم= كتاب الجهاد
22. أَبو داؤد
23. جامع التِّرمذی
24. سنن النِّسائی
25. سنن ابن ماجة
26. المؤطَّا لِلإِمام مالك اور دیگر کتب حدیث

فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل :

شریعت اسلامیہ کے دیگر احکام کی طرح بندوں کی سہولت کی خاطر اور دینی فرائض کو قابل قبول بنانے کے لیے جہاد میں بھی تدریج و ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے ۔ذیل میں فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل کا سلسلہ وار مختصر تجزیہ پیشِ خدمت کیا جاتا ہے :

پہلا مرحلہ، دعوت وتبلیغ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے :

[٣٨] ﴿ يَآيُّهَا الْمُدَّثِّرُ Oقُمْ فَاَنْذِرْ Oوَرَبَّكَ فَكَبِّرْO﴾[المُدَّثِّر= ٧٤:١-٣]

”اے کپڑا اوڑھنے والے !اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔“

اس مرحلے میں تبلیغ و دعوت میں جہاں کفار اور مشرکین سے پہنچنے والی ایذاؤں ،سختیوں، مصائب و آلام میں درگزر کا حکم ہے وہاں جہاد باللسان کو جاری رکھنے کے واضح احکامات بھی موجود ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹]﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُO ﴾ [الطُّور= ۴۸:۵۲]

''اپنے مالک کے حکم پر صبر اختیار کیجئے ۔ یقیناً آپ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب آپ کھڑے ہوں ۔''

[۴۰]﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ O ﴾ [الحِجر= ۸۵:۱۵]

'' (کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف میں)بہت عمدہ درگزر کیجئے ۔''

[۴۱]﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًاO ﴾[الفرقان= ۵۲:۲۵]

''پس تو کفار کی بات نہ مان (اور قرآن کے دلائل سے)ان کے ساتھ زبردست جہاد کرتا رہ ۔'' [۲۱]

اسی طرح ایک طرف تو کفار کے ساتھ قتال بالسیف سے ہاتھ روکے رکھنے کا حکم ہے ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۴۲]﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ ﴾ [النِّسآء= ۷۷:۴]

''آپ نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جن کو (ابتدائے اسلام میں)حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ (قتال سے) روکے رکھو اور نماز قائم کرو ، زکوٰۃ ادا کرو ۔ پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو وہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا تھا یا پھر اس سے بھی زیادہ ۔''

جبکہ دوسری طرف زبان کے ساتھ جہاد کو ہی ہدایت اور نیکی کا اصل ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے لیے مکی سورت ''العنکبوت'' کی آخری آیت ملاحظہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۴۳]﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O ﴾

[العنکبوت= ۶۹:۲۹]

''جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو (دنیا و آخرت میں)اپنے راستوں کی بصیرت عطا کرتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

---

[۲۱] ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی:۱۳/ ۳۹

یعنی محمد ﷺ اور آپکے صحابہ جنہوں نے احکام الٰہیہ پر عمل کر کے تبلیغ و دعوت کا جہاد کیا ہم دنیا و آخرت کے نامعلوم راستے بھی ان کو دکھلا دینگے۔[۲۲]

ثابت ہوا فریضہ جہاد اپنی مختلف اقسام کے ساتھ ابتدائے اسلام سے اختتام وحی تک نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں پر فرض عین کی صورت میں جاری و ساری رہا اور قیامت تک رہے گا۔ بے جا نہ ہوگا اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا یہی ایک حکم جو آغاز وحی سے قیام قیامت تک فرض و واجب کے طور پر نافذ ہوا، جاری رہا اور باقی رہے گا۔اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر۳ کے عنوان ''جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی ﷺ'' دوام جہاد میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت :

جہاد کا دوسرا مرحلہ ہجرت ہے جس میں بہت زیادہ صبر واستقامت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مہاجر اپنے محبوب و مانوس وطن اور مال کو اللہ کے لیے خیر باد کہہ دیتا ہے اور مخلص ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ہجرت اور قتال کا باہم مضبوط اور پختہ رشتہ ہے اور ان کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے :

[٤٤]((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوتِلَ الْكُفَّار))[۲۳]

''جب تک دین اسلام کے دشمنوں سے جنگ جاری رہے گی ہجرت کی ضرورت باقی رہے گی۔''

اس حدیث میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے جس میں عصر حاضر کے بے شمار لوگ مبتلا ہو کر فریضہ جہاد سے خود کو معذور سمجھ بیٹھے ہیں کہ جہاد سے پہلے ہجرت ضروری ہے۔ افسوس کہ وہ جس چیز کو ضروری تسلیم کرتے ہیں اس کے کرنے پر بھی آمادہ نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد آخر کار جہاد ہوگا جس کے لیے ان کے دل و دماغ تیار نہیں ہیں اور وہ نفاق کے مرض میں پوری امت مسلمہ کو مبتلا کر کے منافقت کی موت مارنا چاہتے ہیں۔ ہجرت کا بہانہ بنا کر جہاد چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالمین قرار دیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے :

[٤٥]﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ

---

۲۲ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر / العنکبوت= ۶۹:۲۹

۲۳ صحیح سنن النَّسائی= کتاب البیعة : باب ذکر الإختلاف فی انقطاع الهجرة ، الحدیث۳۸۸۹،۳۸۹۰+الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ،الحدیث:٤٨٦٦(١١/٢٠٧)+ تلخیص الحبیر = کتاب السِّیر: باب وجوب الجهاد ، الحدیث:١٨٢٢ المطبوع من المكتبة الأَثرِيَّة سانگله هل ـ باكستان+سلسلة احاديث الصَّحيحة الحديث :١٦٧٤

فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًاO ﴾ [النِّسآء= ٤:٩٧]

”فرشتے جن لوگوں کی ایسی حالت میں جان نکالتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حالت میں پڑے رہے ؟وہ لوگ جواب دیتے ہیں :ہم اس ملک میں کمزور اور بے بس تھے ۔تو فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی،تم اس میں ہجرت کر جاتے ؟پس ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے ۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے اس کو اسلام کا قلعہ قرار دے دیا۔اللہ تعالیٰ اس مرحلہ جہاد یعنی ہجرت پر تبصرہ فرماتے ہیں :

[٤٦] ﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَO ﴾ [الأنفال= ٨:٣٠]

”اور جب کفار مکہ (اے نبی ﷺ!) تیرے متعلق چالیں تیار کر رہے تھے کہ تجھے قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا مکہ سے نکال دیں ۔وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے زیادہ کامیاب چال چلنے والا ہے۔“[٢٤]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو ہجرت کے مرحلے میں فتح ونصرت سے ہمکنار کیا اور فرمایا:

[٤٧] ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْيَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO ﴾ [التَّوبة =٩:٤٠]

”اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو کیا پرواہ ہے ؟)اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جب کفار نے اسے مکہ سے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو شخص تھے اور غار حرا میں وہ رسول اپنے ساتھی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہا تھا (اے ابو بکر !) کچھ غم نہ کر ،یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔آخر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے رحمت اور سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد اور حمائت کی جن کو تم نے نہیں دیکھا ،پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات (دین ،نظام، پروگرام) کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ(دین اسلام)ہی ہمیشہ بلند وبالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔“[٢٤]

---

[٢٤] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی:٥/ ٢٢١-٢٢٥+تفسیر ابن کثیر :١/ ٥٩٥-٥٩٨

آیت بالا میں چند حقائق نصف النہار کے سورج کی طرح جلوہ گر ہو رہے ہیں:

1. ہجرت ،نصرت اور فتح بالترتیب وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ یعنی سنت الٰہیہ ہے۔
2. ہجرت بھی جہاد ہے ۔اللہ تعالیٰ مہاجرین پر نصرت وحمائت کے لیے لشکر اتارتا ہے ۔
3. ہجرت اور جہاد لازم وملزوم ہیں ۔دونوں کے مقاصد ایک ہی ہیں یعنی اسلام کو سر بلند اور کفر کو سرنگوں کرنا۔[۲۵]

تیسرا مرحلہ، جہاد وقتال کی اولین اجازت اور اس کے اسباب:

مکہ سے بلا جواز نکالے گئے مظلوم مسلمان جن کا اس کے سوا کوئی جرم نہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب مان چکے تھے، اسی عقیدہ توحید کی وجہ سے ظالم مشرکین نے ان کو اپنے آباؤ اجداد کے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر کے ان کو حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسے مظلوم توحید والوں کو ان کا حق دلانے اور ظالموں سے ظلم وستم کا انتقام لینے کی خاطر انہیں تیر وتلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٤٨] ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۙ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۙ﴾ [الحجّ =٢٢:٣٩-٤١]

”جن مسلمانوں سے کفار جنگ کرتے ہیں ان مسلمانوں کو بھی قتال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے جو اپنے گھروں (مکہ مکرمہ) سے صرف اس لیے نکال دیئے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب صرف ایک اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ روکتا تو خانقاہیں، گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں اور جو (دشمنان دین کے ساتھ لڑائی میں) اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد

[۲۵] فصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر :٢/ ٣٩٥+تفسیر القرطبی:٨/ ٩٢

کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز اور زکاۃ کا نظام قائم کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

مذکورہ آیت میں قتال کے شرعی طور پر درج ذیل اسباب مختصراً بیان ہوئے ہیں:

① ظلم وستم کا نشانہ بننے والے مہاجرین کا انتقام جن کو ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا اور توحید پرستی کی وجہ سے ان کو ستایا گیا۔

② خانقاہوں، گرجوں، یہود کے عبادت خانوں اور مسلمانوں کی مساجد کا تحفظ اور ان میں عبادت کرنے والوں کا دفاع۔ تاکہ وہ آزادی اور امن وسلامتی کی فضا میں اللہ کا ذکر کرسکیں۔

③ مجاہدین کی نصرت وحمایت اور اللہ کی زمین پر ان کو طاقت وقوت کے ساتھ اقتدار عطا کرنا، بھلائیوں کی نشرو اشاعت، برائیوں کا خاتمہ، اللہ کی بندگی اور عبادت کا قیام اور نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا اجراء —— تاکہ لوگوں کے معاشی مسائل بھی حل ہوسکیں۔

مذکورہ بالا تمام اسباب ومقاصد واضح کرتے ہیں کہ جہاد اسلامی انسانی معاشرے کی اصلاح اور ملکی معیشت کو درست کرنے کا جامع نظام ہے۔ یہ لوٹ مار اور دہشت گردی نہیں بلکہ لوگوں کی اصلاح اور عدل وانصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے۔

یہ جہاد مظلوموں اور مجبوروں کی جہاں حمائت اور مدد کرتا ہے وہاں ضعیفوں اور بے بسوں کا جابروں اور ظالموں کے مقابلے میں بہترین دفاع کرتا ہے۔ یہ جہاد اللہ کی سرزمین پر اس کی خالص بندگی اور حاکمیت قائم کرنے اور ہر ظالم، فرعون صفت اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے طاغوتوں اور شیطان صفت لوگوں سے نجات کا واحد وسیلہ ہے۔

چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ:

حملہ آوروں کے ظلم وزیادتی کے نتیجہ میں جوابی کارروائی ''دفاعی قتال'' ہے۔ یعنی جان، مال، عزت اور وطن کا دفاع بھی ''قتال فی سبیل اللہ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۴۹] ﴿ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۱۹۰]

''اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔''

’’ وہ لوگ جو تم سے قتال کریں‘‘ کا ذکر صرف حقیقت حال بیان کرنے کے لیے ہے نہ کہ شرط کے طور پر۔ یعنی کافر اللہ کے دشمن ہیں اور مسلسل حالت جنگ میں ہیں ۔لہٰذا تم بھی ہمیشہ ان کے ساتھ دفاعی جنگ جاری رکھو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۵۰]﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ [التّوبة= ۹:۳۶]

’’جس طرح مشرکین سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اسی طرح تم بھی سب مل کر مشرکین کے ساتھ جنگ کرو۔‘‘

چنانچہ یہ آیت بھی شرط اور جزاء کے طور پر نہیں کہ اگر وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کریں تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ سب مل کر کفار سے جنگ کرو، وگرنہ نہیں ۔یہ صرف ان کی ایک حالت کا بیان ہے کہ وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اسی لئے اگلی آیت میں فرمایا:

[۵۱]﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾

[البقرة =۲:۱۹۱]

’’ ان (جنگ وقتال کرنے والے کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کردو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ مکرمہ سے)تم ان کو وہاں سے نکال پھینکو۔‘‘ [۲۶]

علاوہ ازیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:’’زیادتی نہ کرو‘‘ اس کی صحیح تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل حدیث میں بیان فرمائی ہے:

[۵۲]((اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ۔اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا الْوَلِيْدَ (وَلَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعَ)......))[۲۷]

’’ اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جنگ کرو ،اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو مار ڈالو۔جنگ کرو ،اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو ، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، بچوں (اور راہبوں) کو قتل نہ کرو۔‘‘

یہی وہ زیادتی ہے جس سے حالت جنگ میں منع کیا گیا ہے لہٰذا ’’ زیادتی نہ کرو‘‘ سے آیت کے منسوخ ہونے کا استدلال بالکل غلط ہے۔[۲۸]

---

[۲۶] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر= ۱/ ۲۴۲،۲۴۳

[۲۷] صحيح مسلم = كتاب الجهاد و السِّير : باب تائيد الإمام الأُ مَرَاءَ عَلَى البُعُوث و وصِيَّتِهِ اِيَّاهُم بِآداب الغزو و غيرها ، الحديث: ۱۷۳۱ + مسند احمد۔ ”وَلَا أَصحاب الصَّوامع“ کے الفاظ مسند احمد میں ہیں۔

[۲۸] ملاحظہ ہو = جامع البيان للطبرى + تفسير كبير للرَّازى + تفسير ابن كثير:۱/ ۲۴۳

اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے:

جان و مال اور عزت و ناموس کے لئے دفاعی جنگ بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

[۵۳]﴿﴿ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَھْلِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ ﴾﴾ [۲۹]

''جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے، اسی طرح جو اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ اس طرح جو اپنے دین کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل وعیال کے دفاع میں قتل ہو گیا تو وہ بھی شہید ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۵۴]﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآءِنَا ط فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْھُمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ O ﴾ [البقرۃ =۲:۲۴۶]

''(بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا) ہم اللہ کی راہ میں قتال کیوں نہ کرینگے۔ جبکہ ہمیں اپنے شہروں اور بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے۔(یعنی ہم شہروں اور بیٹوں کی بازیابی اور واپسی کے لیے اللہ کی راہ میں ضرور لڑینگے)پس جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا تو چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو جانتے ہیں۔''

علیٰ ھذا القیاس ضعیف اور ناتواں لوگوں کی حمائت اور دفاع کے لیے جنگ کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۵]﴿ وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا ج وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

[۲۹] صحیح البخاری=کتاب المظالم : باب من قاتل دون مالہ ، الحدیث:۲۳۴۸+صحیح مسلم=کتاب الإیمان: باب الدَّلیل علی أَنَّ مَن قصد أخذ مال غیرہ بغیر حقّ کان القاصد مھدر الدّم فی حقّہ و إن قُتِلَ کان فی النّار و اَنَّ مَن قُتِل دون مالہٖ فھو شھید، الحدیث:۱۴۱+صحیح الترمذی= أبواب الدِّیات : باب ما جاء فی من قتل دون مالہ فھو شھید ، الحدیث:۱۱۴۶، ۱۱۴۸+ صحیح أبو داؤد = کتاب السُّنَّۃ : باب فی قتال اللُّصوص، الحدیث:۳۹۹۳+ صحیح النِّسائی = کتاب تحریم الدَّم: باب من قاتل دون دِیْنِہٖ ، الحدیث:۳۸۱۷ +صحیح ابن ماجۃ = کتاب الحدود : باب من قتل دون مالہ فھو شھید ، الحدیث :۲۰۹۳، صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں صرف پہلا جملہ ((من قتل دون مالہ فھو شھید))ہے۔

لَّدُنکَ وَلِیًّا ۚ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّـدُنکَ نَصِیۡرًا ﴾ [النِّسآء=٤:٧٥]

”تم اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (یعنی مدد، حمایت، دفاع اور بچاؤ کی خاطر) کیوں نہیں لڑتے جو پکارتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مدد گار بنا۔“

لہٰذا دفاعی قتال کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تشریح و توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی قتال بھی دائمی فریضہ ہے، وہ کبھی اور کسی وقت بھی ساقط نہیں ہوسکتا۔

پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[٥٦]﴿ وَقَاتِلُوا الۡمشرِکِیۡنَ کَآفَّةً کَمَا یُقَاتِلُونَکُمۡ کَآفَّةً ؕ وَاعۡلَمُوۡا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴾

[التَّوبة=٩:٣٦]

”اور مشرکین کے ساتھ سب مل کر قتال کرو جیسا کہ وہ سب مل کر تم سے قتال کرتے ہیں اور خوب جان لو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔“

دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ ہمیشہ اور ہر ماہ جنگ کرو جیسا کہ وہ ہمیشہ اور ہر ماہ تم سے جنگ کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر زیادہ واضح اور مشہور ہے۔ نیز آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت رکھتی ہے۔[٣٠]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[٥٧]﴿ فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡھُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَیۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡھُمۡ وَ خُذُوۡھُمۡ وَاحۡصُرُوۡھُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَھُمۡ کُلَّ مَرۡصَدٍ ۚ فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوۡا سَبِیۡلَھُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴾ [التوبة= ٩:٥]

”پھر جب امان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے گھات کی ہر جگہ پر بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

---

[٣٠] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع البیان للطّبری+ تفسیر ابن کثیر :٢/٣٩٢+ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی:٨/٨٧

[۵۸] ﴿ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَ هُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ ۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ۚ وَ عَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۱۶]

''مسلمانو! کفار کے ساتھ قتال کرنا تم پر قطعی فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہو گا۔ شاید ایک چیز تمہیں ناگوار ہو مگر وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہو اور شاید ایک چیز کو تم پسند کرو مگر وہ تمہارے لیے بدتر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۵۹] ((لَا هِجۡرَةَ بَعۡدَ الۡفَتۡحِ وَلٰكِنۡ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَ إِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا))[۳۱]

''فتح مکہ کے بعد (وہاں سے ہجرت کا حکم ختم ہے) لیکن جہاد اور جہاد کی نیت فرض و واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔''

جہاد کی فرضیت کے مندرجہ بالا پانچ مراحل میں سے کوئی مرحلہ معطل یا منسوخ نہیں ہوا بلکہ مختلف احوال و کیفیات کے تحت ان کی مناسبت سے ہر طرح کا جہاد و قتال ہمیشہ کے لیے فرض اور واجب ہے۔[۳۲]

جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ جہاد فرض عین ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان مرد، بالغ، عاقل، غیر معذور پر لازم ہے اور کسی صورت میں اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی یا فرض کفایہ ہے کہ بعض افراد امت کے ادا کرنے سے دوسرے سبکدوش ہو جاتے ہیں یا اسکی بعض صورتیں فرض عین اور بعض فرض کفایہ ہیں؟ اسی کتاب کے باب نمبر۲، ۳ اور ۴ میں اس پر مفصل اور مدلل بحث پیش خدمت کی گئی ہے۔ وہاں سے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

((.................❀❀❀❀❀............))

---

۳۱ صحیح البخاری = کتاب الجهاد والسَّیر: باب فضل الجهاد والسَّیر، الحدیث: ۲٦۳۱= وَ أبواب الإحصار وجزاءِ الصَّید: باب لا یحلُّ القتال بمكَّة ، الحدیث:۱۷۳۷ + صحیح مسلم = کتاب الحجّ : باب تحریم مكّة وَ صیدها وَ خلاها و شجرِهَا وَ لُقطَتِهَا اِلَّا لِمُنۡشِدٍ عَلَى الدَّوَامِ ، الحدیث:۱۳۵۳

۳۲ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر + جامع البیان للطبری+ الجامع لاحكام القرآن للقرطبی +تفسیر سورۂ أنفال و توبة

باب:۲

جہاد فرضِ عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

فرض عین کی تعریف:

شریعت میں وہ حکم فرض عین کہلاتا ہے جس کا ہر مسلمان بذات خود پابند اور مکلّف ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے ادا کرنے سے وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتا مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔

فرض کفایہ کی تعریف:

فرض کفایہ بالعموم وہ حکم ہے جس کی ادائیگی بالعموم ہر مسلمان پر واجب ہے۔لیکن بعض کے ادا کرنے سے سبھی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔عدم ادائیگی کی صورت میں تمام مسلمان مجرم ٹھہرتے ہیں اور تمام قابل مواخذہ ہوتے ہیں مثلاً نماز جنازہ وغیرہ۔[1]

فرض کفایہ ادائیگی سے قبل امت کے ہر فرد پر واجب الادا ہوتا ہے (یعنی کفایہ کا یہ معنٰی ہرگز نہیں کہ ہر فرد دوسرے پر ذمہ داری ڈالتا رہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ختم ہوکر رہ جائے۔)[2]

جہاد بمعنٰی عام فرض عین ہے:

جہاد کا جب عام معنٰی لیا جائے تو اس سے مراد وہ جہاد ہے جو اپنی تین اقسام کو شامل ہے یعنی ''کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنا۔''

1. مال کے ساتھ جہاد
2. جان کے ساتھ جہاد
3. زبان کے ساتھ جہاد

قرآن وسنت سے استدلال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٠] ﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط﴾ [الحجّ=٢٢:٧٨]

---

[1] بدایة المجتهد:١/٤٤١ + العدَّة شرح العمدة للمقدَّسی:٤٩٣

[2] العدَّة شرح العمدة للمقدَّسی:٤٩٣ + شرح زاد المستقنع:٢/٣

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔''

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[٦١] '' اى بِاَمْوَالِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ كَمَا قَالَ تَعَالٰى:﴿ اِتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۲] [۳]

''یہ جہاد کا حکم عام ہے یعنی تم سب اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہمیشہ جہاد کرتے رہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔''

تو جیسے تقوٰی کی فرضیت فرض عین ہے اس طرح جہاد کی فرضیت بھی فرض عین ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢] ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا O﴾ [الفرقان=۲۵:۵۲]

''اے نبی! کفار کی بات نہ مان اور ہمیشہ (قرآن کے دلائل کے ساتھ) ان سے بہت بڑا جہاد کرتے رہو۔''

◎ حافظ ابن کثیر، امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے کہا ہے:

'' هٰذَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: [٦٣] ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ ......﴾'' [۴] [التوبة=۹:۷۳+ التحريم=۶۶:۹]

یعنی ''بہت بڑے جہاد'' کا حکم اللہ کے اس حکم کی طرح ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد وقتال کرتے رہو اور ان پر سختی برتو۔''

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[٦٤] ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ)) [۵]

''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد وقتال کرتے رہو۔''

[٦٥] ((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ)) [۶]

---

[۳] تفسیر ابن کثیر / الحجّ= ۲۲:۷۸

[۴] تفسیر ابن کثیر / الفرقان=۲۵:۵۲

[۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۲۷

[۶] تفصیل کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۵۹

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔''

یعنی اب یہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ شہر قیامت تک کافروں کے تسلط اور اقتدار میں نہیں جائے گا (ان شاء اللہ) لیکن جہاد اور اس کی نیت کا حکم عام، حتمی اور دائمی ہے۔

اجماع امت سے استدلال :

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

" وَالتَّحقِيقُ اَيضًا اَنَّ جِنسَ جِهَادِ الكُفَّارِ مُتَعَيَّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسلِمٍ اِمَّا بِيَدِهٖ وَ إِمَّا بِلِسَانِهٖ وَاِمَّا بِمَالِهٖ وَ اِمَّا بِقَلْبِهٖ۔" [7]

''تحقیق شدہ اور تسلیم شدہ بات یہ ہے کہ جنس جہاد (جہاد اپنے عام معنی کے اعتبار سے) ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے ہاتھ، اپنی زبان ،اپنے مال یا اپنے دل سے ہمیشہ جہاد جاری رکھے۔''

◎ حافظ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ایمان ،ہجرت اور جہاد کا ایک دوسرے سے اتنا گہرا تعلق اور رابطہ ہے کہ کوئی شخص ان تینوں سے یا تینوں میں سے کسی ایک سے محروم رہ کر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اپنی جانوں کے ساتھ جہاد اللہ کیلئے فرض ہے اور یہ فرض عین ہے ۔[8]

◎امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّ الجِهَادَ لَايَزَالُ مَادَامَ الاِسلَامُ وَالمُسلِمُونَ اِلٰى ظُهُورِ الدَّجَّالِ " [9]

''رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث ---- [٦٦]((اَلجِهَادُ مَاضٍ مُذ بَعَثَنِىَ اللّٰهُ اِلٰى اَن يُّقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِىَ الدَّجَّالَ)) [10] (جہاد میری بعثت سے لے کر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ

---

[7] فتح الباری:٦/٣٧٧

[8] ملاحظہ ہو زاد المعاد :٢/١٠٦-١٠٨

[9] نیل الأوطار :٧/٢٢٦

[10] ضعیف سُنن أبوداؤد= کتاب الجهاد: باب فی الغزو مع ائمـة الجور، الحدیث:٥٤٤۔ شیخ ناصر الدین الالبانی رحمة الله علیه فرماتے ہیں : اس حدیث کا معنیٰ صحیح ہے مگر سند ضعیف ہے ۔ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی (یزید بن ابی نشبہ) مجہول ہے۔ دیکھئے :مشکاۃ ، الحدیث:٥٩+نصب الرّأية = كتاب السّير : الحديث الأول(٣/٣٧٧) ۔اس حدیث کے معنیٰ اور مفہوم کی دیگر بہت ساری صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے ۔ مثلاً دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الجهادوالسّیر : باب الجهاد ماضٍ مع البرّ والفاجر، الحدیث:٢٦٩٧

کرنے تک جاری رہے گا)——میں صریح دلیل ہے کہ جب تک اسلام اور مسلمان باقی ہیں جہاد دجال کے ظاہر ہونے تک باقی رہے گا اور یہ فرض عین ہے۔''

لہٰذا کافروں کے خلاف جہاد قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور مسلمان مرد وعورت پر دیگر ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح واجب اور فرض عین ہے۔[۱۱]

''جہاد'' قتال کے معنیٰ میں بھی فرض عین ہے

قرآن مجید کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[٦٧]﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ O﴾ [الأنفال=٨:٧٤]

''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ صرف وہی سچے مومن ہیں۔ صرف انہی کے لیے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔''

آیت میں ہجرت کا ذکر ایسا قرینہ ہے جو جہاد کو ''قتال بالکفار'' کے معنی میں خاص کر رہا ہے۔ ''وہی سچے مومن ہیں'' کے جملے میں تین وجوہ کے اعتبار سے تخصیص کا معنی ہے کہ فقط مومن، مہاجر، مجاہد ہی پکے اور سچے ایمان دار ہیں پھر ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ میں ﴿لَهُمْ﴾ جار مجرور مل کر '' ثَابِتٌ''، وغیرہ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور ﴿مَغْفِرَةٌ﴾ مبتداء ہے۔ اس جگہ بھی خبر کو حصر اور تخصیص کیلئے ہی مقدم رکھا گیا ہے۔ گویا آیت میں چار تخصیصات موجود ہیں کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر ایمان، مغفرت اور عزت والا رزق حاصل نہ ہوگا اور انصار، مہاجرین کی مالی نصرت کے ساتھ جہاد بالمال کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

[٦٨]﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O﴾ [الحجرات=٤٩:١٥]

''مومن تو بس وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر دل و جان سے یقین رکھا، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ یقیناً

[۱۱] ملاحظہ ہو مراتب الاجماع لإبن حزم:۱۱۹

صرف وہی لوگ (ایمان لانے کے دعویٰ میں) سچے ہیں۔''

ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے اعراب (بادیہ نشینوں) کو ایمان کے بنیادی فرائض سے آگاہ کیا جارہا ہے۔سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیت کا سیاق و سباق اور حصر و تخصیص پر مشتمل کلمات—— مثلاً: ﴿اِنَّمَا﴾ ﴿اُولٰٓئِکَ﴾ ﴿ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جان و مال سے جہاد کرنا لازمی، دائمی اور مسلسل فرائض میں شامل ہے۔

[۶۹] ﴿فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ﴾

[النّساء=۴:۸۴]

''اے نبی (ﷺ)! تو اللہ کی راہ میں کفار سے قتال کر۔ (خواہ تو اکیلا ہو) تو صرف اپنے آپ کا ذمہ دار ہے۔ البتہ تمام مومنوں کو (جنگ کے لئے) برانگیختہ کرتا رہ۔''

نبی ﷺ کو ہر حال میں اللہ کے راستے میں جنگ و قتال کرتے رہنے کا حکم دینا اور جنگ و قتال کی رغبت دلاتے رہنے کا پابند کرنا، ظاہر کرتا ہے کہ جہاد ایسا فریضہ ہے جو ہر مومن کے ایمان کے لیے شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ جب تک عدم وجوب کا کوئی قرینہ اور اشارہ نہ ہو فعل امر کے ساتھ بیان ہونے والا حکم فرض اور واجب کا ہی درجہ رکھتا ہے۔[۱۲]

جہاد بالسیف کے بارے آیات:

[۷۰] ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَ خُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ﴾ [التوبۃ=۹:۵]

''جب (امان والے چار ماہ) ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو، اور ان کو گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات پر بیٹھو۔''

[۷۱] ﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ صٰغِرُوْنَ۝﴾ [التَّوبۃ=۹:۲۹]

''ان اہل کتاب سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے رسول کے محرمات کو حرام نہیں جانتے اور دین حق قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ ذلیل ہو کر جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو جائیں۔''

---

[۱۲] الإحکام فی أصول الأحکام:۳/۲۶۹-۲۹۴

[۷۲]﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ﴾ [التَّحريم= ۹:۶۶]

''اے نبی (ﷺ) ! کفار و منافقین کے ساتھ جہاد وقتال کرو اور ان پر سختی اختیار کرو۔''

[۷۳]﴿ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ O﴾ [الحُجُرات =۴۹:۹]

'' اگر مومنین کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کروحتی کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئیں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جن کا ذکر مندرجہ بالا چاروں آیات میں مذکور ہے۔[۱۳]

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلی آیت: [۷۴]﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ......﴾ محکم آیت ہے اور اس کا حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے۔[۱۴]

مذکورہ بالا چاروں ''آیات سیف'' جہاد بالکفار کے فرض ہونے اور امت کے ہر فرد پر واجب ہونے کی صریح دلیلیں ہیں۔

تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے:

[۷۵]﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَھُوْا شَـيْـــًٔـا وَّھُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَـيْـــًٔـا وَّھُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O﴾

[البقرة =۲:۲۱۶]

''تم پر کافروں کے ساتھ لڑنا فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ شاید تم ایک چیز کو ناگوار سمجھو مگر وہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو جو تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

" هٰذَا اِيْجَابٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْجِهَادِ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔ "[۱۵]

---

[۱۳] تفسیر ابن کثیر / التَّوبة= ۹:۵

[۱۴] تفسیر ابن کثیر / التَّوبة= ۹:۵

[۱۵] تفسیر ابن کثیر / البقرة =۲:۲۱۶

''یہ آیت تمام مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے جہاد کو فرض اور واجب قرار دے رہی ہے۔''

◎ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ غَزَا اَوْ قَعَدَ فَالْقَاعِدُ عَلَيْهِ اِذَا اسْتُعِيْنَ اَنْ يُّعِيْنَ " [۱۶]

''یعنی جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے، وہ قتال میں شامل ہو یا پیچھے بیٹھا ہوا ہو۔ البتہ جب پیچھے بیٹھے ہوئے سے مدد طلب کی جائے تو مدد کرنا اس پر واجب ہے۔''

◎ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''جمہور علماء اسلام کے نزدیک ذکر کردہ آیت جہاد کی فرضیت کے لیے قطعی دلیل ہے۔'' [۱۷]

جب جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۶] ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾

[التوبة =۹:۴۱]

''مسلمانو! ہلکے یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

[۷۷] ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ [التَّوبة =۹:۳۹]

''اگر تم (اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا، تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا (جو جہاد کرنیوالی ہو گی) اور تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یعنی وہ قوم جہاد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے گی اور دین کو قائم کرے گی اور تم جہاد سے روگردانی کر کے اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ [۱۸]

سورۃ التوبہ کی آیت: ۴۱ میں ﴿اِنْفِرُوْا﴾ اور ﴿جَاهِدُوْا﴾ جمع مخاطب، فعل امر کے صیغے ہیں اور امر کا صیغہ وجوب اور فرضیت کو ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا جہاد کے فرض عین ہونے اور تمام

[۱۶] تفسیر ابن کثیر / البقرة =۲:۲۱۶

[۱۷] بداية المجتهد: ۱/۴۴۱

[۱۸] ملاحظہ ہو فتح القدير للشَّوكانى: ۲/۳۶۳ + أحكام القرآن للقرطبى: ۸/۹۶ + تفسير ابن كثير / التَّوبة =۹:۳۹

مسلمانوں پر واجب ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔[19]

◎ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے حوالے سے عنوان قائم کرتے ہیں :

"بَابُ وُجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ" وَ قَوْلِهِ تَعَالٰى:[۷۸]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ...... ﴾ [التَّوبة=۹: ۴۱،۴۲][20]

باب اس بارے میں کہ نکل کھڑے ہونا واجب ہے اور جہاد اور نیت کے تحت کیا گیا واجب ہے۔علاوہ ازیں اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ''ہلکے ہوں یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو......۔''

آیت: ۳۹ میں اللہ کی راہ میں نہ نکلنے والوں کے لیے درد ناک عذاب ،ہلاکت اور تباہی کی وعید ہے اور جہاد چھوڑ دینے والوں کو نیست و نابود کر دینے کی شدید وعید سنائی ہے ۔یہ آیت جہاد کے قطعی طور پر فرض عین ہونے کی منہ بولتی دلیل ہے۔

مذکورہ بالا '' آیات نفیر'' کے منسوخ ہونے کا قول جو ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے محققین علماء کے نزدیک درست نہیں ۔ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے ۔[21]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" وَالتَّحْقِيْقُ اَنْ لَّا نَسْخَ بَلِ الرُّجُوْعُ فِى الْاٰيَتَيْنِ اِلٰى تَعْيِيْنِ الْاِمَامِ وَاِلَى الْحَاجَةِ اِلٰى ذَالِكَ" [22]

''مبنی بر تحقیق موقف یہی ہے کہ[۷۹] ﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً...... ﴾ [التَّوبة=۹:۱۲۲] والی آیت [۸۰] ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ...... ﴾ [التَّوبة=۹: ۴۱] والی آیت کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ دونوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔جس کو امام (امیر یا خلیفہ) معین کر کے حکم کر دے اس پر نکلنا ضروری ہے۔امام سب کا نکلنا ضروری قرار دے دے یا کچھ افراد کا نکلنا ۔یا پھر ضرورت کی بناء پر ہے کہ سب کے نکلنے کی ضرورت ہے تو سب پر فرض ہے ۔ اگر کچھ افراد کے نکلنے سے بھی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو

---

[19] أَلإحكام لِإبن حزم: ۳/ ۲۶۹+نور الأنوار :۲۷

[20] ملاحظہ ہو صحيح البخاری= كتاب الجهاد والسّير: باب وجوب النَّفير و ما يجب من الجهاد والنِّيَّة......"

[21] ملاحظہ ہو جامع البيان للطَّبری+تفسير ابن كثير /البقرة:۲/ ۲۱۴+ فتح القدير للشَّوكانی:۲/ ۳۶۳

[22] فتح البارى شرح صحيح البخارى= كتاب الجهاد والسَّير : باب وجوب النَّفير و ما يجب من الجهاد والنِّيَّة......

کچھ افراد کا نکلنا ہی فرض ہے۔''

جہاد کے ذریعے آزمائش:

[۸۱] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ O ﴾[آل عمران= ۳:۱۴۲]

''کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے جب کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنیوالوں کو اور صبر کرنیوالوں کو ظاہر نہیں کیا۔''

[۸۲]﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ o وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ o ﴾

[سورۂ محمّد= ۴۷:۳۱]

''اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کرلیں اور تمہارے حالات جان لیں۔''

[۸۳]﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأتِكُم مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ O ﴾ [البقرة=۲:۲۱۴]

''کیا تم سمجھتے ہو کہ تم بلا تکلیف جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک تم پر وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلوں پر آئی تھی۔ مصائب و تکالیف نے ان کو گھیرا اور ڈگمگائے گئے حتی کہ رسول اور اس کے مومنین ساتھی پکار اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿الباساء﴾ سے مراد فتنہ وتنگدستی ہے اور ﴿ الضَّرَّاء ﴾ سے مراد بیماری اور کمزوری ہے۔ '' زُلْزِلُوْا'' سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی تفسیر مروی ہے اور غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر بعینہ مذکورہ حالت طاری ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۴]﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًاO ﴾ [الأحزاب=۳۳:۱۱]

''اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی اور اچھی طرح جھنجھوڑا گیا۔''[۲۳]

---

[۲۳] ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی: ۱/۲۱۵ + تفسیر ابن کثیر / البقرة: ۲:۲۱۴

مذکورہ بالا تینوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ صبر، جہاد فی سبیل اللہ، دشمنان حق سے دو بدو جنگ، جنگ میں ثابت قدمی اور جنگ کی سختیوں کو جھیلے بغیر کوئی امت جنت میں داخل ہونے کی حقدار ہی نہیں ہوگی۔ یہی وہ کامرانی کی گھاٹی ہے جس پر چڑھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار ہے۔ پھر کیا ایسا عمل بھی فرض کفایہ ہوسکتا ہے؟

[۸۵] ﴿فَاعْتَبِرُوْا يَاأُولِى الْاَبْصَارِ O﴾[الحشر=۵۹:۲]

سنت سے دلائل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۸۶]« لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ وَ اِذَا اسْتُنْفِرْ تُم فَانْفِرُوْا »[۲۴]

"مکہ فتح ہو جانے کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے (کیونکہ مکہ قیامت تک اب مسلمانوں کے پاس رہے گا، کبھی بھی کافروں کے زیر تسلط اور زیر اقتدار نہیں جائے گا، ان شاء اللہ) جب کہ جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو۔"

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلثَّانِی، اَنَّهٗ كَانَ فَرْضَ عَيْنٍ"[۲۵]

"ہمارے احباب کے نزدیک دوسرا موقف یہ ہے کہ وہ فرض عین ہے۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

"وَفِيْهِ وُجُوْبُ تَعِيِيْنِ الْخُرُوْجِ لِلْغَزْوِ عَلٰى مَن عَيَّنَهُ الْاِمَامُ"[۲۶]

"حدیث بالا سے یہ ثابت ہوا کہ خلیفہ اور امام جس کو جہاد پر طلب کرے اس پر جہاد کیلئے نکلنا واجب اور فرض عین ہو جاتا ہے۔"

((لٰكِنَّ)) حرف استدراک ہے جو سابقہ کلام میں پیدا ہونے والی ذہنی خلش کو دُور کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں" سے بات ذہن میں آسکتی تھی کہ شاید اب

---

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۵۹

[۲۵] شرح النّووی علی المسلم: ۲/۱۳۰

[۲۶] فتح الباری: ۶/۳۷۹

جہاد بھی ختم ہو گیا ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ''لیکن جہاد اور نیت جہاد'' کہہ کر اس ذہنی خلش کو دور فرما دیا کہ جہاد اور جہاد کی نیت و ارادہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر مزید فرمایا کہ جب امام اور خلیفہ کی طرف سے ایک یا چند یا سب لوگوں کو نفیر عام (یعنی جہاد کے لیے نکلنے) کا حکم دیا جائے تو ان پر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا فرض عین ہو جاتا ہے۔ [۲۷]

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

'' فِيهِ إِيجَابُ النَّفِيرِ وَالْخُرُوجِ إِلَى الْعَدُوِّ إِذَا وَقَعَتِ الدَّعْوَةُ ۔'' [۲۸]

''اس حدیث سے جنگ اور جہاد کے اعلان عام کے بعد سب لوگوں پر جہاد کیلئے نکلنے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷] ((مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ)) [۲۹]

''جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس نے نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا اور نہ ہی جہاد کا عزم رکھا تو اس کی موت منافقت کے ایک شعبے پر ہو گی۔''

جہاد میں شرکت ممکن ہو تو عملاً جہاد میں شرکت کرنا اور اگر شرکت ممکن نہ ہو تو جہاد کا پختہ ارادہ رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جہاد ان واجبات اور فرائض میں سے ہے جن کی ادائیگی کے بغیر کوئی شخص مسلمان کی موت نہیں مر سکتا۔ مذکورہ بالا حدیث یہی مفہوم پیش کر رہی ہے۔ [۳۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۸] ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ)) [۳۱]

'' مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرتے رہو۔''

◎ صاحب سبل السلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

'' اَلْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلٰى وُجُوبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ۔'' [۳۲]

---

[۲۷] شرح النَّووی علَی المسلم: ۲/ ۱۳۰،۱۳۱ + فتح الباری: ۶/ ۳۷۸،۳۷۹)

[۲۸] مختصر سُنَن أَبی داؤد: ۳/ ۳۵۲

[۲۹] صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب ذمِّ مَنْ مَات وَ لَم یغز، وَ لَم یُحَدِّث نَفْسَهُ بِالغزو، الحدیث: ۱۹۱۰

[۳۰] شرح النَّووی علَی المسلم: ۲/ ۱۴۱ + سُبُل السَّلام: ۴/ ۸۱

[۳۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۷

[۳۲] سُبُل السَّلام: ۴/ ۸۱

’’یہ حدیث جانی ،مالی اور لسانی جہاد کے واجب اور فرض ہونے پر حجت اور دلیل ہے۔‘‘

امام نسائی نے اس حدیث کو ’’بَابُ وُجُوْبِ الْجِهَادِ ‘‘(جہاد کا واجب اور فرض ہونا) کے تحت ذکر کیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۹] «ثَلٰثَةٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ : اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَ لَا تُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ ، وَ لَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْاِسْلَام بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَن يُّقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِيَ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ ، وَ لَا عَدلُ عَادِلٍ وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ » [۳۳]

’’تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں(۱) ’’لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ‘‘ کہنے والے سے اپنا ہاتھ روک لے،کسی گناہ کی بناء پر اس کو کافر نہ کہہ اور کسی (برے) عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کر۔ (۲) جہاد میری بعثت سے جاری ہے یہاں تک کہ میرا آخری امتی دجال سے لڑائی کرے گا۔کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اس کو ختم اور باطل نہیں کر سکے گا۔ (۳) تقدیروں پر ایمان لانا (کہ ہر اچھا اور برا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہے۔)‘‘

حدیث بالا جہاد کی فرضیت پر پکی دلیل ہے۔غور کیجئے !جہاد اصل ایمان ہے جیسے کلمہ گو کو کافر نہ سمجھنا اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔ جہاد کے بغیر ایمان کا لعدم اور باطل ہوگا جیسے تقدیر پر ایمان وغیرہ کے بغیر ایمان غیر معتبر ہے۔لہٰذا یہ تینوں امور فرض عین اور شرائط ایمان سے ہیں ۔کسی فرض کفایہ کو ادا کرنا ہر مومن کے لیے انفرادی طور پر ضروری نہیں ہوتا ۔جب کہ ایمان کے اصول و شرائط کی تکمیل کے بغیر ایمان کا وجود ہی ناممکن ہے۔آغاز بعثت سے قتال دجال تک جہاد کا جاری و ساری رہنا اور کسی عادل کے عدل یا ظالم کے ظلم کے باوجود کالعدم اور منسوخ نہ ہو سکنا جیسے کلمات بتا رہے ہیں کہ جہاد امت کے ہر فرد پر (معذورین کے علاوہ)لازمی فریضہ ہے۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

---

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٦٦

[۹۰] ((لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا ، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [۳۴]

''دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا ،اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۱] ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِىْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [۳۵]

''میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا اور وہ قیامت تک غالب رہے گا۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۲] ((لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [۳۶]

''ایک گروہ مسلمانوں میں سے ہمیشہ حق پر قائم رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا ، وہ اپنے مخالفین پر قیامت قائم ہونے تک غالب رہے گا۔''

مذکورہ بالا احادیث بھی جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے پختہ دلائل ہیں ۔اس موضوع پر مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر :۷ ''خلافت و جہاد'' کے زیر عنوان'' عصابۃ المسلمین اور طائفہ منصورہ پر تحقیقی نظر'' بحث میں آئے گی ۔(ان شاء اللہ) [۳۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۳] ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَاءَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)) [۳۸]

---

[۳۴] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِى ظَاهِرِينَ عَلَى الحَقِّ لَا يَضُرُّهُم مَن خَالَفَهُم))، الحديث:۱۹۲۲

[۳۵] صحيح مسلم=كتاب الامارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَال طَائِفَةٌ مِّن أُمَّتى ظَاهِرِينَ عَلَى الحَقِّ لا يَضُرُّهُم مَن خَالَفَهُم))، الحديث:۱۹۲۳

[۳۶] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لَا تَزَال طَائِفَةٌ مِّن أُمَّتى ظَاهِرِينَ عَلَى الحَقِّ لا يَضُرُّهُم مَن خَالَفَهُم)) الحديث :۱۰۳۷ + صحيح البخارى= كتاب التَّوحيد : باب قول الله تعالىٰ ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ ﴾ الحديث:۷۰۲۱،۷۰۲۲

[۳۷] شرح النَّووى:۲/۱۴۴

[۳۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۳

”مجھے لوگوں (کفار ومشرکین) کے ساتھ جنگ وقتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد ہونے اور جناب محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ سو جب وہ ایسا کرلیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے مگر کسی اسلامی حق میں۔ اور ان کا باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ کے لیے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح امت کے تمام افراد بھی اس حکم میں شامل ہیں اور دین اسلام کو جب تک کافر قبول نہیں کر لیتے اس وقت تک مسلسل اور متواتر تمام مشرکین اور کفار کے ساتھ جہاد فرض عین کی صورت میں باقی رہے گا۔

مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ھو**:

1. باب وجوب الجهادِ للنسائی:۲/ ۴۵-۴۷
2. صحیح البخاری :۱/ ۱۰، باب الجهاد من الایمان و باب وجوب النفیر :۱/ ۳۹۶، وباب الخیل معقودٌ فی نواصیها الخیر اِلٰی یوم القیامة و باب الجهاد ما ضٍ مع البِرِّ وَالفَاجِرِ :۱/ ۳۹۹
3. نیل الأوطار للشوکانی:۷/ ۲۱۹-۲۳۶
4. مسلم مع النووی / کتاب الجهاد والسیر :۲/ ۱۳۵-۱۴۱
5. زاد المعاد لابن القیم:۲/ ۱۵۱-۱۶۶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹۴] ((اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْهَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ)) [۳۹]

”گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک اجر اور غنیمت کی صورت میں خیر وبھلائی رکھ دی گئی ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاد ہر نیک و بد کے ہمراہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے۔ [۴۰]

---

[۳۹] صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسِّیر : باب الجهاد ماضٍ مَعَ البرّ والفاجر، الحدیث:۲۶۹۷+صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب الخیل فی نواصیها الخیر إلٰی یوم القیامة ، الحدیث:۱۸۷۳

[۴۰] صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسِّیر : باب الجهاد ماضٍ مَعَ البرّ والفاجر۔

جہاد کے بارے چند منتخب احادیث :

نبی ﷺ نے فرمایا :

[۹۵] ((بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَعَ السَّيْفِ))[۴۱]

”مجھے قیامت سے پہلے (یعنی قیامت تک) تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔“

[۹۶] ((اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ))[۴۲]

”برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔“

[۹۷] ((اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ))[۴۳]

”اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد وقتال کرتے رہو اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہر شخص سے قتال جاری رکھو۔“

[۹۸] ((جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصِّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ))[۴۴]

”میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے مخالف ہمیشہ ذلیل و خوار ہونگے۔“

---

[۴۱] مسند احمد : ۲ / ۵۰۔۹۲ شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں : اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے المسند للإمام أحمد بن حنبل بتحقیق أحمد شاکر ، الحدیث: ۵۶۶۷،۵۱۵۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : اس حدیث کی سند میں عبد الرحمٰن بن ثابت بن ثوبان ایک راوی ہے جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔ البتہ اس حدیث کی ایک شاہد روایت بھی ہے جو حسن درجے کی ہے۔ اس شاہد کو مصنف ابن ابی شیبہ نے ” أوزاعی عن سعید بن جبله عَنِ النَّبِيّ صلی الله علیه وسلم......“ کی سند سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے :فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب ما قیل فی الرِّماح (۶ / ۴۳۸)

[۴۲] صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسَّیر: باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر إلٰی یوم القیامة ، الحدیث: ۲۶۹۶+صحیح مسلم =کتاب الإمارة : باب الخیل فی نواصیها الخیر إلٰی یوم القیامة ، الحدیث:۱۸۷۴

[۴۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۵۲

[۴۴] مسند احمد= ۲ / ۵۰۔ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ دیکھئے: فتح الرَّبانی (۲۲: ۴۰)۔ القسم الثَّالث من کتاب السِّیرة النَّبوِیَّة فی شمائله ﷺ : باب ما جَآءَ فی خصوصیّاته۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ثابت راوی ہے جو ثوبان سے بیان کرتا ہے۔ اس کو ابن مدینی اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے۔ جبکہ امام احمد اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس حدیث کی ایک شاہد روایت بھی ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے الاوزاعی عن سعید بن جبلة عن النبی ﷺ بیان کیا ہے۔ دیکھئے :فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب ما قیل فی الرِّماح۔ اس حدیث کو ابو یعلٰی موصلی نے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے طبرانی کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الجهاد : باب ما قِیلَ فی الرِّماح کے ترجمۃ الباب میں سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھئے صحیح الجامع الصَّغیر ، الحدیث ۲۸۳۱ اور مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ، الحدیث: ۵۶۶۷،۵۱۱۴

[۹۹]﴿ اُقْتُلُوْا شُيُوْخَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَهُمْ ﴾[۴۵]

''بڑے بڑے (اہل قوت نوجوان) مشرکوں کو قتل کرو اور ان کے چھوٹے بچوں کو چھوڑ دو۔''

[۱۰۰]﴿ وَالَّذِیْ نَفْسِی بِيَدِهٖ لَوْلَا اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنِّیْ وَلَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾[۴۶]

''اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کچھ مومن مرد ایسے نہ ہوتے جو میرے پیچھے رہنے کو پسند نہیں کرتے اور نہ میرے پاس ان کے لئے سواری ہے تو میں کبھی بھی اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا۔''

اسلم بن عمران کہتے ہیں: ہم مدینہ منورہ سے چلے، ہماری منزل مقصود ''قسطنطنیہ'' تھی، ہمارے لشکر کی قیادت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کر رہے تھے، رومی کافر اپنی پشتوں کو شہر کی دیوار کے ساتھ لگائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ایک تیر پکڑ کر دشمن پر حملہ کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا ''اوہ، اوہ، لا الہ الا اللہ'' یہ شخص تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔''اس وقت میزبان رسول ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[۱۰۱]﴿ اِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، لَمَّا نَصَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ، قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيْمُ فِیْ اَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحُهَا، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ **وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ** ﴾ فَالْاِلْقَاءُ بِاَيْدِيْنَا إِلَى التَّهْلُكَةِ اَنْ نُقِيْمَ فِیْ اَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحَهَا وَ نَدَعَ الْجِهَادَ ﴾[۴۷]

---

[۴۵] سنن أبو داؤد= كتاب الجهاد : باب فی قتل النِّساء ۔+ سُنَن التِّرمذی= أبواب السِّير : باب ما جاء فی النُّزول علَى الحُكم ، اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے مگر معنی صحیح ہے۔ شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مشکوٰۃ ، الحديث: ۳۹۵۲ بتحقيق الثّانی۔ معنی صحیح ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو اسلام نے قتل کرنے سے منع کیا۔ جیسا کہ بہت ساری صحیح احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھئے صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسِّير : باب تحريم قتل النِّساء والصِّبيان فی الحرب ، الحديث: ۱۷۴۴+ صحيح التِّرمذی = أبواب السِّير : باب ما جاء فی النَّهی عن قتل النِّساء والصِّبيان ، الحديث:۱۲۷۵+صحيح أبی داؤد= كتاب الجهاد : باب فی قتل النِّساء ، الحديث:۲۳۲۳۔ بڑے بڑے جوان مشرکوں کو قتل کرنے کے بارے میں قرآن مجید کی وہ تمام آیات دلیل ہیں جن میں مشرکوں کو قتل کرنے اور مشرکوں کی گردنیں اڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: سورة التوبة ۵:۹ + الأنفال ۱۲:۸ اور سورة محمَّد ۴:۴۷۔ لہٰذا قرآن و حدیث کے دیگر دلائل کی بناء پر اس حدیث کے معنی و مفہوم کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم، ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۴۶] صحيح البخاری=كتاب الجهاد: با ب تمنّی الشَّهادة ، الحديث ۲۶۴۴+صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب فضل الجهاد والخروج فی سبيل الله ، الحديث:۱۸۷۹

[۴۷] صحيح أبوداؤد= كتاب الجهاد: باب فی قوله تعالٰی: ﴿وَلا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة=۲: ۱۹۵)،الحديث:۲۱۹۲ + صحيح التِّرمذی= أبواب التَّفسير: باب و من سورة البقرة ، الحديث:۲۳۷۳+ مسند احمد:۴ / ۲۸۱۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

''یہ آیت تو ہم انصار مدینہ کے بارے نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنی مدد سے نوازا اور اسلام کو غالب کر دیا تو ہم نے کہا: (اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟) اب ہم اپنے مالوں (باغوں، کھیتوں اور مویشیوں) میں رہیں گے اور ان کی درستگی اور دیکھ بھال کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو (جہاد سے روک کر) ہلاکت میں مت ڈالو۔ گویا ہمارا اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف لے جانا یہی تھا کہ ہم اپنے مالوں میں مشغول ہوجاتے ،ان کی اصلاح اور دیکھ بھال شروع کردیتے اور جہاد کو ترک کر بیٹھتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد امت کی ہلاکت اور بربادی ہے اور نجات فقط فریضۂ جہاد کو جاری رکھنے میں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۲] ((اِجتَنِبُوا السَّبعَ المُوبِقَاتِ۔ قَالُوا : یَا رَسُولَ اللّٰہِ! وَمَاھُنَّ ؟ قَالَ : الشِّرکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحرُ وَ قَتلُ النَّفسِ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالحَقِّ وَأَکلُ الرِّبَا، وَ اکلُ مَالِ الیَتِیمِ وَالتَّوَلِّی یَومَ الزَّحفِ وَقَذفُ المُحصَنَاتِ المُؤمِنَاتِ الغَافِلَاتِ)) [48]

''سات مہلک اشیاء سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) ایسی جان کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) مقابلے کے دن میدان جنگ سے فرار ہونا (۷) پاکدامن بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔''

[۱۰۳] ((اِذَا تَبَایَعتُم بِالعِینَۃِ وَاَخَذتُم اَذنَابَ البَقَرِ، وَرَضِیتُم بِالزَّرعِ وَتَرَکتُمُ الجِھَادَ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیکُم ذُلًّا لَا یَنزِعُہٗ عَنکُم حَتّٰی تَرجِعُوا اِلٰی دِینِکُم)) [49]

''جب تم سودی کاروبار شروع کردوگے ، گائے کی دمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی پر تکیہ لگا کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا اور اس کو اس

[48] صحیح البخاری: کتاب الوصایا:باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الَّذِینَ یَاکُلُونَ اَموالَ الیَتَامٰی ظُلمًا اِنَّمَا یأکُلُونَ فی بُطُونِھم نارًا وَ سَیَصلَونَ سَعِیرًا۝﴾، (النِّساء=۴:۱۰)الحدیث:۲۶۱۵+صحیح مسلم= کتاب الإیمان : باب بیان الکبائر وأکبرھا ، الحدیث: ۸۹

[49] صحیح أبوداؤد= کتاب الجھاد : باب فی النَّھی عن العینة ، الحدیث:۲۹۵۶+سلسلة أحادیث الصَّحیحة ، الحدیث:۱۱

وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو۔''
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے اور جہاد ہی دین ہے۔''
مذکورہ بالا صحیح احادیث سے جہاد کے فرض عین اور واجب ہونے کا نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و محدثین کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔ جہاد اپنے خاص معنیٰ ''کافروں کے خلاف جنگ و قتال کرنا'' کے اعتبار سے فرض عین ہے۔[۵۰]
اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں دلائل کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

تخصیص کرنے والی آیات و احادیث:

اس باب میں ان آیات اور احادیث پر بحث کی جائے گی جو فرضیت جہاد پر کھلی دلیلیں ہیں۔ لیکن ان میں بعض ایسے مقامات و احوال کی قیود موجود ہیں جن سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی وضاحت یا اشارہ ملتا ہے۔ علماء محققین کے نزدیک ایسی آیات و احادیث ان آیات و احادیث کو منسوخ کرنے والی نہیں ہیں جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ بلکہ ان سے مخصوص حالات اور مقامات کی رہنمائی ہوتی ہے۔ تخصیص وتقیید سے کسی طرح بھی کسی حکم کا منسوخ اور ختم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔
اس کے باوجود صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء کی ایک جماعت ایسی آیات و احادیث کو تخصیص وتقیید کے لئے بھی حجت تسلیم نہیں کرتی اور وہ بدستور جہاد کو تمام امت پر فرض عین قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں ذکرکردہ آیات وصحیح احادیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۰۴] ﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۝﴾

[التّوبة=۹: ۱۲۲]

''اور یہ مناسب نہیں کہ تمام کے تمام مومنین (جہاد یا طلب علم) کیلئے نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کے ہر فرقہ (گروہ) سے ایک جماعت نکلے۔ تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور واپسی پر اپنی پوری قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ بچے رہیں۔''

---

[۵۰] نیل الأوطار للشّوکانی:۷/۲۲۶

مفسرین صحابہ وتابعین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ مذکورہ آیت جہاد یا حصول علم کی خاطر خروج کیلئے ہے۔ زیادہ تر اہل علم نے سیاق وسباق کی بنا پر جہاد کے لئے نکلنے پر ہی محمول کیا ہے۔ تاہم دوسرے قول کے دلائل بھی کمزور نہیں ۔صحیح موقف یہی ہے کہ آیت کے حکم میں دونوں خروج داخل ہیں۔[۵۱]

[۱۰۵]﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیۡلٌ O﴾ [التّوبة= ۹:۳۸]

’’اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے ہو؟ سو آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کا مزہ اور فائدہ بہت تھوڑا ہے۔‘‘

[۱۰۶]﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِیۡعًا O﴾ [النِّساء= ۴:۷۱]

’’اے ایمان والو! دشمن سے اپنا بچاؤ مضبوط رکھو اور جماعت در جماعت جہاد کیلئے نکلو یا سارے کے سارے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور عکرمہ وغیرہم سے یہی تفسیر مروی ہے۔[۵۲]

[۱۰۷]﴿ لَا یَسۡتَوِی الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ غَیۡرُ اُولِی الضَّرَرِ وَ الۡمُجٰهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِیۡنَ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الۡمُجٰهِدِیۡنَ عَلَی الۡقٰعِدِیۡنَ اَجۡرًا عَظِیۡمًا O﴾ [النِّساء= ۴:۹۵]

’’بیٹھ رہنے والے مومنین (معذور، نابینا کے علاوہ) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنیوالوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت دی ہے۔ (ویسے تو) سب سے ہی اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو (بیٹھ رہنے والوں) کے مقابلے میں بہت زیادہ اجر و

---

[۵۱] ملاحظہ ہو فتح القدیر للشّوکانی :۲/۴۱۶+جامع البیان لِلطّبری +تفسیر کبیر لِلرّازی+ تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۳۹۔۴۴۰

[۵۲] تفسیرابن کثیر :۱/۷۵+فتح القدیر للشّوکانی :۱/۴۸۶

ثواب کی برتری عطا فرمائی ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۸] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَانَ مِنْ ھُزَیْلٍ فَقَالَ لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَھُمَا)) [۵۳]

''رسول اللہ ﷺ نے ھذیل قبیلے کی ایک شاخ بنی لحیان کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا ۔پس حکم دیا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک (جہاد کے لیے) نکل کھڑا ہو اور اجر و ثواب دونوں میں برابر تقسیم ہوگا (بشرطیکہ وہ مجاہد کا خیر خواہ رہے)''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹] ((مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ بِرَسُوْلِہٖ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ صَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ جَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِیْ اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْھَا))فَقَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ ((اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِلْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، مَا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۰فَاِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰہَ فَاسْئَلُوْہُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّہٗ اَوْسَطُ الْجَنَّۃِ وَ اَعْلَی الْجَنَّۃِ فَوْقَہٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ)) [۵۴]

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا،نماز قائم کی اور رمضان کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے،وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہو یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ! ہم یہ خوشخبری سب لوگوں کو سنا دیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:''جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار فرمائے ہیں۔ ہر دو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ یہ سب جنتوں سے عمدہ اور اعلیٰ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے (اور اسی سے جنت کے تمام دریا پھوٹتے ہیں)''

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۳۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفیر عام یعنی جہاد کے اعلان عام کے وقت بیٹھ رہنے کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ۔جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ عمومی حالات میں جہاد

[۵۳] صحیح مسلم= کتاب الإمارۃ : باب فضل إعانۃ الغازی فی سبیل اللّٰہ بمرکوب وغیرہٖ ، وخلافتِہٖ فی أَھلِہٖ بِخَیرٍ، الحدیث: ۱۸۹۶

[۵۴] صحیح البخاری=کتاب الجھاد: باب درجات المجاھدین فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث:۲۶۳۷ +صحیح مسلم= کتاب الإمارۃ: باب بیان ما أَعَدَّہُ اللّٰہ تعالیٰ للمجاھد فی الجنَّۃ من الدَّرجات، الحدیث:۱۸۸۴

فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر :۷۱ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے لیے متفرق طور پر یا مجموعی طور پر دونوں طرح نکلنا فریضہ جہاد کی ادائیگی میں کفائت کرتا ہے۔مگر اس آیت سے تمام افراد امت کے لیے جہاد کے فرض عین نہ ہونے کا مفہوم اخذ کرنا انتہائی محال ہے۔اسی طرح مفہوم مخالف سے استدلال بالاجماع حجت قرار نہیں پا سکتا۔بنی لحیان کی طرف لشکر روانہ کرنے والی حدیث بھی خروج عام کی فرضیت کی نفی تو کرتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انبعاث (اٹھ کھڑے ہونا)،اخراج (جہاد کے لیے لوگوں کو نکالنا)اور نفیر عام (سب کو جہاد کے لیے نکل پڑنے کا حکم دے دینا) نبی یا اس کے خلفاء اور امراء کا فریضہ ہے جس کو مختلف حالتوں کی مطابقت سے عام یا خاص کیا جا سکتا ہے ۔لہٰذا ایسی آیات و احادیث کو کسی اسلامی فریضہ کے فرض عین یا فرض کفایہ میں سے کسی ایک پر دلیل بنانا استدلال کے شرعی تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

جہاں تک ذکر کردہ حدیث ابو ہریرہ ((كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَن يُّدُخِلَهُ الُجَنَّةَ)) کا تعلق ہے (یعنی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے)تو اس میں جنت کے داخلے کے لیے ادائیگی زکوٰۃ اور حج بیت اللہ کو بھی شرائط میں داخل نہیں کیا گیا۔تو کیا اس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا کہ یہ دونوں فرائض اسلام بھی فرض کفایہ میں شامل ہیں ۔

لا محالہ ہمیں مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ ((أَوُ جَلَسَ فِي أَرُضِهٖ)) (یا اپنی جائے پیدائش پر بیٹھا رہا) کا معنٰی یہ کرنا ہوگا کہ وہ جہاد کا عزم اور ارادہ کر کے بیٹھا رہا،نہ یہ کہ وہ جہاد کا مخالف بن کر بیٹھا رہا۔جیسا کہ دونوں مذکورہ فرائض (زکوٰۃ اور حج) حدیث میں ذکر نہیں ہوئے، اس کے باوجود جنت میں داخل ہونے کے لیے وہ بھی لازمی شرائط ہیں ۔صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یہ شرط بھی موجود ہے ۔

[۱۱۰] ثُمَّ قَالَ ﷺ لِلُقَاعِدِ :((اَيُّكُمُ خَلَفَ الُخَارِجَ فِيُ اَهُلِهٖ وَ مَالِهٖ بِخَيُرٍ))[۵۵]

’’(پھر آپ نے پیچھے گھر میں بیٹھنے والے کے لئے کہا: تم میں جو کوئی جہاد پر جانے والے کی جانشینی کرے گا اس کے اہل خانہ میں اور مال (کاروبار) میں بھلائی کے ساتھ تو اس کو جہاد پر جانے والے کے اجر سے نصف اجر کی طرح اجر ملے گا۔‘‘

[۵۵] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللّٰہ بمرکوب وغیرہ و خلافتہٖ فی أهله بخیر ، لحدیث:۱۸۹۶

گویا وہ جہاد کے عمل میں شامل ہے، جہاد کے عمل سے وہ خارج نہیں ہے اس لیے وہ برابر کا حصے دار ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار و اقوال:

جہاد کے فرض کفایہ ہونے سے متعلق دلائل اثبات دعویٰ کیلئے واضح اور محکم نہیں، بلکہ ان میں کئی معانی کے احتمالات ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ "وَ إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْإِسْتِدْلَالُ" جب کسی بات میں کئی احتمال پیدا ہوجائیں تو استدلال وہاں باطل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کے فرض عین ہونے پر قرآن و سنت اور اجماع امت سے مضبوط دلائل موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱]﴿ يَآَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ [التَّوبة=۹:۷۳+التَّحريم=۶۶:۹]

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔"

[۱۱۲]﴿ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ [النِّساء=۴:۸۴]

"تو صرف اپنے آپ کا ذمہ دار ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۳]« اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ...... »[۵۶]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ توحید و رسالت کی گواہی دیں۔"

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۴]« اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَن يُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِيَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ »[۵۷]

"میری بعثت سے لے کر میری امت کے آخری شخص کے مسیح دجال سے جنگ کرنے تک جہاد جاری رہے گا۔"

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد تک جہاد پوری امت پر فرض عین تھا۔ محققین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جہاد سب پر فرض عین ہے۔ مشہور تابعی سعید بن مسیّب اور دیگر علماء کا قول یہی ہے۔[۵۸]

---

۵۶ تخریج کے لئے دیکھئے، الرَّقم المسلسل:۱۳

۵۷ تخریج کے لئے دیکھئے، الرَّقم المسلسل:۶۶

۵۸ ملاحظہ ہو نیل الأوطار :۷/۲۲۶+شرح النَّووی : ۱/۳۸، ۳۹

◎ امام شوکانی اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں :

" وَالْجِهَادُ مِنْ آكَدِ الْفَرَائِضِ وَ اَعْظَمِهَا " [۵۹]

''جہاد تمام دینی فرائض میں سب سے زیادہ مؤکد اور عظیم ترین فریضہ ہے''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

" ثُمَّ بَعْدَ اَنْ شَرَعَ هَلْ فَرْضُ عَيْنٍ اَو كِفَايَةٍ قَولَانِ مَشْهُوْرَانِ لِلْعُلَمَآءِ هُمَا وفِی مَذْهَبِ الشَّافِعِیِّ . " [۶۰]

''یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں جہاد ہے۔اب اگلی قابل غور بات یہ ہے کہ آیا وہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ یہ دونوں قول شافعیوں کے ہیں۔''

علماء اسلام کے اس میں دو مشہور قول ہیں :

پہلا موقف : جہاد فرض عین ہے۔

دوسرا موقف : جہاد فرض کفایہ ہے۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد مہاجرین پر فرض عین تھا۔اسی لیے فتح مکہ سے قبل تک ان پر ہجرت کرنا اور مدینہ پہنچ کر جہاد میں اہل اسلام کی مدد کرنا فرض عین تھا۔[۶۱]

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔اس کی تائید وہ دلیل کرتی ہے کہ لیلۃ العقبہ (یعنی جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیدہ چیدہ انصار صحابہ سے سمع وطاعت کا عہد لیا تھا مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے اپنی نصرت و حمائت کی بیعت لی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

[۱۱۵] ((تَعَالَوْا بَايِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا ......)) [۶۲]

''آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ کسی کو اللہ کے شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔''

---

[۵۹] ملاحظہ ہو: فتح القدير للشَّوكانی :۲/۳۶۳+المحلّٰی لِابن حزم :۷/۲۹۱

[۶۰] فتح الباری: ۶/۳۷۷

[۶۱] دیکھئے سورۂ انفال آیت :۷۲-۷۴۔ نیز دیکھئے کتاب فضائل الصِّحابة : باب هجرة النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وأَصحابه اِلَی المدینة ، الاحادیث:۳۶۸۴-۳۷۰۸+صحیح مسلم=کتاب فضائل الصِّحابة : باب کم أَقام النَّبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث :۲۳۵۱

[۶۲] صحیح البخاری=کتاب فضائل الصِّحابة : باب وفود الأَنصار إِلَی النَّبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَكَّةَ وبیعةِ العقبة ، الحدیث: ۳۶۷۹+صحیح مسلم = کتاب الحدود : باب الحدود كفَّارات لأَهلِهِ۔ (یاد رہے مذکورہ بالا دونوں اقوال امام ماوردی اور امام سہیلی کے فتح الباری:۶/۳۷۷ میں ہیں)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں :دونوں اماموں کے اقوال مع الدلائل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاد مہاجرین اور انصار دونوں پر فرض عین تھا۔ صحیح ترین بات یہ ہے کہ جہاد ہر اس مسلمان پر فرض عین ہو جاتا تھا جس کو نبی ﷺ جہاد کیلئے منتخب کر لیتے یا نکلنے کا حکم فرما دیتے ہیں ۔(وہ انصاری ہوتا یا مہاجر) اگر چہ نبی اکرم ﷺ خود نہ بھی نکلتے۔"[۶۳]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" وَالتَّحقِيقُ اَيضًا أَنَّ جِنسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّـنٌ عَلىٰ كُلِّ مُسلِمٍ "[۶۴]

" حقیقت یہی ہے کہ مطلقاً کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔"

کتاب الجہاد میں امام بخاری کے عنوانات سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کافروں کے ساتھ جہاد کے فرض عین ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ " بَابُ وُجُوبِ النَّفِيرِ وَ مَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ "(باب اس بارے میں کہ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونا واجب ہے نیز اس بات کا بیان کہ جہاد اور نیت جہاد کے تحت کیا کیا باتیں ضروری ہیں) کے تحت وہ ان آیات و احادیث کو پیش فرماتے ہیں جن کا مفہوم ہی یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے ۔جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۱۱۶] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾

[التَّوبة=۹:۴۱]

" تم ہلکے ہو یا بھاری جہاد کیلئے نکل پڑو۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۱۱۷] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ [التَّوبة=۹:۳۸]

" اے ایمان والو! کیا سبب ہے جب تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش

---

[۶۳] فتح الباری :۶/۳۷۷

[۶۴] فتح الباری :۶/۳۷۷

ہو بیٹھے ہو؟''

اسی طرح نبی ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا:

[۱۱۸]((لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ وَ اِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا)) ۶۵

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کرنے کا حکم ختم ہو چکا ہے لیکن جہاد اور اس کی نیت رکھنا اب بھی فرض اور واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکالا جائے تو نکل پڑو۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بھاری بہرصورت نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔''

◎ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

" وَالَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّهَا مَخْصُوصَةٌ وَ لَیْسَت بِمَنْسُوخَةٍ............" ۶۶

''صحیح اور ظاہر بات ہے کہ

[۱۱۹]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ [التَّوبة=۹:۴۱] اور

[۱۲۰]﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾...... [التَّوبة=۹:۳۸] جیسی آیات منسوخ نہیں ہیں البتہ مخصوص ہیں۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَالتَّحْقِيْقُ اَنْ لَّا نَسْخَ بَلِ الرُّجُوْعُ فِي الآيَتَيْنِ اِلَى تَعْيِيْنِ الاِمَامِ وَاِلَى الْحَاجَةِ اِلَى ذَالِكَ۔" ۶۷

''تحقیقی بات یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں امام اور خلیفہ وقت کے منتخب اور متعین کر دینے کے بعد کہ فلاں فلاں آدمی جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں حاجت وضرورت کے پیش آنے کی شرائط کے بعد ان کو منسوخ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔''

◎ امام محمد بن اسماعیل صنعانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" اَلْحَدِيْثُ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَهُوَ بِالْخُرُوْجِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلْكُفَّارِ بِالْمَالِ وَ هُوَ بَدَلُهٗ لِمَا يَقُوْمُ بِهٖ مِنَ النَّفَقَةِ فِي الْجِهَادِ وَالسَّلَاحِ وَ نَحْوِهٖ " ۶۸

---

۶۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۹

۶۶ فتح الباری:۶/۳۷۸

۶۷ فتح الباری:۶/۳۷۸

۶۸ سُبُل السَّلام:۴/۸۲

حدیث رسول ﷺ [۱۲۱] ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَ اَلْسِنَتِكُمْ)) اس امر کی بے مثال دلیل ہے کہ جہاد بالنفس یعنی کفار کے ساتھ دو بدو جنگ اور جہاد بالمال یعنی میدان جہاد کے لئے اسلحہ وغیرہ کی ضروریات پر مال خرچ کرنا دونوں واجب اور فرض عین ہیں۔''

◎ امام نسائی اور امام ابو داؤد کا مؤقف:

حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ محدثین اسلام کا مذہب حدیث پر عمل کرنا ہی تھا اور انہوں نے اپنے افکار و آراء کتب حدیث کے تراجم ابواب کی شکل میں مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیئے۔امام نسائی نے کتاب الجہاد کا سب سے پہلا باب ''وجوب الجہاد'' قائم کیا ہے اور امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد کا پہلا باب ''دوام الجہاد'' درج فرمایا ہے۔حدیث کے دونوں اماموں نے مذکورہ ابواب کے ضمن میں وہ آیات و احادیث بیان کی ہیں جن سے جہاد کا فرض عین ہونا واضح ہوتا ہے۔ نیز فریضۂ جہاد کے ہمیشہ اور قیامت تک جاری و ساری رہنے کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔لامحالہ مذکورہ محدثین کا مؤقف اورعقیدہ بھی وہی ہے جو ذکر کردہ آیات و احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، جس کو انہوں نے تراجم و ابواب کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔[۶۹]

فرضیت جہاد کے متعلق محدثین کرام کے اقوال کی یہ چند مثالیں ہیں۔تفصیل کیلئے ان محدثین عظام کی کتب اورفقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات کا مطالعہ کیجئے جنہوں نے اپنی تصنیفات میں ابواب و تراجم قائم فرمائے ہیں۔مثلاً

(۱) بخاری (۲) مسلم (۳) ابو داؤد (۴) ترمذی
(۵) نسائی (۶) ابن ماجه (۷) المؤطا لِمَالِك (۸) سنن دارمی
(۹) صحیح ابن حبان (۱۰) دارقطنی (۱۱) بیهقی
(۱۲) صحیح ابن خزیمه وغیرہ۔

علاوہ ازیں فقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات مثلاً:

(۱۳) المنتقی مع النَّیل: ۷/ ۲۱۹-۲۲۹
(۱۴) والمحلّٰی لِإبن حزم ۷/ ۲۹۱-۲۹۳
(۱۵) سُبُل السَّلام مع بلوغ المرام ۴/ ۸۱-۱۴۱

---

[۶۹] سُنَن أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی دوام الجهاد،+ سُنُن النِّسائی= کتاب الجهاد: باب وجوب الجهاد۔

(١٦) التَّلخيص الحبير لابن حجر باب وجوب الجهاد ٤ / ٨٧-٩٦

◎ **امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :**

" وَالتَّحۡقِيۡقُ اَنَّ جِنۡسَ الۡجِهَادِ فَرۡضُ عَيۡنٍ " [٠٧]

''حقیقت یہی ہے کہ جہاد فرض عین ہے۔''

نیز فرماتے ہیں :

" اَمَّا الۡجِهَادُ بِالۡمَالِ فَفِی وُجُوبِهٖ قَوۡلَانِ وَالصَّحِيۡحُ وُجُوبُهٗ لِاَنَّ الۡاَمۡرَ بِالۡجِهَادِ بِهٖ وَبِالنَّفۡسِ فِیۡ الۡقُرۡآنِ سَوَاءٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :[١٢٢]﴿ **اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَ اَنۡفُسِكُمۡ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ** ﴾[التوبة=٩:٤١] ......اِلٰی قَوۡلِهٖ : ثُمَّ أَعۡلَمَهُمۡ أَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ " [٧١]

'' جہاد بالمال کے واجب ہونے میں دو قول ہیں ۔صحیح قول یہ ہے کہ وہ جہاد بالنفس کی طرح واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں کا یکساں حکم فرمایا ہے اور در د نا ک عذاب سے نجات ،گناہوں کی مغفرت اوردخول جنت کیلئے دونوں قسم کے جہاد کو لازمی شرائط کے طور پر بیان فرمایا ہے ۔جبکہ یہ تینوں مقاصد ہر مومن کے لئے مقاصد حسنہ ہیں۔ ان کے حصول کے بغیر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے۔''

الغرض کفار کے مقابلے میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں واجب اورفرض ہیں ۔

◎ **مشہور تابعی ،محدث اور امام سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:**

" اِنَّهٗ فَرۡضُ عَيۡنٍ وَ قَالَ قَوۡمٌ اِنَّهٗ كَانَ فَرَضَ عَيۡنٍ فِیۡ زَمَنِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ۔" [٧٢]

'' جہاد فرض عین ہے جبکہ کچھ لوگوں کا موقف ہے کہ جہاد عہد صحابہ میں فرض عین تھا۔''

◎ **شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :**

" يَجِبُ جِهَادُ الۡكُفَّارِ وَاسۡتِنۡقَاذُ مَا بِاَيۡدِيۡهِمۡ مِن بِلَادِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ وَاَسۡرَاهُمۡ وَ يَجِبُ عَلَى الۡمُسۡلِمِيۡنَ اَن يَّكُوۡنُوۡا يَدًا وَّاحِدَةً عَلَى الۡكُفَّارِ وَ اَن يَّجۡتَمِعُوۡا وَ يُقَاتِلُوۡا عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ وَ

---

٧٠ زاد المعاد ٢ / ١٥١

٧١ زاد المعاد :٢ / ١٥١،١٥٢

٧٢ نيل الأوطار :٧ / ٢٢٦+الرَّوضَةُ النَّدِيَّة :٢ / ٣٣٢

رَسُولِهٖ وَ الْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِهٖ ......فَاِنَّ هٰذَا مِنْ اَعْظَمِ اُصُوْلِ الْاِسْلَامِ وَ قَوَاعِدِ الْاِیْمَانِ۔ "[۴۳]

''کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان کے قبضے سے مسلمانوں کے علاقوں اور قیدیوں کو آزاد کرانا واجب ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں پر فرض اور واجب ہے کہ کفار کے مقابلے میں جسد واحد کی طرح متحد و متفق ہو جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں جہاد فی سبیل اللہ اور قتال بالکفار کے میدان میں سب کے سب جمع ہو جائیں ۔کیونکہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' تمام اسلامی اصولوں کی بنیاد اور سب سے بڑا قاعدہ ہے ۔''

فیصلہ کن بات:

◎ مجتہد امام قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

''کفار کے ساتھ جہاد وقتال کرنا اور انہیں قبول اسلام ،ادائیگی جزیہ یا قتل تین صورتوں میں سے ایک کے قبول کرنے پر مجبور کرنا دین کی اہم ضرورت (یعنی فرض عین) ہے ۔انہی مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ،کتابیں نازل کی گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت سے وفات تک جہاد وقتال کو اپنا سب سے بڑا مقصود بنائے رکھا۔قرآن وسنت کے بے شمار دلائل اس پر قائم ہیں۔مسلمانوں کا اس بارے اجماع ہے کہ جو آیات واحادیث کفار کے ساتھ صلح وآشتی یا ان کے جنگ سے باز رہنے کی صورت میں جنگ نہ کرنے کے موضوع پر وارد ہوئی ہیں وہ سب منسوخ ہیں ۔ان کو منسوخ قرار دینے والی وہ آیات ہیں جن میں کفار کے ساتھ ہر حالت میں جہاد و قتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے،خواہ ان پر پوری طرح قابو پا لیا جائے یا وہ خود اپنے شہروں کی طرف واپس جانے لگیں۔[۴۴]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ جہاد اسلامی کے تمام پہلوؤں پر ایک مدلل ،محقق اور فیصلہ کن بات کا درجہ رکھتا ہے اور قرآن وسنت کا گہرا مطالعہ کرنیوالوں پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جہاد واقعۃ اسلام کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد ہے جس سے اللہ رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ کے راستے ہموار ہوتے ہیں ۔

◎ عظیم فقیہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" اِتَّفَقُوْا اَنَّ دِفَاعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ اَهْلِ الْکُفْرِ عَلٰی بَیْضَةِ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَ قُرَاهُمْ وَ

۴۳؎ مختصر الفتاوی المصریة :۵۵۳۔ مطبع بیروت

۴۳؎ السَّیل الجرَّار :۴/۵۱۸ مطبوع بیروت

حُصُوْنِهِمْ وَ حُرُمِيهِمْ إِذَا نَزَلُوا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَرضٌ عَلَى الاَحْرَارِ البَالِغَيْنِ الْمُطِيُقِيْنَ۔" [۷۵]

" جملہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق و اجماع ہے کہ مشرکین و کفار جب مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اپنے مرکز ،اپنی بستیوں ، اپنے قلعوں اورعزتوں کے دفاع میں حملہ آوروں کے خلاف جہاد و قتال کرنا تمام آزاد ،بالغ اور صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض اور واجب ہوتا ہے۔"

◎ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :

" اِعْلَمْ اَنَّ اَتَمَّ الشَّرَائِعِ وَاَكْمَلَ النَّوَامِيُسِ هُوَ الشَّرعُ الَّذِیْ يُؤمَرُ فِيْهِ بِالْجِهَادِ......" [۷۶]

" یاد رہے کہ کامل اور اکمل ترین شریعت اور مکمل ترین ناموس الٰہی ایک ایسی شریعت اور قانون ہی ہوسکتا ہے جس میں جہاد کا حکم ہو۔"

کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ دین حق کو غالب کرنے اور کفر کی قوت کو توڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب تک کفر کی گردن نہ توڑی جائے اس وقت تک اسلام کا غلبہ بعید از قیاس ہے۔

وجوب جہاد اور اس کی فرضت عینیہ کے موضوع پر حوالہ جات مذکورہ کے علاوہ درج ذیل حوالہ جات بھی **ملاحظہ ہوں**:

1. المنتقٰی لِإبن الجارود باب فی دوام الجهاد الٰی یوم القیامة:۳۴۳
2. مشکٰوة المصابیح مع شرح الطِّیبِی :۷/۲۶۲-۳۱۳
3. جمع الفوائد من جامع الأُصول و مجمع الزَّوائد للمغربی :۲/۱۳-۱۶: باب وجوب الجهاد
4. التَّلخیص الحبیر لِإبن حجر: باب وجوب الجهاد :۴/۸۷-۹۶
5. نیل الأَوطار للشَّوکانی: ۴/۲۱۹-۲۲۶
6. زاد المعاد لِإبن قیّم:۲/۱۰۶-۱۱۴
7. حجَّة اللّٰه البالغة للشَّاه الدهلوی: ۲/۱۷۰-۱۷۸

((..................❀❀❀❀❀............))

---

[۷۵] مراتب الإجماع لِإبن حزم : ۱۱۹

[۷۶] حجَّة اللّٰه البالغة: باب الجهاد: ۲/۱۷۰

باب:۲

جہاد فرض عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

فرض عین ہونے کے مستقل اسباب

جہاد کے فرض عین ہونے کے کچھ مستقل اسباب ہیں اور کچھ عارضی اسباب۔اس باب میں پہلے مستقل اسباب کا تذکرہ ہوگا اور بعد میں عارضی اسباب حوالہ قلم و قرطاس کئے جائیں گے۔(إن شاء الله)

ا۔ فتنہ اور غلبہ دین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۳]﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ O ﴾ [البقرة=۲:۱۹۳]

''کافروں اور مشرکوں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفروشرک) ختم ہوجائے اور زمین پر دین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی رہے-تاہم اگر وہ باز آجائیں تو پھر ظالموں کے علاوہ ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔''

[۱۲٤]﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O ﴾[الأنفال= ۸:۳۹]

''کافروں اور مشرکوں سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے، سارے کا سارا دین اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہوجائے۔تاہم اگر وہ باز آجائیں (تو ٹھیک ہے۔) بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کو دیکھنے والا ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۲۵] ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَصَمُوْا مِنِّى دِمَاءَ هُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ

اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ))[1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے الہ واحد ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہوجائیں گے مگر کسی اسلامی حق کی وجہ سے (ان کا خون بہایا جاسکتا ہے)۔ جبکہ ان کا باقی (اندرون خانہ) معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔''

مذکورہ آیات نیز بخاری و مسلم کی صحیح حدیث اور انکی ہم معنی بہت ساری آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اور قتال جاری رہے گا اور ہر عاقل و بالغ مسلمان پر اس فریضہ کی ادائیگی حتمی طور پر لازم ہے جب تک فتنہ (شرک وفساد اور مسلمانوں پر ظلم وستم) باقی ہے اور پوری دنیا میں دین اسلام صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نہیں ہوجاتا اور کرۂ ارض کے تمام باشندگان توحید ورسالت کی شہادت نہیں دیتے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَ اِذَا كَانَ اَصْلُ الْقِتَالِ الْمَشْرُوْعِ هُوَ الْجِهَادُ وَ مَقْصُوْدُهٗ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ وَ اَنْ تَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمَنِ امْتَنَعَ مِنْ هٰذَا قُوْتِلَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ . "[2]

''جب حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں قتال کی بنیاد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کا مقصد فقط یہ ہے کہ تمام دین اللہ کیلئے خالص ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی سربلند ہوجائے۔ تو جو شخص بھی اس سے پیچھے اور باز رہے گا تو مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کے ساتھ قتال کرنا ضروری ہوگا۔''

٢۔ جب دشمن سے آمنا سامنا ہوجائے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٢٦] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَO وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُO﴾ [الأنفال= ٨:١٥-١٦]

''اے ایمان والو! جب تم کفار کے لشکر سے ٹکراؤ تو ان سے پیٹھ پھیر کر مت بھاگو اور جو کوئی اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا ـــــ ماسوائے اس کے جو لڑائی کی خاطر پینترا بدلے یا دوسری جماعت

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:١٣

[2] مجموع الفتاوٰی :٢٨/٣٥٤

میں جگہ بنائے ـــــ تو یقیناً وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۲۷]﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾[الأنفال =۸:۴۵]

''اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرلو۔''

مذکورہ تینوں آیات غزوۂ بدر پر تبصرہ کے طور پر ہیں۔ لیکن یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ احکام سبب نزول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہوتے ہیں۔ مزید برآں آیات کا سیاق وسباق اور کلمات کا عموم بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ مثلاً:

[۱۲۸]﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوآ اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَo ﴾[الأنفال=۸:۱۵] ـــــ [۱۲۹]﴿ فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَo ﴾ [الأنفال =۸:۴۵] ان آیات کی تفسیر میں وارد صحیحین کی متفق علیہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ وہ حدیث جس میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کو تباہ کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا احکام صرف جنگ بدر کے لیے خاص نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے جاری وساری ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۰]((اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔ قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ مَا هُنَّ ؟ قَالَ :الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ السِّحْرُ، وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ، وَ اَكْلُ الرِّبٰوا وَ اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَ التَّوَلِّی يَوْمَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُوْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ))[۳]

''سات مہلک اشیاء سے بچو۔ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

② جادو کرنا۔

③ ناحق قتل کرنا۔

---

[۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰۲

④ سودخوری۔
⑤ یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔
⑥ میدان جہاد سے پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگنا۔
⑦ پاکدامن بھولی بھالی اور ایمان دار عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا۔''

حدیث بالا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آیات کا حکم قیامت تک عام ہے۔حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث کی تائید میں بہت ساری صحیح روایات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میدان جنگ وقتال میں موجود مسلمانوں پر جنگ کرنا فرض عین ہے اور میدان جہاد سے فرار اختیار کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔تمام اہل اسلام، جمہور محدثین عظام اور آئمہ کرام کا یہی مؤقف اور عقیدہ ہے۔

◎ عظیم مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء اسلام کا یہی مذہب ہے''[4]

اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال کی آیت نمبر: ۴۵ میں اپنے بندوں کو دشمن سے آمنا سامنا اور دوبدولڑائی کے وقت جنگ کے آداب بتا رہے ہیں اور شجاعت و بہادری کی تعلیم دے رہے ہیں۔ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جنگ کے لیے ابھارتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۳۱] ((اَیُّھَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰہَ الْعَافِیَةَ فَاِذَا لَقِیْتُمُوْھُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ))[5]

''اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی ازخود آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔لیکن جب دشمنان دین حق سے ٹکراؤ اور کشمکش ہو جائے (اور تم بالمقابل کھڑے ہو جاؤ) تو پھر میدان جنگ میں خوب جم کر لڑو اور یہ یاد رکھو کہ اللہ کی جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے جم کر لڑنے اور خوب دلیری اور بہادری سے ڈٹے رہنے کا حکم فرمایا ہے۔اسی طرح میدان جنگ سے بھاگنے، پیٹھ دکھانے، بزدلی اور کمزوری دکھانے کو حرام وممنوع قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ '' وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا '' سے ہمہ وقت اپنی یاد تازہ رکھنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ فتح ونصرت اور فوز وفلاح کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا وسیلہ ذکر الٰہی ہی ہے۔

---

[4] تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۲۵۔۳۲۷+تفسیر القرطبی: ۷/۲۴۲

[5] صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب لاتَتَمَنَّوا لقاءَ العدُوِّ، الحدیث: ۲۸۶۱+ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر: باب کراهة تَمَنِّی لِقَاءِ العدُوِّ والأمر بالصَّبر عند اللِّقاء، الحدیث:۱۷۴۲

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین کرام رقمطراز ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ شجاعت، بہادری اور میدان قتال میں ثابت قدمی کے بارے انہوں نے وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی نظیر قرون اولیٰ میں ملنا ممکن نہیں۔ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کے ثمرات و برکات سے نہایت قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے طاقتور ممالک اور ان کے باشندگان کے دل فتح کر لیے۔ حالانکہ کرہ ارضی کی بے شمار افواج کے مقابلہ میں انکی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ حتی کہ روم و ایران، ترکی، مصر، سوڈان، اریٹریا اور شمالی افریقہ کے بے شمار باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور دین اسلام تمام ادیان عالم پر غالب آ گیا۔[6] [۱۳۲] ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ﴾ [المائدۃ=۵:۱۱۹]

۳۔ جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے:

اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جس طرح کفار سے آمنا سامنا اور مڈبھیڑ ہو جانے پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب جہاد کیلئے نکل پڑنے اور اٹھ کھڑے ہونے کا حکم ہو جائے تو اس وقت بھی ہر مسلمان پر ''جہاد فی سبیل اللہ'' فرض عین ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی شمولیت سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ حکم قرآن و سنت کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳] ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِیۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَی الۡاَرۡضِ ؕ اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَیَاةِ الدُّنۡیَا فِی الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیۡلٌ ○﴾ [التّوبۃ= ۹:۳۸]

''اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہو تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگانی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ تو سنو! آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی ساز و سامان بہت ہی قلیل ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۳۴] ((لَا هِجۡرَةَ بَعۡدَ الۡفَتۡحِ وَلٰكِنۡ جِهَادٌ وَّ نِیَّةٌ وَ اِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا))[7]

---

[6] ملاحظہ ہو جامع البیان للطّبری + القرطبی :۷/ ۲۴۲ + تفسیر ابن کثیر :۲/ ۳۴۹، ۳۵۰

[7] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۵۹

”فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اور اس کا عزم و ارادہ ہمیشہ واجب اور لازم ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔“

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ تفسیر طبری اس آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے کہ مندرجہ ذیل تینوں آیات منسوخ ہیں:

[۱۳۵] ﴿ مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۳۸]

” اے مسلمانو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جاتا ہے......۔“

اور آیت [۱۳۶] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ...... ﴾ [التّوبة=۹:۴۱]

” ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں جہاد کیلئے اللہ کی راہ میں نکلو......۔“

نیز آیت [۱۳۷] ﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۱۲۰]

” اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ میں اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں......“

(سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مذکورہ بالا تینوں آیات اس مندرجہ ذیل آیت سے منسوخ ہوگئی ہیں:

[۱۳۸] ﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط ﴾ [التّوبة=۹:۱۲۲]

(یہ مناسب نہیں کہ تمام مؤمنین جہاد کیلئے پورے کے پورے نکل کھڑے ہوں۔“

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول انتہائی ضعیف اور نا قابل قبول ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تینوں آیات جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کی وضاحت ہے اس حالت پر فٹ ہوتی ہیں کہ جب مومنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے طلب کریں تو سب نکل کھڑے ہوں۔ چنانچہ طلب کیے جانے کے بعد " تَخَلُّف عَنِ الجِهَاد " (جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے) کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور اس صورت میں فریضۂ جہاد سے پیچھے رہنے والا اللہ کے عذاب اور پکڑ کا مستحق ٹھہرے گا۔[۸] (وَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

۴۔ جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی:

جب دین اسلام کے دشمن کفار و مشرکین مسلمانوں کے کسی شہر یا علاقہ پر حملہ آور ہوں تو تمام اہل

---

۸ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۹۴، ۳۹۵

شہر اور قریب سے قریب تر مسلمانوں پر اسکے دفاع کیلئے قتال کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔پہلی تینوں صورتوں کی طرح اس حالت میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۹] ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ ﴾ [التَّوبة= ۹:۱۲۳]

''اے ایمان والو! اپنے آس پاس والے کفار سے قتال کرو (ایسا قتال کہ) وہ تمہارے اندر خوب بہادری کا احساس کرلیں اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

آیت مذکورہ بالا میں کافروں کے خلاف جنگ کی ترتیب سمجھائی گئی ہے کہ مومنوں کو ''اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ'' (قریب سے قریب تر) کا اصول ملحوظ نظر رکھتے ہوئے قتال کی ابتداء زیادہ قریب رہنے والوں سے کرنی چاہئے، پھر بالترتیب قتال جاری رکھتے ہوئے اس ٹارگٹ کو حاصل کرنا چاہئے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

[۱۴۰] ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ ﴾ [الأنفال=۸:۳۹]

''کفار سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ (شرک وفساد اور مسلمانوں کی ایذاء رسانی کا) باقی نہ رہے اور تمام دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔''

اس آیت سے یہ ٹارگٹ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے تک جنگ جاری رکھنی چاہئے۔اس آیت سے یہ معنی نکالنا کہ جب دشمن حملہ کرتے ہوئے تمہارے قریب آ جائے تو صرف اور صرف دفاعی صورت میں قتال کرو یہ معنی بعید از قیاس ہے بلکہ تحریف معنوی ہے اور اس من گھڑت اصطلاح پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔بلکہ جہاد کے فرض عین ہونے پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن دلیل:

[۱۴۱] ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ .... ﴾ [الأنفال=۸:۳۹] ہے۔

اس آیت میں بیان کیے گئے جہاد کے اہداف ومقاصد کے حصول کی ترتیب ہی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۱۲۳ میں پیش کی گئی ہے کہ جہاد کے مقاصد کے حصول میں ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے قریبی کافر سے پھر دور کے کافر سے قتال جاری رکھو۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کے ساتھ " الأقرب فالأقرب" کی ترتیب سے قتال جاری رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے جزیرۂ عرب کے مشرکین سے قتال کا آغاز کیا اور اس کو مکمل فتح کر لینے کے بعد اہل کتاب رومیوں سے جنگ شروع کی جو جزیرۂ عرب کے قریب تر آباد تھے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کے ساتھ جہاد اور قتال جاری رکھا حتی کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتور پرانی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کر کے (یعنی ان کے تخت و تاج کو گرا کر) کلمۃ اللہ کو سر بلند اور کفر و شرک کو سرنگوں کیا، ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔ پھر فتح و نصرت کی تکمیل آپ کے وصی (وصیت کردہ) اور ولی عہد فاروق اعظم کے دست حق پرست پر ہوئی اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کی وہ بشارتیں پوری ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ نے دی تھیں۔ [9]

جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبویؐ:

سیدنا نافع بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲] ((تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ)) [10]

"(اے مسلمانو!) تم پہلے اہل جزیرۂ عرب کے ساتھ جنگ کرو گے جس کو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم فارس (ایران) سے جنگ کرو گے، اللہ اس کو تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم روم کے ساتھ جنگ کرو گے، تو اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر تم دجال کے ساتھ جنگ کرو گے، اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔"

گویا دنیا کے چار بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ تمہاری جنگ ہوگی، تم ان کے ساتھ غزوہ کرو گے اور تائید الٰہی کے ساتھ فتح یاب ہو جاؤ گے۔ اس حدیث سے " اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ " یعنی قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین والے کفار و مشرکین کے ساتھ غزوہ اور قتال کرنے کا ثبوت واضح ہو رہا ہے۔ پھر فتح و نصرت کے مراحل طے کر کے کلمۃ اللہ کی سر بلندی، اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت

---

[9] صحيح مسلم= كتاب الفِتَن وأشراط السَّاعة : باب ما يكون من فتوحات المسلمين قبل الدَّجال، الحديث:۲۹۰۰ وباب لا تقوم السَّاعة حتّى يمرّ الرَّجل بقبر الرَّجل فيتمنّى أن يّكون مكان الميّت من البلاء ، الحديث: ۲۹۱۴ـ۲۹۱۸ + مشكوٰة=كتاب الفتن : باب الملاحم الحديث: ۵۴۱۰ـ۵۴۳۵ + نیز دیکھیے= تفسير ابن كثير:۲/۴۴۱

[10] صحيح مسلم=كتاب الفِتَن و أشراط السَّاعة : باب مايكون من فتوحات المسلمين قبل الدَّجال، الحديث:۲۹۰۰

اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے جن کی بشارتیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۴۳] ((هَلَكَ كِسْرٰی ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰی بَعْدَهٗ۔ وَ قَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرٌ بَعْدَهٗ وَ لَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))۔ ((وَ سَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً))[۱]

''کسریٰ ہلاک ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ قیصر ہلاک ہو جائے گا، پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم ہوں گے اور نبی ﷺ نے جنگ کو دھوکہ دہی کا نام دیا ہے۔''

لیکن یہ مذکورہ چاروں چوٹی کے مجرم تم پر اکٹھے ہو کر حملہ آور ہونگے اور وہ تمہارے قریب ہوتے جائیں گے اور تم بے بسی میں صرف دفاعی قتال کیلئے مجبور ہو جاؤ گے، حدیث کے کسی لفظ اور جملے سے اس کا اشارہ تک نہیں ملتا۔

اگر یہ دشمن کے حملے کے جواب میں دفاعی قتال ہوتا تو ''ہلاک ہوگا''۔ ''وہ البتہ ضرور ہلاک ہوگا''۔ ''تم ان کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے'' جیسے جملوں اور فقرات کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور بشارتوں کا درجہ دینا نہایت بعید از قیاس اور اچنبھے کی باتیں ہیں۔

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْهِ مُعْجِزَاتُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ"[۲]

''اس حدیث میں رسول اللہ کے متعدد معجزات بیان ہوئے ہیں۔ (یعنی فتح جزیرۂ عرب، فتح فارس، فتح روم، فتح دجال) وَلِلّٰهِ الْحَمد

گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ فتنہ و فساد کا خاتمہ اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ جہاد کے اصل مقاصد ہیں جن کے حصول تک جہاد جاری رکھنے کیلئے نبی ﷺ کی امت کا ہر فرد ذمہ دار اور پابند ہے اور اکثر فرائض اسلامیہ کی طرح فریضۂ جہاد بھی فرض عین ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے کے لیے جن حالات و اسباب کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کی موجودگی میں جہاد کے فرض عین ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ چنانچہ مشتے از

---

[۱] صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب الحرب خدعة، الحديث:۲۸٦٤+صحيح مسلم= كتاب الفِتَن وأشراط السَّاعة: باب لا تقوم السَّاعة حتى يمرُّ الرَّجل بقبر الرَّجل فيتمنّى أَن يَكون مكان الميِّت من البلاء، الحديث:۲۹۱۸

[۲] شرح النَّووی علَی المسلم :۲/۳۹۳

خروارے (یعنی مثال) کے طور پر نمونہ کے چند حوالہ جات تحریر کیے جاتے ہیں۔

محدثین اور فقہاء کی گواہی

◎ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

عظیم محدث امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی اپنی مشہور تصنیف "السُّنَنُ الکُبریٰ :کتاب السِّیر" کے ضمن میں "بَابُ مَنْ یُّبدَأُ بِجِهَادِهٖ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" قائم کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے آیت [۱۴۴] ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِنَ الْکُفَّارِ......﴾[التوبة= ۹:۱۲۳] کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"اگر قریب ترین کی بجائے دور والا دشمن زیادہ خطرناک ہو تو امیر اور خلیفہ پر لازم ہے کہ خطرناک دشمن کے ساتھ قتال جاری کرے اگرچہ وہ بعید تر ہو۔ کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کی بنیاد پر ہے (جس کا پورا کرنا بہرحال لازم ہے۔) جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلۂ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ آپ کے خلاف فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ نے بنی مصطلق پر پیشگی حملہ کرتے ہوئے ان پر شب خون مارا، جبکہ وہ بے خبر تھے۔ انکے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ حالانکہ ان سے قریب تر دشمن موجود تھے۔"

بعد ازاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا باب " اَمْرُ دَفْعِ الْعَدُوِّ قَبْلَ انْتِیَابِهٖ " قائم کر کے غزوۂ احزاب کی حدیث ذکر فرمائی اور باب کے عنوان سے فقہ الحدیث کی طرف اشارہ فرمایا کہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی معلومات پر اس کی پیشگی مدافعت امام اور جملہ مسلمانوں پر فرض اور واجب ہو جاتی ہے۔[۱۳]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام خطابی اور دیگر محدثین سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" وَبَقِیَ فَرْضُ الْجِهَادِ وَ النِّیَّةِ عَلٰی مَنْ قَامَ بِهٖ اَوْ نَزَلَ بِهٖ عُدُوٌّ......"[۱۴]

"میدان قتال میں جو شخص حاضر ہو اور جس پر دشمن حملہ آور ہو، دونوں پر جہاد فرض عین ہوتا

---

[۱۳] السُّنَن الکبریٰ للبیهقی:۹/۳۷-۳۹+المنتقی شرح المؤطّا۳/۱۵۹

[۱۴] فتح الباری:۶/۳۷۸

ہے۔'' مزید فرماتے ہیں:

" وَفِیْ الْحَدِیْثِ بَشَارَۃٌ بِاَنَّ مَکَّۃَ تَبْقٰی دَارَالْاِسْلَامِ اَبَدًا وَ فِیْهِ وُجُوْبُ تَعْیِیْنِ الْخُرُوْجِ عَلٰی مَنْ عَیَّنَهُ الْاِمَامُ وَ اَنَّ الْاَعْمَالَ تُعْتَبَرُ بِالنِّیَّاتِ۔ "[۱۵]

''اس حدیث میں اس امر کی بشارت ہے کہ مکہ ہمیشہ کے لیے دارالاسلام رہے گا، (اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی) اس حدیث سے امام کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے نکلنے کا فرض عین ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال کا اعتبار نیت و ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

" اَلْحَالُ الثَّانِیْ :بَعْدَہٗ ﷺ فَهُوَفَرْضُ کِفَایَۃٍ عَلَی الْمَشْهُوْرِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَۃُ اِلَیْهِ کَأَنْ یُّدْهِمَ الْعَدُوُّ وَ یَتَعَیّنُ عَلٰی مَنْ عَیَّنَهُ الْاِمَامُ ......"[۱۶]

''(جہاد کی پہلی حالت عہد نبی ﷺ میں تھی۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس عہد میں جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا۔) دوسری حالت عہد نبوت کے بعد کی ہے۔ مشہور قول کے مطابق اس عہد میں جہاد فرض کفایہ ہے (یہ بات مشہور قول کے مطابق تو ہے لیکن اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع نہیں ہوا) لیکن جب جہاد کی ضرورت پیش آ جائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو یا جہاد کے لیے امام طلب کرلے تو ان صورتوں میں فرض عین ہے۔''

◎ امام عبداللہ بن احمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَهُوَفَرْضُ کِفَایَۃٍ اِذَا قَامَ بِهٖ مَنْ یَّکْفِیْ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِیْنَ وَ یَتَعَیَّنُ عَلٰی مَنْ حَضَرَ الصَّفَّ اَوْ حَصَرَ الْعَدُوُّ بَلَدَہٗ۔ "[۱۷]

''جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب لڑنے والے مجاہدین ضرورت پوری کررہے ہوں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن وہ شخص جو جہاد کی صف میں موجود ہو اور وہ شخص جس کے شہر کا دشمن محاصرہ کرلے دونوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔''

---

[۱۵] فتح الباری: ۶/ ۳۷۹

[۱۶] فتح الباری: ۶/ ۳۷۷ + مراتب الإجماع لإبن حزم: ۱۱۹ + المحلّٰی لإبن حزم: ۷/ ۲۹۱

[۱۷] العمدۃ فی فقه الإمام أحمد بن حنبل: ۴۹۳

◎ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح :

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تیرہویں صدی ہجری کے مجتہد اور امام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے اسکی تائید میں فرماتے ہیں:

" وَ اَمَّا بَعْدَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم فَهُوَ فَرضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ كَأَنْ يُّدْهِمَ الْعَدُوُّ وَ يَتَعَيَّنُ عَلٰى مَنْ عَيَّنَهُ الِامَامُ ...... وَ قِيلَ يَجِبُ كُلَّمَا اُمِرَ وَ هُوَ قَوِيٌّ ، قَالَ وَ التَّحْقِيق اَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيَّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ......" [۱۸]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو کافروں سے لڑنا مہاجرین وانصار سب پر فرض عین تھا۔ تاہم آپ کے بعد مشہور قول کے مطابق فرض کفایہ ہے (عام حالات میں)۔لیکن جب اس کی ضرورت پیش آجائے مثلا دشمن حملہ آور ہو جائے یا خلیفۃ المسلمین جہاد کیلئے طلب کرلے...... (ایک رائے کے مطابق یہ ہے کہ) جب امیر کی طرف سے حکم دے دیا جائے اور کوئی شخص جہاد پر جانے کی قدرت اور طاقت بھی رکھتا ہو تو اس پر فرض عین ہو جاتا ہے۔تاہم حق بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جان، مال، زبان یا دل سے ہمیشہ اس فریضہ کو ادا کرتا رہے۔''

◎ نواب صدیق الحسن بھوپالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَلٰكِنْ لَا يَجِبُ ذَالِكَ اِلَّا عَلَى الْكِفَايَةِ فَاِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ بِهِ الْبَعْضُ هُوَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ وَ هٰكَذَا يَجِبُ عَلٰى مَنِ اسْتَنْفَرَهُ الْاِمَامُ۔" [۱۹]

''جہاد فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس کو پورے طور پر ادا کردیں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔لیکن بعض کی ادائیگی سے قبل یہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔اسی طرح جس کو امام جہاد کیلئے طلب کرے اس پر بھی فرض عین ہے۔''

◎ ہدایہ کے مصنف رقمطراز ہیں:

" اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ ...... اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ النَّفِيْرُ عَامًا فَيَصِيْرُ مِنْ فُرُوْضِ الْاَعْيَانِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى :[۱۴۵] ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا......﴾ [التوبة=۹:۴۱] وَقَالَ فِيْ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ اِلَّا اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ سَعَةٍ حَتّٰى يُحْتَاجَ اِلَيْهِمْ ...... وَ

---

[۱۸] نیل الأوطار: ۷/۲۲۰

[۱۹] الرَّوضة النَّدِيَّة :۲/۳۳۲

قِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَاِنْ لَّمْ يَبْدُوا لِلْعُمُوْمَاتِ...... فَاِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ اِذْنِ زَوْجِهَا وَالعَبْدُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَوْلٰى لِاَنَّهٗ صَارَ فَرْضَ عَيْنٍ...... كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ۔"[20]

''جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعض کے ادا کر لینے سے دوسروں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔...... لیکن جب نفیر (اعلان) عام ہو تو اس وقت فرض عین ہو گا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کیلئے) نکلو۔'' کی وجہ سے۔ اور امام محمد بن حسن ''جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں: ''جہاد فرض اور واجب ہے۔ البتہ عمومی طور پر مسلمانوں کے لیے اس میں گنجائش ہے (کہ بعض مسلمان اس کو پورے طور پر ادا کر رہے ہیں)۔ جب سب کی ضرورت ہو گی تو سب پر فرض ہو گا...... کافروں سے جنگ ہر صورت میں واجب ہے اگرچہ قرآن مجید کی عام آیات اور عام احادیث رسول سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔...... پس اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ دوڑے تو تمام مسلمانوں پر اس کے دفاع میں قتال کرنا فرض عین ہو گا۔ چنانچہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوں۔ کیونکہ اس وقت جہاد نماز، روزہ کی طرح فرض عین ہو جاتا ہے جس کے لیے مخلوق میں سے کسی کی اجازت کی کوئی شرط نہیں۔''

◎ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فَاَمَّا اِذَا اَرَادَ الْعَدُوُّ الْهُجُوْمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ دَفْعُهٗ وَاجِبًا عَلَى الْمَقْصُوْدِيْنَ كُلِّهِمْ وَ عَلٰى غَيْرِ الْمَقْصُوْدِيْنَ لِاِعَانَتِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:[١٤٦] ﴿وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾[الأنفال= ٨:٧٢]......لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ فِيْ تَرْكِهٖ لِاَحَدٍ۔"[21]

''جب دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہے تو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہو گا۔ خواہ وہ حملہ آور کی زد میں آتے ہوں یا نہ۔ کیونکہ ان کی نصرت و اعانت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ضروری ہے کہ ''اگر وہ مسلمان (جو مکہ میں پھنسے ہوئے ہیں ہجرت نہیں کر پاتے) دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض اور واجب ہے۔'' [الانفال= ٨:٧٣]
اور یہ نصرت ہر مسلمان پر جس قدر ممکن ہو جان اور مال کے ساتھ واجب ہے۔ وہ قلیل ہوں یا کثیر، پیادہ ہوں یا سوار۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں جب دشمن نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا

---

[20] الهداية :٢/٥٥٨-٥٥٩

[21] مجموع الفتاوىٰ :٢٨/٣٥٨-٣٥٩

ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بلاتفریق تمام مسلمانوں پر دفاعی قتال کو فرض اور واجب قرار دیا اور ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو مختلف حیلوں بہانوں سے قتال میں شریک نہ ہونے کی رخصت طلب کرنے لگے تھے۔''

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و آراء کی مکمل تصدیق کے لیے دیکھئے سورۂ احزاب کی آیات: ۱۱۔۱۶ اور آیات: ۲۰۔۲۵ مع تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور کتاب التفسیر صحیح بخاری و سنن ترمذی سے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

" اِذَا دَخَلَ العَدُوُّ بِلَادَ الاِسلَامِ فَلَا رَیبَ اَنَّہٗ یَجِبُ دَفعُہٗ عَلَی الاَقرَبِ فَالاَقرَبِ اِذ بِلَادُ الاِسلَام بِمَنزِلَۃِ البَلَدَۃِ الوَاحِدَۃِ وَاَنَّہٗ یَجِبُ النَّفِیرُ اِلَیہِ بِلَا اِذنِ وَالِدٍ اَو غَرِیمٍ وَ نُصُوصُ اَحمَدَ صَرِیحَۃٌ بِھٰذَا۔ "[۲۲]

''جب دشمن بلاد اسلام میں داخل ہو جائے تو بلاشبہ اس کا دفاع قریب سے قریب تر مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ کیونکہ تمام بلاد اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر ہیں اور اس حالت میں ہر مسلمان پر جنگ کے لیے نکلنا واجب ہوگا۔ نہ والدین کی اجازت ضروری ہے نہ ہی قرض خواہ کی اجازت ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صریح اقوال اس بارے میں موجود ہیں۔''

◎ الشیخ منصور بن یونس حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِلَّا اَن تَدعُوَ الحَاجَۃُ لِحُضُورِہٖ لِعَدَمِ کِفَایَۃِ الحَاضِرِینِ لِلعَدُوِّ فَیَتَعَیَّنُ اَیضًا عَلَی البَعِیدِ وَ ھُوَ المُرَادُ بِقَولِہٖ اَو اُحتِیجَ اِلَیہِ۔ "[۲۳]

''میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب دشمن کے دفاع کے لیے ناکافی ہوں تو امت کے تمام افراد پر جہاد فرض عین ہوگا۔ ہر قریب اور دور والا اس کا پابند اور مامور ہوگا۔ اس کے فرمان کا یہی منشاء ہے یا پھر اس کے علاوہ کوئی ہنگامی صورت پیش آ جائے تو اس وقت بھی تمام لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔''

قریبی کافر اور جہاد کا تسلسل:

" اَلاَقرَبُ فَالاَقرَبُ " کے قرآنی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا بھر کے تمام کفار و مشرکین کے

---

۲۲ الفتاویٰ الکبریٰ: ۴/۶۰۸

۲۳ شرح زاد المستقنع: ۲/۳، طبع الرّیاض

ساتھ قتال کرنے کے لیے ہر مسلمان ذمہ دار اور مامور ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

[۱۴۷]﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ﴾ [التّوبة= ۹:۱۲۳]

''اے مومنو! ان کفار کے ساتھ قتال کرو جو تمہارے قریب تر ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی (بہادری) کا احساس ہونا چاہیئے۔''

سابقہ ابواب میں بلند پایہ مفسرین کے مستند حوالہ جات سے واضح کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلے جزیرہ عرب کے کفار و مشرکین اور بعد ازاں اہل روم سے قتال فرمایا اور اسی اسوۂ حسنہ کی اتباع کا حکم فرمایا:

[۱۴۸]((تَغْزُوْنَ جَزِیْرَةَ الْعَرَبِ فَیَفْتَحُهَا اللّٰهُ ......))[۲۴]

''تم پہلے جزیرۂ عرب، پھر فارس اور روم اور پھر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو تمہارے لئے فتح کر دے گا۔''

۵۔ قبول اسلام، جزیہ یا قتال فی سبیل اللہ:

اہل کتاب یہود و نصاریٰ و آتش پرست کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دعوت و جہاد کی اسی فطری ترتیب کو برقرار رکھا جو دیگر کفار و مشرکین کے ساتھ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ چونکہ جہاد اسلامی کی اصل غرض و غایت دین حق کو تمام انسانوں تک پہنچا دینا اور کلمۃ اللہ کو اونچا اور سر بلند رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے مد مقابل کو قبول اسلام کی دعوت دینا شرط لازم ہے۔ اِلَّا یہ کہ ان تک دعوت پہنچ چکی ہو اور انہوں نے قبول حق سے انحراف کا راستہ از خود اپنا لیا ہو۔ لیکن اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مجوس کو دارالاسلام میں مسلمانوں کے جزیہ گزار کی حیثیت سے رہنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔ جس کا سب سے بڑا فائدہ خود انہی کو حاصل ہوتا ہے کہ ایک طرف وہ خوف و ہراس کی بجائے امن و سلامتی کی فضا میں خوشگوار زندگی گزارتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی میل جول میں وہ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو کر دین حق قبول کرنے کے لیے بے شمار مواقع حاصل کر لیتے ہیں۔[۲۵]

---

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۱۳۷

[۲۵] صحیح البخاری=کتاب الجهاد/أبواب الجزية والموادعة: باب ماجاءَ فی أَخذ الجزية مِنَ اليهود والنَّصارٰی والمجوس وَالعجم، الحدیث:۲۹۸۷-۲۹۸۹

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴۹] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ O ﴾ [التَّوبة= ۹:۲۹]

''(مسلمانو!) ان لوگوں کے ساتھ قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہیں، حتی کہ وہ ذلیل اور تابع ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''

کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ پہلے کافروں سے ملتا جلتا عقیدہ اپنا رہے ہیں۔ اللہ ان کو غارت کرے، کہاں بھولے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اور اسی طرح مسیح بن مریم علیہما السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ ان کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش کا حکم دیا گیا۔

اس طرح سورۃ التوبہ کی آیات: ۳۰۔۳۴ میں اہل کتاب کے شرکیہ عقائد اور لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جانے کا تفصیلاً بیان کرتے ہوئے ان کے شرکیہ عقائد اور برے اعمال کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور انہی چیزوں کا بیان رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیث میں ملتا ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

[۱۵۰] ((وَاِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ فَاَيَّتُهُنَّ مَا اَجَابُوكَ فاقبَل مِنهُم وَ كُفَّ عَنهُم ثُمَّ ادْعُهُم اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ أَجَابُوْا فَاقبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنهُم۔ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُم اِنْ فَعَلُوا ذَالِكَ فَلَهُم مَا لِلْمُهاجِرِين وَ عَلَيْهِم مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ۔ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا، فَاَخبِرهُم اَنَّهُم يَكُوْنُوْنَ كَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ، يَجرِیْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِیْ يَجْرِیْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَ لَا تَكُوْنُ لَهُم فِی الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ اِلَّا أَنْ يُّجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ۔ فَإِنْ هُمْ اَجَابُوكَ فَاقبَلْ مِنهُم وَ كُفَّ عَنهُم۔ فَإِنْ هُمْ اَبَوا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ قَاتِلْهُمْ)) [۲۶]

---

[۲۶] صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسِّير: باب تأمير الإمام الأمراء عَلَى البُعوث وَوَصِيَّتهِ اِيَّاهم بِآداب الغَزو وَ غَيرِها، الحديث: ۱۷۳۱

''جب تو اپنے مشرک دشمن سے آمنا سامنا کرے تو ان کو تین باتوں کی طرف بلا۔ان میں سے جس کو بھی وہ قبول کریں وہ تو بھی قبول کر لے اور اپنا ہاتھ روک لے۔

(۱) ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کر۔ اگر وہ قبول کرلیں تو تو بھی قبول کر لے اور اپنا ہاتھ روک لے۔ پھر انہیں دعوت دے کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر (وطن چھوڑ کر) مہاجرین کے گھر (دارہجرت یعنی مدینہ منورہ) کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ان کو یہ بھی بتا دے کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو تمام وہ حقوق حاصل ہونگے جو مہاجروں کو حاصل ہیں اور ان پر تمام وہ پابندیاں اور فرائض عائد ہونگے جو مہاجروں پر ہیں۔ اگر وہ نقل مکانی سے گریز کریں تو ان کو بتا دو کہ وہ عام دیہاتی مسلمانوں کے حکم میں ہونگے۔ ان پر اللہ کا حکم جاری ہوگا جو مومنوں پر جاری ہوتا ہے۔البتہ مال غنیمت اور مال فئی میں سے ان کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اِلّا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں۔

(۲) اگر وہ اس (مذکورہ بالا پہلی) بات کا انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کر۔اگر وہ اس پیشکش کو قبول کر لیتے ہیں تو تو بھی اس پیشکش کو قبول کر لے اور ان سے اپنا ہاتھ روک لے۔

(۳) اگر وہ اس (مذکورہ بالا دوسری) بات سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کر اور ان سے جنگ کر۔''

خلاصہ کلام:

دلائل اور براہین کی روشنی میں ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مذکورہ بالا پانچ اسباب:

(۱) شرک و کفر کے فتنہ کا خاتمہ۔

(۲) ساری زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ۔

(۳) حملہ آور ہونے والے کفار کی سرکوبی۔

(۴) قریب ترین کفار سے جنگ۔

(۵) اہل کتاب کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے یا پھر ان کا صفایا کرنے تک جنگ۔

جہاد آغاز بعثت رسول سے خاتمہ دجال تک جاری رہے گا۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ جب تک سبب رہتا ہے اس وقت تک مسبب بھی رہتا ہے۔ لہٰذا جب تک یہ اسباب باقی رہیں گے ان کا مسبب یعنی جہاد فی سبیل اللہ بھی قائم و دائم رہے گا۔ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس محکم فرض کا مامور و مکلّف رہے گا۔حتی

کہ دجال کی شکست کے بعد کائنات ارضی کا ہر فرد اپنا دین اللہ کے لیے خالص کرے گا۔ بعد ازاں مومنوں کو ایمان لانے کی پاداش میں مشکلات ومصائب اور سزاؤں کی چکیوں میں پیسا نہیں جائے گا۔ کلمۃ اللہ ہی اونچا اور سر بلند رہے گا اور کفر کا کلمہ ذلیل وسرنگوں ہو جائے گا۔ عزت والے کی عزت عزیز رکھتے ہوئے یا پھر ذلیل کی ذلت کے باوجود اسلام ہر گھر میں داخل ہو جائے گا اور صرف اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی خالص بندگی کی جائے گی۔

اے اہل اسلام سوچو! کیا جہاد اسلامی کے مذکورہ مقاصد حاصل ہو چکے ہیں؟ دین غالب آ گیا؟ شرک نیست و نابود ہو گیا؟ خالق ارض وسما کی سرزمین پر اس کے نیک بندے نماز اور زکوٰۃ کے فرائض آزادی کے ساتھ ادا کرنے لگے ہیں؟ اور قرب وجوار کے کافروں اور مشرکوں کو ہم نے بلاد اسلامیہ کی سرحدوں سے دور ہٹا دیا ہے؟ کیا تمام اہل کتاب مسلمان ہو گئے؟ یا جزیہ ادا کرنے لگے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اٹھیں اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے۔ اللہ اور اس کا رسول بلا رہے ہیں:

[۱۵۱] ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ ﴾

[الأنفال=۸:۲۴]

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔“

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے نفیر عام کا بگل بج چکا ہے۔ اس اعلان حق پر لبیک کہتے ہوئے توحید ورسالت کی شہادت کا حق ادا کر دیں، اعلائے کلمۃ اللہ کا پرچم بلند کر دیں اور تمام اہل کتاب کو قبول اسلام یا ادائیگی جزیہ کیلئے مجبور کر دیں۔ کیونکہ ان نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد ہی صرف یہ ہے۔

فرض عین ہونے کے عارضی اسباب

(۱) مومنوں کی مدد کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۲] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَا يَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ...... ﴾ [الأنفال=۸:۷۲]

''اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی تو تمہارے اور ان کے درمیان کوئی ولایت (میراث اور غنیمت میں) نہ ہوگی جب تک وہ ہجرت اختیار نہ کرلیں۔ لیکن اگر وہ دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت و مدد کرنا تم پر لازم ہے۔''

یعنی (وہ دیہاتی جنہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی اگر وہ بھی دین میں تم سے نصرت طلب کریں تو ان کی بہرحال مدد کرو کیونکہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) الا یہ کہ ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ [۲۷]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۳]﴿ وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ ﴾[النّساء= ٤:٧٨]

''کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال نہیں کرتے؟ جو دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں، ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بھیج اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج دے۔''

(۲) ظلم وزیادتی کی روک تھام کیلئے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵٤]﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ ﴾

[الحجّ=٢٢:٣٩]

''جن مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم کیا گیا ان کو (ظالموں کے ساتھ) جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد پر قادر ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۵]﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾[البقرة=٢:١٩٠]

[۲۷] تفسیر ابن کثیر: ٢/٣٦٤

''اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تمہارے ساتھ قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو ناپسند کرتے ہیں (یعنی لاشوں کا مثلہ نہ کرو)۔'' [۲۸]

(۳) مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا:

اسلامی ممالک اور علاقوں کا تحفظ اور کفار و مشرکین کے ناجائز قبضہ اور تسلط سے ان کو آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا سبب ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ظلم و عدوان اور استعماری قوتوں کے پنجۂ استبداد اور زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ جمانے کی خواہش سے نجات دلائی جاسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں شر پسند استعماریوں اور قبضہ کرنے والوں کے خلاف قتل عام کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۵۶]﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ......ج﴾ [البقرة= ۲:۱۹۱]

'' ان (کفار و مشرکین) کو جہاں بھی پاؤ قتل کرڈالو اور ان کو وہاں (یعنی مکہ) سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تم کو نکال دیا تھا اور فتنہ و فساد (یعنی کفر و شرک اور مومنین کو ستانا) قتل سے زیادہ براہے۔''

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی شمعون علیہ اسلام یا یوشع علیہ السلام سے قتال فی سبیل اللہ کیلئے ایک سپہ سالار یا قائد مقرر کرنے کی درخواست کی تو ان سے کہا گیا ''شاید تم جہاد فرض ہونے کے بعد اس سے گریز کی راہیں ڈھونڈنے لگو گے اور قتال نہ کرو گے۔'' تو انہوں نے جواباً عرض کیا: ''ہمیں ہمارے گھروں اور شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔ بھلا ہم اب بھی جہاد نہیں کریں گے۔ اس طرح انہوں نے شہروں اور بچوں کی بازیابی کو ''قتال فی سبیل اللہ'' کرنے کا واحد سبب قرار دیتے ہوئے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو قائم کرنے کے پختہ عزم کا اعلان کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ اور قائد مقرر فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۷]﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآءِ نَا ط ﴾

[البقرة=۲:۲٤٦]

''یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں کافروں سے جنگ نہ کریں گے۔ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ

---

[۲۸] تفسیر ابن کثیر + تفسیر فتح القدیر

ہمیں ہمارے شہروں اور بچوں سے نکال دیا گیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو بنیاد بناتے ہوئے فرمایا کہ جزیرۂ عرب جو اسلام کا مرکز اور قلعہ بن چکا ہے یہاں دین توحید کے ساتھ کوئی شرکیہ مذہب باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۵۸] ((اَخۡرِجُوۡا الۡمُشۡرِکِیۡنَ مِنۡ جَزِیۡرَۃِ الۡعَرَبِ)) [۲۹]

''(مسلمانو!) تمام مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔''

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد یوں مروی ہے:

[۱۵۹] ((لَاُخۡرِجَنَّ الۡیَھُوۡدَ وَالنَّصَارٰی مِنۡ جَزِیۡرَۃِ الۡعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ اِلَّا مُسۡلِمًا)) [۳۰]

''میں بہر حال تمام یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دوں گا۔ حتیٰ کہ یہاں صرف اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے۔''

(۴) میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب ناکافی ہوں:

تمام اہل اسلام کا اس مسئلہ میں اتفاق واجماع ہے کہ جب میدان جہاد میں موجود لڑنے والے مجاہدین جہاد وقتال کا اصل ہدف پورا کرنے میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، تعداد اور وسائل کی قلت پیش آ رہی ہو یا کسی دوسرے سبب سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے، اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر غالب ونافذ کرنے، اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو اسلام قبول کروانے یا جزیہ کی ادائیگی کروانے میں رکاوٹ پیش آ رہی ہو تو ان حالات میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر امت مسلمہ کے ہر فرد پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

علیٰ ھذا القیاس اگر مومنوں کو مدد کی ضرورت ہو، ظلم وزیادتی کی روک تھام مقصود ہو، اسلامی علاقوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کروانا پیش نظر ہو، ان حالات میں افراد اور وسائل کی قلت رکاوٹ بن رہی ہو تو ان تمام حالات میں ہر مسلمان شخص پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور بلند مقاصد کے حصول تک فرض عین رہتا ہے۔ اس لئے کہ فرض کفایہ کی تعریف ہی یہ ہے کہ جب بعض مسلمان پورے طور پر ادا کر دیں تو بقیہ افراد سے ساقط ہوگا۔ ورنہ سب پر بطور فرض عین کے برقرار رہے گا اور ہر شخص بوجہ عدم ادائیگی کے مجرم ہوگا۔

---

[۲۹] صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب هل يُستشفع فِی أَهل الذِّمَّة و معاملتهم ، الحديث:۲۸۸۸+صحیح مسلم= کتاب الوصيَّة : باب ترك الوصيَّةِ لِمَن لَيسَ لَهٗ شَیءٌ يوصِی فِيه ، الحديث:۱۶۳۷

[۳۰] صحیح مسلم= کتاب الجهادوالسَّير : باب إِخراج اليهود وَ النَّصارٰی من جزيرة العرب، الحديث۱۷۶۷

◎ سید سابق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَاِنَّمَا هُوَ فَرَضٌ عَلَى الْكِفَايَةِاِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ وَ انْدَفَعَ الْعَدُوُّ وَ حَصَلَ بِهِ الغِنَاءُ وَ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ ۔ " [۳۱]

''جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب بعض مسلمان یہ فرض ادا کرلیں۔ دشمن کا دفاع مکمل ہو جائے اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی شرکت کی کوئی ضرورت نہ رہے تو باقی افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔''

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كُلُّ مَنْ عَلِمَ بِضُعُفِ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ عَدُوِّهِمْ وَ عَلِمَ اَنَّهُ يُدْرِكُهُمْ وَ يُمْكِنُهُ غِيَاثُهُمْ لَزِمَهُ اَيْضًا الْخُرُوْجُ اِلَيْهِمْ۔ " [۳۲]

''جو شخص بھی یہ جانتا ہو کہ مجاہد مسلمان دشمن کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہیں اور اس کیلئے محاذ پر پہنچ کر ان کی مدد کرنا ناممکن نہیں ہے تو اس پر (فرض عین کے طور پر) ان کی مدد کے لیے نکلنا لازم ہوگا۔''

اسی حقیقت کی توضیح کے لیے مزید درج ذیل حوالہ جات بھی دیکھئے:

۱. الهداية: ۲ / ۵۵۸۔۵۵۹
۲. المحلّٰى :۷ / ۲۹۱
۳. الرَّوضة النَّديَّة شرح الدُّرر البَهِيَّـة: ۲ / ۳۳۲
۴. نيل الأَوطار للشَّوكاني:۷ / ۲۲۰
۵. الفتاوٰى الكبرٰى لِإبن تيميَّة :۴ / ۶۰۸
۶. مجموعه الفتاوٰى لابن تيميَّة: ۲۸ / ۳۵۴۔۳۵۸
۷. فتح القدير لابن همَّام الحنفى: ۵ / ۴۳۸
۸. بدائع الصَّنَائِع للكاساني:۹ / ۴۳
۹. المغنى لِإبن قدامة:۸ / ۳۴۶، ۱۰ / ۳۶۵

---

[۳۱] فقه السُّنَّة :۳ / ۱۲۸

[۳۲] الجامع لِأَحكام القرآن:۸ / ۱۵۰

فرض کفایہ کا باطل تصور:

قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کے پانچ درج ذیل مستقل اسباب بیان کیے گئے ہیں:

① کفر وشرک اور مسلمانوں کی ایذاء رسانی کے فتنہ کا خاتمہ نیز ساری زمین پر اللہ کا دین کا نفاذ۔

② امیر اور خلیفہ کے طلب کر لینے پر جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہونا۔

③ جب کافر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔

④ قریب ترین کافروں سے جنگ کرنا۔

⑤ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے، جزیہ ادا کرنے یا پھر جنگ کرنے کی دعوت دینا۔

یہ پانچوں اسباب آغاز بعثت رسول سے لے کر دجال کے قتل تک رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اور بتائی ہوئی بشارتوں کے مطابق بدستور جاری رہیں گے۔تو یہ امر ناممکن ہے کہ سبب اور علت تو موجود ہو جب کہ مسبب اور معلول ختم ہو جائے۔عقل ودانش، فطرت وطبیعت، منطق وفلسفہ، دین وشریعت سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ:

" اِذَاوُجِدَ السَّبَبُ وُجِدَ الْمُسَبَّبُ " (جب سبب موجود ہوگا تو لازماً مسبب بھی موجود ہوگا۔) ایسے ہی یہ بھی متفقہ اصول ہے کہ " اَلْمَعْلُوْلُ لَا یَنْفَصِلُ عَنِ الْعِلَّةِ " (معلول اپنی علت سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔) لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ فتنہ برپا کرنے والے کافروں اور مشرکوں کے خلاف قتال جاری رکھیں یہاں تک کہ ان کا فتنہ وفساد کلی طور پر ختم ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ ’’ان کافروں سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ ختم ہو جائے۔‘‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[١٦٠] ﴿ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرة=٢:١٩١]

’’فتنہ وفساد قتل وقتال سے بھی سنگین جرم ہے۔‘‘

مظلوم اہل ایمان کے تحفظ اور روئے زمین کو ظلم وستم سے پاک کر کے اس پر عدل وانصاف قائم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ’’قتال فی سبیل اللہ‘‘ ہے۔قتال فی سبیل اللہ نہ تو تخریب کاری ہے نہ ہی دہشت گردی۔ایسے ظالم فتنہ باز جنہوں نے ایک رب پر ایمان لانے والوں کو گڑھوں میں بھڑکائی گئی خوفناک آگ میں باری باری پھینک کر جلایا اور بہیمانہ سنگدلی سے کناروں پر بیٹھ کر جلتے، تڑپتے لاشوں کے المناک مناظر کا نہ صرف نظارہ کیا بلکہ ان کو ایمان لانے کی وجہ سے طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بناتے رہے۔

اسلامی جہاد کو جارحیت اور دہشت گردی قرار دینے والے اہل مغرب اور وہ مسلم دانشور جو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، قرآن وسنت کے جہاد کے بارے بے شمار واضح دلائل کی باطل تاویلیں کرتے ہیں، جہاد کو محض دفاعی جنگ قرار دیتے ہوئے دین حق کی جھوٹی وکالت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، ذرا وہ انصاف کی نظر سے دیکھیں اور عقل وفطرت سے فیصلہ کریں کہ ایسے ظالم و سفاک کھائیوں والے (تیسویں پارے کی سورۃ البروج میں جن کا تذکرہ ہے) جنہوں نے ان مومن مظلوموں میں ارض وسماء کے مالک، عزیز وحمید رب پر ایمان لانے کے سوا کوئی عیب نہ پایا۔ان بیچاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے گئے۔فرمان الٰہی ہے:

[١٦١]﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ O ﴾[البُرُوج= ٨:٨٥]

''اورانہوں (ظالم کھائیوں والوں) نے ان (کلمہ گو مسلمانوں) سے صرف اس بات کا انتقام لیا تھا کہ وہ لوگ اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو غالب ہے اور تعریف والا ہے۔''

ان سنگدل ظالموں اور بے رحم سفاکوں کو جنگ وجہاد کے ذریعے ظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد سے باز رکھنا، ان کو جہنم کے عذاب اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچانے کیلئے دین حق قبول کرنے پر آمادہ کرنا اگر تخریب کاری اور دہشت گردی ہے تو پھر مظلوموں اور بے بسوں کیلئے حصول انصاف کا آخر کیا طریقہ کار ہے؟

سورۂ انفال کی آیت نمبر:۳۹ کے الفاظ ہیں:[١٦٢]﴿ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾اس کا مفہوم یہ ہے کہ کرۂ ارض پر صرف ارض وسماء کے اکیلے مالک کا دین (دین توحید) باقی رہے اور تمام شرکیہ ادیان نیست ونابود ہو جائیں، بندگی کی ہر رسم، عبودیت اور عجز وانکسار کا ہر طور طریقہ بے شمار جھوٹے خداؤں اور خود ساختہ معبودوں کی بجائے الٰہ واحد کیلئے مخصوص ہو جائے۔ جہاد اسلامی کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ''اخلاص دین'' ہے۔

''اعلائے کلمۃ اللہ'' ہی تمام انبیاء ورسل بالخصوص سید الرّسل ﷺ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قتل دجال تک یہی چیز جہاد کا منشاء اور مطمع نظر ہے کہ اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حاکمیت قائم ہو اور اللہ کا دین نافذ ہو۔ لہٰذا قتل دجال تک کافروں سے جہاد کرنا امت کے ہر عاقل اور بالغ فرد پر فرض عین رہا ہے اور حصول مقصد تک رہے گا۔ نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا تھا:

[۱۶۳]((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه......)) [۳۳]

''مجھے اللہ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

یعنی مجھے قتال کرنے کا حکم ہے۔ جب تک مقصد قتال حاصل نہ ہو جائے۔ مقصد کیا ہے؟ مقصد یہی ہے کہ تمام لوگ توحید و رسالت کی سچی گواہی دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور اللہ کی سرزمین پر صرف اللہ کی بندگی کریں (نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں۔)

ظالموں اور جابروں کا ہاتھ روکنے کیلئے اور بحر و بر کو ظلم و فساد سے پاک و صاف کرنے کیلئے عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ قریب ترین ظالم و جابر کو پہلے لیا جائے تاکہ دور والوں تک پہنچنے کیلئے راستے صاف ہوتے جائیں اور ظلم کی ہر دیوار ایک ایک کر کے گرا دی جائے۔ جزیرۂ عرب پر جنگ کی ابتداء اور عرب کے فرعونوں اور ظالموں کی سرکوبی میں پہل کرنا رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ تدبیر کا ایک حصہ تھا۔ امت کے لیے بھی آپ نے یہی جنگی تدبیر برقرار رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۱۶۴]((تَغْزُوْنَ جَزِیْرَةَ الْعَرَبِ فَیَفْتَحُهَا اللّٰهُ ......))

''تم جزیرۃ العرب میں قتال کرو گے تو اللہ ان علاقوں کو تم پر فتح کرے گا۔''

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نقطۂ آغاز کی تعیین فرمائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی آخری کڑی مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں بیان فرمائی: ((ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَیَفْتَحُهُ اللّٰهُ)) [۳۴] (پھر تم دجال سے جنگ کرو گے تو اللہ اس کو بھی تمہارے لیے فتح کر دے گا۔) لہٰذا قتل دجّال کو آخری کڑی قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تمام ترتیب موجود ہے۔

کوئی وقفہ اور ناغہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نبوی بشارتوں میں کیسے ارشاد فرماتے:

[۱۶۵]((لَنْ یَّبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [۳۵]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ (اس کی بقاء کیلئے) مسلمانوں کا ایک گروہ قیام قیامت تک قتال جاری رکھے گا۔'' مزید فرمایا:

---

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۳

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱٤۲

[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے، الرَّقم المسلسل:۹۰

[۱۶۶] ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ ......))[۳۶]

''میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم اور غالب رہے گا۔اس کے مخالف ذلیل وخوار رہیں گے۔''

اہل کتاب اور آتش پرستوں کے ساتھ اسلام یا ادائیگی جزیہ تک جہاد مسلسل اور متواتر جاری رہے گا۔اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے اسباب یہ ہیں کہ وہ:

1. اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔
2. اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے۔
3. دین حق کو قبول نہیں کرتے۔
4. انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اور مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنایا ہوا ہے۔
5. لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جاتے ہیں۔
6. اللہ کے راستے سے اور اللہ کے دین سے لوگوں کو دور کرتے اور رکھتے ہیں۔

جہاد وقتال کے فرض عین ہونے کا یہ چوتھا مستقل سبب جو دیگر تین اسباب کی طرح آغاز نبوت سے تاحال موجود ہے اور موجود رہے گا۔ساری دنیا کے اہل کتاب اپنی بے ایمانی ،اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی بے حرمتی ،قبول حق سے انحراف اور پہلو تہی ،سرمایہ کاری میں بددیانتی اور خیانت ، اللہ کے پیدا کئے ہوئے بندوں کو اپنا معبود ٹھہرانے میں اور دیگر اعمال میں دجل اور فریب کاری جیسے گھناؤنے جرائم میں ماضی کی طرح اب بھی بدستور قائم ہیں۔پھر کیسے ممکن ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے حکم کو عہد نبوت سے آج مختلف تصور کر لیا جائے؟ نیز مسلمانوں کو نبوت ورسالت کے مقاصد کے حصول میں مایوسی اور بدگمانی کا شکار کر دیا جائے؟[۳۷]

امت محمدیہ کے لیے غور وفکر کا مقام ہے:

- ہم ذرا غور کریں کیا فتنہ ختم ہونے تک جنگ کرنے کی غرض وغایت پوری ہوگئی اور روئے زمین پر توحید کی حاکمیت قائم ہوگئی؟ چہار دانگ عالم میں بسنے والے تمام اہل ایمان کفار، مشرکین اور یہود وہنود کے فتنوں سے محفوظ ہو گئے؟

---

[۳۶] صحیح البخاری= کتاب التوحید: باب قول اللّٰه تعالیٰ ﴿ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ ﴾ [النَّحل=۱۶:۴۰] ، الحدیث:۷۰۲۲+ صحیح مسلم= کتاب الزَّکاة: باب النَّهی عن المسألة / وکتاب الإِمارة= باب قوله صلی اللّٰه علیه وسلم لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِن اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ ، الحدیث: ۱۰۳۷

[۳۷] خلاصہ از تفسیر ابن کثیر :۲/ ۳۸۲-۳۸۶+مجموع الفتاوٰی :۲۸/ ۳۵۴-۳۵۸

- کیا ساری زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے مقصد کو ہم نے پورا کر ڈالا اور رب ارض وسماء کی خالص بندگی و پرستش ہونے لگی ہے اور جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے والے سروں کو ہم نے اللہ واحد کے سامنے سجدہ ریز کرلیا ہے؟
- کیا ہم قریب ترین کافروں سے جنگ کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے ماحول اور گردونواح کو کفر وشرک کی نجاست وغلاظت سے پاک وصاف کر چکے ہیں؟
- ''کافر تم میں سختی اور شدت محسوس کریں'' کیا ہم نے اس فرمان کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کفار نے ہماری شجاعت وقوت کا احساس واعتراف کرلیا ہے اور وہ ہماری طاقت وقوت سے مرعوب ہو گئے ہیں؟
- کیا اہل کتاب نے اسلام قبول کرلیا ہے یا ہمارے جزیہ گزار بن گئے ہیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہم میں سے ہر شخص اور ہر فرد رب العالمین کے روبرو میدان حشر میں جواب دہ ہوگا اور اس فریضہ کے ترک پر اس سے باز پرس ہوگی جس طرح نماز، روزہ چھوڑنے، حج زکوۃ ترک کرنے پر باز پرس ہوگی، پھر اس کا ٹھکانہ جہنم اور اس کے لئے عذاب الیم ہوگا۔

اگر جہاد کو فرض کفایہ ہی مان لیں تو پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا ہماری اتنی بڑی تعداد کفار ومشرکین کے مقابلے میں مشغول ہے کہ جس سے ہمارے مسلمان بھائیوں کی عزت و دولت عصمت وآبرو ظالموں اور جابروں کے ہاتھوں سے محفوظ و مامون ہو چکی ہو؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں چاہئے کہ ہم تیاری کریں اور سب سے بڑے فرض اور واجب ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو پوری دنیا میں جاری کر دیں اور اللہ کا دین تمام ادیان عالم پر غالب کر دیں۔

عارضی اسباب میں فرضیت جہاد:

ضعیف وناتواں مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱٦٧] ﴿وَ مَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ ......﴾ [النّساء= ٤:٧٥]

''تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے اور کمزور مردوں اور کمزور عورتوں کے لئے ......''

[۱٦٨] ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ [الأنفال= ٨:٧٢]

''اگر دین کے بارے تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے۔''

نیز سورۃ الحج کی آیات: ۳۹۔۴۱ میں اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ میں مظلوم و مقہور مسلمانوں کے لیے ظالم اور سفاک کافروں کے ساتھ جنگ کو اللہ تعالیٰ ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دینے والے کفار کے ساتھ مسلم علاقوں کی آزادی اور واپسی تک کیلئے جنگ کو لازمی قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۶۹] ﴿ اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ اَخۡرَجُوۡكُمۡ ...... ﴾ [البقرة = ۲: ۱۹۱]

''ان (کفار) کو وہاں سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکال دیا تھا۔''

ملت اسلامیہ سے ایک سوال:

- کیا ہم مسلمانوں نے دنیا بھر کے تمام بے سہارا مردوں، عورتوں اور ناتواں بچوں کو ان کی کمزوری اور بے بسی کے حالات سے نکال کر ان کو نصرت و مدد فراہم کر دی ہے؟
- کیا دنیا کے کسی خطے میں کوئی مظلوم مسلمان مدد کیلئے پکارنے والا باقی نہیں رہا؟ یا پھر کشمیر اور بوسنیا میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاتھوں سے ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہونے والے بے بس مردوں، عورتوں، معصوم بچوں اور ہزارہا عزت و عصمت لٹوانے والی عمر رسیدہ بوڑھیوں اور دوشیزاؤں کی چیخ و پکار سننے سے ہمارے کان ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں؟ اور ہم [۱۷۰] ﴿صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡىٌ...... ﴾ [البقرة=۲: ۱۸] (اندھے، بہرے، گونگے) کی مجسم تصویر بن چکے ہیں۔
- کیا آج مظلوم مسلمان اللہ سے نصرت و حمایت کی فریاد نہیں کر رہے؟
- کیا ان کو محض ایک رب پر ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا؟
- کیا ان کے دینی مدارس و مساجد گرائے نہیں جا رہے؟
- [۱۷۱] ﴿اِنۡ اَوۡلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ﴾ ''اللہ کے گھروں کے والی متولی صرف متقی اور پرہیزگار ہی ہو سکتے ہیں'' کیا ہم نے اللہ کے اس فرمان کا حق ادا کر دیا ہے؟
- کیا ہم نے فقراء و مہاجرین کی طرح ﴿ يَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ﴾ [الحشر=۵۹: ۸] (اللہ اور اس کے رسول کی نصرت) کا فریضہ ادا کر دیا ہے؟

اور اس کے نتیجہ میں [۱۷۲] ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۚ﴾ [الحشر=۵۹: ۸] (یعنی اپنے دعوی ایمان میں سچے ہیں) کا منصب حاصل کرنے کی جدوجہد مکمل کر لی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم

سماعت کے لیے اپنے بند کانوں کو، بصارت کے لیے اپنی بند آنکھوں اور بصیرت کے لئے اپنے لاک (Lock) لگے ہوئے دلوں کو کھولیں۔ اللہ کی طرف سے ندائے عام ہے۔ اس پر لبیک کہہ کر ہم یوم آخرت کی جواب دہی سے بری الذمہ ہو جائیں۔ تاکہ اطراف عالم میں موجود ہمارے مظلوم اور بے بس مسلمان بھائی ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ ان کو جہاد کی برکت اور اللہ کی نصرت و حمایت سے دین الٰہی اور اسلامی برادری کے ماحول کی برکتیں اور سعادتیں نصیب ہوں۔ شرک و کفر کی بجائے ہمارا ماحول توحید و اسلام کی منور فضاؤں سے آباد و شاد ہو اور ہمارے مقبوضہ علاقے شریر اور ناپاک قوموں کے قبضے سے آزاد ہو کر اللہ کے نیک بندوں کی تحویل میں آ جائیں۔

حاصل بحث:

ساری گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مستقل اسباب کی طرح جہاد کے فرض عین ہونے کے چار عارضی اور وقتی اسباب بھی بدستور موجود و برقرار ہیں اور نبی ﷺ کی بشارت کے مطابق فتح دجال تک جہاد فرض اور واجب کے طور پر باقی و جاری رہے گا۔

فرض کفایہ کی حقیقت:

فرض کفایہ کا غلط تصور بھی عام طور پر افرادِ امت کو فریضۂ جہاد کی ادائیگی سے محروم رکھنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ ذیل میں شرعی دلائل سے اس پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

فرض کفایہ کی تعریف حوالہ جات کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ ''اِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ البَاقِيْنَ'' ''جب فرض کفایہ کو بعض لوگ قائم کر لیں (اور فرضیت کا مقصد حاصل ہو جائے) تو بقیہ افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔''

مثلاً نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، جب مسلمانوں کی ایک جماعت قلیل یا کثیر مسلمان میت کا جنازہ پڑھ لیں گے تو مقصد (میت کے لئے دعاء و استغفار) حاصل ہو جائے گا۔

ایسے ہی سلام کے جواب کا معاملہ ہے۔ کچھ لوگوں کی جماعت میں سے ایک شخص سلام کہنے والے کو ''وعلیکم السلام'' کہہ دے گا تو سلام کا مقصد (اللہ سے رحمت و سلام طلب کرنا) پورا ہو جائے گا۔

لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں شریک بعض لوگ اگر مقاصد جہاد پورے نہیں کر رہے ہے، انسداد فتنہ، اللہ

کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے اہداف و اغراض پورے نہیں ہو رہے، کفار و مشرکین کی طرف سے زمین پر فساد برپا ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمان محض ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، کمزور و بے بس مسلمانوں کی مدد و نصرت کا زیادہ سے زیادہ حق تو درکنار کم از کم حق بھی ادا نہیں ہو رہا، اہل اسلام کے علاقے اور ممالک بدستور ظالم و غاصب کفار کے ناجائز قبضہ میں موجود ہیں، ظلم و زیادتی کا قلع قمع دن بدن ناممکن بنتا جا رہا ہے۔ مظلوم و مقہور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی چیخ و فریاد سے پہاڑوں کے دل بھی پھٹ رہے ہیں تو جہاد کی ضرورت و حاجت باقی ہے اور مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات حاضرہ امت مسلمہ کو اسلام کے دفاع کے لئے متحد و متفق ہو کر جہاد جاری کرنے کے لئے ببانگ دہل پکار رہے ہیں۔

غیور مسلمانو! بالفرض اگر یہ فرض کفایہ ہے تو جب کفایت نہیں ہو رہی، حاجت و ضرورت شدید سے شدید تر ہے تو اسے فرض کفایہ کہنا کیا واضح اور سفید جھوٹ نہیں۔ بلکہ "اَکْذَبُ الْاَکَاذِیْب" (سب جھوٹوں سے بڑا جھوٹ) نہ ہوگا؟ یقیناً مذکورہ حالات میں جہاد کو فرض کفایہ تصور کرنا جب کہ مقاصد جہاد کے حصول کے لیے کوئی کفایت نہیں ہو رہی، لغوی و شرعی طور پر، عقلی و فطری طور پر ہر اعتبار سے غلط و باطل ہے۔

جید آئمہ اسلام کی گواہی

◎ امام الباجی مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"وَمَعْنٰی قَوْلِنَا مِنْ فُرُوْضِ الْکِفَایَۃِ أَنَّہٗ یَجِبُ فِی الْجُمْلَۃِ فَإِذَا قَامَ بِہٖ بَعْضُ النَّاسِ سَقَطَ فَرْضُہٗ عَمَّنْ قَامَ بِہٖ وَ عَنْ غَیْرِہٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ إِذَا عَمَّتِ الْحَاجَۃُ اِلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ وَ دَھِمَھِمْ مِنَ الْعَدُوِّ مَا لَا یَقُوْمُ بِہٖ بَعْضُھُمْ لَزِمَ الْفَرْضُ جَمِیْعَھُمْ وَالْأَصْلُ فِیْ وُجُوبِہٖ قَوْلُہٗ تَعَالٰی: [۱۷۳] ﴿وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ﴾[۳۸]

"جہاد کے فرض کفایہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بعض لوگ اس کو پورے طور سے ادا کرلیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن جب ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور دشمن کو بعض لوگ پورے نہ آرہے ہوں تو سب لوگوں پر فرض عین ہوگا۔ جہاد کے فرض اور واجب ہونے کی دلیل

---

[۳۸] المنتقٰی شرح المؤطا: ۳/۱۵۹

اللہ کا یہ فرمان ہے:[۱۷٤] ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾[الأنفال=٨:٣٩] ''ان سے اس وقت تک لڑائی کرو کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ساری زمین پر اللہ کا دین غالب آ جائے۔''

◎ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَاِنَّمَا فُرِضَ الْجِهَادُ لِاِعْزَازِ دِيْنِ اللّٰهِ وَ دَفْعِ الشَّرِّ عَنِ الْعِبَادِ فَاِذَا حَصَلَ الْمَقْصُوْدُ بِالْبَعْضِ سَقَطَ عَنِ الْآخَرِيْنَ كَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَ رَدِّ السَّلَامِ۔ " [۳۹]

''یقیناً جہاد دین اسلام کے اعزاز اور بندگانِ رب کو شر سے محفوظ رکھنے کے لیے فرض ہوا ہے۔ لہٰذا حصول مقصد کے بعد سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (بصورت دیگر فرض عین رہے گا)۔ جیسا کہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب دینے کا معاملہ ہے۔''

◎ صاحب دُرِّ مختار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَاِيَّاكَ اَنْ تَتَوَهَّمَ اَنَّ فَرْضِيَّتَهٗ تَسْقُطُ عَنْ اَهْلِ الْهِنْدِ بِقِيَامِ اَهْلِ الرُّوْمِ مَثَلًا بَلْ يَفْرُضُ عَلَى الْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ مِنَ الْعَدُوِّ اِلٰى اَنْ تَقَعَ الْكِفَايَةُ فَلَوْ لَمْ تَقَعْ اِلَّا بِكُلِّ النَّاسِ فُرِضَ عَيْنًا كَصَلَاةٍ وَ صَوْمٍ۔ " [۴۰]

''یہ وہم وگمان ہرگز نہ کرو کہ مثلاً اہل روم کے فریضہ جہاد کو ادا کرنے سے اہل ہند بھی بری الذمہ ہو جائیں گے۔ بلکہ " اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ " (یعنی قریب ترین) کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ضرورت پوری ہونے تک سب پر فرض عین ہوگا۔ چنانچہ اگر ضرورت تمام مسلمانوں کے بغیر پوری نہ ہو رہی ہو تو جہاد بالعموم تمام مسلمانوں پر نماز روزے کی طرح فرض عین ہوگا۔''

مزید رقمطراز ہیں:

" هُوَ فَرْضٌ اِبْتِدَاءً وَ اِنْ لَمْ يَبْدَؤُوْنَا وَ اَمَّا قَوْلُهٗ تَعَالٰى [۱۷۵] ﴿ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ...... ﴾[البقرة=٢:١٩١] وَ تَحْرِيْمُهٗ فِى الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمَنْسُوْخٌ بِالْعُمُوْمَاتِ [۱۷٦] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ...... ﴾[التّوبة=٩:٥] " [۴۱]

''کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کی ابتدا کرنا فرض عین ہے، اگرچہ کافروں کی طرف سے آغاز نہ

---

۳۹ فتح القدير شرح الهداية: ٥/٤٣٨

۴۰ الدُّر المختار: ٣/٣٠٣

۴۱ الدُّر المختار: ٣/٣٠٢

ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم ان سے قتال کرو......'' اور حرمت والے چار مہینوں میں اس کی ممانعت کا حکم یہ دونوں حکم جنگ وقتال کی ان آیات کے ساتھ منسوخ ہیں جن میں قتال کا عام حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً: ''مشرکین کو جہاں بھی پا لو قتل کر ڈالو......''

◎ الشیخ منصور بن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِلَّا اَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ لِحُضُوْرِهٖ لِعَدَمِ كِفَايَةِ الْحَاضِرِيْنَ لِلْعَدُوِّ فَيَتَعَيَّنُ اَيْضًا عَلَى الْبَعِيْدِ۔ " [۴۲]

''جب میدان قتال میں موجود مجاہدین سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو تو تمام دور والوں پر بھی ضرورت کی بناء پر جہاد فرض عین ہوگا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" فَيَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمَا اَنَّهٗ كَانَ عَيْنًا عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ ......وَالتَّحْقِيْقُ اَنَّهٗ كَانَ عَيْنًا عَلٰى مَنْ عَيَّنَهُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ حَقِّهٖ وَلَوْ لَمْ يَخْرُجْ ......فَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَا الْحَاجَةُ اِلَيْهِ وَ قِيْلَ يَجِبُ كُلَّمَا اَمْكَنَ وَ هُوَ قَوِيٌّ ...... وَ التَّحْقِيْقُ اَيْضًا اَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيَّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ " [۴۳]

''مندرجہ بالا دونوں اقوال سے ثابت ہوا کہ جہاد دونوں گروہوں (مہاجرین وانصار) پر فرض عین تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے متعین کر دیا۔ جہاد مشہور قول کے مطابق (نہ کہ تحقیقی قول کے مطابق) فرض کفایہ ہے۔ لیکن حاجت و ضرورت کا معاملہ ہو تو فرض عین ہوگا۔ ایک قول کے مطابق ہر ممکن موقع پر فرض عین ہے۔ یہی قول قوی اور مضبوط ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مطلقا جہاد کافروں کے ساتھ ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔''

◎ ابن عابدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى :[۱۷۷] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ [التَّوْبَة=۹:۱۲۳] " يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْوُجُوْبَ عَلٰى اَهْلِ كُلِّ قُطْرٍ وَ عَلٰى اَنَّ الْجِهَادَ فَرْضٌ عَلٰى كُلِّ مَنْ يَلِي الْكُفَّارَ

---

[۴۲] شرح زاد المستقنع:۲/۳

[۴۳] فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب وجوب النَّفیر:۶/۳۷۷

[۴۴] ردُّ المحتار علی الدُّرِّ المختار :۳/۳۰۳

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلَی الکِفَایَۃِ...... لِمَا ذَکَرْنَا اَنَّہٗ فَرْضٌ عَلَی النَّاسِ کُلِّھِمْ مِمَّنْ ھُوَ مِنْ اَھْلِ الْجِھَادِ۔ "[۴۴]

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''اپنے قریب ترین کافروں سے قتال کرو۔'' اس امر پر دلیل ہے کہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اور کفار کے قریب رہنے والوں پر ''فرض کفایہ'' کے طور پر فرض ہوگا، اگر وہ مقاصد جہاد کو پورا کر رہے ہوں۔ وگرنہ فرض عین ہوگا اور تمام لوگوں پر جو جہاد کرنے کے اہل ہوں اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔''

◎ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِنَّہٗ یَجِبُ دَفْعُہٗ عَلَی الْاَقْرَبِ فَالْاَقْرَبِ إِذْ بِلَادُ الْاِسْلَامِ بِمَنْزِلَۃِ الْبَلْدَۃِ الْوَاحِدَۃِ وَ اِنَّہٗ یَجِبُ النَّفِیْرُ اِلَیْہِ بِلَا اِذْنِ وَالِدٍ اَوْ غَرِیْمٍ۔ "[۴۵]

''کافروں کے ساتھ جہاد کرنا قریب ترین مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ کیونکہ تمام مسلم علاقے ایک شہر کی مانند ہیں (جن کا دفاع وتحفظ دنیا بھر کے مسلمانوں پر فرض ہے) اور ان کے دفاع کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنا والدین اور قرض خواہ کی اجازت کے بغیر فرض اور واجب ہوگا۔''

مذکورہ اقتباسات اکابر علمائے اسلام، محدثین، مفسرین اور جلیل القدر فقہاء کی مستند اور متداول (یعنی بازار میں دستیاب) کتابوں سے پیش کیے گئے ہیں۔ قرآن وحدیث کے واضح دلائل، امت مسلمہ کے اجماع کی صراحت، محدثین کے اقوال، اکابر علمائے اسلام کے فتاوٰی جات کی موجودگی میں ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ ''کافروں کے ساتھ جہاد'' کا شرعی معنیٰ ''کافروں کے ساتھ قتال'' ہی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ مقاصد واہداف کے حصول تک ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس کی آخری منزل اعلاء کلمۃ اللہ، اللہ کے دین کا نفاذ اور قیام عدل ہے۔ یہ فریضہ آغاز نبوت سے دجال کو قتل کرنے تک جاری رہے گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی عملی تصدیق ہے۔ تمام انسانوں کو دین حق پر جمع ہونے اور ادیان باطلہ کو مٹا دینے کی یہ دعوت ہے۔ بین الاقوامی طور پر

---

[۴۵] الفتاوٰی الکبرٰی: ۴/ ۶۰۸ + مجموع الفتاوٰی: ۲۸/ ۳۵۸-۳۵۹

اصلاح انسانی کی یہ تحریک اور عدل اجتماعی کے قیام کی یہ منزل ہے۔

یہ جہاد ظلم اور دہشت گردی نہیں بلکہ مظلوم کی حمایت اور سراپا عدل و انصاف ہے، بحر و بر میں برپا فتنہ و فساد ختم کرنے کا ''نسخہ کیمیا'' ہے، مومنوں کے لیے اجر و ثواب، مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ اور دخول جنت کی سبیل ہے۔ کیونکہ جنت مجاہدین کی تلواروں کے سایوں میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷۸] ((وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) [۴۶]

''اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

((............ ❀ ❀❀❀❀ ....))

[۴۶] صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسّیر: بابٌ الجنّة تحت بارقة السُّیوف ،الحدیث: ۲٦٦۳ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد والسّیر: باب کراهة تمنّی لقاء العُدُوِّ ، الحدیث:۱۷٤۲ + مسند احمد

باب:۴

جہاد کے فرضِ عین ہونے کی شرائط

وجوب جہاد کے لئے چند ایک شرائط درج ذیل ہیں:

① مسلمان ہو ② عاقل ہو ③ بالغ ہو
④ مذکر ہو ⑤ تندرست ہو ⑥ غیر معذور ہو
⑦ آزاد ہو ⑧ بینا ہو ⑨ جہاد کا خرچہ یعنی زاد راہ پاس ہو۔

چنانچہ غیر مسلم ،مجنوں ،نا بالغ،عورت،مریض ،معذور،غلام ،نابینااور ہر وہ شخص جس کے پاس زاد راہ نہ ہوان تمام قسم کے افراد پر جہاد فرض نہیں ہوگا ۔اگر نابالغ ،عورت، مریض، غلام اور زادِراہ سے محروم افراد بھی جہاد میں شریک ہوں تو یہ عمل ان کے لئے افضل ترین نیکی اور بہترین عبادت ہوگی۔ [1]

تندرست ،غیر معذور اور راہ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

[۱۷۹] ﴿ لَیۡسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی الۡمَرۡضٰی وَلَاعَلَی الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ مَا یُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ؕ مَا عَلَی الۡمُحۡسِنِیۡنَ مِنۡ سَبِیۡلٍ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ Oوَّلَا عَلَی الَّذِیۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡکَ لِتَحۡمِلَہُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُکُمۡ عَلَیۡہِ ۪ تَوَلَّوۡا وَّ اَعۡیُنُہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوۡا مَایُنۡفِقُوۡنَ O﴾[التَّوبة : ۹:۹۱،۹۲]

”بوڑھوں ،مریضوں اور ان لوگوں پر جو زاد راہ نہیں پاتے (اگر جہاد میں نہ نکلیں)تو کوئی حرج نہیں ہے ۔جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ ہوں ۔احسان کرنے والوں پر کوئی سزا نہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے ۔اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو تیرے پاس آکر جہاد کے لئے سواری مانگتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ میں تمہارے لئے سواری نہیں پاتا ۔پھر وہ اس حالت میں لوٹتے ہیں کہ ان کی آنکھیں زاد راہ

[1] المغنی لإبن قدامة :۸/۳۴۷،۱۰/۳۶۶+الرّوض المربع:۲/۳

نہ ہونے کے غم میں اشکبار ہوتی ہیں۔''

[۱۸۰]﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ؕ﴾[الفتح= ۴۸: ۱۷]

''نابینے، لنگڑے اور مریض پر (جہاد میں نہ نکلنے کی صورت میں) کوئی حرج نہیں۔''

سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ صلح حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم پہلے کی طرح اس وقت بھی (جہاد فی سبیل اللہ) سے پھر گئے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دو چار کر دے گا۔ البتہ معذور افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ توبہ اور سورۂ فتح کی مذکورہ آیات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

① مذکور معذور افراد پر جہاد فرض نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد ان کے لئے دیگر عبادات اور نوافل کی طرح عبادت ہی نہیں بلکہ افضل ترین عبادت ہے۔

② مجاہد کے زاد راہ اور خرچ پر دوسرے مسلمان بھائی کی اعانت سے بھی قادر ہوا جا سکتا ہے اور غازی کی تیاری و اعانت کی اسلام میں زبردست ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۸۱] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَ مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيْلِ اللّٰه بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا)) [۲]

''جس نے اللہ کی راہ میں جانے والے غازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا تحقیق اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے اس کے بعد اس غازی فی سبیل اللہ کے اہل و عیال کی خیر کے ساتھ نگرانی کی تو وہ بھی جہاد کے عمل میں شریک ہو گیا۔''

③ سورۃ الفتح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور افراد کے علاوہ تمام مسلمانوں پر جہاد سے پیچھے رہنا اور لڑائی سے منہ موڑنا دردناک عذاب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۲] ﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝﴾ [الفتح=۴۸: ۱۶]

''اور اگر تم (حدیبیہ) کی طرح اب بھی (جہاد کے لئے نکلنے سے) گریز کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں المناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔''

---

[۲] صحيح البخاری= كتاب الجهاد : باب فضل مَن جهَّزغازياً أَو خلفهٗ بخير، الحديث :۲۶۸۸+ صحيح مسلم=كتاب الإِمارة : باب فضل إِعانة الغازی فی سبيل الله بمركوب و غيره وَ خلافته فی أَهلهٖ بخيرٍ ، الحديث: ۱۸۹۵

عاقل، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۳]﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة=۲:۲۸۶]

''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۸٤] ((رُفِعَ القَلَمُ عَن ثَلٰثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَستَيقِظَ وَ عَنِ الصَّغِيرِ حَتّٰى يَكْبَرَ وَ عَنِ المَجْنُونِ حَتّٰى يَعقِلَ)) [۳]

''تین قسم کے افراد مرفوع القلم ہیں: سونے والا جاگنے تک، نا بالغ بالغ ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں:

[۱۸۵] ((اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَهُ يَومَ اُحُدٍ، وَ هُوَ ابْنُ أَربَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَم يُجِزْهُ۔ ثُمَّ عَرَضَنِي يَومَ الخَندَقِ وَ اَنَا ابْنُ خَمسَ عَشْرَةَ فَاَجَازَنِي)) [۴]

''وہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے احد کے دن پیش ہوئے اور اس وقت انکی عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔ آپ نے ان کو لشکر میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ پھر خندق کے دن پیش ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ (۱۵) برس تھی۔ تب آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔''

نابالغوں اور غلاموں کا جہاد:

نابالغ بچوں اور غلاموں پر غیر مکلّف اور غیر مختار ہونے کی وجہ سے جہاد فرض عین نہیں ہے۔

[۳] صحيح التِّرمذی= أبوا ب الحدود : باب مَاجَآءَ فِی مَن لا يجِبُ عَلَيْهِ الحَدُّ، الحديث:۱۱۵۰+ صحيح سنن النِّسائی=كتاب الطّلاق : باب من لا يقع طلاقه من الأزواج ، الحديث: ۳۲۱۰+ صحيح أبوداؤد = كتاب الحُدُود : باب فی المجنون يسرق أو يصيب حَدًّا ، الحديث: ۳۶۹۸،۳۷۰۱-۳۷۰۳+ صحيح إبن ماجة= كتاب الطَّلاق : باب طلاق المعتوه والصَّغير والنَّائم ، الحديث: ۱۶۶۰+ المستدرك عَلَى الصَّحيحَين ، الحديث : ۹۴۹، ۲۳۵۱+ الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان : ۱۴۲،۱۴۳

[۴] صحيح البخاری= كتاب الشَّهادات: باب بلوغ الصِّبيان و شهادتهم، الحديث: ۲۵۲۱= كتاب المغازی : باب غزوة الخندق وَ هِیَ الأَحزاب ، الحديث : ۳۸۷۱،+صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب بَيَانِ سنِّ البلوغ ، الحديث: ۱۸۶۸+ صحيح التِّرمذی= أَبواب الأَحكام : باب ما جاء فی حدِّ بلوغ الرَّجُلِ وَ المرأة ، الحديث :۱۰۹۷

البتہ غلام فرض عین ہونے کی صورت میں نماز اور روزہ کی طرح بغیر اجازت کے فریضۂ جہاد ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ تاہم با شعور نابالغ بچے اور غلام عمومی حالات میں بھی مالک کی اجازت سے جہاد میں شریک ہوں تو ان کیلئے یہ افضل ترین نفلی عبادت ہوگی۔ عہد نبوت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ اپنے بارے ہی بیان کرتے ہیں:

[۱۸۶] ((شَهِدتُّ خَيبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَ بِي فَقُلِّدتُّ سَيفًا فَاِذَا اَنَا اَجُرُّهٗ فَاُخبِرَ اَنِّي مَملُوكٌ فَاَمَرَلِي بِشَيءٍ مِن خُرثِيِّ المَتَاعِ))[۵]

''میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوا انہوں نے میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ کے حکم سے مجھے تلوار کے ساتھ مسلح کر دیا گیا جسے میں کھینچ رہا تھا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ میں ایک غلام ہوں تو آپ نے میرے لئے معمولی (گھریلو) سامان میں سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نجدہ الحروری کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۸۷] ((اَمَّا المَملُوكُ فَكَانَ يُحذٰى))[۶]

''(عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں مگر ان کو مقررہ حصہ کی بجائے کچھ عطیہ وغیرہ دیا جاتا تھا) اسی طرح غلاموں کو بھی کچھ انعام و اکرام دیا جاتا تھا۔''

◎ امام اوزاعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" أَسهَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلصِّبيَانِ بِخَيبَرَ وَ أَسهَمَتْ أَئِمَّةُ المُسلِمِينَ لِكُلِّ مَولُودٍ وُلِدَ فِي أَرضِ الحَربِ۔ "[۷]

''غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے نابالغ بچوں کو بھی مقررہ حصہ عطا کیا اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء اور امراء بھی میدان جنگ میں پیدا ہونے والے ہر نومولود کو حصہ دیتے رہے ہیں۔''

---

[۵] صحیح أبوداؤد= کتاب الجهاد : باب فی المرأة والعبد يُحذَيان من الغنيمة ، الحديث:.۲۳۷ + صحيح التِّرمذی = أبواب السِّير=باب هَلْ يُسهَم للعبد، الحديث: ۱۲۶۱ + صحيح ابن ماجة: کتاب الجهاد :باب العبيد والنِّساء يشهدون مَعَ المسلمين+مسند أحمد:۵/۲۲۳ +الإحسان فِی تقريب صحيح ابن حبَّان، الحديث :۴۸۳۱ +المصَنَّف لِإبنِ أَبی شيبة + سُنَن الدَّارمی + ابن جارود+ الطَّيالسی+ المُصَنَّف لِعَبدِ الرَّزاق+ ابن سعد+ الطَّبرانی + حاکم + البيهقی

[۶] صحيح سنن أَبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی المرأة والعبد يحذيان من الغنيمة ،الحديث:۲۳۶۸

[۷] صحيح التِرمذی = أبواب السِّير :باب من يعطیٰ الفیءُ

اکثر فقہائے کرام کے قول کے مطابق عورتوں کی طرح غلاموں اور نابالغ بچوں کے لئے صرف انعام و اکرام ہو گا۔ جبکہ بعض ائمہ کے فتویٰ کے مطابق قتال کرنے والی عورتوں اور بلوغت کے قریب لڑکوں کو مقررہ حصہ دیا جائے گا۔ دونوں قسم کی احادیث کو مدنظر رکھ کر جو درمیانہ مؤقف ہے وہی صحیح ترین موقف ہے جس کا بیان اسی باب کے آئندہ عنوان ''عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا'' میں ان شاء اللہ آئے گا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات و فتوحات کے جہادی مراحل میں نوجوانوں اور آقاؤں کے ساتھ ساتھ مسلم غلاموں اور نابالغ لڑکوں کا بھی ایک تاریخی کردار ہے جو فریضہ جہاد میں ان کی زبردست اہمیت کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔[8]

عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۸۸] ((اِستأذَنتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الجِهَادِ فَقَالَ: ((جِهَادُ کُنَّ الحَجُّ)) [9]

'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۸۹] ((نِعمَ الجِهَادُ الحَجُّ)) [10]

'' (عورتوں کے لئے) حج بہترین جہاد ہے۔''

ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں:

[۱۹۰] ((لٰکِنَّ اَفضَلُ الجِهَادِ حَجٌّ مَبرُورٌ)) [11]

'' تمہارے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

محدثین کے نزدیک ان احادیث کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہی نہ ہوں۔ نہ ہی یہ

---

[8] خلاصہ کلام از معالم السُّنن للخطّابی ،الحدیث:۲۶۱۱-۲۶۱۴+ تحفة الأَحوذی: ۲/۳۸۰،۳۸۱+ شرح النَّووی: ۲/۱۱۶،۱۱۷+المنتقٰی شرح المؤطّا: ۳/۱۷۹

[9] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب جهادالنِّساء ،الحدیث:۲۷۲۰

[10] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب جهاد النِّساء ، الحدیث: ۲۷۲۱

[11] صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب فضل الجهاد والسَّیر ، الحدیث:۲۶۳۲

مطلب ہے کہ مخصوص حالات میں بھی وہ جہاد و قتال کی فرضیت سے مستثنیٰ ہوں گیں۔ بلکہ جہاد میں شمولیت عورتوں کے لئے بالعموم افضل ترین نفلی عبادت اور خصوصی حالات میں شمولیت (دشمنان اسلام کے حملہ آور ہوجانے کی صورت میں یا پھر اپنا دفاع کرنے کے لئے) مردوں کی طرح فرض عین ہوگی۔ امام ابو ولید مالکی رحمہ اللہ نے شرح مؤطا میں تحریر کیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح قتال کرنے پر باقاعدہ اموال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔ لیکن جمہور محدثین کے نزدیک باقاعدہ حصہ نہیں بلکہ تھوڑا بہت انعام دیا جائے گا اس حدیث کی بناء پر جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں عورتوں کی جہاد میں شرکت کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کی بنیاد وہ بہت ساری احادیث ہیں جن کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔[۱۲]

بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو اپنی امت کے ان تخت نشین بادشاہوں جیسے مجاہدین کے ساتھ شمولیت کی بشارت دی جو ''بحیرۂ اخضر'' میں جہاد فی سبیل اللہ کرینگے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۹۱] ((اَنتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ لَستِ مِنَ الآخِرِينَ)) [۱۳]

''اے ام حرام! تو پہلے پہل شہید ہونے والوں میں سے ہوگی نہ کہ آخری شہداء میں سے۔''

چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا سمندری غزوہ میں شامل ہوئیں اور اپنی سواری سے گر کر شہید ہوگئیں۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد اپنی ازواج مطہرات کو جہاد کے لئے

---

[۱۲] خلاصہ کلام از شرح النّووی : ۲/۱۱٦ + فتح الباری : ٦/٤١٦-٤١٨ + المنتقٰی شرح المؤطا : ۳/۱۷۷ + صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب من غزا بِصَبِيٍّ للخدمَةِ : ۱/٤٠٥

[۱۳] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب غزوة المرأة فی البحر، الحدیث : ۲۶۳۶،۲۷۲۲ + صحیح مسلم=کتاب الإمارة : باب فضل الغزو فی البحر، الحدیث:۱۹۱۲

ساتھ لے جانے کی خاطر قرعہ اندازی فرماتے۔حتیٰ کہ ایک غزوہ میں قرعہ میرے نام نکل آیا تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھی ۔ یہ واقعہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا۔یہ غزوۂ مریسیع تھا اوراسی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان بازی اورتہمت طرازی کا حادثہ رونما ہوا۔جس پرسورۃ النور میں زنا اور زنا کی تہمت کے بارے شرعی حدود مقرر کی گئیں ۔[۱۴]

مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت:

امام بخاری رحمہ اللہ ، امام نووی رحمہ اللہ اوردیگر آئمہ و محدثین نے اس مسئلہ کے لئے سیدنا انس، ابن عباس ، عائشہ، ام سلیم، ام عطیہ رضی اللہ عنہم وعنہن سے درج ذیل صحیح احادیث سے استدلال فرمایا ہے :

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۲] ((وَلَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ اُمَّ سُلَیْمٍ یَوْمَ اُحُدٍ وَ اِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ اَرٰی خَدَمَ سُوْقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلٰی مُتُوْنِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِیْ أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ۔ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَئَانِهَا ثُمَّ تَجِیْئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِیْ اَفْوَاهِ الْقَوْمِ))[۱۵]

''میں نے غزوۂ احد میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہما اپنی پنڈلیوں سے چادریں اوپر اٹھا کر،حتیٰ کہ میں ان کی پنڈلیوں کے پازیب بھی دیکھ رہا تھا، اپنے کندھوں پر مشکیزے لاد کر لاتیں او زخمی لوگوں کے مونہوں میں انڈیل رہی تھیں ۔وہ یہ عمل بار بار کرتی تھیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۹۳] ((وَ قَدْ کَانَ یَغْزُوْبِهِنَّ فَیُدَاوِیْنَ الْجَرْحٰی وَ یُحْذَیْنَ مِنَ الْغَنِیْمَةِ وَ اَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ یَضْرِبْ لَهُنَّ))[۱۶]

'' رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جہاد میں شریک کرتے تھے ۔وہ زخمیوں کا علاج کرتیں تھیں

---

[۱۴] ملاحظہ ہو: صحیح البخاری = کتاب المغازی :باب حدیث الإفك، الحدیث : ۳۹۱۰ + صحیح مسلم = کتاب التَّوبة : باب فی حدیث الإِفك و قبول توبة القاذف، الحدیث: ۲۷۷۰

[۱۵] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب غزو النِّساء و قتالهِنّ مَعَ الرِّجال ، الحدیث: ۲۷۲٤ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسَّیر : باب غزوة النِّساء مَعَ الرِّجال ، الحدیث : ۱۸۱۱

[۱۶] صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر : باب النِّساء الغازیات یُرضَخُ لَهُنَّ وَلَا یُسهَم وَ النَّهی عن قتل صبیان أَهل الحرب، الحدیث:۱۸۱۲

اور انہیں مال غنیمت سے کچھ انعام بھی دیا جاتا تھا۔البتہ ان کے لئے کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہ تھا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۴]﴿ وَ اُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْاَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَاِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُلَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ اُحُدٍ﴾ [۱۷]

''سیدہ ام سلیط انصاریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی جہاد پر بیعت کرنیوالوں میں شامل تھیں چنانچہ وہ غزوۂ احد کے دن ہمارے لئے مشکیزے سیتی تھیں۔''

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۹۵]﴿ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسقِي وَ نُدَاوِي الْجَرْحٰى و نَرُدُّ الْقَتْلٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ ﴾ [۱۸]

''ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شامل ہو کر اپنے لشکر کو پانی پلاتی ، زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مقتولین کو مدینہ میں منتقل کرتی تھیں۔''

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۹۶] ﴿ وَ قَالَت كُنَّا نَغزُوُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَ نَخْدُمُهُم و نَرُدُّ الْجَرْحٰى وَالقَتْلٰى الَى الْمَدِيْنَةِ ﴾ [۱۹]

''سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتیں، قوم کے افراد کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت بجا لاتیں اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منورہ منتقل کرتیں۔''

میدان جنگ میں عورتوں کی شرکت اور ان کے فرائض کی تفصیل مذکورہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہو چکی ہے ۔ آخر میں ہم درج ذیل ایک صحیح حدیث سے عورتوں کا جنگ و قتال میں براہ راست شریک ہونا اور ضرورت کے وقت جہاد کا مرد و عورت پر فرض عین ہونا ثابت کرتے ہیں ۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۷] ﴿اَنَّ اُمَّ سُلَيمٍ اتَّخَذَتْ يَومَ حُنَيْنٍ اَوْ خَيبَرَ خِنجَرًا فكَانَ مَعَهَا۔ فَرَآهَا اَبُو طَلْحَة

[۱۷] صحيح البخارى= كتاب الجهاد والسَّير: باب حمل النِّساء القِرَبَ اِلَى النَّاس فِى الحرب ، الحديث: ٢٧٢٥

[۱۸] صحيح البخارى = كتاب الجهاد : باب مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الجَرحٰى فِى الغزو، الحديث : ٢٧٢٦

[۱۹] صحيح البخارى = كتاب الجهاد : باب رَدِّ النِّسَاءِ الجرحٰى وَ القَتلٰى، الحديث : ٢٧٢٧+كتاب الطِّب: باب هَل يُدَاوِى الرَّجُلُ المرأة وَالمرأةُ الرَّجُلَ ، الحديث: ٥٣٥٥

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذِهِ أُمُّ سُلَيمٍ مَعَهَا خِنجَرٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ :مَا هٰذَا الْخِنُجَرُ ؟ قَالَتِ اتَّخَذْتُهٗ اِن دَنَا مِنِّی اَحَدٌ مِنَ الْمُشرِكِينَ بَقَرتُ بِهٖ بَطنَهٗ ۔ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَضْحَكُ ۔ قَالَتْ : يَارَسُولَ اللّٰهِ ! اُقْتُل مَنْ بَعْدَنَا الطُّلَقَاءَ ، اِنْهَزَمُوا بِكَ ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا اُمَّ سُلَيْمٍ ! إِنَّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَد كَفٰى وَ اَحسَنَ))[20]

’’غزوۂ حنین یا خیبر کے روز سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ ایک خنجر رکھا ہوا تھا۔ جسے سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ ام سلیم کے پاس ایک خنجر ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا : ام سلیم ! یہ خنجر کس لئے ہے؟ انہوں نے عرض کیا :میں نے یہ خنجر اس لئے رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آ گیا تو اس کا پیٹ چاک کر دونگی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : طلقاء مکہ(جو لوگ فتح مکہ کے روز اہل مکہ میں سے مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا مگر وہ ضعیف الاسلام تھے) کو بھی آپ قتل کریں ، جو آپ سے شکست خوردہ تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اے ام سلیم! انکے لئے اللہ تعالیٰ بہت اچھی طرح کافی ہو گیا ہے ۔‘‘

لہٰذا ثابت ہوا :

(محدثین کرام نے مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل احکام ومسائل کو بیان فرمایا ہے)

1. عورتوں کو جہاد میں شریک کرنا بالاجماع ایک بہترین عمل بلکہ سنت نبویہ ہے ۔
2. جہاد میں عورتوں کے عمومی فرائض زخمیوں کو پانی پلانا، ان کا علاج معالجہ کرنا ،غازیوں اور شہیدوں کی حفاظت ونگہداشت اور مجاہدین کی خدمت کرنا ہے ۔
3. ضرورت اور حاجت کے وقت دو بدُ و جنگ میں شامل ہونا عورتوں پر بھی فرض عین ہے ۔
4. میدان قتال میں بوجہ ضرورت و مجبوری پردے کے احکام کی پابندی غیر ضروری ہوجاتی ہے ۔
5. حتیٰ کہ زخمی اور پیاسے مجاہدوں کے جسموں کے ساتھ عورتوں کے جسم کا مس ہونا بھی جائز وحلال ٹھہرتا ہے ۔

[20] صحیح مسلم= كتاب الجهاد والسّير : باب غزوةِ النِّساء مَعَ الرِّجال، الحديث :۱۸۰۹

(٦) عورتوں کو بھی اموال غنیمت سے بطور عطیہ و تحفہ کچھ ضرور دیا جائے گا۔

مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو**:

1. فتح الباری شرح البخاری:٦/٤١٦۔٤٢٠
2. شرح النَّووی علی صحیح مسلم :٢/١١٦
3. نیل الأَوطار شرح منتقی الأَخبار للشَّوکانی: ٧/٢٩٥۔٢٩٨
4. معالم السُّنَن للخطابی:٣/٣٧٩
5. التَّھذیب علٰی مختصر السُّنن لإِبن القیِّم:٣/٣٧٩۔٣٨٠
6. جامع التِّرمذی:١/١٨٨ = ابواب السِّیر

اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ:

سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[١٩٨]« غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُھُمْ فِیْ رِحَالِھِمْ فَاَصْنَعُ لَھُمُ الطَّعَامُ وَ اُدَاوِی الْجَرْحٰی وَ اَقُوْمُ عَلَی الْمَرْضٰی »[۲۱]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ۔میں ان کے پیچھے خیموں میں ٹھہر کر کھانا تیار کرتی ۔ زخمی غازیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مریضوں کی نگہداشت کرتی تھی۔''

اکثر علماء اسلام کے نزدیک جہاد میں شریک عورتوں کے لئے اموال غنیمت سے تحفہ وغیرہ کا حق ہے مگر مردوں کی طرح مقرر حصہ نہیں ہوگا۔امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب جنگ میں عملاً شریک ہوں گی یا زخمیوں کا علاج کریں گی تو ان کے لئے مقرر حصہ ہو گا۔لیکن پہلی بات ہی صحیح اور صریح حدیث کے مطابق ہے۔[۲۲]

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے ہیں :

" وَ اَسْھَمَ النَّبِیُّ بِخَیْبَرَ لِلنِّسَآءِ فَاَخَذَ بِذَالِکَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَہٗ۔ "[۲۳]

'' نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں عورتوں کو مقرر حصہ عطا فرمایا تھا اور آپ کے بعد تمام

---

[۲۱] صحیح مسلم = کتاب الجھاد : باب النِّساء الغازیات یُرضَخُ لَھُنّ وَلَا یُسھَمُ وَ النَّھی عن قتل صبیان اَھلِ الحرب ، الحدیث : ١٨١٢

[۲۲] رح النَّووی = ٢/١١٧ + معالم السُّنن :٤/٢٦١٣

[۲۳] صحیح التِّرمذی = أَبواب السِّیر : باب مَن یُعطی الفَیءَ

مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔''

درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مختلف حالات اور واقعات میں دونوں حدیثوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب عورتیں ، صنف نازک اور فطری طور پر کمزور ہونے کے باوجود بہادر مردوں کی طرح جرأت و بہادری کے جوہر دکھائیں اور خنجروں سے دشمنان اسلام کے پیٹ چاک کرنے لگیں تو مال غنیمت سے ان کو محروم رکھنے میں عدل و انصاف نظر نہیں آتا۔

خواتین اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ:

تم خواب خرگوش سے کب جاگوگی؟ اطراف عالم میں یہود و ہنود اور عیسائی درندوں کے ہاتھوں تمہاری عصمت وعفت کی چادر تار تار ہو رہی ہے ۔ بیدار ہو جاؤ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرح جہادی کارروائیوں میں عزم و ہمت اور خدمت ونصرت کی مثالیں روشن کرو۔ مجاہدۂ اسلام سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ لے کر دشمنان حق کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے ان کے سر قلم کردو ۔امہات المومنین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مجاہدین اسلام کے عزائم اور حوصلوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرو۔ اپنے فرزندوں کو اللہ کی جنتوں میں پیش رو اور سفارشی بنا لو اور شہیدۂ اسلام سیدہ ام حرام انصاریہ رضی اللہ عنہا والی روشن آرزوؤں اور زندہ دل تمناؤں کی خواہاں بنو، تاکہ سبقت لے جانے والوں میں تمہارا شمار ہو اور جنت الفردوس تمہارا نصیب ہو۔

((.................❀❀❀❀❀...........))

باب:۵

جہاد اور حقوق الوالدین

والدین کے ساتھ حسن سلوک :

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے :

[۱۹۹] ﴿ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَاۤ اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا ۝ وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا ۝ ﴾ [بنی إسرائیل = ۱۷: ۲۳، ۲۴]

"اور (اے نبی ﷺ!) تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کو "اف" تک نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور تعظیم وتکریم والی بات کرنا اور رحمت و مہربانی سے ان کے لئے عاجزی کا بازو جھکا دینا اور (دعا میں) کہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔"

[۲۰۰] ﴿ وَ وَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡہِ ۚ حَمَلَتۡہُ اُمُّہٗ وَہۡنًا عَلٰی وَہۡنٍ وَّ فِصٰلُہٗ فِیۡ عَامَیۡنِ اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ ؕ اِلَیَّ الۡمَصِیۡرُ ۝ وَ اِنۡ جَاہَدٰکَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡہُمَا وَ صَاحِبۡہُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫ وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ [لقمان = ۳۱: ۱۴، ۱۵]

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور دو برس میں اس کا

دودھ چھوٹا۔ اے انسان ! میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ بالآخر میرے پاس تیرا لوٹنا ہے۔ اور اگر والدین شدت کے ساتھ تجھے کہیں کہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراؤ جن کے بارے میں تیرے پاس کوئی علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت ہرگز نہ کرو اور دنیا میں دنیا کے عام دستور کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کرتا رہ۔ اور (دین میں) اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میری طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ میں تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کردونگا۔''

[۲۰۱] ﴿ وَ وَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ حُسۡنًا ؕ ﴾ [العنکبوت:۲۹:۸]

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔''

نبی ﷺ کا ارشاد ہے :

[۲۰۲] ((رَغِمَ اَنۡفُ ، ثَم رَغِمَ اَنفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنۡفُ۔قِيۡلَ: مَن يَا رَسُولَ اللّٰهِ!قَالَ: مَنۡ اَدۡرَكَ اَبَوَيۡهِ عِنۡدَ الۡكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوۡ كِلَيۡهِمَا فَلَمۡ يَدۡخُلِ الۡجَنَّةَ)) [۱]

''اس شخص کا ناک خاک میں رگڑا گیا(یعنی وہ ذلیل ہوگیا) ،وہ ذلیل ہوگیا، وہ ذلیل ہوگیا۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا : اے اللہ کے رسول !یہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا:جس نے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، وہ (ان کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہوا۔''

[۲۰۳] ((مَنۡ اَحَبَّ اَن يُّبۡسَطَ لَهٗ فِيۡ رِزۡقِهٖ ، وَ اَنۡ يُّنۡسَأَ لَهٗ فِي اَثَرِهٖ فَلۡيَصِل رَحِمَهٗ)) [۲]

'' جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو وہ قرابت داروں سے میل ملاپ رکھے۔''

[۲۰۴] ((جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ ! مَنۡ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسۡنِ صِحَابَتِيۡ؟ قَالَ ﷺ: ((اُمُّكَ)) قَالَ :ثُمَّ مَنۡ؟ قَالَ : ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قَالَ :ثُمَّ مَنۡ ؟ قَالَ: ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قَالَ :ثُمَّ مَنۡ؟ قَالَ : ((ثُمَّ اَبُوكَ)) [۳]

---

[۱] صحيح مسلم = كتاب البرِّ وَ الصِّلَة وَ الآداب: باب رَغِمَ اَنفُ مَن اَدرَكَ اَبَوَيهِ اَو اَحَدَهُمَا عِنۡدَ الكِبَرِ فَلَمۡ يدخُلِ الجنَّة ، الحديث: ۲۵۵۱

[۲] صحيح البخارى= كتاب الأدب : باب من بُسِطَ لَهٗ فِى الرِّزق بِصِلةِ الرِّحم، الحديث : ۵۶۳۹، ۵۶۴۰ + صحيح مسلم=كتاب البرِ والصِّلة والآداب : باب صلة الرَّحم و تحريم قطيعتِهَا ، الحديث: ۲۵۵۷

[۳] صحيح البخارى =كتاب الأدب: باب من أَحقُّ النَّاس بحسن الصُّحبة ، الحديث :۵۶۲۶+ صحيح مسلم = كتاب البرّ والصِّلة وَالآداب: باب برّ الوالدَين و أَنَّهما أَحقُّ بهٖ ، الحديث : ۲۵۴۸

'' ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے پوچھا: میرے اچھے برتاؤ کا لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں ہے۔ اس نے (دوبارہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔ اس نے پھر (تیسری دفعہ) سوال کیا اس کے بعد کون زیادہ حق دار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔اور پھر اس نے جب (چوتھی دفعہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ ہے۔''

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۰۵] ((اَلآ أُنَبِّئُكُم بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ثَلَاثًا۔ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: ((اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ)) وَ جَلَسَ وَ كَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ ((اَلآ وَ قَولُ الزُّورِ)) قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيتَهُ سَكَتَ)) [۴]

''کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ صحابہ نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

۲۔ والدین سے قطع تعلقی کرنا۔ آپؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا سنو!

۳۔ جھوٹی بات کہنا (بھی بڑے گناہوں میں شامل ہے۔) سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ یہ جملے مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔''

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۰۶] ((اِنَّ مِن اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ اَهلَ وُدِّ اَبِيهِ ، بَعْدَ أَنْ يُّوَلِّيَ)) [۵]

'' بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی والد کی وفات کے بعد اپنے باپ کے دوست و احباب سے میل جول رکھے۔''

لہٰذا معلوم ہوا:

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے درج ذیل احکام و مسائل معلوم ہوئے۔

① والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے۔

---

۴ صحیح البخاری= کتاب الشَّهادات: باب ما قِیل فی شهادة الزُّور وکتمان الشَّهادة ، الحدیث : ۲۰۱۱ + صحیح مسلم= کتاب الإیمان : باب بیان الکبائر و أکبرها ، الحدیث:۸۷

۵ صحیح مسلم = کتاب البرّ والصِّلة والآداب : باب فضل صلة أَصدقاء الأب و الاُمّ و نحوهِمَا، الحدیث : ۲۵۵۲ +صحیح أَبوداؤد = کتاب الأَدب : باب برّ الوالدَین ، الحدیث :۴۲۸۸ + صحیح التِّرمذی= أَبواب البِرِّ والصِّلة : باب إِكرام صدیق الوالد ، الحدیث : ۱۵۵۲

② بالعموم تمام رشتہ داروں اور بالخصوص والدین سے میل جول واجب ہے، جبکہ قطع تعلقی حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۰۷]﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ...... ﴾ [النِّساء=۱:۴]

" اس اللہ سے ڈرجاؤ جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے سے بھی ڈر جاؤ۔"

③ بڑھاپے میں والدین کی خدمت اور اعانت اور زیادہ ضروری ہوجاتی ہے اور یہ جنت میں داخل ہونے کا باعث ہے۔[۶]

④ والدین کو ڈانٹ پلانا، جھڑکنا، حتیٰ کہ " اف" تک کہنا بھی حرام ہے۔

⑤ والدین کے ساتھ نہایت عزت و تکریم کے ساتھ بات کی جائے۔

⑥ ان کے ساتھ مہربانی کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا کر رکھا جائے۔

⑦ بالخصوص ماں اور بالعموم باپ کو بہترین رفاقت اور اچھے سلوک کا تمام انسانوں سے زیادہ حقدار تسلیم کیا جائے۔

⑧ والدین کی وفات کے بعد اس کے دوست و احباب کے ساتھ میل جول رکھا جائے۔

⑨ والدین کی تربیت پر ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور ہمیشہ ان کا احسان مند بن کر رہا جائے۔

⑩ والدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی جائے بشرطیکہ وہ کافر اور مشرک نہ ہوں۔

⑪ والدین سے قطع تعلقی بالخصوص والدہ سے قطع تعلقی بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اس کے مقابلے میں والدین سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ واجب اور فرض ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ کریں۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا بتایا ہوا قاعدہ اور کلیہ یہ ہے:

[۲۰۸] ((لَا طَاعَةَ فِی الْمَعْصِیَةِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ))[۷]

" اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔"

⑫ کافر و مشرک والدین کے ساتھ دنیا میں دنیا کے دستور کے مطابق حسن سلوک ہو گا اور

---

[۶] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۰۲

[۷] صحیح البخاری = کتاب التَّمنّی : باب ما جاء فی إجازة خبر الواحد الصَّدوق فی الآذان وَالصَّلاة والصَّوم والفرآئض وَالَاحکام ، الحدیث : ۶۸۳۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الاُمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة ، الحدیث: ۱۸۴۰

دین میں ان کی مکمل مخالفت اور نافرمانی واجب ہو گی۔

⑭ والدین اگر اولاد کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کا سختی سے حکم کریں تو تب ان کی اطاعت حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس وقت انبیاء علیہم السلام کے راستے پر چلنا ضروری ہو گا۔ جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے نمونہ پیش کیا ہے۔

والدین کے مشروط حقوق

والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا:

والدین کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا اولاد پر ان کا حق ہے۔ مگر یہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ والدین کافر و مشرک نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۰۹]﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ○ ﴾ [التَّوبة=۹:۱۱۳،۱۱۴]

”نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین جہنم میں رہنے والے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا محض ایک وعدہ کی بناء پر تھا، جو اس نے اپنے باپ کے ساتھ کر رکھا تھا۔ پھر جونہی اس پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے دست بردار ہو گئے۔ بلاشبہ ابراہیم (علیہ السلام) دردمند اور بردبار تھے۔“

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ کے مومن بندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دشمنان دین اسلام سے مکمل نفرت اور بیزاری اختیار کریں۔ خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ نہ کہ ان کے لئے بخشش طلب کرنے لگیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق گلے میں ڈال رکھیں۔

والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عقوق الوالدین (یعنی

والدین سے قطع تعلق) کبیرہ گناہ اور حرام ہے ۔[8]

لفظ ''عقوق'' کا معنیٰ قطع رحمی ہے یہ باب '' عَقَّ یَعُقُّ '' کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے پھاڑنا اور کاٹنا۔نو مولود کے لئے ذبح کی جانے والی بکری کو بھی ''عقیقہ'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح '' عَقَّ عَنِ الْمَوْلُوْدِ'' کا بھی یہی معنی ہے۔[9]

◎ ملا علی قاری رقمطراز ہیں :

'' عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ اَیْ قَطْعُ صِلَتِهِمَا مَاخُوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَ هُوَ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ۔ ''[10]

''عقوق الوالدین کا معنیٰ قطع رحمی ہے۔ لفظ ''عُقُوق '' العق '' سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے، الشق اور القطع یعنی پھاڑنا اور کاٹنا۔''

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

'' اَمَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ فَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَ هُوَ الْقَطْعُ۔''

❁ ذَكَرَ الْاَزْهَرِیُّ یُقَالُ عَقَّ وَالِدَهٗ اِذَا قَطَعَهٗ وَ لَمْ یَصِل رَحِمَهٗ وَ اَمَّا حَقِیْقَةُ الْعُقُوْقِ الْمُحَرَّمِ فَقَلَّ مَنْ ضَبَطَهٗ۔

❁ وَ قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ: فَاِنَّهٗ لَا یَجِبُ طَاعَتُهُمَا فِیْ كُلِّ مَا یَأْمُرَانِ بِهٖ وَ یَنْهَیَانِ عَنْهُ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ۔

❁ وَ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِیْ فَتَاوٰهُ : الْعُقُوْقُ الْمُحَرَّمُ كُلُّ فِعْلٍ یَتَاَذّٰی بِهٖ الْوَالِدُ اَوْ نَحْوُهٗ مَعَ كَوْنِهٖ لَیْسَ مِنَ الْاَفْعَالِ الْوَاجِبَةِ رُبَّمَا قِیْلَ طَاعَةُ الْوَالِدَیْنِ وَاجِبَةٌ فِیْ كُلِّ مَا لَیْسَ بِمَعْصِیَةٍ ''[11]

'' عقوق الوالدین کا لفظ ''العق '' سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنیٰ '' کاٹنا'' ہے۔

❁ علامہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ''عَقَّ وَالِدَه '' کا معنیٰ ہے اس نے اپنے والدین سے قطع رحمی کی۔ تاہم عقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا حقیقی معنیٰ بہت کم بیان کیا گیا ہے۔''

❁ امام ابو محمد بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے :''والدین کی اطاعت ان کے ہر امر و نہی میں واجب نہیں۔ اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔''

❁ محدث ابن صلاح کہتے ہیں: ''عقوق سے مراد وہ فعل ہے جس سے والد یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اذیت محسوس کرے۔ بشرطیکہ وہ فعل شریعت کی طرف سے واجب اور

---

[8] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۰۲

[9] القاموس المحیط :۳/ ۲۷۵

[10] مرقاۃ شرح المشکوۃ :۱۷

[11] شرح النّووی : ۱/ ۶۵

فرض معاملات سے نہ ہو اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ والدین کی اطاعت ہر اس فعل میں واجب ہے جو شرعاً اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔''

اطاعتیں صرف تین ہیں:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ عوام الناس میں جو یہ بات مشہور ہے کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے اور والدین کی ہر لحاظ سے اطاعت واجب ہے یہ بات لغوی اور شرعی اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ عقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا صحیح معنی لغوی اور شرعی اعتبار سے نافرمانی نہیں بلکہ ''قطع رحمی'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آباء و اجداد کی مطلق اتباع و طاعت کی شدید مذمت فرمائی ہے اور یہی چیز کافروں اور مشرکوں کا دین حق قبول نہ کرنے کا سب سے بڑا باطل عذر تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱۰] ﴿ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ ۝﴾ [البقرۃ=۲:۱۷۰]

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی تو وہ کہتے بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا اگر بے عقل اور گمراہ ہوں پھر بھی وہ ان گمراہوں کی اطاعت کریں گے۔''

[۲۱۱] ﴿ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ الشَّيۡطٰنُ يَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيۡرِ ۝﴾ [سورۂ لقمان=۳۱:۲۱]

''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اگرچہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف ہی بلاتا ہو (پھر بھی یہ ان کی پیروی کرینگے)۔''

البتہ مشرک والدین کی نافرمانی فرض عین ہے۔

مشرکین آباء و اجداد سے نفرت اور ترک تعلق کا حکم سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ اور سورۃ الممتحنہ کی بہت ساری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ سورتوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں (۱) اللہ تعالیٰ (۲) رسول اللہ ﷺ (۳) امیر و خلیفہ کے علاوہ چوتھی کوئی اطاعت فرض نہیں۔ [۱۲] والدین کا حق نیکی، احسان اور صلہ رحمی ہے نہ کہ اطاعت۔

[۱۲] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف تین اطاعتیں ہی فرض قرار دیں ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ...... ﴾ [النساء=۴:۵۹] ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو امیر ہو اس کی بات مانو......''

جہاد اور والدین کا حق:

اوپر والی بحث میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ والدین اگر پوری سختی کے ساتھ بھی شرک یا معصیت کا حکم کریں تو ان کی نافرمانی اور ان سے بری الذمہ ہونا اور بغاوت کرنا لازم ہوگا۔ اب ہم ثابت کرینگے کہ امیر جماعت کی اطاعت ، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے عین مطابق ہے اور امیر کی نافرمانی گویا عین رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔لیکن اس اطاعت میں بھی مذکورہ شرط کا لحاظ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرے۔ تو پھر والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک اس لازمی شرط سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔حالانکہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کو والدین کی اطاعت اور پیروی قرار دینے پر بھی کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور امیر کی نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے اور امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۱۲] ((مَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ)) [۱۳]

”جو امیر جماعت کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہوگا۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[۲۱۳] ((فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)) [۱۴]

”جب امیر کی طرف سے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو مت اس کی بات سنو اور مت اطاعت کرو۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۲۱۴] ((لَاطَاعَةَ فِیْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ)) [۱۵]

---

[۱۳] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب يُقَاتَلُ مِن وَّرَآءِ الاِمَامِ وَ يُتَّقٰی بِهٖ۔ الحديث: ۲۷۹۷ + صحیح مسلم = کتاب الامارة : باب وجوب طاعة الاُمَراءِ فِی غير معصِيَةٍ وَ تحريمهَا فِی المَعْصِيَة، الحديث: ۱۸۳۵

[۱۴] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب السَّمع والطَّاعة للإمام ، الحديث:۲۷۹٦ +صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء فی غير معصية و تحريمها فی المعصية ، الحديث:۱۸۳۹

[۱۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۰۸

’’ اللہ کی نافرمانی میں امیر کی اطاعت نہ ہو گی۔ امیر کی اطاعت صرف اور صرف نیکی کے کاموں میں ہو گی۔‘‘

والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث :

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٢١٥]﴿ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْتَأْذَنَهُ فِی الْجِهَادِ۔ فَقَالَ: ﴿ أَحَیٌّ وَالِدَاكَ ؟ ﴾ قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ :﴿ فَفِیهِمَا فَجَاهِدْ ﴾ [١٦]

’’ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟اس نے عرض کیا: جی ہاں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو ان کی خوب خدمت کر۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٢١٦] ﴿ اَقْبَلَ رَجُلٌ اِلَی نَبِیِّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ : اُبَایِعُكَ عَلَی الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ اَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ۔ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم:﴿ فَهَلْ مِنْ وَالِدَیْكَ اَحَدٌ حَیٌّ ؟ ﴾ قَالَ نَعَمْ ! بَلْ كِلَاهُمَا۔ قَالَ:﴿ فَتَبْتَغِی الْاَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی ؟ ﴾ قَالَ: نَعَمْ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم:﴿ فَارْجِعْ اِلَی وَالِدَیْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا ﴾ [١٧]

’’ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا ، میں ہجرت اور جہاد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں۔ میں اس میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب طلب کرتا ہوں۔تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ موجود ہے ؟ اس نے عرض کیا جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ سے اجر و ثواب کا طالب ہے ؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٢١٧]﴿ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ جِئْتُ اُبَایِعُكَ عَلَی الْهِجْرَةِ وَ تَرَكْتُ اَبَوَیَّ یَبْكِیَانِ، فَقَالَ :﴿ ارْجِعْ عَلَیْهِمَا فَاَضْحِكْهُمَا كَمَا اَبْكَیْتَهُمَا ﴾ [١٨]

---

[١٦] صحیح البخاری = كتاب الجهاد: باب الجهاد باذن الأبوین ، الحدیث :٢٨٤٢+صحیح مسلم= كتاب البرّ والصّلة والآداب: باب برّ الوالدین و اَنّهما أَحقّ به، الحدیث :٢٥٤٩

[١٧] صحیح مسلم= كتاب البرّ والصّلة والآداب : باب بر الوالدین وَ اَنَّهما اَحقُّ به ، الحدیث: ٢٥٤٩

[١٨] صحیح أبو داؤد= كتاب الجهاد: باب فی الرَّجل یَغزو وَاَبَواه كارهان، الحدیث:٢٢٠٥+صحیح ابن ماجة=كتاب الجهاد : باب الرّجل یغزو وَ له أَبوان ، الحدیث: ٢٢٤٢+شُعَب الإیمان للبیهقی، الحدیث :٧٨٢٨+ مسند أَحمد:٢/١٦٠، ١٩٤،١٩٨،٢٠٤+ المستدرك عَلَی الصَّحیحین ، الحدیث:٧٢٥٠

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف واپس چلے جاؤ اور انہیں خوش کرو جیسے انہیں رلایا تھا۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۸] ((اَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الیَمَنِ فَقَالَ:((هَلْ لَكَ اَحدٌ بِالْيَمَنِ؟)) فَقَالَ اَبَوَایَ قَالَ :((اَذِنَا لَكَ؟)) قَالَ لَا۔ قَالَ :((ارْجِع اِلَيهِمَا فَاسْتَاذِنْهُمَا فَاِنْ اَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَاِلَّا فَبِرَّهُمَا))[19]

''ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن میں تیرا کوئی قریبی ہے؟ عرض کیا :جی ہاں میرے ماں باپ ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تجھے اجازت دی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا :نہیں ۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ان کے پاس جاؤ اور اجازت طلب

---

[19] صحیح أبوداؤد: کتاب الجهاد : باب فی الرَّجل یغزو وَ اَبَوَاه کارِهَان، الحدیث:۲۲۰۷+المنتقٰی لِابن الجارود ، الحدیث :۱۰۳۵۔ المطبع مکتبة الأثریة سانگلہ ہل باکستان +المستدرك عَلَى الصَّحیحین ، الحدیث:۲۵۰۱+ الإِحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، الحدیث:۴۲۲ ۔یہ حدیث ضعیف ہے۔علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے: قَالَ الحاکم و صحیح الاسناد وَ رَدَّہ الذَّهبی بقولهٖ "قُلتُ: درَّاجٌ واهٍ" فَأصاب لٰکِنَّ الحدیث بمجمُوع طُرُقِهٖ صَحِیحٌ۔" إِرواءُ الغلیل:۵/۲۱۔امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الإِسنادکہا ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے التَّلخیص میں اس بات کی تردید کی ہے اور کہا ہے اس کی سند میں تو دراج راوی ہے جو بہت ہی ضعیف اور بیکار آدمی تھا۔البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ تعاقب بالکل درست ہے لیکن یہ حدیث دیگر طرق اور اسناد کی وجہ سے صحیح ہے۔'' البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کے لئے جن اسناد کو سبب بنایا ہے انکا ذکر نہیں کیا۔لہٰذا صرف اتنی بات سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہو گی۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ شعیب الارناؤوط نے کہا ہے :اسناده ضعیف لِضُعف دَرَّاجِ ابو السَّمح عن أَبی الهیثم ...... وَ قَدْ علمتُ اَنّ دَرَّاجًا فِی رَوایتهٖ عَن أَبی الهیثم ضَعِیفٌ لٰکن یَشْهَدُ له الحدیث :۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۳۔ فَیَتَقَوّٰی بِهَا۔دیکھئے : الإِحسان فی تقریب صحیح ابن حبَّان:۱۶۵، ۱۶۶) ''اس کی سند ضعیف ہے ابو السمح درّاج راوی کی وجہ سے ...... میں جانتا ہوں کہ دراج اس روایت میں ضعیف راوی ہے لیکن اس کی شواہد احادیث بھی ہیں، مثلاً : ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۳۔ ان کی وجہ سے یہ روایت قوی ہو جاتی ہے۔ ابوشعیب الارناؤوط صاحب نے جن شواھد احادیث کی بناء پر اس روایت کو قوی قرار دیا ہے ان احادیث میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر تک نہیں۔ان میں سے ایک میں والدین کی خوب خدمت کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ دوسری روایت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور تیسری روایت ۴۲۳ میں والدین کی ناراضگی دور کرنے کا حکم صحابی کو دیا ہے۔ ان میں سے کسی میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں۔ لہٰذا وہ روایات اس اجازت طلب کرنے والی روایت کی شاہد نہیں ہو سکتی۔ جب شاہد نہیں ہو سکتی تو ان کی وجہ سے یہ حدیث کیسے قوی اور صحیح ہو سکتی ہے۔؟ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے'' تهذیب السُّنن عَلٰی صحیح أَبی داؤد :۳/۳۷۹ میں اس پر تبصرہ یوں فرمایا ہے : اَ خرجَهُ الحاکم فی المستدرك مما استدرکه علَی الشَّیخین فإِنَّ فیه درَّاجاً اَبا السَّمح وَ هُوَ صغیف، اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ جبکہ یہ ان احادیث میں سے ہے ہی نہیں جن کا امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیحین پر استدراک کیا ہے۔ اس میں تو ابو سمح درّاج ضعیف راوی ہے۔علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مختصر سنن ابی داؤد۔لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی والدین سے اجازت طلب کر کے جہاد کرنے والی حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔مسئلہ کے ثبوت کے لئے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔(ابوعمار بن عبدالجبار)

کرو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو جہاد کرو۔ وگرنہ انکے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا:

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عمومی حالات میں ہجرت اور جہاد کی اجازت چاہی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہاد کے لئے طلب نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی جہاد کے لئے آپ ﷺ کی طرف سے اعلان عام ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ضرورت نہ ہونے کی بناء پر اس کو والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح وہ شخص جو ہجرت اور جہاد پر بیعت کا خواہش مند تھا، اس نے بھی مذکورہ عمومی حالات ہی میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرنا چاہی جبکہ نہ وہ شخص ہجرت و جہاد کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مطلوب تھا اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس لئے وہ شخص کہتا ہے کہ میں صرف اجر و ثواب کے لئے جہاد کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس کو والدین کے ساتھ رہ کر حسن سلوک کا حکم دیا۔"

مذکورہ بالا شرائط کے دلائل

ہم نے احادیث کی تشریح میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے ان کے دلائل بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

پہلی شرط:

" عمومی حالات میں" اس لئے کہا کہ خصوصی حالات میں کسی شخص کے لئے بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۱۹] ﴿ مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ وَ مَنۡ حَوۡلَهُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ اَنۡ يَّتَخَلَّفُوۡا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَرۡغَبُوۡا بِاَنۡفُسِهِمۡ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۱۲۰]

" اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے (جہاد میں) پیچھے رہ جائیں۔ اور اپنی جانوں کو نبی ﷺ کی جان سے زیادہ ترجیح دیں۔"

[۲۲۰] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَ لۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ غِلۡظَةً ؕ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۱۲۳]

" اے مومنو! اپنے قریب والے کفار سے قتال جاری رکھو۔ اور وہ تم میں سختی پائیں......"

[۲۲۱] نَادٰی فِینَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْاحْزَابِ: ((اَنْ لَّا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ الظُّهْرَ(وَ فِیْ رِوَایَةِ الْبُخَارِیِّ، الْعَصْرَ) اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ)) فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ فَصَلَّوا دُوْنَ بَنِیْ قُرَیْظَةَ وَ قَالَ آخَرُوْنَ: لَا نُصَلِّی اِلَّا حَیْثُ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ قَالَ فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِیْقَیْنِ))[۲۰]

''غزوۂ احزاب سے واپسی کے روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ظہر(اور بخاری کی روایت کے مطابق عصر) کی نماز بنی قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے۔تو بعض لوگوں نے وقت فوت ہونے کے ڈر سے راستے میں نماز پڑھ لی۔ مگر بعض نے کہا کہ ہم تو ظہر یا عصر وہیں پڑھیں گے جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ نماز کا وقت فوت ہو جائے۔ پھر نبی ﷺ نے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا۔''

قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری احادیث سے ثابت ہوتاہے کہ میدان جہاد میں جب دشمن سے آمنا سامنا ہوجائے تواس وقت'' امیر کے طلب کرنے پر'' مومنوں کی مدد کے لئے ،قریب ترین دشمنان دین پرحملہ کرنے کے لئے اور حاجت وضرورت پڑنے پر جہاد ہر شخص پرفرض عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل مدینہ، آس پاس کے مسلمانوں اور بنی قریظہ کی طرف جہاد کے لئے جانے والوں کے لئے والدین کی اجازت کی شرط لگائی گئی تھی؟ جنہوں نے اس جہادی حکم کی خاطر نماز کو اس کے اول وقت سے مؤخر کر دیا۔ جبکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا افضل ترین عمل ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ان کے اس فعل کی تائید و تصدیق بھی فرما دی۔

دوسری شرط:

'' جبکہ آپ ﷺ نے طلب نہیں فرمایا تھا'' یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ امیر جہاد کے طلب کر لینے کے بعد بھی جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

[۲۰] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسَّیر: باب المبادرة بالغزو و تقدیم أَهَمِّ الأَمرَین المتَعَارِضَیْنِ ، الحدیث: ۱۷۷۰+ صحیح البخاری = أبواب صلٰوة الخوف: صلٰوة الطَّالب وَالمطلوب راكبًا وَ اِیمَاءً ، الحدیث: ۹۰٤

[۲۲۲]﴿ يَآيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ ؕ ...... ﴾ [التَّوبة =۹:۳۸]

''اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا جائے تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟......''

[۲۲۳] ((وَاِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا)) [۲۱]

''جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔''

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ اور اس مضمون کی تمام آیات قیامت تک کے لئے واجب العمل ہیں۔[۲۲]

تیسری شرط:

''جہاد کے لئے نکل پڑنے کا جب اعلان عام ہو'' کی شرط اس لئے پیش نظر ہے کہ اعلان عام کے وقت بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۲۲۴]﴿ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ ﴾[التَّوبة=۹:۴۱]

'' (مسلمانو!) ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کے لئے) نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔''

یہ اور اسی مضمون کی تمام آیات جن میں تمام مسلمانوں کو بلا تفریق (علاوہ معذور افراد کے) جہاد فی سبیل اللہ کا عام حکم دیا گیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق یہ دلائل جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے انتہائی مضبوط اور مستحکم دلائل ہیں۔سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ اور امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کچھ شافعیوں کا موقف بھی یہی ہے۔[۲۳]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ التوبہ کی مندرجہ بالا آیات :۳۸۔۴۱ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث: [۲۲۵] ((لَا هِجۡرَةَ بَعۡدَ الۡفَتۡحِ وَلٰكِن ....)) [۲۴] پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

---

[۲۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۵۹

[۲۲] تفسیر ابن کثیر :۲/۳۹۴

[۲۳] فتح الباری :۶/۳۷۷

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۵۹

" بَابُ وُجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ [۲۲۶]
﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ......﴾" [التوبة=۹:۴۱]

"جہاد کے لئے اعلان عام کے وقت نکلنا واجب ہے، نیز جہاد اور نیت میں سے کونسی چیز واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" ہلکے ہوں یا بھاری جہاد کے لئے نکل پڑو......"

اس عنوان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ آیات و احادیث جہاد کے فرض عین ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان عام کے لئے امیر اور خلیفہ کی شرط بلا دلیل ہے۔اعلان عام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۴۱ اور اس کی تائید کرنے والی بہت سی آیات اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔کبھی اعلان عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۳۸ واضح دلیل ہے۔

نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث" جب جہاد کے لئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جائے تو نکل پڑو" اور اس کی ہم معنٰی بہت سی دیگر احادیث اس پر واضح دلائل ہیں۔

اس موضوع کو مفصل اور مدلل طور پر ہم اس کتاب کے خلافت و امارت والے باب میں پیش کریں گے ۔(إِنْ شَاء اللّٰه تعالیٰ)

چوتھی شرط:

"ضرورت و حاجت" کی شرط ملحوظ رکھنے کو اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ضرورت و حاجت کے وقت، جب کہ میدان جہاد میں موجود مجاہدین مقاصد جہاد کی تکمیل میں کفایت نہ کر رہے ہوں تو بالاتفاق ایسی صورت میں کسی مسلمان کو فریضۂ جہاد کی ادائیگی کی بجائے والدین کی خدمت کرنے کا مشورہ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ فریضہ جہاد جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں درمیانی نماز یعنی نماز عصر کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۲۷]((مَلَاءَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ)) [۲۵]

"اللہ تعالیٰ ان (کافروں) کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔ انہوں نے

[۲۵] صحيح البخاری= كتاب الجهاد: باب الدُّعاء عَلَى المشركين بالهزيمةِ وَ الزلزلة ، الحديث:۲۷۷۳+ صحيح مسلم = كتاب المساجد وَ مواضع الصَّلٰوة باب التَّغليظ فی تفويت العصر، و باب الدَّليل لمن قال الصَّلٰوة الوسطٰى هِیَ صلٰوة العصر ، الحديث :۶۲۷

ہمیں درمیانی نماز سے مشغول رکھا یہاں تک سورج غروب ہوگیا۔''
یعنی ہمیں اتنا مشغول رکھا جنگ و جہاد میں کہ ہم نماز عصر بھی نہ پڑھ سکے۔

جہاد اور والدین سے تعلقات

یہ کیسے ممکن ہے ؟

کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ جہاد کے مقابلے میں آباء و اجداد ، بھائیوں ، بیٹوں، بیویوں اور کنبے و قبیلے والوں، مال و دولت ،تجارت و کاروبار ،کوٹھیوں اور محلات کو زیادہ محبوب رکھنے والوں کو یہ کہتے ہیں کہ: '' انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا عذاب آ جائے۔'' [التَّوبة=۹:۲٤] نیز جہاد میں نہ نکلنے والوں کو یہ کہتے ہیں: ''اگر جہاد میں نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم آباد کردے گا۔'' [التَّوبة=۹:۳۹] اس میں ڈانٹیں اور وعیدیں سنا رہے ہوں۔

یہ کیسا عدل و انصاف ہے؟

کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جیسے بدری صحابی کی محض اس غلطی پر اس قدر ڈانٹ اور انتباہ فرمائے کہ جب انہوں نے مکہ میں مقیم اہل و عیال کے تحفظ کی خاطر (نہ کہ بدنیتی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع روانہ کر دی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے پوری امت کی ہدایت کے لئے سورۃ الممتحنہ کی تیرہ (۱۳) آیات نازل فرما کر یہ بات سمجھائی:

[۲۲۸] ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِيْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ O﴾ [الممتحنة=۶۰:۱]

''ایمان دارو! اگر تم میری رضا مندی کے طلب گار ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے (مکہ) سے ہجرت کر کے آئے ہو تو میرے اور اپنے مشترکہ دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان سے دوستی کرتے ہو، حالانکہ وہ اس کا انکار کر چکے ہیں جو حق تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ تم کو اور رسول کو اس بات پر نکالنا چاہتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لاتے ہو جو تمہارا رب

ہے۔اگر تم جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو اور میری رضا چاہتے ہو (تو ان سے دوستی ہرگز نہ کرو۔)تم چپکے چپکے ان سے دوستی لگاتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ میں تمہاری چھپی اور کھلی (دونوں قسم کی باتوں کو) خوب جانتا ہوں۔تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[۲۲۹]﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ......﴾[الممتحنة = ۶۰:۳]

"تمہارے رشتہ دار (ماں باپ وغیرہ) اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں (جہاد کے مقابلے میں) کوئی نفع نہیں پہنچا سکیں گے......"

یہ کیونکر جائز ومناسب ہے؟

کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں:

[۲۳۰] ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))[۲۶]

"تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے ہاں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ٹھہروں۔"

اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے امام نووی رحمہ اللہ کا قائم کیا ہوا عنوان دیکھیں:

"بَابُ وُجُوْبِ مَحَبَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ"

(اس بارے میں باب کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا واجب ہے اپنے بیوی بچوں، ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر۔)

یہ بھلا کیسے ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اس سب سے بڑے حکم جہاد فی سبیل اللہ جو اسلام کے تمام اصولوں کی اصل اور تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہے، کو ماں باپ، آباء و اجداد کی محبت اور ان کی خدمت کی خاطر ملتوی یا مؤخر کر دیا جائے، ان کی اجازت پر موقوف کر دیا جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں آباء و اجداد وغیرہ کو ترجیح دینے پر ڈانٹیں، وعیدیں اور دھمکیاں صرف مہاجرین و انصار و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے تھیں؟

---

[۲۶] صحیح البخاری= کتاب الإیمان : بابُ حُبِّ الرَّسول ﷺ مِنَ الإِیمان ، الحدیث ۱۵ + صحیح مسلم=کتاب الإیمان : باب وجوب مَحبَّة رسول اللّٰه ﷺ أَكثرُ منَ الأَهل وَالولد وَالوالد، الحدیث :۴۴

اور بعد کے مسلمان جس طرح چاہیں پوری کائنات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت کرنے کی بجائے اس کی محبت و اطاعت میں آباء و اجداد سمیت سینکڑوں شریک ٹھہراتے پھریں۔(مَعَاذَ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ)ان کے لئے کوئی ڈانٹ، وعید اور دھمکی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔

دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت :

گذشتہ بحث سے مسئلہ یہ سمجھ آیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ومحبت، جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت وفرضیت کو کائنات کی تمام چیزوں پر مقدم رکھنے کے موضوع پر جتنی بھی آیات اور احادیث ذکر کی گئی ہیں اس کے مقابلے میں والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے سے متعلق احادیث میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث اس وقت کے لئے ہیں جب عمومی حالات ہوں، جہاد کا اعلان عام نہ ہو، سب لوگوں کے نکلنے کی ضرورت بھی نہ ہو یا پھر اس وقت کے لئے ہیں جب والدین اولاد کے جہاد کی طرف نکلنے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوسکتے ہوں اور جہاد عمومی طور پر فرض عین بھی نہ ہوا ہو۔

مطابقت والے موقف کے دلائل:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آکر کہا ''میں نے والدین کو روتے ہوئے چھوڑا ہے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان کو خوش کرو جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔''

ان الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس جانے کا حکم محض والدین کی پریشانی دور کرنے کے لئے دیا۔ یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ جب تک تمہارے والدین زندہ ہیں تم نے دوبارہ جہاد کے لئے نہیں نکلنا، بلکہ حدیث میں والدین کو راضی کرکے آنے کا واضح اشارہ موجود ہے۔

اسی طرح مطابقت کی یہی صورت بخاری ومسلم کی پیش کردہ احادیث میں اختیار کی جاسکتی ہے۔ بلکہ بیان کی گئی تینوں احادیث میں والدین سے اجازت لینے کی شرط صراحت کے ساتھ یا اشارہ کے ساتھ کسی طرح موجود نہیں؟۔ صرف ان کی خدمت اور صلہ رحمی کا حکم ہے اور خدمت و صلہ رحمی جہاد کے متضاد اور جہاد سے ٹکرانے والے افعال نہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص والدین کی خدمت اور صلہ رحمی کے حقوق بھی بجالاتا رہے، اس کے ساتھ موقع اور فرصت ملنے پر فریضۂ جہاد بھی سرانجام دیتا رہے۔

ذکر کی گئی احادیث کا یہی معنٰی احادیث کے الفاظ کے زیادہ مطابق ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس کو ابو داؤد ، نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے، صرف یہی ایک حدیث ہے جس میں واضح طور پر والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے کا ذکر ہے۔ یہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ لہٰذا اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بقول شیخ البانی رحمہ اللہ بہت زیادہ سندوں کی وجہ سے اس کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو مطابقت کی مندرجہ بالا صورتیں اس میں بھی اختیار کی جا سکتی ہیں۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۳۱] جاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَسَأَلَہُ عَنْ اَفْضَلِ الْاَعْمَالِ قَالَ :((اَلصَّلٰوۃُ)) قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: ((اَلْجِہَادُ)) قَالَ فَاِنَّ لِیْ وَالِدَیْنِ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ((اٰمُرُکَ بِوَالِدَیْکَ خَیْرًا)) فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَاُجَاھِدَنَّ وَلَاَتْرُکَنَّھُمَا۔ قَالَ :((فَاَنْتَ اَعْلَمُ)) [۲۷]

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے افضل ترین عمل کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز ہے۔ اس نے پوچھا پھر کونسا عمل؟ فرمایا :”جہاد فی سبیل اللہ۔“ اس نے عرض کیا: میرے والدین بھی موجود ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کرونگا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دونگا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔“

یہ روایت بھی عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ہے اور اس موضوع پر ان سے مروی باقی تمام روایات ایسی ہیں جن میں خاص یا مفصل واقعات بیان ہوئے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا :

(اس سلسلے کی تمام احادیث کو ملحوظ نظر رکھا جائے تو درج ذیل احکام و مسائل سمجھ میں آتے ہیں:)

① رسول اللہ ﷺ نے عمومی حالات میں جہاد کے اعلان عام نہ ہونے کے وقت اور

[۲۷] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان= کتاب الصَّلوٰۃ : باب ذکر الخبرِ الدَّال علیٰ اَنَّ الصَّلوٰۃ الفریضۃ أَفضل من الجہاد الفریضۃ، الحدیث:۱۷۲۲ + فتح الباری:۶/۴۸۱ + نیل الاوطار :۷/۲۳۳

ضرورت و حاجت نہ ہونے کی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک دونوں فرائض کو اپنے اپنے مواقع پر برابر انجام دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ''ان کی خدمت کر'' اور قرآن مجید کی آیت کے الفاظ ''اللہ کے راستے میں جہاد کرو'' میں کوئی تعارض وتضاد نظر نہیں آتا۔ لہٰذا دونوں پر عمل ممکن ہے۔

② نبی ﷺ کے دونوں فرمان [۲۳۲] ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) [۲۸] (ان دونوں کی خدمت کر۔) [۲۳۳] ((فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا)) [۲۹] (اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔)

نیز اللہ تعالیٰ کے فرامین: [۲۳٤] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ (ہلکے اور بھاری نکلو) اور [۲۳٥] ﴿خُذُوْا حِذْرَكُمْ ﴾ (اپنا بچاؤ لازم پکڑو) ایک دوسرے کے متضاد اور ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ بلکہ دونوں کے احکام واجب العمل ہیں۔

③ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ [۲۳٦] ((فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا)) [۳۰] میں والدین کی طرف لوٹنے کی ایک وقتی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔دوسرے فرمان رسول ﷺ: [۲۳۷] ((لَأُجَاهِدَنَّ وَ لَاتُرْكَنَّهُمَا)) [۳۱] میں ضرورت کے وقت سب سے بڑے فریضہ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کے واجب اور فرض ہونے کی مضبوط دلیل موجود ہے۔

④ حدیث کے الفاظ: [۲۳۸] ((فَأَنْتَ أَعْلَمُ)) [۳۲] (پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔) رسول اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ صحابی رسول کا فیصلہ والدین کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکلنا درست اور صحیح تھا۔

⑤ والدین کی اجازت لے کر جانے والے ایک صحابی کا واقعہ اس کے ساتھ خاص تھا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس ایک واقعہ کے علاوہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بالعموم یہ حکم دیا ہو کہ جہاد کے لئے جاتے ہوئے زندہ والدین کی خدمت وصلہ رحمی کے فریضہ کو مقدم ہی رکھو۔ اگرچہ والدین سے صلہ رحمی اور خدمت بھی اپنی جگہ اہم فریضہ اور بہترین اعمال میں سے ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا

---

۲۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۱٥

۲۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۱٦

۳۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۱۷

۳۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۳۱

۳۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۳۱

غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب، غزوۂ تبوک اور دیگر غزوات اور کارروائیوں میں شریک ہونے والے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے والدین بقضائے الٰہی فوت ہو چکے تھے؟ کہ اللہ کے صادق اور مصدوق نبی ﷺ نے کسی ایک مجاہد سے بھی یہ نہ پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں اور نہ کسی کو ان کی خوب خدمت کرنے کا حکم دیا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں غزوۂ حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے منافقوں اور مومنوں کو شدید ترین ڈانٹیں پلائی ہیں، ان کے جہاد سے پیچھے رہ جانے کے جرم پر ان کو شدید ترین عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں اور ان تمام پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی نے بھی والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا عذر پیش نہیں کیا اور نہ اس طرح کا عذر قابل قبول سمجھا گیا۔

محدثین اور فقہاء کی وضاحت:

سب سے پہلے ہم پیش کی گئی احادیث پر صحاح ستہ کے مصنفین کے تجویز کئے ہوئے ابواب نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ انہوں نے ان احادیث کا مفہوم کیا سمجھا۔

۱ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری کتاب الجہاد میں باب باندھا ہے کہ "بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْاَبَوَيْنِ" (والدین کی اجازت کے ساتھ جہاد کرنا) حدیث نمبر: ۲۸۳۲

۲ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح مسلم میں کتاب کا نام جس میں یہ حدیث ذکر کی ہے یہ تجویز کیا ہے کہ "كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالآدَابِ" حدیث نمبر: ۲۵۴۹

۳ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کے ابواب مرتب کئے ہیں۔ جس باب میں حدیث ذکر کی گئی ہے اس کا عنوان قائم ہے کہ "بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَ اَنَّهُمَا اَحَقُّ بِهٖ" (والدین سے نیک سلوک کرنا اور بلاشبہ وہ دونوں اس نیک سلوک کے سب سے زیادہ مستحق ہیں) حدیث نمبر: ۲۵۴۸، ۲۵۴۹

۴ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابواب الجہاد میں باب تجویز کیا ہے کہ "بَابٌ فِيْ مَنْ خَرَجَ فِي الْغَزْوِ وَ تَرَكَ اَبَوَيْهِ" (اس شخص کے بارے میں کہ جو جہاد کے لئے چلا جاتا ہے اور والدین کو چھوڑ دیتا ہے) حدیث نمبر: ۱۳۶۵

۵ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الجہاد میں اس حدیث پر باب تجویز کیا ہے کہ "بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ التَّخَلُّفِ لِمَنْ لَهٗ وَالِدَانِ" (اس شخص کو جہاد سے پیچھے رہنے کی رخصت ہے جس کے والدین ہوں) حدیث نمبر: ۲۹۰۸

۶ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے (صحیح ابوداؤد = کتاب الجہادِ میں باب درج کیا ہے کہ

"بَابُ فِیُ الرَّجُلِ یَغُزُوُ وَ اَبوَاهُ کَارِهَانِ "(اس شخص کے بارے کہ جو جہاد کرتا ہے اور اس کے والدین ناپسند کرتے ہیں) حدیث نمبر: ۲۲۰۵، ۲۲۰۶

۷ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے (صحیح) ابن ماجۃ = کتاب الجہاد میں یہ باب درج کیا ہے کہ "الرَّجُلُ یَغزُوُ وَلَهُ أَبوَانِ" (آدمی جہاد کرے اور اس کے والدین بھی ہوں) حدیث نمبر:۲۷۸۲

۸ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان= کتاب البرّ وَالِاحُسَانِ میں یہ باب درج فرمایا ہے کہ "ذِکُرُ الاستِحبَابِ لِلمَرءِ اَن یُّؤثِرَ بِرَّالوَالِدَینِ عَلَی الجِهَادِ النَّفلِ فِیُ سَبِیلِ اللّٰهِ" (اس بات کا ذکر کہ آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر ترجیح دے جب جہاد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو۔) حدیث نمبر: ۴۲۱

جبکہ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابن حبان= کِتَابُ البِرّ وَالِاحُسَانِ میں تھوڑا سا آگے ایک اور باب درج کیا ہے کہ "ذِکرُ البَیَانِ بِاَنَّ بِرَّ الوَالِدَینِ اَفضَلُ مِنُ جِهَادِ التَّطَوُّعِ" (اس بات کا تذکرہ کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا نفلی جہاد سے افضل ہے۔) حدیث نمبر: ۴۲۳

◎ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مؤطا میں موجود ہے:

"سُئِلَ مَالِكٌ عَنُ رَجُلٍ اَوجَبَ عَلٰی نَفُسِهِ الْغَزُوَ فَتَجَهَّزَ حَتّٰی اِذَااَرَادَ اَن یَّخُرُجَ مَنَعَهٗ اَبَوَاهُ اَوُ اَحدُهُمَا فَقَالَ اِنِّی لَااَرٰی اَن یُّکَابِرَهُمَا وَلٰکِنُ یُؤَخِّرُ ذٰلِكَ اِلٰی عَامٍ آخر"[۳۳]

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے آپ پر جہاد کو واجب قرار دے لیتا ہے یعنی جہاد کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے، اس کے لئے پوری تیاری کر لیتا ہے، پھر اس کو اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک روک لیتا ہے تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں تو یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ والدین کی مخالفت کرے۔ البتہ جہاد کو اگلے سال تک کے لئے ملتوی کردے۔"

مذکورہ تجویز کئے گئے ابواب اور عنوانات پر سرسری نظر ڈالنے سے جمع و تطبیق میں بیان کی گئی وجوہات کی مکمل تصدیق ہوسکتی ہے۔ جہاں تک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اسی حدیث پر قائم کئے ہوئے دوسرے عنوان "لَا یُجَاهِدُ اِلَّا بِاِذنِ الاَبوَیِنِ" (کوئی والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے) کا تعلق ہے تو اس عنوان کو امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے "کِتَابُ الاَدَب"[۳۴] میں قائم کیا

---

[۳۳] المؤطّا للإمام مالك= کتاب الجهاد : باب العمل فیمن أعطی شیئًا فی سبیل اللّٰه

[۳۴] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب لا یجاهد اِلَّا بِاِذنِ الاَبوَینِ، الحدیث: ۵۶۲۷

ہے نہ کہ ''کِتَابُ الْجِهَادِ میں۔ لہٰذا وہاں پر یقیناً نفلی جہاد مراد ہے نہ کہ وہ جہاد جو فرض عین ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل سے واضح ہو رہا ہے۔

◎ امام عبد السلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بن حزم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَ هٰذَا كُلُّهُ اِنْ لَّمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ الْجِهَادُ فَإِذَا تَعَيَّنَ فَتَرْكُهُ مَعْصِيَةٌ وَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ " [۳۵]

''والدین سے اجازت لے کر جہاد پر جانے والی تمام احادیث پر عمل اسی صورت میں ہوگا جبکہ جہاد کسی پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ چنانچہ جب فرض عین ہوگا تو جہاد نہ کرنا معصیت ٹھہرے گا اور اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔''

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فَأَمَّا اِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ فَرْضُ الْجِهَادِ فَلَا حَاجَةَ بِهِ اِلٰى اِذْنِهِمَا وَ اِنْ مَنَعَاهُ مِنَ الْخُرُوْجِ عَصَاهُمَا وَ خَرَجَ فِي الْجِهَادِ وَ هٰذَا اِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَاِنْ كَانَا كَافِرَيْنِ فَلَا سَبِيْلَ لَهُمَا اِلٰى مَنْعِهِ مِنَ الْجِهَادِ فَرْضًا كَانَ اَوْ نَفْلًا وَ طَاعَتُهُمَا حِيْنَئِذٍ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ وَ مَعُوْنَةٌ لِلْكُفَّارِ وَ إِنَّمَا عَلَيْهِ اَن يَبرَّهُمَا وَ يُطِيْعَهُمَا فِيْمَا لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ ۔ " [۳۶]

''جب ایک شخص پر فریضۂ جہاد متعین ہوجائے تو اسے والدین سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ جہاد کی طرف نکلنے سے منع کریں تو ان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کے لئے چلا جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ مسلمان ہوں۔ چنانچہ اگر والدین کافر ہوں تو انہیں جہاد سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ اس صورت میں ان کی اطاعت کرنا اللہ کی نافرمانی اور کفار کے تعاون کے مترادف ہے۔ اولاد پر صرف ان کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے اور جن کاموں میں اللہ کی معصیت نہ ہو ان کاموں میں ان کی اطاعت ضروری ہے۔''

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

" هٰذَا كُلُّهُ اِذَا لَمْ يَحْضُرِ الصَّفَّ وَ يَتَعَيَّنِ الْقِتَالُ وَ إِلَّا فَحِيْنَئِذٍ يَجُوزُ بِغَيْرِ اِذْنٍ۔ " [۳۷]

'' جہاد میں والدین سے اجازت لینے پر عمل صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ آدمی میدان

---

[۳۵] منتقى الأخبار مع نيل الأوطار: ۷/۲۳۱ + المحلّى لِابْن حزم: ۷/۲۹۲

[۳۶] معالم السُّنن للخطّابى : ۳/۳۷۸ + المنتقى شرح مؤطّا: ۳/۱۷۵

[۳۷] شرح النّووى : ۲/۲۱۳

جنگ میں حاضر نہ ہو اور جہاد وقتال اس پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ وگرنہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

" فَاِذَا تَعَيَّنَ الجِهَادُ فَلَا اِذنَ وَيَشْهَدُ لَهُ مَا اَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّان:[۲۳۹]« عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ .... فَقَالَ وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَأُجَاهِدَنَّ وَ لَأَتْرُكَنَّهُمَا قَالَ: فَاَنْتَ اَعْلَمُ »[۳۸] وَ هُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى جِهَادِ فَرْضِ الْعَيْنِ تَوفِيْقًا بَيْنَ الْحَدِيْثَيْنِ......"

''جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس مفہوم کی تصدیق وشہادت امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں سائل نے بالآخر عرض کیا کہ میں لا محالہ جہاد کے لیے نکلوں گا اور والدین کو چھوڑ دونگا۔ جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' پھر تو زیادہ بہتر جانتا ہے۔'' یعنی اس کے عزم کی تائید اور حمایت فرمائی۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ نیز امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسم کی احادیث کو مختلف حالات پر محمول کرکے ان پر عمل کیا جائے۔[۳۹]

◎ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"هٰذَا فِىْ جِهَادِ التَّطَوُّعِ لَا يَخْرُجُ اِلَّا بِاِذْنِ الوَالِدَيْنِ اِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَاِنْ كَانَ الْجِهَادُ فَرْضًا مُتَعَيّنًا فَلَا حَاجَةَ اِلٰى اِذْنِهِمَا وَ اِنْ مَنَعَاهُ عَصَاهُمَا وَ خَرَجَ وَ اِنْ كَانَ كَافِرَيْنِ فَيَخْرُجُ بِدُوْنِ اِذْنِهِمَا فَرْضًا كَانَ الْجِهَادُ اَوتَطَوُّعًا ۔" [۴۰]

''نفلی جہاد میں والدین کی اجازت کے بغیر نہ نکلے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو ان کی اجازت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ منع کریں تو ان کی اطاعت نہ کرے اور جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔ اگر والدین کافر ہوں تو بہرصورت ان کی اجازت کے بغیر ہی جہاد کے لئے نکلے خواہ وہ فرض ہو یا نفل۔ اس کی مثال حج، روزہ اور نماز وغیرہ ہے۔''

---

۳۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۳۱

۳۹ فتح الباری : ۶/۴۸۱ + نیل الأوطار للشّوکانی : ۷/۲۳۳

۴۰ قال بِهٖ فی شرح السُّنَّة نقلاً عن تحفة الأحوذی:۳/۲۰

◎ شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" فَإذَا تَعَيَّنَ الْجِهَادُ فَلَا۔ فَإنْ قِيلَ ...... فَمَاوَجْهُ تَقْدِيمِ الْجِهَادِ قُلْتُ لِاَنَّ مَصْلَحَتَهٗ اَعَمُّ۔ "[1]

" جب جہاد فرض عین ہو جائے گا تو کسی اجازت کی ضرورت نہ ہو گی۔کیونکہ جہاد کے مقاصد دوسرے فرائض سے زیادہ وسیع اور عام ہیں۔اس لئے وہ باقی فرائض پر مقدم ہو گا۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غزوۂ احزاب کے موقع پر جہاد کو فرض نمازوں پر ترجیح دی، جب کفار کے خلاف لڑتے ہوئے آپ کی کئی ایک نمازیں رہ گئیں تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازوں کا وقت ہو جانے کے باوجود جہاد جاری رکھا اور نمازوں کو مؤخر کر دیا۔

محدثین کی تشریحات پیش کی جا چکی ہیں۔ اس مسئلے میں جمہور فقہاء کی آراء بھی تائید و تصدیق میں موجود ہیں۔جس کے لئے ملاحظہ ہوں درج ذیل حوالہ جات:

1. الرَّوضة النَّدِيَّة للشَّوكانی :۲/ ۳۳۴ / ۳۳۵
2. السَّيل الجرَّار للشَّوكانی: ۴/ ۵۱۵، ۵۱۶
3. العُمْدَة للشَّيخ عبد اللّٰه ابن أَحمد الحنبلی :۴۹۶
4. العدَّة شرح العمدة للمقدَّسی:۴۹۶
5. فِقهُ السُّنَّة للسَّيِّد السَّابق:۳/ ۱۳۲
6. رَدُّ المحتار علی الدُّر المختار لِإبن عابدين :۲/ ۳۰۴
7. المغنی لِإبن قدامة الحنبلی :۸/ ۳۵۹، ۱۰/ ۳۸۳

فرضیت جہاد کے حالات و مراحل:

جہاد کے فرض عین یا کفایہ ہونے کا مسئلہ اسی کتاب " الجہاد الاسلامی " کے باب " جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ " میں ہم مفصل اور مدلل طریقہ سے بیان کر چکے ہیں۔تاہم یہاں پر " فتح الباری " سے ایک حوالہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔باقی دلائل اور حوالہ جات کے لئے متعلقہ باب کا مطالعہ کیجئے:

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

" لِلنَّاسِ فِي الْجِهَادِ حَالَانِ: **إحْدٰهُمَا** فِیْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْاُخْرٰی

[1] سُبُل السَّلام:۴/ ۸۴

بَعْدَہٗ۔ **فَاَمَّا الْاُولٰی** فَاَوَّلُ مَا شُرِعَ بَعْدَ الْھِجْرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ اتِّفَاقًا۔ ثُمَّ بَعْدَ اَنْ شُرِعَ ھَلْ کَانَ فَرْضَ عَیْنٍ اَوْ کِفَایَۃٍ؟ قَوْلَانِ مَشْھُوْرَانِ لِلْعُلَمَاءِ وَ ھُمَا فِیْ مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ رحمة الله علیه۔

◎ **وَقَالَ الْمَاوَرْدِیُّ**: کَانَ عَیْنًا عَلَی الْمُھَاجِرِیْنَ دُوْنَ غَیْرِھِمْ وَ یُؤَیِّدُہٗ وُجُوْبُ الْھِجْرَۃِ قَبْلَ الْفَتْحِ فِیْ حَقِّ کُلِّ مَنْ اَسْلَمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لِنَصْرِ الْاِسْلَامِ۔

◎ **وَقَالَ السُّھَیْلِیُّ**: کَانَ عَیْنًا عَلَی الْاَنْصَارِ دُوْنَ غَیْرِھِمْ۔ وَ یُؤَیِّدُہٗ مُبَایَعَتُھُمُ النَّبِیَّ ﷺ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ عَلٰی اَنْ یُّؤْوُا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ یَنْصُرُوْہٗ۔ فَیَخْرُجُ مِنْ قَوْلِھِمَا اَنَّہٗ کَانَ عَیْنًا عَلَی الطَّائِفَتَیْنِ کِفَایَۃً فِیْ غَیْرِھِمْ۔ وَ مَعَ ذَالِکَ فَلَیْسَ فِیْ حَقِ الطَّائِفَتَیْنِ عَلَی التَّعْمِیْمِ، بَلْ فِیْ حَقِّ الْاَنْصَارِ اِذَا طَرَقَ الْمَدِیْنَۃَطَارِقٌ وَ فِیْ حَقِّ الْمُھَاجِرِیْنَ اِذَا اُرِیْدَ قِتَالُ اَحَدٍ مِّنَ الْکُفَّارِ اِبْتِدَاءً وَ یُؤَیِّدُ ھَذَا مَا وَقَعَ فِیْ قِصَّۃِ بَدْرٍ فِیْمَا ذَکَرَہُ ابْنُ اِسْحَاقَ، فَإِنَّہٗ کَالصَّرِیْحِ فِیْ ذَالِکَ وَ قِیْلَ کَانَ عَیْنًا فِی الْغَزْوَۃِ الَّتِیْ یَخْرُجُ فِیْھَا النَّبِیُّ ﷺ دُوْنَ غَیْرِھَا۔ وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّہٗ کَانَ عَیْنًا عَلٰی مَنْ عَیَّنَہُ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ حَقِّہٖ وَلَوْ لَمْ یَخْرُجْ۔

اَلْحَالُ الثَّانِیْ: بَعْدَہٗ ﷺ فَھُوَ فَرْضُ کِفَایَۃٍ عَلَی الْمَشْھُوْرِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَۃُ اِلَیْہٖ کَأَنْ یُّدْھِمَ الْعَدُوُّ وَ یَتَعَیَّنُ عَلٰی مَنْ عَیَّنَہُ الْاِمَامُ وَ یَتَادّٰی فَرْضُ کِفَایَۃٍ بِفِعلِہٖ فِی السَّنَۃِ مَرَّۃً عِنْدَ الْجُمْھُوْرِ وَ مِنْ حُجَّتِھِمْ اَنَّ الْجِزْیَۃَ تَجِبُ بَدَلًا عَنْہُ وَلَا تَجِبُ فِی السَّنَۃِ اَکْثَرَ مِنْ مَرَّۃٍ اِتِّفَاقًا فَلْیَکُنْ بَدَلُھَا کَذَالِکَ۔ وَ قِیْلَ یَجِبُ کُلَّمَا اَمْکَنَ وَھُوَ قَوِیٌّ وَالَّذِیْ یَظْھَرُ اَنَّہٗ اسْتَمَرَّ عَلٰی مَاکَانَ عَلَیْہِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی اَنْ تَکَامَلَتْ فُتُوحُ مُعْظَمِ الْبِلَادِ وَانْتَشَرَ الْاِسْلَامُ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ ثُمَّ صَارَ إِلٰی مَا تَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ وَ التَّحْقِیْقُ اَیْضًا اَنَّ جِنْسَ جِھَادِ الْکُفَّارِ مُتَعَیَّنٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اِمَّا بِیَدِہٖ وَ اِمَّا بِلِسَانِہٖ وَ اِمَّا بِمَالِہٖ وَ اِمَّا بِقَلْبِہٖ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ" [۴۲]

''لوگوں کے لئے جہاد میں دوحالتیں ہیں: ایک حالت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔دوسری رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد کے لئے ہے۔

پہلی حالت:

پہلی حالت تو یہ ہے کہ ہجرت نبویہ کے بعد جہاد متفقہ طور پر فرض ہو گیا تھا۔پھر جہاد کا حکم

[۴۲] فتح الباری: ٦/ ۳۷۷

نازل ہونے کے بعد جہاد فرض عین یا فرض کفایہ تھا؟ علماء اسلام کے اس بارے میں دو مشہور موقف ہیں اور شافعیوں کے بھی دو قول ہیں :

امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جہاد صرف مہاجرین پر فرض عین تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل ہر مسلمان پر نصرت اسلام کے لئے دارالاسلام مدینہ کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔[۴۳]

امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔اس کی یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے لیلۃ العقبہ میں اپنی حمایت اور مدینہ میں جگہ دینے کی بیعت لی تھی (بیعت عقبہ اولیٰ اور ''بیعت عقبہ ثانیہ'' یعنی دو دفعہ بیعت لی گئی تھی۔شرائط میں یہ چیز شامل تھی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانہ فراہم کریں گے اور آپ کی مدد و نصرت کریں گے۔

دونوں اماموں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا اور دوسروں کے لئے فرض کفایہ۔حقیقت تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین فرما دیتے اگرچہ اس کے لئے آپ خود تشریف نہ بھی لے جاتے۔[۴۴]

اس کے باوجود دونوں جماعتوں پر بالعموم اور مطلق فرض نہ تھا۔ بلکہ انصار پر اس وقت فرض عین تھا جب کوئی مدینہ پر رات کو اچانک یلغار کر دیتا۔مہاجرین پر اس وقت فرض تھا جب کافروں میں سے کسی پر جنگ کی ابتداء کرنا مقصود ہوتا۔غزوۂ بدر کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ اس بارے میں پوری وضاحت پیش کرتا ہے۔بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ یہ اس غزوہ میں فرض تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے۔جس میں آپ تشریف نہ لے جاتے اس غزوہ میں نکلنا فرض نہ تھا۔

---

[۴۳] ہجرت کی فرضیت ہر مسلمان پر جو مشرکین میں مقیم ہو قیامت تک باقی ہے بشرطیکہ ہجرت کے حالات پیدا ہو جائیں۔تو پھر جہاد کی فرضیت سے انکار کیسے ممکن ہے؟ ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف ختم ہوئی ہے۔ہر جگہ سے ختم نہیں ہوئی۔ جبکہ ختم الرسل سید ولد آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجرَةُ مَا قُوتِلَ الْكُفَّارُ۔)) (جب تک کافروں سے جنگ جاری ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔) تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۴۴۔ ہجرت کی فرضیت کے لئے دیکھئے سورۂ انفال آیت :۷۲ اور سورۃ النساء آیت:۹۷ (ابو عمار ابن عبدالجبار)

[۴۴] اس کی تائید صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے لی گئی بیعت رضوان سے بھی ہوتی ہے جس میں مہاجرین اور انصار مدینہ دونوں سے اکٹھی بیعت لی گئی تھی اس بات پر کہ وہ میدان میں ڈٹ کر لڑیں گے، اپنی جانیں قربان کر دیں گے، پیٹھ پھیر کر میدان جہاد سے ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ بیعت رضوان کے موقع پر موت کی بیعت کے تذکرہ کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب البيعة فی الحرب أَلَّا يَفِرُّوا وَ قَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى المَوت، الحديث :۲۷۹۹، ۲۸۰۰+صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيان بيعة الرِّضوان تحت الشَّجرة ، الحديث: ۱۸۶۰، ۱۸۶۱ (ابو عمار ابن عبدالجبار)

دوسری حالت:

رسول اللہ ﷺ کے بعد مشہور قول کے مطابق جہاد فرض کفایہ ہے۔ الّا یہ کہ اس کی حاجت وضرورت عام ہو۔ مثلاً یہ کہ دشمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کردے اور امیر جس پہ جہاد کے لئے نکلنا متعین کردے اس پر متعین ہو کر فرض ہوگا۔ سال میں ایک دفعہ یہ کارروائی کرنے سے فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ اس کا بدل ہے اور جزیہ سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ فرض نہیں۔ اس پہ سب کا اتفاق ہے۔ لٰہذا جزیئے کے بدل یعنی جہاد کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب بھی ممکن ہو جہاد فرض عین ہوگا اور یہ موقف مضبوط اور قوی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جہاد رسول اللہ ﷺ کے عہد سے بطور فرض عین جاری رہا یہاں تک کہ بڑے بڑے ممالک فتح کر لئے گئے اور اسلام اطراف عالم میں پھیل گیا۔ پھر اس کا حکم سابقہ تفصیل کے مطابق ہو گیا۔ یہ بھی تحقیقی بات ہے کہ کافروں سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ ہاتھ، زبان، مال اور دل کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہے۔'' (فتح الباری کی عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)

امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور وفکر:

مسلمانوں کی موجودہ حالت پر غور وفکر کیجئے کہ جہادی عمل سے فتح کئے گئے بہت سارے علاقے اور ممالک دوبارہ کفارومشرکین کے ناجائز قبضہ میں ہیں۔ غاصب و قابض کافر قوتیں مسلم علاقوں پر قبضہ جمانے کا کھیل مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور شب و روز کمزور و ناتواں مسلم اقوام کے قتل و غارت میں پوری شد و مد سے مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے اخلاقی حقوق دینے کی بجائے اسلام کا نام لینا ان کے لئے ممنوع اور حرام کر دیا گیا ہے۔ بلکہ عیسائی، یہودی اور ہندو جبر و اکراہ کے ساتھ اہل اسلام کو دین حق سے برگشتہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ کفر وشرک نے اللہ کی سرزمین پر ہر طرف ظلم و استبداد کے آہنی پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، بوسنیا، اراکان، اریٹیریا، وغیرہ میں بے بس اور مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر مسلسل ظلم وستم ہو رہا ہے۔ ان پر ٹوٹنے والے مصائب و آلام کے پہاڑوں نے امن و آشتی کے سینے تاریک اور دولخت کر دیئے ہیں۔ مظلوم ومقہور اور ضعیف ومجبور

مسلمانوں کی چیخ و پکار آسمان کا جگر پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ عفت مآب مسلم خواتین کی ناموسوں اور آبروؤں کا ہر روز، ہر وقت اور ہر لمحہ سودا کیا جاتا ہے۔

تو کیا ان حالات اور واقعات میں جہاد کے اہداف ومقاصد مثلاً اعلاء کلمۃ اللہ اور کفر وشرک کے فتنہ کا خاتمہ وغیرہ حاصل ہو چکے ہیں؟ ضعیف و ناتواں اور اپنی مدد کے لئے پکارنے والے مومنین کی نصرت و حمایت کا حق ادا ہو گیا؟ کیا ہم روم و ایران فتح کر کے دجال کو زیر کر چکے ہیں یا ''وھن'' یعنی کمزوری اور ''کراھیۃ الموت'' یعنی موت کی ناگواری نے ہمیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا ہے؟

اگر ان اسباب، حالات اور واقعات کی موجودگی میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی ہے تو پھر ہمیں قرآن و سنت سے جہاد کی تمام نصوص و عبارتوں کو حذف کر دینا چاہئے۔ ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے لئے عجز و انکسار اور ان کی بندگی اور غلامی کا کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ذلت و رسوائی کا طوق گلے میں ڈال کر، اسلاف کے شرف و وقار اور اسلام کی عظمت رفتہ کو خاک میں ملا کر ہمیشہ خواب خرگوش میں سو جانا چاہئے۔ مگر یہ خواب وہ خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔ احکم الحاکمین سب سے بڑا غیور، غالب اور دانا ہے۔ جو اپنے قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

[۲۴۰] ﴿ اِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ [التوبة=۹:۳۹]

''مسلمانو! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکو گے (نقصان اپنا ہی کرو گے) اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔''

یہ وقتِ قیام ہے:

لہٰذا اے داعیان توحید و سنت، اٹھو! اور فرمان رسول اللہ ﷺ ''مجھے حکم ملا ہے کہ جب تک لوگ اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہیں دیتے ان سے لڑائی جاری رکھو'' کی سچی شہادت سے اپنی دعوت کی تصدیق و تائید کرو۔ جب تک کفر و شرک کا فتنہ، کلمہ پڑھنے والوں کی ایذاء رسانی اور ان کو مرتد بنانے کا اور مرتد بننے کا فتنہ ختم نہیں ہوتا، اطراف عالم کے ہر مسلمان کو کفار کے فتنوں سے محفوظ و بے خوف بنا دو، زمین کی ساری مخلوقات کو اللہ وحدہٗ لا شریک کے سامنے سجدہ ریز کر کے ''دین سارے کا سارا صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ [الأنفال=۸:۳۹]'' کا ہدف پورا کرو۔

اے حامیان حق و صداقت! مدد و نصرت کے طلبگار کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں

کی دلدوز چیخ و پکار پر لبیک کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے انصار اور حواری ہونے کا حق ادا کردو۔ پھر اللہ تمہارے ساتھ کئے ہوئے، زمین پر خلافت عطا کرنے اور اقتدار و حکومت دینے کے، وعدے پورے فرمائے گا اور روئے زمین پر مومن ہونے کی وجہ سے تم ہی بلند و غالب ہو گے اور صرف تمہاری ہی حکومت و بادشاہت ہو گی۔ یہ تو صرف دنیا میں ہے اور آخرت تو پھر آخرت ہی ہے، سبحان اللہ ! جہاں بلند درجات ......خون شہید کی رنگت تو سرخ مگر خوشبو کستوری جیسی...... جنت کی لازوال نعمتیں جو دنیا کی ہر نعمت سے خوب تر ہیں ، یہ سب کچھ مجاہدین کے لیے ہیں۔ تاہم جنت تو درکنار بلکہ جنت الفردوس جو سب جنتوں سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اس پر عرش رحمٰن ہے اور اس میں سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں، وہ مجاہدین کے لئے ہے۔ آؤ! ہم قرآن اور حدیثِ رسول ﷺ کو اپنے عمل و کردار سے زندہ کرکے عملی جامہ پہنائیں اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں:

((اَللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ، إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ))

”یا اللہ ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر پھیر دے۔“

مقروض کا جہاد:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں ہے:

[۲۴۱] ((اَنَّهُ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ ! تُكَفَّرُ عَنِّیْ خَطَايَایَ ؟فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيرُ مُدْبِرٍ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كَيْفَ قُلْتَ؟)) قَالَ أَرَأَيْتَ اِن قُتِلْتُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰه أَتُكَفَّرُ عَنِّى خَطَايَایَ؟ فقال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَم! وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَيرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنُ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِیْ ذَالِكَ))[۴۵]

”ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا :اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میری

---

[۴۵] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب مَن قُتِلَ فِی سَبِیل اللّٰه كُفِّرت خَطَايَاهٗ اِلَّاالدَّيْن، الحديث: ۱۸۸۵+صحيح التِّرمذی = أبواب الجهاد:باب ما جاء فی من يّستشهِدُ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ، الحديث:۱۳۹۹+صحيح النِّسائی= كتاب الجهاد : باب مَنْ قَاتَلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تعَالٰى وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ ، الحديث۲۹۵۷۔۲۹۶۰+ مسنداحمد : ۵/۲۹۷،۳۰۸

خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جبکہ تو صبر کرنیوالا، اجر کا طلبگار، آگے بڑھنے والا، پشت نہ دکھانے والا ہو گا ما سوائے قرض کے۔ بلاشبہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ بات بتلائی ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

[۲۴۲] ((يُغفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْن)) [٤٦]

"شہید کا ہر گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں ماسوئ قرضہ کے، یہ بات مجھے جبریل نے بتائی ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث اگرچہ شہید اور شہادت فی سبیل اللہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم ان کو فضائل شہداء کے باب میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے۔ تاہم بعض فقہاء نے ان احادیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مقروض کو چاہئے کہ قرض خواہ سے اجازت لے کر جہاد پر جائے۔ اسی مناسبت سے ان احادیث کو اختصار کے ساتھ شرائط جہاد میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض فقہاء نے اس مسئلہ کا دائرہ قرض کے علاوہ انسانوں کے تمام حقوق تک وسیع کر دیا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ استنباط قرآن وسنت کی نصوص کے صریحاً خلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

① مقروض کے جہاد پر جانے والی تمام احادیث میں خواہ مخواہ یا کسی دوسرے انسان کی اجازت کے شرط ہونے کی کوئی وضاحت بلکہ اشارہ تک موجود نہیں۔ لہٰذا استدلال قطعاً غیر معقول اور بلا جواز ہے۔

② احادیث کا ظاہری مفہوم اور معنیٰ فقط یہ ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت ہے اور شہید کے اللہ تعالیٰ قرضہ کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا قرض خواہ سے اجازت کا مسئلہ ان احادیث سے نکالنا ایک بے کار کوشش ہے۔

③ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مقروض شہادت کے فوائد کما حقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قرض خواہ کی اجازت ضروری ہوگی۔ یہ بات بالکل باطل ہے۔ کیونکہ شہادت فی سبیل اللہ کے مکمل فوائد وثمرات کا حصول بہت سی دیگر شرائط کے علاوہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ مثلاً یہ کہ شہید صبر کرنیوالا، اجر وثواب کا طلبگار ہو، پیش قدمی کرنے والا اور پشت نہ دکھانے والا

---

[٤٦] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب من قتل فى سبيل الله كُفِّرَت خَطَايَاهُ، اِلَّا الدَّيْن، الحديث:١٨٨٦+صحيح التِّرمذى = أَبواب فضائل الجهاد: باب مَاجَاءَ فِى ثَوابِ الشَّهيد، الحديث: ١٣٤٠+ مسند أَحمد:٢/٢٢٠

ہو۔ اس کا جہاد مال غنیمت حاصل کرنے کی بجائے خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہو۔ لیکن سلف صالحین نے جہاد پر جانے کے لئے کبھی بھی ان کو بطور شرائط کے تسلیم نہیں کیا۔ رہا اللہ کے ہاں بخشش اور قبولیت کا معاملہ تو اندرون خانہ معاملات کا محاسبہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ ہمارا۔[۴۷]

④ قرض کے علاوہ باقی تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی مغفرت کیا معمولی فائدہ ہے؟ کہ ایک گناہ کی مغفرت کے انتظار میں اس قدر عظیم الشان مغفرت اور رضائے الٰہی کے حصول سے اللہ کے بندوں کو روک دیا جائے۔

⑤ ابتداء اسلام میں رسول اللہ ﷺ ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھنے سے احتراز فرماتے تھے جو مقروض فوت ہوا ہو اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا ہو لیکن بالآخر آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا:

[۲۴۳] ((مَا مِن مُؤمِنٍ اِلَّا وَ اَنَا اَولَی النَّاسِ بِهٖ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃ۔ اِقرَؤُوا اِن شِئتُم ﴿اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفُسِهِم﴾ [الأحزاب=۳۳:۶] فَاَیُّمَا مُؤمِنٍ تَرَکَ مَالاً فَلیَرِثهُ عَصَبَتُهٗ مَن کَانُوا۔ فَاِن تَرَکَ دَینًا اَو ضِیَاعًا فَلیَأتِنِی وَ اَنَا مَولَاہُ)) [۴۸]

”ہر مومن کے لئے میں زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو۔ (نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔) جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ مال اس کے وارث لیں گے۔ اگر کوئی قرضہ یا تاوان وغیرہ اپنے ذمے چھوڑ جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔“

لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ اسلامی فتوحات کی تکمیل اور مال غنیمت کی آمد کے بعد شہداء اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھوں پر ڈال دی گئی۔ کیونکہ عام مسلمانوں کے مقابلے میں جانوں کی قربانی پیش کرنے والے اعزاز و اکرام کے یقیناً زیادہ حقدار ہیں۔ یہی بات قاضی ابو الولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہی ہے۔[۴۹]

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع رحمت و مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[۴۷] جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے :((وَ حِسَابُهُم عَلَی اللّٰه)) (ان کا اندرونی معاملہ اللہ کے سپرد ہے دیکھئے) الرَّقم المسلسل: ۱۳ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۴۸] صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر : باب تفسیر سورۃ الأحزاب / النَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن أَنفُسِهِم ، الحدیث:۴۵۰۳ + صحیح مسلم= کتاب الفرائض: باب مَن تَرَکَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ ، الحدیث:۱۶۱۹

[۴۹] المنتقٰی شرح المؤطَّا :۳/۲۰۶ + نیل الأوطار:۷/۲۳۵

[۲۴۴]﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍO تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَO يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَ يُدۡخِلۡكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ...... ﴾ [الصَّفّ= ۶۱:۱۱،۱۲]

’’اے ایمان والو! کیا تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجادت دے دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہو گا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی بہشتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا جس کی تہہ میں دریا بہتے ہیں......‘‘

[۲۴۵]﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَ يَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ ﴾

[النِّساء= ۴:۴۸،۱۱۶]

’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جانے کا جرم معاف نہیں کرے گا اوراس کے ماسوای (ہر گناہ) جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔‘‘

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۴۶]﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ﴾ [الزُّمر= ۳۹:۵۳]

’’یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سارے واقعات میں ارشاد فرمایا ہے:

[۲۴۷]﴿ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌO ﴾ [البقرة= ۲:۲۱۸]

’’اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا:

1. مجاہد کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ عمومی حالات میں جب جہاد فرض عین نہ ہو بلکہ نفل ہو تو اس کے مکمل دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے تمام انسانی حقوق سے اپنے آپ کو سبکدوش کر کے جائے۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو تمام ذاتی اور انسانی حقوق پر اللہ کے سب سے بڑے حق کو مقدم رکھنا ضروری ہو گا جس کی وجہ اور سبب سے دین اور اہل دین، حقوق اور اہل حقوق کی عزت و بقاء وابستہ ہے۔[۵۰]

---

[۵۰] المغنی لإبن قدامة:۸/۳۶۰،۱۰/۳۸۴ + المنتقٰی شرح المؤطّا: ۳/۲۰۶ + نیل الأوطار:۷/۲۳۵

② امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کو چاہئے کہ فرض جہاد میں راہ حق میں جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے شہداء اسلام کے قرضہ جات کو رسول اللہ کی سنت مطہرہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کردیں۔ بشرطیکہ وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گئے ہوں۔کیونکہ بیت المال اجتماعی مقاصد کا امین ادارہ ہے اور شہداء سے بڑھ کر ملت اسلامیہ کے اجتماعی مقاصد کی تکمیل کے حقدار کون ہو سکتے ہیں؟

③ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے

''مقروض میت کے قرضہ کی ادائیگی کا حکم اب بھی ہے (یہ راجح قول ہے)۔ امراء اور خلفاء اسلام پر واجب ہے کہ بیت المال سے ان کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔''

جب کوئی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گیا ہو تو قرض کی وجہ سے میت کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔جب عام مسلمان کی یہ حالت ہے تو شہید اسلام کا کیا مقام ہوگا؟۔[۱۵۱]

((.................. ❁❁❁❁❁ ....))

۱۵۱ فتح الباری:۱۲/۷+ شرح النّووی :۲/۳۵+ ابن حبّان:۷/۱۷۱+ القرطبی:٤/۱۷۵

باب:٦

جہاد سے قبل امور

(۱)اللہ تعالیٰ پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٢٤٨]﴿ وَالْعَصْرِO اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ Oاِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ O﴾ [سورة العصر=١٠٣:١-٣]

''عصر کے وقت (یا نماز) کی قسم ہے۔ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے ۔مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی وصیت کرتے رہے''

گویا: (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی تلقین (دعوت وتبلیغ) اور (۴) صبر کی تلقین (اطاعت الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر واستقلال)

یہ چاروں چیزیں بالترتیب نجات کے چاروں مرتبے اور مرحلے ہیں۔

[٢٤٩] ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْآ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط﴾ [الانفال =٨:٧٤]

''اور جو لوگ ایمان لائے ،ہجرت کی ،اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور انکی مدد کی بس یہی لوگ سچے مومن ہیں ۔''

[٢٤٠]﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ O﴾ [الحجرات=٤٩:١٥]

''مومن تو فقط وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ پھر شک و شبہ نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا ۔بس یہی لوگ قول وفعل میں سچے ہیں۔''

[۲۵۱]﴿ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ وَ تُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۚ...... ﴾

[الصَّفّ=٦١ :١١]

’’ (عذاب الیم سے نجات دلانے والی تجارت یہ ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو۔‘‘

مذکورہ بالا اور اس قسم کی بہت ساری آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آپ ؐ کے لائے ہوئے مکمل سچے دین پر ایمان ہی جہاد سمیت تمام نیک اعمال کے صحیح ہونے اور قابل قبول ہونے کیلئے لازمی شرط ہے۔اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مثلا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۲۵۲] ((بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةَ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ))[1]

’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے :(۱) توحید اور رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘

[۲۵۳] ((اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُونَ اَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ))[2]

’’ایمان کے تہتر (۷۳) یا تریسٹھ (۶۳) شعبہ جات ہیں۔جن میں سے افضل ترین شعبہ توحید یعنی ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) کا اقرار ہے۔‘‘

نبی ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

[۲۵۴] ((فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوهُ وَ لَا يُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا))[3]

’’اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ خالص اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ

---

[1] صحیح البخاری =کتاب الإیمان :باب الإیمان وقول النبیّ ﷺ ((بُنِيَ الإسلام علٰى خمس ،الحدیث:۸+ صحیح مسلم=کتاب الإیمان:باب بیان أرکان الإسلام ودعا ئمه العظام ،الحدیث :۱۶

[2] صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب بیان عدد شُعَب الإیمان وأفضلها وأدناها وفضیلة الحیاء وکونه من الإیمان ، الحدیث :۳۵+صحیح البخاری=کتاب الإیمان : باب أُمور الإیمان ،الحدیث :۹

[3] صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب اسم الفرس والحمار،الحدیث : ۲۷۰۱+ صحیح مسلم=کتاب الإیمان :باب الدَّلیل علٰى أنَّ مَن مَّات علَى التَّوحید دخل الجنَّة قطعًا ، الحدیث :۳۰

ٹھہرائیں۔ بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے کسی شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو۔"

[۲۵۵]« أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ یُقِیْمُوْا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّکٰوةَ »[۴]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد و قتال کرتا رہوں حتی کہ وہ "لا الہ الا اللہ" اور "محمد رسول اللہ" کی گواہی دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔"

ایمان کی مزید بحث کیلئے درج ذیل مقامات کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت سے پہلی آیت:

[۲۵۶]﴿ **اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ............اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ**O﴾ [البقرة=۲:۲۸۵]

[۲۵۷] **بخاری و مسلم کی مشہور حدیث** "حَدِیْثِ جِبْرِیل": « اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ......»[۵]

نجد سے آنے والے شخص کی روایت جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۸]« خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِیْ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ »[۶]

"دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔"

وفد عبد القیس سے فرمایا ہوا آپ ﷺ کا ارشاد، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۹]« اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ »[۷]

"اللہ پر ایمان یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

---

[۴] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل :۱۳

[۵] صحیح البخاری= کتاب الإیمان:باب سؤال جبریل النَّبِیَّ ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم السَّاعة، الحدیث :۵۰+صحیح مسلم =،کتاب الإیمان :باب بیان الإیمان ،والإسلام والإحسان،الحدیث :10،9

[۶] صحیح البخاری =کتاب الإیمان :باب الزَّکاة من الإسلام ،الحدیث :۴۶+صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب بیان الصَّلَوَاتُ الَّتِیْ هی احد أرکان الإسلام ،الحدیث :۱۱

[۷] صحیح البخاری =کتاب الإیمان :باب أداء الخُمُس من الإیمان ،الحدیث :۵۳+صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب الأمر بالإیمان باللّٰه تعالٰی ورسوله ﷺ وشرائع الدِّین ،الحدیث :۱۷

اسی طرح ایمان کی حقیقت، ایمان کی شرائط اور ایمان میں کمی بیشی کے مباحث کیلئے دیکھیں:

١ سورة البَيِّنَة ٢ سورۃ الحجرات کی آخری آیات
٣ سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات ٤ سورۃ الصّف
٥ سورۃ الحدید ٦ سورة الممتحنة
٧ سورۃ المنافقون ٨ سورۃ البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات
٩ سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۷۳ ١٠ سورۃ الاحزاب: ۲۲
١١ سورۂ محمد: ۱۷ ١٢ سورۃ التوبۃ آیت: ۱۲۴

مذکورہ بالا تمام مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور تمام ابتدائی دینی عقائد اور نظریات پر سچا ایمان اور پکا یقین جہاد سمیت تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے۔

لہٰذا ایمان اور عقیدہ توحید کی پختگی، جہاد فی سبیل اللہ اور تمام دینی اعمال کا پیش خیمہ اور بنیادی چیز ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[٢٦٠]« رَأسُ الْاَمرِ الِاسْلَامُ ، وَعَمُودُہٗ الصَّلٰوۃُ ، وَ ذِرْوَۃُ سَنَامِہِ الْجِھَادُ » [8]

”تمام دینی معاملات کی اصل بنیاد اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“

(۲) عمل صالح:

ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ لیکن جب یہ بالمقابل بیان ہوں تو ان میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ جس طرح مشہور ”حدیث جبریل“ سے صاف واضح ہوتا ہے۔[9]

اسی طرح صحیح اور پسندیدہ موقف کے مطابق ایمان ”بَسِیط“ نہیں بلکہ قول، عمل اور تصدیق

---

8. صحیح التِّرمذی =أَبواب الإِیمان :باب حرمة الصَّلٰوۃ ،الحدیث :٢١١٠+صحیح إِبن ماجة =،کتاب الفِتَن :باب کفِّ اللِّسان فی الفِتَن ،الحدیث:٣٢٠٩+مسند احمد :٥/ ٢٣١

9. صحیح البخاری=کتاب الإِیمان :باب سئوال جبریل النَّبِیّ ﷺ عن الإِیمان والإِسلام والإِحسان وعلم السَّاعة، الحدیث :٥٠+باب إِذا لَمْ یکن الإِسلام علَی الحقیقة وکان علَی الإِستسلام أَو الخوف من القتل ،الحدیث: ٢٧+ صحیح مسلم =،کتاب الإِیمان :باب بیان الإِیمان والإِسلام والإِحسان ،الحدیث ۹،۱۰

سے ''مرکّب'' ہے۔[۱۰] اور اس میں فرمانبرداری سے اضافہ اور نافرمانی سے نقصان ہوتا ہے۔

[۲۶۱] نیز: ﴿ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [سورة العصر] اور اس جیسی دوسری آیات میں ''واو'' عاطفہ کا استعمال معمولی سے فرق کی بناء پر ہے نہ کہ حقیقت کی بناء پر۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

[۲۶۲] ﴿ وَتِلۡکَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۝ ﴾ [الزخرف=۴۳:۷۲]

''یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کی بناء پر جو تم کرتے تھے۔''

حالانکہ ایمان جنت میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ایسے ہی نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۳]« اَلۡاِیۡمَانُ بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ »[۱۱]

''افضل ترین عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے۔''

ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی بیشی ہونے کے دلائل قرآن وسنت میں بے شمار ہیں۔مثلاً

[۲۶۴]﴿ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِیۡمَانًا مَّعَ اِیۡمَانِهِمۡ ﴾ [الفتح=۴۸:۴]

''تا کہ ان کا ایمان پہلے ایمان کے ساتھ (مل کر) زائد ہوجائے۔''

[۲۶۵]﴿ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فَزَادَتۡهُمۡ اِیۡمَانًا ﴾ [التّوبة=۹:۱۲۴]

''ہر نئی سورت کے نازل ہونے سے ایمانداروں کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔''

فرمان رسول ﷺ ہے:

[۲۶۶]« بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ »[۱۲]

---

[۱۰] **بسیط اور مرکب:** بسیط اور مرکب علم منطق کی دو اصطلاحیں ہیں۔ ''بسیط'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے اجزاء نہ ہوں اور ''مرکب'' وہ ہے جس کے اجزاء ہوں۔تو جو لوگ ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں ان کے ہاں ایمان صرف ''زبان سے اقرار'' ہی کا نام ہے۔ جو لوگ ایمان کے مرکب ہونے کے قائل ہیں ان میں سے بعض ایمان کو ''مرکب ثنائی'' مانتے ہیں یعنی ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق دو چیزوں کا نام ہے۔ جبکہ اکثر محدثین اور سلف صالحین ایمان کے ''مرکب ثلاثی'' ہونے کے قائل ہیں یعنی تین چیزوں کا نام ایمان ہے۔ (۱) زبان سے اقرار (۲) دل سے تصدیق (۳) اعضاء سے نیک اعمال کرنا۔ یہ تیسرا اور آخری موقف ہی صحیح او ردرست ہے۔(ابوعمار بن عبدالجبار)

[۱۱] صحیح البخاری =کتاب الإيمان :باب من قال أَنَّ الإِيمان هو العمل ،الحديث :۲۶ + صحيح مسلم=كتاب الإِيمان :باب كون الإِيمان بالله تعالىٰ أَفضل الأَعمال ،الحديث :۸۳

[۱۲] تخریج کیلئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۴۳

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔''

اور اس جیسی اور بہت سی آیات اور صحیح احادیث ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہونے کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہیں۔[۱۳]

مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب:

نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ فرمانبرداری کرنے سے ایمان افضل اور بہتر ہوگا۔جبکہ گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب ایمان کو ناقص اور کم تر بنا ڈالتا ہے۔مجاہد کیلئے ضروری ہے کہ جہادی عمل سے قبل اپنے ایمان اور عمل کو تقویٰ ،احسان اور نیک اعمال کی کثرت سے مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتا رہے۔اسی کا ہی دوسرا نام "جهاد بالنفس" ہے۔تاکہ وہ بلند سے بلند تر اور بہتر سے بہترین درجہ کا غازی اور شہید بن سکے ،سچے مومنوں میں اس کا شمار ہو سکے۔ نیز عمدہ، اکمل ،افضل ایمان کے اوصاف کا حامل اور ایمان کی مٹھاس سے محظوظ ہونے والے خوش نصیبوں میں شامل ہوسکے۔

اگر چہ جہاد کے تمام مرحلے یعنی اسلامی سرحدوں پر پہرہ دینا ،عملاً لڑائی میں شمولیت اختیار کرنا اور شہادت کی موت حاصل کرنا بذات خود مجاہد کے گناہوں کی بخشش کا باعث اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں۔لیکن دنیا کے اس ''چند لمحاتی مسافر اور پردیسی'' کو محض گناہوں کے کفارے پر اعتماد کرنے کی بجائے فرسٹ ڈویژن میں آخرت کی کامیابی کیلئے تگ و دو کرنی چاہیئے۔اسے زیادہ سے زیادہ نامہ اعمال میں نیکیاں اور بھلائیاں اور ایسے اعمال کرنے چاہیئے جن کا اجر اس کو اس کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی برابر ملتا رہے ۔تاکہ وہ قیامت کے خسارے سے یقینی طور پر محفوظ ہو جائے۔اس کیلئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں ، نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۷] ((اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤمِنٌ جَيِّدُ الْاِيْمَانِ لَقِىَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ الَّذِىْ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ اَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰكَذَا —— وَ رَفَعَ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ

[۱۳] ملاحظہ ہو :صحیح البخاری =کتاب الإيمان : باب أَىُّ الإسلامِ أَفْضَلُ ،حَلاوة الإيمان، علامة الْإِيمان حُبُّ الأَنصارِ ، تفاضُلِ أَهلِ الإيمان فى الأَعمال، الحياء منَ الإِيمان، زيادة الإيمان و نقصانهٖ +صحيح مسلم =كتاب الإيمان :باب بيان عدد شعب الايمان و أَفضلهَا و أَدنَاهَا......، باب بيان تفاضُلِ الايمان و أَىُّ اُمُورِهٖ أَفْضَلُ ، باب بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيْمَانِ بِالْمَعَاصِىْ وَنَفْيِهٖ عَنِ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمعصيةِ ......، + سنن التِّرمذى = ابواب الإيمان : باب ما جاءَ فى إِضافة الفرائض إلى الإيمانِ ، باب فى استكمال الإيمان والزيادة والنقصان۔

فَلا اَدۡرِیۡ اَقَلَنۡسُوَۃَ عُمَرَ اَرَادَ اَمۡ قَلَنۡسُوَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ سَلَّمَ —— وَ رَجُلٌ مُؤۡمِنٌ جَیِّدُ الۡاِیۡمَانِ لَقِیَ الۡعَدُوَّ فَکَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلۡدُہٗ بِشَوۡکِ طَلۡحٍ مِنَ الۡجُبۡنِ اَتَاہُ سَہۡمٌ غَرۡبٌ فَقَتَلَہٗ فَھُوَ فِیۡ الدَّرَجَۃِ الثَّانِیَۃِ ۔وَ رَجُلٌ مُؤۡمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَیِّئًا لَقِیَ الۡعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰہَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَاكَ فِیۡ الدَّرَجَۃِ الثَّالِثَۃِ ۔ وَ رَجُلٌ مُؤۡمِنٌ اَسۡرَفَ عَلٰی نَفۡسِہٖ لَقِیَ العَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰہَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَاكَ فِیۡ الدَّرَجَۃِ الرَّابِعَۃِ))[۱۴]

’’ شہداء کی چار اقسام ہیں:(۱)ایک عمدہ ایمان والا شخص ہے جو دشمن سے ملتا ہے ،اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے حتی کہ قتل ہو جاتا ہے ۔پس یہ وہ شہید ہے کہ روز قیامت لوگ تعجب سے اس کی طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے ۔اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف یوں اٹھایا حتی کہ آپ ﷺ کی یا حدیث کے راوی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ٹوپی سر سے گر گئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)۔ (۲)وہ عمدہ ایمان والا آدمی جو دشمن سے مقابلہ کرتا ہے ،اس وقت گویا اس کے دل میں معمولی سی بزدلی پیدا ہوتی ہے۔البتہ ایک اجنبی تیر آتا ہے اور اس کو قتل کر دیتا ہے ۔یہ دوسرے درجہ کا شہید ہے ۔(۳)ایسا مومن شخص جس کے کچھ نیک اعمال ہیں اور کچھ برے اعمال ۔وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے ۔تو یہ تیسرے درجہ کا شہید ہے ۔(۴)ایسا مومن شخص جس نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہوتا ہے، گناہوں میں لت پت ہوتا ہے ۔وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔تو یہ چوتھے درجہ کا شہید ہے۔‘‘

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی حدیث سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۸]((اَلۡقَتۡلُ ثَلَاثَۃٌ : رَجُلٌ مُؤۡمِنٌ جَاھَدَ بِنَفۡسِہٖ وَ مَالِہٖ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الۡعَدُوَّ قَاتَلَھُمۡ حَتّٰی یُقۡتَلَ فَذَالِكَ الشَّھِیۡدُ الۡمُمۡتَحَنُ فِیۡ خَیۡمَۃِ اللّٰہِ تَحۡتَ عَرۡشِہٖ وَلَایَفۡضُلُہُ النَّبِیُّوۡنَ اِلَّا بِفَضۡلِ دَرَجَۃِ النُّبُوَّۃِ ۔ وَ رَجُلٌ مُؤۡمِنٌ قَرَفَ عَلٰی نَفۡسِہٖ مِنَ الذُّنُوۡبِ

---

[۱۴] سُنَن التِّرمذی =أَبواب فضائل الجهاد :باب ما جاء فی فضل الشُّهداء عند الله،الحديث :۲۷۹+شُعَب الإيمان للبيهقی ،الحديث ٤٢٦٢ +مسند احمد ، الحديث :١٥٠، ١٤٦ بتحقيق احمد شاكر۔یہ حدیث حسن درجہ کی ہے ۔جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو ابو یزید خولانی کے مجہول ہونے کی بنیاد پر ضعیف کہا ہے۔شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے ۔امام الترمذی رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔(ابو عمار ابن عبد الجبار)

وَالخَطَایَا ، جَاھَدَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَتِلْكَ مَصْمَصَۃٌ مَحَتْ ذُنُوْبَہٗ وَ خَطَایَاہُ،اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِخَطَایَاہُ وَ اُدْخِلَ مِنْ اَیِّ بَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَ فَاِنَّ لِلْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃَ اَبْوَابٍ وَ لِجَھَنَّمَ سَبْعَۃَ اَبْوَابٍ ۔ وَ بَعْضُھَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ ۔ وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاھَدَ بِنَفْسِہٖ وَ مَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَالِكَ فِی النَّارِ۔ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُو النِّفَاقَ)) [۱۵]

’’ مقتول تین طرح کا ہوتاہے :اوّل درجہ کا شہید وہ مومن شخص ہے جو جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔حتی کہ جب دشمن سے ٹکراتا ہے تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے ۔یہ شہید پاک صاف ہے ،عرش معلیٰ کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے ۔انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہیں۔ درجہ دوم کا شہید وہ ہے جس نے بہت زیادہ گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن سے ملتا ہے، جنگ کرتا ہے اور قتل ہو جاتا ہے ۔یہ شہادت اس کے گناہوں کو پاک کر دینے والی ہے،جس نے اس کے گناہوں کو اور اس کی خطاؤں کو مٹا ڈالا ۔بلاشبہ تلوار گناہوں کو مٹا ڈالنے والی ہی تو ہے۔ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کر دیا جائے گا۔بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔جنت کے دروازوں میں سے بعض بعض سے بہتر ہیں۔تیسرے نمبر پر وہ شہید ہے جو منافق ہے ۔وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔دشمن سے آمنا سامنا ہوتاہے تو وہ جنگ کرتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے۔یہ مقتول جہنم میں جائے گا۔اس لیے کہ تلوار (گناہوں کو تو مٹاتی ہے مگر) نفاق کو نہیں مٹاتی ‘‘

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے ’’صحیح البخاری=کِتَابُ الْجِھَاد :بَابُ عَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْقِتَالِ‘‘ میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سند ذکر کئے بغیر یہ روایت نقل کی ہے:

[۲٦۹] ((اِنَّمَا تُقَاتِلُوْنَ بِاَعْمَالِكُمْ))

---

[۱۵] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان= کتاب السِّیَرِ : باب فضل الشَّھادۃ / ذکر بیان بأَنَّ الأَنبیاء لا یفضلون الشُّھداء الَّا بدرجۃ النُّبوَّۃ فقط، الحدیث:٤٦٦٣+ سُنَن الدَّارمی = کتاب الجھاد : باب فی صِفَۃ القتل فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث :٢٤١٦، اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے ۔ دیکھئے :مشکوٰۃ بتحقیق الألبانی ، الحدیث :٣٨٥٩۔ اس کو شعیب الارناؤط نے بھی صحیح کہا ہے ۔ دیکھئے:٤٦٦٣۔اس حدیث کو شیخ عبداللہ الہاشم یمانی المدنی نے بھی صحیح قرار دیا ہے ۔دیکھئے :سُنَن الدَّارمی بتحقیق عبد اللّٰہ ھاشم یمانی مطبع نشر السُّنَّۃ ملتان ،باکستان ۔

''لوگو! تم اپنے اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہی دشمنِ اسلام سے لڑتے ہو۔''

لہٰذا جس کا عمل اور نیت نیک ہوگی اس کا جہاد اس قدر مضبوط ہو گا۔پھر امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے سورۃ الصّف کی درج ذیل آیت تحریر کی ہے :

[۲۷۰] ﴿ يَاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ O اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ O﴾[الصّف:٦١:٢-٤]

''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم جو کہو وہ کرو نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جنگ کرتے ہیں ۔جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔''

اس آیت کو تحریر فرمانے سے امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جہاد سے قبل ایمان اور عمل میں پختگی نہایت ضروری چیز ہے۔

[۲۷۱] بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی خود میں ملبوس ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا : یا رسول اللہ ! ((اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ؟)) (میں پہلے جہاد کروں یا اسلام لاؤں)تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: ((اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ)) (پہلے اسلام قبول کر پھر جہاد کر) چنانچہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ((عَمِلَ قَلِيْلًا وَ اُجِرَ كَثِيْرًا)) (اس نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر بہت زیادہ لے گیا ہے۔)[16]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۷۲]((تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِیْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا الْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِهٖ وَ تَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهٖ بِاَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرْجِعَهُ اِلٰى مَسْكَنِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ))[17]

---

[16] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب عمل صالح قبل القتال، الحدیث:۲٦٥٣+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب ثبوت الجنّة للشّهید ، الحدیث :۱۸۹۹

[17] صحیح البخاری= أبواب الخُمس: باب قول النّبیّ أُحلّت لکم الغنائم، الحدیث:۲۹٥٥+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الجهاد وَ الخروج فی سَبِیْلِ اللّٰه ، الحدیث:۱۸۷٦

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن اور کفیل ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اس کے گھر سے اللہ کے راستہ میں جہاد، اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نکالنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے اس کے گھر کی طرف لوٹائے گا تو وہ اجر وثواب اور مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔''

مذکورہ آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال، تقویٰ، احسان اور فرمانبرداریاں جہاد کی فضیلت اور بہتری کے اسباب ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد کا جہاد اگر اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہوگا اور اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور رسولوں کی باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے ہوگا تو وہ ہی شرعی جہاد کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔ نیز مجاہد کا ایمان جس قدر کامل ہوگا اور نیک عمل کا حصول جس قدر ہوگا اسی نسبت سے اس کو اجر و ثواب ملے گا اور آخرت کے درجے بلند ہونگے۔

تاہم ان آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اور صرف قبول اسلام اور توحید و رسالت کی گواہی کے بعد نیک اعمال اور تقوٰی و پرہیز گاری کو مکمل کرتے کرتے کافروں کے خلاف جہاد کو مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

جہاد وقتال بذات خود نیک اعمال میں سے سب سے افضل ہے اور مجاہد مسلمانوں میں سے بہترین آدمی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

[۲۷۳] ((اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: مُؤْ مِنٌ یُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِنَفْسِہٖ وَ مَالِہٖ))[۱۸]

''لوگوں میں سے سب سے افضل شخص کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن شخص جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔''

اس کے علاوہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بخاری و مسلم وغیرہ کی بہت سی احادیث میں یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

---

[۱۸] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب أَفضل النَّاس مومن یُجاهد بنفسه و ماله فی سبیل اللّٰه، الحدیث:۲۶۳٤+
صحیح مسلم= کتاب الإِمارة : باب فضل الجهاد و الرِّباط، الحدیث :۱۸۸۸

دوسری وجہ:

جہاد بذات خود گناہوں کا کفارہ اور خطاؤں کی تلافی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس روایت میں ارشاد فرمایا جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[۲۷٤] (۱) ((عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا)) [۱۹]

''اس نے عمل بہت تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ لے گیا۔''

اس کے علاوہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۵] ((اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْن)) [۲۰]

'' اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷٦] ((وَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ)) [۲۱]

''پہلی فرصت میں ہی شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

قرآن مجید کی بہت ساری آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے۔

فرمان رسول ﷺ ((مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ)) کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الرِّقاق'' کے ایک عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اور آگے اس عنوان کے ضمن میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی درج ذیل مشہور حدیث درج ہے:

[۲۷۸] ((حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ....)) [۲۲]

'' اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔''

البتہ صحیح البخاری کے ترجمۃ الباب (عنوان) کے مذکورہ بالا الفاظ حدیث:

[۲۷۹] ((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ)) [۲۳] شُعَب الإيمان للبَيهقی میں موجود

---

[۱۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل :۲۷۱

[۲۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل :۲۲

[۲۱] صحیح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء اَیُّ النَّاس أَفضل، باب منه ، الحدیث :۱۳۵۸

[۲۲] صحیح البخاری= كتاب الجهاد : باب اسم الفرس و الحمار، الحدیث:۲۷۰۱+ صحیح مسلم= كتاب الإيمان : باب الدَّليل علٰى أَنَّ من مَّات علَى التَّوحيد دخل الجنَّة ، الحدیث:۳۰

[۲۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل :۲۹

ہیں۔ تاہم اس کا یہ معنٰی لینا کہ مجاہد صرف وہی ہے جو اطاعت الٰہی میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے، یہ لغوی اور شرعی لحاظ سے باطل ہے۔ کیونکہ یہ معنٰی جہاد اسلامی کے اس مفہوم سے متضاد ہے جو کتاب وسنت کے پختہ دلائل سے ثابت ہے۔

(۳) دعوت وتبلیغ:

ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین اور وصیت کرنا، دین حق کو دوسروں تک پہنچانا اور دین حق کی طرف لوگوں کو بلانا قتال فی سبیل اللہ کا سب سے اولین مرحلہ ہے۔ بلکہ یہ مرحلہ جہاد میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اس کو ''جہاد کبیر'' اور ''جہاد باللسان'' کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۸۰] ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ ﴾ [الفرقان=۲۵:۵۲]

''پس اے نبی ﷺ! تو کفار کی بات نہ مان اور اس قرآن کے ذریعے کافروں کے ساتھ ''جہاد کبیر'' کرتا رہ۔''

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۲۸۱] ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَ اَلْسِنَتِكُمْ)) [۲۴]

'' مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔''

◎ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَ يَحْتَمِلُ أَن يُرِيدَ بِقَوْلِهٖ ((الهجاء)) وَيَؤَيِّدُهُ قَوْلُهٗ ﷺ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا أَنْكَرَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ إِنْشَادَهٗ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِجَآءَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ: شِعْرَهٗ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ [۲۸۲] ((خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ! فَلَهِيَ اَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ)) [۲۵]

" وَاَلْسِنَتِكُم " سے کفار کی ہجو گوئی اور مذمت بھی مراد ہوسکتی ہے۔ کیونکہ عمرۂ قضاء کے موقعہ پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کفار کے خلاف اشعار کہے۔ جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو

---

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل :۲۷

[۲۵] مختصر سُنَن أَبی داؤد للمنذری :۳/۳۶۶،۳۶۷

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کہنے دو کیونکہ البتہ یہ اشعار کفار کے لئے تیروں کی بارش سے بھی زیادہ الم انگیز ہیں۔''

اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ مکی دور کے تیرہ سالہ طویل عرصہ میں تبلیغ و دعوت کے ذریعے زبان کے ساتھ جہاد کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس عرصے میں آپ کی دعوت و تبلیغ کے موضوعات عام طور پر توحید ورسالت، عقائدو نظریات ، جنت وجہنم کا بیان، آخرت کا تصور، عبادات اور عمدہ اخلاق کے تھے۔ تفصیل کے لئے قرآن حکیم کی مکی سورتیں ملاحظہ ہوں۔

تبلیغ و دعوت کی اہمیت اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۲۸۳] ﴿ یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۝ ﴾

[المائدة=٥:٦٧]

''اے رسول ﷺ! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ (تمام لوگوں تک) پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

[۲۸٤] ﴿ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ۝ ﴾ [الأعراف=٧:٦٨]

''(ہود علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں) میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے خیر خواہ اور امانتدار ہوں۔''

[۲۸۵] ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ ﴾ [سورۂ یوسف=١٢:١٠٨]

''اے نبی ﷺ! کہہ دو: یہی (اسلام) میرا راستہ ہے۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی طرح میرے تمام پیرو کار بھی اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (ہر قسم کے شرک اور عیب سے) پاک ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔''

[۲۸۶] ﴿ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَھۡوَآءَھُمۡ ۚ ...... ﴾
[الشُّورٰی=۴۲:۱۵]

'' (اے نبی ﷺ!) تو لوگوں کو اسی طرح دعوت دیتا رہ اور جیسے تجھے حکم ہوا ہے اللہ کی اطاعت پر استقامت اختیار کر اور ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔''

[۲۸۷] ﴿ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَ جَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ؕ ﴾ [النَّحل=۱۶:۱۲۵]

''(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو حکمت و تدبیر اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیتے رہو اور ان کے ساتھ احسن طریقے سے بحث و جدال کرو۔''

دعوت و تبلیغ کے اصول و قواعد:

مذکورہ بالا آیات سے دعوت و تبلیغ کے مندرجہ ذیل اصول و قواعد معلوم ہوتے ہیں:

① مبلغ اپنی دعوت پر خود عامل اور پختہ یقین رکھتا ہو تا کہ دعوت مؤثر اور حقیقت پر مبنی ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۸۸] ﴿ لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ○ ﴾ [الصَّفّ=۶۱:۲]

''تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔''

② مبلغ قوم کے لئے خیر خواہ اور امانتدار ہو۔

③ اپنی دعوت پر صبر و استقلال سے جما رہے اور لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔علاوہ ازیں دعوت کے راستے میں پیش آمدہ مصائب کو صبر کے ساتھ اللہ کے لئے برداشت کرے۔

④ دعوت میں حکمت و تدبیر اور دانشمندی کو استعمال کرے ،کیونکہ حکمت اور دانائی کے بغیر دعوت بے اثر ہوتی ہے۔

⑤ اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے یعنی اپنی گفتگو میں زیادہ اہم بات اور کم اہم بات کا خیال رکھے ۔نرمی اور بردباری سے گفتگو کرے۔سختی ، شدت اور آمرانہ اسلوب اختیار نہ کرے۔

⑥ بحث و مباحثہ اور دلائل میں مناظرانہ نہیں بلکہ محسنانہ اور مشفقانہ طریقہ استعمال کرے۔

⑦ اگر مخاطب تکبر کرے، حق کا انکار کرے تو داعی کو چاہیئے کہ ڈانٹ ڈپٹ اور لعن طعن پر نہ

اترے بلکہ اللہ کے لئے دعوت پر ثابت قدمی کے ساتھ جما رہے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

[۲۸۹] ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ إِلَّا بِاللّٰهِ ﴾ [النَّحل=۱۶:۱۲۷]

''اور صبر کر اور تیرا صبر صرف تیرے رب کے لئے ہے۔''

[۲۹۰] ﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ الَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُO﴾ [النُّور=۲۴:۵۴]

''اور رسول اللہ ﷺ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔''

[۲۹۱] ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ [العصر:۳]

''اور انھوں نے (مصائب پہنچنے پر) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا درحقیقت تبلیغ ودعوت کا ہی دوسرا نام ہے۔ لیکن موقعہ کی مناسبت اور مخاطب کے اعتبار سے دونوں میں کچھ فرق ہے۔ چنانچہ تبلیغ و دعوت مسلمانوں اور کافروں کے لئے عام ہے۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا استعمال زیادہ تر مسلم معاشرہ کیلئے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک مستقل اسلامی فریضہ ہے۔ محمد ﷺ سمیت امت کے تمام افراد پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

[۲۹۲] ﴿ وَ أْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا﴾ [طٰهٰ=۲۰:۱۳۲]

''اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کرو اور خود بھی اس پر ڈٹے رہو۔''

[۲۹۳] ﴿ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O﴾ [آل عمران=۳:۱۰۴]

''اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر و فلاح کی دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

[۲۹۴] ﴿ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط ......﴾ [آل عمران=۳:۱۱۰]

''تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کی (خیر و فلاح کے لئے) پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

[۲۹۵] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ...... ﴾ [التَّوبة=۹:۷۱]

” مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست و مدد گار ہیں۔ وہ نیکیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔“

[۲۹۶] ﴿ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ ...... ﴾

[التَّوبة=۹:۱۱۲]

” (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کرنے والے مجاہدین) نیکیوں کا حکم کرنے والے، برائیوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کے محافظ اور پاسبان ہیں۔“

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۹۷] ((مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) [۲۶]

” جو شخص تم میں سے کسی خلاف شرع بات کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے ۔اگر اس کی استطاعت نہ ہوتو اپنی زبان سے منع کرے ۔اگر اس کی بھی طاقت نہ ہوتو اپنے دل میں اس سے نفرت کرے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے“۔ صرف دلی نفرت کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔“

[۲۹۸]<< اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ رَوَاهُ اَبُوبَكْرٍ وَ قَالَ اَبُو بَكْرٍ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ : يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ تَضَعُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوْضِعِهَا ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۗ ﴾ [المائدة :۱۰۵] وَاِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ :((اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاخُذُوا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ)) [۲۷]

” رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں گے تو قریب

---

[۲۶] تخریج کیلئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳٤

[۲۷] صحیح أَبی داؤد = کتاب الملاحم: باب الْأَمر والنَّهی، الحدیث:۳٦٤٤+صحیح التِّرمذی= أَبواب الفِتَن : باب ما جاء فی نزول العذاب إِذا لم یغیِّر المنکر ، الحدیث:۱۷٦۱+ صحیح إِبن ماجة= کتاب الفتن : باب الْأَمر بالمعروف والنَّهی عن المنکر ، الحدیث:۳۲۳۷

ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سب (ظلم کرنے والوں اور خاموش رہنے والوں) کو عذاب عام سے ہلاک کردے۔ اس حدیث کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ۔اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا: لوگو! تم سورۃ المائدہ کی یہ آیت تو پڑھتے ہو :'' تم اپنے نفسوں کا خیال رکھو۔ جب تم خود ہدایت پر ہو گے تو گمراہوں کے گمراہ ہونے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔'' (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اس کا بے موقعہ استعمال کرتے ہو۔جبکہ ہم نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے : لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑ ینگے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کردے گا۔'')

[۲۹۹]« مَا مِنْ قَوْمٍ يُّعْمَلُ فِيهِم بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَن يُّغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْا اِلَّا يُوْشِكُ اَن يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنهُ بِعِقَابٍ وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : « اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّمُوْتُوا » [۲۸]

''جس قوم میں گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں کا ارتکاب ہوتا ہو اور وہ گناہوں کو روکنے اور برائی کو بدلنے پر قادر بھی ہوں ،لیکن ایسا نہ کریں تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس وجہ سے ان سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا کردے گا۔''

[۳۰۰]« وَالَّذِیْ نَفْسِی بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَ وْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَن يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْهُ فَتَدْعُوْنَهٗ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ » [۲۹]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نیکیوں کا بالضرور حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو ۔وگرنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے گا ۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے (نجات کی) مگر وہ قبول نہ فرمائے گا۔''

---

[۲۸] صحيح ابن حبان= كتاب البرّ والإحسان : باب الصِّدق والأَمر بالمعروف و النَّهى عن المنكر / ذكر استحقاق القوم الَّذين لايأمرون بالمعروف ولا ينهون عن المنكر عن قُدرَةٍ منهم عليه عموم العقاب من اللّٰه جَلَّ و علاء الحديث: ۳۰۰- ۳۰۲ +صحيح أَبى داؤد = كتاب الملاحم:باب الأَمر والنَّهى ، الحديث:۳٦٤٦+ صحيح إبن ماجة= كتاب الفِتَن : باب الأَمر بالمعروف والنَّهى عن المنكر ، الحديث:۳۲۳۸+ المعجم الكبير للطَّبرانى، الحديث:۲۳۷۹ الحديث: ۲۳۸۵ بتحقيق و تخريج حمدى عبد المجيد السَّلفى+ مسند احمد :٤ / ۳٦٤،۳٦٦

[۲۹] صحيح التِّرمذى= أَبواب الفِتَن : باب ما جاء فى الأَمر بالمعروف والنَّهى عن المنكر ، الحديث:۱۷٦۲

[۳۰۱] ((مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اُمَّةٍ مِنْ قَبْلِی اِلَّا كَانَ لَه مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ ـ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُو مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُومِنٌ وَ لَیْسَ وَرَاءَ ذَالِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ)) [۳۰]

’’جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت کی طرف مبعوث کیا تو اس کی امت میں اس کے حامی، مددگار اور رفقاء ہوتے تھے جو اس (نبی) کی سنت کو مضبوط پکڑتے اور اس کے احکام کی اتباع کرتے تھے۔ لیکن پھر ان کے پیچھے چند (نالائق اور نااہل) لوگ آ جاتے جو ایسی بات کہتے جس پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ایسے بدعتی اور نااہل لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو دل (کی نفرت) کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی (کمزور ترین ایمان والا) مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (یعنی دلی نفرت نہ کرنے والا واضح کافر ہوگا)‘‘

[۳۰۲] ((اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ حَقٍّ (عَدْلٍ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)) [۳۱]

’’ظالم و جابر سلطان کے رو برو کلمہ حق (انصاف کی بات) کہنا افضل ترین اور عظیم ترین جہاد ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

[۳۰۳] ﴿ **وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ**O﴾ [الأنفال=۸:۲۵]

’’اور (اے مسلمانو!) اس عذاب سے ڈرو جو بالخصوص تم میں سے ظلم کرنے والوں پر ہی نازل نہ ہوگا (بلکہ سب کو گھیر لے گا) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔‘‘

---

[۳۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۳۵

[۳۱] صحیح التِّرمذی= أبواب الفِتَن : باب أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر ، الحدیث: ۱۷٦٦+ صحیح أبوداؤد = كتاب الملاحم: باب الأَمر والنَّهی ، الحدیث: ۳٦۵۰+ صحیح النِّسائی= كتاب البیعة : باب فضل من تكلَّم بالحقِّ عند إمام جائر ، الحدیث: ۳۹۲۵+ صحیح إبن ماجة= كتاب الفِتَن : باب الأَمر بالمعروف و النَّهی عن المنكر، الحدیث:۳۲٤۰+ مسند أَحمد:۵/۲۵۱، ۲۵٦،٤/۳۱۵

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

[٣٠٤]« مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰی حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِیْهَا كَمَثَلِ قَوْمِ نِ اسْتَهَمُوا عَلٰی سَفِیْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا۔ فَكَانَ الَّذِیْنَ فِیْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰی مَنْ فَوْقَهُمْ ، فَقَالُوْا: لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِیْ نَصِیْبِنَا خَرْقًا ، وَ لَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِن یَّتْرُكُوْهُمْ وَ مَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِیْعًا وَ اِنْ اَخَذُوْا عَلٰی اَیْدِیْهِمْ نَجَوا وَ نَجَوا جَمِیْعًا »[۳۲]

’’ اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان میں واقع ہونے والے (ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ ان میں چشم پوشی کرنے والے) کی مثال ایسی قوم کی ہے جنہوں نے (سمندر میں) چلنے والی کشتی میں سواری کے لئے قرعہ اندازی کی تو بعض کو اس کا اوپر والا اور بعض کو نیچے والا حصہ مل گیا۔ چنانچہ نیچے والے پانی حاصل کرنے کے لئے اوپر والوں کے پاس جاتے تھے (تو اوپر والے اس بات سے تکلیف محسوس کرتے)۔ چنانچہ نیچے والوں نے کہا کہ ہم پانی حاصل کرنے کے لئے کشتی کے تختوں میں سوراخ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ہم اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔اس صورت میں اوپر والے اگر ان کا ہاتھ نہیں روکیں گے اور ان کے ارادے سے ان کو منع نہیں کریں گے تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑلیں گے تو دونوں نجات پائیں گے۔‘‘

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے حاصل شدہ اسباق:

① نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جہاد باللسان کا اہم ترین حصہ اور مسلم معاشرہ میں ایک مستقل دینی فریضہ ہے۔ نبی ﷺ سمیت پوری امت اس کی ادائیگی کی پابند ہے۔

② امت میں ایک مستقل جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو، نیکی کا حکم کرنے والی ہو اور برائی سے روکنے والی ہو۔

③ امت محمد یہ سب امتوں سے بہترین امت ہے اور اس کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

④ مومن مردوں اور عورتوں کا آپس میں پیار اور محبت بھلائی کی دعوت دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے ساتھ مربوط ہے اور یہ پیار اور محبت انہی اوصاف کی

[۳۲] صحیح البخاری= كتاب الشِّركة : باب هل يُقرعِ فى القسمة و الإستهام فيه ، الحديث : ٢٣٦١+ صحيح التِّرمذى= أَبواب الفِتَن: باب ما جاء فى تغيير المنكر باليد أو باللِّسان أَو بالقلب / باب منه ، الحديث:١٧٦٥

بدولت قائم رہے گا۔

⑤ مجاہدین کے لازمی اوصاف یہ ہیں کہ وہ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کے متعین کردہ حقوق (حدود) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان کے بغیر وہ موصوف بلا صفت قرار پائینگے۔

⑥ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ''پس اس کو چاہئے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے'' سے برائی روکنے کا حکم مل رہا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر قرآن و سنت اور اجماع امت متفق ہیں۔[۳۳]

⑦ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ اہل حکومت اور ریاست کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بالعموم تمام مسلمانوں کے لئے فرض اور واجب ہے اور اس پر شروع سے تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔[۳۴]

⑧ البتہ یہ فرض کفایہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تم میں سے ایک گروہ بھلائی کی طرف بلانے والا ہو.................'' [آل عمران=۳:۱۰۴]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کے ہر داعی اور نیکی کا حکم کرنے والے کے لئے شریعت کے ضروری مسائل کا جاننا لازمی ہے۔[۳۵]

⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان: [۳۰۵] ﴿ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ ﴾ [المائدة=۵:۱۰۵] کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ جب تم دین کی دعوت کا فریضہ ادا کرچکو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی۔ کیونکہ یہی معنیٰ دوسری آیات مثلاً: [۳۰۶] ﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ ﴾ [الأنفال=۸:۲۵] اور صحیح اور متواتر احادیث کے بھی مطابق ہے۔[۳۶]

⑩ نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے شخص کے لئے ان اصول و آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو دعوت و تبلیغ کے باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ تا کہ اس کی

---

[۳۳] شرح النَّووی:۱/۵۱

[۳۴] شروح النَّووی:۱/۵۱

[۳۵] شرح النَّووی:۱/۵۱

[۳۶] الحِسبة فی الإِسلام لإِبن تیمیَّة :۶۷-۱۱۷

دعوت مؤثر اور نتیجہ خیز ہو۔

⑪ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والے اللہ کی حدود پر قائم اور ان کے محافظ ہیں جبکہ اس فریضہ سے روگردانی کرنے والے ظلم و زیادتی کرنے والے اور برائیوں کے معاون ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی حدود میں چشم پوشی کرنے والے اور امت پر عذاب عام کے نزول کی دعوت دینے والے ہیں۔

⑫ جابر سلطان کے رو بروحق بات کہنا اور بھلائی کی دعوت دینا عظیم ترین ''زبان کا جہاد'' ہے۔ لہٰذا مجاہدین اسلام کو دعوت حق کے اظہار کو اپنا شعار بنانا چاہیئے۔

⑬ برائی کی روک تھام کے تین مرحلے اور مراتب ہیں:

١ ہاتھ سے جہاد ٢ زبان سے جہاد ٣ دل سے جہاد۔

مذکورہ بالا تینوں مرحلوں پر حسب استطاعت عمل پیرا ہونا واجب ہے۔تاہم پہلا مرتبہ قوی ترین اور آخری کمزور ترین ہے۔

⑭ داعی اور مبلغ کے لئے مناسب نہیں کہ لوگوں کے پوشیدہ رازوں اور باتوں کی ٹوہ میں رہے۔ وہ صرف ظاہری برائیوں اور بے حیائیوں کے خلاف آواز حق بلند کرے۔ الا یہ کہ پوشیدہ اور درپردہ معاملات کی چشم پوشی سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہو اور فتنے بڑھ رہے ہوں۔[۳۷]

◎ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

حواریوں سے انبیاء کے مخلص ساتھی اور کارکن مراد ہیں۔ اور دیگر علماء کا موقف ہے کہ ان کے انصار و مددگار مراد ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ حواریوں سے مراد مجاہدین اور مصلحین ہیں۔[۳۸]

ملاحظہ ہو:

١ صحيح البخارى= كتاب الفتن:٢:١٠٤٥-١٠٤٩

٢ مسلم مع النَّووى:١/٥١-٥٢

٣ الجامع التِّرمذى=ابواب الفتن: ٢/٣٩-٤٠

٤ ابو داؤد = باب الامر والنهى: ٦/١٨٦-١٩١

٥ النِّسائى= كتاب البيعة :٢/٧٩/k

٦ تفسير القرطبى

---

۳۷ شرح النَّووى:١/٥٢+الحسبة فى الإسلام لِإبن تيمية :٢٧

۳۸ شرح النَّووى:١/٥٢

7 ابن کثیر، مذکورہ آیات کی تفسیر
8 الأحکام السُلطانیة لأبی یعلٰی رحمة الله علیه
9 الحِسبَةُ فِی الإِسلام:۲۶۸۔۲۹۲

(۵) دوستی اور دشمنی کا معیار:

ایک مسلم معاشرے کی قوت، وحدت ملی اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا مضبوط رشتہ قائم کریں۔ اپنے اور اللہ ورسول کے دشمنوں اور مخالفوں یعنی کافروں اور مشرکوں سے بے زاری، نفرت اور دشمنی کا مظاہرہ کریں۔ اسی کو قرآن وسنت کی زبان میں " اَلوَلَآءُ وَ البَرَآءُ" یعنی" مومنوں سے دوستی اور کافروں اور مشرکوں سے دشمنی" کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ اس مضمون پر مشتمل ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں اس کا شان نزول یوں مروی ہے: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۰۷] ((بَعَثَنِی رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَ الزُّبَیرَ وَالمِقدَادَ ، فَقَالَ: ((اِنطَلِقُوا حَتّٰی تَأتُوا رَوضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِینَةً مَعهَا کِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنهَا)) فَذَهَبنَا تَعَادٰی۔ بِنَا خَیلُنَا حَتّٰی اَتَینَا الرَّوضَةَ فَإِذَا نَحنُ بِالظَّعِینَةِ ۔ فَقُلنَا اَخرِجِی الکِتَابَ۔ فَقَالَت مَا مَعِی مِن کِتَابٍ ۔ فَقُلنَا: لَتُخرِجِنَّ الکِتَابَ اَو لَنُلقِیَنَّ الثِّیَابَ فَاَخرَجَتهُ مِن عِقَاصِهَا فَاَتَینَا بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمَ فَإِذَا فِیهِ :

" مِن حَاطِبِ ابنِ اَبِی بَلتَعَةَ اِلٰی اُنَاسٍ مِّنَ المُشرِکِینَ مِمَّن بِمَکَّةَ۔ یُخبِرُهُم بِبَعضِ اَمرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((مَا هٰذَا یَا حَاطِبُ !)) قَالَ :لَا تَعجَل عَلَیَّ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اِنِّی کُنتُ امرَأً مُلصقًا امرَأً مِن قُرَیشٍ وَ لَم اَکُن مِن اَنفُسِهِم۔ وَ کَانَ مَن مَّعَكَ مِنَ المُهَاجِرِینَ لَهُم قَرَابَاتٌ یَحمُونَ بِهَا اَهلِیهِم وَ اَموَالَهُم بِمَکَّةَ فَأَحبَبتُ اِذ فَاتَنِی مِنَ النَّسَبِ فِیهِم ، اَن اَصطَنِعَ اِلَیهِم یَدًا یَحمُونَ قَرَابَتِی وَ مَا فَعَلتُ ذَالِكَ کُفرًا وَّلَا ارتِدَادًا عَن دِینِی۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ : ((اِنَّهُ قَد صَدَقَکُم)) فَقَالَ عُمَرُ: دَعنِی یَارَسُولَ اللّٰهِ! فَاَضرِبَ عُنُقَهُ۔ فَقَالَ :((اِنَّهُ شَهِدَ بَدرًا وَمَا یُدرِیكَ ؟ لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اطَّلَعَ عَلٰی اَهلِ بَدرٍ فَقَالَ : اعمَلُوا مَا شِئتُم فَقَد غَفَرتُ لَکُم۔ فَقَالَ عَمرو: وَ نَزَلَت فِیهِ : ﴿ **یٰاَیُّهَاالَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَ عَدُوَّکُم اَولِیَاءَ تُلقُونَ اِلَیهِم بِالمَوَدَّةِ وَ قَد کَفَرُوا بِمَا**

جَاءَ كُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَ مَا اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ O﴾ [۳۹] [الممتحنة= ۶۰:۱]

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے ،سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (ہم تینوں) کوحکم دیا کہ فی الفور چلو اور'' روضۂ خاخ'' (ایک باغ کا نام) میں پہنچو۔ کیونکہ وہاں ایک (سارہ نامی عورت) اونٹ پر سوار ہے۔جس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اس سے اپنے قبضے میں لے لو۔چنانچہ ہم تیز رفتار گھوڑوں پر تیزی سے روضۂ خاخ (مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں بدر کے قریب یہ باغ واقع ہے) میں جا پہنچے تو وہی عورت ہمارے سامنے موجود تھی ۔ہم نے اسے کہا خط نکالو۔تو وہ بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ۔ چنانچہ ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتار دو۔تو اس نے اپنے سر کی مینڈیوں سے خط نکال دیا۔ جسے لے کر ہم نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے ۔خط کا مضمون یہ تھا:

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چندلوگوں کی طرف جس میں وہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعض حالات کی خبر دے رہے تھے۔تو نبی ﷺ نے فرمایا : اے حاطبؓ ! یہ کیسا خط ہے؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میرے خلاف فیصلے میں جلدی نہ فرمایئے۔ میں قریش مکہ کے ساتھ ملحق اور ان کا حلیف تھا جبکہ خاندانی اعتبار سے قریشی نہ تھا اور آپ ﷺ کے مہاجرین صحابہ کی ان کے ساتھ مختلف قرابتداریاں تھیں جن کی بدولت وہ مکہ میں موجود اپنے اہل وعیال اور مال مویشی کی حفاظت کر رہے تھے۔ میرے دل میں بات آئی کہ میرا چونکہ وہاں کوئی خاندانی تعلق نہیں لہٰذا میں ان پر کوئی احسان کر ڈالوں تاکہ وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے یا اپنے دین سے مرتد ہوتے ہوئے ہرگز نہیں کیا ۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ حاطب (رضی اللہ عنہ) سچ کہتا ہے ۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر عرض کیا : مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس کی گردن اڑادوں ۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب غزوۂ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ اے عمر! تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے

---

۳۹ صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر / تفسیر سورة الممتحنة: باب" ﴿ لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّی وَ عَدُوَّكُم أَولِيَآءَ ﴾ الحدیث:۴۶۰۸ + صحیح مسلم= کتاب فضائل الصِّحابة : باب من فضائل اهل بدر رضی اللّٰه عنهم ، الحدیث: ۲۴۹۴ + صحیح التِّرمذی= أَبواب التَّفسیر : تفسیر سورة الممتحنة ، الحدیث:۳۲۶۳

اہل بدر کی طرف بنظر خاص دیکھا ہے اور ارشاد فرمایا: جو چاہو عمل کرو کیونکہ میں تمہاری مغفرت کا فیصلہ کر چکا ہوں اور تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے ۔حدیث کے ایک راوی جناب عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں:

’’اے ایماندارو! میرے اور اپنے دشمنوں یعنی کافروں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت اور مودّت کے پیغام ارسال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس آنے والے قرآن کا انکار کر چکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور خود تم کو صرف اس بات پر مکہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اپنے پروردگار یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا کی طلب میں اپنے وطن سے نکلے ہو تو تم (کس بناء پر) ان کے ساتھ خفیہ محبت اور دوستی رکھتے ہو؟ حالانکہ جو کچھ تم پوشیدہ یا ظاہر اعمال کرو میں تو ان کو خوب جاننے والا ہوں اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا تو بلاشبہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔‘‘

کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے:

کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کی ممانعت میں نازل شدہ دیگر آیات ملاحظہ ہوں:

[۳۰۸] ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ؕ...... ﴾ [آل عمران= ۲۸:۳]

’’مومنین اپنے مومن (بھائیوں) کو چھوڑ کر کفار کو دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں (کیونکہ کافر اللہ کے دشمن ہیں) الّا یہ کہ تم احتیاط کے طور پر ان سے اپنا کوئی بچاؤ اختیار کرو۔‘‘

[۳۰۹] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ ﴾

[آل عمران=۱۱۸:۳]

’’اے ایماندارو! اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو اپنا ہمراز دوست مت بناؤ، وہ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے ۔انہیں یہ پسند ہے کہ تم تکلیف و مشقت میں پڑو۔ ان کی زبانوں سے بغض و عداوت ظاہر ہو چکے ہیں اور جو عداوت ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑی ہے۔‘‘

کافر رشتہ داروں کی محبت سے ممانعت کا خصوصی حکم اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

[۳۱۰] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَكُمۡ وَاِخۡوَانَكُمۡ اَوۡلِيَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا الۡكُفۡرَ عَلَى الۡاِيۡمَانِ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝﴾ [التّوبة=۹:۲۳]

''اے ایماندارو! اپنے آباء واجداد اور بھائیوں کو دوست مت بناؤ، اگر وہ ایمان کی بجائے کفر کو پسند کرتے ہوں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''

جبکہ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے ممانعت کا خصوصی حکم درج ذیل آیت میں یوں ہے:

[۳۱۱] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ‌ؔۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝﴾

[المائدة=۵:۵۱]

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (اور تمہارے مخالف ہیں) اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یقیناً وہ بھی انہی میں شمار ہوگا (اور انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا)۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دے گا۔''

جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ:

[۳۱۲] ﴿ قَدۡ كَانَتۡ لَـكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ‌ ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ ...... ﴾ [الممتحنة=۶۰:۴]

''بلاشبہ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کے طریقہ میں بہترین نمونہ تھا۔ جب انہوں نے اپنی (مشرک) قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بری الذمہ اور بیزار ہیں۔ ہم نے تمہارا کھلا کفر اور انکار کر دیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے بغض و عداوت ظاہر ہو چکی ہے حتیٰ کہ تم اللہ وحدہ لاشریک لہٗ پر ایمان لے آؤ۔''

پھر سورۃ الممتحنہ کے آخر میں ساری بات کا لب لباب یوں بیان فرمایا:

[۳۱۳] ﴿ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ O﴾ [الممتحنة=۶۰:۱۳]

''اے ایماندارو! ایسی کسی قوم کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔ یہ لوگ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کفار اہل قبور سے مایوس ہو گئے ہیں۔''

مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے:

وہ آیات جن سے کافروں کے ساتھ دوستی کی حرمت ثابت ہوتی ہے اگرچہ ان ہی آیات سے مومنوں سے محبت کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ تاہم اس موضوع پر مشتمل بہت زیادہ آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

[۳۱۴] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۷۱]

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔''

[۳۱۵] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ ...... ﴾ [التّوبة=۹:۱۶]

''مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (بغیر جانچ پڑتال) چھوٹ جاؤ گے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تم میں سے مجاہدین کون ہیں اور (ایسے مخلص کون ہیں) جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا ہمراز دوست نہ بنایا ہو۔''

[۳۱۶] ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ O وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ O﴾ [المائدة=۵:۵۵،۵۶]

''مسلمانو! (کافر و مشرک نہیں بلکہ) صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہی تمہارے ولی اور دوست ہیں۔ وہ (ایماندار لوگ) جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کو اپنا دوست اور ولی بنائے گا تو یقیناً (یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں) اور اللہ کی جماعت ہی بالآخر غالب آنے والی ہے۔''

ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا:

① تمام بدری صحابہ آخرت میں بخشے ہوئے اور پکے جنتی ہیں اور غزوۂ بدر میں شرکت کے بعد ان سے سرزد ہونے والی تمام خطائیں آخرت میں معاف ہیں۔ اگرچہ دنیاوی معاملات میں ان کا مواخذہ ہوگا ''ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جھانکا ہو'' کے الفاظ میں لفظ ((لَعَلَّ)) شاید کے معنیٰ میں نہیں بلکہ یقین کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ کے کلمات میں اس جیسے الفاظ جزم و یقین کے معنی میں ہوتے ہیں۔ مسند احمد اور ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں یہ حدیث[۳۱۷] ((اِنَّ اللّٰهَ إِطَّلَعَ)) کے الفاظ سے وارد ہوئی ہے جو کہ الفاظِ یقین ہیں۔[۴۰]

② سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا غیب کی خبر دینا عظیم الشان معجزہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں درج ذیل مسائل ہیں:

(۱) ضرورت کے وقت جاسوسوں کی ہتک عزت اور کپڑوں کی تلاشی جائز ہے۔
(۲) ان کے پوشیدہ رازوں اور خطوط وغیرہ کی تفتیش ضرورت کے وقت جائز ہے۔
(۳) کافروں کی خاطر جاسوسی کرنا کبیرہ جرم ہے۔ اگرچہ کفر اور ارتداد کے مترادف نہیں بشرطیکہ دل ایمان سے بھرا ہوا ہو۔
(۴) ایسا جاسوس سزا کے قابل ہے مگر اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ (الا یہ کہ دین حق کو اس سے شدید خطرہ لاحق ہو۔)
(۵) حدود و تعزیرات کا نفاذ امیر اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں ہے۔[۴۱]

③ سورۃ الممتحنہ کافروں سے دوستی کی ممانعت میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی اندرون خانہ اور بیرون خانہ حرام ہے اور مجاہدین کے جہاد کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے قطع تعلق اور عداوت ہو۔

④ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۸ کے الفاظ:[۳۱۸] ﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ﴾

---

[۴۰] فتح الباری:۸/۳۰۷+ شرح النّووی:۲/۳۰۶

[۴۱] تفسیر القرطبی:۱۸/۳۶+ شرح النّووی:۲/۳۰۲

سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب اجتماعی یا انفرادی طور پر کافروں کی طرف سے بہت بڑی تکلیف کا اندیشہ ہو تو کلمۂ کفر کو زبان پر لے آنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو۔ اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت اور عزیمت والا کام یہ ہے کہ شہادت کی موت قبول کر لی جائے۔ ضرورت کے باعث کلمۂ کفر کہہ لینے کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

[۳۱۹] ﴿ اِلَّامَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾ [النَّحل=١٠٦:١٦]

''مگر جو آدمی مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔'' [۴۲]

۵ کفار و مشرکین کے ساتھ خفیہ محبت کرنا، ان کو اندر کے بھیدی اور ہمراز دوست بنانا شدید حرام ہے۔ کیونکہ کفار اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن اور خود مسلمانوں کے کھلے مخالف اور بدخواہ ہیں۔ ہمیشہ اہل اسلام کی ظاہری اور باطنی عداوت اور بغض میں مبتلا رہتے ہیں۔

۶ کافر اور مشرک آباء و اجداد اور دیگر قرابتداروں کے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق قائم کرنا بالکل حرام اور ممنوع ہے اور اس کا ارتکاب صریحاً ظلم ہے۔

۷ کفار و مشرکین سے قطع تعلق میں اسوۂ ابراہیمی تمام چیزوں کی بنیاد اور واجب العمل طریقہ ہے۔ جس کے مطابق تمام کافروں، مشرکوں اور ان کے باطل نظریات سے مکمل نفرت اور عداوت ضروری ہے جب تک وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان نہ لے آئیں۔

۸ وہ کافر جن سے جنگ نہ کرنے کا عہد ہے اور ان سے جنگ شروع نہیں ہوئی ان کے ساتھ مصالحت کے طور پر حسن سلوک، حسن برتاؤ اور ان کی مجلس اختیار کرنا جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات صلح کی شرائط کے مطابق ضروری ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [۳۲۰] ﴿لَايَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ......﴾ [الممتحنة= ٨:٦٠] ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں سے (ملنے جلنے سے) منع نہیں کرتا جن سے تمہاری ابھی تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔'' [۴۳]

۹ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبت اور دوستی حرام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر کہ:

---

[۴۲] القرطبی: ٣٨/٤ + تفسیر ابن کثیر: ٣٨٣/١

[۴۳] تفسیر القرطبی: ٤٠/١٨ + ابن کثیر: ٣٦٩،٣٦٨/٤

[۳۲۱] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التَّوبة=۹: ۷۱]

''مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر:

[۳۲۲] ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... ﴾ [المائدة=۵: ۵۵]

'' تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور مومن ہیں۔''

⑩ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و مودت اور ان کی اطاعت و اتباع دین کی اصل بنیاد ہے۔ کتاب وسنت اس حقیقت کے بیان سے بھرے پڑے ہیں۔ بالخصوص سورۃ الانعام، الانفال ،التوبہ، النحل ، الاحزاب ، الحدید ، الممتحنہ ، الصّف ، وغیرہ اور بخاری ومسلم کے کتاب الایمان، کتاب المناقب ، کتاب الاعتصام وغیرہ میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

علاوہ ازیں مومنوں کی باہمی محبت و دوستی اور اخوت و مودت کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہوں: سورۃ الحجرات ، النور ، الشوریٰ ، المائدۃ، النساء ،سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات ۔صحیح بخاری سے : کتاب المناقب ، کتاب الادب، کتاب الاستیذان ، نیز صحیح مسلم سے کتاب الایمان، کتاب الفضائل اورکتاب البرِّ والصِّلة ودیگر کتب حدیث کے مذکورہ ابواب۔

(٦) اللہ کے راستہ میں ہجرت

ہجرت کی تعریف ، اہمیت اور فضیلت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۳۲۳] ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة=۲: ۲۱۸]

'' درحقیقت جو لوگ ایمان لائے ، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو بس وہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

[۳۲٤] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ [الأنفال=۸: ۷٤]

'' جو لوگ ایمان لائے ، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے

مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں ۔ ان کے لئے ہی بخشش اور عزت والا رزق ہے۔''

[۳۲۵] ﴿ **فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** ۚ...... ﴾

[آل عمران=۳:۱۹۵]

''پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی تو اپنے گھروں سے (ایمان لانے کی وجہ سے) نکال دیئے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے (کفار کے ساتھ) جنگ کی اور مار ڈالے گئے ۔ میں ضرور ان کی خطاؤں کو مٹا دونگا اور ضرور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔''

[۳۲۶] ﴿ **وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** ۭ **وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ**........... ﴾ [النّحل=۱۶:۴۱]

''اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا ،ہم ضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے اور آخرت کا اجر وثواب تو کہیں زیادہ بڑا ہے ۔''

[۳۲۷] ﴿ **لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ**O ﴾ [النّحل:۱۶:۱۱۰]

''وہ لوگ جنہوں نے ظلم ڈھائے جانے کے بعد ہجرت اختیار کی ، پھر جہاد کیا اور (اس کی تکلیفوں پر) صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد ان کو ضرور بخشنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے ۔''

[۳۲۸] ﴿ **وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً** ۭ **وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** ۭ **وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا**O ﴾ [النّساء=۴:۱۰۰]

''اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے اور وسیع رزق پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکل پڑے، پھر اس کو (دوران سفر ہی) موت آن پکڑے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔''

ہجرت فرض ہے:

ہجرت کے حالات ہوں تو ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔قرآن وسنت میں اس بارے درج ذیل دلائل ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۲۹] ﴿ **اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًاO اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًاO فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًاO** ﴾ [النّساء=٤:٩٧-٩٩]

'' فرشتے جن لوگوں کی اس حالت میں جان قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو ملائکہ ان سے کہتے ہیں: تم کس حالت میں پڑے رہے؟ تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ ہم اس سرزمین میں ضعیف اور بے بس تھے(اس لئے مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کر سکے)۔تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی؟ لہٰذا تم اس میں کہیں بھی ہجرت کر جاتے ۔سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ ناتواں مردوں اور عورتوں ،بچوں کے علاوہ جو کسی تدبیر اور حیلہ کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ راستے کا علم رکھتے ہیں ۔تو امید ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

نبی ﷺ نے مجاشع بن مسعود اسلمی سے فتح مکہ کے بعد فرمایا:

[۳۳۰] ((اِنَّ الهِجرَةَ قَدْ مَضَتْ لِاَهلِهَا وَلٰكِن عَلَى الاِسلَامِ وَالْجِهَادِ وَالخَيرِ))[۴۴]

'' ہجرت تو اہل ہجرت (مہاجرین مکہ) کے لئے گزر چکی ہے لیکن میں اسلام ، جہاد ، خیر (فرمانبرداری) کی بیعت لیتا ہوں۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۳۱]((لَاهِجرَةَ بَعدَ الْفَتحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَ نِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنفِرْتُمْ فَانفِرُوْا ......))[۴۵]

---

[۴۴] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب المبايعة بعد فتح مكّة علَى الإسلام والجهاد و الخير و بيان معنٰى لا هجرة بعد الفتح ، الحديث:١٨٦٣

[۴۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٥٩

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کا حکم ختم ہو چکا لیکن جہاد اور اس کی نیت وعزم کا فریضہ باقی رہے گا اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔''

[۳۳۲]((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجرَةُ حَتّٰى تنقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا......))[۴۶]

''جب تک توبہ باقی ہے ہجرت کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ اور توبہ باقی رہے گی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔''

[۳۳۳]((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ))[۴۷]

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے۔ (یعنی تمام گناہوں سے باز رہے)۔''

ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۳۴]((وَ يْحَكَ اِنَّ شَاْنَهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ تُؤَدِّىْ صَدَقَتَهَا ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَّرَآءِ الْبِحَارِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا))[۴۸]

''تجھ پر افسوس ہے !اس (ہجرت) کا معاملہ تو بہت دشوار ہے۔کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ اس اعرابی نے عرض کیا :جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سمندر سے پار نیک عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[۴۶] صحیح أبوداود = كتاب الجهاد : باب فى الهجرة هل انقطعت ، الحديث :۲۱۶۶

[۴۷] صحیح البخاری=كتاب الإيمان: باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده، الحديث:۱۰+صحيح مسلم = كتاب الإيمان:باب بيان تفاضل الإسلام ، و أَىِّ أُموره أَفضل، الحديث :۴۰ صحیح مسلم میں اس حدیث کا صرف پہلا جملہ ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ)) ہے۔

[۴۸] صحیح البخاری = كتاب الزكوة : باب زكاة الإبل، الحديث :۱۳۸۴+صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب المبايعة بعد فتح مكّه عَلَى الإسلام و الجهاد وا لخير و بيان معنٰى((لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ)) الحديث:۱۸۶۵۔ نیز ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

[٣٣٥]﴿لَاهِجرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤمِنُونَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ أَنْ يُّفتَنَ عَلَيْهِ ـ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الِاسْلَامَ وَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَآءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ ﴾[٤٩]

''آج ہجرت باقی نہیں رہی (یعنی اس کی فرضیت)۔کیونکہ مسلمانوں کی ماضی میں یہ حالت تھی کہ ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے اپنا دین بچا کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگ نکلتا تھا۔لیکن آج تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور مومن شخص جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے ۔ تاہم جہاد اور اس کی نیت قیامت تک باقی ہے۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان غلبۂ اسلام کے مخصوص زمانہ سے متعلق ہے)

انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٣٣٦] ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْآ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَالَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾ [الأنفال=٨:٧٢]

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی ،اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ ،اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا ان کی حمایت کی یہی ایک دوسرے کے ورثاء ہونگے ۔اور جو ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی تو ان کے اور تمہارے درمیان وراثت کی کوئی تقسیم نہ ہوگی حتی کہ وہ ہجرت اختیار کریں ،اور اگر دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت کرنا تم پر لازم ہے ۔مگر ایسی قوم کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں جس کے ساتھ تمہارا کوئی عہد و میثاق ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے ۔''

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[٤٩] صحیح البخاری= کتاب فضائل الصحابة: باب هجرة النَّبِیّ وَّ أَصحابِهٖ إِلَى المدينة، الحديث:٣٦٨٧

[۳۳۷] ((حَالَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْاَنْصَارِ فِيْ دَارِيْ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ)) [۵۰]

''رسول اللہ ﷺ نے میرے اس گھر میں جو مدینہ میں ہے مہاجرین قریش اور انصار کے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ قائم فرمایا۔''

[۳۳۸] ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخٰى بَيْنَ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَ بَيْنَ اَبِيْ طَلْحَةَ)) [۵۱]

''بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا۔''

[۳۳۹] ((قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ آخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ)) [۵۲]

''جب ہمارے پاس سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے اور سیدنا سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔''

انصار اور مہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم :

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے مہاجرین و انصار کے درمیان وراثت کی تقسیم کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔لیکن دوستی اور بھائی چارے کے باقی تمام احکام بدستور باقی ہیں ۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

[۳۴۰] ﴿ **وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌO** ﴾ [الأنفال=۸:۷۵]

''اور رشتے ناطے والے ایک دوسرے کے(وارث ہونے میں) اللہ کی کتاب کی رو سے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔''

[۳۴۱] ﴿ **وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ط مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيَآءِكُمْ مَّعْرُوْفًا ط......** ﴾ [الأحزاب=۳۳:۶]

---

[۵۰] صحیح مسلم= كتاب فضائل الصّحابة : باب مؤاخاة النّبيّ ﷺ بين أصحابه رضى الله عنهم، الحديث:۲۵۲۹

[۵۱] صحیح مسلم= كتاب فضائل الصِّحابة : باب مؤاخاة النَّبيّ ﷺ بَيْنَ أَصحابه رضى الله عنهم ، الحديث:۲۵۲۸

[۵۲] صحيح البخارى= كتاب فضائل الصّحابة : باب اِخَاءِ النَّبِيّ ﷺ بين المهاجرين و الأنصار، الحديث:۳۵۷۰

”رشتے ناطے والے اللہ کی کتاب کی رو سے مومنوں اور مہاجروں سے وراثت حاصل کرنے میں زیادہ حقدار ہیں۔ الّا یہ کہ تم اپنے (مہاجر) دوستوں کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرو۔“

مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام ومسائل:

1. اللہ تعالیٰ پر ایمان، نیک اعمال، حق کی تلقین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا بھی ایک اہم دینی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے بالترتیب مراحل میں یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ جبکہ پہلا مرحلہ دعوت و تبلیغ اور تیسرا مرحلہ کافروں کے ساتھ لڑائی کا فرض ہونا ہے۔ ہجرت و جہاد کرنے والے مومن اور ان کی مدد کرنے والے انصار و مجاہدین ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عزت کی روزی کے یہی لوگ مستحق ہیں۔
2. اللہ کی راہ میں ستائے گئے، اپنے وطنوں سے نکالے گئے مہاجرین اور مجاہدین کے لئے ہجرت اور جہاد تمام خطاؤں کا کفارہ، جنت میں داخل ہونے کا سبب اور دنیا و آخرت میں بھلائیوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔
3. اللہ تعالیٰ نے مہاجر فی سبیل اللہ کیلئے محفوظ ٹھکانہ فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ رزق میں فراخی ہوگی۔ اگر ہجرت کے سفر کے دوران موت واقع ہوجاتی ہے تو تب بھی اللہ کے ہاں اجر وثواب کا مستحق قرار پائے گا۔
4. اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن دارالکفر کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ہجرت کہلاتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دینا بھی شرعاً ہجرت ہے۔
5. فتح مکہ سے پہلے دار الحرب مکہ سے دارالہجرت مدینۃ النبی ﷺ یا کسی اور مقام کی طرف ہجرت اختیار کرنا فرض تھا۔ تاہم ضعیف وناتواں مسلمان جو ہجرت کے لئے کسی حیلہ وتدبیر پر قادر نہ ہوں اس کی فرضیت سے خارج تھے۔[۵۳]

---

[۵۳] تفسیر القرطبی: ۵/۲۲۱-۲۲۳+تفسیر ابن کثیر :۱/۵۹۵-۵۹۸ + نیل الأوطار :۸/۲۸،۲۹+ شرح النَّووی:۲/۱۳۰+صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر/تفسیر سورة النِّساء : باب الّا المستضعفین من الرِّجال والنِّساء والولدان لا یستطیعون حیلة و لا یهتدون سبیلاً (النِّساء=٤:٩٨)، الحدیث:٤٣٢١،٤٣٢٢

⑥ نبی ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد مکہ میں مقیم بے بسوں اور ناتوانوں کے علاوہ تمام مسلمانوں پر ہجرت عمومی طور پر فرض کی گئی ۔حتیٰ کہ مہاجر اور غیر مہاجر رشتہ داروں کے درمیان وراثت تقسیم نہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔لیکن فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ وہ مستحب قرار دے دی گئی۔جیسا کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت صرف مستحب تھی۔[۵۴]

⑦ مکہ جیسے حالات پیدا ہوجائیں تو قیامت تک کے لئے ہجرت کا حکم واجب اور باقی ہے۔مشہور حدیث: [۳۴۲]((لَاهِجرَةَ بَعدَ الفَتحِ)) ’’فتح کے بعد ہجرت نہیں‘‘ کا مفہوم یہی ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو خود دارالاسلام بن چکا ہے اور حدیث:[۳۴۳] ((اِنَّ الھِجرَةَ قَد مَضَتُ لِاَھلِھَا)) کا معنی یہ ہے کہ بہترین اور عمدہ ہجرت جو مکہ کے مہاجرین کے لئے مخصوص تھی وہ فتح مکہ کے بعد ختم ہوگئی۔اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہجرت کی فرضیت ہی منسوخ ہوگئی ہے۔یہی جمہور علماء اسلام کا قول ہے ۔کیونکہ ہجرت دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانے کا نام ہے ۔ جو عہد نبوی میں فرض ہوئی، قیامت تک ان تمام لوگوں کے لئے باقی ہے جن کو اپنے دین اور ایمان کو سلامت رکھنا دشوار دکھائی دیتا ہو۔ ابن العربی ، طیبی اور نووی وغیرہ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔[۵۵]

⑧ مکہ سے مخصوص حالات میں ہجرت کے واجب ہونے کی تائید میں عام آیات اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کے علاوہ درج ذیل احادیث بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۴۴] ((اَنَا بَرِيٌّ مِن كُلِّ مُسلِمٍ يُقِيمُ بَينَ اَظهُرِ المُشرِكِينَ قَالُوا : يَارَسُولَ اللّٰهِ! لِمَ ؟ ، قَالَ لَا تَرَاءَ ى نَارَاهُمَا)) [۵۶]

’’میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان مقیم ہو(یعنی ہجرت نہ

---

[۵۴] معالم السُنن للخطّابی: ۳/۳۵۲+ شرح النَّووی:۲/۱۳۰+ نیل الأوطار: ۷/۲۹

[۵۵] فتح الباری :٦/۳۷۸،۳۷۹۰+شرح النَّووی:۲/۱۳۰+ نیل الأوطار:۸/۲۹+تفسیر القرطبی:۵/۲۲۲ +تفسیر ابن کثیر:٤/٥٩٦،٥٩٧

[۵۶] صحیح التِّرمذی= أبواب السِّیر: باب ما جاء فی كراهية المقام بين أَظهُرِ المشركين، الحدیث:۱۳۰۷/۱۶۷۰+صحیح أَبو داؤد= کتاب الجهاد : باب فی الإقامة بأَرض الشِّرك، الحدیث:۲٤۲۰+صحیح النِّسائی = کتاب البیعة : باب البیعة علیٰ فراق المشرك ، الحدیث: ۳۸۹۲،۳۸۹۳

کرے)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اللہ کے رسول کس لئے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اس لئے کہ ان کی آگ ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور نہیں ہے (یعنی اس لئے کہ ایک ہی علاقے میں رہائش پذیر ہیں)۔

[۳۴۵]« لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ اَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ »[۵۷]

"مشرکین کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ مجلس اختیار کرو۔ جو ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے گا یا ان کے ساتھ مجلس اختیار کرے گا وہ ان کی مثل ہوگا۔"

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ایک اعرابی کی حدیث: [۳۴۶] «اِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ......» بھی عام حالات کے لئے ہیں۔ جبکہ مکہ جیسے مخصوص حالات میں ہجرت کی فرضیت مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔

⑩ مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت، محبت، دوستی اور بھائی چارے کے تمام احکام قرآن سے ثابت اور قیامت تک کے لئے باقی ہیں ۔ صرف وراثت کی تقسیم کا حکم آیت قرآنی :

[۳۴۷] ﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ﴾ [الأحزاب=۳۳:۶] —— نازل ہونے کے بعد فرضیت سے استحباب میں تبدیل کیا گیا۔

⑪ مستحب اس لئے ہے کہ زندگی میں بطور احسان کے آدمی غیر رشتہ دار کو اپنی جائیداد میں سے عطا کرسکتا ہے اور موت کے وقت وصیت کے ذریعہ اپنی جائیداد میں سے کچھ (زیادہ سے زیادہ ایک تہائی) کسی کو عطا کرسکتا ہے۔[۵۸]

(۷) جماعت و امارت:

مسلم معاشرے کا اجتماعی قیام جو پوری دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا ضامن ہو دین اسلام کا اصل ہدف ہے اور یہ جماعت و امارت کے نظام کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے تمام دینی شعائر، عبادت ، معاملات میں پانچ وقت کی باجماعت نماز، جمعہ، عیدین اور حج سے لے کر گواہوں کی موجودگی میں علی الاعلان نکاح ، کاروبار اور کھیتی باڑی میں اجتماعی طرز

[۵۷] صحيح التِّرمذی= أبواب السِّيَرِ : باب ما جاء فی كراهية المقام بين أظهر المشركين، الحديث : ۱۳۰۷/۱۶۷۱+ صحيح ابو داؤد= كتاب الجهاد : باب فی الإقامة بأرض الشِّرك، الحديث: ۲٤۲۰+ صحيح النِّسائی = كتاب البيعة : باب البيعة علٰى فراق المشرك، الحديث: ۳۸۹۲،۳۸۹۳

[۵۸] تفسير القرطبی:۱٤/۸٤+ابن كثير:۳/۵۱٦+ فتح البارى:۸/۱۱۲،۱۱۳+ شرح النَّووی:۲/۳۰۸

حیات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جہاد بھی اسلام کا ایک اہم اجتماعی فریضہ ہے۔ لہٰذا جماعت اور امارت کے نظام کا قیام اس کی ابتدائی چیزوں میں شامل ہے ۔ تاہم جہاد کے لئے ایک جماعت اور امارت کا قیام البتہ لازمی شرط ہے ۔مکمل کنٹرول کرنے والی اور بااختیار انتظامیہ پر مشتمل خلافت و امارت کا وجود لازمی شرط نہیں۔ جیسا کہ ہم اس موضوع پر اسی باب میں مدلل بحث کرینگے ۔مسلمانوں کے لئے جماعت و امارت کی ضرورت و اہمیت پر کتاب وسنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

جماعت کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳٤۸] ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا...... ﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]

’’اے ایماندارو! تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن اور اللہ سے کئے ہوئے عہد) کو مضبوط پکڑ لو اور (یہود و نصاریٰ کی طرح) علیحدہ علیحدہ نہ ہو۔‘‘

[۳٤۹] ﴿ وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۵]

’’اور ان لوگوں (یہودو نصاریٰ) کی مثل مت بنو جو متفرق ہو گئے اور واضح آیات آنے کے بعد بھی انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور انہی لوگوں کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

[۳۵۰] ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ○ ﴾ [الرُّوم=۳۰:۳۱،۳۲]

’’(اور تم نماز قائم کرو) اور مشرکین سے مت بنو جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ بن گئے ۔ ہر فرقہ اپنے مزعومہ خیالات پر شاداں وفرحاں ہے۔‘‘

[۳۵۱] ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ○ ﴾ [الأنفال=۸:٤٦]

’’اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ ورنہ تم بے ہمت اور سست بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور (جہاد میں) ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

[۳۵۲] ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَهُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ...... ﴾

[الأنعام=۶:۱۵۹]

’’بلاشبہ جن لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے دین کو متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے، تیرا ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔‘‘

[۳۵۳] ﴿وَ شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ ۚ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ ؕ...... ﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

’’(اے نبی ﷺ)! اور اہم معاملات میں ان (صحابہ) سے مشورہ کیا کرو پھر (صلاح و مشورہ کے بعد) جب تو پختہ عزم کر لے تو محض اللہ پر توکل اور اعتماد کر۔‘‘

[۳۵۴] ﴿ وَ الَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ...... ﴾

[الشّوریٰ=۴۲:۳۸]

’’اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم قبول کر لیا اور نماز قائم کر لی اور ان کے آپس کے معاملات ایک دوسرے کے صلاح مشورے کے ساتھ چلتے ہیں۔‘‘

مشہور روایت ’’حدیث خیر وشر‘‘ میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

[۳۵۵] ((تَلۡزَمُ جَمَاعَةَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَ اِمَامَهُمۡ قُلۡتُ : فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَهُمۡ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ؟ قَالَ : فَاعۡتَزِلۡ تِلۡكَ الۡفِرَقَ کُلَّهَا))[59]

’’(غلبۂ شر کے وقت) تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو ۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر اہل اسلام کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں اور گروہوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔‘‘

[۳۵۶] ((مَنۡ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَ فَارَقَ الۡجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ ، مَاتَ مِیۡتَةً جَاهِلِیَّةً۔ وَ مَنۡ قُتِلَ تَحۡتَ رَایَةٍ عُمِّیَّةٍ یَغۡضَبُ لِلۡعَصَبَةِ ، وَ یُقَاتِلُ لِلۡعَصَبِیَّةِ، فَلَیۡسَ مِنۡ اُمَّتِیۡ۔ وَ مَنۡ خَرَجَ مِنۡ اُمَّتِیۡ، عَلٰی اُمَّتِیۡ یَضۡرِبُ بَرَّهَا وَ فَاجِرَهَا، لَا یَتَحَاشَ مِنۡ مُؤۡمِنِهَا، وَ لَا یَفِیۡ الَّذِیۡ عَهِدَ عَهۡدَهَا فَلَیۡسَ مِنِّیۡ))[60]

---

[59] صحیح البخاری = کتاب الفِتَن : باب کیف الأمر إذا لم تکن جماعة ، الحدیث ۶۶۷۳ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفِتَن و فی کلِّ حال و تحریم الخروج علَی الطّاعة و مفارقة الجماعة ،الحدیث:۱۸۴۷

[60] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفِتَن، الحدیث:۱۸۴۸

”جو شخص اطاعت امیر سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا، پھر اس کی موت آ گئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ جو اندھے پرچم (جس کا مقصد ہی واضح نہیں) کے نیچے قتل ہوا۔ وہ قومی عصبیت کی خاطر غضبناک ہوتا ہے اور قومی عصبیت کی خاطر جنگ کرتا ہے، وہ میری امت سے نہیں۔ جس نے میری امت کے خلاف میری امت میں سے علم بغاوت بلند کیا اس کے نیک و بد سب کو مارنے لگا، نہ مومن سے اجتناب کیا اور نہ کسی ذمی کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا تو یہ بھی مجھ سے نہیں ہے۔ (یعنی میرے ساتھ اس کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں)۔“

[٣٥٧] ((مَنْ رَأَى مِنْ اَمِيْرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهُ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) [٦١]

”جو کوئی اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھے تو صبر کرے۔ کیونکہ جو ایک بالشت بھر جماعت سے علیحدہ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

[٣٥٨] ((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ لَقِىَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَ مَنْ مَّاتَ وَ لَيْسَ فِىْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) [٦٢]

”جس نے اطاعت امیر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بلا دلیل و حجت ملے گا اور جس کی موت اس حالت میں آئی کہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت (کا ہار) نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت کے ساتھ مرے گا۔“

[٣٥٩] ((اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِن وَّرَائِهِ وَ يُتَّقٰى بِهِ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ عَدَلَ لَكَانَ لَهُ بِذَالِكَ اَجْرٌ وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْه)) [٦٣]

”خلیفہ یا امیر (امت کے لئے ڈھال ہے)۔ اس کے ساتھ مل کر کافروں اور مشرکوں سے قتال کیا جاتا ہے اور اس کی (قوت و مدد سے کافروں اور شر پسندوں کے شر سے) محفوظ رہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ پرہیز گاری کا حکم دے گا اور عدل و انصاف کرے گا تو اسے اس کا

[٦١] صحیح البخاری = کتاب الأحكام : باب السَّمع والطَّاعة ما لم تكن معصية، الحديث ٦٧٢٤+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفِتَن ، الحديث:١٨٤٩

[٦٢] صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفِتَن،الحديث:١٨٥١

[٦٣] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب يقاتل من وَّرآء الإمام و يتَّقى بهٖ ، الحديث:٢٧٩٧+ صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب الإمام جنَّة يقاتل به من ورآءِهٖ و يتَّقى بِهٖ ، الحديث:١٨٤١

اجر وثواب حاصل ہوگا اور اگر اس کے بغیر کوئی حکم دے گا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہوئے ایک لمبی حدیث میں ارشاد فرمایا:

[٣٦٠] ((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَ اِيَّاكُمْ وَ الْفُرْقَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَ هُوَ مِنَ الاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ مَنْ اَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ)) [٦٤]

''لوگو! جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ بازی سے احتراز کرو۔ کیونکہ شیطان اکیلے شخص کا ساتھی ہے اور دو سے بہت زیادہ دور ہے۔ جو شخص اعلیٰ اور وسط جنت کا خواہشمند ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔''

امیر کی اطاعت وفرمانبرداری:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[٣٦١] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا O﴾ [النّساء=٤:٥٩]

''اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔ پھر اگر (امراء کے ساتھ) کسی معاملے میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی اچھا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٣٦٢] ((مَنْ اَطَاعَنِي فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ۔ وَ مَنْ يُّطِعِ الاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَ مَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ وَ اِنَّمَا الاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهٖ وَ يُتَّقٰى)) [٦٥]

---

[٦٤] صحيح التّرمذى= أَبواب الفِتَن: باب فى لزوم الجماعة، الحديث :١٧٥٨+ المستدرك علَى الصَّحِيحَين= كتاب الفِتَن و الملاحم ، الحديث:٨٥٤٥ ، ٨٥٤٦+ مسند احمد :١٤٥/٥

[٦٥] صحيح البخارى= كتاب الجهاد : باب يقاتل من وَّراءِ الإمام و يُتَّقى بِهٖ، الحديث :٢٧٩٧ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأُمراء فى غير معصية ، الحديث:١٨٣٥+ صحيح النِّسائى = كتاب البيعة : باب التَّرغيب فى طاعة الإمام ، الحديث :٣٩٠٩+ صحيح إبن ماجة = كتاب الجهاد : باب طاعة الإمام ، الحديث: ٢٣٠٨

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی وہ اللہ کا بھی نافرمان ہے اور جو امیر کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہے۔ بلاشبہ امام اور امیر ایک ڈھال ہے جس کے ساتھ مل کر کفار سے قتال کیا جاتا ہے۔ جس کی قوت وتعاون سے کافروں اور فاجروں کے فساد سے محفوظ رہا جاتا ہے۔''

[۳٦۳] ((اِسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا وَ اِنِ اسۡتُعۡمِلَ عَلَیۡکُمۡ عَبۡدٌ حَبَشِیٌّ کَأَنَّ رَأۡسَهٗ زَبِیۡبَةٌ اَوۡ عَبۡدٌ مُجَدَّعٌ یَقُوۡدُکُمۡ بِکِتَابِ اللّٰهِ)) [٦٦]

''امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ کوئی حبشی غلام منقیٰ جیسے چھوٹے سر والا یا کوئی ناک کٹا غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرتا ہو۔''

[۳٦٤] ((اَلسَّمۡعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الۡمَرۡءِ الۡمُسۡلِمِ فِیۡمَا اَحَبَّ وَ کَرِهَ مَا لَمۡ یُؤۡمَرۡ بِمَعۡصِیَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعۡصِیَةٍ فَلَا سَمۡعَ وَ لَا طَاعَةَ)) [٦٧]

''مسلمان آدمی پر اپنی پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام باتوں میں امیر کی بات سننا اور ماننا لازم ہے جب تک اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب معصیت الٰہی کا حکم کیا جائے تو نافرمانی میں سمع واطاعت نہ ہوگی، اطاعت صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳٦۵] ((بَایَعۡنَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمۡعِ وَ الطَّاعَةِ فِیۡ الۡمَنۡشَطِ وَ الۡمَکۡرَهِ وَ اَنۡ لَّا نُنَازِعَ الۡاَمۡرَ اَهۡلَهٗ وَ اَنۡ نَقُوۡمَ اَوۡ نَقُوۡلَ بِالۡحَقِّ حَیۡثُمَا کُنَّا ، لَا نَخَافُ فِیۡ اللّٰهِ

---

[٦٦] صحیح البخاری= کتاب الأحکام : باب السّمع والطّاعة للإمام ما لم تکن معصیة ، الحدیث:٦٧٢٣ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمرآءِ فی غیر معصیة و تحریمها فی معصیة ، الحدیث : ١٨٣٨+ صحیح النّسائی= کتاب البیعة : باب الحضّ علی طاعة الإمام، الحدیث : ٣٩٠٨+ صحیح إبن ماجة = کتاب الجهاد : باب طاعة الإمام ، الحدیث : ٢٣٠٩۔ آخری جملہ ''اَوۡ عَبۡدٌ مجدَّعٌ یَقُوۡدُکُمۡ بکتاب اللّٰه'' صرف صحیح مسلم میں ہے

[٦٧] صحیح البخاری= کتاب الأحکام : باب السّمع والطّاعة للإمام ما لم تکن معصیة ، الحدیث: ٦٧٢٥+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة ، الحدیث :١٨٣٩+ صحیح التّرمذی = کتاب الجهاد : باب لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ، الحدیث :١٣٩٦+ صحیح النّسائی = کتاب البیعة : باب البیعة فی ما اَحَبَّ وَ کَرِهَ ، الحدیث:٣٨٩١+ صحیح إبن ماجة= کتاب الجهاد: باب لا طاعة فی معصیة اللّٰه ، الحدیث :٢٣١٣

لَوۡمَةَ لَائِمٍ)) ۶۸

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ان شرائط پر بیعت کی کہ ہماری طبیعت ماننے یا نہ ماننے ہر حال میں امیر کی بات سنیں اور مانیں گے اور امیر کے ساتھ امارت کے معاملے میں جھگڑا نہ کرینگے۔ یہ کہ ہم جہاں بھی ہونگے حق بات برملا کہتے رہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھیں گے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[۳٦٦] ((دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعۡنَاهُ۔ فَقَالَ فِيۡمَا اَخَذَ عَلَيۡنَا : اَنۡ بَايَعۡنَا عَلَى السَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ فِيۡ مَنۡشَطِنَا وَ مَكۡرَهِنَا وَ عُسۡرِنَا وَ يُسۡرِنَا وَ اَثَرَةٍ عَلَيۡنَا وَ اَن لَّا نُنَازِعَ الۡاَمۡرَ اَهۡلَهٗ قَالَ :((اِلَّا اَنۡ تَرَوۡا كُفۡرًا بَوَاحًا عِنۡدَكُمۡ مِنَ اللّٰهِ فِيۡهِ بُرۡهَانٌ)) ۶۹

''(بیعت عقبہ کی رات) رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلا بھیجا۔ آپ ﷺ نے ہم سے یہ اقرار لیا کہ ہم اپنی خوشی اور ناخوشی میں، اپنی آسانی اور تنگ حالی میں آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے اور ہماری حق تلفی بھی (اگر) ہو رہی ہو تب بھی بات سنیں گے اور مانیں گے۔ یہ بھی اقرار لیا کہ ہم کسی امیر اور حاکم سے امارت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے اِلَّا یہ کہ کوئی واضح کفر نظر آئے۔ اگر امیر واضح کفر کا ارتکاب کرے تو پھر تمہارے رب کے ہاں پیش کرنے کے لئے تمہارے پاس اس بارے میں دلیل موجود ہے (لہٰذا اس صورت میں تم امیر سے امارت چھیننے اور امیر کو امارت سے علیحدہ کرنے کے مجاز ہو)۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳٦٧] ((كُنَّا نُبَايِعُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ ، ثُمَّ يَقُوۡلُ لَنَا:((فِيۡمَا اسۡتَطَعۡتُمۡ)) ۷۰

---

۶۸ صحيح البخارى= كتاب الأحكام : باب كيف يبايع الإمام النّاس، الحديث :٦٧٧٤+ صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأُمراء فى غير معصية و تحريمها فى المعصية، الحديث: ١٧٠٩ + صحيح إبن ماجة= كتاب الجهاد: باب البيعة ، الحديث : ٢٣١٥

۶۹ صحيح البخارى = كتاب الفِتَن : باب قول النَّبِيّ ﷺ سَتَرون بَعۡدِى اُمُورًا تنكرونها" الحديث :٦٦٤٧+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية و تحريمها فى المعصية ، الحديث : ١٧٠٩

۷۰ صحيح النِّسائى= كتاب البيعة : باب البيعة فى ما يستطيع الانسان، الحديث :٣٩٠٤+ صحيح أَبى داوٗد = كتاب الخراج والإمارة و الفيءِ: باب ما جاء فى البيعة، الحديث :٢٥٤٧+ صحيح التِّرمذى= أَبواب السِّيَر: باب ما جاء فى بيعة النَّبِىّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ، الحديث:١٢٩٦

’’ہم رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور ماننے پر بیعت کرتے تھے ۔آپ ﷺ بیعت لیتے وقت یہ الفاظ بھی ارشاد فرماتے تھے : اطاعت و فرمانبرداری بقدر استطاعت ضروری ہے۔‘‘

امیر کی صفات اور فرائض:

نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:

[۳٦۸] ((اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ فَالْإِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ۔ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَی اَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ۔ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰی اَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِیَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ ۔ وَ عَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ ۔ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ)) [۱]

’’آ گاہ رہو کہ تم میں سے ہر شخص نگران اور اپنی رعیت کا مسئول (یعنی ذمہ دار اور جوابدہ) ہے۔ چنانچہ لوگوں کا امیر بھی نگران ہے اور اپنی تمام رعایا کا مسئول ہے ۔ آدمی اپنے اہل خانہ کا نگران اور ذمہ دار ہے۔عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران اور ذمہ دار ہے اور آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال پر نگران اور اس کا ذمہ دار ہے۔چنانچہ تم سب نگران اور جوابدہ ہو۔‘‘

۱ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق امیر اور خلیفہ کی اولین صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کوعوام کا نگران اور جوابدہ کی حیثیت میں رکھے نہ کہ جابر،آمر اور سلطان کی حیثیت میں۔

۲ امیر امارت کا کبھی طلبگار اور حریص نہ ہو ۔ بلا طلب وحرص امیر بنا دیا جائے تو اس مسئولیت کو فریضۂ الٰہی تصور کرتے ہوئے دیانتداری سے ادا کرے ۔اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

[۱] صحيح البخاری = كتاب الأَحكام : باب قول اللّٰه تعالٰی ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النِّساء=٤:٥٩)، الحديث :٦٧١٩+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب فضيلة الإمام العادل و عقوبة الجائر و الحثِّ علَی الرِّفق بالرَّعيَّة ، والنَّهی عن إِدخال المشقَّة عليهم ، الحديث ١٨٢٩+ صحيح أَبی داؤد = كتاب الخراج و الإِمارة والفَیءِ: باب ما يلزم الإِمام من حقِّ الرَّعيّة الحديث: ٢٥٤١+ صحيح التِّرمذی ،= أَبواب الجهاد : باب ما جاء فی الإِمام، الحديث:١٣٩٤

[۳۶۹] ((اِنَّا وَاللّٰہِ لَا نُوَلِّی عَلٰی ھٰذَا العَمَلِ اَحَدًا سَأَلَہٗ وَ لَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْہِ)) [2]

’’ ہم یہ امارت کی ذمہ داری کسی بھی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا سوال کرے یا اس کی حرص کرے۔‘‘

۳ امیر عوام سے محبت کرنے والا ، ان کے لئے رحمدلی اور درگزر کا داعی اور خیر خواہ ہو۔ کیونکہ یہ امراء کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ جبکہ سخت دل ہونا اور بد خواہ ہونا برے امراء کی صفات میں سے ہے۔[3]

۴ کتاب و سنت کے مطابق عوام کی قیادت کرے، نیک کاموں کا حکم دے ، برے کاموں سے منع کرے ۔اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۰] ((یَقُوْدُکُم بِکِتَابِ اللّٰہِ)) [4]

’’کتاب اللہ کے ساتھ وہ تمہاری قیادت کرے۔‘‘

اور تمام معاملات میں خوشخبری اور آسانی کا راستہ اختیار کرے،نفرت دلانے والا اور تنگی پیدا کرنے والا راستہ نہ اپنائے ۔ صلح و صفائی اور ایک دوسرے سے تعاون کا ماحول پیدا کرکے آپس کی نفرتوں اور مخالفتوں سے احتراز کرے ۔اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب یمن کا امیر مقرر فرما کر روانہ کرنا چاہا تو درج ذیل ہدایات فرمائیں:

[۳۷۱] ((یَسِّرَا وَ لَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَ لَا تُنَفِّرَا و تَطَاوَعَا وَ لَا تَختَلِفَا)) [5]

’’ تم دونوں لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ پیدا کرنا ،خوشخبری دینا اور نفرت نہ دلانا، ایک دوسرے کی موافقت کرنا(یعنی ایک دوسرے کی بات تسلیم کرنا)اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔‘‘

۵ امیر کو چاہئے کہ ان معاملات میں اہل علم و دانش اور صاحب فہم و ادراک سے مشورہ

---

[2] صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب النَّھی عن طلب الإمارة والحرص علیھا ، الحدیث:۱۷۳۳+ صحیح البخاری = کتاب الأَحکام : باب ما یُکرَہُ من الحرص علَی الإمارة ،الحدیث : ۶۷۳۰

[3] صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب خیار الأَئمَّة و شرارھم ،الحدیث : ۱۸۵۵

[4] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل :۳۶۳

[5] صحیح البخاری = کتاب الجھاد ، باب ما یُکرَہُ من التَّنازع و الإختلاف فی الحرب و عقوبة من عصٰی إمامه، الحدیث :۲۸۷۳+ صحیح مسلم = کتاب الجھاد : باب فی الأَمر بالتَّیسِیرِ و ترك التَّنفِیرِ، الحدیث :۱۷۳۳

کرے جن کے بارے قرآن وسنت سے کوئی واضح نص موجود نہ ہو۔تاہم کتاب وسنت کا حکم واضح ہونے کے بعد کسی سے بھی مشورہ نہ کرے۔ مشورے کے لئے ایک مجلس شوریٰ قائم کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۳۷۲] ﴿ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ...... ﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

''اپنے ساتھیوں سے اہم معاملہ میں مشورہ لے لیا کریں۔ البتہ جب پختہ عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اس (مشورے) پر عمل کرلیا کریں۔''

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امیر کی ایک کمیٹی ہونی چاہئے جو اس کو نیکی کے معاملات میں گائیڈ کرے۔''[۷۶]

۶ امیر اور قاضی کتاب وسنت کا عالم ہو۔

۷ مزید علم وتحقیق کا طالب ہو۔

۸ متحمل مزاج اور بردبار ہو۔

۹ پرہیز گار اور پاکدامن ہو۔

۱۰ سمجھدار ہو۔

۱۱ مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو۔جناب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایسے اوصاف امیر کے لئے بیان فرمائے ہیں۔[۷۷]

۱۲ عادل اور انصاف پسندہو، ظالم و جابر نہ ہو۔ اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات خوش نصیب ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے پہلے نمبر پر عادل اور منصف امیر ہے۔[۷۸]

۱۳ طاقت ور ہو۔

۱۴ امانتدار ہو۔قرآن مجید کی سورۃ القصص میں اس کا اشارہ یوں ملتا ہے:

---

[۷۶] صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب بطانۃالإمام و أهل مَشُورَتِهِ ، الحدیث: ۶۷۷۳+ صحیح النّسائی= کتاب البیعة : باب بطانة الإمام ، الحدیث :۳۹۱۷-۳۹۱۹

[۷۷] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الأحکام : باب متٰی یستوجب الرجل القضاء۔

[۷۸] صحیح البخاری = کتاب الزّکاة: باب الصَّدقة بِالْيَمِينِ، الحدیث:۱۳۵۷+صحیح مسلم = کتاب الزکوٰة : باب فضل إخفاء الصَّدقة، الحدیث :۱۰۳۱

[۳۷۳] ﴿ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَأۡجَرۡتَ الۡقَوِيُّ الۡاَمِيۡنُ O﴾ [القصص=۲۸:۲٦]

''(شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری پر رکھ لیں۔ اس لئے کہ) بہترین مزدور وہ ہوتا ہے جو مضبوط طاقتور اور امانتدار ہو (اور یہ دونوں خوبیاں موسیٰ علیہ السلام میں ہیں)۔''

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا:

[۳۷٤] ((يَا اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ ضَعِيۡفٌ وَ اِنَّهَا اَمَانَةٌ))[۷۹]

''اے ابو ذر! تو کمزور آدمی ہے(یعنی آپ سے یہ ذمہ داری نہیں نبھائی جائے گی)۔ یہ منصب ایک امانت ہے تو اس کو اٹھانے سے قاصر ہے۔''

⑮ عوام کی حاجات و ضروریات کی کفالت میں ہمیشہ کوشاں رہے اور ان کی نظروں سے اوجھل نہ رہے۔[۸۰]

⑯ امیر کو چاہئے کہ عوام سے کتاب و سنت کے مطابق حسب استطاعت احکامات سننے اور ماننے کی بیعت لے ۔ علاوہ ازیں ایمان ،اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی باقاعدہ بیعت لے ۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷٥] ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ ﴾ [الفتح= ٤٨:١٠]

''بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

[۳۷٦] ﴿ فَبَايِعۡهُنَّ وَ اسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ .... ﴾ [الممتحنة= ٦٠:١٢][۸۱]

''پس ان سے بیعت لے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگ۔''

⑰ جہاد کی طرف نکلنے کا حکم دیتے وقت لوگوں کے حالات وضروریات کا خصوصی خیال رکھے

---

۷۹ صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب كراهة الإمارة بغير ضرورة ، الحديث :١٨٢٥

۸۰ صحيح أبى داوٗد=كتاب الخراج والإمارة والفيءِ: باب فيما يلزم الإمام من أمر الرَّعيَّة ، الحديث:٢٥٥٥

۸۱ نیز ملاحظہ ہو صحيح البخارى= كتاب المغازى : باب غزوة الحديبية ، الحديث:٣٩٢٢،٣٩٤٢+ و كتاب الجهاد : باب البيعة فى الحرب أَن لَّا يفرُّوا و قال بعضهم علَى الموت، الحديث : ٢٧٩٨-٢٨٠٢+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند ارادة القتال و بيان بيعة الرِّضوان تحت الشجرة، الحديث : ١٨٥٦-١٨٦١

اور شدید ترین حاجت و ضرورت کے بغیر کسی بھی اہم اور ہنگامی مصروفیت والے شخص کو اپنے ہمراہ لے جانے سے اجتناب کرے۔اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۷] ((غَزَا نَبِیٌّ مِنَ الاَنبِیَاءِ ، فَقَالَ لِقَومِہٖ: لَا یَتبَعنِی رَجُلٌ مَلَکَ بُضعَ امرَأۃٍ وَ ھُوَ یُرِیدُ اَن یَّبنٰی بِھَا وَ لَمَّا یَبنِ بِھَا)) [۸۲]

''اللہ کے نبیوں میں ایک نبی نے غزوہ کیا تو اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: کوئی ایسا شخص میرے ساتھ جہاد کے لئے نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نئی نئی شادی کی ہو، وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار کرنا چاہتا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار نہیں کیا۔''

⑱ مختلف علاقوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور لشکروں کے امراء کی طرح علماء دین بھی امراء ہیں۔ دینی مسائل کے حل اور باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے علماء مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص جب خلافت اسلامیہ اور امامت کبریٰ نہ ہو(یعنی تمام مسلمانوں کا ایک امیر موجود نہ ہو) تو علماء ہی امت کے لئے قابل اطاعت امراء اور اہل حل و عقد ہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷۸] ﴿ وَ اِذَا جَآءَ ھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓی اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ؕ ﴾ [النّساء=٤ :٨٣]

''اور جب انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی تو انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اور مسائل اخذ کرتے ہیں۔''

امام قرطبی فرماتے ہیں : وہ مسائل کا استنباط کرنے والے اور مسائل اخذ کرنے والے اہل علم اور فقیہ لوگ ہوتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے حسن اور قتادہ سے نقل کی ہے۔[۸۳]

---

۸۲ صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب قول النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم((أُحِلَّت لکم الغَنَائِم)) الحدیث:٢٩٥٦ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد : باب تحلیل الغنائم لهذا الأُمَّۃِ خاصةً، الحدیث :١٧٤٧

۸۳ تفسیر القرطبی: ٥ /١٨٨ + ابن کثیر :١ /٥٨٢ + تفسیر البیضاوی:١ /١٩٢-١٩٧ + تفسیر جلالَین، مصری طبع: ١ /١٩٧، پاکستانی طبع :٨٢

مذکورہ آیات واحادیث سے حاصل شدہ احکام ومسائل:

① اللہ تعالیٰ کے فرمان '' اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو'' میں ''حبل اللّٰہ'' سے مراد کیا ہے؟ مفسرین کے اس بارے تین اقوال ہیں:

(۱) قرآن مجید
(۲) عہد الٰہی
(۳) جماعت۔

یہ تینوں مفہوم ایک دوسرے کے قریب ہیں اور قرآن مجید میں تینوں کی طرف اشارے موجود ہیں ۔ البتہ اللہ کی مضبوط رسی، صراط مستقیم اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت مروی ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ گروہوں میں تقسیم نہ ہوا جائے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑا جائے ۔ لہٰذا اجتماعی زندگی گزارنا اور جماعت کے ساتھ وابستگی فرض اور واجب ہے۔ [۸۴]

② ''اور تفرقہ تفرقہ مت بنو'' یہ مکرر حکم موجود ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔ جیسا کہ بہت زیادہ آیات وصحیح احادیث میں گروہ در گروہ ہونے اور فرقہ فرقہ ہونے کی شدید ممانعت ہے ۔ نیز وحدت اور اجتماعیت کے تاکیدی احکامات موجود ہیں۔[۸۵]

③ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے لئے جماعتی زندگی گزارنا اور تفرقہ بازی اور اختلاف سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

* [۳۷۹] ﴿ وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]
* [۳۸۰] ﴿ وَ لَاتَفَرَّقُوۡا﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]
* [۳۸۱] ﴿ وَلَاتَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا﴾ [آل عمران=۳:۱۰۵]
* [۳۸۲] ﴿ وَلَا تَنَازَعُوۡا فَتَفۡشَلُوۡا﴾ [الانفال=۸:۴۶]
* [۳۸۳] ﴿ لَسۡتَ مِنۡهُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ﴾ [الانعام=۶:۱۵۹]

---

۸۴ تفسیر القرطبی:٤/١٠٦ + تفسیر ابن کثیر:١/٤١٦،٤١٧

۸۵ تفصیل کے لئے دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الإیمان و کتاب الإعتصام+ صحیح مسلم = کتاب الإیمان و کتاب فضائل النّبِیّ صلی اللہ علیہ وسلم

ان آیات کے علاوہ اور بہت ساری آیات اور احادیث سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

④ اسلام کا اجتماعی نظام عہد نبوت سے ہی شورائیت کے زریں اصولوں پر مبنی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۳۸٤] ﴿ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ﴾ [الانفال=۸:۱۵۹]

''اہم معاملہ میں صحابہ سے مشورہ لے لیا کریں۔''

خلافت راشدہ کا اجتماعی نظام بھی شورائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۳۸۵] ﴿ وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ﴾ [الشُّورٰی=۴۲:۳۸]

''اوران کے تمام اہم امور باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔''

اسلام کا شورائی نظام بنیادی قواعد وضوابط کے لحاظ سے جمہوریت کے مخالف اور متضاد ہے۔[۸۶]

⑤ جماعتی زندگی کا قیام اور امیر جماعت کی نامزدگی ملت اسلامیہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ امیر کی اطاعت سے نکل کر اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرکے زندگی گزارنا غیر اسلامی زندگی ہے۔ علاوہ ازیں غیر جماعتی زندگی گزارتے ہوئے مرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے۔ متحد جماعت کے شیرازے کو بکھیرنے والا اور بغاوت کا ارتکاب کرنے والا ''پس وہ مجھ سے نہیں'' کی ڈانٹ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی امت یا عہدا ور ذمہ داری سے خارج قرار پاتا ہے۔[۸۷]

⑥ جماعت اور امیر جماعت کا قیام امت مسلمہ کے لئے باعث حفاظت ہے۔ امیر جماعت جہاد کی ڈھال ہے۔ اس کے ہمراہ جہاد وقتال فرض اور واجب ہے۔ خواہ وہ عادل ہو یا ظالم۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۸٦] ((تَلۡزَمُ جَمَاعَةَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ وَ اِمَامَهُمۡ))[۸۸]

''مسلمانوں کے امیر اوران کی جماعت سے وابستہ رہو۔''

[۳۸۷]((وَاِنَّمَا الۡاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنۡ وَّرَآءِه))[۸۹]

---

۸۶ ملاحظہ ہو صحيح البخاری= كتاب الإعتصام + صحيح مسلم = كتاب الإمارة

۸۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۳۵٦

۸۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۵۵

۸۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۳۵۹

''امیر ڈھال ہے۔اس کی آڑ میں لڑا جاتا ہے۔''

بالفرض جماعت اور امیر موجود نہ ہوتو دینی فرائض ساقط نہ ہونگے ۔ البتہ گمراہ فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے ۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے :

[۳۸۸]« فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا » [۹۰]

''اے حذیفہ! تو ان تمام گروہوں اور فرقوں سے علیحدہ رہ۔''

⑦ امیر جماعت کی بات سننا اور ماننا فرض اور واجب ہے ۔یہ اسلام میں تیسری اطاعت ہے۔ پہلی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔ دوسری اطاعت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت ہے۔پہلی دو اطاعتیں مستقل اور غیر مشروط جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔شرط یہ ہے کہ امیر کتاب وسنت کے مطابق نیکی کا حکم کرے، اختلاف اور جھگڑے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف پلٹنا ضروری ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۸۹] ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ [النِّساء=٤:٥٩]

''پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کروتو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔''

⑧ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے اور آپ کی نافرمانی عین معصیت الٰہی ہے۔ اسی طرح شرعی امیر کی اطاعت یا نافرمانی عین رسول اللہ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔ بشرطیکہ امیر نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ کرے۔

⑨ قرآن مجید کی درج ذیل آیت سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی تھی:

[۳۹۰] ﴿ أَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ .... ﴾ [النِّساء=٤:٥٩]

''اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو''

نبی ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور جماعت کو ان کی مکمل اطاعت کا حکم دیا ۔ دوران سفر امیر نے لوگوں کو دہکتی آگ میں داخل ہوجانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا ۔ واپسی پر نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[۹۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۵۵

[۳۹۱] ((لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ))[۹۱]

’’اگر وہ اس میں داخل ہوجاتے تو قیامت تک نہ نکلتے ۔ اطاعت صرف نیک کام میں ہے۔‘‘

⑩ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۹۲]((اِسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهٗ زَبِيْبَةٌ))[۹۲]

’’امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔اگر چہ تم پر چھوٹے سر والا حبشی غلام ہی امیر مقرر کر دیا جائے۔‘‘

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی بات سننا اور ماننا تنگی اور آسانی میں،خوشی اور غمی میں، پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام میں واجب ہے۔[۹۳]

اگرچہ بالفرض (نہ کہ فی الواقع) امیر چھوٹے سر والا ،حبشی غلام یا ناک کٹا ہوا غلام ہو ،مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق حکم کرے اور کتاب اللہ کے احکام کے ساتھ قیادت کرے ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو امیر کی بات نہ سننا فرض ہے اور نہ ماننا فرض ہے۔[۹۴]

⑪ امیر کے خلاف بغاوت کرنا اور اطاعت سے نکلنا حرام ہے ۔الا یہ کہ وہ ایسے صریح کفر کا ارتکاب کرے جس کے کفر ہونے پر کوئی شرعی دلیل ہو۔[۹۵]

⑫ شرعی امیر کے ہمراہ کافروں کے خلاف جہاد فرض رہے گا خواہ وہ عادل و متقی ہو یا جابر و فاجر۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:’’ امام ڈھال ہے اس کے ہمراہ لڑائی ہوگی۔ اگر وہ تقوی کا حکم کرے گا اور انصاف کرے گا تواس کو اس پر اجر ملے گا اور اگر وہ ظلم و زیادتی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔‘‘ [۹۶]

---

۹۱ صحيح البخارى= كتاب الأحكام: باب السَّمعِ والطَّاعة للإمام ما لم تكن معصية ، الحديث:٦٧٢٦+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء فى غير معصية ، الحديث:١٨٤٠

۹۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٣٦٣

۹۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٣٦٥،٣٦٦

۹۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٣٦٤

۹۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٣٦٦

۹۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٣٥٩

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہاد جاری رہے گا اس کو عادل کا عدل یا جابر کا جبر باطل قرار نہیں دے سکتا۔''[۹۷]

⑬ انتخاب امیر کا بنیادی ادارہ ایماندار اور پرہیز گار افراد کی مجلس شوریٰ ہے نہ کہ بھیڑ چال چلنے والی عوام کا نظام جمہوریت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور ان کے باہمی معاملات مشورے سے طے پاتے ہیں۔''

امیر اور خلیفہ کا اپنی زندگی میں کسی کو ولی عہد مقرر کرنا یا نہ کرنا دونوں طریقے شرعی ہیں اور دونوں کی بنیاد بھی شورائیت پر ہے۔[۹۸]

⑭ مکمل کنٹرول کرنے والے اور لا قانونیت پر قابو پانے والے خلفاء کی طرح جماعت کے بڑے اور چھوٹے لشکروں کے امیروں کی اطاعت بھی شرعی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خلافت اسلامیہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف جماعت و امارت کا قیام ضروری ہے۔[۹۹]

⑮ خلیفۃ المسلمین یا مسلمانوں کی جماعت کے امیر پر شرعی طور پر لازم ہے کہ وہ اپنی ایک مجلس شوریٰ قائم کرے۔[۱۰۰]

اور جماعت کے تمام اجتماعی امور کو باہمی مشوروں کے ساتھ سرانجام دے۔ جیسا کہ عہد نبوت و عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کا معمول تھا۔[۱۰۱]

⑯ خلیفۃ المسلمین یا امیر عام پر شرعاً لازم ہے کہ ماتحت امراء اور مسئولین کو نصیحتیں فرمائے۔ وہ نصیحتیں جو نبی ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق یا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرمایا

---

۹۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٦٦

۹۸ دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الإعتصام بالکتاب والسُّنَّۃِ : باب کراھیۃ الإختلاف و باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿و أَمرُھُم شُوریٰ بَیْنَھُمْ﴾ [الشُّوریٰ =٤٢:٣٨] / کتاب التَّفسیر / تفسیر سورۃ الأعراف:باب ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ أمرِبِالعُرفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ o﴾ [الاعراف:٧:١٩٩] الحدیث: ٤٦٤٢ + صحیح مسلم= کتاب الإمارۃ : باب الإستخلاف و ترکہٖ

۹۹ دلیل کے طور پر دیکھئے الرّقم المسلسل: ٣٩١

۱۰۰ دیکھئے اسی باب کا حاشیہ نمبر: ٧٥

۱۰۱ دیکھئے تفسیر سورۃ آل عمران: ١٥٩ وتفسیر سورۃ الشُّوریٰ: ٣٨ + صحیح البخاری = کتاب التَّفسیر : باب قولہٖ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ أمُر بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِینَ o﴾ [الأعراف=٧:١٩٩] / کتاب المرضٰی : باب ما یذکر فی الطَّاعون / کتاب المُحاربین من أَھل الکفر والرِّدَّۃ : باب رجم الحبلٰی من الزِّنیٰ اذا أَحصنت۔

کرتے تھے۔[۱۰۲]

⑰ خلیفہ و امیر کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف و شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) مسلم (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مرد (۵) آزاد (۶) کتاب و سنت کا عالم (۷) عادل و پرہیز گار ہونا'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:'' (خلافت و امارت اور حکومت و سلطنت دینے کا) میرا وعدہ ظالموں پر لاگو نہیں ہوگا۔'' [البقرة=۲:۱۲٤] (۸) صاحب فہم و فراست (۹) طاقتور اور مضبوط قوت فیصلہ کا مالک ہو۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ طالوت کے بارے کہا:'' طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔تو اس کی قوم والے کہنے لگے: بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہوسکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حق دار بادشاہت کے ہم ہیں۔ اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا: سنو اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔''[البقرة=۲:۲٤۷]

(۱۰) پختہ رائے کا مالک ہو (۱۱) قریشی ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۹۳] ((إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّينَ)) [۱۰۳]

'' یہ خلافت و امارت کا معاملہ قریش میں رہے گا۔ اگر کوئی ان پر زیادتی کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ آگ میں پھینک دے گا۔(مگر اس وقت تک) جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔'' (۱۲) بردبار اور اختلاف سے پہلو تہی کرنے والا ہو۔(۱۳) جرأت مند اور بہادر ہو۔ (۱۴) سخی اور فیاض ہو۔[۱۰۴]

اس موضوع کے لئے مزید معلومات درکار ہوں تو **ملاحظہ ہو**:

① صحیح البخاری کتاب الأحکام :۲/۱۰۵۷-۱۰۹۶

---

[۱۰۲] دیکھئے صحيح مسلم = كتاب الجهاد : باب تأمير الإمام الأُمراء علَى البعوث و وصيَّتِهِ إِيَّاهم بآداب الغَزو و غيرها + جامع التِّرمذی = أبواب السَّير : باب ما جاء فی وصيَّة النَّبیّ ﷺ فی القتال+ سنن أَبی داؤد = كتاب الجهاد : باب فی دعاء المشركين۔

[۱۰۳] صحيح البخاری= كتاب الأحكام : باب الأُمراء من قريش ،الحديث :٦٧٢١،٦٧٢٠ + صحيح مسلم = كتاب الإِمارة : باب النَّاس تَبَعٌ لِقُريش و الخلافة فی قريش ، الحديث :١٨٢٠

[۱۰۴] ملاحظہ ہو تفسير القرطبی:٢/٧٤،٧٥ + تفسير البيضاوی:١/١٩٢

۲ مسلم مع النَّووی =کتاب الإِمارة :۲/۱۱۹-۱۳۱

۳ و أَبوداؤد مع المعالم= کتاب الإِمارة :٤/۱۹۲-۲۰٤ وباب الخلفاء ٤/۲۰-۲۳

۴ جامع التِّرمذی= أبواب الأَحکام :۱/۱۵۸-۱۵۹/والجهاد:۱/۲۰۳-۲۰٤/
والفِتَن ۲/٤۲-٤٦

۵ سُنَن النِّسائی =کتاب البیعة:۲/۱۷۳-۱۷۹

۶ نیل الأَوطار مع المنتقٰی: ۷/۲۳۸-۲٤۲

۷ السَّیل الجرَّار:۸/۵۰۳-۵۱٦

۸ شرح العقیدة الطَّحاویة:۵۳۲-۵٤۸، ۵۷۷-۵۷۹

۹ الأَحکام السُّلطانیَّة لأَبی یعلٰی :فصل ولایة الامام:۲۳-۷٤

۱۰ مجموع الفتاوٰی لإِبن تیمیَّة: ۲۸/۳۸٦-۳۹۷

۱۱ حجَّة اللّٰه البالغة: باب الخلافة: ۲/۱٤۹-۱۵۱

۱۲ الفتاوٰی السَّعدیَّه لِعَبد الرَّحمٰن السَّعدی :۵۹۵

۱۳ إزالة الخفا عن خلافة الخلفاء: ۱/۱-۱۵

۱۴ الطُّرق الحکمیَّة فی السِّیاسة الشَّرعیَّة لإِبن القیِّم،:۱۳-٥٤

((.................. ۞۞۞۞۞ ....))

باب: ۷

خلافت و جہاد

خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے:

جہاد کی حقیقت اور اس کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات بالتفصیل اسی کتاب کے باب نمبر۲۰ کے عنوان ''مذاہب عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات'' کے تحت بیان کردیئے گئے ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و ہنود بھی جنگ و قتال کے قائل ہیں۔مگر توسیع پسندی ، ملک گیری اور قومی و لسانی عصبیت کی بنیاد پر وہ ظلم و تشدد اور وحشیانہ طریقوں کے ساتھ جنگ وقتال کرتے ہیں۔ جبکہ نصارٰی اور بدھ مت کے پیروکار جنگ وقتال کے مخالف اور منکر ہیں ۔وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے سامنے سرتسلیم خم کرنے اور بے بسی اختیار کرنے کے داعی ہیں ۔ جبکہ دین اسلام نے ان سب نظریات کے درمیان اعتدال کا راستہ پیش کیا ہے ۔جس میں جہاد و قتال کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو،عدل و انصاف کا نظام قائم ہو،ظلم وستم کا خاتمہ ہو اور قومی عصبیت وحمیت ،حصول ملک و دولت کے لئے جہاد کرنے کو سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔

امت مسلمہ میں بھی بعض گمراہ اور بعض گمراہ کن فرقے مثلاً :منکرین ختم نبوت، قادیانی مرتدین ، باطنی گروہ اور وحدت الوجود کے قائل صوفیاء فرضیت جہاد کے منکر اور جہاد بالقلب اور جہاد بالنفس جیسی خود ساختہ بدعتی اصطلاحات کے بانی ہیں ۔جنہوں نے اسلامی جہاد کی حقیقت کو مشتبہ اور مشکوک ٹھہرانے کی ناپاک غرض سے ——

[۳۹٤] ((رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ))[1]

اور [۳۹۵] ((اَلْجِهَادُ الْاَكْبَرُ جِهَادُ بِالْقَلْبِ))[2]

—— جیسی من گھڑت احادیث بنائیں اور اپنے ٹھکانے جہنم میں بنانے والے ٹھہرے۔[3]

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۰

[2] موضوعات کبیر ملا علی قاری :٦٩۔ المطبوعة میر محمد کتب خانہ۔ آرام باغ، کراچی۔

[3] کشف الخفاء و مزیل الالباس لعبد الهادی ۔ج:۱، ص:۵۱۱، ۵۱۲

◎ امام سعید القطان اور امام مسلم جھوٹ گھڑنے والے صوفیاء اور صلحاء کے متعلق فرماتے ہیں:

" لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ يَجْرِيْ الْكَذِبُ عَلٰى لِسَانِهِمْ وَ لَا يَتَعَمَّدُوْنَ الْكَذِبَ. " [۴]

" ہم نے ان صلحاء اور صوفیاء سے بڑھ کر حدیث میں جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ان کی زبانوں پر بلا ارادہ جھوٹ جاری ہو جاتا ہے۔"

دراصل عابدوں اور زاہدوں میں منکرین جہاد کا یہ طبقہ اپنے عقائد و افکار اور رہبانیت اختیار کرنے اور بدعات گھڑنے میں ملعون و مغضوب نصاریٰ کے عین مشابہ ہے۔ جیسا کہ سلف صالحین میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے۔[۵]

درج ذیل امور پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے:

① مذکورہ گمراہ فرقوں کے علاوہ تمام امت مسلمہ جہاد و قتال کی ہمیشہ کے لئے فرضیت پر متحد و متفق ہے۔[۶]

② اہل اسلام اس امر پر بھی متفق ہیں کہ جہاد کے لئے جماعت اور امارت مطلق طور پر شرط ہے۔ بہت ساری آیات واحادیث اس کے لئے دلیل کے طور پر موجود ہیں ۔ نیز نبی ﷺ اور خلفاء راشدین ہر سریہ اور جماعت کا لا محالہ امیر مقرر فرماتے تھے اور غزوۂ مؤتہ میں تینوں نامزد امراء کی شہادت کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہی جہاد کیا گیا اور فتح ونصرت حاصل ہوئی۔[۷]

③ امت مسلمہ کا اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کو قائم اور جاری رکھنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا صاحب اقتدار خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ جیسا کہ امت کے لئے ہر عادل اور جابر ،نیک اور بدمسلمان خلیفہ اور امیر کے ہمراہ جہاد کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹۶] ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوْا

---

۴ صحیح مسلم (المقدّمة): ۱/ ۱۳، ۱۴

۵ شرح العقيدة الطّحاوِيَّة :۵۹۵

۶ فتح الباری :۶/ ۳۷۷۔ ۳۷۹ + شرح النّووی :۲/ ۱۲۹۔ ۱۳۳

۷ ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ کی آخری آیات ،سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ۔ نیز بخاری اور مسلم کے ابواب الجہاد اور ابواب المغازی۔

بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ...... ﴾ [الحجّ=٢٢:٤١]

”(مظلوم اور جلا وطن مسلمانوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی ہے۔) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار (خلافت ارضی) عطا کرینگے تو وہ نماز قائم کرینگے، زکوٰۃ ادا کرینگے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینگے۔......“

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[٣٩٧] ((اِنَّمَا الۡاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنۡ وَّرَائِهٖ))[۸]

مزید وضاحت کیلئے **ملاحظہ ہوں**:

1. فتح الباری :٦/٤٥٦-٤٥٩
2. شرح مسلم للنّووی:٢/١٢٤-١٢٨
3. السَّيل الجرار:٤/٥١٧-٥٢٨
4. شرح العقيدة الطَّحاوية :٤٢١-٤٢٤
5. الفصل لابن حزم:٤/١٣٢-١٣٥
6. الطُّرُق الحكميَّة لابن القيّم: ١٣-٥٤

④ ہماری نظر میں امت مسلمہ عہد نبوت سے لے کر موجودہ دور تک اس امر پر بھی متفق ومتحد ہے کہ جہاد کے لئے خلیفۃ المسلمین کا وجود شرط لازم نہیں اور خلافت کے عدم وجود سے دیگر اجتماعی اور شرعی واجبات جمعہ وعیدین کے اجتماعات، زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج وغیرہ (حدود وقصاص کے علاوہ) کی طرح فریضۂ جہاد کا اجراء اور ادائیگی بھی ساقط نہ ہو گی۔ ہمارے زمانے میں جبکہ جہاد اسلامی کی تحریکیں مختلف مقامات و ممالک میں نشو ونما پا رہی ہیں اور جہاد عملی طور پر بھی شروع ہو چکا ہے، حق تو یہ تھا کہ جان و مال اور زبان وقلم سے اس جاری جہاد کی بھر پور نصرت وحمایت کی جاتی ، اس فریضۂ محکمہ میں بالفعل شرکت سے امت محمدیہ کو ذلت و رسوائی کے گہرے گڑھے سے ، بے بسی اور بے کسی کے گہرے کنویں سے نکال کر خلافت وامارت کے تخت پر براجمان کیا جاتا ،عزت و وقار کی بلند چوٹی پر سرفراز کیا جاتا۔تاکہ زمین پر اللہ کی خالص عبادت

---

۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٣٥٩

ہوتی ، شرک کا خاتمہ ہوتا ، نماز کا نظام قائم ہوتا، زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم ہوتا ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام شروع ہوتا، انسانی معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بنتا۔
جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۹۸] ﴿ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ﴾ [النُّور=۲۴:۵۵]

’’وہ میری عبادت کریں گے ،میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔‘‘

نیز فرمایا:

[۳۹۹] ﴿ اَقَامُوۡا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکَاۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ﴾ [الحجّ=۲۲:۴۱]

’’وہ نماز قائم کریں گے ، زکوٰۃ ادا کریں گے ، نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔‘‘

لیکن ہوا یہ کہ بعض لوگوں نے اپنے قلم اورزبان کی پوری قوت جہاد اسلامی کی فرضیت میں شکوک وشبہات ڈالنے اور اس کو خلیفۃ المسلین کے ساتھ مشروط کرنے میں صرف کر رکھی ہے۔ جہاد کی فرضیت ، اس کے دائمی وجوب جیسے مسائل تو اپنے عنوانات کے تحت اسی کتاب میں مدلل اور مفصل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں اور جہاد خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں ؟ دونوں قسم کے دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۰۰] ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآئِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝ وَ قَالَ لَهُمۡ نَبِیُّهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَهُ الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡهُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

اصۡطَفٰهُ عَلَيۡكُمۡ وَ زَادَهٗ بَسۡطَةً فِى الۡعِلۡمِ وَ الۡجِسۡمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤۡتِىۡ مُلۡكَهٗ مَنۡ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ O ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦،٢٤٧]

''(جب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے) اپنے نبی (شموئیلؑ یا شمعونؑ) کو کہا: کسی شخص کو ہمارا بادشاہ مقرر کرو تا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں۔ ان کے نبی (شموئیل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے فرمایا: میں تو سمجھتا ہوں کہ جب تم پر لڑائی فرض ہوگئی تو تم نہیں لڑو گے۔ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں؟ جب کہ ہم کو ہمارے گھر بار اور بال بچوں سے نکال دیا گیا۔ پھر جب لڑنا ان پر فرض ہوا تو ان میں سے چند افراد کے علاوہ سب پھر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ان کے نبی (شموئیل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا دیا ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارا بادشاہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں۔ اس کو مال و دولت کی فراوانی بھی عطا نہیں ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے درمیان سے پسند کر لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں فراوانی عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔''

چنانچہ مذکورہ آیات آغاز جہاد سے قبل بادشاہ، قائد اور سربراہ کے تقرر کی واضح دلیل ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر فرما دیا۔

دوسری دلیل:

[٤٠١] ﴿ وَمَالَكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَكُمُ انۡفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ ؕ...... ﴾
[التّوبة= ٩:٣٨]

'' اے ایماندارو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل پڑو تو زمین پر ڈھیر ہوجاتے ہو......'')

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[٤٠٢]((وَاِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا))[9]

''اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو نکل پڑو۔''

---

[9] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٥٩

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۳] ((اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِن وَّرَائِهِ))[10]

" امام ڈھال ہے جس کی آڑ میں قتال کیا جاتا ہے۔"

مذکورہ آیت اور صحیح احادیث اس بات کے دلائل ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنے کی فرضیت خلیفہ و امام کے طلب پر موقوف ہے۔ لہٰذا بلا طلب جہاد فرض نہیں ہوگا اور امام کی ڈھال میں ہی قتال کیا جائے گا۔

تیسری دلیل:

احادیث فتن بھی دلیل ہیں۔ مثلاً سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۴] ((فَاِن لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ قَالَ :((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَ أَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ))[11]

"اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرلو اگر چہ کسی درخت کی جڑ کاٹتے ہوئے قناعت کرو اوراسی حالت میں موت تمہیں پالے۔"

اس جیسی بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے فتنوں اورجنگوں کا بیان ہے اورجن حالات کے پیدا ہونے پر صبر و قناعت اور قتال سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیاہے۔ یہ سب احادیث جماعت اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں ترک جہاد و قتال کے دلائل ہیں۔

چوتھی دلیل:

[۴۰۵]﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ [البقرة =۲:۲۱۶] (تم پر قتال فرض ہے) جیسی فرضیت جہاد کی نص [۴۰۶]﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ﴾ [البقرة: ۲:۱۷۸](تم پر قصاص فرض ہے) کی مثل ہے ۔ لہٰذا جس طرح حدود و قصاص کا نفاذ خلیفہ اور امیر کی اقتداء میں داخل ہے جہاد و قتال کی فرضیت و اقامت بھی اسی طرح خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط

---

[10] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۵۹

[11] تخریج کیلئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۵۵

اور اس کے وجود پر موقوف ہے۔

پانچویں دلیل:

خلیفہ اور امیر کی عدم موجودگی میں مسلمان کوئی جماعت و امارت قائم کرنے اور کسی طرح کی اجتماعی زندگی گزارنے کے مکلّف نہیں ہیں۔ لہٰذا خلافت کبریٰ کے حصول اور وجود تک جہاد اور قتال معطل رہے گا اور امت مسلمہ محض انفرادی عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ کی ادائیگی پر قناعت کرے گی۔

دلائل کا جائزہ:

ذیل میں ہم جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط رکھنے کے مذکورہ بالا دلائل کا بالترتیب تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ بعد ازاں کتاب و سنت کی واضح نصوص سے دلائل پیش کریں گے کہ جہاد عمومی طور پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے اور وہ خلافت سے مشروط نہیں تاکہ اصل حقیقت حال معلوم ہو سکے اور حجت پوری کردی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٤٠٧] ﴿ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ﴾ [الأنفال=٨:٤٢]

”تاکہ جو ہلاک ہو وہ (حق کی دلیل) کو دیکھ کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔“

پہلی دلیل کا جواب:

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۲۴۶، ۲۴۷ میں قوم بنی اسرائیل کا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قائد و بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دینا جہاد کو خلافت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنیکی دلیل ہرگز نہیں بنتا۔ کیونکہ انکے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ خود جھنجوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارے لئے جہاد کو کسی قیادت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ فرمایا:

[٤٠٨] ﴿ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦]

”نبی (عَلَيْهِ السَّلَام) نے کہا: کیا یہ متوقع اور قریب ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا گیا تو تم جہاد نہ کرو گے؟“

◎ امام قرطبی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں :

" هَلْ اَنْتُمْ قَرِيْبٌ مِّنَ التَّوَلِّيْ وَالْفِرَارِ؟ "

''کیا تم جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے کے قریب ہو؟''

تو قوم نے جواباً عرض کیا:

[٤٠٩] ﴿ وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦]

''یہ کیسے ممکن ہو گا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں ؟ حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔''

اور بالآخر نتائج نے ثابت کر دیا کہ قائد و بادشاہ کے تقرر کا مطالبہ شرط کی بنا پر نہیں بلکہ فرار کا اور بد نیتی کا مظاہرہ تھا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٤١٠] ﴿ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ ...... ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦]

''جب ان (قائد اور امیر کی تقرری کا مطالبہ کرنے والوں) پر جہاد فرض کیا گیا تو ایک تھوڑی تعداد کے علاوہ باقی سارے منحرف ہو گئے۔''

یہ بات بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٤١١] ﴿ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ﴾ [آل عمران=٣:١٤٤]

'' اگر وہ (نبی ﷺ) وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔ (یعنی جہاد چھوڑ دو گے؟)''

جب جہاد جاری رکھنے کے لئے نبوت کا وجود بھی شرط نہیں تو جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط کرنے کا کیا معنی ؟ علاوہ ازیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:۲۴۶ میں ﴿مَلِكًا﴾ سے مراد خلیفہ اور امیر المؤمنین نہیں، بلکہ قائد لشکر اور امیر جہاد مراد ہے ۔ جیسا کہ طبری ، قرطبی ، ابن کثیر اور امام شوکانی نے کہا ہے ۔ کیونکہ کسی نبی کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت و امامت کبریٰ ناممکن ہے۔ نبی بذات خود امت کا امام ہوتا ہے۔[۱۲]

---

[۱۲] القرطبی :٣/١٥٩-١٦١ + تفسیر ابن کثیر :١/٣٢٢، ٣٢٣ + فتح القدير للشّوكانی :١/٢٦٣-٢٦٥

دوسری دلیل کا جواب:

سورۂ توبہ کی آیت نمبر:۳۸ [۴۱۲] ﴿ اِذَا قِیۡلَ لَکُمُ انۡفِرُوۡا............ ﴾" غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں پر ڈانٹ کے لئے نازل ہوئی۔[۱۳]

لہٰذا یہ شان نزول اور اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے لئے شدید وعید ہے ۔کہ امام کی طرف سے نکل کھڑے ہونے کا حکم مل جانے کے وقت معذور افراد، بچوں اورعورتوں کے علاوہ امت کے تمام افراد پر جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہے نہ یہ کہ خلیفہ کے طلب کرنے کے بغیر جہاد کی فرضیت ہی ساقط رہے گی ۔ اس کی مثال سورۂ الجمعہ کی یہ آیت ہے۔

[۴۱۳] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ﴾ [الجمعة=۶۲: ۹]

" اے ایماندارو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر یعنی نماز کی طرف چل پڑو اورخرید وفروخت چھوڑ دو۔"

چنانچہ جس طرح مؤذن کے اذان نہ دینے سے نماز جمعہ کی فرضیت بھی ساقط نہیں ہوسکتی اسی طرح اگرطبل جنگ نہ بجے اور امام کی طرف سے جہاد کی طرف نکلنے کا اعلان عام نہ بھی ہوتو جہاد جیسے فریضہ کی فرضیت بھی ساقط ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی طرح فرمان رسول ﷺ:

[۴۱۴] ((وَاِذَا اسۡتُنۡفِرۡتُمۡ فَانۡفِرُوۡا)) [۱۴]

جیسی صحیح احادیث کا مفہوم مخالف یہ اخذ کرنا " اِذَا لَمۡ تُسۡتَنۡفَرُوۡا فَلَا تَنۡفِرُوۡا " (جب تمہیں جہاد کے لئے طلب نہ کیا جائے تو جہاد مت کرو یا وہ جہاد غیر شرعی ہوگا۔) اس طرح ہوگا جیسے کوئی [۴۱۵]﴿اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ ...... ﴾ [الجمعة=۶۲:۹] کی یہ تفسیر کرے کہ اگر بالفرض اذان نہ دی جائے تو مسلمان نماز جمعہ سے فارغ ہیں اور جمعہ کی فرضیت ساقط اور معطل ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[۱۳] القرطبی:۸/۹۵+ ابن كثير :۲/۳۹۴

[۱۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۵۹

[٤١٦]﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ......﴾ [الأنفال=٨:٢٤]

”اے ایماندارو! اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو، اسے قبول کرو جب رسول تمہیں ایسے کام کی دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔“

اس کی تیسری مثال باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[٤١٧] ﴿ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ط﴾ [البقرة=٢:٢٨٢]

”اور جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔“

چنانچہ مذکورہ آیات کی یہ تفسیر کرنا کہ جب رسول تمہیں نہ بلائیں تو شرعی واجبات کی ادائیگی اور اطاعت معطل ہوگی یا جب گواہوں کو طلب نہ کیا جائے گواہی دینا ان پر ضروری نہیں ہوگا۔ اس طرح تو ـــــ

[٤١٨]﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ [الطّلاق=٦٥:٢] (اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو) اور

[٤١٩]﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ﴾ [البقرة=٢:٢٨٢] (اور شہادت کبھی نہ چھپاؤ)

ـــــ جیسے فرائض کالعدم ٹھہریں گے۔ لغت، شریعت، اجماع امت اور عقل و نظر ہر اعتبار سے یہ فاسد، باطل اور انتہائی لغو استدلال ہے۔ کیونکہ ایسی آیات و احادیث میں کلمہ ”إِذَا“ ظرف کے لیے ہے نہ کہ شرط کے لئے۔ ظرف زمانی کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کرلیا جائے یعنی اعلان عام ہو تو جہاد کی طرف نکلنا بعینہ اسی وقت اور اسی زمانے میں فرض عین ہوگا۔ اسی طرح اذان جمعہ کے وقت سے لے کر نماز پڑھنے تک اللہ کے ذکر کی تگ و دو اور خرید و فروخت سے پہلو تہی لازم اور فرض ہے۔

علیٰ ھذا القیاس رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر اور گواہوں کے طلب کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فوراً اطاعت کرنا، بات ماننا، گواہوں کے لئے گواہی دینا لازمی اور ضروری ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی جانب سے طلب نہ کیا جائے تو شرعی احکام میں اطاعت رسول فرض نہیں اور گواہوں کو اگر گواہی کے لئے بلایا نہ جائے تو لین دین اور تعزیر و قصاص وغیرہ کے معاملات میں ان پر شہادت فرض نہیں۔

بالکل اسی طرح امام اور خلیفہ کے طلب نہ کرنے اوراعلان عام نہ کرنے کے باوجود بھی جہاد فی سبیل اللہ علی العموم فرض اور واجب ہے۔[۱۵]

[٤٢٠] جہاں تک حدیث رسول ﷺ ((اِنَّمَا الْاِمَا مُ جُنَّةٌ)) [۱۶] کا تعلق ہے تو اس حدیث میں " اِنَّمَا "،کلمہ حصر ہے جو لغت عرب میں تخصیص کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ میں مبتدا کو خبر کے ساتھ اور جملہ فعلیہ میں فاعل کو مفعول کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔چنانچہ حدیث بالا میں لفظ "اَلْاِمَامُ "،مخصوص اورلفظ " جُنَّةٌ " مخصوص بہ (یعنی امام کو ڈھال کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔) جس کا معنیٰ یہ ہے کہ خلیفہ تو محض ایک ڈھال ہے جس کے ہمراہ قتال کیا جاتا ہے ،نہ یہ کہ صرف خلیفہ ہی ڈھال ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں نہ جہاد ہوسکتا ہے، نہ قتال۔ اس کی درج ذیل دیگر مثالوں پر غور کیجئے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① [٤٢١] ﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ [الكهف=١٨:١١٠]

" (اے نبی ﷺ) ! کہہ دو کہ میں تمہاری طرح محض ایک بشر ہوں ۔"

یعنی میں جنس بشر سے ہوں ،فرشتہ اور معبود نہیں ہوں ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط میں ہی بشر ہوں۔ کیونکہ بشر تو بے شمار ہیں۔

② [٤٢٢] ﴿ وَ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ ﴾ [التَّوبة=٩:٣٧]

" حرمت کے مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ ہے یعنی حرمت کے مہینوں میں تاخیر و تقدیم کفر اور گمراہی میں اضافہ ہے۔"

نہ یہ کہ کفر و ضلال صرف یہی ایک عمل ہے۔ جبکہ کفر یہ اعمال تو اور بھی بہت سارے ہیں۔[۱۷]

نبی ﷺ کا ارشاد ہے :

③ [٤٢٣] ((اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤتَمَّ بِهِ)) [۱۸]

" نماز کا امام اقتداء کے لئے مقرر کیا گیا ہے ۔"

---

۱۵ فتح الباری : ٦/ ٣٧٧۔ ٣٧٩ + شرح النَّووی :٢/ ١٣٠

۱۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٣٥٩

۱۷ المفردات للأصفهانی :٣٦+ مختصر المعانی : ٢٠٩۔٢١٥

۱۸ صحیح البخاری= کتاب الجماعة والإمامة : باب إِنَّما جُعِلَ الإمام لِیُؤتَمَّ به ، الحدیث:٦٥٦+ صحیح مسلم = کتاب الصَّلٰوة : باب إئتمام المأموم بالإمام ، الحدیث:٤١٢

یعنی نماز کے اعمال میں امام کی اتباع و موافقت کرو، مخالفت نہ کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقتداء اور اتباع صرف نماز کے امام کی کی جائے ۔کیونکہ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ ، خلفیۃ المسلمین اور جماعت کے امیر کی اقتداء اور اتباع دین کے اولین فرائض میں سے ہے۔ نیز امام مسلم وغیرہ نے مذکورہ حدیث کو صحیح سند کے ساتھ اس طرح بھی روایت کیا ہے:

[٤٢٤] ((اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا صَلّٰى)) [۱۹]

’’(نماز کا) امام تو ایک ڈھال ہے ۔جب نماز پڑھائے (تو اس کی اقتداء کرو۔‘‘)

لہٰذا جیسے نماز کے امام کی عدم موجودگی میں (باوجود اسکے کہ وہ نماز کے لئے ڈھال ہے) نماز کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح خلیفہ المسلمین کی عدم موجودگی میں (باوجود اس کے کہ وہ جہاد کے لئے ڈھال ہے) عوام الناس جہاد جیسے فرض سے مرفوع القلم نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ ’’اِنَّمَا‘‘ کی مزید تحقیق کے لئے [٤٢٥] ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ [البقرة=٢:١٧٣ + النّحل= ١٦:١١٥] اور [٤٢٦] ﴿ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴾ [البقرة=٢:١١] کی علم بلاغت میں تشریح بھی دیکھیں۔ [۲۰]

تیسری دلیل کا جواب:

رونما ہونے والے فتنوں اور برپا ہونے والی جنگوں کی خبروں پر مشتمل کچھ احادیث سے بعض جہاد سے راہ فرار تلاش کرنے والوں نے استدلال کا نہایت غیر علمی اور عجیب وغریب اسلوب اختیار کیا ہے۔ مثلاً سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[٤٢٧] ((فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا ......)) [۲۱]

’’جماعت اور امام کی عدم موجودگی میں تمام فرقوں سے الگ تھلگ ہوجاؤ......۔‘‘

اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٢٨] ((يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَآءَ)) [۲۲]

’’فتنوں کے وقت ہو سکے تو مسلمان اپنی تلوار کی دھار پتھر کے ساتھ کند کر ڈالے اور نجات

---

[۱۹] صحیح مسلم = کتاب الصّلاۃ :باب النّھی عن مبادرۃ الإمام بالتّکبیر وغیرہ، الحدیث:٤١٦

[۲۰] مختصر المعانی : ۲۰۹-۲۱۵

[۲۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٣٥٥

[۲۲] صحیح مسلم= کتاب الفِتَن وأشراط السَّاعة : باب نزول الفتن کمواقع القطر ، الحدیث:٢٨٨٧

پالے اگر وہ نجات پا سکتا ہو۔‘‘

اس قسم کی احادیث فتن سے امت مسلمہ سے علیحدگی ،عزلت نشینی، زبان بندی، چشم پوشی جہاد اور جہاد سمیت اجتماعی فرائض کے ساقط ہونے کیلئے استدلال کرنا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ یہ استدلال کے مسلمہ اصولوں ، محدثین اور فقہاء امت کے متفقہ اقوال کے صریحاً متضاد ہے ۔اس جیسی علیحدگی بالکل عیسائیوں کی رہبانیت اور بدھ مت کے پیروں کاروں کی خودساختہ خلوت نشینی ہے ۔اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

اس لئے کہ فتنوں اور جنگوں میں علیحدگی اور صبر وتحمل اختیار کرنے کی تمام نصوص امت مسلمہ کے باہمی فتنوں سے متعلق ہیں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے :

[٤٢٩] ((فَإِنِّی لَأَرٰی الُفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُیُوتِکُمُ ......)) [۲۳]

’’میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے درمیان واقع ہو رہے ہیں ۔‘‘

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[٤٣٠]((هُمُ مِنُ جِلُدَتِنَا وَ یَتَکَلَّمُوُنَ بِاَلُسِنَتِنَا ......)) [۲۴]

’’ہماری (مسلمان) قوم سے ظاہری طور پر تعلق رکھتے ہیں اور ہماری ہی زبان سے کلام کرتے ہیں ۔‘‘

لہٰذا ان دلائل کا ترک جہاد سے رشتہ جوڑنا بلاشبہ کھلی گمراہی ہے۔

دوسری وجہ:

مذکورہ فتنوں کے دوران علیحدگی کی رخصت کے ساتھ ساتھ اجتماعی فرائض کی ادائیگی کی تاکید اوراس پر زبردست ترغیب کی لا تعداد نصوص بھی موجود ہیں۔مثلاً نبی ﷺ کا فرمان:

[٤٣١] ((اَلُعِبَادَةُ فِیُ الُهَرِجِ کَهِجُرَةٍ اِلَیَّ)) [۲۵]

---

[۲۳] صحیح البخاری= کتاب المناقب : باب علامات النُّبُوَّة فی الإسلام، الحدیث :٣٤٠٢+ صحیح مسلم = کتاب الفتن وأشراط السَّاعة : باب نزول الفتن کمواقع القطر" الحدیث : ٢٨٨٥

[۲۴] صحیح البخاری = کتاب المناقب: باب علامات النُّبوَّة فی الإسلام ، الحدیث :٣٤١١ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعت المسلمین عند ظهور الفِتَن، الحدیث : ١٨٤٧

[۲۵] صحیح مسلم = کتاب الفِتَن وأشراط السَّاعة : باب فضل العبادة فی الهرج ، الحدیث :٢٩٤٨

''قتل و غارت کے فتنہ میں فرائض اور عبادات کی ادائیگی ایسے ہے جیسے کوئی ہجرت کر کے رسول اللہ کے پاس آ جاتا ہے۔''

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر حالت میں تمام افراد امت کے لئے فرض ہے۔ لہٰذا اعتزال اور علیحدگی کی یہ تفسیر کہ جمعہ، جماعت اور جہاد اسلامی جیسے شرعی واجبات کو معطل ٹھہرایا جائے بالکل غیر شرعی مفہوم اور باطل تفسیر ہے۔[۲۶]

تیسری وجہ:

علیحدگی کی رخصت صرف اس اندھے فتنے میں ہے جس میں حق کسی طرف بھی واضح نہ ہو۔ لیکن جب پتہ ہو کہ یہ حق پر ہے اور یہ باطل پر ہے تو علیحدگی کی رخصت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۳۲] ﴿ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات=۴۹:۹]

''مومنین کی باہم لڑنے والی دو جماعتوں میں اگر ایک جماعت دوسری کے خلاف خروج و بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کر لے۔''[۲۷]

چوتھی دلیل کا جواب:

[۴۳۳] ﴿ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ جیسی وجوب جہاد کی آیات [۴۳۴] ﴿ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ ﴾ [البقرة=۲:۱۷۸] کی مثل ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آیات [۴۳۵] ﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ﴾ [البقرة=۲: ۱۸۳] کی مشابہ اور ہم معنٰی ہیں۔ کیونکہ حدود و قصاص عبادات خالصہ سے نہیں بلکہ وہ جرائم کی سزاؤں کے متعلق ہیں۔

علاوہ ازیں حدود و تعزیرات کا نفاذ طاقت و قوت اور سلطہ کے بغیر ناممکن ہے۔ لہٰذا حدود و قصاص کا نفاذ امام اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں رکھا گیا ہے۔ جبکہ صوم و صلاۃ، جمعہ و جماعت اور زکوٰۃ و صدقات سمیت جہاد و قتال بھی خالصتاً عبادات ہیں:

---

[۲۶] شرح النَّووی: ۱/۵۱، ۵۲ وَ ۲/۳۹۰ + فتح الباری: ۱۳/ ۵۰، ۵۱

[۲۷] نیز ملاحظہ ہو شرح النَّووی: ۲/۳۸۸-۳۹۱+ فتح الباری: ۱۳/۲-۵۱

لہٰذا جہاد جنس اور نوعیت کے اعتبار سے بھی حدود و قصاص کے مشابہ نہیں ۔اس کو حدود پر قیاس کرتے ہوئے خلافت کے ساتھ مشروط رکھنا قیاس مع الفارق ہے۔ یعنی غیر شرعی اور بے عقلی پر مبنی قیاس ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ اقامت جہاد ، اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ ، اقامت جمعہ، اقامت عیدین و حج بلکہ محتاجوں کی کفالت، مقروض میت کے قرضہ جات کی ادائیگی ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ اور نفاذ حدود و قصاص خلیفہ اور امام کی ذمہ داری اور اس کے فرائض منصبی میں شامل ہیں ۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[٤٣٦] ((فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ)) [۲۸]

''پس امام بھی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے سوال کیا جائے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٤٣٧] ﴿ **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا** ﴾ [التَّوبة =٩:١٠٣]

'' (اے نبی ﷺ) ان کے مالوں سے صدقہ و زکوٰۃ وصول کر ،جس کے ساتھ تو انہیں پاک صاف کردے گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٣٨] ((اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ)) [۲۹]

''میں جملہ مومنین کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں۔''

لہٰذا جو شخص کوئی بوجھ یعنی قرض وغیرہ چھوڑ کر فوت ہوگا تو اس کی ادائیگی امیر اور خلیفہ کے ذمے ہے۔ لیکن کیا خلیفہ و امام کی عدم موجودگی میں امت مسلمہ نے صدیوں تک اقامت صلوٰۃ ، ادائیگی زکوٰۃ ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ، اقامت جمعہ وعیدین اور حج جیسی خالص عبادات کو حدود و قصاص کی طرح متروک و معطل رکھا ہے ؟ کیا فرمان الٰہی '' ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر'' کی وجہ سے زکوٰۃ وصدقات خلیفہ کے انتظار میں کالعدم قرار پاتے ہیں ؟ کیا نبی ﷺ یا خلیفہ کے علاوہ مقروض میت کی طرف سے قرضہ کی ادائیگی کی عبادات اور معاملات ساقط ہوچکے ہیں؟ تمام سوالات کے جوابات یقیناً نفی میں ہونگے ۔ مذکورہ بالا خالص عبادات کو مستثنیٰ قرار دینے سے عام مسلمانوں کے پلے عمل صالح کرنے کے لئے بقایا کیا بچتا ہے ؟ آجا

---

۲۸ صحيح البخاری= كتاب الجمعة : باب الجمعة فی القُرٰی والمُدُن ،الحديث :٨٥٣+ صحيح مسلم = كتاب الامارة : باب فضيلة الإمام العادل و عقوبة الجائر ، الحديث :١٨٢٩

۲۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٢٤٣

کے صرف مسیحی عقائد: تثلیث (تین خداؤں کا نظریہ) ، حلول، وحدۃ الوجود ، خود ساختہ بدعت رہبانیت اور بدھ مت کے نظریات (دنیا کی چیزوں سے علیحدگی اور انسانی معاشرے سے بے اعتنائی) ہی رہ جاتے ہیں ۔ ان پر عمل پیرا ہو کر وہ کیسے توحید خالص کے علمبردار اور خلافت اسلامیہ اور عالمی پیشوائی کے حقدار قرار پائیں گے؟

پانچویں دلیل کا جواب:

خلیفہ و امام کی عدم موجودگی میں جماعت و امارت کا نظام قائم کرنے اور اجتماعی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کرنے کی اہمیت ،ضرورت اور فرضیت کے مسئلہ پر'' جماعت و امارت'' کے مستقل عنوان کے تحت اسی کتاب کے باب نمبر:٦ میں مفصل بحث گزر چکی ہے ۔ اس سلسلے کے چند مزید دلائل ہم'' خلافت کے بغیر جہاد'' کے عنوان کے تحت اسی باب میں پیش کر رہے ہیں جن کا مجموعی مطالعہ کرنے سے حقیقت حال سے واقفیت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت نہ رہے گی ۔ البتہ جو دل کج روی اختیار کرنے والے ،خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے ،تکبر کرنے والے ،حق کو جھٹلانے والے اور خود ساختہ خرافات جیسے امراض مہلکہ میں مبتلا ہو چکے ہوں وہ کسی بھی دلیل اور برہان اور کسی بھی آیت اور حدیث سے شفایاب نہیں ہو سکتے ۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[٤٣٩] ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾ [البقرة=٢:٧]

'' اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔''

خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل:

خلیفہ اور امیر المومنین کے فرائض منصبی میں صلوٰۃ ، زکوٰۃ ، حج ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرح جہاد فی سبیل اللہ بھی شامل ہے۔ لیکن امیر المومنین اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں جس طرح (سوائے حدود و قصاص کے) تمام اسلامی واجبات ختم نہ ہونگے بالکل اسی طرح فریضۂ جہاد بھی قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مفصل اور مدلل بحث ہو چکی ہے۔ اسی موضوع پر کتاب وسنت کے مزید دلائل و براہین کی طرف اشارات درج ذیل ہیں:

قرآن مجید کی آیات سے :

۞ [٤٤٠] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ...... ﴾ [البقرة=٢:٢١٦]

''تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے۔''

❀ [٤٤١] ﴿ وَ مَالَنَا اَنۡ لَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦]

’’اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کریں گے؟۔‘‘

❀ [٤٤٢] ﴿ وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّ يَكُوۡنَ الدِّيۡنُ لِلّٰهِ ﴾ [البقره=٢:١٩٣]

’’ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ہر جگہ اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔‘‘

❀ [٤٤٣] ﴿ فَقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفۡسَكَ ﴾ [النِّساء= ٤:٨٤]

’’(اے پیغمبر ﷺ!) آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کرتے رہیں۔ آپ صرف اپنی جان کے مکلّف ہیں۔‘‘

❀ [٤٤٤] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا خُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِ انۡفِرُوۡا جَمِيۡعًا ﴾

[النِّساء=٤:٧١]

’’اے ایمان والو! اپنے دفاع اور بچاؤ کو لازم پکڑو، گروہ در گروہ نکلو یا سب مل کر نکلو۔‘‘

❀ [٤٤٥] ﴿ وَ مَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ﴾ [النِّساء= ٤:٧٥]

’’اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے؟‘‘

❀ [٤٤٦] ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ﴾ [النّساء=٤:٧٦]

’’اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔‘‘

❀ [٤٤٧] ﴿ وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّ يَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال=٨:٣٩]

’’اور تم ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ رب العزت کے لیے ہو جائے۔‘‘

❀ [٤٤٨] ﴿ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ﴾ [الأنفال=٨:٧٤]

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان (مہاجروں کو) جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں۔‘‘

❀ [٤٤٩] ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَ يَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ O ﴾ [آل عمران=٣:١٤٢]

’’اے مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جو میدان میں ڈٹ

جانے والے ہیں۔''

❁ [۴۵۰] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُم...... ﴾[التّوبة=۹:۱۶]

''اے مسلمانوں! کیا تم سمجھتے ہو کہ (بغیر جانچے اور پڑتالے یونہی) تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جن لوگوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے۔''

❁ [۴۵۱] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ [التّوبة =۹:۵]

''اور (جب امان والے مہینے گزر جائیں) تو انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو، انہیں قید کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔''

❁ [۴۵۲] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ O ﴾ [التّوبة=۹:۲۹]

''ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، نہ وہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، نہ ہی وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ ذلیل ہونے والے ہوں۔''

❁ [۴۵۳] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

[التّوبة=۹:۴۱]

''مسلمانو! ہلکے ہو یا بھاری نکل کھڑے ہو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ کے راستہ میں۔''

❁ [۴۵۴] ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ...... ﴾ [محمّد=۴۷:۳۵]

''پس سستی نہ کرو اور انہیں صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ آخر کار تم ہی بلند ہو۔''

❁ [۴۵۵] ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ...... ﴾ [محمّد=۴۷:۳۱]

''ہم تو اے مسلمانو! تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو تم میں سے ڈٹ کر لڑنے والے ہیں۔''

نیز .... سورۃ التوبہ کی وہ آیات جن میں جہاد چھوڑنے والے منافقوں اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں پر سخت تنقید کی گئی۔ سورۃ الاحزاب کی وہ ابتدائی آیات جن میں جہاد کیلئے

برانگیختہ کیا گیا ہے۔ سورۃ الصّف کی وہ آیات جن میں صف بستہ ہو کر جہاد کرنے کی ترغیب ہے اور مجاہدین کے لئے انعام و اکرام کا تذکرہ ہے۔ سورۃ الممتحنہ کی وہ آیات جن میں کافروں اور مشرکوں سے بائیکاٹ کرنے اور صرف مومنوں سے دوستی کرنے کا حکم ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات کا خلاصہ بالترتیب حسب ذیل ہے:

جہاد و قتال تمام مومنین پر اللہ کا حکم ہے۔ قتال فی سبیل اللہ کا سبب اور علت خلافت نہیں بلکہ کفار کا ظلم و ستم ہے ۔ جہاد و قتال شرک اور فساد کے خاتمے تک خالص اللہ کے دین کو دنیا پر غالب کرنے اور قائم کرنے کا سبب ہے۔ نبی ﷺ سمیت ہر شخص کافروں کے ساتھ قتال کرنے کا مکلّف اور ذمہ دار ہے۔ مومنین کو کافروں سے محتاط رہنے اور جہاد کی طرف نکلنے کا عام حکم بغیر کسی شرط کے دیا گیا ہے۔ تمام مسلمان ہمیشہ ''مجاہدین فی سبیل اللہ'' ہوتے ہیں حتی کہ وہ فتنہ و فساد کو ختم کرنے اور دین توحید کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے مقاصد حاصل کرلیں۔

صحیح اور سچے مومن صرف مہاجر اور مجاہد ہیں۔ یعنی ہر مومن کے ایمان کی حجت اور سچائی کی پہچان ہجرت اور جہاد پر موقوف ہے ۔خواہ وہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں ہو یا خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں نہ ہو، بغیر خلیفہ کے زندگی گزار رہا ہو۔

اس طرح دخول جنت وحصول نجات کا عام اور بہترین طریقہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

﴿ فَاقْتُلُوا ﴾ ،﴿ قَاتِلُوْا ﴾، ﴿ اِنْفِرُوْا ﴾، ﴿جَاهِدُوْا ﴾ کے الفاظ حکم اور وجوب کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں اور بلا تخصیص اور بلا شرائط تمام مکلّف مومنین ان الفاظ کے مخاطب ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

[٤٥٦] ((اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی)) [30]

'' اسلام بلند ہوتا ہے ۔کوئی دوسرا مذہب اسلام پر غالب نہیں ہوسکتا ۔''

لہٰذا پوری امت مسلمہ کی بلندی اور قوت کو جہاد کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے نہ کہ جہاد کو قوت اور اقتدار کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

---

[30] صحیح البخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو بغیر سند کے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز : باب إِذا أَسلم الصَّبِیُّ فمات هلْ یصلّٰی علیه و هل یُعرَضُ علی الصَّبیِّ الإِسلام ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے مذکورہ بالا باب میں ہی اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس کو دارقطنی اور محمد بن ھرون رویانی نے اپنی مسند میں عائذ بن عمرو مزنی سے حسن سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری = کتاب الجنائز : باب اذا أَسلم الصَّبِیُّ فمات ......'' (ابو عمار ابن عبد الجبار)

اسی طرح سورۂ توبہ سورہ احزاب ، سورۂ صف ، سورۂ ممتحنہ کی وہ آیات جن کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں امت محمدیہ کے تمام افراد کو خلافت و امارت کی شرط کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے جو ابتداء نبوت سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے:

جہاد فی سبیل اللہ کی وہ صحیح اور متواتر احادیث جو اسی کتاب کے مختلف ابواب میں حسب موقع پیش کی گئی ہیں ان میں خلافت کی شرط کے بغیر یہ قطعی حکم دیا گیا ہے کہ معذوروں کے سوا جہاد تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد فرض نہیں ۔

چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٥٧] ((مَنْ مَّاتَ وَ لَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ)) [۳۱]

’’جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا ،نہ اس کے دل میں جہاد کا ارادہ پیدا ہوا تو وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔‘‘

[٤٥٨] ((لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ)) [۳۲]

’’فتح (مکہ) کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے ۔لیکن جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے۔‘‘

[٤٥٩] ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ وَالْسِنَتِكُمْ)) [۳۳]

’’مشرکوں سے اپنے مالوں ، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔‘‘

[٤٦٠] ((اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)) [۳۴]

’’گھوڑوں کی پیشانیوں پر خیرا ور بھلائی رکھ دی گئی ہے، قیامت تک کے لئے۔‘‘

[٤٦١] ((اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ)) [۳۵]

’’جہاد جاری رہنے والا ہے اس وقت تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا۔‘‘

[٤٦٢] ((لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَ لَا عَدْلُ عَادِلٍ)) [۳٦]

---

[۳۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۸۷
[۳۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٥٩
[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٢٧
[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٩٤
[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٦٦
[۳٦] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٦٦

''اس جہاد کو نہ تو ظالم کا ظلم ختم کر سکے گا اور نہ عادل کا عدل۔''

[٤٦٣] ((ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ)) [۳۷]

''پھر تم دجال سے جنگ کروگے۔پس اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا کرے گا۔''

[٤٦٤] ((اَلْجِهَادُ ذِرْوَةُ سِنَامِ الْاِسْلَامِ)) [۳۸]

''جہاد اسلامی کوہان کی چوٹی ہے۔''

خلافت کی شرط کے بغیر جہاد کو جاری رکھنے کے موضوع پر مذکورہ بالا صحیح اور متواتر احادیث پر غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ وضاحت فرماتے ہیں: عملی طور پر جہاد کرنا اور جہاد کا عزم دل میں رکھنا ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اس کے بغیر موت منافقت کے ایک شعبے پر موت ہے۔ جہاد اور جہاد کی نیت ہمیشہ کیلئے فرض ہے۔ تمام اہل ایمان کو بالعموم خلیفہ کی شرط کے بغیر امر کے صیغہ سے کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاد کبھی ساقط اور منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔ جہاد کسی وجہ سے باطل اور کالعدم نہ ہوگا۔ جبکہ احادیث سے ثابت ہے کہ خلافت ختم ہوگی۔

اہل اسلام دجال کو فتح کرنے تک متواتر جہاد میں مشغول رہیں گے(جبکہ خلافت صدیوں سے ناپید ہے) ۔جہاد سے اسلام کی رفعت وشوکت ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کے تفصیلی معانی اور مفہوم کے لئے حدیث کی کتابوں میں سے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔

خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث:

کتاب وسنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور قیامت تک جاری رہنے والا قطعی حکم ہے ۔ جبکہ خلافت وامامت کے دوام و بقاء کی بجائے اس کے انقطاع اور اختتام کے واضح دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے لئے جاری ایک حکم الٰہی کو کسی ختم یا منقطع ہونے والی چیز کے ساتھ مشروط کرنا شریعت ، عقل اور فہم کے مسلمہ قواعد اور اصولوں کے خلاف ہے ۔

انقطاع خلافت پر صحیح احادیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ

---

[۳۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ١٤٢

[۳۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٢٦٠

کوئی اپنا خلیفہ مقرر کریں تو انہوں نے فرمایا:

[٤٦٥] ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَحفَظُ دِيْنَهٗ وَاِنِّی لَئِنْ لَّا اَستَخْلِفُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَ اِنْ اَسْتَخْلِفُ فَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ (قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ) فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَعْدِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَدًا وَ اَنَّهٗ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ))[۳۹]

''اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور میں اگر کوئی خلیفہ نامزد نہ کروں (تو کوئی حرج اور گناہ نہیں) ۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ (اور امت کو اس کے حال پر چھوڑ دیا) اور اگر خلیفہ مقرر کردوں (تو بھی جائز ہے)۔ اس لئے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کردیا تھا۔(اور وہ دونوں مجھ سے افضل و برتر تھے۔ یعنی خلیفہ مقرر کرنے اور نہ کرنے کے دونوں طریقے ہدایت کے طریقے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ اس بات سے) مجھے معلوم ہو گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے(اور آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے) خلیفہ نامزد نہیں کرینگے۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ''حدیث خیر وشر'' میں ہے:

[٤٦٦]((فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ))[۴۰]

''(سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :میں نے پوچھا) اگر ان مسلمانوں کی کوئی جماعت اور خلیفہ نہ ہو تو کیا کیا جائے ؟''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے جماعت اور خلیفہ کے نہ ہونے کے وقفے واقعتاً اور عملاً وقوع پذیر ہونگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٦٧] ((اَلْخِلَافَةُ فِیْ اُمَّتِی ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذَالِكَ)).((...... ثُمَّ يُؤْتِی اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ))[۴۱]

'' خلافت میری امت میں تیس برس تک رہے گی، پھر ملوکیت ہوگی۔'' (ابو داؤد کی حدیث کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ) ''اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کرے گا ۔''

---

[۳۹] صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب الإستخلاف و تركه، الحديث: ۱۸۲۳+ صحیح البخاری = كتاب الأحكام : باب الإستخلاف ، الحديث: ٦٧٩٢

[۴۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۵۵

[۴۱] صحيح التّرمذی= أبواب الفِتَن : باب ما جاء فی الخلافة، الحديث:۱۸۱۳+ صحيح أبی داؤد= كتاب السُّنَّة: باب مَا جَاءَ فی الخُلَفَاء، الحديث: ۳۸۸۲،۳۸۸۳

اس حدیث کے راوی سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خلفاء راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کی خلافت تیس برس رہی۔ نیز فرمایا:

[٤٦٨] ((لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا مَنِيْعًا اِلٰى اثْنَى عَشَرَ خَلِيْفَةً ، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ))[۴۲]

''یہ دین بارہ خلفاء تک غالب اور مضبوط رہے گا جو سب کے سب قریشی ہونگے''

گویا خلافت راشدہ چاروں خلفاء اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما تک محدود رہی اور مطلق طور پر خلافت بارہ قریشی خلفاء تک رہی (یعنی دونوں احادیث کے مضمون میں کوئی تضاد نہیں۔)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا:

① خلیفہ و امام کا تقرر امت مسلمہ پر واجب ہے۔ خلیفہ کے لئے جانشین مقرر کرنا اور نہ کرنا دونوں اسلامی طریقے ہیں۔ خلیفہ کے تقرر کے لئے مجلس شوریٰ قائم کرنا (جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چھ رکنی شوریٰ نامزد کی تھی) بھی انتخاب امیر کا شرعی طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا۔ مذکورہ چاروں امور پر صحابہ، تابعین اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ امام نووی اور ابن حجر نے کہا ہے۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مقرر نہ کرنے کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت کیلئے مشورہ ہوا۔ جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت (بروز سوموار چاشت کے وقت) سے لے کر رات گئے تک پورا دن گزر گیا اور مسلمانوں کا کوئی خلیفہ اور امام نہیں تھا۔ یہ طویل دورانیہ بغیر خلافت کے گزرا۔[۴۳]

③ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا تقرر کرنے کی بجائے چھ رکنی بااختیار مجلس شوریٰ نامزد فرمائی۔ جس کے باہمی مشاورتی عمل کی وجہ سے کئی روز تک امت مسلمہ بلا خلیفۃ المسلمین وبلا امیر المومنین رہی۔[۴۴]

علاوہ ازیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مشورہ لئے بغیر بیعت و خلافت کے انعقاد کو ناجائز اور غیر شرعی قرار دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

[۴۲] صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب النّاس تبع لقريش والخلافة فی قریش ،الحدیث : ۱۸۲۱ + صحیح البخاری = کتاب الأحكام : باب الإستخاف، الحدیث: ٦٧٩٦

[۴۳] صحیح البخاری = کتاب الأحكام : باب الإستخلاف مختصر سیرة الرّسول للشّیخ عبد الله :٤٦٦-٤٦٨

[۴۴] شرح النّووی:۲/۱۲۰

[٤٦٩] « فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلٰى غَيْرِ مَشُورَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِىْ بَايَعَهُ تَغِرَّةً اَنْ يُّقْتَلَا »[۴۵]

”جس نے مسلمانوں کے صلاح و مشورہ کے بغیر کسی آدمی کی بیعت کر لی تو دوسرے لوگ اس بیعت کرنے والے امیر کی پیروی نہ کریں نہ ہی اس کی جس کی بیعت کی گئی ہے۔اس خطرے کی بناء پر کہ وہ دونوں قتل کردیئے جائیں گے۔“

لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ مسلمانوں کی مشاورت (جو خلیفہ کے لئے بسا اوقات طویل مدت کی متقاضی ہوتی ہے) کے بغیر بیعت وخلافت کا انعقاد غیر اسلامی ہے ۔اس کا ارتکاب کرنے والے قتل ہونے کے خطرہ میں ہونگے۔ خلافت و امامت کے لئے عارضی طور پر یا مستقل طور پر انقطاع اور اختتام کے وقفے کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔ جبکہ جہاد فی سبیل اللہ کا جاری و ساری رہنا کتاب وسنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے ۔غور وفکر کا مقام ہے کہ مذکورہ وقفوں (مثلاً وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد اور شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مشورہ کرنے کے لئے خلافت کے نہ ہونے کے وقفے) میں اگر دشمنان اسلام مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو جاتے تو کیا مہاجرین و انصار خلیفہ مقرر کرنے کے انتظار میں دفاع اسلام کیلئے تلوار نہ اٹھانے اور امت مسلمہ کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیتے۔ معاذ اللہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا اور نہ ہی سلف صالحین کے معمول سے اس کا کوئی ثبوت فراہم کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کے حقائق وواقعات اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں کہ خلافت و امامت موجود تھی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق عادل وظالم، نیک و بد خلیفہ اور امام کے ساتھ مل کر امت نے جہاد اسلامی کو جاری اور قائم رکھا۔ اگر خلافت ختم بھی ہوگئی تو طائفہ منصورہ اور مسلمانوں کی جماعت نے جہاد کے تسلسل اور تواتر کو قائم و دائم رکھا۔ جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

”کچھ لوگ جہاد کو مسیح الدجال کے فتح کرنے تک قائم و دائم رکھیں گے ۔“

ہم ایک مستقل عنوان کے تحت اس پر مفصل اور مدلل بحث کر رہے ہیں۔ بالخصوص عصر حاضر میں جب کہ پورے عالم کے کفار و مشرکین جدید ترین اسلحہ اور فکری اور جنگی آلات کے ساتھ مسلح

---

[۴۵] صحيح البخارى= كتاب المحاربين من أهل الكفر والرِّدَّة : باب رجم الحبلٰى فى الزّنا إذا أحصنت ، الحديث: ٦٤٤٢ + شرح النَّووى :٢/ ١٢٠ + فتح البارى: ١٣/ ١٧٥-١٨٢ ، ١٢/ ١٢٤-١٢٩

اور اکٹھے ہوکر مسلم علاقہ جات پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں کسی خلافت و امامت کے انتظار میں مسلمانوں کو ہاتھ باندھے رکھنے کی دعوت دینا اور ان کو دفاع اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ سے روکنا دین اسلام کی عزت و بقاء کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ فرائض الٰہیہ کو ختم کرکے امت کو رہبانیت کی بدعت اور عقیدۂ حلولیت والے گمراہی کے سمندر میں غرق کرنے کی کوشش ہے۔

اے کاش......!

بلاد اسلامیہ کے سربراہان اور حکمران اس حقیقت کا بروقت ادراک حاصل کریں اور امت کو اسلام کی چوٹی، اسلامی عزت وشوکت کے اصل راستہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ پر ڈال کر روزِ محشر اللہ احکم الحاکمین کے سامنے اپنی مسئولیت اور ذمہ داری سے عہد برآں ہوں۔ (وَفَّقَهُمُ اللّٰهُ لِذٰلِكَ وَ يَسَّرَ عَلَيُهِم)

''عصابۃ المسلمین'' اور ''طائفہ منصورہ'' پر تحقیقی نظر:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٧٠] ((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنُ اُمَّتِى ظَاهِرِيُنَ عَلَى الُحَقِّ))[٤٦]
''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ظاہر و غالب رہے گا۔''

[٤٧١] ((لَنُ يَّزَالَ قَوُمٌ مِنُ اُمَّتِىُ ظَاهِرِيُنَ عَلَى النَّاسِ))[٤٧]
''میری امت کی ایک قوم (جماعت) لوگوں پر غالب رہے گی۔''

[٤٧٢] ((لَنُ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِّن اُمَّتِىُ يُقَاتِلُوُنَ عَلَى الُحَقِّ ظَاهِرِيُنَ اِلٰى يَوُمِ الُقِيٰمَةِ))[٤٨]
'' میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دین حق کے لئے جہادو قتال کرتا رہے گا۔ وہ لوگ ہی قیامت تک غالب ہونگے۔''

[٤٧٣] ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ (اَوُ اُمَّةٌ) مِنُ اُمَّتِىُ قَائِمَةً بِاَمُرِ اللّٰهِ ، لَا يَضُرُّهُمُ مَنُ خَذَلَهُمُ أَوُخَالَفَهُمُ حَتّٰى يَأتِىَ أَمُرُ اللّٰهِ وَ هُمُ ظَاهِرُوُنَ عَلَى النَّاسِ))[٤٩]

---

[٤٦] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من امّتى ظاهرين علَى الحقّ))، الحديث: ١٩٢٠

[٤٧] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قول ﷺ ((لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق......)) الحديث: ١٩٢١+ صحيح البخارى = كتاب التّوحيد : باب قولهِ اللّٰه تَعَالٰى ﴿ اِنَّمَا قولنا لِشَىءٍ إِذَا أَرَدُنٰهُ ﴾ [النّحل:١٦: ٤٠] الحديث : ٧٠٢١

[٤٨] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٩١

[٤٩] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٩٢

’’ میری امت میں سے ایک جماعت اور گروہ اللہ کے امر (یعنی اللہ کے دین) کے ساتھ قائم اور چمٹا رہے گا۔ ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ جماعت بدستور لوگوں پر غالب ہو گی۔‘‘

[٤٧٤] ((لَنْ يَّزَالَ اَمْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مُسْتَقِيْمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [۵۰]

’’ میری امت کا معاملہ مضبوط و مستقیم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔‘‘

[٤٧٥] ((لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [۵۱]

’’ یہ دین ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اس کی خاطر مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت تا قیام قیامت قتال جاری رکھے گی۔‘‘

[٤٧٦] ((لَاتَزَالُ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [۵۲]

’’مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت دین حق کی خاطر قتال جاری رکھے گی اور اپنے تمام مخالفین پر روز قیامت تک غالب رہے گی۔‘‘

[٤٧٧] ((لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ اَوْ يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : عُصَيْبَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَفْتَتِحُوْنَ الْبَيْتَ الْاَبْيَضَ بَيْتَ كِسْرٰى)) [۵۳]

’’ دین اسلام ہمیشہ قائم و دائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے ، یا تم پر بارہ خلفاء بن جائیں گے اور وہ سب قریشی ہوں گے۔ نیز یہ بھی آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی قوی اور متحد جماعت کسریٰ کے سفید محل کو فتح کرے گی۔‘‘ [۵۴]

---

۵۰ صحيح البخاری= كتاب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة : باب قول النَّبِيِّ ﷺ ((لا تزال طائفة من امّتى ظاهرين على الحقِ......)) الحديث:٦٨٨٢

۵۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٩٠

۵۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٩٢

۵۳ صحيح مسلم= كتاب الامارة: باب النَّاس تبع لقريش والخلافة فى قريش ،الحديث :١٨٢٢

۵۴ البیت الأبیض کا اردو میں معنیٰ ’’سفید محل‘‘ ہے۔ اس کا انگلش میں ترجمہ وائٹ ہاؤس (White House) ہے۔ امریکہ کے صدارتی محل کو بھی وائٹ ہاؤس کہا جاتا ہے جو عصر حاضر میں کفر کی تمام سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے اور جو سپر پاور ہونے کے زعم باطل میں مبتلا ہے۔ درحقیقت سپر پاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ وہ دن بہت قریب ہیں جب مجاہدین کے خاک آلود قدم اس کے عالیشان قالینوں، غلیچوں اور دیدہ زیب عمارتوں کو جوتوں تلے روندیں گے۔ ان شاء اللہ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

طائفہ کا معنٰی:

" وَالطَّائِفَةُ مِنَ النَّاسِ جَمَاعَةٌ مِّنْهُمْ قَدْ يَقَعُ عَلٰى وَاحِدٍ فَصَاعِدًا وَ عَلٰى ذَالِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى : [٤٧٨] ﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ﴾ "[الحجرات = ٤٩ : ٨]

" اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کروا دیا کرو۔"

[٤٧٩] ﴿ اِذْ هَمَّتْ طَآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلاَ ﴾ [آل عمران= ٣ : ١٢٢]

" جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کرلیا تھا بزدلی دکھانے کا۔"

لفظ " طائفہ" لوگوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں ۔ یہ واحد تثنیہ اور جمع تینوں قسموں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں بیان ہوا ہے ۔ [۵۵]

لہٰذا مدد کئے ہوئے اور غالب گروہ سے مراد جہاد کرنے والے ، جنگ و قتال کرنے والے ، فقہاء محدثین و مبلغین اسلام وغیرہ ہیں ۔ امام بخاری ، امام احمد، علی بن مدینی اور امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے یہی بات کہی ہے۔ [۵۶]

نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٨٠] ((لَايَزَالُ اَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [۵۷]

" اہل غرب قیامت قائم ہونے تک دین حق پر (قائم رہتے ہوئے) غالب رہیں گے۔"

اہل غرب سے اہل عرب یا اہل شام یا اہل قوت مجاہدین مراد ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ [۵۸]

◎ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٤٨١] ((وَ هُم بِالشَّامِ)) (طائفہ منصورہ اہل شام میں سے ہے ۔) (وہی اہل غرب ہیں) [۵۹]

مذکورہ تمام اقوال تقریباً ہم معنٰی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ " طائفہ منصورہ" کا لفظ واحد

---

[۵۵] مفردات القرآن: ٣١٤

[۵۶] صحيح البخاری = كتاب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة : باب قول النَّبِيِّ ﷺ ((لا تزال طائفة من أُمَّتى ظاهرين علَى الحقِّ و هم أَهل العلم)) + صحيح التِّرمذی = أَبواب الفِتَن = باب ما جاءَ فی أَهل الشَّام + شرح النَّووی : ٢ / ١٤٣

[۵۷] صحيح مسلم = كتاب الامارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من امَّتى ظاهرين علَى الحقِّ)) ، الحديث: ١٩٢٥

[۵۸] شرح النَّووی: ٢ / ١٤٤

[۵۹] صحيح البخاری = كتاب التَّوحيد: باب قول الله تعالىٰ ﴿ اِنَّمَا قولنا لِشَيءٍ إِذَا أَرَدْنٰهُ ﴾ [النحل: ١٦: ٤٠] الحديث: ٧٠٢٢

تثنیہ وجمع تینوں صورتوں میں مستعمل ہے اور محدثین اور مبلغین اسلام کی مختلف اور متفرق جماعتوں کے لئے جامع نام ہے۔ جو ہمیشہ خلیفہ اور امام کی شرط عائد کئے بغیر، متحد و منظّم ہوکر جہاد وقتال کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں ۔یہ تسلسل تا قیامت یعنی فتح دجال تک جاری رہے گا۔

''عصابہ'' کا معنٰی:

عصبۃ اور عصابۃ ایک قوی اور متحد جماعت کا نام ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۸۲] ﴿ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ...... ﴾ [یوسف=۱۲:۱۳۸]

''ہم متحد وقوی جماعت ہیں ۔''

"سمع ،یسمع "کے وزن پر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح عَصَبَ یَعصِبُ (ض) کے وزن پر بھی استعمال ہوتا ہے۔دونوں ہی کا معنی "إِجْتَمَعَ" یعنی ''متحداور مجتمع ہونا ہے۔'' [۶۰]

"عُصَيْبَةٌ" لفظ "عُصْبَةٌ" کی تصغیر ہے یعنی ایک چھوٹی سی متحد اور مضبوط جماعت'' [۶۱]

مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

① جہاد فی سبیل اللہ کا تسلسل اور دوام قیامت تک یعنی دجال کو فتح کرلینے تک باقی رہے گا۔خلافت اور امامت کبریٰ موجود ہو یا نہ ہو۔

نبی ﷺ کی احادیث میں : [لَنْ يَّزَالَ ، لَنْ يَّبْرَحَ ،لَا يَزَالُ ،لَا تَزَالُ] جیسے تمام الفاظ ہمیشگی کے معنی کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ واضح ہو کہ ایسے جملے جن میں ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ لہٰذا درمیانی مختصر وقفے ہمیشگی کے منافی نہیں بشرطیکہ مکمل انقطاع اور اختتام نہ ہو۔

② دین حق کے قیام ، دوام اور اس کی بقاء کا دارو مدار قتال فی سبیل اللہ پر ہے ۔

③ مجاہدین ایک قوی اور متحد جماعت ہونگے، ان کا خلیفہ ہو یا نہ ہولیکن جماعت وامارت کے تحت زندگی گزارنے والے ہونگے۔

④ بسا اوقات وہ ایک چھوٹی اور متحد جماعت کی صورت میں ہونگے۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. فتح الباری:۳/ ۲۵۰۔۲۵۲

---

[۶۰] المفردات للأصفهانی : ۳۴۰+ القاموس:۱/ ۱۰۹

[۶۱] شرح النَّووی:۲/ ۱۲۰

٢ شرح مسلم للنووی:٢/١٤٣،١٤٤

٣ أبو داؤد مع المعالم :٣/٣٥٧

٤ سُنَن النِسائی:٢/١١٢ ، رقم الحديث :٣٥٩١ و حديث عصابتان من أُمّتی......"
كتاب الجهاد :٢/٥٦

٥ نيل الأوطار:٨/٥١)

معسکر ابی بصیرؓ:

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں:

[٤٨٣] « ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِينَةِ فَجَآءَهٗ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَ هُوَ مُسْلِمٌ ۔ فَاَرْسَلُوا فِیْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ ۔فَقَالُوْا: العَهْدَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَنَا ۔ فَدَفَعَهٗ اِلَی الرَّجُلَيْنِ ۔ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰی بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَنَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ ۔فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ لِاَحَدِ الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ اِنِّی لَاَرٰی سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا ۔ فَاسْتَلَّهُ الْاٰخَرُفَقَالَ: اَجَلْ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَجَيِّدٌ۔ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهٖ ثُمَّ جَرَّبْتُ۔ فَقَالَ اَبُو بَصِيْرٍ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَيْهِ ۔ فَاَمْكَنَهٗ مِنْهُ فَضَرَبَهٗ حَتّٰی بَرَدَ وَ فَرَّ الآخَرُ حَتّٰی اَتَی الْمَدِيْنَةَ ۔ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُ لَقَدْ رَاٰی هٰذَا ذُعْرًا۔ فَلَمَّا انْتَهٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِیْ وَاِنِّی لَمَقْتُوْلٌ ۔ فَجَآءَ اَبُوْ بَصِيْرٍ فَقَالَ: يَانَبِیَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ اَوْفَی اللّٰهُ ذِمَّتَكَ۔ قَدْ رَدَدْتَنِیْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِیَ اللّٰهُ مِنْهُمْ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهٖ مِسْعَرَ حَرْبٍ وَلَوْ كَانَ لَهٗ اَحَدٌ ۔ فَلَمَّا سَمِعَ ذَالِكَ عَرَفَ أَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ اِلَيْهِم ۔ فَخَرَجَ حَتّٰی اَتٰی سَيْفَ الْبَحْرِ وَ يَنْفَلِتُ مِنْهُم اَبُو جَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِیْ بَصِيْرٍ۔ فَجَعَلَ لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ اَسْلَمَ اِلَّا لَحِقَ بِاَبِیْ بَصِيْرٍ ۔ حَتّٰی اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ ۔ فَوَاللّٰهِ مَا يَسْمَعُوْنَ بِعِيْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ اِلَی الشَّامِ اِلَّا اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَ اَخَذُوْا اَمْوَالَهُمْ ۔ فَاَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ: فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلَيْهِم ۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿**وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ م بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ط وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًاO هُمُ**

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْھَدْیَ مَعْکُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّہٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْھُمْ اَنْ تَطَئُوْھُمْ فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًاO اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَ کَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَ اَھْلَھَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًاO﴾ [الفتح=۴۸:۲۴-۲۶]))[۶۲]

’’نبی ﷺ صلح حدیبیہ کی تکمیل کے بعد مدینہ واپس لوٹے تو قریش کا ایک آدمی ابو بصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوکر آپ کے پاس حاضر ہوگیا۔ چنانچہ قریش نے اس کی تلاش میں دو آدمی روانہ کیے۔ جنہوں نے مدینہ پہنچ کر آپ سے کہا: عہد صلح کا پاس کیجئے جوخود آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا جو اسے لے کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب ’’ذوالحلیفہ‘‘ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ٹھہر کر اپنی کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر نے ایک کو کہا: واللہ مجھے یہ تمہاری تلوار نہایت عمدہ نظر آرہی ہے۔ تو اس نے تلوار میان سے کھینچی اور کہنے لگا اللہ کی قسم بلاشبہ یہ بہت عمدہ ہے۔ میں نے بار باراس کے تجربات کیے ہیں۔ ابو بصیر بولے ذرا دیجئے میں اس کو دیکھ لوں۔ اس نے تلوار ابو بصیر کے حوالے کر دی تو ابو بصیر نے اچانک تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگ نکلا حتی کہ مدینہ آن پہنچا اور ہانپتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اس نے یقیناً کوئی خوف دیکھا ہے۔

چنانچہ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا: واللہ میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور مجھے بھی مار دیا جائے گا۔ اسی دوران سیدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کے عہد اور ذمے کو پورا کر دیا ہے کہ آپ نے مجھے ان کی طرف واپس لوٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرمادی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کی بربادی ہو اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ دوبارہ اسے کفار کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے نکل کر ساحل سمندر پر آ گئے۔

---

[۶۲] صحیح البخاری = کتاب الشُّروط: باب الشُّروط فی الجهاد و المصالحة مع أَهل الحرب و کتابة الشُّروط، الحدیث:۲۵۸۱ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر : باب صلح الحدیبیَّة فی الحدیبیَّة ، الحدیث: ۱۷۸۳، ۱۷۸۴

ادھر سیدنا ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی چھوٹ گئے اور بھاگ کر ابو بصیر سے آ ملے۔ اب قریش کا جو شخص بھی اسلام لا کر بھاگتا وہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آ ملتا۔ حتیٰ کہ ایسے مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوگئی۔ پھر واللہ! مجاہدین کی یہ جماعت شام کی طرف آنے جانے والے جس قریشی قافلے کی خبر سنتے تو اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے۔ اہل قافلہ کو قتل کرتے اوران کے اموال پر قبضہ کر لیتے۔ (اس صورت حال سے بے بس ہو کر) قریش مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کے واسطے دے کر پیغام پہنچایا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ مامون ہو گا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیج کر بلوا لیا۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

(اے مسلمانو!) وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد عین مکہ کی سرحد پر ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ یہ مکہ والے وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور تمہارے قربانی کے جانوروں کو بھی روک دیا اور وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ سکے۔ اگر (مکہ میں اس وقت) چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں ایسی نہ ہوتیں جن کا تم کو علم نہ تھا کہ تم ان کو بھی (کافروں کے ساتھ) روند ڈالتے، پھر تم کو ان کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان مکہ میں موجود مسلمانوں کا خیال اس لئے رکھا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان (چند مسلمان مردوں اور عورتوں) میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر یہ چند مسلمان مرد اور عورتیں) الگ ہو جاتے تو ہم (تمہارے ہاتھوں سے) ان کافروں کو درد ناک عذاب پہنچاتے۔ (اے نبی !وہ وقت یاد کر) جب ان مکہ کے کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد کی طرح ضد باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی اپنے رسول پر اور مومنوں پر نازل کی۔ اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر جمائے رکھا۔ یہی لوگ اس (پرہیز گاری) کے حق دار اور لائق بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

کفار مکہ کی جاہلانہ عصبیت وحمیت یہ تھی کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا اقرار نہ کیا اور کمال ڈھٹائی سے ﴿ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ ﴾ کے کلمات طیبات کو صلح نامہ پر تحریر کرنے سے انکاری ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[٤٨٤] ((اَمَّرَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ غَزْوَۃِ مُوْتَۃَ زَیْدَ بنَ حَارِثَۃَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: اِنْ قُتِلَ زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ کُنْتُ فِیْہِمْ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَوَجَدْنَاہُ فِی الْقَتْلٰی وَ وَجَدْنَا فِیْ جَسَدِہٖ بِضْعًا وَّ تِسْعِیْنَ مِن طَعْنَۃٍ وَ رَمْیَۃٍ)) [٦٣]

"رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ مؤتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی "زید اگر شہید ہوجائے تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہونگے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ہم نے اسی غزوہ میں جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے مقتولین میں پایا اور آپ کے جسم میں نیزوں اور تیروں کے کم از کم ترانوے (٩٣) زخم موجود تھے۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[٤٨٥] ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَن یَّأْتِیَہُم خَبَرُھُم فَقَالَ: اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ۔ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ۔ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ —— وَعَینَاہُ تَذْرِفَانِ —— حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّن سُیُوفِ اللّٰہِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ)) [٦٤]

"بلاشبہ نبی ﷺ نے مدینہ میں لوگوں کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت شہادت کی اطلاع کردی اس سے پہلے کہ ان کی کوئی خبر لوگوں کے پاس پہنچتی۔" چنانچہ فرمایا:

غزوہ مؤتہ میں زید رضی اللہ عنہ نے پرچم تھاما اور شہید ہو گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا اور شہید ہوگئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے ۔——اسی دوران آپ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں—— حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم تھاما اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی"

---

[٦٣] صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب غزوۃ مُؤتَۃَ من ارض الشَّام، الحدیث:٤٠١٣

[٦٤] صحیح البخاری= کتاب المغازی : باب غزوۃ مُؤتَۃَ من ارض الشَّام، الحدیث:٤٠١٤

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٤٨٦] ((ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ وَلِيْدٍ مِنْ غَيْرِ اِمْرَةٍ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ)) [۶۵]

''بالآخر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود امارت سنبھالی اور پرچم اسلام تھاما تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی (حالانکہ جب انہوں نے پرچم تھاما تو ان کو نہ تو پہلے کسی امیر نے پرچم تھمایا تھا اور نہ ہی ان کو کسی نے امارت پر مقرر کیا تھا)۔''

مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① معاہدین (جن کافروں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو) کے ساتھ صلح کی شرائط کے مطابق معاہدہ پورا کرنا شرعاً ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل، ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو قریش کے حوالے کر دیا۔ لیکن تحویل میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[٤٨٧] ((اِصْبِرْ وَاحْتَسِبْ فَاِنَّا لَا نَغْدِر وَ اِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَكَ فَرَجًا وَ مَخْرَجًا)) [۶۶]

''صبر کرو اور اللہ سے اجر و ثواب کے طالب رہو۔ پس بلاشبہ ہم دھوکہ نہیں کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت و کشادگی اور قید سے رہائی کا راستہ ہموار کر دے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اور امام کی سلطنت یعنی دارالاسلام کی حدود سے باہر ان شرائط کا اطلاق نہ ہوگا جو عہد صلح سے ماوراء ہیں۔ اسی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر پر نہ تنقید فرمائی اور نہ قصاص اور دیت کا حکم دیا۔ حالانکہ انہوں نے ایک مشرک کو قتل کر دیا تھا۔ [۶۷]

② نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، اگر اس کو کوئی ساتھی مل جائے۔'' یہ فرما کر گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے خلاف جنگ و جدال کے دلیرانہ اقدامات پر ابو بصیر کی تعریف و توصیف فرما رہے ہیں۔ اس حدیث میں جماعت بندی کر کے جہاد و قتال کی ترغیب و تلقین اور فرار ہو جانے کا بلیغ اشارہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں نو مسلم مہاجرین کو ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اور ''جہادی ونگ'' بنا کر زبردست گوریلا کارروائیاں کرنے کی ہدایت موجود ہے۔ چنانچہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

۶۵ صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب من تَأَمَّرَ فی الحَرب من غَیر إمرةٍ إذَا خَالَفَ العَدُوَّ، الحدیث:۲۸۹۸

۶۶ فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الشُّروط : باب الشُّروط فی الجهاد والمصالحة مع أَهل الحرب و کتابة الشُّروط مختصر سیرة الرَّسول للشَّیخ عبد اللّٰه:۴۸۱

۶۷ فتح الباری:۶/۲۷۸+ منتقَی الأَخبار مع نیل الأَوطار:۸/۴۱

اشارات کے عین مطابق فرار اختیار کیا، ساحل سمندر پر عسکری قوت جمع کی اور مسلمانوں کا ایک جہادی گروپ یعنی متحد وقوی جماعت تیار ہوجانے پر کافروں کے ساتھ جہاد کی منظّم تحریک برپا کر دی۔ جس کو نبی ﷺ کی طرف سے خاموشی کی بنا پر مکمل تائید حاصل تھی۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی عمل پر آپ ﷺ کی خاموشی بھی دین کا حصہ ہے۔ جمہور علماء اسلام معاہدہ صلح کے دورانیہ میں خلیفہ اور امیر المومنین کے اقتدار اور سلطنت سے باہر ایسے تمام جہادی اقدامات کو جائز و درست قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر کا یہی موقف ہے۔[۶۸]

③ خود امام اور خلیفہ بھی ایسے جہادی اقدامات کو وضاحت سے نہیں بلکہ صرف اشارہ اور کنایہ سے ہدایات جاری کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان: ''یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہوتو۔'' میں اشارہ موجود ہے۔

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" كَلِمَةُ تَعَجُّب، بِالْمُبَالَغَةِ فِى الْحُرُوْبِ ، وَ جُوْدَةِ مَعَالَجَتِهَا وَ سُرْعَةِ النُّهُوْضِ فِيْهَا ۔"

''آپ ﷺ کا اس طرح بہادری کی تعریف فرمانا کلمہ تعجب ہے نہ کلمہ مذمت ۔جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔''[۶۹]

④ حدیث ابی بصیر رضی اللہ عنہ سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ ظالم اور مکار مشرک کو (تدبیر اور حیلے بہانے کے ساتھ) قتل کرنا جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ کی سلطنت دارلاسلام کی حدود سے باہر معاہدہ صلح کا اطلاق نہیں ہوتا الا یہ کہ امام اور خلیفہ اطلاق کی تصریح کردے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلم حکمرانوں میں سے کسی ایک کے معاہدے کی پابندی اور پاسداری دوسروں پر ضروری نہیں۔ الّا یہ کہ خلافت اسلامی قائم ہو اور معاہدے کے عام ہونے کی تصریح موجود ہو۔[۷۰]

⑤ ایک متحدہ اور متفقہ مسلمانوں کی جماعت کے پاس اگرچہ دارالاسلام نہ ہو، نہ ہی خلافت وحکومت ہو اور نہ ہی خلیفۃ المسلمین کی اجازت ہو۔اس کے باوجود اسلامی فرائض اور

---

۶۸ معالم السُّنَن للخطّابی : ٤ / ٧٩ + فتح الباری : ٦ / ٢٧٨

۶۹ معالم السُّنَن للخطّابی:٤ / ٧٩ + فتح الباری: ٦ / ٢٧٨

۷۰ فتح الباری: ٦ / ٢٧٩، ٢٨٠

واجبات کی طرح فریضۂ جہاد وقتال کی ادائیگی کے لئے بھی مسلمان مامور ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''یہاں تک کہ انکے پاس ایک مضبوط جماعت اکٹھی ہوگئی۔''

اسی طرح حدیث میں ہے: ''جو بھی قریش کا قافلہ شام کی طرف آتا جاتا دکھائی دیتا اس کو قتل کرتے اس قافلے کے افراد سے مال (غنیمت کے طور پر) چھین لیتے۔''

علاوہ ازیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک متفقہ جماعت کا وجود بہرحال لازمی اور ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے الفاظ سے عیاں ہوتا ہے کہ ''اگر اس کے ساتھ کوئی اور ساتھی ہوتا اور یہ جماعت سی بن جاتی تو کیا خوب ہوتا۔''

اسی طرح روایت کے ان الفاظ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ ''یہاں تک کہ ان کی ایک مضبوط جماعت بن گئی۔''

⑥ رسول اللہ ﷺ کو معسکر ابی بصیر کی جہادی کارروائیوں کا مکمل علم تھا اور اسی طرح آپ نے اپنی خاموشی کے ساتھ ابو بصیر کی جماعت کی گوریلا کارروائیوں کی تائید و تصدیق فرما کر ان کو مکمل شرعی احکام کا درجہ عطا کیا۔ انکے کسی اقدام پر اعتراض نہیں فرمایا اور نہ کسی مشرک کے قتل کی دیت و قصاص کا حکم جاری کیا۔[1]

⑦ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی جماعت کے جہادی اقدامات مشرکین مکہ کے غرور و تکبر اور ان کی اقتصادی و عسکری قوت کو ختم کرنے کا ذریعہ، مسلمانوں پر ان کے وحشیانہ ظلم و ستم کے قلع قمع کا باعث بنے۔ انہوں نے معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کی قوت و طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے معاہدہ صلح کی تیسری غیر منصفانہ شرط کے خاتمے کا مطالبہ کر دیا۔ جس میں درج تھا۔

[٦٨٨]« لَا يَاتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلَى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهُ اِلَيْنَا »[2]

''ہماری طرف سے اگر آپ کے پاس کوئی شخص آئے، اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ اس کو واپس کریں گے۔''

بعد ازاں انہوں نے خود ہی مدینہ پہنچ جانے والے مکی مسلمانوں کے لئے امن و امان کا اعلان کردیا۔ نبی ﷺ کو ذات باری تعالیٰ اور قرابتداری کے واسطے دے کر مجاہدین اسلام کے

---

[1] فتح الباری: ٦/٢٧٩ + نیل الأوطار: ٨/٥١

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٤٨٣

خوفناک حملوں سے امن حاصل کیا۔گویا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے گروپ کے مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں سے مظلوم مسلمانوں کیلئے تحفظ اور امان کی فضاء قائم ہوئی۔اسلام کی شان وشوکت کے وہ مقاصد حاصل ہوگئے جو بڑی بڑی خون آشام جنگوں سے بھی حاصل نہ ہو سکے تھے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٤٨٩]﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ ﴾ [الفتح=٤٨:٢٤]

''وہی اللہ ہے جس نے تمہارے ہاتھ ان سے اور ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔''[٣]

⑧ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفتح کی مذکورہ بالا آیات میں معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کے مجاہدین کی کارروائیوں کے نتائج وثمرات کا تذکرہ اور بیان ہے۔ جبکہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم وغیرہ میں مروی حدیث کے مطابق ان کا سبب نزول مقام حدیبیہ پر قریش کے ایک چھاپہ مار دستے کا مسلمانوں پر حملہ آور ہونا بیان کیا گیا ہے۔آیات کے اسباب نزول کا ایک سے زیادہ ہونا بھی تو ممکن اور واقعتاً موجود ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں موافقت کے لئے دونوں اسباب نزول تسلیم کئے جانے چاہیئے۔[٤]

⑨ غزوۂ مؤتہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے صرف تین امیر مقرر فرمائے تھے۔جن کی قیادت میں بالترتیب جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔لیکن تینوں کی شہادت پر مسلمانوں کی ضرورت و حاجت اور دفاع اسلام کے فوری تقاضا کے پیش نظر جہاد جاری رکھنے کے لئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود منصب امارت سنبھال لیا۔ وہاں تقریباً تین ہزار موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس اقدام سے اتفاق کرتے ہوئے ان کی امارت میں جہاد جاری رکھا اور فتح یاب ہوئے۔ لہٰذا اضطراری حالت میں جبکہ خلیفہ و امام موجود نہ ہو یا اس سے رابطہ ناممکن ہو تو ایسی صورت میں جو شخص امارت اور ولایت کے لئے متعین ہوگا وہ شرعی امیر ہوگا اور اس کی اطاعت واجب ہوگی۔

اسی طرح جب کسی عورت کا ولی سلطان کے علاوہ کوئی نہ ہو اور سلطان کی اجازت

---

[٣] فتح الباری: ٦/ ٢٧٩، ٢٨٠

[٤] فتح الباری: ٦/ ٢٨٠

کا حصول ناممکن ہو تو کوئی بھی مسلمان اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس جب جمعہ وعیدین وغیرہ کا امام غیر حاضر ہو تو حاضرین کسی کو بھی امام بنا کر نماز ادا کرلیں ۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔[۷۵]

یعنی شرعی فرائض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد خلیفہ اور امام کی عدم موجودگی میں متروک اور معطل نہ ہونگے۔ اس طرح رسولوں کو بھیجنے کا اور شریعتوں کو نازل کرنے کا اصل مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور وہ اصل مقصد ''دین اسلام کا قیام اور بقاء'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہ ہے:

[٤٩٠] ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التّغابن = ٦٤:١٦]

''اللہ سے ڈرو جس قدر ڈر سکتے ہو۔''

ایسا نہ کرنے سے مذکورہ آیت کی خلاف ورزی بھی لازم آئے گی۔لہٰذا حسب طاقت اپنے لئے کوئی جہاد کا امیر بنا کر یا اضطراری حالت میں خود امیر بن کر فریضۂ جہاد کو جاری رکھنا چاہیئے۔ بالکل ایسے جیسے نماز جمعہ وعیدین وغیرہ کو قائم کرنا اور حقوق العباد کی تکمیل شرعاً فرض اور واجب ہے۔[۷۶]

⑩ عہد حاضر میں جبکہ خلافت اسلامیہ ناپید ہے تو مذکورہ آیت ، واقعہ خالد اور ان تمام نصوص کی روشنی میں جن میں دینی فرائض کو قائم کرنے کا حکم ہے ، جن میں ہر انسان کو فرداً فرداً مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے، ہر مکلّف مسلمان پر لازم ہے کہ خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں ایک جماعت قائم کرے اور جہاد کو جاری کرے۔ قرآن و سنت کی نصوص سے ثابت شدہ مذکورہ احکام و مسائل کے صحیح اور درست ہونے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔[۷۷]

⑪ اضطراری حالت میں از خود امیر متعین ہو جانا بقاء دین، اجتماعی اور اسلامی زندگی کا شرعی تقاضا ہے ۔ اسی طرح اختیاری حالات میں خلیفہ کا تقرر لازم ہے اور امارت صغریٰ کا قیام بھی واجبات دینیہ میں شامل ہے ۔اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

۷۵ فتح الباری:٦/٥٢١ + المنتقی مع المؤطّا : ٣ / ٢٧٠

۷۶ مجموع الفتاوٰی :٣٤/١٧٥، ١٧٦ + السِّیاسة الشَّرعیَّة لِابْنِ تیمیَّة:٢٧-٢٩

۷۷ شرح النَّووی:١/٥١+ الطُّرق الحکمیَّة لابن القیِّم :١٣-٥١

[٤٩١]« اِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِى سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ » قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِاَبِى سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَنْتَ اَمِيْرُنَا »[478]

''جب تین آدمی سفر میں ہوں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ نافع کہتے ہیں: چنانچہ ہم نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمارے امیر ہیں۔''

مزید وضاحت کے لیے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں: (١) الأَحكام السُّلطانيَّة لأَبى يعلٰى (٢) الطُّرق الحكمية لِإبن القيِّم (٣) والسَّياسة الشَّرعيَّة لِإبن تيمية۔

اس مسئلہ کا بہترین حل:

جماعت اور امارت ، خلافت اور جہاد کے ابواب میں ذکر کردہ کتاب و سنت کی واضح نصوص، محدثین اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں موجودہ زمانے میں امت کی مشکلات اور مصائب کا ہر ذی شعور اور بالغ النظر شخص کو جو حل نظر آتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل چند کلمات میں ملاحظہ فرمائیں۔

① اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوٹوک احکام دیئے ہیں:

[٤٩٢] ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران=٣:١٠٣]

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔''

[٤٩٣] ﴿ اَقِيْمُوْا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا ﴾ [الشُّورٰی=٤٢:١٣]

''دین کو قائم کرو اور گروہ در گروہ نہ بنو۔''

ان احکام کی بناء پر مسلمانوں کو چاہیئے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامیں اور متحد و متفق ہوکر جماعت کا نظم قائم کریں۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٤٩٤] ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النِّساء=٤:٥٩]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو ، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔''

اس کے علاوہ بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں امیر کی اطاعت کرنا اور بات سننا فرض قرار

---

[478] صحيح أَبى داؤد = كتاب الجهاد : باب فى القوم يُسَافِرُوْنَ يؤمِّرون اَحَدَهُم، الحديث:٢٢٧٢

دیا گیا ہے۔اسی طرح شورائی طریقے سے امیر کا تقرر بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔'' [التَّغابُن=٦٤:١٦]

لہٰذا حسب استطاعت خلیفۃ المسلمین کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کو چھوٹی امارت ہی قائم کرکے سمع وطاعت کی زندگی بسر کرنی چاہئے اور فرقہ پرستی کے بغیر اسلامی زندگی کو اپنانا چاہئے۔تاکہ ہم جاہلیت کی موت مرنے کی بجائے جہادی زندگی گزارتے ہوئے اسلامی موت سے ہمکنار ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٤٩٥] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْص ﴾

[الصَّف=٦١:٤]

'' بلاشہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسے قتال کرتے ہیں جیسے وہ چونا گچ کی ہوئی دیواریں ہیں۔''

نیز نبی ﷺ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کرتے نصیحت فرمائی:

[٤٩٦] ((تَطَاوَعَا وَ لَا تَخْتَلِفَا)) [۷۹]

'' ایک دوسرے سے باہم صلاح مشورے سے زندگی گزارنا ایک دوسرے سے اختلاف کرکے زندگی نہ گزارنا۔''

اجتماعی زندگی ایسے ہو جیسے حدیث میں آتا ہے:

[٤٩٧] ((اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ كَجَسَدٍ وَّاحِدٍ)) [۸۰]

'' بے شک مومن ایسے ہیں جیسے ایک جسم۔''

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس حدیث کا مصداق بن کر منافقت اور جاہلیت کی موت سے محفوظ رہیں۔تاکہ ''فتح دجال'' کا جہادی ہدف حاصل کرسکیں۔

③ علماء امت بھی اللہ تعالیٰ کے قرآنی حکم ﴿ وَ اُولِي الْاَمْرِ ﴾ میں داخل ہیں اور طائفہ منصورہ کا صحیح مصداق ہیں۔خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں اہل حل وعقد اور ارکان شوریٰ

۷۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۳۷۱

۸۰ صحيح البخاری = كتاب الأدب : باب رحمة النَّاس والبهائم ، الحديث: ٥٦٦٥ + صحيح مسلم = كتاب البرّ والصَّلة والآداب: باب تراحم المؤمنين و تعاطفهم و تعاضدهم، الحديث: ٢٥٨٦

ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کرتے ہوئے جماعتی زندگی کو قائم کرنے اور جہاد کو جاری کرنے کے لئے امت مسلمہ کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں ۔ورنہ روز حشر میں وہی سب سے بڑے مجرم ہونگے۔[۸۱]

④ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۹۸] ﴿ فَإِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ إِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ﴾ [النّساء=۴: ۵۹]

''اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اس آیت کے بموجب امت کی اس عظیم مشکل اور پریشانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے حاملین کے ذمے ہے۔

کتاب وسنت کے حامل اور داعی علماء ہی دانشوران ملت اسلامیہ اور پوری امت کی عالمی مجلس شوریٰ ہیں ۔یہی انبیاء کا ورثہ اور خلافت اسلامیہ کی مشاورت کی اساس ہیں۔

[۴۹۹] " وَ کَانَ الۡقُرَّآءُ اَصۡحَابُ مَجَالِسِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ وَ مُشَاوَرَتِهٖ کُهُوۡلًا کَانُوا اَوۡ شُبَّانًا " [۸۲]

''علماء اسلام ہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مجالس کے ارکان اور اہل شوریٰ تھے وہ بوڑھے تھے یا جوان۔''

بنابریں امام محمد بن حسن، امام الحرمین الجوینی ، امام مسلم اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب خلافت اسلامیہ موجود نہ ہو تو تمام شہروں اور دیہاتوں کے رہنے والے اہل اسلام پر جماعت و امارت کا قیام اور نظام جماعت کے تحت شرعی فرائض کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔'' [التّغابن=۶۴: ۱۶]

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی خلفاء اور امراء کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ تمام افراد کی شرعی ذمہ داری ہے ۔ اسی بنا پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین (قرون ثلاثہ) میں امت کے افراد بالخصوص علماء کرام خلیفہ اور امام نہ ہونے کی صورت میں اور خلافت خلیفہ کی طرف سے ذمہ داری نہ لگنے کے باوجود یہ فریضہ سرانجام دیتے رہتے تھے اور اس پر امت کا اجماع قائم ہے۔[۸۳]

---

۸۱ القرطبی : ۵/ ۱۶۹، ۱۷۰ + تفسیر ابن کثیر : ۱/ ۵۶۷، ۵۶۸ + مجموع الفتاوٰی: ۲۸/ ۳۸۸

۸۲ صحیح البخاری = کتاب التَّفسیر / تفسیر سورة الأَعراف: باب قول اللّٰه تعالٰی :﴿خُذِ الۡعَفۡوَ وَ اۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَ أَعۡرِضۡ عَنِ الۡجَاهِلِیۡنَ ۝﴾ [الاعراف=۷:۱۹۹] ،الحدیث : ۴۳۶۶

۸۳ شرح النَّووی: ۱/ ۵۱ + السِّیَر الکبیر لامام محمَّد: ۱/ ۱۷۶ + مجموع الفتاوٰی لابن تیمیَّة: ۲۸/ ۳۹۰، ۳۹۱ + الحسبة فی الإِسلام: ۲۸، ۲۹

⑤ غزوۂ موتہ میں تین ہزار مجاہدین کو بلا امیر نہیں چھوڑا گیا، نہ جہاد معطل ہوا، نہ امامت کبریٰ (یعنی مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے حصول اجازت کا انتظار کیا گیا۔ عہد حاضر میں پوری دنیا کے کفار و مشرکین بالخصوص یہود و نصاریٰ نے بلاد اسلامیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور مسلمانوں کو سیاسی ، اقتصادی اور عسکری غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے۔ گویا علی الاعلان جنگ و قتال کی فضاء قائم ہے اور جنگ برپا ہے ۔ اس صورت حال میں کروڑوں مسلمانوں کی مشکلات کا ایک ہی حل ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہو کر قریہ قریہ، شہر شہر، ہر چوٹی اور محاذ پر امراء مقرر کر کے جاری جہاد کو ہم آغوش انجام کر ڈالیں۔ جن محاذوں پر امراء جہاد متعین ہو چکے ہیں اور ان کی جماعتیں جہاد میں مشغول ہیں ان کی مکمل نصرت وحمایت کی جائے ۔تا کہ اللہ کی طرف سے فتح و کامرانی سے ہمکنار ہو کر مشکلات اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں۔

⑥ پوری دنیا کے محاذوں پر جہاد کے میدانوں میں مصروف امراء کے مابین وسیع تر رابطہ و اتحاد قائم کر کے ایک متحدہ جمعیت الجہاد الاسلامی العالمی کی تشکیل ممکن بنائی جائے ۔تا کہ اس متحد و منظّم قوت سے کفار و مشرکین کے بڑھتے ہوئے ظالم ہاتھوں کو روکا جائے ، ان کے ظلم و ستم کی طاقت کو زائل کر کے اللہ کے کلمے کو بلند کیا جائے، نظام عدل قائم کیا جائے اور دین اسلام کو غالب کیا جاسکے ،جن سب کا راستہ یقیناً صرف جہاد ہے ۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۵۰۰] ﴿ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ [النّساء ٤: ٨٤]

''اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرو۔''

[۵۰۱] ﴿ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ ...... ﴾ [النِّساء=٤: ٨٤]

''اسی (جہاد) سے اللہ تعالیٰ کفار کی قوت کو کچل ڈالے گا۔'' (ان شاء اللہ)

بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کی وصیت پر کاربند رہیں۔

[۵۰۲] ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ ﴾ [محمّد= ٤٧: ٣٥]

''نہ سست پڑو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ۔''

اس پر قائم رہتے ہوئے کفار عالم کے سامنے ایمانی قوت کا مظاہرہ کریں ۔ نہ کہ کاسئہ فقیری تھامے عجز و انکسار کے مجسمے بن کر دشمنان حق سے صلح جوئی کی راہیں ہموار کریں۔ تاآنکہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو تین وعدے کئے ان کا ثمر بار نتیجہ برآمد ہو سکے ۔ وہ تین وعدے درج ذیل ہیں:

1. [٥٠٣] ﴿ وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ ﴾ [سورۂ محمّد=٤٧: ٣٥] ''اورتم ہی بلند ہو۔''
2. [٥٠٤] ﴿ وَاللّٰهُ مَعَكُمۡ ﴾ [سورۂ محمّد= ٤٧: ٣٥]'' اللہ تمہارے ساتھ ہے ۔''
3. [٥٠٥]﴿ وَ لَنۡ يَّتِرَكُمۡ اَعۡمَالَكُمۡ ﴾[سورۂ محمّد=٤٧: ٣٥]''تمہارے اعمال میں وہ کمی نہیں کرے گا۔''

ان کے نتیجہ میں دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا جو اس کا فطری تقاضا اور حق ہے۔

((................. ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۸

جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

''اِعداد'' کا لغوی معنی:

اعداد کا لغوی معنی ثلاثی مجرد میں " العَدُّ" یعنی '' شمار کرنا '' ہے ۔ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں تین معانی ہیں۔

1. اَعَدَّہٗ یعنی اس نے اس کو مہیا کیا۔
2. "عدّدہ"(جَعلَہٗ عُدَّۃً لِلدَّھرِ) اس نے اسے وقت اور موقعہ کے لئے تیار کیا۔
3. اِستَعَدَّ لَہٗ (اس کے لئے آمادہ اور تیار ہو گیا۔[1]

شرعی معنیٰ:

" إعدَاد الجهاد " کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ جہاد کے لئے ہر طرح کی ضروری قوت جمع کی جائے، اسباب اور آلات جنگ مہیا کئے جائیں اور فنون حرب مثلاً نشانہ بازی، تیراندازی، دوڑ اور تیراکی وغیرہ کی ٹریننگ حاصل کی جائے۔

جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم:

جہاد کی ٹریننگ حاصل کرنا اور احکام سیکھنا، ہر عاقل، بالغ، مکلّف مسلمان مرد پر (معذور افراد کے علاوہ) فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں:

[٥٠٦] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ...... ﴾ [الأنفال=٨:٦٠]

''اور تم ان (کفار) کے لئے ہر ممکن قوت تیار رکھو......''

نیز رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں:

[٥٠٧] ((لٰكِنْ جِهَادٌ وَّ نِيَّةٌ))[2]

''لیکن جہاد اور اس کی نیت فرض ہے۔''

---

[1] القاموس المحيط:١/٣٢٤

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:٥٩

[٥٠٨] ((مَنْ مَّاتَ وَ لَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَه مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ۔))[٣]

''جو اس حال میں مر گیا کہ نہ اس نے جہاد کیا ، نہ جہاد کی نیت کی وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔''[٤]

[٥٠٩] ((تَعَلَّمُوْا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَ عَلِّمُوْهَا النَّاسَ فَإِنِّی مَقْبُوْضٌ))[٥]

'' دینی فرائض اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ ، بلاشبہ میں دنیا سے جانے ہی والا ہوں۔''

[٥١٠] ((اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ....))[٦]

'' اے بنی اسماعیل ! تیر اندازی کیا کرو۔ تمہارے باپ جناب اسماعیل علیہ السلام بھی تیرا نداز تھے۔''

[٥١١] ((لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الغَائِبَ))[٧]

'' یہ باتیں حاضر شخص غائب کو پہنچا دے۔''

[٥١٢] ((بلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ اٰيَةً))[٨]

'' میری طرف سے دین پہنچا دو، اگر چہ ایک آیت ہی ہو۔''

وفد عبد قیس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الوداع کرتے ہوئے فرمایا:

[٥١٣] ((اِحْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَن وَّرَائِكُمْ))[٩]

---

[٣] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٨٧

[٤] لہٰذا جہاد کا پختہ ارادہ نہ رکھنے والا منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔ جہاد کا پختہ ارادہ اور نیت بغیر ٹریننگ اور تیاری کے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے: ﴿ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوا لَهٗ عُدَّةً ...... ﴾[التوبة=٩:٤٦] '' اگر وہ جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے تیاری کرتے۔(ابوعمار ابن عبدالجبار)

[٥] سنن التِّرمذی= أبواب الفرائض :باب ما جاءَ فی تعليم الفرائض+ مستدرك حاكم= كتاب الفرائض: باب تعلَّموا الفرائض و علِّموها النَّاس، یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المستدرك علَى الصَّحيحَين :٤/٣٣٣، المطبوعة دارالكتاب العربی ، بيروت لبنان

[٦] صحيح البخاری = كتاب الجهاد : باب التَّحريض علَى الرَّمی، الحديث: ٢٧٤٣۔

[٧] صحيح البخاری= كتاب العلم :باب ليبلِّغ العلم الشَّاهد الغائب، الحديث: ١٠٤ + صحيح مسلم = كتاب الحجِّ : باب تحريم مكة و صيدها و خلاها و شجرها و لقطتها ، الحديث :١٣٥٤

[٨] صحيح البخاری= كتاب الأَنبياء : باب ما ذكر عن بنی اسرائيل ، الحديث :٣٢٧٤

[٩] صحيح البخاری= كتاب العلم : باب تحريض النَّبِیِّ صلَّى اللّٰه عليه وسلَّم وفد عبد القيس علٰى أَن يَّحفظوا الإِيمان و العلم، الحديث :٨٧+ صحيح مسلم = كتاب الإِيمان : باب الأَمر بالإِيمان باللّٰه تعالٰى و رسوله صلى اللّٰه عليه وسلَّم و شرائِع الدِّين...... ،الحديث: ١٧

''یہ علم محفوظ کرلو اور ان تک پہنچا دو جو تمہارے پیچھے گھروں میں رہ گئے ہیں۔'' [۱]

فنون حرب وضرب کا سیکھنا بھی وراثتِ انبیاء ہے

قرآن مجید سے دلائل:

[۵۱۴] ﴿وَ عَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ۝﴾

[الأنبياء=۲۱:۸۰]

'' اور ہم نے اس (داؤد عَلَیہِ السَّلام) کو تمہارے لئے خاص قسم کے لباس (یعنی زرہیں) کی صنعت سکھائی تاکہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو؟''

[۵۱۵] ﴿ وَ اَلَنَّا لَهُ الۡحَدِيۡدَ۝اَنِ اعۡمَلۡ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرۡ فِى السَّرۡدِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ۝وَ لِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ غُدُوُّهَا شَهۡرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهۡرٌ ۚ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ ؕ وَ مِنَ الۡجِنِّ مَنۡ يَّعۡمَلُ بَيۡنَ يَدَيۡهِ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنۡ يَّزِغۡ مِنۡهُمۡ عَنۡ اَمۡرِنَا نُذِقۡهُ مِنۡ عَذَابِ السَّعِيۡرِ۝يَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَ تَمَاثِيۡلَ وَ جِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِىَ الشَّكُوۡرُ۝﴾ [السَّبأ=۳۴: ۱۰-۱۳]

''اور ہم نے داؤد عَلَیہِ السَّلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں تیار کرو اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور عمل صالح کرتے رہو۔ یقیناً میں تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔اور سلیمان عَلَیہِ السَّلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی ہوتی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی (یعنی صبح سے زوال تک ایک ماہ کے برابر سفر کر جاتی و بالعکس)۔ہم نے اس کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے بہادیئے۔جنوں میں بعض ایسے تھے جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے کام کرتے تھے۔ جو کوئی اس سے پھرے یا بغاوت کرے گا ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے۔اور سلیمان عَلَیہِ السَّلام کے لئے جنات بڑے بڑے قلعے، تصاویر، حوضوں جیسے بڑے بڑے ٹب اور مضبوط جمی ہوئیں دیگیں تیار کرتے

---

[۱] ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ دین کا علم سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان پر لازمی ہے۔ جہاد بھی اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔لہٰذا جہاد سیکھنا بھی لازم اور فرض ہے۔ جہاد سیکھنے سے مراد ہے کہ جہاد کے احکام و مسائل سیکھنا اور جہاد کی فنی اور حربی ٹریننگ حاصل کرنا۔(ابو عمار ابن عبد الجبار)

تھے۔ اے آل داؤد! اللہ کا شکر ادا کرو اور میرے بہت تھوڑے بندے شکر گزار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور انکی تمام آل و اولاد کو فنون حرب اور آلات حرب کی تعلیم اور صنعت کے حصول پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں ۔ کیونکہ مذکورہ علوم وفنون جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اعلیٰ ترین وسائل ہیں۔

[٥١٦] ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ...... ﴾

[الفتح= ٤٨ : ٢٩]

'' محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں (صحابہ کرام) وہ کفار پر بڑے سخت اور باہم رحمدل ہیں۔''

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام فنون حرب کے ماہر اور دشمنان حق پر سخت ہاتھ ڈالنے والے تھے ۔ کیونکہ جنگی ہتھیار وں سے ناواقف، بزدل ،گھر بیٹھ رہنے والے انسان کبھی طاقت وقوت اور شجاعت و بہادری کے بلند اوصاف سے موصوف نہیں کئے جا سکتے ۔

[٥١٧] ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ O﴾ [الحدید=٥٧:٢٥]

'' ہم تو اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیج چکے ہیں اور انکے ساتھ توراۃ ، انجیل اور قرآن وغیرہ کتب اور میزان عدل بھی اتارے تاکہ لوگ انصاف قائم رکھیں ۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں لڑائی کا مضبوط سامان اور لوگوں کے لئے دیگر منافع ہیں۔ تاکہ اللہ ظاہر کردے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا قوت والا اور غالب ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کے بارے آتا ہے:

[٥١٨] ((وَ مَا بَقِيَ يَجْعَلُهٗ فِي الْكِرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))[1]

''رسول اللہ ﷺ یہود بنی نضیر سے حاصل ہونے والے مال فئی جو آپ کا مخصوص حق تھا، سے ایک سال کا نفقہ برائے اہل وعیال بچا کر) بقایا تمام مال جہادی سازو سامان،

---

[1] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب المِجَنِّ و من يَتَتَرَّسُ بترس صاحِبِهِ، الحدیث :٢٧٤٨ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب حکم الفَيْءِ ، الحدیث:١٧٥٧

گھوڑوں اور اسلحہ کے لئے وقف کر دیتے تھے۔''

مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد:

① (جنگی لباس اور دیگر آلات جنگ کی صنعت) علوم نبوت میں سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس علم کی عطا و بخشش کی وجہ سے اپنے بندوں پر شکر گزاری کو واجب قرار دیتے ہیں اور فرما رہے ہیں:

''کیا تم شکر کرنے والے نہیں ہو۔'' [الأنبیاء=۲۱ : ۸۰]

② آلات جنگ کی صنعت اور فنون حربیہ کی تعلیم جناب داؤد علیہ السلام اور جناب سلیمان علیہ السلام جیسے ممتاز انبیاء کو عطا فرمائی گئی۔ اس لئے کہ وہ نبوت کے ساتھ ساتھ ملوکیت اور خلافت کی نعمتوں سے بھی سرفراز کئے گئے ۔ کیونکہ اللہ کے اصولوں کے مطابق یہ نعمتیں جہاد کے توسط سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی کی بدولت قائم ودائم رہتی ہیں۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں ،آپس میں رحمدل ہیں ۔ لٰہذا ایک مکمل، صالح اور اسلامی معاشرے کا قیام اس طرح ممکن ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کے لئے شدت وقوت تیار کی جائے ،آپس میں اخوت و رحمت جیسی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

④ رسولوں اور کتابوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیمات کے تحفظ و بقاء کی خاطر میزان عدل یعنی انصاف کا ترازو قائم کیا، اس کے ساتھ لوہا اورزبردست سامان جنگ بھی نازل فرمایا۔ تاکہ عدل کے ترازو سے کتب الٰہیہ کی تفسیر و وضاحت ہو اور لوہے کی جہادی قوت سے دین الٰہی کی حفاظت اور بقاء کا سامان پیدا ہو۔

⑤ لوہے کا اتارنا اللہ کے رسولوں کے اصحاب و انصار کے لئے امتحان بھی ہے کہ وہ اس کے استعمال سے اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت کا کیا حق ادا کرتے ہیں؟ وگرنہ اللہ تعالیٰ تو طاقت ور اور غالب ہے ۔[۱۲]

---

[۱۲] خلاصہ از تفسیر القرطبی + ابن کثیر + روح المعانی + فتح القدیر۔

نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل ومسائل :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۱۹] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ O﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

”اے مسلمانو! کافروں کے مقابلے کے لئے حسب استطاعت طاقت وقوت تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔اس کے ساتھ تم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ ان دوسرے دشمنوں کو جن کو تم نہیں جانتے ،اللہ تعالیٰ جانتا ہے،ڈرائے رکھو گے اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کوئی ظلم وزیادتی نہ ہوگی۔“

مذکورہ بالا آیت سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے :

”کفار یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔ وہ ہمیں کبھی عاجز نہیں کرسکیں گے۔“ [الأنفال=۸:۵۹]

یعنی وہ ہمارے قبضہ و اقتدار اور قدرت کے تحت ہیں ۔ پھر اہل اسلام کو ان کے ساتھ جنگ وقتال کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت اور ہر طرح کے جنگی وسائل و آلات مہیا رکھنے کا حکم دیا۔ تا کہ جہاد کے ذریعے دین حق کی دعوت وتبلیغ کا راستہ ہموار رکھا جائے اور کفار ومشرکین کے شر وفساد سے روئے زمین کو پاک صاف کرکے خلافت اسلامیہ کا اصل ہدف ”قیام عدل“ پورا کرلیا جائے۔

احادیث رسول سے دلائل:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۰] ((﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ﴾ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ اَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْىُ)) [۱۳]

---

[۱۳] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب فضل الرَّمى والحثِّ عليه وذمِّ من علمه ثم نسيه ، الحديث: ۱۹۱۸ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

"(کفار کے ساتھ مقابلہ کے لئے ہر ممکن قوت مہیا رکھو) پھر فرمایا: سن لو کہ قوت رمی ہے، قوت رمی ہے، قوت رمی ہے۔"

رَمٰی یَرۡمِیۡ رَمۡیًا کا معنٰی "تیر اندازی کرنا" ہے۔

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اَلرَّمۡیُ بِالسِّهَامِ "تیر اندازی کرنے، نشانہ بازی کرنے، گھڑ سواری کے مقابلے کرانے، اسلحہ کے استعمال کے دیگر تمام طریقوں کے فضائل بیان کرنے اور ان کی ترغیب دلانے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ تیار رکھا جائے تا کہ وہ جنگی مہارت کی مشقوں سے جہاد کے اہداف اور مقاصد حاصل کر سکیں۔[۱۴]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۱] ((سَتُفۡتَحُ عَلَيۡكُمۡ اَرَضُوۡنَ وَ يَكۡفِيۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعۡجِزُ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّلۡهُوَ بِاَسۡهُمِهٖ))[۱۵]

"بہت سی سرزمینیں تمہارے لئے فتح کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ لہٰذا تم میں سے کوئی شخص بھی جہاد کے لئے اتنی تیاری سے بھی عاجز نہ آ جائے کہ وہ اپنے تیروں کو چھوڑ بیٹھے (یعنی مشق کرتا رہے)۔"

[۵۲۲] ((وَقِيۡلَ لِعُقۡبَةَ بۡنِ عَامِرٍ: تَخۡتَلِفُ بَيۡنَ هٰذَيۡنِ الۡغَرَضَيۡنِ وَ اَنۡتَ كَبِيۡرٌ يَشُقُّ عَلَيۡكَ فَقَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ: لَوۡ لَا كَلَامٌ سَمِعۡتُهٗ مِنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمۡ اُعَانِيۡهِ اَنَّه قَالَ: مَنۡ عَلِمَ الرَّمۡيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيۡسَ مِنَّا اَوۡ قَدۡ عَصٰى))[۱۶]

"صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بھاری بدن کے ساتھ ان دو نشانوں کے درمیان آتے جاتے ہیں جو آپ کے لئے نہایت دشوار او رمشکل ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات نہ سنی ہوتی تو یہ مشقت نہ اٹھاتا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص تیر اندازی کا فن سیکھ کر اس پر مشق کرنا چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمارا نافرمان ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سورۂ انفال کی آیت: [۵۲۳] ﴿ وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ .... ﴾ پر

---

[۱۴] شرح النّووی: ۲/۱۴۳

[۱۵] صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الرَّمی والحثِّ علیه و ذمِّ من علمه ثم نسیه ، الحدیث: ۱۹۱۸۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۶] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الرَّمی والحثِّ عَلَيۡهِ و ذمِّ من علمه ثم نسیه ، الحدیث:۱۹۱۹۔

درج ذیل عنوان قائم کرتے ہیں: "بَابُ التَّحرِيُضِ عَلَى الرَّمُيِ" (تیری اندازی پر رغبت دلانا) اس ضمن میں مندرجہ ذیل حدیث سے تیر اندازی کی دینی اہمیت پر استدلال کرتے ہیں:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۲۴] ((مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَفَرٍ مِّنُ اَسُلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : اِرُمُوُا بَنِیُ اِسُمَاعِيُلَ فَاِنَّ اَبَاكُمُ كَانَ رَامِيًا ، اِرُمُوُا وَ اَنَا مَعَ بَنِیُ فُلَانٍ۔ قَالَ فَأَمُسَكَ اَحَدُ الْفَرِيُقَيْنِ بِاَيُدِيُهِم۔ فَقَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرُمُوُنَ ؟ قَالُوا : كَيُفَ نَرُمِیُ وَ اَنُتَ مَعَهُمُ ۔ فَقَالَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِرُمُوُا فَأَنَا مَعَكُمُ كُلِّكُمُ))[1]

" رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی اسلم کے ایک گروہ کے قریب سے گزرے جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اولاد اسماعیل ! تیر اندازی کرتے رہو۔ کیونکہ تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام بھی ایک تیر انداز تھے اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ اس پر ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تیراندازی کیوں نہیں کر رہے ؟ وہ بولے ہم کیسے تیراندازی کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہوگئے ہیں جس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : چلو تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ علیہ اور ابن حبان رحمہ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذکر کیا ہے کہ " اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔" (اس حدیث کی تخریج مسلسل نمبر: ۵۱۸ پر آ رہی ہے۔)

۱. اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں اجر کا طلبگار ہو۔
۲. تیر پھینکنے والے کو۔
۳. ترکش سے پکڑانے والے کو۔

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے قوت کی تفسیر "الرَّمی" کے ساتھ اس لئے فرمائی ہے کہ تیری اندازی دشمن

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۵۱۰

کو شکست دینے کا نہایت آسان اور مضبوط ترین طریقہ ہے۔ حالانکہ دیگر تمام قسم کے جنگی آلات بھی قوت و طاقت میں شامل ہیں۔[۱۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٥٢٥] ((بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاهْوٰى اِلَى الْحَصٰى فَحَصَبَهُم بِهَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ !)) [۱۹]

'' اہل حبشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں اپنے جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور زمین سے کنکر اٹھا کر ان پر پھینک دیئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٥٢٦] ((وَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ اَنْظُرُ اِلَى لَعِبِهِمْ)) [۲۰]

'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر کے ساتھ ڈھانپے ہوئے تھے اور میں اہل حبشہ کی جنگی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔''

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

[٥٢٧] ((وَ كَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اِمَّا قَالَ: تَشْتَهِينَ اَنْ تَنْظُرِي ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ ۔ فَأَقَامَنِي وَ رَاءَهٗ خَدِّي عَلٰى خَدِّهٖ وَ يَقُولُ : دُونَكُمْ يَا بَنِي اَرْفِدَةَ)) [۲۱]

'' یہ عید کا دن تھا۔ کچھ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں کے ساتھ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا یا پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آفر کی اور کہا کہ کیا آپ دیکھنے کی تمنا رکھتی ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر

---

[۱۸] فتح الباری: ٦/ ٤٣١، ابوداؤد للمزنی : ٣/ ٣٧٩

[۱۹] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب اللهو بالحراب و نحوها، الحديث:٢٧٤٥+ صحیح مسلم = کتاب صلوٰة العيدَين : باب الرُّخصة فی اللَّعب الَّذی لا معصية فيه ، الحديث: ٨٩٣

[۲۰] صحیح البخاری= کتاب المساجد: باب أَصحاب الحراب فی المسجد ، الحديث:٤٤٣+ صحیح مسلم= کتاب صلاة العيدَين : باب الرُّخصة فی اللَّعب الَّذی لا معصية فيه، الحديث: ٨٩٢

[۲۱] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب الدَّرق، رقم الحديث:٢٧٥٠

لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! اپنا کام (تندہی سے) کرتے جاؤ۔"

"الحِرَابُ" حَرْبَة کی جمع ہے ۔اس کا معنیٰ آلہ جنگ ہے۔ اسی طرح "الدَّرَق" دَرَقَةٌ کی جمع ہے ۔جس کا معنیٰ "ڈھال" ہے۔

◎ حافظ ابن حجر مشہور محدث ابن التین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسجد میں جنگی آلات کے ساتھ کھیلنے والوں پر کنکر پھینکنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا نہیں یا بوجہ حیا داری آپ ﷺ منع نہیں فرما رہے ۔لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو" یہ حکم دے کر یہ واضح فرما دیا کہ آلات جنگ کے ساتھ کھیل ناپسندیدہ فعل نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان عبادت (جہاد فی سبیل اللہ) کی تیاری کا وسیلہ ہے اور مساجد میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے ۔ جیسا کہ ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان کی روایت کردہ حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام میں تین قسم کے کھیل کود جائز ہیں کہ آدمی اپنے گھوڑے، بیوی یا تیر کمان کے ساتھ کھیلے کودے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے فرمایا: "اے بنی ارفدہ ! یہ کام کرو یعنی کرتے رہو۔ یہ ترغیب و تحریض کا ایک فصیح و بلیغ جملہ ہے اور جنگی مشقوں اور جنگی آلات کے ساتھ مساجد میں کھیل کود کے مستحب ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔" [۲۲]

اس باب سے اگلے باب " اَلْمِجَنُّ وَ مَنْ يَّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ "میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

[٥٢٨] ((كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَ كَانَ اَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ إِذَا رَمٰى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ فَيَنْظُر اِلٰى مَوْقِعِ نَبْلِهٖ)) [۲۳]

"ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک ہی ترکش سے تیر اندازی کیا کرتے تھے اور وہ بہت اچھے تیر انداز تھے۔ جب تیر پھینکتے تو رسول اللہ ﷺ سر اونچا کر کے بغور

---

[۲۲] فتح الباری: ٦/ ٤٣٣، ٤٣٤

[۲۳] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب المِجَنّ و من يَّتَتَرَّس بِتُرس صاحبهٖ ،الحديث: ٢٧٤٦

ان کے تیر کا نشانہ دیکھا کرتے تھے۔“

اس کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں:

[۵۲۹] ((مَا رَایتُ النَّبیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَ سَلَّمُ یُفدِی رَجُلًا بَعدَ سَعدٍ سَمِعتُهٗ یَقُولُ: " اِرمِ فِدَاكَ اَبِی وَ اُمِّی)) [۲۴]

”میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: اے سعد (رضی اللہ عنہ) ! تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۳۰] ((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یُدخِلُ بِالسَّهمِ الوَاحِدِ ثَلٰثَةَ نَفَرٍ الجَنَّةَ : صَانِعَهٗ یَحتَسِبُ فِی صَنعَتِهِ الخَیرَ، وَالرَّامِیَ بِهٖ ، وَ مُنَبِّلَهٗ وَ المُمِدَّ بِهٖ ۔ قَالَ اِرمُوا وَ ارکَبُوا وَ لَاَن تَرمُوا اَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَن تَرکَبُوا کُلُّ مَا یَلهُو بِهِ الرَّجُلُ المُسلِمُ بَاطِلٌ اِلَّا رَمیَةً بِقَوسٍ وَ تَادِیبَهٗ فَرَسَهٗ وَ مُلَاعَبَتَهٗ اَهلَهٗ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الحَقِّ)) [۲۵]

”اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا: (i) اس کے صنعتکار کو جو تیر سازی میں اجر و ثواب کا طلبگار ہو (ii) اس کے پھینکنے والے کو۔ (iii) تیر پکڑانے والے کو۔ پھر فرمایا: مسلمانو! تیر اندازی اور گھڑ سواری کیا کرو اور تیر اندازی مجھے گھڑ سواری کے مقابلے میں زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ مسلمان شخص کے لئے ہر قسم کا لہو و لعب باطل ہے، مگر اس کا کمان سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا اور بیوی کے ساتھ کھیل کود (پیار و محبت وغیرہ) کرنا۔ یقیناً یہ تینوں کام حق ہیں۔“

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

---

[۲۴] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب المجَنِّ و من یَّتترَّس بتُرس صاحبهٖ ، الحدیث:۲۷٤٦

[۲۵] سُنَن أبی داؤد= کتاب الجهاد : باب الرَّمی + سُنَن النِّسائی= کتاب الجهاد : باب تأدیب الرَّجل فرسهٗ + صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد : باب الرَّمی فی سبیل اللّٰه، الحدیث:۲۲٦۷ +سُنَن التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد : باب ما جَآءَ فی فضل الرَّمی فی سبیل اللّٰه + سلسلة الأحادیث الصَّحیحة ، الحدیث:۳۱۵

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرك علَی الصّحِیحَین میں اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انکی موافقت کی ہے۔ دیکھئے مستدرك علی الصحیحین :۲/۹۵۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الترمذی میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔ علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے "المتجر الرَّابح= أبواب الجهاد: باب ثواب الرَّمی فی سبیل اللّٰه تعالیٰ" میں اس کو صحیح کہا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کو ابن جارود، ابن حبان اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۵۳۱] ((فَمَنْ تَرَكَ الرَّمْیَ بَعْدَ مَا عَلِمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا)) أَوْ قَالَ((كَفَرَهَا)) [۲۶]

"جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اس سے بے رغبتی کی بناء پر، بلاشبہ وہ ایک نعمت تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا یا جس کی اس نے ناشکری کی۔"

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا حدیث سے درج ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

① مذکورہ تین قسم کے کھیل کود دینی واجبات میں معاون ہونے کی وجہ سے جائز و مشروع ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

② اس میں ہر وہ فعل شامل ہے جو اس مقصد میں مفید ہو۔ مثلاً: نیزوں وغیرہ کو سیدھا کرنا، گھوڑ دوڑ اور جسمانی ورزش کی تمام اقسام جن سے انسانی جسم مضبوط ہو اور ہمہ قسم کے جنگی حالات میں استعمال ہونے کی صلاحیتیں حاصل کرے۔

③ البتہ جسمانی یا ذہنی ورزش کی وہ اقسام جو دینی فرائض کی تکمیل میں معاون نہیں، محض تفریح کے لئے عیاش لوگوں کا خاص مشغلہ ہے مثلاً شطرنج وغیرہ یہ سب ناجائز ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ کھیل بھی اگر فنون جنگ میں بصیرت و بصارت کے حصول کی خاطر عمل میں لائے جائیں تو جائز ہونگے بشرطیکہ قمار بازی سے آلودہ نہ ہوں۔[۲۷]

ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[۵۳۲] ((مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ)) [۲۸]

"جو شخص اللہ کے راستے میں تیر لے کر جا پہنچا تو یہ اس کے لئے جنت میں بلندی درجات کا باعث ہوگا۔"

---

[۲۶] سُنَن أَبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی الرَّمی + سنن ابن ماجة= کتاب الجهاد:باب الرَّمی فی سبیل + دارمی= کتاب الجهاد : باب فی فضل الرَّمی والأمر بهٖ ، الحدیث:۲۴۰۹

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انکی موافقت کی ہے۔ دیکھئے: المستدرک علَی الصَّحیحَین= کتاب الجهاد: باب من علم الرَّمی ثُمَّ ترکه فهی نعمة کفرها (۲/ ۹۵)۔ نیز اس حدیث کو علامہ دمیاطی نے المتجر الرابح میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے: المُتَجَر الرَّابح= أَبواب الجهاد : باب ثواب الرَّمی فی سبیل اللّٰه تعالٰی الحدیث :۹۸۵

[۲۷] معالم السُّنن للخطابی : ۳/ ۳۷۱۔

[۲۸] صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰه ، الحدیث:۲۹۴۶۔۲۹۴۷+ صحیح أَبی داؤد= کتاب العتق: باب اَیُّ الرِّقاب افضل ، الحدیث:۳۳۵۵

[۵۳۳] ((مَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرٌ)) [۲۹]

'' جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا تو یہ اس کے لئے ایک گردن آزاد کرنے جیسا ہوگا۔''

[۵۳۴] ((مَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَهٗ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ وَ مَنْ اَعتق رَقَبَةً مُؤْمِنَةً کَانَتْ لَهٗ فِدَاءً مِنَ النَّارِ عُضْوًا بِعُضْوٍ)) [۳۰]

''جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا (وہ دشمن کو لگے یا خطا ہو جائے دونوں صورتوں میں)وہ اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہو گا۔جس نے ایک مومن آزاد کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کا فدیہ قرار پائے گا ،ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو آزاد ہو جائے گا۔''

مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا :

① جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت مہیا رکھنا ،حسب استطاعت تمام وسائل ، جنگی فنون کی مہارت، آلات جنگ کی تکمیل ، تیاری ،تعلیم اور تدریب واجب اور فرض ہے ۔ خاص طور پر جنگ کی بڑی اور اصل قوت تیر اندازی سیکھنا نیز اس کی تمام اقسام مثلاً گولا باری، سنگ باری، بارود سازی اور بم کی تیاری کا فن سیکھنا اور حاصل کرنا ،فرمان الٰہی کے مطابق فرض اور واجب ہے۔اس کے لئے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور ، مرد مسلمان پابند ہے۔

② رسول اللہ ﷺ منصب نبوت کے ساتھ سرفراز ہونے کے علاوہ ایک دور اندیش دانشور اورعظیم الشان جرنیل بھی تھے۔جس کی ایک دلیل آپ کا یہ فرمان ہے:
'' قوت و طاقت تیر اندازی میں ہے۔'' اور یہ حقیت ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کے لیے کسی جنگی آلہ یا تدبیر کو وہ کامل حیثیت حاصل نہیں ہے جو نشانہ بازی کو حاصل ہے ۔نشانہ بازی میں حالات اور زمانوں کی ضرورتوں کے مطابق وہ تمام آلات جنگ شامل ہیں۔جن کے ساتھ مدمقابل کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

---

[۲۹] صحیح التِّرمذی =أبواب فضائل الجهاد: باب فضل الرَّمی فی سبیل اللّٰہ عزّو جلَّ ، الحدیث:۱۳۳۷ + صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰہ، الحدیث:۲۹۴۶

[۳۰] صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد : باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰہ، الحدیث ۲۹۴۵، صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد : باب الرَّمی فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث:۲۲۶۸

③ جنگی اسباب و آلات اور طاقت وقوت مہیّا رکھنے کے اسلام میں دو بڑے مقاصد ہیں:

① اللہ کے دشمنوں ،شیطانوں اور کافروں (جو دین حق قبول کرنے والے توحید پرست انسانوں کے بھی دشمن ہیں) کو اپنی جنگی طاقت کے مقابلے میں خوفزدہ اور ہراساں رکھنا اور ان پر حق کا رعب اور ہیبت طاری رکھنا تا کہ وہ ضعیف و ناتواں ایمانداروں کوظلم وستم کا نشانہ بنا کر امن عالم کی تباہی کا موجب نہ ٹھہریں۔

② اسلامی معاشرے میں موجود گھر کے بھیدی دشمنوں یعنی منافقین کو مرعوب رکھنا تا کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بیرونی اور اندرونی ہرطرح کی رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے۔

④ جنگی آلات کی صنعت و اسلحہ سازی کی تعلیم و تدریب اورقوت جمع رکھنے کے لئے جو اموال خرچ ہوں گے ، وہ انفاق فی سبیل اللہ ہیں اور ان کے بہترین بدلے اوراجرو ثواب کا خود اللہ تعالیٰ ضامن و کفیل ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ رب العالمین و احکم الحاکمین کے ملک و اقتدار میں رہتے ہوئے اور اس کی بے شمار نعمتیں استعمال کرنے کے باوجود اس کے دین توحید کو قبول نہ کرنے اور ایمانداروں کو ستانے والے، عالمی امن کے دشمن، سرکش ، شیطان اور کفر کے اماموں کو سرنگوں اور تابع بنا نا منشائے الٰہی ہے ۔جس کی تکمیل کا قدرتی اور فطرتی طریقہ جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے لئے حسب استطاعت اسباب و وسائل کو مہیا رکھنا ہے۔

⑥ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’تمہارے ہاتھوں بہت ساری زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔‘‘

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہری بشارتوں میں سے ایک بہت بڑی بشارت ہے ۔تاریخ عالم شاہد ہے کہ بہت سی زمینیں فتح ہوئیں اور اللہ کی حمایت کا وعدہ سب حمایتوں اور کفایتوں پر بھاری رہا۔

⑦ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہ ہو جائے کہ وہ اپنے تیروں سے کھیلنا اور جنگی مشق کرنا چھوڑ بیٹھے ۔یہ حدیث جہاد کی تربیت کے واجب ہونے کی دلیل اور شدید تاکید ہے کہ امت کا کوئی فرد نیزہ بازی جیسی جنگی مشق سے کنارہ کش نہ رہے۔

⑧ نیزہ بازی اور اس جیسے دیگر جہادی علوم و فنون کا حصول فرض اور واجب ہے۔ اسلحہ سازی کی مہارت حاصل کرنے کے بعد ان کی بار بار مشق کرتے رہنا امت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”جس نے نیزہ بازی کا فن سیکھا، پھر اس کو چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔“

اور ظاہر ہے کہ ملت اسلامیہ سے ہی نکال دینا اور بغاوت و معصیت کا حکم کسی مستحب اور محض اچھے کام کو چھوڑنے پر صادر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ واجب اور فرض کے چھوڑنے پر ہی صادر ہوتا ہے۔

⑨ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ عمر رسیدہ شیوخ اور بھاری بدن والے بوڑھے بھی جنگی فنون کے حصول اور ان کی مشق کو اہم دینی فرائض میں شمار کرتے تھے اور ان کی ادائیگی سے عہدہ برآ اور سبکدوش ہونے کے لئے جان جوکھوں میں ڈالتے اور آلام و مصائب برداشت کرتے تھے۔

⑩ امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر بڑے بڑے محدثین نے حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے جو جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نیزہ بازی کا حصول اور اس فن میں کمال کی مہارت حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور فریضۂ جہاد ہے۔

مزید ملاحظہ ہو: ① صحیح البخاری مع الفتح:٦/ ٤٣١-٤٣٤

② شرح النَّووی: ٢/ ١٤٣ ③ سُنَن النِّسائی: ٢/ ٥٢

④ سُنَن التِّرمذی: ١/ ١٩٧ ⑤ معالم السُّنَن للخطابی: ٣/ ٣٧٠

⑥ ابو داؤد للمزنی: ٣/ ٣٦٩، ٣٧٠

⑦ صحیح ابن حبان: ٧/ ٩٨، الحدیث: ٤٦٧٤-٤٦٧٧

⑪ تیر اندازی کا مقابلہ جہاد کی تیاری کی نیت سے کرنا اہم دینی فریضہ اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے۔ نبی ﷺ بذات خود ایسے مقابلوں میں شریک ہوتے تھے اور تیر اندازوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے اولاد اسماعیل علیہ السلام! تیر اندازی کرو (اس لئے بھی کہ) تمہارا باپ اسماعیل (علیہ السلام)

بہت بڑا تیر انداز تھا۔‘‘

⑫ جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ مساجد میں کھیلنا، مشق اور ورزش کرنا جہادی امور کا پسندیدہ حصہ ہے۔ کیونکہ مساجد ذکر و عبادت کے لئے خاص ہیں جب کہ جسمانی ورزش اور جہادی ٹریننگ جہاد کے لئے لازمی ہیں اور جہاد مساجد کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے۔اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جہاد اور قتال کے بغیر مساجد اور مدارس کا تحفظ بھی دشوار اور محال ہے۔

⑬ ① تیر بنانے والا بشرطیکہ اپنی صنعت میں اجر وثواب کا خواہشمند ہو۔
② تیر پھینکنے والا۔
③ تیر پکڑنے اور تیر اندازی میں مدد کرنے والا۔
یہ تینوں ایک تیر کی بدولت جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کا یہ فرمان مجاہد کے لئے عظیم ترین بشارت ہے۔

⑭ تیراندازی اور گھڑسواری دونوں جہاد کے پسندیدہ اعمال ہیں ۔تاہم تیر اندازی کا مقام گھڑ سواری سے افضل و اعلیٰ ہے۔

⑮ ہر قسم کا کھیل کود ناحق اور باطل ہے مگر تیر اندازی، گھوڑوں کو سہلانا اور بیویوں کے ساتھ پیار محبت اور خوش طبعی وغیرہ جائز اور برحق ہے ۔کیونکہ پہلے دونوں اعمال جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل ہیں اور تیسرا کھیل صحیح اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ضروری و لازمی چیز ہے۔

⑯ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نیزہ بازی ایک عظیم الشان عمل صالح ہے۔ حتیٰ کہ ایک تیر چلانا ایک مومن غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔ خالص نیت سے عمل کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ تیر منزل مقصود تک پہنچے یا ناکام ہو ۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۳۵] ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِامْرِیءٍ مَّا نَوٰی)) [۱۳۱]

’’تمام اعمال کا دارو مدار نیت و ارادہ پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت و ارادے کے مطابق مراد ملے گی۔‘‘

---

[۱۳۱] صحیح البخاری= باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلَّی اللّٰہُ علیہ وسلَّم ، الحدیث:۱ + صحیح مسلم = کتاب الإمارۃ : باب قولہ صلَّی اللّٰہ علیہ وسلَّم ’’ اِنَّما الأعمال بالنِّیَّات ، الحدیث: ۱۹۰۷

گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٥٣٦]﴿ وَاَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَّ مِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ ﴾[الانفال=٨: ٦٠]

''اور ان (کافروں سے لڑنے) کی خاطر حسب استطاعت طاقت مہیا رکھو اور (جہاد کے لئے) گھوڑے باندھ رکھو۔''

[٥٣٧] ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا Oفَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًاOفَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًاOفَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًاOفَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًاO﴾[العاديات=١٠٠: ١-٥]

''قسم ہے (غازیوں کے) گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑنے والے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر چنگاریاں اڑانے والے ہیں۔ پھر بوقت صبح دشمن پر چھاپہ مارنے والے ہیں ۔ پھر اس وقت گردوغبار اڑاتے اور دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔''[۳۲]

امام ابن جریر طبری امام قرطبی اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: یہ سورت مکی ہے یا مدنی ؟ اس بارے علماء کے دو قول ہیں ۔ بہر صورت اس سورت میں جہاد و قتال میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے اوصاف اور ان کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ راہ جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کی قسم اٹھاتے ہیں۔''

◎ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول ان پانچ اوصاف والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو ایک کارروائی میں روانہ کئے گئے تھے ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بقول ان سے مراد اونٹ ہیں۔ کیونکہ غزوۂ بدر میں ہمارے پاس اونٹ تھے نہ کہ گھوڑے ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے کہ ہانپ کر دوڑنے والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ تک اور پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حجاج کرام کو لے کر دوڑتے اور قدموں کی ٹاپ سے شعلے نکالتے ہیں ۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید میں مجاہد، عکرمہ ، عطاء، قتادہ اور ضحاک جیسے مفسرین کے اقوال بھی ہیں اور ابن جریر نے بھی اس قول کو صحیح اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔

---

۳۲ تفسیر القرطبی: ٢٠/ ١٠٥-١٠٨ + تفسیر ابن کثیر : ٤/ ٥٧٥ + تفسیر الکشّاف: ٤/ ٧٨٦-٧٨٨

قرآن مجید کا سابقہ مضمون اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ”ہانپتے ہوئے دوڑنے والوں“ سے مراد گھوڑے ہوں یا اونٹ۔ البتہ اس سے ایسے اموال مراد ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بعد والی آیات میں ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۳۸] ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ Oوَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌOوَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ O﴾ [العادیات=۱۰۰:۶-۸]

”بلاشبہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکر گزار ہے۔ وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔ یقیناً وہ مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔“

یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے حق نعمت ادا نہیں کرتا اور اللہ کے عطا کردہ مالوں اور نعمتوں کو اس کی راہ میں قربان کرنے کی بجائے دنیا کے جاہ و جلال میں صرف کرنا پسند کرتا ہے۔“ [۳۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۵۳۹] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًاO﴾

[النِّساء=۴:۷۱]

”اے مومنو! اپنا بچاؤ (سامان جنگ) تیار رکھو اور پھر متفرق طور پر یا جماعت کی صورت میں نکلو۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۴۰] ﴿ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَ لْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًاO﴾ [النِّساء=۴:۱۰۲]

”اور (اے پیغمبر) جب آپ ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہوں اور ان کو نماز پڑھانے لگو

---

[۳۳] جامع البیان: ۲۰/۱۰۷+ تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۷۵-۵۷۶+ تفسیر القرطبی

تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے ۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں، پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے، تمہارے ساتھ نماز ادا کرے ۔ یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں ۔ (اس لئے کہ) کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کردیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار دو مگر ہوشیار ضرور رہنا ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

سورہ النساء کی آیت :۷۲ —— جو آیت ۷۱ کے مضمون کا ہی حصہ ہے —— میں ارشاد فرمایا: ''تم میں سے بعض لوگ (منافقین) جہاد کے لئے نکلنے میں تاخیر و التواء کے حربے استعمال کرتے ہیں اور تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو (خوش ہو کر کہتے ہیں): مجھ پر اللہ کا انعام ہوا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا۔'' [النِّساء= ٤ :٧٢]

دونوں آیتوں کی مربوط اور مسلسل کلام سے حاصل ہونے والا نتیجہ لازمی طور پر یہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر وقت آلات جنگ کے ساتھ تیار رہنا ملت اسلامیہ کا شعار ہے۔ وقت آنے پر اللہ کی راہ میں قتال کے لئے نکلنے کی بجائے تاخیری حربے استعمال کرنا ان لوگوں کا وطیرہ ہے جن کا ظاہر و باطن اللہ کے لئے یکساں نہیں ہوتا اور وہ نفاق کی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ پھر آیت:۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ خُذُوْا ﴾، ﴿ وَلْيَأخذوا ﴾ کے عام خطاب سے حالت نماز میں بھی دشمنان دین اسلام کے مقابلے کے لئے ہتھیار بند اور مسلح رہنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں:

[٥٤١] ﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهُ عُدَّةً وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِيْنَO ﴾ [التّوبة=٩ :٤٦]

''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کیلئے سامان تیار کرتے۔ لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا(اور نکلنا) پسند نہ کیا۔ تو ان کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں معذور بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے اور طرح طرح کے حیلوں ،بہانوں سے اپنی گندی نیت پر عیّارانہ پردہ پوشی کرنے والے منافقین کے دلوں کی اصل کیفیت طشت ازبام کی جاتی

ہے۔مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت :۷۲ جہاد سے پیچھے رہنے والے منافقوں کے حالات کی تفصیل ہے اور پہلی آیت:۷۱ میں خالص عقیدے والے مومنوں کو اپنا بچاؤ کرنے ، متفرق یا جماعت کی صورت میں نکلنے کے احکامات دے کر انکو منافقین سے ممتاز اور منفرد خصوصیات کے ساتھ سرفراز فرمایا گیا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت :۱۰۲ میں حالت جنگ میں نماز کا طریقہ یہ ثابت کرتا ہے کہ نمازوں کی ادائیگی کے عین اوقات میں بھی مقابلۂ دشمن کے لئے اسلحہ سے لیس رہنا ضروری ہوتا ہے ۔خواہ اس کے لئے امت کے بعض افراد کا نماز با جماعت سے غیر حاضر ہونا لازمی ٹھہرے یا نماز کو ہی اپنے وقت مقرر سے مؤخر کرنا پڑے۔

نبی ﷺ کے ساتھ ایسے حالات غزوۂ احزاب میں پیش آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے غزوۂ بنی قریظہ میں یہ حالات پیش آئے کہ نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا پڑا۔[۳۴]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵٤۲]((اَلْخَیْلُ مَعْقُودٌ فِیْ نَوَاصِیهَا الْخَیرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ الاَجْرُ وَالمَغْنَم))[۳۵]

’’خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں باندھ دی گئی ہے اور لپیٹی گئی ہے۔ یہ خیر و برکت اجر وغنیمت کی شکل میں ہے اور تا قیامت ہے۔‘‘

نیز فرمایا:

[۵٤۳]((اَلْبَرَکَةُ فِیْ نَوَاصِی الْخَیْلِ))[۳٦]

’’ برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔‘‘

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا جہاد وقتال ختم ہوگیا ہے ، انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں کی تذلیل کی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵٤٤]((کَذَبُوا ، اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ وَلَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِی اُمَّةٌ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ وَ یَزِیْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ))

---

۳۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۲۷

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹٤

۳٦ تخریج کے لئے دیکھئے رقم السملسل: ۹٦

’’یہ لوگ جھوٹے ہیں، ابھی تو قتال شروع ہوا ہے اور ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا۔ اللہ بہت سی قوموں کے دل ان کی طرف مائل کردے گا۔‘‘

((وَيُرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَ حَتّٰى يَاتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۔))

’’اور ان کے تعاون سے ان کو رزق دے گا۔ حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوجائے۔‘‘

پھر فرمایا:

((وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ))[37]

’’ اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر باندھ دی گئی ہے۔‘‘

◎ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَ فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْجِهَادَ مَعَ كُلِّ اِمَامٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ "[38]

’’اس حدیث سے معلوم ہونے والا فقہی حکم یہ ہے کہ جہاد ہر خلیفہ و امام کے ہمراہ قیامت تک باقی رہے گا۔‘‘

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں جو عنوان قائم کیا ہے وہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سے قائم کیا ہے جو مرفوع اور موقوف دونوں سندوں سے مروی ہے۔[39]

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جہاد ہر نیک و بد امام کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔[40]

---

[37] صحیح النِّسائی = کتاب الخیل و السَّبق والرَّمی : باب منه، الحدیث: ۳۳۳۳

[38] صحیح التِّرمذی = أبواب الجهاد : باب فضل الخیل

[39] مرفوع حدیث وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع قولی: جو رسول اللہ ﷺ کا قول ہو۔ (۲) مرفوع فعلی: جو رسول اللہ ﷺ کا فعل ہو۔ (۳) مرفوع تقریری۔ وہ قول جو آپ کے سامنے کہا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور نبی ﷺ سے اس پر کوئی انکار یا اعتراض منقول نہ ہو۔...... موقوف روایت وہ ہوتی ہے جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو، صحابی وہ شخص ہوتا ہے جس نے بحالتِ اسلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی ہو۔ یاد رہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثقہ اور عادل ہیں۔[ابو عمار ابن عبدالجبار]

[40] فتح الباری = کتاب الجهاد : باب الجهاد ماض مع البرِّ والفاجر

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مال گھوڑوں کو استعمال میں لانے سے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوگا وہ سب سے زیادہ طیّب اور خیرو برکت والا ہوگا۔ [41]

اس حدیث میں گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب وتحریض ہے۔ نیز قیامت تک جہاد اور اس کی برکت سے اسلام اور اہل اسلام کے قائم ودائم رہنے کی عظیم ترین بشارت ہے۔

نیز یہ حدیث ایک دوسری صحیح حدیث کی ہم معنی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٥٤٥] ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِی یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) [42]

"میری امت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ قیامت تک حق کی خاطر جہاد وقتال جاری رکھے گا۔" [43]

◎ امام نووی رحمہ اللہ اور قاضی ابو الولید الباجی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" فِیْ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثِ اسْتِحْبَابُ رِبَاطِ الْخَیْلِ وَ اقْتِنَاءِہٖ لِلْغَزْوِ وَ قِتَالِ اَعْدَاءِ اللّٰہِ وَ اَنَّ فَضْلَھَا وَ خَیْرَھَا وَالْجِھَادَ بَاقٍ إِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ أَنَّ الْاِسْلَامَ لَا یَذْھَبُ جُمْلَۃً وَلَا یُغْلَبُ عَلَیْہِ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ اَھْلِہٖ مَنْ یُجَاھِدُ عَنِ الدِّیْنِ۔" [44]

"مذکورہ بالا احادیث جن میں گھوڑے باندھنے کا بیان ہے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ قتال کے لئے ان کا ذخیرہ کرنے کے پسندیدہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑوں کی فضیلت و برکت اور کافروں کے ساتھ جنگ وقتال قیامت تک باقی رہیں گے اور اسلام مکمل طور پر ختم نہ ہوگا۔ نہ ہی مغلوب ہوگا حتی کہ اہل اسلام میں سے کوئی بھی دین کی طرف سے جہاد کرنے والا باقی نہ رہے گا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٥٤٦] ((مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ وَ تَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ فَإِنَّ شِبْعَہٗ وَ رِیَّہٗ وَ رَوْثَہٗ وَ بَوْلَہٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) [45]

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی

---

[41] فتح الباری = کتاب الجھاد : باب الجھاد ماضٍ مع البرّ والفاجر

[42] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹۱

[43] فتح الباری: ۶/۳۹۵، ۳۹۶

[44] شرح النّووی: ۲/۱۳۲ + المنتقی شرح المؤطّا: ۳/۲۱۵

[45] صحیح البخاری = کتاب الجھاد : باب من احتبس فرساً، الحدیث : ۲۶۹۸

راہ میں گھوڑا رکھا۔ تو اس کا پیٹ بھر کر چارہ کھانا، سیراب ہونا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں تولے جائینگے۔''

مہلب اور دیگر محدثین نے اس حدیث سے گھوڑا اور اس کی مثل دوسری منقولہ اشیاء کو دفاع اسلام کے لئے وقف کرنے کے جواز پہ استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں اس کی عظیم فضیلت کا بیان ہے۔[۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۴۷] ((اَلْخَیْلُ لِثَلَاثَۃٍ= لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَ عَلٰی رَجُلٍ وِزْرٌ ۔ فَاَمَّا الَّذِیُ لَہٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَھَا فِیُ سَبِیُلِ اللّٰہِ فَاَطَالَ لَھَا فِیُ مَرَجٍ اَوُ رَوُضَۃٍ فَمَا اَصَابَتُ فِیُ طِیَلِھَا ذَالِکَ فَاسُتَنَّتُ شَرَفًا اَوُ شَرَفَیُنِ کَانَت اَرُوَاثُھَا وَآثَارُھَا حَسَنَاتٍ لَّہٗ ۔وَ لَوُ اَنَّھَا مَرَّت بِنَھُرٍ فَشَرِبَتُ مِنُہُ وَ لَمُ یُرِدُ اَن یَّسُقِیَھَا کَانَ ذَالِکَ لَہٗ حَسَنَاتٍ۔ وَ رَجُلٌ رَبَطَھَا فَخُرًا وَّ رِیَآءً وَ نِوَآءً لِّاَھُلِ الِاسُلَامِ فَھِیَ وِزُرٌ عَلٰی ذَالِکَ))[۴۷]

''گھوڑا تین آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔ایک کیلئے اجرو ثواب، دوسرے کے لئے ستر و حجاب اور تیسرے کے لئے بوجھ بنتا ہے۔ جس کے لئے اجرو ثواب بنتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اس کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے باندھ رکھے اور کسی چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی لمبی کرکے چھوڑے۔ تو وہ اپنی طویل رسی کی حد میں چراگاہ یا باغ میں جہاں تک پہنچے گا اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک یا دو چکر لگا لے تو اس دوران اس کی لید اور پاؤں کے نشانات بھی نیکیاں بن جائینگے۔ اگر وہ کسی دریا پر گزرتا ہوا اس میں سے پانی پی لے جبکہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں قرار پائیں گی۔ ایک شخص فخر و تکبر، نمود و نمائش اور اہل اسلام کی مخالفت اور دشمنی کی خاطر گھوڑا باندھتا ہے تو یہ گھوڑا اس کے لئے بوجھ ثابت ہوگا۔(تیسرا شخص وہ ہے جو ضرورت کیلئے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنے کے لئے گھوڑا باندھے مگر اس کی گردن اور پشت میں اللہ کا حق فراموش نہ کرے تو وہ اس کے لئے ستر و حجاب یعنی پردہ ہے)۔''

---

[۴۶] فتح الباری : ٦/ ٣٩٨

[۴۷] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الخیل لثلاثة، الحدیث: ٢٧٠٥+ صحیح مسلم = کتاب الزکوٰة : باب اثم مانع الزّکاة، الحدیث:٩٨٧۔ اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے گھوڑوں کی صرف دو قسمیں اختصار کی بناء پر بیان کیں ہیں ۔ جبکہ کتاب المساقاۃ میں یہی حدیث مکرر بیان کی ہے اور وہاں گھوڑوں کی تینوں قسموں کا بیان ہے۔(ابوعمار ابن عبدالجبار)

یہ حدیث جہادی گھوڑوں کے عظیم الشان فضائل و مناقب ، ان کی بدولت حاصل ہونے والے اجروثواب ، برکات وحسنات، جہاد اور مجاہدین کے دوام و بقاء اور جہا د کے ساتھ گھوڑوں کے گہرے ربط کا جامع ترین اور روشن مینا رہے۔

[۵۴۸] ((اِنَّمَا الشُّوُمُ فِیُ ثَلَثَةٍ: فِی الُفَرَسِ وَالُمَرُأَةِ وَالدَّارِ)) [۴۸]

''نحوست تین اشیاء (i) گھوڑا (ii) عورت اور (iii) گھر میں ہوتی ہے۔''

یا اس کی مشابہ دیگر احادیث میں گھوڑوں کی نحوست کا بیان ہے۔ اس سے مراد دنیوی غرض کے لئے باندھے گئے گھوڑے ہیں۔ لہٰذا انکا اطلاق جہادی گھوڑوں اور ان کے فضائل و مناقب پر نہیں ہوسکتا۔'' [۴۹]

گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا :

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

[۵۴۹] ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَ سَلَّمَ سَابَقَ بَیُنَ الُخَیُلِ الَّتِیُ لَمُ تُضَمَّر وَ کَانَ اَمَدُهَا مِنَ الثَّنِیَّةِ اِلٰی مَسُجِدِ بَنِیُ زُرَیُقٍ وَ أَنَّ عَبُدَ اللّٰهِ بُنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنُه کَانَ فِیُمَن سَابَقَ بِهَا)) [۵۰]

'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت ور اور موٹے تازے گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے میں حصہ لیا اور مقابلے کی مسافت '' ثنیۃ الوداع'' سے ''مسجد بنی زریق'' تک تھی ۔خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والوں میں شامل تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یوں ہے :

[۵۵۰] ((سَابَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَ سَلَّمَ بَیُنَ الُخَیلِ الَّتِیُ قُد اُضُمِرَتُ فَاَرُسَلَهَا مِنَ الُحَفُیَاءِ وَکَانَ اَمَدُهَا ثَنِیَّةَ الوِدَاعِ وَ کَانَ بَیُنَ ذَالِكَ سِتَّةُ اَمُیَالٍ اَوُ سَبُعَةٌ وَسَابَقَ بَیُنَ الُخَیُلِ الَّتِیُ لَمُ تُضَمَّرَ فَاَرُسَلَهَا مِنُ ثَنِیَّةِ الُوِدَاعِ وَ کَانَ اَمَدُهَا مَسُجِدَ بَنِی زُرَیُقٍ وَ کَانَ بَیُنَ

---

[۴۸] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب ما یذکر من شؤم الفرس ، الحدیث: ۲۷۰۳

[۴۹] فتح الباری:۶/۴۰۴+شرح النَّووی :۲/۱۳۲

[۵۰] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب إضمار الخیل للسَّبق ، الحدیث: ۲۷۱۴ +صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب المسابقة بین الخیل وتضمیرها ، الحدیث :۱۸۷۰

ذَلِكَ مِيلٌ اَوْ نَحْوُهُ)) [۵۱]

''رسول اللہ ﷺ نے باریک کمر والے دبلے پتلے گھوڑوں کے مقابلے میں شرکت کی۔ ان کو ''وادی حفیاء'' سے دوڑایا اور ان کے مقابلہ کی حد'' ثنیۃ الوداع'' تھی۔ ان دونوں کے درمیان چھ یا سات میل کا فاصلہ تھا۔اسی طرح آپ طاقتور موٹے تازے گھوڑوں کے مقابلے میں بھی شامل ہوئے اور ان کو'' ثنیۃ الوداع'' سے ''مسجد بنی زریق'' تک دوڑایا جن کے درمیان تقریباً ایک میل کی مسافت تھی۔''

تضمیر کا معنیٰ:

سبک رفتاری اور ہلکا پن پیدا کرنے کے لئے گھوڑوں کی خوراک کم کرکے انکا گوشت کم کیا جاتا ہے۔اسی عمل کو عرب میں تضمیر کہتے ہیں۔

مسابقت کا معنیٰ:

گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ، گھوڑوں کا ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

ثنیۃ الوداع کا مطلب:

مدینہ طیبہ کے شمال میں ایک گھاٹی تھی جہاں سے مہمانوں کو الوداع کیا جاتا تھا۔

مقابلہ میں نمایاں آنے والوں کے لئے انعام واکرام

شرائط اور احکام :

گھڑ دوڑ کے مقابلے میں نمایاں پوزیشن پر آنے والوں کے لئے انعام مقرر کرنا بھی شرعاً جائز ہے۔ اس انعام کو احادیث میں'' سبق، رھان یا جُعل'' کہا گیا ہے۔مگر اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ انعام کی شرط یکطرفہ ہو اور انعام مقرر کرنے والا کوئی تیسرا شخص یا گروہ ہو (اس شخص یا گروہ کو ''محلل'' کہا جاتا ہے) یا دوڑ میں حصہ لینے والے خود انعام مقرر کریں مگر یکطرفہ۔ دوطرفہ انعام کی شرط دوڑ میں حصہ لینے والوں کی طرف سے ہو یا کوئی تیسرا شخص یا گروہ مقرر کرے وہ جوا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ

---

[۵۱] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب غاية السَّبق للخيل المضمَّرة ، الحديث: ۲۷۱۵ +صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب المسابقة بين الخيل و تضميرها ، الحديث: ۱۸۷۰

کی حدیث ہے:

[۵۵۱] ((لَا سَبَقَ اِلَّا فِیْ نَصْلٍ اَو خُفٍّ اَوْ حَافِرٍ)) [۵۲]

''تیروں ، اونٹوں اور گھوڑوں کے ماسِویٰ کسی مقابلہ میں انعام رکھنا جائز نہیں ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث میں سنن الترمذی کا یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۵۵۲] ((وَ کُنْتُ فِیْمَن اَجرٰی فَوَثَبَ بِی فَرَسِی جِدَارًا)) [۵۳]

''میں مقابلے میں حصہ لینے والوں میں شامل تھا اور میرا گھوڑا (تیز رفتاری کی وجہ سے) میرے سمیت دیوار پر چڑھ گیا۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:

[۵۵۳] ((فَجِئْتُ سَابِقًا فَطَفَّفَ بِیَ الْفَرَسُ الْمَسْجِدَ)) [۵۴]

''میں آگے رہا تو میرا گھوڑا میرے سمیت مسجد کی ایک دیوار پر چڑھ گیا۔''

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''محلل'' وہ شخص ہے جو دو مقابلہ بازوں کے درمیان داخل ہوتا ہے کہ اول آنے والے کے لئے انعام کو حلال کر دے۔ اگر خود انعام میں حصہ دار ہو گا تو یہ صورت بعینہ جوا ہے۔ سعید بن مسیّب اور بعض علماء کے علاوہ اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ''مؤطا'' میں یہ بات ذکر کی ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔'' [۵۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۵۴] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَھْمَیْنِ وَ لِصَاحِبِہ سَھْمًا)) [۵۶]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں) گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔''

---

[۵۲] صحیح التِّرمذی= أَبواب الجهاد : باب الرِّهان ، الحدیث: ۱۳۸۹ + صحیح ابن ماجة = کتاب الجهاد: باب السَّبق ، والرِّهان، الحدیث: ۲۳۲۶ + صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی السبق، الحدیث: ۲۲٤٤

[۵۳] صحیح التِّرمذی = أَبواب الجهاد: باب الرِّهان، الحدیث: ۱۳۸۹

[۵۴] صحیح مسلم= کتاب الإِمارة : باب المسابقة بین الخیل وتضمیر ها، الحدیث : ۱۸۷۰

[۵۵] معالم السُّنن للخطّابی :۳/٤۰۰ + المؤطّا مع المنتقٰی: ۳/۲۱٦

[۵۶] صحیح البخاری = کتاب الجهاد:باب سهام الفرس، الحدیث : ۲۷۰۸

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۵] ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِی النَّفلِ لِلْفَرَسِ بِسَھْمَیْنِ وَ لِلرَّاجِلِ بِسَھْمٍ)) [۵۷]

"بے شک نبی ﷺ نے گھوڑے کو مالِ غنیمت میں دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔"

جبکہ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۶]((اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَسْھَمَ لِرَجُلٍ وَ لِفَرَسِہٖ ثَلَاثَۃَ أَسْھُمٍ سَھْمًا لَہُ و سَھْمَیْنِ لِفَرَسِہٖ)) [۵۸]

"بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجاہد اور اس کے گھوڑے کے لئے کل تین حصے مقرر کئے۔ ایک اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے لئے عطا فرمائے۔"

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ غَیْرِھِمْ وَ ھُوَ قَولُ سُفْیَانَ الثَّورِیِّ وَالْاَوْزَاعِی وَ مَالِكٍ وَ ابْنِ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِیِّ وَأَحْمَدَ وَ اِسْحٰقَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِم۔"

"حدیث بالا کے مطابق ہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین مثلاً سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، ابن مبارک، شافعی، احمد وغیرہ کا موقف ہے" [۵۹]

الغرض جہاد کی تیاری کے بارے رسول اللہ ﷺ نے دیگر جنگی آلات کی طاقت وقوت کے ساتھ ساتھ گھوڑے باندھنے اور ان کے درمیان مقابلہ بازی کے مضبوط وسائل مہیا رکھنے پر ہمیشہ زور دیا ہے۔گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے والے جوانمردوں کو پیادوں کے مقابلہ میں تین گنا انعام و اکرام دینے کا حکم دیا ہے۔گویا جہاد کی تیاری کو زبردست طریقے سے اجاگر فرمایا۔

گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات:

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہر اور تجربہ کار جرنیل کی طرح گھوڑوں کے اچھے اور برے

[۵۷] صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب کیفیَّة قسمة الغنیمة بین الحاضرین، الحدیث: ۱۷۶۲ + صحیح التِّرمذی = أبواب السَّیر : باب فی سهم الخیل ، الحدیث: ۱۲۵۸

[۵۸] صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی سهمان الخیل ، الحدیث: ۲۳۷۳

[۵۹] صحیح التِّرمذی= أبواب السَّیر: باب فی سهم الخیل

اوصاف اس طرح تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جس سے لگتا ہے کہ آپ ﷺ گھوڑا شناسی میں کافی مہارت رکھتے تھے۔

[۵۵۷] ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ وَ الشِّكَالُ اَن يَّكُوْنَ فِيْ رِجْلِهِ الْيُمْنٰى بَيَاضٌ وَ فِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى اَوْ يَدِهِ الْيُمْنٰى وَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى)) [۶۰]

''رسول اللہ ﷺ شکال گھوڑوں کو ناپسند فرماتے تھے اور شکال گھوڑا وہ ہوتا ہے کہ اس کے دائیں پاؤں میں اور بائیں ہاتھ میں یا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو (جو ''مُحَجَّل'' (پانچ کلیان) نہ ہو۔ بلکہ بعض پاؤں یا ہاتھ سفیدی سے خالی ہوں)۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۸] ((خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِيْنِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشِّيَةِ)) [۶۱]

''بہترین قسم کا گھوڑا وہ ہے(i) جو سیاہ کالا ہو اور اس کی پیشانی اور ناک پر سفید داغ ہو اس کے بعد وہ گھوڑا بہترین ہے جس کی پیشانی اور اگلی پچھلی چاروں ٹانگیں پاؤں سمیت سفید ہوں۔ اور اگر سیاہ کالا نہ ہوتو پھر سیاہ اور سرخ دونوں رنگوں والا ملاجلا مذکورہ صفت پر ہو۔''

اسی ترتیب کے مطابق آپ کو یہ گھوڑے پسند تھے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۹] ((يُمْنُ الْخَيْلِ فِيْ شُقْرِهَا)) [۶۲]

''گھوڑے کی خیر و برکت اس کی خالص سرخی میں موجود ہے۔''

رسول اللہ ﷺ ایک زبردست دانشور، دانا، شفقت کرنے والے اور مہربان امیر کارواں کی طرح گھوڑوں کی پیشانیوں کے بال اپنی انگلیوں میں لپیٹتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرنے کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[۶۰] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب ما يُكْرَهُ من صفات الخيل، الحديث : ۱۸۷۵۔ اس روایت کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۶۱] صحيح التِّرمذى = أبواب الجهاد : باب ما يُستَحَبُّ من الخيل، الحديث: ۱۳۸۷ ۔اس حدیث کو امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۶۲] صحيح أَبى داؤد= كتاب الجهاد: باب فيما يُستَحَبُّ من أَلوان الخيل ، الحديث: ۲۲۱۸+صحيح التِّرمذى = أبواب الجهاد: باب ما يُستَحَبُّ من الخيل ، الحديث: ۱۳۸٦

[٥٦٠] ((اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الاَجْرُ وَالغَنِيْمَةُ)) [٦٣]

''گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے اجر وغنیمت کی صورت میں بھلائی باندھ دی گئی ہے۔''

پھر آپ نے گھوڑوں کو نظر بد اور شیطان کے برے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا:

[٥٦١] ((لَاتَصْحَبُ المَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ اَو جَرَسٌ)) [٦٤]

''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں چلتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٥٦٢] ((اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانُ)) [٦٥]

''گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔''

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

[٥٦٣] ((لَا تُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِّن وَتَرٍ —— اَوْ قِلَادَةٌ —— اِلَّا قُطِعَت)) [٦٦]

''کسی اونٹ (اور گھوڑے) کی گردن میں پٹے وغیرہ باقی نہ رکھے جائیں۔انہیں کاٹ دیا جائے۔''

جو پٹے وغیرہ جاہلیت میں نظر بد سے بچانے کے لئے پہنائے جاتے تھے یعنی ان شرکیہ پٹوں اور قلادوں کی بجائے قرآن وسنت میں موجود دموں اور اذکار پر انحصار کیا جائے۔

جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل:

چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور اس کی بقاء و دوام کے لئے اس کے اسباب و وسائل کا وافر مقدار میں فراہم کرنا ضروری ہے ۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[٦٣] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٩٤

[٦٤] صحیح مسلم = كتاب اللِّباس و الزِّينة : باب كراهة الكلب والجرس فى السَّفر ، الحديث ٢١١٣۔ اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[٦٥] صحیح مسلم= كتاب اللِّباس والزِّينة : باب كراهة الكلب والجرس فى السَّفر ، الحديث: ٢١١٤، اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[٦٦] صحيح البخاری = كتاب الجهاد: باب ما قيل فى الجرس و نحوه فى أَعناق الإِبل، الحديث: ٢٨٤٣ + صحيح مسلم = كتاب اللِّباس والزِّينة : باب كَرَاهة قِلادة الوَتَرِ فى رَقَبَةِ البَعِيْرِ، الحديث: ٢١١٥۔ یہ حدیث ابو داؤد اور النّسائی میں بھی ہے۔

فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہاں یہ حکم دیا کہ وضو کو اچھی طرح تمام اعضاء دھو دھو کر کرو اور صدقہ وزکوۃ کا مال نہ کھاؤ وہاں یہ بھی حکم فرمایا:

[٥٦٣] ((وَ اَنْ لَّا نُنْزِیَ حِمَارًا عَلٰی فَرَسٍ)) [٦٧]

''اور ہم گدھوں کو گھوڑیوں کے ساتھ جفت نہ کریں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[٥٦٥] ((اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْحَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلَ هٰذِهٖ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: ((اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ)) [٦٨]

''رسول اللہ ﷺ کو تحفہ میں ایک خچر ملا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم گدھے کو گھوڑی کے ساتھ جفت کرلیں تو ہمارے لئے بھی اس جیسی (خچر) مہیا ہوسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہوتا۔'' [٦٩]

گھوڑوں کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے جہاد میں اونٹوں کے استعمال کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی۔خود رسول اللہ اپنی قصواء اور عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہوکر جہادی میدانوں میں اسے مقابلے کے لئے دوڑاتے اور سب سے سبقت لے جاتے رہے۔[٧٠] غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑوں کے علاوہ زیادہ تعداد میں اونٹ تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہادی وسائل و اسباب حالات زمانہ کے مطابق تبدیل ہوتے

---

٦٧ صحيح التِّرمذی= أبواب الجهاد : باب كراهيَّة أَن يُنزٰى الحُمُرُ على الخيل، الحديث:١٣٩١ + صحيح النِّسائی= كتاب الخيل والسَّبق والرَّمی: باب التَّشديد علٰى حمل الحمير علَى الخيل، الحديث: ٣٣٤٨، ١٣٧

٦٨ صحيح أَبی اؤد = كتاب الجهاد: باب فِیْ كراهيَّة الحُمُر تُنزٰى علَى الخيل، الحديث: ٢٢٣٦+ صحيح النِّسائی = كتاب الخيل والسَّبق والرَّمی : باب التَّشديد فی حمل الحمير علَى الخيل ، الحديث : ٣٣٤٧

٦٩ اس بات کا علم کہ جہادی وسائل کی فراوانی سے ہی جہاد قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔گھوڑے بھی منجملہ جہادی وسائل سے ہیں اور گھوڑی کے ساتھ گدھے کو جفت کرنے سے گھوڑوں کی نسل کے ختم ہونے کا امکان اور اندیشہ ہے۔(وَاللّٰهُ أَعْلَمُ وَ عِلْمَهٗ أَكْمَلُ وَ أَتَمُّ) (ابو عمار ابن عبد الجبار)

٧٠ صحيح البخاری = كتاب الجهاد: باب ناقة النَّبِیِّ صلَّى الله عليه وسلَّم و باب بغلة النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلّم البيضاء الحديث: ٢٧١٦، الحديث: ٢٧١٩

رہے۔عصر حاضر کے بہترین اور کامیاب ترین گھوڑے تیل سے چلنے والی بری ،بحری اور فضائی گاڑیاں ہیں۔ اسی طرح زمانہ حال کے تیر بندوقوں اور توپوں سے نکلنے والی بارودی گولیاں اور گولے ہیں ۔اس کے باوجود حقیقی گھوڑوں اور اسی طرح جدید اسلحہ کے ساتھ ساتھ شمشیر و سناں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور رہے گی۔ ماضی کی طرح حال میں بھی کرۂ ارضی میں وہ پہاڑی اور میدانی سلسلے موجود ہیں جن میں جنگ کے لئے موٹروں اور ٹینکوں کی بجائے اونٹ اور گھوڑے ہی چل سکتے ہیں اور جہاں توپیں اور گنیں ناکارہ ہوجاتی ہیں وہاں نیزوں اور بھالوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں ہی میدان کارزار کا زیور بنتی ہیں۔ زمانہ چونکہ تغیرات کی ایک قدرتی چکی ہے۔ لہٰذا اس کا امکان ہے کہ انسانوں پر کوئی لمحہ ایسا بھی آجائے کہ وہ جدید بارودی ہتھیاروں کو خود اپنے ہاتھوں سے جلا کر خاکستر کر ڈالیں۔ اس کے بعد خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جودفاع دین اور دفاع جان کے لئے دوبارہ تلواریں حمائل کریں گے ، تیروں اور کمانوں کو زیب تن کرنے کے ساتھ ساتھ اونٹوں اور گھوڑوں پر کجاوے لادیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکامات عارضی اور حادثاتی بنیادوں پر نہیں بلکہ مستقل اصولوں پر قائم ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ:

① حسب استطاعت ہر قسم کی قوت و طاقت مہیا رکھنے کے لئے گھوڑوں کا سرحدوں اور گھروں میں باندھے رکھنا بھی امت محمدیہ کا دینی فریضہ ہے ۔ اس کے اغراض و مقاصد بھی وہی ہیں یعنی قوت کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اپنے اور اللہ کے مشترکہ دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ ہو ۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرے میں منافق دشمنوں پر بھی رعب اور دہشت طاری ہو ،جن کا ظاہر و باطن مختلف ہے۔

② قران مجید کی سورت " العادیات" جہادی گھوڑوں کے فضائل اور ان کے اوصاف پر مشتمل ایک جامع اور فصیح و بلیغ سورت ہے۔ اس بارے یہی بات زیادہ صحیح ہے ۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق اس سے جہادی اونٹ مراد ہیں۔

③ کفارو مشرکین کے مقابلے میں ہر وقت حتیٰ کہ حالت جنگ میں نماز کی ادائیگی کرتے

ہوئے بھی جہاد کے لئے تیار و مسلح رہنا، جنگی اسلحہ اور دیگر اسباب جنگ کو اپنے ہمراہ تیار رکھنا مسلمانوں کا ایک دینی فریضہ ہے۔

۴ جہاد کی طرف نکلنے کے لئے تاخیر کے حربے استعمال کرنا اور جہاد کی تیاری اور جہادی توشہ جمع نہ کر رکھنا، یہ سب منافقین کے قابل مذمت اوصاف ہیں۔ جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان پر ذلت و رسوائی مسلط کر دیتا ہے۔

۵ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ میں ظہر و عصر کی نمازوں کو جہاد کی وجہ سے مؤخر کرنا اور وقت مقررہ سے قضا کرنا اسلام میں جہاد کی فوقیت، برتری اور بلندی کی بین دلیل ہے۔

۶ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔'' اس ارشاد رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ فرمان اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امت محمدیہ کے کچھ افراد اس کو قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ اور دیگر محدثین نے بھی حدیث مذکور کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

۷ دینی اور دنیاوی برکات کا سرچشمہ قیامت تک جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے اسباب و وسائل بھی قیامت تک کے لئے دینی اور دنیاوی خیر و برکت کے چشمے ہیں۔

۸ اجر و ثواب اور اموال غنیمت دونوں خیر کی تعریف میں شامل ہیں اور جہاد کے مقاصد میں داخل ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجر اور مال غنیمت دونوں خیر ہیں۔''

۹ مقاصد کے اعتبار سے گھوڑوں کی تین اقسام ہیں:

۱ جہادی گھوڑے جو مالک کے لئے اجر و ثواب اور خیر و برکت ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات اور بول و براز بھی نیک اعمال میں شمار ہوں گے۔

۲ محض سوال سے بچنے کے لئے گھوڑے رکھنا جو مومن کے لئے ستر و حجاب ہیں۔ جبکہ بلند درجات سے وہ محروم رہے گا۔

(۳) فخر و ریاء اور مسلمانوں کی مخالفت میں باندھے گئے گھوڑے مالک کے لئے وبال جان ثابت ہوں گے۔

(۱۰) بلحاظ جنس عورت اور گھر کی طرح گھوڑوں میں بھی نحوست ممکن ہے۔ لیکن اعلیٰ مقاصد اس چیز کو ختم کر دیتے ہیں۔ یعنی نحوست ان گھوڑوں میں ہوگی جو جہاد کے لئے استعمال نہ ہوں۔[۱]

(۱۱) گھوڑوں میں مقابلہ بازی نہ صرف جائز ہے بلکہ جہادی ٹریننگ کے لئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۲) تیروں، اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ کوئی مقابلہ بازی جائز نہیں ہے۔ یہ حکم شرعی ہے۔ جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال ہیں۔ یا یہ فرمان رسول ﷺ ایک حقیقت کا بیان ہے کہ اصل مقابلہ تو مذکورہ تین اشیاء میں ہی ہوتا ہے۔ بہرصورت علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جہادی مشق اور ورزش کے لئے تمام قسم کے جسمانی یا اسلحاتی مقابلے جائز ہیں۔ بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا ذریعہ ہونے کی بناء پر مستحب ہیں۔ البتہ جن مقابلوں میں جہادی مقاصد پیش نظر نہ ہوں وہ حرام ہیں۔ مثلاً پرندوں اور مرغوں وغیرہ کے درمیان مقابلہ بازی بالخصوص جب ان میں جوا اور قمار بازی کا ناپاک عنصر بھی شامل ہوجائے۔[۲]

(۱۳) گھوڑوں اور انکی مثل تمام جائز مقابلوں میں انعام بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی ہو جہادی ٹریننگ لینے میں آسانی ہو۔ بشرطیکہ انعام کی شرط دوطرفہ نہ ہو۔

(۱۴) شہسواروں کے لئے پیادوں کے مقابلہ میں مال غنیمت کا (تین گنا) حصہ رکھا گیا ہے تاکہ جہاد کے لئے اعلیٰ وسائل رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ اللہ کے اولو العزم پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ذہین ترین دانشور، حقیقت شناس، دانا اور بڑی بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ جہادی گھوڑوں کے

---

[۱] فتح الباری:٦/٤٠٢

[۲] تحفة الأحوذي: ٣/ ٣٠،٣١

اوصاف، گھوڑوں کی اقسام کا بیان فرمانا اس دعوٰی کی دلیل ہے۔

⑯ گھنٹیاں اپنی سحر انگیز آوازوں کی وجہ سے شیطانی ساز ہیں۔ کیونکہ وہ ذکر اللہ سے غافل کرتی ہیں اور دنیا کی محبت کی طرف راغب کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں قلادہ اور پٹوں کو نظر بد سے بچانے کا مؤثر ذریعہ سمجھنا ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ وہ اعتقادی شرک ہے۔

⑰ گھوڑوں کے بعد اونٹ وغیرہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال ہونے کی بناء پر باعث شرف و فضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے درجہ بدرجہ جہاد کے تمام وسائل وذرائع کی اہمیت وفضیلت واضح فرمائی ہے۔

⑱ گھوڑوں اور گدھوں کی جفتی جہادی وسائل کو کم کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ممنوع اور حرام ہے۔ لہٰذا ہر وہ قول وفعل یا اعتقاد اور عمل جو جہادی وسائل میں کمی کا باعث ہوگا، ذرائع کی روک تھام کے اصول کے تحت ناجائز وممنوع قرار پائے گا۔

⑲ زمانہ اور حالات بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت اور واقعات نہیں بدلتے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی گہری سوچ ہمیشہ عارضی معاملات کی بجائے مستقل اشیاء پر پڑتی ہے۔

⑳ جہاد قیامت تک باقی ہے اور یہ اسلامی معاشرہ کی معاشی اور اقتصادی حالت کو سنوارنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا رزق مال غنیمت میں رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٥٦٦] ((جُعِلَ رِزْقِی تَحتَ ظِلِّ رُمحِی وَ جُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصِّغَارُ عَلٰی مَن خَالَفَ اَمرِی)) [۳۷]

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔ جبکہ ذلت و رسوائی اس پر رکھی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے گا۔''

㉑ رسول اللہ ﷺ قیامت تک جاری رہنے والے جہاد کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔ مال غنیمت سے روزی حاصل کرنا تمام وسائلِ رزق سے افضل ہے۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

۳۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹۸

[٥٦٧]« بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي »[۴۷]

"مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے۔"

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. تفسير القرطبی:٢٠/١٠٥-١٠٨
2. ابن كثير:٤/٥٧٥، ٥٧٦
3. شرح النّووی:٢/١٣٢، ١٣٣
4. نيل الأوطار:٨/٨١-٩٥
5. المُحلّٰی:٧/٣٥٢-٣٥٤
6. سُبُل السَّلَام:٤/١٣٧-١٤١

((.................❀❀❀❀❀...........))

---

[۴۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٩٨

باب:۹

مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

غرض و غایت اور اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٥٦٨]﴿ وَ مِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الأنفال=٨: ٦٠]

''اور تم سرحدوں پر گھوڑے باندھے رکھو، جس سے تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے (مشترکہ) دشمن کو خوفزدہ رکھ سکو گے۔''

[٥٦٩]﴿ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا قف وَاتَّقُوااللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO﴾ [آل عمران= ٣: ٢٠٠]

''اے ایماندارو! صبر اختیار کرو اور بمقابلہ کفار ثابت قدم رہو اور مورچوں میں جمے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ فلاح پاجاؤ۔''

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو کہ اسلام قبول کر چکا تھا فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اس کی موت کی اطلاع دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر صحرا کی طرف تشریف لے گئے اور باقاعدہ صفیں باندھ کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔'' [۱]

◎ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات پر اس کا جنازہ پڑھا تو منافقین نے طنز کرتے ہوئے کہا:[٥٧٠] ((يُصَلِّي عَلٰى عَلَجٍ مَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ)) ''حبشہ میں مرنے والے ایک عجمی کا جنازہ پڑھ رہے ہیں۔'' تو اس موقع پر آل عمران کی آخری آیات نازل ہوئیں:

---

[۱] صحيح البخارى= كتاب الجنائز: باب من صفَّ صفَّين أَوْ ثلٰثة علَى الجنازة خلف الإِمام ، الحديث: ١٢٥٤ ، صحيح مسلم = كتاب الجنائز : باب فى التَّكبير علَى الجنازة ، الحديث:٩٥١-٩٥٣

[۵۷۱] ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِO﴾ [آل عمران= ۳: ۱۹۹]

''اور یقیناً بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ اللہ پراور اس پر جو کچھ تمہاری اور ان کی طرف نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں ۔ وہ اللہ کے لئے خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔ اس کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔ انہی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجروثواب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔''

مگر حافظ ابوعبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حبشہ میں نجاشی کا ایک دشمن داخل ہو گیا تو مسلمان مہاجرین نے نجاشی سے کہا :''آپ دشمن کے مقابلے کے لئے میدان میں آئیں ہم آپ کی حمایت میں لڑیں گے۔ تاکہ آپ کے ہم پر جو احسانات ہیں انکا بدلہ چکا سکیں اور پھر آپ ہماری شجاعت و جرأت بھی دیکھ لیں گے۔'' تو نجاشی نے جواب میں کہا:'' اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ آنے والی بیماری لوگوں کی حمایت سے حاصل ہونے والی شفاء سے بہتر ہے۔''

تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے جو مومن تھے ان کے ایمانی وعملی اوصاف ذکر فرماتے ہوئے ان کو مصائب و آلام میں صبر کرنے، دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے، اسلامی علاقہ جات کی سرحدوں پر اللہ کی راہ میں مورچہ بند ہو کر جمے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایات دیں تاکہ وہ منزل مراد کو پاسکیں۔[۲]

◎ حسن بصری فرماتے ہیں:

اہل کتاب کے مومنوں کو آیت مذکورہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے لئے جو دین اسلام پسند فرما لیا ہے وہ خوشی اور ناخوشی، تنگی اور آسانی میں اس پر صبر کریں حتی کہ بحیثیت مسلمان ان کی موت آجائے اور وہ اسلام دشمن عناصر کے مقابلہ میں ثابت قدم ہوں ۔ دیگر تمام علماء سلف نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔[۳]

---

[۲] لمستدرك علَى الصَّحيحَين= كتاب التَّفسير: باب شان نزول آية﴿ إِصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا ﴾ اس حدیث کے بارے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ'' یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔لیکن امام بخاری اور امام مسلم رحمة الله عليهما نے اپنی اپنی کتاب میں اس کو نقل نہیں کیا۔(ابوعمار ابن عبد الجبار)

[۳] تفسیر ابن کثیر:۱/ ۴۸۱ + فتح الباری:۶/ ۴۲۵

رباط کا مطلب:

" وَ اَمَّا الْمُرَابَطَةُ فَهِيَ الْمُدَاوَمَةُ فِي مَكَانِ الْعِبَادَةِ وَ الثَّبَاتِ فِي الثُّغُوْرِ ۔ " [۴]

"رباط کا معنٰی ہے جائے عبادت میں باقاعدگی سے ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا۔"

رباط کا لغوی معنٰی:

" اَلرِّبَاطُ الْمُوَاظَبَةُ عَلَى الْأَمْرِ وَ مُلَازَمَةُ ثَغْرِ الْعَدُوِّ كَالْمُرَابَطَةِ ۔ وَ الْمُرَابَطَةُ اَنْ يَّرْبِطَ كُلٌّ مِّنَ الْفَرِيْقَيْنِ خُيُوْلَهُمْ فِيْ ثَغْرِهٖ وَ كُلٌّ مُعِدٌّ لِصَاحِبِهٖ فَسُمِّيَ الْمَقَامُ فِي الثَّغْرِ رِبَاطًا وَ مِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: [۵۷۲] ﴿ وَ رَابِطُوْا...... ﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰] " [۵]

"رباط کا معنی کسی کام میں باقاعدگی کرنا اور دشمن کی سرحد پر جمے رہنا ہے۔ رباط کا وہی مفہوم ہے جو مرابطہ کا مفہوم ہے۔ مرابطہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر فریق اپنے گھوڑے اپنی سرحد میں باندھ رکھے اور دشمن کے مقابلے کیلئے مستعد اور تیار رہے۔ چنانچہ سرحدوں پر اس قیام کو رباط کہا گیا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور سرحدوں پر جمے رہو......"

رباط کا شرعی معنٰی:

گھوڑوں وغیرہ اور دیگر جنگی آلات کے ساتھ مسلح ہو کر دشمن کی سرحد پر مقابلہ کے لئے ثابت قدم رہنا۔ یہ رباط کا شرعی معنی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(۱) [۵۷۳] ﴿ وَ مِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ...... ﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

"اور گھوڑے باندھے رکھو۔"

(۲) [۵۷۴] ﴿ وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا...... ﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰]

"مصائب و آلام پر ثابت قدم رہو اور سرحدوں پر ڈٹے رہو۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

(۳) [۵۷۵] ((رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا)) [۶]

---

[۴] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۱ + فتح الباری: ۶/ ۴۲۵

[۵] القاموس المحیط: ۲/ ۳۷۴ + تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۶ + تفسیر الکشّاف: ۱/ ۴۶۰ + المفردات فی غریب القرآن: ۱۸۴ + الجواب الکافی لإبن قیّم: ۱۱۳

[۶] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب فضل رباط یوم فی سبیل الله، الحدیث: ۲۷۳۵ + صحیح مسلم = کتاب الامارة: باب فضل الغدوة والرَّوحَةِ فی سبیل الله، الحدیث: ۱۸۸۱

''اللہ کے راستے میں ایک دن مورچوں پر جمے رہنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔''

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں عنوان قائم کرتے ہیں: باب فَضْلِ رِبَاطِ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی:

(۵) [۵۷٦] ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ...... ﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰] اس بارے میں باب کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحدوں پر مورچہ بند ہونے کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ''اے ایمان والو! صبر کرو، مصائب میں پامردی دکھاؤ اور مورچوں پر ڈٹے رہو۔'' [7]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(٦) '' وَ صَابِرُوْا الْعَدُوَّ وَ رَابِطُوْا الْخَیْلَ۔'' [8]

''دشمن کے مقابلے میں مصائب جھیلنے میں پامردی دکھاؤ اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو۔''

رباط کے فضائل:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۷۷] ((رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَا عَلَیْھَا، وَ مَوْضِعُ سَوْطِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَا عَلَیْھَا وَالرَّوْحَۃُ یَرُوْحُھَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوِ الْغَدْوَۃُ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَ مَا عَلَیْھَا)) [9]

'' اللہ کی راہ میں ایک دن (دشمن کی سرحد پر جمے رہنا) پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ جنت میں تم میں سے کسی ایک کے لئے اس کی چھڑی کے برابر جگہ پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ بندے کا اللہ کے راستہ میں ایک شام یا ایک صبح کا نکلنا دنیا سے اور اس پر موجود تمام اشیاء سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔''

سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

[7] دیکھئے: صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب فضل رباط یوم فی سبیل اللّٰہ و قول اللّٰہ تعالٰی ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ...... ﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰]

[8] فتح الباری:٦/٤٢٥ + تفسیر القرطبی:٤/٢٠٦

[9] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٥٧٤

[۵۷۸] ((رِبَاطُ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ خَیْرٌ مِّنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَ قِیَامِهٖ وَ اِنْ مَّاتَ جَرٰی عَلَیْهِ عَمَلُهُ الَّذِیْ كَانَ یَعْمَلُهٗ وَ اُجْرِیَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ وَ اَمِنَ الْفَتَّانَ)) [۱۰]

'' اللہ کی راہ میں ایک دن اور رات سرحدوں پر ڈٹے رہنا ایک ماہ کے قیام و صیام سے زیادہ افضل ہے۔ اگر کوئی حالت رباط میں فوت ہوجائے تو جوعمل وہ زندگی میں کرتا تھا وہ اللہ کے ہاں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والے سے بھی محفوظ ہوجاتا ہے۔''

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۷۹] ((كُلُّ مَیِّتٍ یُخْتَمُ عَلٰی عَمَلِهٖ اِلَّا الَّذِیْ مَاتَ مُرَابِطًا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یُنْمٰی لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَ یَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ)) [۱۱]

''رباط کرنے والے کے علاوہ ہر کسی کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں حالت رباط میں فوت ہوجائے اس کے اعمال قیامت تک نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنۂ قبر سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔''

امام نسائی رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۰] ((اُجْرِیَ لَهٗ مِثْلُ ذٰلِكَ مِنَ الْاَجْرِ وَ اُجْرِیَ عَلَیْهِ الرِّزْقُ وَ اَمِنَ مِنَ الْفَتَّانَ)) [۱۲]

'' اللہ کی راہ میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو جانے والے مومن شخص کے نیک اعمال کا اجروثواب جاری رہتا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور فتنۂ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔''

امام نسائی رحمہ اللہ علیہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۱] ((رِبَاطُ یَوْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ یَوْمٍ فِیْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ)) [۱۳]

---

[۱۰] صحیح مسلم = كتاب الإمارة: باب فضل الرّباط فی سبیل اللّٰه عزّوجلّ ، الحدیث: ۱۹۱۳

[۱۱] صحیح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فی فضل من مّات مرابطًا ، الحدیث: ۱۳۲۲+ صحیح أبو داؤد = كتاب الجهاد: باب فی فضل الرّباط ، الحدیث: ۲۱۸۲

[۱۲] صحیح النّسائی= كتاب الجهاد: باب فضل الرّباط، الحدیث: ۲۹۶۹

[۱۳] صحیح النّسائی= كتاب الجهاد: باب فضل الرِّباط ، الحدیث:۲۹۷۱

''اللہ کی راہ میں ایک دن اسلامی سرحدوں پر ڈٹے رہنا دوسرے مقامات پر ایک ہزار دن کے قیام سے افضل و برتر ہے۔''

امام ابو داؤد اور امام ابن حبان نے امام ترمذی رحمھم اللہ علیھم کی طرح فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۲] ((كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ اِلَّا الْمُرَابِطَ فَاِنَّـهٗ يَنْمُوا لَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ)) [۱۴]

''ہر میت کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں لیکن مرابط فی سبیل اللہ کے نیک اعمال قیامت تک بڑھتے اور نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ و مامون ہوجاتا ہے۔''

چند الفاظ کے معانی:

- **الرِّبَاطُ:** سرحد پر جمے رہنا۔
- **الْمُرَابِطُ:** سرحد پر ڈٹے رہنے والا یا سرحد کے مورچوں میں مورچہ بند ہونے والا۔
- **الرَّوْحَةُ:** باب: رَاحَ يَرُوحُ (بروزن قَالَ، يَقُولُ) کا مصدر ہے۔اس کا معنیٰ ہے'' شام کے وقت نکلنا۔''
- **الغَدْوَةُ:** غدا یغدو (بروزن دَعَا يَدْعُوا) سے الغدوۃ مصدر ہے۔اس کا معنیٰ ہے'' صبح کے وقت نکلنا۔''
- **الفُتَّانُ:** فاتِنٌ کی جمع ہے۔اور فاتن کا معنیٰ ہے۔'' فتنے میں مبتلا کرنے والا۔''
- **الْفَتَّانُ:** اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی ہے''بہت زیادہ فتنے میں مبتلا کرنے والا۔'' لیکن مذکورہ بالا حدیث میں یہ لفظ مصدر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
- **فِتنَةَ القَبر:** عذاب قبر۔
- **جَرٰى عَلَيْه عَمَلُه:** سے مراد اعمال کے اجروثواب کا جاری رہنا ہے نہ کہ اعمال۔جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔[۱۵]

---

[۱۴] صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی فضل الرِّباط، الحدیث:۲۱۸۲

[۱۵] صحیح ابن حبَّان= کتاب الجهاد: باب فضل الجهاد/ ذکر البیان بأَنَّ المرابط إِنَّما یُجرٰی لهٗ أَجرُ عملِهٖ لَا عملُهٗ، الحدیث:۴۶۰۶

ترمذی اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ ''اس کا عمل نشوو نما پاتا ہے'' اس کا مفہوم بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات:

حافظ ابن کثیر، عبد اللہ بن مبارک ، حافظ ابن حجر ، امام نووی، طبری ، قرطبی ، قاضی ابو ولید الباجی اور دیگر آئمہ و محدثین رحمھم اللہ تعالیٰ کے اقوال اور امام بخاری اور ابن حبان کی کتابوں میں درج شدہ ابواب کے عنوانات کے مطابق سرحدوں پہ ڈٹنے والوں کے لئے مذکورہ احادیث سے درج ذیل خصوصیات ثابت ہوتی ہیں:

① رباط فی سبیل اللہ ہر دوسری عبادت حتیٰ کہ حرمین شریفین میں قیام کرنے سے بھی کئی درجے افضل و برتر ہے۔اس لئے کہ رباط فی سبیل اللہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۸۳] ﴿ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ...... ﴾ [التَّوبة =۹:۱۹]

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ کو آباد کرنا......''

② موت کے بعد تمام نیک اعمال کے اجرو ثواب کا جاری و ساری رہنا سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے کی منفرد خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شخص اس کا ہم پلہ نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

[۵۸۴] ((اِذَا مَاتَ الاِنۡسَانُ انۡقَطَعَ عَنۡهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنۡ ثَلَاثَةٍ)) [۱۶]

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے......''

اس حدیث میں تین اعمال کی تخصیص ہے۔ لہٰذا اس سے تمام اعمال مراد لینا درست نہیں ہوسکتا۔

③ سرحدوں پر تعیناتی کی حالت میں فوت ہو جانے والے مجاہد کی یہ امتیازی شان اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے عین مطابق ہے جس میں ارشاد ہے۔

[۵۸۵] ﴿ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ

[۱۶] صحيح مسلم= كتاب الوصيّة:باب ما يلحق الإنسان من الثّواب بعد وَفَاتِهِ ، الحديث: ١٦٣١

يُرْزَقُوْنَO﴾ [آل عمران=۳:۱۶۹]

''جو اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے ہیں انہیں مردہ مت خیال کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، ان کو روزی ملتی ہے۔''

④ عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہنا اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔یہ خصوصیت اس کی عملی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۸۶] ﴿ **لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌO** ﴾ [الأنفال=۸:۷٤]

''ان کے لئے مغفرت اور اچھا رزق ہے۔''

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ھو**:

① شرح النّووی:۲/۲٤۲ ② فتح الباری:٦/٤۲٥

③ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ٤۸۰-٤۸٦

④ قصیدة عبد اللّٰه بن مبارك فی الرِّباط بحواله ابن كثير : ۱/ ٤۸۰- ٤۸٦

⑤ تراجم أبواب البخاری فی فضل الرِّباط والحراسة فی سبيل اللّٰه

⑥ تراجم ابن حبان كتاب الجهاد ⑦ تفسير القرطبی:٤/۲۰۷

⑧ كتاب الجهاد لعبد اللّٰه بن المبارك ⑨ نيل الأَوطار :۷/۲۲۳

⑩ المنتقٰی شرح المؤطّا:۱/ ۲۸٥ + وَصيَّةُ عمر فِی مَعنٰی ﴿ إِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا...... ﴾ المنتقٰی شرح المؤطّاء:۳/۱٦٥

اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح و شام نکلنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۷] ((لَغَدْوَةٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا)) [1]

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے ایک صبح کا نکلنا یا ایک شام کے لئے نکلنا پوری دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاری= كتاب الجهاد: باب الغدوة والرَّوحة فی سبيل اللّٰه ، الحديث: ۲٦۳۹+صحيح مسلم =كتاب الإِمارة : باب فضل الغدوة والرَّوحة فی سبيل اللّٰه تعالٰی ، الحديث: ۱۸۸۰

[۵۸۸] ((الرَّوحَةُ وَ الغَدوَةُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ اَفضَلُ مِنَ الدُّنیَا وَ مَا فِیهَا)) [۱۸]

’’ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) شام اور صبح کا نکلنا پوری دنیا اور اس میں موجود تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۹] ((لَقَابُ قَوسٍ فِی الجَنَّةِ خَیرٌ مِّمَّا تَطلعُ عَلَیهِ الشَّمسُ وَ تَغرُبُ وَ قَالَ : لَغدوَةٌ اَو رَوحَةٌ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ خَیرٌ مِمَّا تَطلُعُ عَلَیهِ الشَّمسُ وَ تَغرُبُ)) [۱۹]

’’ جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ ان تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں صبح و شام کا نکلنا بھی ان تمام چیزوں سے برتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔‘‘

امام بخاری اور امام ترمذی کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۵۹۰] ((لَرَوحَةٌ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ اَو غَدوَةٌ خَیرٌ مِّنَ الدُّنیَا وَ مَا فِیهَا وَلَقَابُ قَوسِ اَحَدِکُم مِّنَ الجَنَّةِ اَو مَوضِعُ قِیدٍ —— یَعنِی سَوطَهٗ —— خَیرٌ مِّنَ الدُّنیَا وَ مَا فِیهَا وَ لَو اَنَّ إمرَأَةً مِنْ اَهلِ الجَنَّةِ اطَّلَعَت اِلی اَهلِ الاَرضِ لَأَضَاءَ تْ مَا بَینَهُمَا وَ لَمَلَأَتهٗ رِیحًا وَ لَنَصِیفُهَا عَلٰی رَأْسِهَا خَیرٌ مِّنَ الدُّنیَا وَ مَا فِیهَا)) [۲۰]

’’اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کا نکلنا تمام دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے زیادہ بہتر ہے۔تم میں سے کسی کی کمان یا اس کے ہاتھ کی چھڑی کے برابر جنت میں جگہ ،دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے ۔ اہل جنت کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو ارض و سماء کے درمیان پوری کائنات کو (اپنے نور سے) روشن اور خوشبوؤں سے معطر کر دے۔اس کے سر کا دوپٹہ یا سر پر لپیٹا جانے والا کپڑا حسن و جمال اور قدر وقیمت کے اعتبار سے پوری دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے کہیں زیادہ بہتر ہے ۔‘‘

---

۱۸ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الغدوة والرَّوحة فی سبیل اللّٰه ، الحدیث: ۲٦٤۱+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الغدوة والرَّوحة فی سبیل اللّٰه تعالٰی، الحدیث: ۱۸۸۱،

۱۹ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب الغدوة والرَّوحة فی سبیل اللّٰه ، الحدیث:۲٦٤۰+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب فضل الغدوة والرَّوحة فی سبیل اللّٰه تعالٰی ، الحدیث:۱۸۸۳

۲۰ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الحُورالعِینُ وصِفَتُهُنَّ یُحار فیها الطَّرف...... الحدیث: ۲٦٤۳، یہ حدیث سنن الترمذی میں بھی ہے۔

(یہ حدیث ''سورۃ الرحمان'' میں بیان کردہ حوران جنت کے اوصاف کی مزید تشریح کرتی ہے۔) امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ یوں روایت بیان کرتے ہیں:

[۵۹۱] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سرحد پر مورچہ بند تھے۔ ان کے تمام ساتھی ساحل سمندر کی طرف گھبراہٹ کی حالت میں پناہ گزیں ہوگئے۔ پھر خطرہ ٹل جانے کی اطلاع کی گئی۔ مگر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بدستور اپنے مقام پر جمے رہے۔ ایک راہ گیر نے پوچھا: ابو ہریرہ! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((مَوۡقِفُ سَاعَةٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ خَیۡرٌ مِّنۡ قِیَامِ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ عِنۡدَ الۡحَجَرِ الۡاَسۡوَدِ)) [۲۱]

''اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لئے ٹھہرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کا قیام کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔''

اسی حدیث پر امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ یوں ہے۔

" ذِکۡرُ تَفَضُّلِ اللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلَی الۡوَاقِفِ سَاعَةً فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ بِاِعۡطَائِهٖ خَیۡرًا مِّنۡ مُصَادَفَةِ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ بِالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔"

''یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی ٹھہرنے والے پر اللہ کا فضل و کرم اس قدر زیادہ ہے کہ اس کو مسجد حرام میں لیلۃ القدر پالینے سے بھی بہتر اجر عطا فرمایا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک صبح یا شام کے مختصر سفر کو دنیا و مافیھا سے افضل و برتر قرار دے کر گویا جنت کی غیر محسوس اور ان دیکھی نعمتوں کو دنیا کی محسوس کی جا سکنے والی اور دیکھی بھالی نعمتوں کے درجے میں لاکر بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان (جو کہ فطرتاً محسوس اور دیکھی بھالی اشیاء کی طرف راغب ہوتے ہیں) کے دل میں شوق اور رغبت پیدا کی جائے۔ وگرنہ تو یہ امر مسلم ہے کہ تمام دنیا اور اس کی نعمتیں جنت کے ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اس معمولی محنت کا ثواب اللہ کی اطاعت و عبادت میں ساری دنیا کو صرف کر ڈالنے کے اجروثواب سے بڑھ کر ہے۔''

---

[۲۱] صحیح ابن حبان= کتاب السِّیر: باب فضل الجهاد، الحدیث:٤٥٨٤ ـ المطبوعة: المكتبة الأثرية سانگلہ ہل، پاکستان

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دوسری بات کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جو عبد اللہ بن مبارک نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تو وہ آپ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ اختتام نماز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم لشکر میں شامل نہ تھے؟ عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! لیکن میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ نماز آپ کی معیت میں ادا کرلوں اور میں لشکر کی منزل مقصود کو بخوبی جانتا ہوں۔ لہٰذا میں شام کو چل کر انہیں پالونگا۔'' تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۹۲] ((وَ الَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ مَا اَدْرَکْتَ فَضْلَ غَدْوَتِھِم))[۲۲]

''اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تو روئے زمین کی تمام اشیاء بھی خرچ کر ڈالے تو ان کے صبح سویرے نکل جانے کی فضیلت کو حاصل نہ کر سکے گا۔''[۲۳]

حاصل کلام:

یہ ہے کہ جہاد کا مرتبہ و مقام جو نہایت عظیم الشان ہے اور جہاد کی طرف نکلنا تمام عبادات حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مسجد نبوی کے اندر نماز باجماعت سے بھی زیادہ اہم اور افضل ہے۔

راہ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں:

سیدنا عبد الرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۳] ((مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ))[۲۴]

''یہ نہیں ہوگا کہ کسی بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے غبار آلود ہو جائیں اور پھر اس کو جہنم کی آگ مس کرے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

---

۲۲ سنن التِّرمذی= أبواب الجمعة: باب ما جاء فی السَّفر یوم الجمعة ، اس حدیث کو احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے :مسند احمد بن حنبل ، الحدیث:۲۳۱۷،(۴/۹۰) یہ حدیث مسند احمد : ۳۵۶/۱ میں ہے۔

۲۳ فتح الباری= ۶/۳۵۴+ کتاب الجهاد لابن المبارك :۶۷+ السِّیَر الکبیر:۱/۳۴

۲۴ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب من اغبرَّت قدماه فی سبیل اللّٰه ، الحدیث: ۲۶۵۶۔ یہ حدیث سنن النِّسائی اور سنن الترمذی میں بھی ہے۔

[٥٩٤] ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَی النَّارِ)) [۲۵]
''جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوجائیں تو وہ جہنم کی آگ پر حرام ہوجائیں گے۔''

[٥٩٥] امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے روایت کیا ہے کہ مالك بن عبد الله الخثعمیؒ (جو سرزمین روم میں ایک جہادی قافلہ کے امیر تھے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے خچر کے آگے آگے پیدل سفر کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ ! اللہ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے: جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ پھر مالك بن عبد الله خثعمی نے دوبارہ بلند آواز سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو سوار ہوجانے کی ہدایت کی تو انہوں نے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان دہرایا جسے سن کر لوگ اپنی سواریوں سے نیچے کود پڑے۔ پھر اس دن سے زیادہ ہم نے کبھی پیدل چلنے والے نہ دیکھے تھے۔'' [۲۶]

امام بخاری نے اسی حدیث کے عنوان میں سورۃ التوبہ کی آیت :۱۲۰ کو بھی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[٥٩٦] ﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَرْغَبُوابِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ لَا یُصِیْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْكُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَO﴾

[التَّوبة= ۹:۱۲۰]

''اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے یہ جائز نہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے (جہاد میں) پیچھے رہ جائیں اور اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ مرغوب جانیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں کوئی پیاس، تکلیف اور بھوک نہیں لگتی۔ نہ وہ (مجاہدین) کفار کو غصہ دلانے والے کسی مقام کو روندتے ہیں اور نہ دشمنوں سے کوئی مراد

---

[۲۵] صحیح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فیمن اغبرَّت قَدَمَاهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ عزَّو جَلَّ، الحدیث: ١٣٣٢

[۲۶] صحیح ابن حبان= كتاب السِّیر: باب فضل الجهاد، الحدیث:٤٥٨٥

حاصل کرتے ہیں مگر یہ کہ ان تمام صورتوں میں ان کے لئے عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجروثواب ضائع نہیں کرتا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

لفظ ''فی سبیل اللہ'' کو مطلق طور پر استعمال کرنے سے شرعی طور پر صرف جہاد مراد ہوتا ہے۔ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے صبح و شام کا نکلنا اور اس راستے میں چلنے پر محض قدموں کے غبار آلود ہونے پر جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کے حصول کی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ کے اس مذکورہ بالا فرمان اقدس کی تفسیر اور تشریح ہیں۔ [۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۷] «لَا یَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَکٰی مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ وَ لَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ دُخَانُ جَهَنَّمَ» [۲۸]

''ایسا شخص نار جہنم میں داخل نہ ہوگا جو خشیت الٰہی سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہیں ہوں گے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۵۹۸] «لَا یَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِیْ مَنْخَرَیْ مُسْلِمٍ اَبَدًا» [۲۹]

''اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان شخص کے نتھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔''

اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت وفضیلت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۹۹] «تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَ عَبْدُ الْخَمِیْصَةِ ، اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَ اِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخِطَ ۔ تَعِسَ وَ انْتَکَسَ وَ اِذَا شِیْكَ فَلَا انْتُقِشَ...... طُوْبٰی لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ

---

[۲۷] فتح الباری= ٦/٣٦٩

[۲۸] صحیح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل اللّٰهِ عزَّوَجَلَّ، الحدیث:١٣٣٣+ وأبواب الزُّهد: باب ما جاء فی فضل البکاءِ من خشیة اللّٰه، الحدیث:١٨٨١+ صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب فضل من عمل فی سبیل اللّٰه علٰی قدمهٖ ، الحدیث:٢٩١٠-٢٩١٨

[۲۹] صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب فضل من عمل فی سبیل اللّٰه علٰی قَدمهٖ، الحدیث:٢٩١٠

فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَشْعَثَ رَاسُہٗ مُغْبَرَّۃٍ قَدَمَاہٗ ...... اِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ وَ اِنْ کَانَ فِی السَّاقَۃِ کَانَ فِی السَّاقَۃِ وَ اِنِ اسْتَاذَنَ لَمْ یُوذَنْ لَہٗ وَ اِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ)) [30]

''درہم و دینار اور منقش چادروں کا (حریص) بندہ نامراد ہوتا ہے۔ اگر اسے اس کی طلب و حرص دے دی جائے تو خوش وخرم وگرنہ ناراض ۔وہ نامراد و خائب ہے۔ جب اسے کوئی کانٹا چبھ جائے (یعنی مصیبت میں گرفتار ہو) تو نہ نکالا جائے ۔وہ بندہ بہت ہی خوش حال ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اللہ کی راہ میں موجود ہے ، پراگندہ سر اور غبار آلود پاؤں والا ہے۔ اگر پہرہ پر ہوتو اس کا حق ادا کرتا ہے اور اگر قافلے اور لشکر کے پیچھے ڈیوٹی لگ جائے تو وہاں ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے۔ اگر کہیں داخل ہونے کی اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی یعنی دنیاوی وقار سے عاری مگر دین حق کا مجاہد وغازی ہوتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۶۰۰] ((کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : سَہِرَ ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ قَالَ لَیْتَ:((رَجُلًا صَالِحًا مِنْ اَصْحَابِی یَحْرُسُنِی اللَّیْلَۃَ)) اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سَلَاحٍ۔ فَقَالَ :((مَنْ ھٰذَا ؟)) فَقَالَ اَنَا سَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ(رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) جِئْتُ لِاَحْرُسَکَ وَ نَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)) [31]

''ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کاش !میرے صحابہ میں سے کوئی صالح مرد رات کو میرے لئے پہرے پر ہوتا ۔اسی دوران ہم نے ہتھیاروں کی کھنکھناہٹ سنی تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو وہ بولے میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔آپ کے پہرے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔''

صحیح مسلم کی حدیث میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

[۶۰۱] ((مَا جَآءَ بِکَ؟ قَالَ وَقَعَ فِی نَفْسِی خَوْفٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَجِئْتُ اَحْرُسُہٗ فَدَعَا لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ)) [32]

---

[30] صحیح البخاری = کتاب الجھاد: باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث:۲۷۳۰

[31] صحیح البخاری= کتاب الجھاد: باب الحراسۃ فی الغزو فی سبیل اللّٰہ، الحدیث: ۲۷۲۹+ صحیح مسلم = کتاب فضائل الصّحابۃ: باب فی فضل سعد بن ابی وقّاص رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ۲۴۱۰

[32] صحیح مسلم= کتاب الفضائل الصّحابۃ:باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ ،الحدیث:۲۴۱۰

''تم کیسے آئے ہو؟ تو سعد نے عرض کیا: میرے دل میں آپ کے بارے میں خطرے کا احساس پیدا ہوا تو میں آپ کی پہرہ داری کے لئے حاضر ہوگیا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور سو گئے۔''

◎ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: [٦٠٢] ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدة=٥: ٦٧] (اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔) کے نزول سے قبل آپ ﷺ کے لئے پہرہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ لیکن آیت مذکورہ کے نزول پر آپ ﷺ نے صحابہ کو اپنا پہرہ دینے سے منع فرمایا۔

جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ احادیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کا پہرہ نہ صرف جائز بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا اہم حصہ ہے۔ یہ اللہ پر توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٠٣] ﴿ خُذُوا حِذْرَكُمْ ﴾ [النِّساء=٤: ٧١، ١٠٢] '' اپنی احتیاط کو لازم پکڑو۔''

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا:

درہم و دینار اور منقش اور دلفریب چادروں کے پرستار بلند حوصلے سے محروم اور حرص کے بندے ہوتے ہیں۔ جن کا مقصدِ حیات دولت جمع کرنا اور انواع و اقسام کے جوڑے زیب تن کرنا ہوتا ہے۔ دراصل ایسے لوگ ہی بلند مقاصد کے حصول میں ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ نبی ﷺ کی ان کے حق میں یہ بد دعا ہے کہ:

''جب اسے کوئی کانٹا چبھ جائے تو نہ نکالا جائے۔''

اس بددعا میں ان کے برے انجام کی ترجمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر وہ ناپاک گڑھے کی گہرائی میں جا گرتے ہیں اور فاسد اغراض کی ذلت آمیز دلدل سے نجات پانے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ جبکہ بہترین، خوش بخت اور خوشحال مومن وہ ہے کہ اجتماعی امور میں کسی منصب اور مرتبے کا خود طلبگار نہ ہو بلکہ اسے جہاں، جس وقت اور جس عمل کے لئے مامور کیا جائے وہ اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن سرانجام دے۔''[۳۳]

---

۳۳ شرح النّووی: ٢/ ٢٨٠ + فتح الباری: ٦/ ٤٢١-٤٢٣

مذکورہ بالا حدیث کی ایک سند کے الفاظ یوں ہیں:

''وہ اگر اجازت چاہے تو اجازت نہیں دی جاتی اور کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی ۔''

یہ الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ وہ مجاہد لوگوں کی نظروں میں بڑے مرتبے والا اور مقبول و مشہور نہیں بلکہ متواضع ، منکسر المزاج ، مسکین اور گمنام ہے۔

طوبیٰ کا معنیٰ:

یہ لفظ باب :طَابَ یَطِیبُ سے اسم تفضیل مؤنث " فُعلٰی " کے وزن پر ہے ۔یہ ایک محذوف موصوف کی صفت ہے اور موصوف محذوف "خَصلَةٌ "ہے۔ یعنی : خَصلَةٌ طُوبٰی لِعَبْدٍ.......... مذکورہ شخص بہت ہی خوش حال اور عمدہ خصلت کا مالک ہے ۔ یا نبی ﷺ کی طرف سے اس کے لئے دخول جنت کی دعا ہے ۔کیونکہ طوبیٰ جنت کے ایک عالی شان درخت کو بھی کہتے ہیں۔'' [۳۴]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی کتابوں میں یوں عنوان قائم کئے ہیں'' اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی فضیلت اور اس آنکھ کا ثواب جو اللہ کے راستے میں بیدار رہتی ہے ۔'' ان عنوانات کے تحت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[٦٠٤] ((عَينَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَينٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَينٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ)) [۳۵]

''دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی :ایک وہ آنکھ جو خشیت الٰہی سے روتی ہو، دوسری وہ جو رات بھر اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی رہی۔''

[٦٠٥] امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں

---

[۳۴] فتح البارى: ٦/ ٤٢٣

[۳۵] صحيح التِّرمذى= أبواب فضائل الجهاد: باب فضل الحرس فى سبيل اللّٰه عزَّو جلَّ، الحديث: ١٣٣٨+ صحيح النِّسائى= كتاب الجهاد : باب ثواب عين سهرت فى سبيل اللّٰه عزَّوَجَلَّ، الحديث: ٢٩٢٠

پہرہ داری کیلئے مقرر فرمایا۔ صبح ہونے پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:((هَلُ نَزَلُتَ اللَّيُلَةَ ؟))'' کیا تو رات کو اپنی سواری سے نیچے اترا ہے؟تو اس نے عرض کیا:((لَااِلَّا مُصَلِّيًا اَوُ قَاضِيًا حَاجَّةً)) '' میں نماز یا قضائے حاجت کے علاوہ سواری سے نیچے نہیں اترا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :((فَقَدُ اَوُجَبُتَ فَلَا عَلَيُكَ اَنُ لَّا تَعُمَلَ بَعُدَهَا))'' تو نے (اپنے لئے جنت)واجب کر لی۔ اس کے بعد تو اگر کوئی بھی نیک عمل نہ کرے تو تیرے لئے کوئی نقصان نہیں۔'' [۳۶]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں سورۂ آل عمران کی آیت: [٦٠٦] ﴿ وَ صَا بِرُوُا وَ رَابِطُوُا...... ﴾ '' تکالیف میں بھی اللہ کے دین پر جمے رہو اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو'' کا تذکرہ کیا ہے۔

اس آیت کی تشریح وتفسیر میں اللہ کے راستہ پہرہ دینے اور مورچوں پر ڈٹے رہنے کے فضائل میں متعدد احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٠٧] ((مَنُ مَّاتَ مُرَابِطًا فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اُجرِیَ عَلَيُهِ عَمَلُهُ الصَّالِحُ الَّذِیُ كَانَ يَعُمَلُهُ وَاُجرِیَ عَلَيُهِ رِزُقُهٗ وَ اَمِنَ الفَتَّانَ وَ بَعَثَـهُ اللّٰهُ يَوُمَ القِيَامَةِ اٰمِنًا مِنَ الفَزَعِ)) [۳۷]

''جو شخص سرحدوں پر مورچہ بندی کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کا نیک عمل، جسے وہ دنیا میں کرتا تھا جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق بھی جاری کر دیا جائے گا، عذاب قبر سے محفوظ کرلیا جائے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سب سے بڑی پریشانی سے بھی محفوظ رکھے گا (یعنی قیامت کے دن کا سب سے بڑا خوف جو ہر نیک و بد پر طاری ہوگا اس سے وہ بے خوف ہوگا)

◎ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' وَ القَولُ الصَّحِيحُ هُوَ اَنَّ الرِّبَاطَ هُوَ المُلَازَمَةُ فِیُ سَبِيلِ اللّٰهِ ، اَصلُهَا مِنُ رَبطِ الخَيُلِ...... وَ نَاقِلًا عَنِ الُخَلِيُلِ اللُّغَوِیِّ قَالَ: الرِّبَاطُ مُلَازَمَةُ الثُّغُورِ وَ مُوَاظَبَةُ

---

[۳۶] صحیح أبی داؤد= کتاب الجھاد: باب فی فضل الحرس فی سبیل اللّٰہ تعالٰی ، الحدیث: ۲۵۰۱، اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے السُّنن الکبریٰ میں روایت کیا ہے۔

[۳۷] صحیح ابن ماجة= کتاب الجھاد: باب فضل الرِّباط فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث:۲۲۳۴

الصَّلٰوۃِ اَیۡضًا ...... وَ مِنۡ اَعۡظَمِھا وَ اَھَمِّھَا ارۡتِبَاطُ الۡخَیۡلِ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَا نَصَّ عَلَیۡہِ فِی التَّنۡزِیۡلِ فِیۡ قَوۡلِہٖ :[٦٠٨]﴿ وَ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ...... ﴾ [الانفال=٨:٦٠] وَ ارۡتِبَاطُ النَّفۡسِ عَلَی الصَّلَوَاتِ کَمَا قَالَ النبی ﷺ —— وَ لَا عِطۡرَ بَعۡدَ عَرُوۡسٍ ——)) [۳۸]

''صحیح قول یہی ہے کہ'' رباط'' اللہ کی راہ میں پابند رہنے کا نام ہے۔جس کا اصل تعلق گھوڑے باندھنے سے ہے۔لغت کے امام خلیل لغوی سے منقول ہے کہ'' رباط'' سرحدوں میں پابند رہنے اور نمازوں پر باقاعدگی اور پابندی کرنے کا نام ہے۔اہم ترین اور عظیم ترین'' رباط'' اللہ کی راہ میں گھوڑے باندھنا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:'' اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑے تیار رکھو'' اور'' نفس کو نمازوں کی باقاعدگی میں پابندی کرانا'' رباط کا دوسرا شرعی معنیٰ ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' نمازوں کی پابندی کرنا بھی رباط ہے۔''مشہور ضرب المثل ہے کہ'' دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر تو کوئی خوشبو نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں سب اقوال ہیچ ہیں۔''

رباط فی سبیل اللہ کا دوسرا شرعی معنیٰ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٠٩] ((اَلَا اَدُلُّکُمۡ عَلٰی مَا یَمۡحُوا اللّٰہُ بِہِ الۡخَطَایَا وَ یَرۡفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ ۔ قَالُوا: بَلٰی یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ ! قَالَ اِسۡبَاغُ الۡوُضُوۡءِ عَلَی الۡمَکَارِہِ وَ کَثۡرَۃُ الۡخُطَا اِلَی الۡمَسَاجِدِ وَ انۡتِظَارُ الصَّلَاۃِ بَعۡدَ الصَّلٰوۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ)) [۳۹]

'' کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند فرما دیتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں ،یا رسول اللہ (ﷺ) ! آپ نے فرمایا: شدید سردی اور دیگر عوارض کے باوجود وضو کو مکمل کرنا، مساجد کی طرف زیادہ چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہنا۔ یہ تمہارا رباط ہے، یہ تمہارا

---

۳۸ تفسیر القرطبی:٤/٢٠٦،٢٠٨، تفسیر ابن کثر:١/٤٨٢،٤٨٣

۳۹ صحیح مسلم= کتاب الطّہارۃ :باب فضل إسباغ الوضو علَی المکارہ ، الحدیث:٢٥١۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

رباط ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں امام نووی رحمہ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اور امام ابوولید الباجی رحمہ اللہ علیہ نے المنتقٰی شرح المؤطّا میں مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”لغت اور شریعت کے اعتبار سے اصل اور حقیقی رباط تو سرحدوں میں پابند رہنا ہے، تاہم اس صحیح حدیث کی بناء پر نمازوں کے انتظار میں پابند رہنا بھی شرعی رباط ہے۔“

اس کی مثال وہ آیت تطہیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۶۱۰] ﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ [الاحزاب=۳۳:۳۳]

”سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے پلیدگی دور کردے، اے اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تم کو اچھی طرح پاک کردے۔“

اس آیت کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے:

[۶۱۱] ((اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِی))[۴۰]

”اے اللہ یہ (علی، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم) بھی میرے اہل بیت ہیں۔“

قرآن کے سیاق و سباق سے تو یہ ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل بیت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیگمات ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کے مطابق مذکورہ حضرات بھی اس میں شامل ہیں۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی صریح عبارت یہی بتلاتی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں جم جانا ہی حقیقی اور شرعی رباط ہے لیکن جس حدیث میں نمازوں کے انتظار کو بھی رباط کہا ہے اس حدیث کے مطابق نمازوں کا انتظار بھی شرعی رباط ہے۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

۱. شرح النَّووی: ۱/۱۲۷
۲. تفسیر القرطبی: ۴/۲۰۶
۳. المنتقٰی شرح المؤطّا=کتاب الصلٰوۃ: باب انتظار الصّلٰوۃ: ۱/۲۸۵
۴. الکشّاف للزّمخشَری: ۱/۴۶۰
۵. فتح القدیر للشّوکانی: ۱/۴۱۵،۴۱۶
۶. منار السَّبیل: ۱/۲۸۶

---

[۴۰] صحیح التِّرمذی= کتاب المناقب: باب مناقب أَھل بیت النَّبیِّ صلَّی اللّٰہ عَلَیہ وسلَّم، الحدیث: ۲۹۷۹ + صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابۃ: باب من فضائل علیِ ابن أبی طالب رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ۲۴۰۴

مذکورہ آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① جہاد کے لئے سرحدوں میں گھوڑے باندھے رکھنا جہاد کی تیاری کا دوسرا اہم باب ہے اور اس کے فوائد وثمرات بھی بعینہ وہی ہیں جو دیگر اقسام کی تمام قوتوں اور طاقتوں کے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ان کافروں کے لئے اپنی طاقت کے مطابق قوت تیار رکھو اور گھوڑے بھی باندھے رکھو۔'' [الأنفال=٨: ٦٠] لہٰذا جو فوائد دیگر تمام قسم کی ''قوت'' کے ہیں وہی فوائد گھوڑے باندھنے کے ہیں۔

② جہاد کی تیاری، قوت و طاقت کا مہیا رکھنا، گھوڑے باندھے رکھنا بلا امتیاز اور بلا تفریق امت کے ہر عاقل، بالغ اور غیر معذور مرد پر فرض عین ہے۔ اس کے لئے کسی حالت میں بھی کسی مخلوق کی اجازت کی کوئی شرط اور قید نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے احکامات عام ہیں۔ جہاد کو نکلنے کے لئے فرض عین ہونے کی شرائط و قیود کا اطلاق ان پر اس لئے نہیں ہوسکتا کہ جنگ کے لئے نکل پڑنا اور دشمن کا باقاعدہ آمنا سامنا جہاد کا بالکل آخری مرحلہ ہے۔ جہاد کی تیاری ان سے قطعی مختلف ہے کیونکہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ فرائض کی تعلیم کا حاصل کرنا، چونکہ ہر مسلمان مرد پر فرض ہے اس لئے ہر شخص اس کا پابند ہے۔

③ آخرت کی کامیابی اور کامرانی کا حصول درج ذیل چار مراحل کو طے کرنے پر موقوف ہے:

① اللہ کی اطاعت میں صبر سے کام لینا۔

② اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔

③ اللہ کے راستے میں سرحدوں پر جمے رہنا۔

④ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

④ سورہ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۰۰ [٦١٢] ﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا ﴾ میں صبر انفرادی عمل ہے۔ جبکہ اسی آیت میں ﴿صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا﴾ میں ایک دوسرے کی تکالیف پر ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر جمنا مقابلے کے اعمال ہیں، جن میں دوسرے کی شرکت ضروری ہے۔ ان الفاظ سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا مراد ہے۔ لہٰذا لغت اور نحو کے قواعد اور شرعی نصوص کے مطابق ان اعمال کا

بمقابلہ دشمن ہونا تسلیم شدہ معاملہ ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صَابِرُوا العَدُوَّ وَ رَابِطُوا الخَيلَ"

دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہو اور گھوڑے باندھے رکھو۔"

⑤ اللہ کے راستے میں ایک دن کا "رباط" دنیا اور دنیا کی ہر چیز کو اللہ کی اطاعت میں صرف کردینے سے زیادہ افضل ہے۔ دنیا و مافیھا کی تمام نعمتیں جنت میں ایک چھڑی رکھنے کے برابر جگہ سے بھی کمتر اور ہیچ ہیں۔ اسی طرح ایک دن کا "رباط فی سبیل اللہ" ایک ہزار ماہ کے قیام وصیام سے زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ بیت اللہ میں عبادت کرنے سے بھی افضل و برتر ہے۔ شیخ تقی الدین نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے۔[41]

⑥ اللہ کی راہ میں سرحدوں پر پہرہ دینے والا حالت رباط میں فوت ہوجائے تو اس کے تمام نیک اعمال کا بلحاظ اجروثواب جاری رہنا، جنت سے رزق کا حاصل ہونا اور عذاب قبر سے محفوظ ہونا اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

⑦ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کو نکلنا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اللہ کی راہ میں صرف کردینے سے افضل و برتر ہے۔ جنت میں ایک کمان کے برابر یا ایک ہاتھ برابر جگہ پوری کائنات سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے۔

⑧ اہل جنت بالخصوص مجاہدین کو عطا کی جانے والی حوروں کا حسن و جمال اور ان کی طہارت و نفاست بے مثال و لا زوال ہے۔

⑨ ایک گھڑی بھر کا "رباط فی سبیل اللہ، بھی حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کے قیام سے افضل ہے۔

⑩ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے غبار آلود ہونے والے قدموں پر جہنم کی آگ حرام کردی گئی ہے۔

⑪ خوف الٰہی سے رونے والی اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھیں دوزخ کی آگ میں کبھی داخل نہ ہونگی۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ کا دھواں مسلمان کے نتھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔

⑫ درہم و دینار اور دنیا کے دیگر خوبصورت نقوش کے پرستار ذلیل و خوار اور انجام کار میں

---

[41] منار السَّبيل: ١/٢٨٦

ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں جنت کی نعمتوں کا متمنی مجاہد فی سبیل اللہ ہے (کہ وہ امیر کی سمع و طاعت کرتے ہوئے) پہرے پر کھڑا کیا جاتا ہے تو وہاں ڈیوٹی دیتا ہے۔ لشکر چلانے پر مامور ہے تو وہیں فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ یعنی ہر فریضہ کا حق ادا کرتا ہے۔ شہرت و مقبولیت کا دلدادہ نہیں۔

⑬ مجاہدین کی پہرہ داری رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اور خوف و ہراس کی حالت میں امیر کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہیئے۔

⑭ اللہ کے راستے میں پہرہ دینا جنت میں جانے کا باوثوق اور لازمی ذریعہ ہے۔

⑮ ایک نماز پڑھ لینے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا بھی رباط فی سبیل اللہ ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے ''رباط'' کے ساتھ اس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جب جہاد فی سبیل اللہ والا رباط فرض عین ہوگا تو غزوۂ احزاب اور غزۂ بنی قریظہ کی طرح جہاد مقدم اور نمازیں مؤخر ہونگی۔

⑯ اللہ کے راستے میں مورچہ بند ہونے والا وہ شخص ہے جو محض جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے سرحدوں پر پابند رہے۔ لیکن جو لوگ سرحدوں کے باشندے ہیں وہ اس میں شامل نہیں۔ اِلَّا یہ کہ سرحدیں غیر محفوظ ہوں اور وہ اس حالت میں نیک نیت کے ساتھ وہاں مقیم رہیں۔[۴۲]

⑰ افضل ترین رباط وہ ہے جس میں خوف و خطرہ زیادہ ہو۔ اس لئے کہ بخاری میں حدیث رسول ہے:

[٦١٣] ((اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَیْءٍ))[۴۳]

''مگر وہ آدمی جو خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال کو لے کر نکلتا ہے۔ پھر واپس کچھ بھی نہیں لے کر آتا اور جمہور فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔[۴۴]

⑱ قرآن وسنت کے پختہ دلائل کے مطابق دین اسلام میں صبح و شام کے مبارک سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سرحدوں پر مورچہ بند رہنا ہی اصل رباط ہے۔ جس کے فضائل

---

[۴۲] تفسیر القرطبی: ٤/٢٠٦

[۴۳] صحیح البخاری= کتاب العیدین : باب فضل العمل فی أَیَّام التَّشریق، الحدیث:٩٢٦

[۴۴] منار السَبیل:١/٢٨٦

ومناقب کوسستی کے مارے ہوئے کم ہمت، نالائق اور نااہل افرادامت نے بےخوف و خطر دعوت وتبلیغ میں مشغول رہنے پر چسپاں کر دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے خود ساختہ دین کی بنیاد استوار کر لی۔ ان کے خلاف جہاد بذات خود ایمان کے مکمل ہونے کی شرط ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ میرے بعد کچھ ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہوجائیں گے:

[٦١٤] ((يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ......))

''وہ جو باتیں کریں گے ان پر وہ عمل نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوگا۔ جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے......'' [۴۵]

((................ ❀❀❀❀❀ ....))

[۴۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٣٥

باب:۱۰

قرآنِ کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

قرآن مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیات :۷۲ تا۷۵ میں ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی دین میں اہمیت کو واضح کیا ہے، مہاجرین اور انصار کے درمیان باہمی تعاون کے مضبوط دینی رشتوں کا تذکرہ فرمایا ہے، صرف ہجرت ، نصرت دین اور جہاد فی سبیل اللہ کو ہی ایمان اور اسلام کے صحیح ہونے اور برحق ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٦١٥]﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌO﴾[الأنفال=٨:٧٤]

’’اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی خاطر ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، بس یہی لوگ برحق مومن ہیں اور انہی کے لئے اللہ کی مغفرت اور بخشش ہے اور عزت وتکریم والا رزق ہے۔‘‘

گویا مومنین ،مجاہدین، مہاجرین اور انصار کے لئے دنیا کی نعمت باہمی نصرت ومحبت ، بھائی چارہ اور دوستی ہے۔ جس کے فوائد وثمرات ، اجتماعی قوت ، زمین میں حصول اقتدار اور خلافت و امارت کی شکل میں حاصل ہوئے ۔آخرت کا انعام گناہوں کی مغفرت اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں کا حصول اس کے علاوہ ہے۔ مزید خوشخبری یہ کہ نیکی کے کاموں میں ان کی پیروی کرنے والے ،بعد میں ایمان لانے والے اور ان کے ساتھ مل کر ہجرت و جہاد کرنے والے بھی ان کے اس اعزاز میں شریک ہونگے۔‘‘ [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٦١٦]﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO﴾[الحجرات=٤٩:١٥]

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر :٢/٣٦٣-٣٦٥+ فتح القدير للشوكانى:٢/٣٢٩-٣٣٠+ روح المعانى للآلوسى:١٠/٣٤،٣٥

''مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر دل سے ایمان لائے، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ایسے ہی لوگ سچے ہیں۔''

سورۃ الحجرات کی آیات:(۱۴،۱۶۔۱۸) جو مذکورہ بالا آیت کا سیاق و سباق ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان دیہاتیوں کو جو تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ اختیار کیے بغیر ایمان کا دعویٰ کر رہے تھے، ان کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اگرچہ تم بظاہر مسلمان ہو۔اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کرو گے۔(جان و مال سے) جہاد فی سبیل اللہ اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔کیا تم اللہ تعالیٰ کو جو زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہے، اپنا دین جتلاتے ہو اور نبی ﷺ پر احسان رکھتے ہو۔احسان تو اللہ کا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔وہ بلا شبہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیب جانتا ہے۔''

نتیجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان کا محض دعویٰ کر دینا ہی سچے مومن ہونے کی دلیل نہیں۔اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لئے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنا شرط اول ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[٦١٧]﴿ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَO ﴾ [الحجرات= ١٥:٤٩]

''صرف وہی لوگ (ایمان کے دعوی میں سچے ہیں (جو جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں)۔''

یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمت اور مغفرت کے اصل امیدوار ہیں۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[٦١٨]﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ O ﴾ [البقرة=٢١٨:٢]

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا،بس یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔''

وہی لوگ اپنے رب کے فضل و کرم کے سچے طالب ہیں۔جیسا کہ فرمان الٰہی ہے :

[٦١٩]﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ

فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَ یَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O ﴾

[الحشر= ۸:۵۹]

"(بغیر جنگ کئے کفار سے جو مال حاصل ہو) ان پر فقراء اور مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے۔ وہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا مندی کو تلاش کرتے ہیں اور (جہاد کے ساتھ) اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ سچے ایماندار ہیں۔"

سورۃ الحشر کی آیت: ۶، ۷ کو پڑھئے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بغیر جنگ کے عطا فرمایا ہے، سو تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ دیہاتیوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دلایا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے اور نبی کے قرابتداروں کا، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ تاکہ وہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھوں میں جمع نہ ہوجائے اور رسول اللہ ﷺ تمہیں جو کچھ دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ شدید عذاب والا ہے۔"

آیت: ۹ میں فرمایا: غزوۂ بنی نضیر میں حاصل ہونے والا مال تنگدست مہاجرین کی طرح ان لوگوں کا بھی حق ہے جنہوں نے مدینہ میں مہاجروں سے پہلے اپنا ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے۔

سیاق و سباق پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ سچے ایمانداروں کا خاص شعار ہے اور یہی اللہ کے فضل و کرم کے حصول کا اصل راستہ ہے۔ یہ سچے مومنوں کے تعارف کے چند نمونے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت ساری آیات اور صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلیل ہیں۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

۱. تفسیر سورۃ الأنفال و سورۃ التّوبۃ از تفسیر ابن کثیر جلد:۲
۲. فتح القدیر للشّوکانی جلد:۲
۳. روح المعانی جلد :۹۔۱۱
۴. تفسیر القرطبی جلد:۷،۸
۵. تفسیر الطّبری جلد:۹۔۱۱

جہاد کے لئے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٦٢٠] ﴿ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

[النِّساء=٤: ٩٥، ٩٦]

”مومنین میں سے جو لوگ جہاد سے بیٹھ رہیں (علاوہ نابینا اور معذور کے) وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ اور درجہ میں فضیلت دے رکھی ہے اور سب کے ساتھ اللہ نے اچھا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت عظیم الشان اجر و ثواب کے ساتھ فضیلت بخشی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے بہت سے مرتبے اور درجے ہیں۔ علاوہ ازیں گناہوں کی بخشش ہے اور رحمت و مہربانی ہے اور اللہ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”سوائے معذور افراد“ کے الفاظ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی کی اس شکایت و تمنا پر نازل ہوئے کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

[٦٢١] ((وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُ)) [1]

”اللہ کی قسم! اگر مجھ میں استطاعت ہوتی تو میں ضرور جہاد کرتا۔“

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بیٹھ رہنے والوں سے مراد غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے والے لوگ ہیں۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

﴿ اَلْحُسْنٰى ﴾ سے مراد جنت اور عظیم الشان جزا ہے۔ مجاہدین اور قاعدین دونوں کے لئے ﴿ اَلْحُسْنٰى ﴾ کا وعدہ جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی صورت میں ہے۔ لیکن جب وہ فرض عین ہوگا تو جہاد کو چھوڑ دینا اور جہاد سے پیچھے رہنا یقیناً دردناک عذاب کا سبب اور موجب ہے۔ جیسا کہ

[1] صحيح البخاري= كتاب التَّفسير: تفسير سورة النِّساء: باب لا يستوى القاعدون من المومنين، الحديث: ٤٣١٦

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢٢] ﴿ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا ۙ﴾ [التّوبة=٩:٣٩]

''اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تم کو شدید ترین عذاب سے دو چار کرے گا۔''

درجات سے مراد صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق ایک سو ایسے درجات اور منزلیں ہیں جن کے ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔[۳]

جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢٣] ﴿ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَۃَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ کَمَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ جٰہَدَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ لَا یَسۡتَوٗنَ عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ۝ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَھَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً عِنۡدَ اللّٰہِ ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ۝یُبَشِّرُہُمۡ رَبُّہُمۡ بِرَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَ رِضۡوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّہُمۡ فِیۡہَا نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ۝خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗۤ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ۝﴾ [التّوبة=٩:١٩-٢٢]

''کیا تم نے حجاج کرام کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کے آباد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو آپس میں برابر ٹھہرا دیا ہے؟ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ لوگ ہیں اور وہی لوگ کامیابی اور کامرانی پانے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انہیں اپنی خاص رحمت، رضا مندی اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا شاندار اجر وثواب ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے آیات مذکورہ بالا کے شان نزول میں چند اقوال نقل کئے ہیں:

---

[۳] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب درجات المجاهدين فی سبيل الله، الحديث:٢٦٣٧+صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب بيان ما اَعَدَّهُ الله تعالىٰ للمجاهد فی الجنَّة من الدَّرجات، الحديث:١٨٨٤+ تفسير ابن كثير:١/٥٩٤،٥٩٥

١ یہ مشرکین مکہ یا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئیں ہیں (جب وہ اسلام لانے سے قبل غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے قیدی بنے)۔ جنھوں نے کہا کہ: ''ہم حجاج کرام کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہمارا عمل ایمان و اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل و برتر ہے۔'' [۴]

٢ یہ آیات صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئیں جنھوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور بیت اللہ میں عبادت کے لئے مصروف رہنے کو اسلام کے بعد سب سے افضل عمل قرار دیا تھا۔ جبکہ ایک صحابی نے جہاد فی سبیل اللہ کو تمام اعمال پر فوقیت دی تو اللہ نے جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھنے والے کی تصدیق اور تائید میں یہ آیات نازل کیں۔ [۵]

مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوا:

① مساجد (بالخصوص مسجد حرام) کو آباد کرنا اگرچہ بہت بڑا اجر و ثواب ہے اور عظیم عبادت ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[٦٢٤] ﴿ اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ...... ﴾ [التّوبة =٩:١٨]

''اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

[٦٢٥] ((اِذَا رَاَيۡتُمُ الرَّجُلَ يَعۡتَادُ الۡمَسۡجِدَ فَاشۡهَدُوۡا لَهٗ بِالۡاِيۡمَانِ)) [٦]

''جب کسی شخص کو مساجد کی خدمت کرتا دیکھو تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دے دو۔''

لیکن یہ اعمال اسلام میں اپنی غیر معمولی حیثیت کے باوجود جہاد کے مساوی اور ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجاہد اپنے مال کے ساتھ ساتھ اپنی محبوب ترین چیز (زندگی) بھی اللہ کے لئے

---

[۴] تفسیر ابن کثیر: ٢/٣٧٧

[۵] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الشّهادة فی سبیل اللّٰه ، الحدیث: ١٨٧٩+ فتح القدیر للشّوكانی: ٢/٢٤٥+ تفسیر ابن كثیر: ٢/٣٧٧+ تفسیر القرطبی: ٨/٥٩۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام ابن حبان رحمة اللّٰه علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

[٦] سنن التّرمذی= كتاب التَّفسیر : باب سورة التَّوبة+ المستدرك علَى الصَّحیحَین: كتاب التَّفسیر تفسیر سورة التوبة: باب اسماء صنادید الكفر و الأَمر بِقِتَالِهِمۡ ، اس حدیث کو امام ابن حبان ، امام ابن خزیمہ اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں مذکورہ بالا حوالہ جات۔

قربان کردیتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ تمام اسلامی عبادات میں افضل عبادت ہے۔

③ جہاد فی سبیل اللہ کو دیگر عبادات حتیٰ کہ کعبۃ اللہ کا حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام میں عبادت الٰہی میں مصروف رہنے سے کم تر یا ان کے مساوی سمجھنے والے اللہ کے نزدیک ظالم ہیں۔ جو مالی اور جانی قربانی (یعنی جہاد) کو صرف مالی قربانی کے (جہاد کے علاوہ ہر عبادت) کے برابر قرار دے کر بے انصافی کرتے ہیں۔

④ مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مومن اللہ کے نزدیک سب سے بڑے مرتبے والے ہیں۔

⑤ صرف وہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں، اللہ کی خصوصی رحمت اور اس کی خوشنودی و رضامندی کے اصل مستحق ہیں ۔انہی کے لئے بہشتوں کی دائمی اور ابدی نعمتوں کی بشارتیں ہیں۔[۱]

جہاد اور جنت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٦٢٦] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO التَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السّٰٓئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَO﴾ [التّوبة=٩: ١١١-١١٢]

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں کہ اس کے بدلے میں انکے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، (کفار کو) مارتے ہیں اور خود مارے جاتے ہیں ۔یہ اللہ کا پختہ اور سچا وعدہ ہے توراۃ، انجیل اور قرآن میں اور

[۱] خلاصہ کلام از فتح القدیر للشّوکانی:٢/٣٤٥،٢٤٦+ روح المعانی للآلوسی: ١٠/٦١،٦٢+ تفسیر القرطبی: ٨/ ٥٩، ٦٠+ تفسیر ابن کثیر:٢/٣٧٧، ٣٧٨

اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ سو مسلمانو! تم اپنے اس سودے پر جو تم کر چکے ہو خوشی مناؤ اور وہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ وہ (مومن) توبہ کرنے والے، عبادت گزار، اللہ کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، (نمازوں میں) رکوع اور سجود کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور اے نبی (ﷺ)! ایسے ایمانداروں کو (جنت اور رضائے الٰہی کی) خوشخبری سنادو۔''

﴿السَّائِحُوْنَ﴾ کا معنٰی:

سیاحت کا ایک معنٰی جہاد فی سبیل اللہ بھی منقول ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ:

[٦٢٧] ((اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِيَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى)) [8]

'' میری امت کی سیاحت (سیر و تفریح) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

لیکن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿السَّائِحُوْنَ﴾ کا معنٰی ''روزہ دار'' زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے متعدد اقوال ذکر کئے ہیں۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی سند سے روایت کی ہوئی ایک روایت نقل فرماتے ہیں:

[٦٢٨] ((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ السَّائِحِيْنَ فَقَالَ : هُمُ الصَّائِمُوْنَ)) [9]

'' نبی ﷺ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا ﴿السَّائِحُوْنَ﴾ روزہ دار ہیں۔''

اس کی سند صرف تابعی تک پہنچتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچتی۔ یہ روایت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں صحیح ترین اور مشہور ترین روایت ہے۔

﴿السَّائِحُوْنَ﴾ سے یہ سیاحت مراد نہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں، غاروں اور جنگلوں میں گوشہ نشینی اور سیر و تفریح اختیار کی جائے اور اس کو عبادت کا درجہ دیا جائے۔ یہ قرآن کے مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں فتنوں اور زلزلوں کے مخصوص حالات کے علاوہ ایسے تصوف، گوشہ نشینی اور خلوت کی کوئی گنجائش نہیں۔

فتنوں کے حالات میں عزلت اور خلوت اختیار کرنے کی دلیل درج ذیل وہ حدیث ہے

---

8. صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد : باب فی النَّهی عن السِّیاحة ، الحدیث:٢٤٨٦

9. تفسیر ابن کثیر: ٢ / ٤٣١

جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے :

[٦٢٩] ((يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ)) [10]

''یعنی وہ مومن اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لئے فتنوں سے دور بھاگ جاتا ہے ۔''

﴿ اَلْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ﴾ کا معنیٰ :

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے :

((اَلْقَائِمُوْنَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ ، اَلْقَائِمُوْنَ لِفَرَائِضِ اللّٰهِ، اَلْقَائِمُوْنَ عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ ۔)) [11]

''یعنی اللہ کی اطاعت کے پابند، فرائض دینیہ کو باقاعدگی سے ادا کرنے والے، اللہ کے حکم (یعنی دعوت و جہاد فی سبیل اللہ) پر قائم رہنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات جہاد کے فضائل اور مجاہدین کی صفات کے متعلق جامع ترین ہدایات اور تعلیمات ہیں جن میں مجاہدین کے بنیادی اوصاف اور احوال بیان کئے گئے ہیں اور جہاد کا اصل اور سب سے بڑا پھل (جنت کی صورت میں) مذکور ہوا ہے۔ اسی طرح مجاہد کا عمل سب سے بڑا عمل ہے جس کے بدلے میں اس قدر عظیم الشان اجروثواب کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے مفسرین قرآن اور محدثین اسلام نے مذکورہ آیات سے استدلال کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کو سب سے افضل عمل اور مجاہد کو سب سے افضل انسان قرار دیا ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ:

[٦٣٠] ((اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ)) [12]

''کونسے لوگ بہترین ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مومن اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو۔''

◎ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جان قربان کردینا سب سے بڑی قربانی ہے ۔ لہٰذا اس کا معاوضہ (جنت کی شکل میں) اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے ۔'' جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

---

[10] صحیح البخاری= کتاب الایمان : باب من الدِّین الفرار من الفِتَن، الحدیث: ١٩

[11] تفسیر ابن کثیر: ٢ / ٤٣١ + فتح القدیر للشَّوکانی:٢ / ٤٠٨، ٤٠٩ + تفسیر القرطبی: ٨ / ١٧١، ١٧٢

[12] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٢٧٣

يَجُوْدُ بِالنَّفْسِ إِنْ ضَنَّ الجَبَانُ بِهَا
وَالجُوْدُ بِالنَّفْسِ اَقْصٰى غَايَةِ الجُوْدِ

''مجاہد بزدلوں کے بخل کے وقت اپنی جان کی سخاوت کر دیتا ہے اور جان کی سخاوت ، سخاوت کی انتہا کا آخری مقام ہے۔'' [۱۳]

جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٣١] ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآئُكُمْ وَ اَبْنَآءُ كُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِى سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى القَوْمَ الفٰسِقِيْنَO ﴾ [التَّوبة=٩:٢٤]

''اے نبی ﷺ! مسلمانوں سے (یہ بات) کہہ دو کہ اگر تمہارے آباء واجداد، بیٹے، بھائی ، بیویاں ،رشتہ دار، کمایا ہو امال، وہ تجارت جس میں نقصان کا خوف ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظارکرو۔ حتیٰ کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کوراہ ہدایت پرنہیں لگاتا۔''

سورۃ التوبہ کی آیت : ۲۳ جو آیت بالا سے پہلی آیت ہے،اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اے ایماندارو! اپنے آباؤ اجداد اور بھائیوں کو اپنے دوست و احباب مت بناؤ (اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفرکو محبوب ٹھہرالیں) اور جو شخص تم سے ان کو دوست بنائے گا تو ایسے لوگ ہی ظالم ہوں گے۔'' [التَّوبة= ٩:٢٣]

اس آیت میں عمومی طور پر تمام مومن مخاطب ہیں یا وہ مہاجر اور مجاہد مخاطب ہیں جن کو حکم دیا گیا کہ آپ ایسے قریبی رشتہ داروں سے بائیکاٹ کریں جو دار الکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام میں آ کر پناہ نہیں لیتے۔

یہ مفسرین کے دو قول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[۱۳] فتح القدير للشوكاني:٢/٤٠٧ + تفسير ابن كثير :٢/٤٣٠،٤٣١ + تفسير القرطبي:٨/١٧٠

[٦٣٢] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ...... ﴾ [المائدة=٥:٥١]

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ......''

گویا کفار و مشرکین کی طرح ہجرت اور جہاد نہ کرنے والوں کے ساتھ مکمل طور پر بائیکاٹ کا حکم ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے۔ [14]

﴿حتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ کا معنیٰ:

اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنی مشیت اور ارادے کے مطابق جہاد نہ کرنے پر سزا دے گا۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا:

[٦٣٣] ﴿ وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ٥ ﴾ [التَّوبة= ٩:٢٤]

''اللہ تعالیٰ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

[٦٣٤] ((وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ)) [15]

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص تم میں سے ایماندار نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو تمام کائنات سے زیادہ محبوب بنا لینے کا معنیٰ دراصل کیا ہے؟ وہ خود قرآن نے واضح کردیا:

﴿وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ کا معنیٰ:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد تمہارے نزدیک آباؤ اجداد، اولاد اور بھائیوں، بیویوں اور دیگر رشتہ داروں، مال و دولت، کاروبار اور دل پسند تجارت سے زیادہ پسندیدہ اور پیارا ہونا چاہیے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔ [16]

---

[14] فتح القدیر للشّوکانی:٢/٣٤٦

[15] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٢٣٠

[16] تفسیر ابن کثیر: ٢/٣٧٨+ فتح القدیر للشّوکانی:٢/٣٤٦،٣٤٧+القرطبی: ٨/٦١،٦٢

جہاد کامیابی اور بھلائی کی ضمانت ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[٦٣٥] ﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَO اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُO﴾ [التَّوبة=٩: ٨٨،٨٩]

”لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے تو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ بس انہی لوگوں کیلئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں ۔ اللہ نے ان کیلئے ایسی بہشتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ مقیم رہیں گے۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے۔“

سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان برپا ہونے والے مشہور معرکہ ”غزوۂ تبوک“ سے پیچھے رہ جانے والے منافقین پر تبصرہ فرمایا ہے:

”جو لوگ (منافق) جہاد سے پیچھے رکھے گئے ہیں وہ اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہنے پر بڑے خوش ہیں۔ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کو ناپسند کیا اور دوسرے کو بھی (بہکاتے ہوئے) کہنے لگے: ”سخت گرمی میں جہاد کی طرف مت نکلو“ (اے نبی ﷺ!) ان سے کہہ دو: جہنم کی آگ (اس گرمی سے) زیادہ سخت ہے۔ کاش! وہ سمجھ لیتے ۔ وہ (دنیا میں) تھوڑا سا ہنس لیں (آخرت میں) بہت زیادہ روئیں گے۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو وہ کماتے رہے تھے۔“ [التَّوبة=٩: ٨١،٨٢]

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

”اور جب کوئی سورت اس حکم کے ساتھ نازل ہوتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو ان میں سے تندرست اور مالدار کہتے ہیں: ہمیں گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دیجئے۔ وہ اس بات پر راضی ہیں کہ گھریلو عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں ۔ ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ پس وہ (جہاد کے فوائد کو) نہیں سمجھ رہے۔“ [التَّوبة= ٩: ٨٦-٨٧]

اس سیاق و سباق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ پر ایمان رکھنے والوں کی لازمی صفات میں یہ شامل ہے کہ جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے جہاد

فی سبیل اللہ کی تمام سختیوں اور مصائب کو برداشت کرنے والے ہوں، ہر ممکن صورت میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے قربان کرنے والے ہوں اور یہ کہ مذکورہ بالا صفات سے محروم انسان دعویٰ ایمان رکھنے کے باوجود علیم وحکیم اللہ تعالیٰ کی نظر میں منافق ہیں، پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔ احمق ہیں، دنیا میں خوب ہنسنے والے اور آخرت کے دن خوب رونے والے ہیں۔ مرد ہوتے ہوئے بھی عورتوں کے ہم منزل اور ہم نشیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ تمام آیات کی تفسیر جامع ترین فرمان میں بیان کردی:

[٦٣٦] ((مَنْ مَاتَ وَ لَمْ يَغْزُ وَ لَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ)) [1]

”جس کی موت اس حالت میں آئی کہ نہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور نہ اس کے لئے پختہ ارادہ کیا وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔“

صفِ قتال اور تجارتِ نجات:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٣٧] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ ﴾

[الصَّفّ =٦١ :٢]

”یقیناً اللہ تعالیٰ (ایسے مجاہدین سے) محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر (مضبوطی سے) لڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔“

[٦٣٨] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [الصَّفّ =٦١ :١٠-١٣]

”اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ بتاؤں جو تمہیں (آخرت کے) دردناک عذاب سے چھٹکارا دلا دے گی؟ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تجارت تمہارے لئے

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٨٧

(تمام تجارتوں سے) افضل و برتر ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے بہت سے دریا بہہ رہے ہیں اور ہمیشہ کی جنت کے نہایت عمدہ اور پاکیزہ مکانات میں (تمہیں ٹھہرائے گا) ۔ یہ عظیم الشان کامیابی ہے اور ایک دوسری نعمت (بھی ہے) جس کو تم پسند کرتے ہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں نصرت اور قریبی فتح ملے گی ۔ اور (اے نبی ﷺ!) مومنین کو (ان تمام انعامات کی) خوشخبری سنادو۔"

سورۃ الصّف قتال فی سبیل اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے اوصاف و کمالات کا جامع ترین تعارف پیش کرتی ہے ۔ امام ترمذی ، احمد اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم نے اس کے سبب نزول میں یہ حدیث روایت کی ہے ، سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۳۹] ((قَعَدُنَا نَفَرًا مِن اَصُحَابِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَسَلَّمَ فَتَذَاکَرُنَا فَقُلُنَا لَوُ نَعُلَمُ أَیُّ الاَعُمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ لَعَمِلُنَاہُ، فَاَنُزَلَ اللّٰہُ ﴿**سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِیُ السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِیُ الاَرُضِ......**﴾)) [18]

"ہم یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی ۔ ہم ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے ۔ ہم نے یہ کہا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے تو ہم ضرور اس پر عمل کریں گے ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّف نازل فرمائی اور اپنے نزدیک محبوب ترین عمل یعنی جہاد اور وہ عمل کرنیوالے (مجاہدین فی سبیل اللہ) کا بیان فرمایا۔"

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے بھی سورۃ الصّف کی مذکورہ آیات پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔:

" بَابُ اَفُضَلُ النَّاسِ مُؤمِنٌ یُجَاھِدُ بِنَفُسِہٖ وَ مَالِہٖ فِی سَبِیُلِ اللّٰہِ "

"یعنی لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے ۔ [19]

مذکورہ آیات سے درج ذیل سبق آموز باتیں معلوم ہوئیں:

① اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والے نیز مہاجرین و مجاہدین کی حمایت کرنے والے ہی سچے اور برحق مومنین ہیں ۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے :

---

[18] صحیح التّرمذی= أبواب تفسیر القرآن : باب سورۃ الصَّف ، الحدیث: ۲٦۳٦

[19] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجھاد: با ب افضل النَّاس مؤمن یجاھد بنفسه و مالهٖ فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث: ۲٦۳٤

- ''یہی لوگ پکے مومن ہیں۔'' [الأنفال=۸:۷۴]
- ''یہی لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں۔'' [الحشر=۵۹:۸]

۲) لوگ صحیح معنوں میں اللہ کے فضل و کرم کے متلاشی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مددگار ہیں جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

- ''وہ اللہ کا فضل اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔'' [الحشر= ۵۹:۸]

۳) جہاد کرنے والے اور جہاد سے جان چھڑانے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت سینکڑوں درجہ فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

- ''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو غیر مجاہدین کی نسبت بہت زیادہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔'' [النِّساء=۴:۹۶]

۴) حجاج کرام کو پانی پلانے اور بیت اللہ کو آباد رکھنے جیسے بہترین اعمال خیر بھی جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں کمتر ہیں۔ مجاہدین بڑے درجات اور اجر عظیم کے مالک ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

- ''جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے اللہ کے ہاں برابر نہیں۔'' [التَّوبة=۹:۱۹]
- ''مجاہدین اللہ کے ہاں بڑے درجے کے مالک ہیں۔'' [التَّوبة =۹:۲۰]

۵) اللہ تعالیٰ کے ہاں جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی قیمت جنت ہے اور یہ معاوضہ پختہ سودے کی طرح ان شاء اللہ یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ بذات خود خریدار ہے۔ یہ وعدہ برحق ہے۔ یہ وعدہ صرف شرعی جہاد (یعنی قتال فی سبیل اللہ) سے وابستہ ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی اور مومنوں کے لئے عظیم خوشخبری ہے۔ جیسا کہ ارشادات الٰہیہ ہیں:

- ''اس کے بدلے ان کے لئے جنت ہے۔'' [التَّوبة=۹:۱۱۱]
- ''وہ اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں۔'' [التَّوبة=۹:۱۱۱]
- ''اللہ کے ذمے یہ پکا وعدہ ہے۔'' [التَّوبة=۹:۱۱۱]
- ''مومنوں کو خوشخبری سنا دیں۔'' [التَّوبة=۹:۱۱۱-۱۱۲]

درج ذیل اوصاف بھی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❀ ”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم کرنے والے، بری باتوں سے باز رکھنے والے، اور اللہ کی حدود کا خیال رکھنے والے ہیں اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔“ [التَّوبة=٩:١١٢]

⑥ آباؤ اجداد اور دیگر رشتہ داروں سمیت دنیا کے اموال وتجارت اور محلات کو اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب رکھنے والوں کے لئے اللہ کی طرف سے شدید عذاب کی ڈانٹ پلائی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

❀ ”اگر یہ سب چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ کی طرف سے عذاب کا انتظار کرو۔“ [التَّوبة= ٩:٢٤]

⑦ جہاد چھوڑ دینا یا جہاد سے پیچھے رہنا ہمیشہ منافقین کا وطیرہ رہا ہے اور ایسے لوگوں کی موت یقیناً منافقت پر آئی۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ اور انصار کی شناخت یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ مل کر ہمیشہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ ایسے مومنین ہی بہتے دریاؤں والی جنتوں کے وارث، اہل خیر اور فلاح پانے والے ہونگے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

❀ ”لیکن رسول اللہ ﷺ اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا ہے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“ [التَّوبة=٩:٨٨]

⑧ میدان جہاد میں چونا گچ پختہ عمارت کا نقشہ بنانے والے مومن اللہ کے محبوب ترین بندے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ بلاشبہ ایسی فائدہ مند تجارت ہے جس سے آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں، گناہوں سے معافی ملتی ہے، جنت عدن کا داخلہ اور پاکیزہ رہائش گاہیں نصیب ہوتی ہیں، آخرت میں جہنم کی آگ سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ نصرت وفتح، شان وشوکت فتح وکامیابی اور کافروں کے دلوں پر مومنوں کا رعب و دبدبہ اس جہاد سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے:

❀ ”اللہ کے راستے میں صف بنا کر لڑائی کرتے ہیں جیسے کہ وہ چونا گچ کی ہوئی مضبوط عمارت ہیں۔“ [الصَّف=٦١:٢]

❀ ”ایک ایسی تجارت (جہاد) پر تمہاری راہنمائی نہ کروں جو تمہیں درد ناک عذاب سے نجات دلا دے؟“ [الصَّفّ=٦١:١٠]

❁ ''ان مجاہدین کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔'' [الصَّف=۶۱:۱۱]

❁ ''اللہ کی طرف سے مدد اور قریب کی فتح ان کے لئے ہے۔'' [الصَّف=۶۱:۱۳]

مجاہد اور عابد کا تقابل:

جلیل القدر محدث " جزء کتاب الجهاد " کے مصنف امام، حافظ اور مجاہد عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفّٰی: ۱۸۱ھ) حرمین شریفین کی عبادت پر فخر کرنے والوں سے مخاطب ہیں:

۱ يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ لَوْ اَبْصَرْتَنَا لَعَلِمْتَ
اَنَّكَ فِي الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

''اے حرمین شریفین کے عبادت گزار! اگر تو (جہادی میدانوں میں) ہمارا حال دیکھے تو تجھے یقین ہو جائے گا کہ تیری عبادت کھیل کود سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔''

۲ مَنْ كَانَ يَخْضِبُ خَدَّهٗ بِدُمُوْعِهٖ
فَنُحُوْرُنَا بِدِمَائِنَا تَتَخَضَّبُ

'' عابد اگر اپنے آنسوؤں سے رخسار تر رکھتا ہے تو ہم مجاہدین کے سینے ہمارے خون سے رنگین رہتے ہیں۔''

۳ اَوْ كَانَ يُتْعِبُ خَيْلَهٗ فِي بَاطِلٍ
فَخُيُوْلُنَا يَوْمَ الصَّبِيْحَةِ تَتْعَبُ

''عابد اگر شغل باطل کے لئے اپنا گھوڑا تھکاتا ہے تو ہمارے گھوڑے بوقت صبح دشمن پر حملہ کرنے کی بناء پر تھکتے رہتے ہیں۔''

۴ رِيْحُ الْعَبِيْرِ لَكُمْ وَ نَحْنُ عَبِيْرُنَا
رَهْجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْيَبُ

'' حرمین میں عبادت کرنے والو! عبیر کی خوشبو تمہیں مبارک ہو۔ ہمارے لئے تو جہادی گھوڑوں کے کھروں کا غبار ہی بہترین عبیر کی خوشبو ہے۔''

۵ وَلَقَدْ اَتَانَا مِنْ مَقَالِ نَبِيِّنَا
قَوْلٌ صَحِيْحٌ صَادِقٌ لَا يَكْذِبُ

''ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کی صحیح حدیث ہی پہنچتی ہے۔ ایسی صحیح و صادق حدیث جو کبھی جھوٹی نہیں ہوسکتی۔''

۶ لَا يَسْتَوِیْ وَ غُبَارُ خَيْلِ اللّٰهِ فِیْ
اَنْفِ اِمْرِئٍ وَ دُخَانُ نَارٍ تَلْهَبُ

''کسی آدمی کے ناک میں جہادی گھوڑوں کا غبار اور جہنم کی دھکتی ہوئی آگ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتے۔''

۷ هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ بَيْنَنَا
لَيْسَ الشَّهِيْدُ بِمَيِّتٍ لَا يُكْذَبُ

''یہ دیکھو اللہ کی سچی کتاب شاہد و ناطق ہے کہ شہید فی سبیل اللہ مردہ نہیں (جنت میں) زندہ ہے۔ اس بات کو جھوٹا کہا ہی نہیں جا سکتا۔''

قاضی نصیبین عبد اللہ بن محمد نے روایت کیا ہے کہ امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷۷ ہجری میں، جب وہ شام کی سرحد طرسوس پر جہاد میں عملاً شریک تھے، یہ اشعار تحریر کئے اور مجھے دے کر مشہور عابد اور زاہد بزرگ فضیل بن عیاض کی طرف روانہ فرمایا۔ جب فضیل بن عیاض نے مذکورہ اشعار پڑھے تو بے اختیار رونے لگے اور فرمایا:

" صَدَقَ اَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ نَصَحَ اَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ " [۲۰]

''عبد اللہ بن مبارک نے واقعی سچ لکھا اور نصیحت کا حق ادا کر دیا۔''

(فضیل بن عیاض کے بیٹے محمد بن فضیل بن عیاض کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو سوال کیا:

''آپ نے کونسا عمل افضل ترین پایا ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہی عمل میں جس میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کی مراد ہے کہ سرحدوں پر مورچہ بند رہنا اور جہاد کرنا؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے پھر پوچھا آپ کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ انہوں نے فرمایا: مغفرتوں پر مغفرتیں نصیب ہوئیں ہیں۔ [۲۱]

---

[۲۰] آثار البلاد للقزوینی: ۴۶۷ + معجم البلدان: ۵/۲۸۸ + تاریخ بغداد للخطیب: ۱/۲۱

[۲۱] تاریخ بغداد: ۱۰/۱۶۸ + صفة الصِّفوة: ۴/۱۲۲، سِيَرُ أَعْلَامِ النُّبلاء: ۸/۴۱۹

قرآن مجید میں جہاد کا بیان:

واضح ہو کہ ہم نے جہاد اور مجاہدین کے فضائل سے متعلق محض ایک نمونہ پیش کیا ہے وگرنہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ اس موضوع کی تفصیل و تبیین پر مشتمل ہے۔اس سچے دعوے کی دلیل کے طور پر ہم جہادی آیات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت کررہے ہیں:

سورۃ البقرۃ کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۵۳۔۱۵۵ اور ۱۵۷۔۱۷۷ کا موضوع ہے کہ جنگ میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا چاہئے۔
- آیت: ۱۵٤ میں شہداء کے زندہ ہونے کا بیان ہے۔
- آیت: ۱٦۵ کا موضوع ''اللہ سے شدید ترین محبت کرنا اور کافروں سے تعلقات منقطع کرنا'' ہے۔
- آیات: ۱۹۵، ۲٤۵، ۲٦۱، ۲٦۲ کا عنوان'' جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور قرض حسنہ دینا۔'' ہے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٦٤٠] ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۹۵]

''اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

- آیت: ۲۱۴ میں اللہ کی مدد اور فتح مبین کی شکل میں جہاد کا نتیجہ بیان ہوا ہے۔
- آیات: ۱۹۰، ۱۹٤، ۲۱٦، ۲۱۸، ۲٤٤ میں قتال عام کا حکم ہے۔ جہاد کے فضائل، ہجرت و جہاد کے واجب اور فرض عین ہونے کا بیان ہے۔ نیز جہاد کے مقاصد کا بیان ہے۔
- آیت: ۲۳۹ میں حالت جنگ کی نماز کا بیان ہے۔
- آیات: ۲٤٦ تا ۲۵۲ میں طالوت اور جالوت کی باہمی عظیم جنگ کا بیان ہے۔اسی طرح سورۃ البقرۃ میں کل جہادی آیات کی تعداد (۲۹) ہے۔

سورۂ آل عمران کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورت ہی جہاد باللسان یعنی دعوت و تبلیغ اور جہادِ بالید یعنی جنگ و قتال کی تفصیلات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

- ❑ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔
- ❑ اہل کتاب سے مناظرہ اور مباہلہ۔
- ❑ اہل کتاب کے عقائد کا رد۔
- ❑ کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی دوستی کی حرمت۔
- ❑ کافروں سے جنگ واجب ہے۔
- ❑ جنگ کے حالات میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا۔
- ❑ غزوۂ احد کے بارے کچھ باتیں۔
- ❑ سرحدوں پر مورچہ بندی کی اہمیت۔
- ❑ رسول کی اطاعت اور تنگ حالات میں اللہ پر توکل کی اہمیت۔
- ❑ جہاد کے مقاصد اور فوائد اور بہت سے جہادی احکام کو بیان کیا گیا ہے۔
- ❑ سورہ آل عمران کی آیات :۱۲۳ تا ۱۲۹ میں غزوۂ بدر کی فتح و نصرت کا تذکرہ بھی ہے۔
- ❑ گویا یہ پوری سورت جہادی سورت ہے۔

سورۃ النساء کا جہادی خاکہ:

- ❑ آیات : ٦٩ ، ٧٠ میں شہداء کی برزخی زندگی اور مراتب کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٧١ تا ٧٤ کا موضوع ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنا واجب ہے۔
- ❑ آیت : ٧٥ میں اللہ کے راستے میں جنگ کرنے ، نیز بے بسوں اور کمزوروں کے لئے لڑنے کا حکم ہے۔
- ❑ آیات: ٧٦ تا ٧٩ میں شیاطین کے دوستوں اور کفر کے طاغوتوں کے ساتھ قتال کرنے کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٨٨ تا ٩١ کا موضوع ہے کہ منافقوں کے ساتھ بھی جہاد و قتال کیا جانا چاہئے۔
- ❑ آیت : ٩٤ میں جہاد کے کچھ احکام کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ٩٥ ، ٩٦ کا موضوع ”مجاہدین کے درجات اور مرتبے“ ہے۔
- ❑ آیت: ٩٧ تا ١٠٠ میں ہجرت اور جہاد کے فضائل اور جہاد کے واجب ہونے کا بیان ہے۔
- ❑ آیات: ١٠١ تا ١٠٤ میں حالت جنگ کی نماز (صلوٰۃ الخوف) کا بیان ہے۔

- آیات: ۱۳۸ تا ۱۴۷ میں کافروں اور منافقوں سے تعلقات منقطع کرنے کی تشریح ہے۔ اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات :۳۶ ہیں۔

سورۃ المائدۃ کا جہادی خاکہ:

آیات: ۲۱ تا ۲۶ میں ایک زبردست قوم (جبارین) کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا اور اس طرح پاک سرزمین یعنی سرزمین فلسطین کا کافروں کے قبضے سے چھڑانے کا بیان ہے۔

- آیات: ۳۳، ۳۴ میں باغیوں اور ڈاکوؤں سے جنگ کا بیان ہے۔
- آیت: ۳۵ کا موضوع '' اللہ کا قرب تلاش کرنا اور اس کے راستے میں جہا د کرنا '' ہے۔
- آیات : ۵۴ تا ۵۷ میں مومنوں کی اس صفت کا بیان ہے کہ مومن مومنوں کے لئے نرم ہوتے ہیں اور کافروں کیلئے سخت ہوتے ہیں۔

اس سورت میں کل جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں ۔

سورۃ الانعام کا جہادی خاکہ:

اس سورت کی اختتامی آیات: ۱۶۲ تا ۱۶۵ کا عنوان یہ ہے کہ میری نمازیں ،میری قربانیاں، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا حقیقی رب ہے۔ اس طرح اس سورت کی چار آیات جہاد کے متعلق ہیں۔

سورۃ الأنفال کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورت ہی جہاد کے فضائل اور تذکروں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ اس میں بالترتیب:

- مال غنیمت کی تقسیم کا بیان ہے۔
- غزوۂ بدر کے اسباب اور حکمتوں کا تذکرہ ہے۔
- '' مومنین کا اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا ور مدد طلب کرنا ،، بیان ہوا ہے۔
- فرشتوں کے نزول اور نصرت الٰہی کے نزول کا تذکرہ ہے ۔
- جنگ کے آداب ہیں۔
- نصرت الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں۔

- اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔
- جہاد کے اغراض و مقاصد کا بیان ہے۔
- مال غنیمت میں سے بیت المال کے لئے پانچویں حصے (خمس) کا بیان ہے۔ نیز غزوۂ بدر کی کچھ باتیں ہیں۔
- جہاد کی تیاری اور سرحدوں پر گھوڑے باندھ رکھنے کا بیان ہے۔
- فتح و نصرت کے پختہ وعدے ہیں۔
- جہاد کی رغبت دلانا اور اس پر ابھارنا ہے۔
- نیز اس میں میدان جنگ کے قیدیوں کے بارے احکام ہیں۔

اس کے علاوہ ہجرت ، نصرت الٰہی اور اللہ کی راہ میں جہاد کے احکام اور فضائل جیسے قیمتی موضوعات کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ ہے۔ اس طرح اس سورت میں سارا بیان ہی جہاد کا ہے۔ لہٰذا یہ پوری کی پوری سورت جہاد پر مشتمل ہے۔ اس کی کل آیات ۷۵ ہیں۔

سورۃ التوبۃ کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں بھی سورۂ انفال کی طرح جہاد کے احکام اور جہادی باتوں کا جامع تذکرہ ہے اور دونوں کے ناموں سے ہی یہ بات واضح ہو رہی ہے۔

الانفال کا معنٰی اموال غنیمت ہے اور اموال غنیمت جہاد اور قتال کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اس طرح زیر بحث سورۃ التوبہ، اس کا نام اس وجہ سے سورۃ التوبہ ہے کہ اس میں تین صحابہ رضی اللہ عنہم کی توبہ کی قبولیت کا واقعہ بیان ہوا ہے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔

اسی زیر بحث سورت کا دوسرا نام سورۃ البرآءۃ بھی ہے۔ "البرآءۃ" کا لفظ اس سورۃ کی پہلی آیت میں اس طرح وارد ہوا ہے:

[٦٤١] ﴿ بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدتُّم مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾

[التَّوبة=٩: ١]

"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان برأت ہے ان مشرکوں کی طرف جن سے تم نے صلح کا معاہدہ کر رکھا ہے۔"

سورۃ الانفال غزوۂ بدر کے بعد ۲ ہجری میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ سورۃ التوبۃ نازل ہونے

کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔ [۲۲]

دونوں کے موضوع ایک جیسے ہونے کی وجہ سے ''سورۃ التوبۃ'' کی ابتداء میں ''بِسۡمِ اللّٰہ الرَّحۡمٰنِ االرَّحِیۡم'' نہیں لکھی گئی۔اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کی پوری مدنی زندگی میں کافروں اورمشرکوں سے جہاد مسلسل جاری تھا۔

سورۃ التوبہ یا سورۃ البرآءۃ کے مضامین بالترتیب اس طرح ہیں:

- ❑ اپنا عہد توڑنے والے مشرکوں سے مکمل برأت کا اعلان۔
- ❑ مشرکین سے جنگ کا اعلان عام۔
- ❑ اپنے معاہدوں کو نبھانے اور امن کی درخواست کرنے والوں کا بیان۔
- ❑ جہاد کے فضائل اور مجاہدین کے درجات۔
- ❑ کفار مکہ اور اہل کتاب یہود و نصارٰی سے جنگ کے اسباب۔
- ❑ اللہ کے راستے میں نکل پڑنا ''اعلان عام،، پر فرض ہو جاتا ہے۔
- ❑ جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
- ❑ غزوۂ تبوک اور غزوۂ حنین کا تذکرہ۔
- ❑ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں کے لئے ڈانٹ ڈپٹ اور سزا۔
- ❑ منافقین کی خفیہ سرگرمیاں۔
- ❑ جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کا بیان۔
- ❑ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین مخلص صحابہ سے سوشل بائیکاٹ اور ان کی توبہ کا تذکرہ۔
- ❑ مجاہدین کے لئے عظیم خوشخبری۔
- ❑ جہاد کے احکام و مسائل۔

علی ھذا القیاس یہ ساری سورت ہی جہاد کی باتوں پر مشتمل ہے۔اس کی کل آیات ۱۲۹ ہیں۔

سورۃ النحل کا جہادی خاکہ:

- ❑ آیات:۱۱۰، ۱۱۱ میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت اور جہاد کرنے پر بخشش اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

[۲۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر / تفسیر سورۃ الأَنفال: باب قولہٖ ﴿ یَسۡئَلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ﴾ ،الحدیث: ٤٣٦٨ و تفسیر سورۃ براء ۃ: باب قولہ ﴿ بَرَاءَ ۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖۤ اِلَی الَّذِیۡنَ عَاھَدتُّمۡ...... ﴾ الحدیث: ٤٣٧٧

- آیات : ۱۲۵ تا ۱۲۸ میں کافروں کو اچھے انداز سے دعوت دینے ، مناظرہ کرنے اور سزا دینے کا بیان ہے۔
- جبکہ آیات : ۴۱ ،۴۲ میں اللہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کے لئے مدد اور نصرت کا وعدہ ہے۔ اس طرح اس میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورۃ الحج کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۳۸ تا ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے مظلوم مسلمانوں کو جنگ کرنے کی باقاعدہ اجازت دی اور اپنی مدد کا وعدہ فرمایا۔ اسکے علاوہ جہاد کے اسباب اور مقاصد بیان فرمائے۔ نیز جہاد کے پھل اور نتیجے کے طور پر مسلمانوں کو زمین پر اقتدار اور خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔
- آیات: ۵۸ تا ۶۴ میں ہجرت ، اللہ کے راستے میں شہادت، کافروں اور مشرکوں کو سزا دینے کی صورت میں اللہ کی طرف سے مدد کی یقین دہانی کا بیان ہے۔
- کافروں سے جہاد کے بڑے اسباب یعنی کفر و شرک کا تذکرہ بھی ہے۔
- آخری آیت میں صاف طور پر فرمایا:[٦٤٢] ﴿ وَ جَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾

[الحجّ= ۲۲:۷۸]

’’ اللہ کے راستے میں جہاد کرو جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔‘‘

یعنی کما حقہ پوری قوت اور طاقت سے جہاد کرنے کا بیان ہے۔ اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات آٹھ (۸) ہیں۔

سورۃ النور کا جہادی خاکہ:

- آیت: ۲۲ میں اہل ثروت مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں پر فضل و احسان جاری رکھیں۔
- آیات : ۵۵ تا ۵۷ میں صحیح العقیدہ مسلمانوں سے زمین کی خلافت اور ان کے دین اسلام کے استحکام کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں کو مغلوب اور بے بس رکھنے کا کھلا اعلان ہے۔

اس طرح اس سورت میں کل جہادی آیات چار (۴) ہیں۔

سورۃ الفرقان کا جہادی خاکہ:

- آیت: ۵۲ میں فرمایا: [٦٤٣] ﴿وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ [الفرقان=٢٥:٥٢]

"اے نبی (ﷺ)! کافروں سے اس (قرآن) کے ساتھ بہت بڑا جہاد کریں۔"

یہ فرمان الٰہی اس امر کی وضاحت ہے کہ کافروں سے جہاد ہی جہاد اکبر اور "جہاد کبیر" ہے اور قرآن حکیم سب سے بڑا جہادی آلہ ہے۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ الشعراء کا جہادی خاکہ:

- آخری آیت: ۲۲۷ میں فرمایا:

[٦٤٤] ﴿وَ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ﴾ [الشّعرآء=٢٦:٢٢٧]

"وہ مومن جنہوں نے مظلوم ہونے کے بعد انتقام لیا۔"

یہ فرمان الٰہی اس حقیقت پر دلیل ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ ظالموں اور جابروں کے ظلم و جبر کو روکنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جبکہ مظلوموں اور مجبوروں کی بہترین ڈھارس اور مؤثر فریاد رسی ہے۔

اس سورۃ میں جہادی آیت ایک (۱) ہے۔

سورۃ العنکبوت کا جہادی خاکہ:

- آیت: ٦ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [٦٤٥] ﴿وَ مَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ﴾

[العنکبوت=٢٩:٦]

"اور جو جہاد کرتا ہے وہ صرف اپنے لئے ہی جہاد کرتا ہے۔"

اس فرمان الٰہی میں انسانوں کے لئے جہاد کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

- آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں پیش آنے والی مشکلات کو ایمان اور نفاق میں حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔
- آیت: ۴٦ میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مناظرہ یعنی جہاد باللسان کا بیان ہے۔
- آیت: ٦٩ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [٦٤٦] ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ﴾

[العنکبوت=٢٩:٦٩]

’’جو ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم اپنے راستوں کی طرف ان کی ضرور راہنمائی کرتے ہیں۔‘‘

یہ فرمان الٰہی جہاد کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے راہنمائی اور گائیڈ لائن ملنے اور ملتے رہنے کی نوید سعید سنا رہا ہے۔

اس سورت میں کل جہادی آیات دس (۱۰) ہیں۔

سورۃ الروم کا جہادی خاکہ:

- ابتدائی آیات :۱ تا ۶ میں نصرت اور مدد کا الٰہی طریق کار پیش کیا گیا ہے کہ نصرت الٰہی کے نتیجے میں فتح و کامیابی اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کا ہی حق ہے۔

اس سورت میں جہادی آیات چھ (۶) ہیں۔

سورۂ لقمان کا جہادی خاکہ:

- آیت :۱۵ میں مشرک والدین کی بات نہ ماننے اور ان کے شرکیہ احکام سے بغاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ الاحزاب کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل سورۃ، جہاد اور قتال کی ترجمانی کرتی ہے ۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے ۔ اس سورت کے مضامین کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

- رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔
- مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے احکام۔
- غزوۂ احزاب یعنی غزوۂ خندق کا تذکرہ۔
- جہاد سے روکنے اور منع کرنے والے منافقوں اور اللہ کے مومن بندوں کی علیحدہ علیحدہ صفات اور علامات کی تفصیل۔
- ایماندار شہداء اور اپنی بات پر پورا اترنے والے مجاہدین کی تعریف
- ’’مومنوں کے لئے اللہ ہی جنگ میں کافی ہے‘‘ کی یقین دہانی۔

- غزوۂ بنی قریظہ کا تذکرہ ۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے کچھ خاص احکام۔
- اہل بیت رسول اللہ یعنی ازواج رسول کی پاکیزگی کا بیان۔
- مسئلہ ختم نبوت اور نبی ﷺ کے بعض حقوق کا بیان۔
- نکاح کے معاملے میں نبی ﷺ کے لئے چند مخصوص رعایتوں کا بیان ۔
- پردے کے احکام اور ان عورتوں کا بیان جن سے نکاح حرام ہے۔
- کافروں اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والوں اور منافقوں کے ساتھ عام جنگ کے احکام۔

اس سورت میں کل ۳۷ جہادی آیات ہیں۔

سورۃ الصّافات کا جہادی خاکہ:

- آیات:۱۷۱ تا ۱۸۲ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں ، رسولوں اور ان کے پیرو کاروں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کیلئے نازل ہوتی رہے گی۔

اس طرح اس سورت کی جہادی آیات بارہ (۱۲) ہیں۔

سورۃ الشوریٰ کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۳۹ تا ۴۲ میں مومنوں کی صفات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[٦٤٧] ﴿ وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡىُ هُمۡ يَنۡتَصِرُوۡنَ ۝ وَ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ ﴾

[الشُّوریٰ =٤٢: ٣٩، ٤٠]

’’ (مومنوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ) جب انہیں کوئی ظلم وستم پہنچتا ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ اس طرح کی برائی ہی ہے۔‘‘

اس سورت میں جہاد کی کل آیات چار (۴) ہیں۔

سورۂ محمد (سورۃ القتال) کا جہادی خاکہ:

یہ سورت بھی سورۂ آل عمران ، انفال، توبہ او راحزاب کی طرح جہاد کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے ۔اس سورت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد یوں ہے :

[٦٤٨] ﴿ فَاِذَاۤ اُنۡزِلَتۡ سُوۡرَةٌ مُّحۡكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيۡهَا الۡقِتَالُ ۙ ﴾ [محمَّد= ٤٧: ٢٠]

''جب کوئی ایسی پختہ سورت نازل ہوتی ہے جس میں قتال کا ذکر ہوتا ہے۔''

اس سورت کے مضامین مختصراً یوں ہیں:

- مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق و امتیاز واضح کیا گیا ہے۔
- کافروں کی گردنیں اڑانے، مضبوطی سے قید کرنے اور بعد ازاں احسان کے طور پر یا پھر کچھ تاوان جنگ لے کر چھوڑنے کا بیان ہے۔
- جنت میں شہداء کے مراتب اور درجات کا بیان۔
- اللہ کے دین کی مدد کرنے پر زور دیا گیا ہے۔
- جنگ کے اسباب کا بیان ہے۔
- متقین کے لئے جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کا تذکرہ ہے۔
- کفار و مشرکین ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہیں۔
- مقاصد قتال مثلاً فتنہ و فساد کی روک تھام اور صلہ رحمی وغیرہ کا بیان ہے۔
- مومنوں کی آزمائش کا بیان ہے تاکہ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کے درمیان فرق ہو سکے۔
- مومنوں کو کمزوری اور نامردی دکھانے سے روکا گیا ہے۔ نیز کافروں سے صلح نہ کرنے پر انہیں غالب آنے اور فتح مند ہونے کی نوید سعید سنائی گئی ہے۔
- آخر میں جہاد کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر ترغیب ہے۔

اس طرح اس کی کل آیات ۳۸ ہیں اور وہ سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ مکمل سورت ہی جہادی ہے۔

سورۃ الفتح کا جہادی خاکہ:

یہ بھی درحقیقت جہادی سورت ہے۔ یہ مکہ کے عنقریب فتح ہونے کی خوشخبری اور صلح حدیبیہ کی خبروں اور حالات پر مشتمل ہے۔

- ابتدا میں صلح حدیبیہ یا غزوۂ حدیبیہ کو واضح فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- مومنوں کو نصرت الٰہی کا حوصلہ دیا گیا ہے۔
- مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت کے داخلے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

- منافقوں اور مشرکوں کے لئے سزاؤں کا تذکرہ ہے۔
- اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا بیان ہے۔
- پھر جہاد سے اس کے مزید طاقتور ہونے کا تذکرہ ہے۔
- اللہ کے راستے میں شہید ہونے کی بیعت کا بیان ہے۔[۲۳]
- غزوۂ حدیبیہ میں پیچھے رہنے والوں کے لئے سخت ترین تنبیہات وتوبیخات ہیں۔
- مستقبل میں طاقتور اقوام سے جہاد کرنے کا وعدہ اور اعلان ہے۔
- معذوراور بے بس لوگوں کے علاوہ جہاد سے پہلو تہی کرنے والوں کے لئے درد ناک عذاب کی ڈانٹ ہے۔
- مجاہدین کے لئے فتح ونصرت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ مال غنیمت کا وعدہ ہے۔
- غزوۂ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آخر میں محمد ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف اور کمالات کا تذکرہ ہے کہ وہ کفار کے لئے جہاد کی وجہ سے سخت اور مومنین کے لئے رشتۂ اخوت کی وجہ سے رحیم وکریم ہیں۔ اس سورت کی کل ۲۹ آیات ہیں جو جہادی مضامین سے لبریز ہیں۔ لہٰذا یہ ساری کی ساری سورت جہادی سورت ہے۔

سورۃ الحجرات کا جہادی خاکہ:

- آیات :٦ تا۸ میں فاسق کی خبر کی تحقیق کر لینے کا بیان ہے۔
- رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرنا، کفر، گناہ، اور نافرمانی سے اجتناب کرنا نیک لوگوں کا وطیرہ ہے۔
- آیات: ۱۴ تا ۱۸ میں اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کے عامل ہی سچے مومن ہیں۔

اس سورت میں کل جہادی آیات ۸ ہیں۔

سورۃ الحدید کا جہادی خاکہ:

- آیات: ۱۰، ۱۱ میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں اور جنگ وقتال کرنے والوں

[۲۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوة الحدیبیة ، الحدیث: ٣٩٣٤،٣٩٣٦

کے مختلف درجات کا بیان ہے

- آیت :۲۵ میں لوہے کے نزول اور پھر لوہے کے ذریعے آلاتِ جنگ بنا کر جہاد کرنے کا بیان ہے۔
- پھر اس بات کا تذکرہ کہ جہاد کے ذریعہ یہ معلوم کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مدد کون کرتا ہے اور کون گریز کرتا ہے۔

اس سورت کی کل جہادی آیات تین (۳) ہیں

سورۃ المجادلہ کا جہادی خاکہ:

- اختتامی آیات: ۱۹ تا ۲۲ شیطان کی پارٹی اور اللہ تعالیٰ کی پارٹی کے درمیان دائمی کشمکش رہنے کا بیان ہے۔
- کافروں سے دوستانہ تعلقات ختم کرنے کا حکم ہے۔
- حق و باطل کے درمیان کشمکش کے نتیجے میں بالآخر حق اور اہل حق ہی فاتح و غالب ہونگے۔

اس سورت میں کل چار (۴) جہادی آیات ہیں۔

سورۃ الحشر (سورۂ بنی نضیر) کا جہادی خاکہ:

یہ مکمل طور پر جہادی سورت ہے جو اہل کتاب کے ساتھ جنگ کے احکام پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں کے حشر وانجام کا تفصیلی نقشہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ:

- اس کی آیات: ۱ تا ۶ میں غزوۂ بنی نضیر کی ترجمانی ہے۔

بنی نضیر کے یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعوں سے نکالنے، پھر ان کے اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی تباہی و بربادی کا تذکرہ ہے۔ ان کی شرپسندی اور فساد انگیزی کے نتیجہ میں ان کے مالوں اور باغوں کو اجاڑنے، جڑوں سے اکھاڑنے، آگ لگا دینے، بالآخر مدینہ سے ان کی جلا وطنی کی تفصیلات ہیں۔

- آیات: ۷ تا ۱۰ میں بنی نضیر کی پہلی جلا وطنی کے نتیجہ میں لڑے بغیر حاصل ہونے والے مال فئی کی تقسیم اور اس کے اصل حقداروں یعنی فقراء مہاجرین اور انصار کا بیان ہے۔
- آیات: ۱۱ تا ۱۷ میں منافقوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں جو بظاہر مسلمانوں اور در پردہ

اہل کتاب کے مشرکوں کے ساتھ محبت اور نصرت کے وعدے کر رہے تھے۔ان منافقوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ انجام کار کے طور پر (مدینہ کے مشہور قبیلہ بنو قینقاع اور شیطان مردود کی طرح) ہمیشہ جہنم کے مستحق ہیں۔''

- آیات :۱۸ تا ۲۴ میں تقوٰی، خوف آخرت، اہل جنت اور اہل جہنم کا علیحدہ علیحدہ انجام بیان ہوا ہے۔ بعد ازاں توحید اسماء وصفات کی تشریحات ہیں۔

اس طرح یہ پوری سورت جہادی اسباق اور دروس کا جامع گلدستہ ہے۔

اس سورت میں کل آیات ۲۴ ہیں جو سب کی سب جہاد پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا یہ سورت بھی مکمل جہادی سورت ہے۔

سورۃ الممتحنہ کا جہادی خاکہ:

یہ بھی مکمل جہادی سورت ہے۔ اس میں اہم ترین موضوع (الولاء والبراء) مومنوں سے دوستی اور کافروں سے نفرت و عداوت ہے۔ کفر و شرک اور کفار و مشرکین سے مکمل بائیکاٹ ،نفرت اور دشمنی ''البراء'' کہلاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے ہر طرح محبت ، دوستی، اور نصرت وحمایت کا تعلق ''الولاء'' کہلاتا ہے۔

- آیات :۱ تا ۹ میں بدری صحابی سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان ہوا ہے جس کے کچھ اہل و عیال مکہ میں مقیم تھے۔ ان اہل و عیال کے تحفظ کے لئے جناب سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو خبر دے دی کہ رسول اللہ ﷺ تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تاکہ اس احسان کے عوض اہل مکہ ان کے اہل وعیال کی حفاظت کرینگے۔سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی اس غلطی پر ان کو ڈانٹا گیا۔ [۲۴]

قیامت تک مومنوں اور مجاہدوں کو منع کر دیا گیا کہ اللہ کے دشمن کافروں کے ساتھ دوستی مت کرو۔ کافر کبھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ صلہ رحمی اور رشتہ داری کے تمام معاملات پر ایمان اور اسلام کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔تمام مومنوں اور مجاہدوں کو جناب

---

[۲۴] ملاحظہ ہو صحیح البخاری۔ کتاب التَّفسیر / تفسیر سورۃ الممتحنۃ: باب ﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ﴾، الحدیث: ٤٦٠٨

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

- آیات: ۱۰ تا ۱۳ میں مومن اور مہاجر عورتوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کا حکم ہے کافر اور مشرک عورتوں سے مکمل بائیکاٹ کرنے اور نکاح نہ کرنے کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مومنہ عورتوں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی شرائط وغیرہ جیسے اہم جہادی احکام ومسائل بیان ہوئے ہیں۔

اس سورت کی کل ۱۳ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورۃ الصّف کا جہادی خاکہ:

جہادی سورتوں میں سے اہم ترین سورت ہے۔ اس کے مضامین درج ذیل ہیں:

- چونا گچ کی ہوئی دیوار کی طرح متفق اور متحد ہو کر لڑنے والے مجاہدین محبوبان الٰہی ہیں۔
- رسولوں کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد عظیم دین اسلام کا غلبہ ہے۔
- ''جہنم کی آگ سے نجات دینے والی تجارت'' جہاد فی سبیل اللہ کو قرار دیا گیا ہے۔
- مجاہد کا اخروی انجام ''گناہوں کی بخشش اور دخول جنت'' بتایا گیا ہے۔
- جہاد کے نتیجہ میں نصرت الٰہی اور قریبی فتح کا وعدہ کیا گیا ہے۔
- نبیوں اور رسولوں کی اطاعت کا دعویٰ ہو تو دلیل کے طور پر اللہ کے مددگار یعنی مجاہدین فی سبیل اللہ بن جانا چاہیے۔

اس سورت کی کل ۱۴ آیات ہیں جو سب کی سب جہادی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی پوری سورت جہادی ہے۔

سورۃ التحریم کا جہادی خاکہ:

- آیت ۹ میں فرمان الٰہی ہے:

[٦٤٩] ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ [التَّحريم=٦٦:٩]

'' اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔''

اور اس آیت میں کافروں اور منافقوں سے ہمیشہ جہاد کرتے رہنے اور دین میں سختی کرنے اور کافروں کے بارے سخت رویہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ المزمل کا جہادی خاکہ:

- آیت نمبر۲۰ میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٦٥٠]﴿ وَ اٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ [المزّمّل=٧٣:٢٠]

"اور کچھ دوسرے لوگ اللہ کی راہ میں قتال بھی کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اصحاب النبی ﷺ کے اوصاف میں سے ایک وصف بیان ہوا ہے کہ وہ ہمیشہ جہاد وقتال میں جان و مال کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

اس سورت میں ایک (۱) جہادی آیت ہے۔

سورۃ العادیات کا جہادی خاکہ:

اس سورت کے الفاظ ﴿ عَادِیٰت ﴾ ،﴿ مُورِیٰتِ ﴾ ،﴿ مُغِیرٰت ﴾ جہادی گھوڑوں کے وہ اوصاف ہیں جو میدان جہاد میں ظاہر ہوتے ہیں ۔جن کی رب العالمین قسمیں اٹھا رہے ہیں۔ سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے :

[٦٥١]((اَلۡخَیۡلُ مَعۡقُودٌ فِیۡ نَواصِیۡهَا الۡخَیۡرُ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَة))[٢٥]

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر و برکت اور جہاد کے ثمرات وابستہ ہیں۔"

اس سورت کی کل (۱۱) آیات ہیں جن میں جہاد کی طرف راہنمائی ملتی ہے۔

سورۃ النصر کا جہادی خاکہ:

اس سورت میں فتح مکہ کے ساتھ نصر من اللہ کی آمد کا تذکرہ ہے کہ اقوام عالم فوج درفوج دین الٰہی میں داخل ہو رہی ہیں۔

اس سورت کی تین ہی آیات ہیں جو جہاد کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔ اس طرح یہ مختصر سورت بھی جہادی سورت ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ آل عمران ، الانفال، التوبہ ، الاحزاب، القتال، الفتح، الحشر ، الممتحنہ، الصّف ، العادیات ، النصر مکمل طور پر جہادی سورتیں ہیں جن میں آیات کی تعداد ۶۰۹ بنتی ہیں۔ جبکہ متفرق سورتوں میں نازل شدہ جہادی آیات تقریباً ۱۵۶ ہیں۔ اس طرح کل جہادی آیات ۷۶۵ بنتی ہیں۔ یہ محض سرسری جائزہ ہے۔صرف ان آیات کو شمار کیا گیا ہے جن

---

۲۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹٤

میں جہاد کا مضمون واضح اور صریح بیان کیا گیا ہے۔ اگر خوب گہرائی میں جا کر جہادی آیات کو تلاش کیا جائے تو ان کی تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔

نیز اگر اعداد و شمار میں مطلقاً جہاد کو ملحوظ نظر رکھا جائے ،جس میں جہاد باللسان یعنی (دعوت و تبلیغ) بھی شامل ہیں تو بلاشبہ قرآن مجید کا بیشتر حصہ جہاد پر ہی مشتمل نظر آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکثر حصہ عام طور پر باطل کی تردید ،حق کی تائید اور کافروں اور مشرکوں سے جنگ و جہاد پر ہی مشتمل ہے۔

جہادی سورتوں کے مضامین میں جو اسباب نزول بیان کئے گئے ہیں، آیات کا ربط بیان ہوا ہے۔ نیز موضوعات اور معانی کی ترتیب بیان ہوئی ہے ان میں درج ذیل مصادر اور مراجع سے مدد لی گئی ہے:

1. صحیح البخاری= کتاب المغازی، کتاب التَّفسیر: ۲/۵۶۳/۱۷۳
2. جامع التِّرمذی= أبواب التَّفسیر: ۲/۱۱۹۔۱۷۳
3. تفسیر ابن جریر للطَّبری
4. تفسیر ابن کثیر
5. الجامع لأحکام القرآن للقرطبی
6. فتح القدیر للشَّوکانی
7. روح المعانی للآلوسی
8. الکشاف للزَّمخشری
9. اسباب النُّزول للامام علی بن احمد نیشاپوری

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۱۱

احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

جہاد تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٥٢] ((سُئِلَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: اَیُّ الاَعْمَالِ اَفْضَلُ ؟ قَالَ :((اَلْاِیمَانُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ)) قِیلَ ثُمَّ مَا ذَا؟ قَالَ :((جِهَادٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ)) قِیلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ:((حَجٌّ مَبْرُوْرٌ))[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ افضل ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ دوبارہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ تیسری دفعہ سوال کیا گیا پھر کونسا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج مبرور۔"

ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں:

[٦٥٣] ((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الاَعْمَالِ اَفْضَلُ وَ اَیُّ الْاَعْمَالِ خَیْرٌ؟ قَالَ:((اِیْمَانٌ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ))قِیلَ : ثُمَّ اَیُّ شَیْءٍ؟ قَالَ :((اَلْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ)) قِیلَ ثُمَّ اَیُّ شَیْءٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :((ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ))[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: سب سے افضل عمل اور سب سے بہترین عمل کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: پھر کونسا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد ہر عمل کی کوہان (بلندی اور چوٹی) ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! پھر کونسا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مقبول حج ہے۔"

حدیث کی تشریح:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل :۲۶۳

[2] صحیح التِّرمذی = أبواب فضائل الجهاد:باب أَیُّ الْأَعمال أَفضل ، الحدیث : ١٣٥٥

بڑے بڑے ائمہ محدثین کے حوالہ سے رقمطراز ہیں:

- مذکورہ بالا حدیثِ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد جہاد اور حج کو افضل قرار دیا ہے۔ [۳]
- حدیث ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ایمان اور جہاد کو سب سے بہترین عمل کہا ہے۔'' [۴]
- حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اپنے وقت پر پڑھی ہوئی نماز کو پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ کو جہاد کے بعد افضل عمل قرار دیا ہے۔ [۵]
- حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں کھانا کھلانے اور سلام عام کرنے کو بہترین عمل کہا ہے۔ [۶]
- حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ میں اس شخص کے عمل کو بہترین عمل قرار دیا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ [۷]
- حدیث عثمان رضی اللہ عنہ میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے اور پھر تعلیم حاصل کرنے والے کے عمل کو بہترین قرار دیا ہے۔ [۸]

اس طرح کی مزید مثالیں بھی احادیث میں موجود ہیں تو کیا یہ تمام احادیث ایک دوسرے سے ٹکراتی نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس مضمون کی تمام احادیث میں موافقت کی متعدد صورتیں موجود ہیں:

پہلی صورت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال پوچھنے والوں کو ایک دوسرے سے مختلف حالات کے مطابق جواب ارشاد فرمائے ہیں مثلاً جس پر جہاد فرض عین ہو چکا ہے اس کے لیے جہاد ہی افضل عمل

---

۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل :۲۶۳

۴ صحیح البخاری = کتاب العتق :باب أَيُّ الرِّقاب أَفضل ، الحدیث : ۲۳۸۲ + صحیح مسلم = کتاب الإِیمان : باب کون الإِیمان باللّٰہ تعالیٰ أَفضل الأَعمال ، الحدیث : ۸۴

۵ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب فضل الجهاد والسَّیر ، الحدیث : ۲۶۳۰ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان:باب کون الإِیمان بالله تعالٰی أَفضل الأَعمال ، الحدیث : ۸۵

۶ صحیح البخاری=کتاب الإِیمان :باب إِطعام الطَّعام من الإِسلام ، الحدیث: ۱۲+ صحیح مسلم = کتاب الإِیمان:باب بیان تفاضل الإِسلام وأَيُّ أُموره أَفضل، الحدیث : ۳۹

۷ صحیح البخاری =کتاب الإِیمان باب أَيُّ الاسلام أَفضل ، الحدیث : ۱۱ + صحیح مسلم =کتاب الإِیمان :باب بیان تفاضل الإِسلام و أَيُّ أُموره أَفضل ، الحدیث: ۴۲

۸ صحیح البخاری =کتاب فضائل القرآن :باب خیرکم من تَعَلَّمَ القرآن وعلَّمه ، الحدیث : ۴۷۳۹

ہوگا۔ اور عمومی حالات میں نماز افضل تصور کی جائے گی۔ اسی طرح باقی اعمال کی افضلیت کے مخصوص حالات ہیں۔

دوسری صورت:

یہ مذکورہ جوابات تمام اعمال پر صادق آتے ہیں کہ ایمان کے بعد وہ سب اعمال افضل ہونے میں برابر اور ہم مرتبہ ہیں۔لیکن آپس میں ان کے مراتب اور درجات مختلف ہیں پس جہاد فی سبیل اللہ، وقت پر پڑھی ہوئی نماز ،والدین کی خدمت، مقبول حج، قرآن پڑھنا اور پڑھانا اور ان جیسی تمام عبادات ایمان باللہ کے بعد افضل اعمال ہیں۔لیکن مختلف مواقع پر مخصوص حالات میں اور خاص جگہوں میں بعض اعمال کو بعض پر فوقیت حاصل ہوگی۔ اسی طرح عمل کرنے والوں کے مختلف حالات کی مناسبت سے بھی یہ ایک دوسرے سے برتر اور افضل قرار پاتے ہیں۔ [9]

پہلی مثال:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

[٦٥٤] ((اَنَّهَا قَالت يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ ((لَا، لَـٰكِنَّ اَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ)) [10]

”سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ: (قرآن و سنت کے دلائل سے) ہم جانتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے افضل و برتر ہے۔تو کیا ہم عورتیں بھی جہاد میں شامل نہ ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ۔تمہارے لیے حج مبرور (تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر کیا ہوا سنت کے مطابق حج) افضل جہاد ہے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اسی مؤقف کی تائید فرمائی ہے کہ ہم جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے جہاد کا سب سے افضل عمل ہونا ثابت ہوا۔ مگر عمومی حالات میں عورتوں کو میدان جنگ کی بجائے سفر حج کی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے جہاد (بمعنٰی مجاہدہ) کرنے کی تلقین فرمائی۔ جبکہ

---

[9] ملاحظہ ہوشرح النَّووی =کتاب الإِیمان :باب کون الإِیمان باللہ تعالٰی أَفضل الأَعمال ، الحدیث : ۸۵ کی شرح + فتح الباری =کتاب مواقیت الصَّلٰوۃ: باب فضل الصَّلٰوۃِ لوقتھا کی شرح

[10] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ۱۹۰

مخصوص حالات اور ضرورت کی صورت میں خود آپ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر ایمان والی خواتین کو جہاد و قتال کے میدانوں میں اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں خواتین اسلام نے مجاہدین کی خدمت و تواضع کی، پیاسوں کو پانی پلایا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی ،اس کے علاوہ دفاعی جنگ کے لیے بھی بے مثال عزم وہمت اور جرأت و شجاعت کے تاریخی کارنامے سرانجام دیئے۔ تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر:۴ کے عنوان '' خواتین اسلام کی جہاد میں شمولیت'' کا مطالعہ فرمائیے۔

تیسری صورت:

اعمال میں افضلیت والی احادیث میں موافقت کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب دشمنانِ اسلام کے ساتھ مجاہدین اسلام کا آمنا سامنا ہو یاجب امیر جہاد کی طرف سے تمام لوگوں کو جہاد کے لیے نکلنے کا عام حکم مل جائے تو پھر جہاد ہی درحقیقت سب سے افضل عمل ہے۔ اسی لیے ان حالات میں میدان جنگ سے بزدلی دکھاتے ہوئے بھاگنا حرام ہو جاتا ہے۔ امیر جہاد کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام (اعلان عام) ہونے کی صورت میں جہاد کے لیے نکلنا ہر غیر معذور اور مکلّف مسلمان پر فرض عین ہوجاتا ہے۔

چونکہ دیگر تمام اعمال کے مقابلہ میں صرف جہاد ہی ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں جان و مال کی سب سے بڑی قربانی دی جاتی ہے اور جہاد ہی دوسری تمام عبادات کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے ۔اپنی اس اساسی اور بنیادی حیثیت کے اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ ایمان کے بعد مطلق طور پر سب سے افضل عمل قرار پاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب میں جہادی مشغولیت کے باعث صلوٰۃ وسطیٰ یعنی (نماز عصر) کو مؤخر کر لیا۔ جس کی حفاظت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ تاکید فرمائی ہے۔'' [۱]

جامع ترمذی والی روایت بھی جہاد کے افضل عمل ہونے کے بارے میں دعویٰ کے عین مطابق واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[٦٥٥]((اَلْجِهَادُ سَنَامُ الْعَمَلِ)) [۲]

---

[۱] شرح النَّووی: ١/٦٣، ٢/١٣٦ + فتح الباری: ٦/٣٤٤-٣٤٦

[۲] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل: ٦٥٣

"جہاد تمام اعمال میں سب سے زیادہ بلند و بالا ہے۔" اور بلند و بالا عمل ہی افضل و برتر ہوتا ہے۔

حج مبرور کا ایک معنیٰ ہے جس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔ حج مبرور کا دوسرا معنیٰ "مقبول حج" ہے۔ البتہ ان میں سے پہلا معنیٰ زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ ایک حدیث رسول ﷺ سے بھی یہی معنیٰ ثابت ہوتا ہے۔[۱۳]

دوسری مثال:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۶۵۶] ((سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَیُّ العَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ؟ قَالَ: ((الصَّلٰوۃُ عَلٰی وَقْتِهَا)) قَالَ: ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ ((بِرُّ الوَالِدَیْنِ)) قَالَ : ثُمَّ اَیٌّ ؟ قَالَ :((اَلْجِهَادُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ)) وَ لَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِی))[۱۴]

"میں نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا: پھر کونسا عمل اللہ کے ہاں محبوب ترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ حسن برتاؤ۔" میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔ اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ مزید جواب ارشاد فرماتے۔"

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں:

"لفظ (ثُمَّ) ترتیب پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں ذکر اور بیان کرنے کی ترتیب مراد ہے، مرتبے اور درجے کی ترتیب مراد نہیں۔ جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں بھی یہی معاملہ ہے۔

[۶۵۷]﴿ اَوْاِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ O یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ O اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍO ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... ﴾[البلد: ۹۰: ۱۴-۱۷]

"یا کھانا کھلانا ہے بھوک والے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو، یا خاک نشین مسکین کو۔ پھر وہ ان لوگوں میں سے ہے جو ایمان لائے......"

ظاہر ہے کہ ایمان، مرتبہ میں دیگر اعمال مثلاً یتیم کو کھانا کھلانا وغیرہ پر مقدم ہے۔ حالانکہ وہ

---

[۱۳] تحفۃ الأحوذی: ۳/ ۱۶

[۱۴] صحیح البخاری =کتاب مواقیت الصّلوۃ :باب فضل الصّلوۃ لوقتها، الحدیث : ۵۰۴ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الإیمان، الحدیث : ۸۵

" ثُمَّ" کے بعد مذکور ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں ایمان باللہ، کھانا کھلانے والے عمل سے محض ذکر اور بیان میں بعد میں رکھا گیا ہے مرتبہ اور درجات میں نہیں۔"[۱۵]

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت میں تو ﴿ ثُمَّ ﴾ کو ترتیب فی الذکر پر محمول کرنے کی مضبوط دلیل موجود ہے کیونکہ اعمال، ایمان باللہ پر مقدم نہیں ہو سکتے۔ لیکن جن احادیث میں بعض اعمال کو بعض اعمال پر فوقیت دی گئی ہے ان میں اس بات کی کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہیں، جو لفظ " ثُمَّ" کو اپنے حقیقی معنی ترتیب فی الوجود اور ترتیب فی المراتب سے پھیرنے کے لیے جواز کی دلیل بن سکے۔ بلکہ حدیث کے الفاظ ((ثُمَّ اَیٌّ؟ ثُمَّ اَیٌّ؟ ثُمَّ اَیٌّ؟))...... (پھر کونسا؟ پھر کونسا؟ پھر کونسا؟) بتلا رہے ہیں کہ لفظ ﴿ ثُمَّ ﴾ سے بیان کی ہوئی ترتیب سے ترتیب فی المراتب ہی مراد ہے۔

لہٰذا حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ درست بات یہ ہے کہ بعض حالات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد سب سے افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا ہے۔ پھر والدین کی خدمت کرنا ہے۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جبکہ مخصوص حالات اور اسباب میں "جہاد فی سبیل اللہ" ہی سب سے افضل عمل ہے۔ مثلاً جب دشمنان اسلام کے ساتھ معرکہ آرائی ہو رہی ہو، دشمنانِ اسلام حملہ آور ہو جائیں، امیر جہاد جنگ کا اعلان عام کر دے، مجاہدین کافروں کے مقابل میں حالت جنگ میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، ان تمام حالات میں لازماً جہاد کو ہی تمام اعمال پر فوقیت حاصل ہو گی۔ اس سلسلہ کے دلائل کے مزید مطالعہ کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر۳ کے عنوان: جہاد کے فرض عین ہونے کے عارضی اسباب پر نظر ڈالئے۔ اس موقف کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے مذکورہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو باب فضل الجھاد میں ذکر کیا ہے۔ اس کے لیے ((اَلْجِھَادُ اَفْضَلُ الاَعْمَال)) کا باب قائم نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے اس حدیث کی تشریح میں اس تحقیق کی طرف اشارہ کیا ہے۔"[۱۶]

---

[۱۵] ملاحظہ ہو شرح النَّووی =کتاب الإیمان :باب بیان کون الإیمان باللّٰه تعالٰی أَفضل الإِیمان

[۱۶] فتح الباری: ٦/ ٣٤٤

جہاد اور ایمان تمام اعمال سے افضل ہے:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صحابہ کے درمیان کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

[٦٥٨]« اَنَّ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ » فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَرَاَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّیْ خَطَایَایَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: نَعَمْ ۔اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُّحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ » [1]

”جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ سب سے افضل اعمال ہیں۔ اس پر ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ سوال کیا: ”یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل ہو جاؤں تو کیا میری تمام خطاؤں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ بشرطیکہ تو صبر کرنے والا، اجر کا طلب گار، آگے بڑھنے والا اور پشت نہ دکھانے والا ہو(ماسوا قرض کے)۔“

اس حدیث مبارکہ میں تین اہم مسائل ہیں:

1. جہاد اور ایمان دونوں افضل عمل ہیں۔
2. اللہ کے راستے میں شہید ہونا تمام خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ شہید یا قتل ہونے والا صابر ہو، ثواب کا طلب گار ہو، بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔ اور پیٹھ نہ دکھانے والا ہو۔
3. قرض معاف نہیں ہوگا کیونکہ اس کا تعلق انسانی حقوق سے ہے۔

تیسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر۵ کے عنوان ”مقروض کا جہاد“ میں اور دوسرے مسئلے کی تفصیل اور تشریح اسی کتاب کے باب نمبر ۱۵ ”شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ“ کے عنوان ”احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ زیر بحث موضوع میں صرف پہلے مسئلے کا تعلق ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ دونوں کو سب سے افضل عمل قرار دیا ہے۔ ایمان ”قول، عمل اور اعتقاد“ تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔ البتہ جب عمل کے مقابلے میں ذکر کیا جائے تو اعتقاد قلب (دلی اعتقاد) کے معنی میں ہوتا ہے۔ مکمل تحقیق کے لیے

---

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ۲٤١

"صحیح البخاری، کتاب الإیمان" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس حدیث میں جہاد کے سب سے بہترین عمل ہونے کی شرائط کی طرف بھی تھوڑا سا اشارہ موجود ہے کہ مجاہد جب جہاد فی سبیل اللہ کے عمل میں چار شرائط و اوصاف کو جمع کرے تو ایسی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ مطلق طور پر ایمان باللہ کے بعد سب سے بہترین عمل قرار پائے گا۔

وہ چار شرائط یہ ہیں:

(۱) صبر کرنے والا ہو۔

(۲) ثواب کی نیت رکھنے والا ہو۔

(۳) اللہ کے راستے میں آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو۔

(۴) پیٹھ نہ دکھانے والا ہو۔

تیسری مثال:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے بارے ارشاد فرمایا:

[٦٥٩] ((مَاالْعَمَلُ فِی اَیَّامِ الْعَشْرِ اَفْضَلَ مِنَ الْعَمَلِ فِی هٰذِهٖ))قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ ((وَلَا الْجِهَادُ ، اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ یُخَاطِرُ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَلَمْ یَرْجِعْ بِشَیْءٍ))[18]

" ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں میں کیے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کا عمل افضل نہیں ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد بھی نہیں۔ البتہ وہ مجاہد جو اپنی جان و مال کو لے کر خطرات جہاد میں کود پڑا اور پھر ان میں سے کوئی چیز واپس لے کر نہیں لوٹا (یعنی شہید ہوگیا)۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ : کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس جملہ سے ملتی جلتی ہے۔ جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول! ہم تو جہاد کو سب سے افضل عمل سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک متفقہ طور پر مطلقاً سب سے افضل عمل جہاد تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صحابہ کے اس متفقہ عقیدے کی تردید نہیں کی

---

[18] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل :٦١٣

بلکہ عام حالات میں خواتین کے لیے بہترین جدو جہد کرنے اور مشقت اٹھانے کو حج مبرور کو قرار دیا ہے۔ البتہ مخصوص حالات میں بذات خود رسول اللہ ﷺ نے امہات المومنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر خواتین اسلام کو احد و حنین جیسے خونریز معرکوں میں شریک فرمایا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ [۱۹]

جبکہ زیر تشریح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں آپ نے اگرچہ ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے عمل کو تمام اعمال پر فوقیت دی۔ لیکن مجاہد جب میدان جنگ میں اپنی جان و مال کو لے کر اللہ کے راستے میں پُر خطر وادیوں میں اتر پڑتا ہے اور سب کچھ قربان کر دیتا ہے تو ایسے جہاد کے مطلقاً افضل ہونے کی وضاحت آپ ﷺ نے خود فرما دی۔

◎ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

" وَلَا الجِهَادُ (فِی سَبِیلِ اللّٰهِ) یَدُلُّ عَلٰی تَقَرُّرِاَفضَلِیَّةِ الجِهَادِ عِندَهُم وَ کَأَنَّهُم اسَتَفَادُوهُ مِنْ قَولِهٖ ﷺ فِی جَوَابِ السَّائِلِ عَنْ عَمَلٍ یَعْدِلُ الجِهَادَ فَقَالَ ﷺ [٦٦٠] ((لَا اَجِدُهٗ)) کَمَا فِی البخَارِیِّ مِنْ حَدِیْثِ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ" [۲۰]

”(حدیث رسول ﷺ میں وارد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ سوالیہ جملہ) ”اور کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی افضل نہیں؟“ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ بھی جہاد کی افضلیت کے عقیدے پر متفق تھے۔ گویا انہوں نے یہ عقیدہ نبی ﷺ کے ایک ارشاد سے پختہ کیا تھا۔ جو آپ نے ایک سوال پوچھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا۔ سائل نے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاد کے مساوی اور برابر میں اسلام میں کوئی عمل نہیں پاتا۔ جو صحیح بخاری کتاب الجہاد میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔“ [۲۱]

جہاد کے مساوی اور برابر کوئی عمل نہیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۱۹ تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل :۱۹۲

۲۰ صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب فضل الجهاد والسِّیر، الحدیث : ۲۶۳۳+ صحیح مسلم =کتاب الإِمَارة :باب فضل الشَّهادة فی سبیل اللّٰه تعالیٰ، الحدیث : ۱۸۷۸

۲۱ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار : ۳۳۲/۳

[٦٦١]« قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : مَا يَعدِلُ الجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَالَ «لَا تَستَطِيعُوهُ» قَالَ فَأَعَادُوا عَلَيهِ مَرَّتَينِ اَو ثَلَاثًا ـ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ« لَا تَستَطِيعُوهُ » وَ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ «مَثَلُ المُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ القَائِمِ القَانِتِ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَفتُرُ مِن صِيَامٍ وَلَا صَلٰوةٍ حَتّٰى يَرجِعَ المُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى »[۲۲]

''نبی ﷺ سے عرض کیا گیا ایسا عمل کونسا ہے جو جہاد کے برابر ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ راوی کہتا ہے: صحابہ نے آپ پر دو یا تین مرتبہ یہ سوال دہرایا۔ ہر مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا: تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تیسری مرتبہ سوال کرنے پر فرمایا: مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک روزہ رکھنے والا، نماز میں قیام کرنے والا اور آیات اللہ کی تلاوت کرنے والا ہو، جو روزہ اور نماز میں کبھی وقفہ نہ کرتا ہو۔ یہاں تک کہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس لوٹ آئے۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٦٦٢]« جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: دُلَّنِي عَلٰى عَمَلٍ يَعدِلُ الجِهَادَ ـ قَالَ : «لَا اَجِدُهُ » قَالَ «هَل تَستَطِيعُ اِذَا خَرَجَ المُجَاهِدُ اَن تَدخُلَ مَسجِدَكَ فَتَقُومَ وَلَا تَفتُرَ وَ تَصُومَ وَلَا تُفطِرَ » قَالَ وَ مَن يَستَطِيعُ ذٰلِكَ؟ قَالَ اَبُوهُرَيرَةَ اِنَّ فَرَسَ المُجَاهِدِ لَيَستَنُّ فِي طِوَلِهِ فَيُكتَبُ لَهُ حَسَنَاتٍ »[۲۳]

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جہاد کے برابر ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں پاتا۔ آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا: کیا تو استطاعت رکھتا ہے کہ جب مجاہد راہ جہاد میں نکل پڑے تو اپنی مسجد میں داخل ہو جائے پھر نماز میں کھڑا ہو جائے اور کبھی وقفہ نہ کرے اور روزے رکھنا شروع کر دے اور کبھی افطار نہ کرے۔ سائل نے عرض کیا: اس کی استطاعت کوئی شخص بھی نہیں رکھتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجاہد کا گھوڑا اپنی رسی کی حد تک اچھلتا کودتا ہے تو اس کے ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر مجاہد کے لیے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''

---

۲۲ صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب فضل الشّهادة فی سبیل اللّٰه تعالیٰ ،الحدیث : ۱۸۷۸

۲۳ تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ٦٦٠

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"فِی هٰذَا الْحَدِیْثِ عَظِیْمُ فَضْلِ الْجِهَادِ لِاَنَّ الصَّلٰوةَ وَالصِّیَامَ وَالْقِیَامَ بِآیَاتِ اللّٰهِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ وَ قَدْ جَعَلَ الْمُجَاهِدَ مِثْلَ مَنْ لَّا یَفْتُرُ عَنْ ذٰلِكَ فِی لَحْظَةٍ مِنَ اللَّحْظَاتِ وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ هٰذَا لَا یَتَأَتّٰی لِاَحَدٍ وَ لِهٰذَا قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم [٦٦٣]((لَا یَسْتَطِیْعُوْنَهٗ)) . وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ." [24]

" اس حدیث میں جہاد کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔کیونکہ نماز، روزہ اور آیات اللہ کی تلاوت کے ساتھ قیام اللّیل افضل الاعمال ہیں ۔مجاہد کی مثال ایسے شخص سے دی گئی ہے جو مذکورہ افضل الاعمال میں ایک لحظہ کے لیے بھی وقفہ نہیں کرتا اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ کوئی شخص ایسے اعمال بلا توقف نہیں کر سکتا۔ اسی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔"

◎ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِشْتَمَلَ حَدِیْثُ الْبَابِ عَلٰی تَعْظِیْمِ اَمْرِ الْجِهَادِ لِاَنَّ الصِّیَامَ وَ غَیْرَهٗ مِمَّا ذُکِرَ مِنْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ قَدْ عَدَلَ کُلَّهَا الْجِهَادُ...... وَ لِهٰذَا قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: [٦٦٤] ((لَا تَسْتَطِیْعُ ذَالِكَ)) فَفِیْهِ اَنَّ الْفَضَائِلَ لَا تُدْرَكُ بِالْقِیَاسِ وَ اِنَّمَا هِیَ اِحْسَانٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی لِمَنْ یَّشَاءُ . وَ اسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی اَنَّ الْجِهَادَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ مُطْلَقًا کَمَاتَقَدَّمَ تَقْرِیْرُهٗ [25]

" یہ حدیث جہاد کے عظیم الشان مرتبہ کے بیان پر مشتمل ہے کیونکہ روزہ اور نماز وغیرہ جیسے تمام فضیلتوں والے اعمال کے برابر(بلکہ اس سے بڑھ کر) اکیلا عمل جہاد ہے۔حتیٰ کہ مجاہد کے تمام حالات اور جائز نقل وحرکات ،راتوں کو قیام کرنے والے ،دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن شخص کے اجر و ثواب کے مساوی اور ہم پلہ ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو جواباً فرمایا: تو جہاد کے مساوی عمل کرنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتا ۔پھر یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ فضائل کا حصول قیاس اور رائے سے نہیں ہوسکتا۔ یہ تو محض اللہ کا فضل و احسان ہے جس پر چاہے کر دے۔ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ جہاد مطلقاً تمام اعمال سے افضل ہے: جیسا کہ ہم اس کو

---

[24] شرح النّووی : ۲/ ۱۳٤

[25] فتح الباری : ٦/ ۳٤٥، ۳٤٦

بیان کر چکے ہیں۔''

◎ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اَلْقِیَاسُ یَقْتَضِی اَنْ یَّکُوْنَ الْجِهَادُ أَفْضَلَ الْاَعْمَالِ الَّتِیْ هِیَ وَسَائِلُ ...... وَاللّٰهُ اَعْلَمُ " [۲۶]

''قیاس بھی اس بات کا متقاضی ہے کہ جہاد ہی ان اعمال میں افضل ترین ہو جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے وسائل ہیں کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے اور کفر کے خاتمے کا وسیلہ ہے لہٰذا اس اعتبار سے اس کی عظیم فضیلت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا ہے؟

[٦٦٥] ﴿ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ط ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَايُصِيْبُهُمْ ظَمَأٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ O وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O ﴾ [التَّوبة= ۹:۱۲۰،۱۲۱]

''اہل مدینہ اور مضافات کے دیہاتیوں کے لیے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں پیچھے رہ جانا اور اپنی جانوں کو آپ کی جان سے زیادہ عزیز سمجھنا اس لیے جائز نہیں کہ ان (مجاہدین) کو اللہ کی راہ میں جب بھی پیاس لگے، بھوک لگے، کوئی تکلیف پہنچے، یا وہ ایسے مقام پر چلیں جو کفار کو غصہ دلائے اور دشمن سے کچھ حاصل کر لیں تو ان میں سے ہر ایک عمل کے بدلے ان کے لیے عمل صالح لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر و ثواب ضائع نہیں فرماتا۔ اور اسی طرح وہ کوئی چھوٹا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں مگر ان کے لیے (اس میں) بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے احسن عمل (یعنی جہاد فی سبیل اللہ) کا بدلہ عطا فرمائیں۔''

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۲۶] فتح الباری: ٦/٣٤٥،٣٤٦

[٦٦٦] ((كُنتُ عِندَ مِنبرِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَجُلٌ: مَا أُبَالِي اَنْ لَّا اَعمَلَ عَمَلًا بَعدَ الْإِسلَامِ إِلَّا اَنْ أَسقِيَ الْحَاجَّ۔ وَقَالَ آخَرُ : مَا اُبَالِي اَنْ اَعمَلَ عَمَلًا بَعدَ الإِسلَامِ إِلَّا اَنْ اَعمُرَ المَسجِدَ الحَرَامَ ۔وَ قَالَ اٰخَرُ :الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَفضَلُ مِمَّا قُلتُم ......فَانزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿**اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ** O﴾[التَّوبة : ٩:١٩])) [٢٧]

"میں منبر رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد حجاج کرام کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل بھی نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام کے بعد مسجد حرام کو آباد رکھنے کے علاوہ کوئی عمل بھی نہ کروں۔ تیسرے شخص نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمہارے بتائے ہوئے اعمال سے افضل و برتر ہے۔ تو اس پر سورۃ التوبہ کی یہ آیت نازل ہوئی" کیا تم نے حجاج بیت اللہ کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد رکھنے جیسے اعمال کو اس شخص کے اعمال کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والے اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بڑے درجے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

ستر (۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٦٧]((مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصحَابِ النَّبِيِّ ﷺ : بِشِعبٍ ـ فِيهِ عُيَينَةٌ مِن مَاءٍ عَذبَةٍ فَأَعجَبَتهُ بِطِيبِهَا فَقَالَ لَوِ اعتَزَلتُ النَّاسَ فَاَقَمتُ فِي هٰذَا الشِّعبِ وَ لَنْ اَفعَلَ حَتّٰى اَستَاذِنَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَالِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : فَقَالَ : ((لَا تَفعَل فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُم فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَفضَلُ مِن صَلٰوتِهٖ فِي بَيتِهٖ سَبعِينَ عَامًا ـاَلَا تُحِبُّونَ اَنْ يَّغفِرَ اللّٰهُ لَكُم وَ يُدخِلَكُمُ الْجَنَّةَ ؟ اُغزُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَن قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَت لَهُ الْجَنَّةُ)) [٢٨]

---

[٢٧] صحيح مسلم =كتاب الإمَارة :باب فضل الشَّهادة فى سبيل الله تعالٰى ، الحديث : ١٨٧٩

[٢٨] صحيح التِّرمذى ، أَبواب فضائل الجهاد :باب الغُدُوّ وَ الرَّواح فى سبيلِ الله عزّوجلَّ ، الحديث : ١٣٤٨

’’ رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ایک پہاڑی گھاٹی کے قریب سے گذرا، جس میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جو اپنی خوشگواری کی وجہ سے اسے بہت پسند آیا۔ اس نے سوچا کہ کاش! میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں۔ لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجات لیے بغیر ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خواہش کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ میں (کچھ دیر) ٹھہرنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوہنے میں وقفہ کی مقدار کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔‘‘

مجاہد کے خون کی قدرو قیمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٦٨] ((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ لَا یُكْلَمُ اَحَدٌ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ —— وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ یُّكْلَمُ فِی سَبِیلِهٖ —— اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ، اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّیحُ رِیحُ الْمِسْكِ)) [29]

’’ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا —— اور اللہ جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں (خالص نیت کے ساتھ) زخمی ہوا ہے —— مگر وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ زخم بہتا ہوگا۔ خون کا رنگ تو خون جیسا ہی ہوگا مگر خوشبو کستوری کی ہوگی۔‘‘

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[٦٦٩] ((مَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِیءُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ۔ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَ رِیْحُهَا كَالْمِسْكِ)) [30]

’’ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا یا کوئی ٹھوکر اور چوٹ لگی تو وہ قیامت کے روز بہترین زعفرانی رنگ اور کستوری کی خوشبو کے ساتھ اٹھے گا۔‘‘

---

[29] صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب من یُجرَحُ فی سبیل الله عزَّوجلَّ ، الحدیث : ٢٦٤٩ + صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل الله ، الحدیث : ١٨٧٦

[30] صحیح التِّرمذی ، أَبواب فضائل الجهاد :باب ماجاء فی المجاهد والمكاتب والنَّاكح وعون الله إِیَّاهم ، الحدیث : ١٣٥٣

کفار سے جنگ کرنا دوزخ سے نجات کا وسیلہ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٦٧٠] ((لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَداً))[۳۱]

"کافر اور اس کا قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہ ہونگے۔"

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[٦٧١] ((لَا يَجْتَمِعَانِ فِي النَّارِ اجْتِمَاعًا يَضُرُّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ قِيلَ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مُؤْمِنٌ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ))[۳۲]

"وہ دونوں جہنم میں ایسے طریقے سے اکٹھے نہ ہونگے کہ ایک دوسرے کے لیے باعث رنج وضرر ہوں۔ سوال کیا گیا کہ کون دونوں؟ تو فرمایا ایک مومن جو کسی کافر کو قتل کر دے اور پھر وہ اپنی حالت درست رکھے۔"

مذکورہ بالا حدیث کی وضاحت:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ قاضی عیاض شارح صحیح مسلم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مومن جب ایک کافر کو قتل کر دے یہ عمل اس کے تمام گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے اور اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا۔ اس کو یہ صلہ عمومی حالات میں یا مخصوص نیت اور مخصوص حالات میں حاصل ہو گا۔ یا یہ ہوسکتا ہے کہ اگر اسے بعض دیگر گناہوں کی وجہ سے کوئی عذاب دیا جائے تو وہ آتش جہنم کی بجائے مقام اعراف میں ٹھہرنے کی صورت میں ہو اور نار جہنم سے بہرحال اسے محفوظ رکھا جائے۔ یا جہنم میں داخلہ عارضی طور پر ہو مگر دخول جہنم کی شکل میں اسے کفار کے مقام عذاب سے بالکل الگ رکھا جائے تاکہ مقتول کافر اس کو یہ عار نہ دلا سکے کہ تجھے ایمان لانے اور مجھے بوجہ کفر قتل کرنے سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ کہ میری طرح تم بھی جہنم میں داخل ہوئے۔ بعض احادیث کے الفاظ سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کافر کو قتل کر کے اگر اپنے حالات درست رکھے اور موت تک صراط مستقیم پر قائم رہے۔ تو یہ مومن اور کافر جہنم میں اکٹھے نہیں ہونگے۔ مگر ایسی صورت

---

۳۱ تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ۲۳

۳۲ تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ۲۳

میں آتش جہنم سے محفوظ رہنے کے لیے جہاد کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی۔ جبکہ پہلی روایت اپنے معنی کے اعتبار سے اسی خصوصیت کے لیے واضح دلالت پیش کرتی ہے۔ الَّا یہ کہ دوسری روایت کو پہلی روایت کے لیے خاص کرنے والی قرار دیا جائے۔ [۳۳]

◎ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا:

" ذِکْرُ نَفِی اجْتِمَاعِ الْقَاتِلِ الْمُسْلِمِ وَالْکَافِرِفِی النَّار عَلٰی سَبِیْلِ الْخُلُودِ " [۳۴]

'' ایسی بات کی نفی کا بیان کہ مسلمان قاتل اور کافر مقتول جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اکٹھے ہونگے۔''

گویا امام موصوف کی رائے میں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قاتل مومن اور مقتول کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔ یعنی قاتل مومن کا اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد کوئی بھی نیک عمل کافر کو قتل کرنے کے سوا نہ ہو تو وہ اس کی بدولت بالآخر جہنم سے نجات پائے گا۔ گویا جہنم سے نجات کے لیے ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ اس کے پاس ایک دوسرا قوی وسیلہ '' کافر کا قتل '' بھی موجود ہوگا۔

مجاہد کا کفیل اللہ تعالیٰ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۶۷۲] ((تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِی سَبِیْلِهٖ لَا یُخرِجُهٗ اِلَّا جِهَادًا فِی سَبِیْلِی ، وَ اِیْمَانًا بِی، وَ تَصدِیْقًا بِرُسُلِی فَهُوَ عَلَیَّ ضَامِنٌ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ اَرجِعَهٗ اِلٰی مَسْکَنِهِ الَّذِیْ خَرَجَ مِنْه نَائِلًا مَّا نَالَ مِنْ اَجرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ)) [۳۵]

'' اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے اس کو (اپنے گھر سے) میری راہ میں جہاد مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کوئی اور سبب نکالنے والا نہ ہو، تو میں اس کے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ اس کو (مقام شہادت

---

[۳۳] ملاحظہ ہو شرح النّووی =کتاب الإمَارة :باب من قتل کَافِرًا ثم سدَّد۔

[۳۴] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان =کتاب السَّیر :باب فضل الشَّهَادَة / ذکر نفی اجتماع القاتِل المسلم والکافر فی النَّار علٰی سبیل الخلود ، الحدیث : ٤٦٤٦

[۳۵] صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب فضلِ الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰه ، الحدیث : ۱۸۷٦ + صحیح البخاری= کتاب الجهاد: کتاب الخمس ،باب قول النَّبِیِّ صلی الله علیه وسلم ((أُحلَّت لکم الغنائم))، الحدیث : ۲۹۵۵

پر فائز ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کر دوں گا یا اسے (غازی بن جانے کی صورت میں) اس کے گھر کی طرف لوٹا دوں گا تو وہ اجر وثواب یا مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔"

◎ امام نووی، ابو الولید الباجی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجاہد کے لیے یہ ضمانت (یعنی کفالت) کا وعدہ محض اس کا فضل وکرم ہے۔ یہ وعدہ سورۃ التوبہ میں وارد اس بشارت الٰہی کے عین مطابق ہے کہ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پھر کفار کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی راہ حق میں شہید ہوتے ہیں۔

◎ شارح صحیح بخاری محدث کرمانی نے لکھا ہے:

"حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہد کے لیے جنت میں داخلہ کے علاوہ اجر وغنیمت دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے حصول کی ضمانت ہے۔ نہ یہ کہ وہ اجر یا غنیمت دونوں میں سے کوئی ایک ہی حاصل کرے گا۔ تینوں مقاصد میں سے کوئی ایک یا اجر وغنیمت دونوں لامحالہ حاصل ہوں گے۔

امام قرطبی، ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہما نے کلمہ " اَوْ "کو واؤ کے معنٰی میں قرار دیا ہے۔ یعنی مجاہد جنت یا اجر وثواب اور مال غنیمت دونوں انعامات حاصل کرے گا۔ جیسا کہ مسلم کی ایک حدیث میں أَوغَنِیْمَةٍ کی بجائے " وَغَنِیْمَةٍ " کا لفظ بھی آیا ہے۔ صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو غازی مال غنیمت حاصل کریں گے انہوں نے اپنا دو تہائی حصہ اجر دنیا میں وصول کر لیا۔ آخرت میں ان کے لیے صرف ایک تہائی اجر و ثواب باقی رہے گا۔ اگر وہ اموال غنیمت حاصل کیے بغیر جہاد کر کے لوٹیں گے مکمل اجر کے حقدار ہونگے۔ اس حدیث سے معنی اول کی تائید ہوتی ہے کہ مجاہد کے لیے دخول جنت یا اجر و ثواب دونوں یا کسی ایک کے حصول کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے۔ الغرض مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غازی ہر صورت میں کامیاب و بامراد ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ اور دیگر شارحین حدیث نے دونوں احادیث کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے مضامین میں کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

اخلاص نیت، مشکلات اور مشقتوں میں کمی وبیشی کی وجہ سے اجر وثواب کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا غنیمت حاصل کرنے اور نہ کرنے والے دونوں قسم کے غازی اپنے اپنے عمل کے فرق کے بقدر اجروثواب کے بھی مستحق ٹھہرتے ہیں۔[۳۶، ۳۷]

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق افضل ترین اعمال کی ترتیب یوں ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، پھر جہاد فی سبیل اللہ پھر حج مبرور۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق ترتیب یہ ہے کہ وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین سے نیک سلوک کرنا، پھر جہاد فی سبیل اللہ، یہ اختلاف نہیں بلکہ مختلف مواقع اور حالات کے مطابق افضل اعمال کی ترتیب کا بیان ہے۔

② مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہی تمام اعمال سے افضل، تمام اعمال سے بہتر اور ہر نیک عمل کی چوٹی ہے۔

③ جمہور علماء اسلام کے نزدیک مخصوص حالات میں جب اعلان جنگ ہو جائے اور جہاد فرض عین ہو تو فقط جہاد ہی افضل عمل ہے۔ نیز جہاد کی خاص قسم جس میں جان و مال کی قربانی دے دی جائے ہر قسم کے حالات میں تمام اعمال سے افضل ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد کو ہی افضل الاعمال سمجھتے تھے اور اس نظریہ و اعتقاد میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید حاصل تھی۔

⑤ کوئی اسلامی عمل جہاد کا متبادل اور درجہ میں اس کے مساوی نہیں ہے اور مجاہد جہاد کی طرف نکلنے کے وقت سے لے کر واپس گھر آنے تک بلاناغہ اور بلاوقفہ رات کو قیام کرنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور ہمیشہ تلاوت قرآن کرنے والے مومن کی طرح مسلسل نیک عمل میں مشغول رہنے والا ہوتا ہے۔

---

۳۶ خلاصہ کلام از فتح الباری: ۶/۳۴۹ + شرح النَّووی: ۲/۱۳۳ + المنتقٰی شرح المؤطّا: ۳/۱۶۰

۳۷ یعنی مجاہد کے لیے تین انعامات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) اجر وثواب (۳) مال غنیمت۔ شہید ہونے کی صورت میں جنت تو ہے ہی ہے۔ غازی بن جانے کی صورت میں ہوسکتا ہے مال غنیمت حاصل کیے بغیر واپس آنا پڑے۔ مگر اجر وثواب تو اس صورت میں ملے گا (ان شاء اللہ)۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غازی بن کر لوٹنے کی شکل میں مال غنیمت بھی اللہ تعالیٰ ہاتھ لگا دے۔ اس صورت میں گویا مجاہد اجر وثواب کے ساتھ ساتھ مال غنیمت لے کر بھی واپس پلٹتا ہے۔ (ابوعمار ابن عبدالجبار)

⑥ مجاہد کی بھوک اور پیاس، راہ حق میں برداشت کی جانے والی تمام تکالیف، دشمنوں کے ساتھ جنگ و جدال کی تمام حرکات اور ان کیطرف بڑھنے والے ہر قدم پر نیک اعمال لکھ دیئے جاتے ہیں۔

⑦ جہاد فی سبیل اللہ حجاج کرام کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کی عبادت سے بھی افضل و برتر عمل ہے۔

⑧ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے گوشہ نشینی کی جہاد کے مقابلہ میں اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک لمحہ گزارنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ عبادت سے زیادہ افضل ہے۔

⑨ اونٹنی کے (دو مرتبہ) دودھ دوہنے میں وقفہ کے برابر اللہ کی راہ میں قتال کرنا جنت میں جانے کا سبب ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[٦٧٣] ((مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ)) [۳۸]

''جس نے اللہ کے راستہ میں دودھ دوہنے کے دو وقفوں کے درمیانی عرصہ کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت لازم ہوگئی۔''

⑩ اللہ کی راہ میں شہید یا زخمی ہونے والے کا خون قیامت کے دن زعفران کے رنگ اور کستوری کی خوشبو جیسا ہوگا۔

⑪ کافر اور اس کا قاتل جہنم میں جمع نہیں ہونگے۔

⑫ اللہ تعالیٰ مجاہد کے لیے کفیل اور ضامن ہے کہ شہید ہونے کی صورت میں اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور غازی بننے کی حالت میں اجر و غنیمت دونوں یا کوئی ایک لازماً عطا فرمائے گا۔

⑬ جہاد کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مجاہد ''اعلائے کلمۃ اللہ'' کو ہی اپنا مقصد بنائے۔ تاہم مال غنیمت کا حصول بھی اللہ کی نعمت اور جہاد کے ضمنی اور ذیلی مقاصد میں شامل ہے۔

مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

۳۸ تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ٦٦٧

[٦٧٤] ((قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰه ﷺ : اَیُّ النَّاسِ اَفضَلُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ :((مُؤمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِنَفسِهٖ وَ مَالِهٖ)) قَالُوا : ثُمَّ مَن ؟ قَالَ:((مُؤمِنٌ فِی شِعبٍ مِّنَ الشِّعَابِ يَتَّقِی اللّٰهَ وَ يَدَعُ النَّاسَ مِن شَرِّهٖ)) [۳۹]

”رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ تمام لوگوں میں افضل ترین انسان کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مومن جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٧٥] ((مِن خَيرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُم ،رَجُلٌ مُّمسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ۔ يَطِيرُ عَلٰی مَتنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيعَةً اَوفَزعَةً طَارَ عَلَيهِ ۔ يَبتَغِی القَتلَ وَالمَوتَ مَظَانَّهٗ۔ اَو رَجُلٌ فِی غُنَيمَةٍ فِی رَأسِ شَعفَةٍ مِن هٰذَا الشَّعفِ اَو بَطنِ وَادٍ مِن هٰذِهِ الاَودِيَةِ يُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَ يُوتِی الزَّكٰوةَ وَ يَعبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰی يَأتِيَهُ اليَقِينُ لَيسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِی خَيرٍ)) [۴۰]

”تمام انسانوں میں بہترین زندگی والا شخص وہ ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ کی راہ میں تھامے رکھے۔ جب بھی کہیں سے جنگ کا شور یا جنگ کی گھبراہٹ سنتا ہے تو گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر اڑ جاتا ہے اور (شہادت کی تمنا میں) قتل اور موت کو اس کی متوقع جگہوں میں تلاش کرتا ہے۔ (یعنی گھمسان کی جنگ میں داخل ہو جاتا ہے) یا وہ آدمی بہترین زندگی والا ہے جو کسی پہاڑی چوٹی یا کسی وادی میں اپنے ریوڑ کے ساتھ گوشہ نشین ہو کر نماز قائم کرتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو اور موت آنے تک اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہے۔ لوگوں کے لیے صرف خیر اور بھلائی کا مجسمہ بنا رہے۔“

مذکورہ احادیث کی تشریح:

امام بخاری، امام نووی، قاضی عیاض مالکی، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین عظام نے احادیث بالا کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ امن و عافیت کے زمانے میں تو

[۳۹] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ۲۷۳

[۴۰] صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب فضل الجهاد والرِّباط ، الحديث : ۱۸۸۹ + صحیح البخاری =کتاب الفتن :باب التَّعرُّب فی الفتنة ، الحدیث : ٦٦٧٧

مجاہد فی سبیل اللہ ہی سب لوگوں سے زیادہ افضل ہوگا۔ بلکہ جب مسلمانوں کا امام اور ان کی جماعت موجود ہو تو امتِ مسلمہ کے ساتھ رابطہ رکھنا اور دینی فرائض، بالخصوص جہاد کو کھڑا کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٧٦] ((تَلْزَمُ جَماعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ اِمامَهُمْ))[41]

”مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ وابستہ رہ۔“

لہٰذا ......! ان حالات میں گوشہ نشینی کی قطعاً کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ ایسی حالت میں گوشہ نشیں عابد اور زاہد فرائض الٰہیہ کا تارک، ظلم وعدوان اور کفر وشرک کو قدم جمانے کا موقعہ دینے والا اور اجتماعی زندگی میں قائم اللہ تعالیٰ کے احکام سے راہ فرار اختیار کرنے والا قرار پائے گا۔

اگر مسلمانوں کی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو تمام فتنوں اور فرقوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ نہ کہ دینی فرائض سے۔ بالخصوص جہاد سے علیحدہ ہو جانے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

پہلی دلیل:

اس کی پہلی دلیل نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے:

[٦٧٧] ((فَاعْتَزِلِ تِلْكَ الفِرَقَ كُلَّها))[42]

”پھر ان تمام فرقوں سے الگ ہو جاؤ۔“

حتیٰ کہ کسی درخت کی جڑ کو کاٹتے رہو تا وقتیکہ تمہاری موت آجائے۔ (امت مسلمہ میں افتراق اور انتشار سے اجتناب کرو نہ کہ جہاد چھوڑ دو)

دوسری دلیل:

امام بخاری رحمہ اللہ باب: ”التَّعَرُّبِ فِی الْفِتْنَةِ“ (فتنے کی حالت میں گوشہ نشیں ہونا) میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کو (ایامِ فتنہ میں) بادیہ نشینی کی اجازت دی تھی لیکن بالآخر وہ موت سے قبل مدینہ میں آکر مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں شامل ہو گئے۔“[43]

---

[41] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ٣٥٥

[42] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ٣٥٥

[43] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الفِتَن :باب التَّعَرُّب فی الفتنة ، الحدیث : ٦٦٧٦

تیسری دلیل:

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ بالا باب میں ہی سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

[٦٧٨] ((یُوشِكُ اَن یَّكُونَ خَیرَ مَالِ الْمُسلِمِ غَنَمٌ یَتبَعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ القَطرِ یَفِرُّ بِدِینِهٖ مِنَ الفِتَنِ)) [۴۴]

''مسلمانوں کا بہترین مال عنقریب وہ ریوڑ ہوگا جسے لے کر وہ پہاڑی چوٹیوں اور بارش گاہوں میں نکل جائے گا وہ اپنے دین کو فتنوں سے محفوظ کرنے کے لیے ایسا کرے گا۔''

چوتھی دلیل:

اور امام مسلم رحمہ اللہ کتاب الفتن میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٦٧٩] ((اَلعِبَادَةُ فِی الهَرجِ كَهِجرَةٍ اِلَیَّ)) [۴۵]

''قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی حالت میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنے کے مترادف ہے۔''

مذکورہ دلائل و براہین سے ثابت ہوا کہ حالات خواہ کیسے ہی ہوں اسلامی معاشرے کے ساتھ وابستگی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے فرائض واحکام خصوصاً جہاد فی سبیل اللہ کو قائم کرنا انبیاء و رسل کی سنت ہے۔ یہ سنت انبیاء ہی غلبۂ دین اور قیام عدل کا صحیح طریق ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور فتنوں کے ظاہر ہونے کی صورت میں اپنا دین بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ مگر اس صورت میں بھی بلند مراتب کا حصول، درجہ کمال پر فائز ہونا، افضل اور اکمل ایمان کا درجہ صرف مجاہد فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ [۴۶]

---

[۴۴] صحیح البخاری =کتاب الفِتَن :باب التَّعَرُّب فی الفتنة ، الحدیث : ٦٦٧٧

[۴۵] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ٤٣١

[۴۶] خلاصہ کلام از کتاب الفتن للبخاری و مسلم +شرح النّووی : ١٣٦/٢ + فتح الباری : ٣٤٦/٦

مجاہدین کے درجات و مراتب:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٦٨٠] ((مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ صَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِي اَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيْهَا)) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ ((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَابَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَئَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ۔ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ ــــ اُرَاهُ ــــ فَوْقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ مِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ)) [٤٧]

”جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم لوگوں کو اس کی خوشخبری نہ سنا دیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا درمیانی فاصلہ ہے سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو (جنت) الفردوس کا سوال کیا کرو ۔کیونکہ وہ سب سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور پھر فرمایا: اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اس سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں۔“

مذکورہ حدیث کی تشریح:

امام ترمذی نے اس حدیث کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اورابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے۔ حدیث ابوہریرہ میں ہے:

[٦٨١] ((فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ)) [٤٨]

”جنت میں سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو برس (کی مسافت) کا فاصلہ ہے۔“

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میں یہ اضافہ ہے:

[٦٨٢] ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ صَلَّى الصَّلٰوةَ وَ حَجَّ الْبَيْتَ ـــ لَا اَدْرِي اَ ذَكَرَ الزَّكٰوةَ اَمْ

[٤٧] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ١٠٩

[٤٨] صحیح التّرمذی = أبواب صِفَة الجنَّة :باب ماجاء فی صِفَة درجات الجنَّة ، الحدیث : ٢٠٥٤

لَا ــــ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّغْفِرَ لَہٗ ھَاجَرَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ أَوْمَکَثَ بِاَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ بِھَا)) [49]

"جس نے رمضان کے روزے رکھے، نماز پڑھی اور بیت اللہ کا حج کیا ــــ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کا ذکر کیا یا نہیں ــــ مگر اللہ پر حق ہوگا کہ اسے بخش دے وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا اپنی پیدائش گاہ میں مقیم رہے۔"

اصول حدیث کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ " زِیَادَۃُ الثِّقَۃِ مَقْبُولَۃٌ "(ثقہ راوی کا اضافہ قابل قبول ہوتا ہے) لہٰذا! اس اصول کے مطابق یہ اشکال حل ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کے لیے دیگر ارکان اسلام کو بطور شرط کیوں ذکر نہیں فرمایا۔ زکوۃ کا ذکر اس لیے غیر ضروری سمجھا گیا کہ وہ صرف صاحب نصاب پر فرض ہے۔

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اس طرح حج بھی بشرط استطاعت واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا بخاری کی روایت میں دو بنیادی ارکان مذکور ہیں جو ہر مومن کے لیے فرائض اور واجبات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لحاظ سے صحیح بخاری کی روایت میں کوئی اشکال نہیں۔ الغرض مذکورہ حدیث سے یہ نتیجہ کسی طور اخذ نہیں کیا جا سکا کہ محض صوم وصلوٰۃ وغیرہ ہی حصول نجات کے لیے کافی ذرائع ہیں۔

معاذ بن جبل سے مروی حدیث میں یوں الفاظ ہیں:

[٦٨٣] ((ذَرِ النَّاسَ یَعْمَلُوْنَ......)) [50]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تاکہ وہ (زیادہ سے زیادہ) عمل کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمومی حالات میں جبکہ جہاد فی سبیل اللہ فرض عین نہ ہو اگرچہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اسلام کے چار ارکان یا نماز ، روزہ کو ادا کر لینا ذریعہ نجات تو بن جاتا ہے لیکن لوگوں کو اس پر خوش ہونے کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل مقام و مرتبہ کی طلب وجستجو کرنا بہرحال ایک مومن شخص کا مقصود ہے اور یہی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ امام طیبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سائل کے سوال اور خیال کے بالکل خلاف ہے۔ جب سائل نے کہا کہ ہم اس بات کی

---

[49] صحیح التّرمذی = أبواب صفة الجنَّة :باب ماجاء فی صفة درجات الجنَّة ، الحدیث : ٢٠٥٥

[50] صحیح التّرمذی = أبواب صفة الجنَّة :باب ماجاء فی صفة درجات الجنّة ، الحدیث : ٢٠٥٥

لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دیں۔کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند کو اللہ تعالیٰ جنت میں ضرور داخل کرے گا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں مجاہدین کے لیے تیار جنت کے درجات بیان کیے ہیں۔

گویا آپ ﷺ سائل کی اس کے منشاء سوال سے اعلیٰ تر مقام و مرتبہ کی طرف راہنمائی فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو محض اللہ تعالیٰ پر ایمان نماز، روزہ جیسے مسائل پر حاصل ہونے والی مغفرت اور محض جنت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ نے بلند درجات رکھے ہیں جن کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ نیز اس عمدہ اور اعلیٰ جنت ''جنت الفردوس'' کی خوشخبری سنانی چاہیے۔[۵۱]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں جو اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ عمل کر سکیں۔ اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور نہ کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اگرچہ جہاد نہ کرنے والے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہوں اور دیگر دینی فرائض ، نماز، روزہ اور حج وغیرہ کو قائم کرتے ہوں۔ دونوں ہی انعامات جنت کو یکساں طور پر پانے والے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجاہدین درجات و مراتب میں بلند ترین ہیں، اوصاف و کمالات میں سب لوگوں سے بہتر زندگی گزارنے والے ہیں، دین حق کی حفاظت کے لیے آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے والے شاہین ہیں اور شہادت کو اس کے متوقع مقامات میں تلاش کرنے والے سرفروشان اسلام ہیں۔[۵۲]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث مذکور کے آخر میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے:

[٦٨٤] ((وَلَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ وَ لَا تَطِيْبُ اَنْفُسُهُمْ اَنْ يَتَخَلَّفُوا بَعْدِىْ ـ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَ دِدْتُّ اَنِّىْ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْىٰ ثُمَّ اُقْتَلُ))[۵۳]

---

۵۱ فتح البارى : ٣٥٦/٦

۵۲ ایک یہ ہے کہ جیسے کیسے جنت میں داخل ہوا جائے۔ اگرچہ اہل جہنم کے مقابلے میں یہ کوئی کم کامیابی نہ ہوگی۔ مگر کیا ہی خوب گزرے کہ جنت کے اعلیٰ، ارفع اور عظیم الشان درجات اور جنت الفردوس کے لیے تگ و دو کی جائے۔ بالکل ایسے جیسے ایک طالب علم پینتیس چالیس فیصد نمبر لے کر پاس تو ہو جاتا ہے۔ پاس ہو جانا فیل ہونے سے تو کہیں زیادہ بہتر ہے۔لیکن اگر کوئی ذہین اور لائق سٹوڈنٹ فسٹ (First) ڈویژن یا ہائی فسٹ (First) ڈویژن (نوے یا پچانوے فیصد نمبر) لے کر پاس ہو تو اس کے کیا ہی کہنے۔ پاس ہونے والا اور فسٹ (First) ڈویژن لینے والا ہرگز برابر نہ ہوگا۔ (ابو عمار ابن عبدالجبار)

۵۳ صحيح النِّسائى =كتاب الجهاد :باب درجة المجاهد فى سبيل الله عزَّوجلَّ، الحديث : ٢٩٣٥

''اگر عام مومنوں کے لیے ناگوار نہ ہوتا اور یہ صورت نہ ہوتی کہ میں نہ تو ان کے لیے سواری پاتا ہوں اور نہ ہی وہ میرے بعد گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کرتے ہیں، تو میں کسی لشکر اسلام سے پیچھے نہ بیٹھتا۔ میں تو اس بات کا مشتاق ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔''

یعنی شہادت انبیاء علیہم السلام کا مقصود و مطلوب ہے اور نبیوں کی شان نبوت اور رسالت کے باوجود جہاد کی اہمیت اپنی جگہ بدستور برقرار ہے۔

گویا رسول اللہ ﷺ سائل کو کمال کے اعلیٰ مراتب کی ترغیب دلاتے ہوئے عمومی حالت میں بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں اور صرف حصول جنت پر اکتفا کرنے کو منع فرما رہے ہیں۔ آپ کا انداز بیاں انتہائی بلیغ اور موثر ہے۔ عام حالت میں جب جہاد فرض عین نہ ہو اور جنگ کے لیے اعلان عام نہ ہو تو آپ ﷺ مومنوں کو عزم وہمت کے جہادی پہاڑوں کی بلند گھاٹیوں پر چڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں۔

اس کتاب کے اسی باب نمبر ۱ا کے عنوانات ''مجاہد سب لوگوں سے افضل ہے۔'' اور ''مجاہدین کے درجات و مراتب'' میں ذکر کردہ احادیث کا مفہوم متعین کرنے کے لیے کِتَابُ الْاِیْمَان اور کِتَابُ الْاِیْمَانِ بِالْقَدَرِ سے متعلق صحیح بخاری وصحیح مسلم کی مندرجہ ذیل احادیث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلاشبہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٨٥] ((مَا مِنْ اَحَدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهِ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَفَلَا اُخْبِرُبِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا؟ قَالَ :((اِذًا يَتَّكِلُوْا)) فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا ۔)) [۵۴]

''جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدق دل سے شہادت دے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میں (عام) لوگوں کو اس بات کی اطلاع نہ کردوں؟ تاکہ وہ اس سے خوشی اور مسرت حاصل کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ اعمال چھوڑ کر اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سیدنا

---

[۵۴] صحیح البخاری =کتاب العلم :باب من خصَّ بالعلم قوماً دون قوم کراهية أَن لَّا يفهموا، الحديث : ۱۲۸ + صحیح مسلم =کتاب الإيمان :باب الدَّليل علیٰ أَنَّ من مَّات علَى التَّوحيد دخل الجنَّة قطعاً ، الحديث : ۳۲

معاذ رضی اللہ عنہ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے ڈرتے ہوئے اپنی موت کے وقت لوگوں کو اس کی خبر کر دی۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے۔آپ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس سے زمین کو کرید رہے تھے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٦٨٦] ((مَا مِنكُم مِنْ اَحدٍ اِلّا وَ قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَ مَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ)) قَالُوا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ((اِعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ ـ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ۔ ثُمَّ قَرَأَ ﴿ **فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝**﴾ [اللَّيل: ٩٢: ٥ـ١٠]))[۵۵]

'' ہر شخص کا جہنم یا جنت میں ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پھر ہم (اعمال چھوڑ کر) اپنی لکھی ہوئی تقدیر پر بھروسہ نہ کر لیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمل ضرور کرو۔ کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی عمل آسان کیا جائے گا جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ جو خوش نصیب لوگوں میں سے ہوگا اس کے لیے خوش نصیبی کے عمل اور جو بدبختوں میں سے ہوگا اس کے لیے بدبختی کے اعمال آسان کر دیئے جائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔''جس نے دیا(اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ لیکن جس نے بخیلی کی، بے پرواہی برتی اور نیک بات کی تکذیب کی تو ہم بھی اس کو مشکل کے سامان میسر کر دیں گے۔''

مذکورہ بالا احادیث اور مجاہدین کے درجات کے بارے ذکر کردہ احادیث کا موازنہ کیا جائے تو درج ذیل حقائق واضح طور پر سامنے آتے ہیں:

توحید و رسالت کی گواہی دینا، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا، شرک سے مکمل اجتناب

---

۵۵ صحیح البخاری =كتاب التَّفسير ، تفسير سورة اللَّيل :باب فسنيسِّره للعسرىٰ ، الحديث : ٤٦٦٦ + صحيح مسلم= كتاب القدر: باب كيفيَّة خلق الآدمى فِى بطن أُمِّهِ وَ كِتَابَةِ رِزْقِهِ ، الحديث: ٢٦٤٧

کرنا۔ اسی طرح تقدیر الٰہی میں اہل جنت اور اہل جہنم کا قطعی فیصلہ ہو چکنا (جو اللہ پر ایمان کے صحیح ہونے کے لیے ازحد ضروری ہے) یہ تمام عقائد اعمال کرنے سے رکاوٹ نہیں ہیں بلکہ ان چیزوں پر ہی بھروسہ اور اعتماد کر کے نیک اعمال چھوڑ دینے کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ پر ایمان کے بعد چند ضروری دینی فرائض نماز، روزہ وغیرہ کو نجات کے لیے کافی سمجھ کر جہاد فی سبیل اللہ جیسے اسلامی اصولوں کی بنیاد اور تمام اعمال سے افضل عمل کو ترک کر دینا بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ایمان کے مراتب اور بلند و بالا درجات کے حصول کے منافی ہے۔ خصوصی حالات میں جبکہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس کی اہمیت دیگر تمام فرائض حتیٰ کہ نماز اور روزہ جیسی عبادات سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ مزید تفصیل کے لیے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

جنت کے دروازے اور تلواروں کے سائے:

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۶۸۷] ((وَ اعۡلَمُوۡا اَنَّ الۡجَنَّةَ تَحۡتَ ظِلَالِ السُّيُوۡفِ)) [۵۶]

”یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ جب میدان جہاد میں دشمنان اسلام کے خلاف برسر پیکار تھے۔ اس وقت انھوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۶۸۸] ((اِنَّ اَبۡوَابَ الۡجَنَّةِ تَحۡتَ ظِلَالِ السُّيُوۡفِ)) فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الۡهَيۡئَةِ فَقَالَ يَا اَبَا مُوۡسٰى اَ أَنۡتَ سَمِعۡتَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوۡلُ هٰذَا ؟ قَالَ نَعَمۡ ـ فَرَجَعَ اِلٰى اَصۡحَابِهٖ فَقَالَ اَقۡرَأُ عَلَيۡكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفۡنَ سَيۡفِهٖ فَاَلۡقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيۡفِهٖ اِلَى الۡعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ)) [۵۷]

”یقیناً جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں کے نیچے ہیں۔ اس پر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور بولا: اے ابو موسیٰ (یہ عبداللہ بن قیس کی کنیت ہے)! کیا تم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے؟ ابو موسیٰ نے کہا: جی ہاں۔ پھر

---

[۵۶] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ۱۷۸

[۵۷] صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب ثبوت الجنّة للشّهید، الحدیث : ۱۹۰۲

سائل اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور انہیں السلام علیکم (آخری ملاقات کے طور پر) کہتے ہوئے اپنی تلوار کی میان کو توڑ کر پھینک دیا اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھا اور مسلسل تلوار چلاتا رہا حتیٰ کہ (راہ حق میں) شہید ہو گیا۔''

حدیث کی تشریح:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اس حدیث کا عنوان " اَلْجَنَّةُ تَحْتَ بَارِقَةِ السُّيُوفِ " قائم کیا ہے۔ کہ جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے نیچے ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۶۸۹] ((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ الْاَبَارِقَةِ))[۵۸]

'' جنت چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔'' لفظ اَبَارِقَةٌ جمع ہے اس کا واحد "ابریق" ہے۔ یہ تلوار کا توصیفی نام ہے:

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''یہ حدیث ایک نفیس، مختصر، جامع اور انواع بلاغت پر مشتمل کلام ہے۔ کیونکہ اس میں جہاد فی سبیل اللہ کا اجر وثواب، اس کی ترغیب وتحریض، دشمن کے قریب تر رہنے، تلواروں کے استعمال اور بوقت مقابلہ زبردست اجتماعیت جیسے بہت زیادہ مفاہیم کو نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ابن جوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنت جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہوتی ہے۔''[۵۹]

مذکورہ احادیث سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① اللہ کے دین کا مجاہد سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے کوئی دوسرا انسان اس کا ہم مرتبہ نہیں ہوسکتا۔

② گھوڑے کی لگام تھامے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہنا، جنگی بگل بجتے ہی اور جنگ کا

---

۵۸ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرنے والے ہیں۔ اس حدیث کے مفہوم کو ہی امام البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح الجامع میں عنوان کے طور پر نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری =کتاب الجهاد :باب الجنّة تحت بارقة السُّيوف میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ابوعمار ابن عبدالجبار)

۵۹ فتح الباری: ۳۷۳/۶ + شرح النّووی: ۱۳۹/۲

شوروغل اور کھٹکا سنتے ہی شاہینوں کی سی پرواز کر جانا اور شہادت فی سبیل اللہ کی طلب میں موت کو موت کی جگہوں سے تلاش کرتے ہوئے پیش قدمی کرنا مجاہدین کے امتیازی اوصاف ہیں۔

③ مجاہد کے بعد دوسرے درجے میں ایمان دار شخص وہ ہے جو گھاٹیوں یا وادیوں میں گوشہ نشین ہو کر موت تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کا امام موجود نہ ہو۔ اور وہ ایمان کو فتنوں سے بچانے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرے۔

④ جماعت اور امیر المؤمنین کی موجودگی میں خلوت اور گوشہ نشینی حرام اور ممنوع ہے۔ جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا اور امیر کی بات سننا اور ماننا واجب ہے۔

⑤ جب جہاد فرض عین نہ ہو تو اگرچہ فتنوں کی حالت میں خلوت اور علیحدگی اختیار کرنے کی رخصت ہے۔ مگر فضیلت وعزیمت کا کام انبیاء وصدیقین کی سنت اور طریقہ یہی ہے کہ اجتماعی معاشرے میں رہ کر دعوت وجہاد کے فرائض سرانجام دیئے جائیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"فتنوں کے وقت عبادت کرنا (اور معاشرے میں رہتے ہوئے معاشرے کی اصلاح کرنا) میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے۔"

⑥ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، نماز اور روزے کی پابندی کرنا، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی اگرچہ حصول نجات کے لئے کافی ذرائع اور مکمل وسائل ہیں۔ (بشرطیکہ جہاد کا ارادہ ونیت ضرور ہو) لیکن انہی اسباب و وسائل پر اکتفاء کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:" جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار کیے ہوئے ہیں۔"

⑦ مذکورہ بالا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو وگرنہ فرض عین ہونے کی صورت میں جہاد کی اہمیت وضرورت دیگر تمام فرائض و واجبات سے کہیں زیادہ ہوگی۔

⑧ جس طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی توحید والی حدیث اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

مروی تقدیر الٰہی والی حدیث پر بھروسہ اور اعتماد کر کے اعمال ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں نکالی جا سکتی۔ اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ایمان اور دینی فرائض کے فضائل والی احادیث سے ترک جہاد کی رخصت و جواز نکالنا ناقابل قبول ہے۔ بالخصوص اس وقت جب یہ بات واضح ہے کہ اس رخصت اور جواز کا معاملہ اس وقت ہے جب جہاد فرض عین نہ ہو یا جب امت کے افتراق و انتشار کے فتنوں سے خود کو محفوظ رکھنا مقصود ہو۔

⑨ فرمان رسول ﷺ: [٦٩٠] «وَاعْلَمُوا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ»[٦٠]

"جان لو جنت تلواروں کے سائے تلے ہے"

یہ فرمان عالی شان بلاغت و فصاحت کا نادر نمونہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اس امتیازی خصوصیت کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[٦٩١] «اُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ»[٦١]

"میں جامع کلمات دیا گیا ہوں۔"

⑩ "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔" یہ حدیث رسول ﷺ قرآنی آیت "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان کے لیے جنت کے بدلے میں خرید لیے ہیں۔" [التّوبة : ٩:١١١] کی جامع اور مختصر تفسیر ہے۔

اسی بنا پر بیشتر علماء مفسرین اور محدثین نے اس حدیث کو جہاد کے فضائل میں عظیم اساس اور بنیاد قرار دیا ہے۔

فضائل جہاد و شہادت فی سبیل اللہ کے مفصل مطالعہ کے لیے **ملاحظہ ہو**:

1. صحیح البخاری مع فتح الباری : ٦/٣٤٣-٤٣٢
2. صحیح مسلم مع شرح النووی : ٢/١٣٣-١٤٤ كتاب الجهاد
3. جامع الترمذی = ابواب فضائل الجهاد : ١/١٩٥-٢٠٠
4. سنن ابی داؤد مع المعالم للخطابی = كتاب الجهاد : ٣/٣٥١-٣٨٥

---

[٦٠] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ١٧٨

[٦١] صحيح مسلم =كتاب المساجد و مواضع الصّلوٰة ، الحديث : ٥٢٣ + صحيح البخارى =كتاب الجهاد :باب قول النّبيّ ﷺ «نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ»، الحديث : ٢٨١٥

5. سُنن النِّسائی = كتاب الجهاد : ٢/ ٤٥-٥٩
6. سنن ابن ماجة= كتاب الجهاد : ٢٠٢-٢٠٧
7. المؤطّا لِلإِمام مالك مع المنتقٰى= كتاب الجهاد : ٣/ ١٥٩-١٦٥، ٢٠٤-٢١٩
8. جمع الفوائد من جامع الأَصول و مجمع الزَّوائد =كتاب الجهاد : ٢/ ١٣-١٦
9. مشكوٰة المصابيح =كتاب الجهاد : ٢/ ٣٢٩-٣٣٨
10. منتقَى الأَخبار = كتاب الجهاد: ٧/ ٢١٩-٢٣٤
11. نيل الأَوطار شرح المنتقٰى = كتاب الجهاد
12. التَّلخيص الحبير لِإِبن حجر باب وجوب الجهاد : ٤/ ٧٨-٩٦
13. كتاب الجهاد (لِلإِمام عبداللّٰه بن مبارك)
14. رياض الصَّالحين :٣٨٨-٤٠٣

((............ ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۱۲

غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی

چونکہ معاشرہ کے اہل ثروت اور دولتمند افراد کی ذمہ داریاں غرباء ،مساکین اور متوسط طبقہ کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نسبت ان پر اپنی نعمتوں کی نوازش میں بہت بڑی فیاضی کر رکھی ہے۔ جہاد کے لیے جہاں صحت مند، قوی ، بالغ اور عقل مند ہونے کی شرط ہے۔ وہاں اہل وعیال کے گھریلو خرچہ پر قادر ہونا اور جہادی سفر کے لئے سامان سفر اور سواری وغیرہ کا مہیا ہونا بھی لازمی شرائط میں شامل ہے۔ اس لئے اسلام میں غازی کی تیاری واعانت اور اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل وعیال اور مال واسباب کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پوری خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ تمام ضروری معاملات میں اس کی خالی جگہ کو پر کرنے کی ضرورت بڑے شدومد کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ اس پر رغبت دلانے کے لیے بہت زیادہ فضائل ومناقب اور درجات ومراتب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد کا خرچہ برداشت کرنے کو فضیلت اور اجر وثواب کے لحاظ سے خود جہاد کا درجہ ومرتبہ عطا کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٩٢] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا))[1]

”جس نے ایک غازی کو سازوسامان کے ساتھ تیار کیا تو اس نے بھی جہاد ہی کیا ہے۔“

بے سروسامانی کا غم:

قرآن مجید میں ایسے غریب ونادار اور تنگ دست مسلمانوں کی حالت زار کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے مکمل طور پر نیک نیت اور خالص ارادہ رکھنے والے ہیں مگر نان ونفقہ اور اسباب جہاد میسر نہ ہونے کی وجہ سے شریکِ جہاد نہیں ہوسکے ۔تاہم وہ اس مجبوری اور محرومی پر نہایت افسردہ وغمگین ہیں اور ان کی آنکھیں شدت غم سے اشکبار ہیں۔

[1] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ۱۸۱

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٩٣] ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَايَجِدُوْنَ مَايُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآاَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ص تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ O﴾ [التَّوبة : ٩: ٩١-٩٢]

'' اور ان لوگوں پر بھی (جہاد میں شریک نہ ہوسکنے کا) کوئی گناہ نہیں جو ضعیف ہیں نہ ان لوگوں پر جو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے زاد راہ نہ پاتے ہوں۔ بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خیرخواہی کے جذبات رکھتے ہوں۔ (ایسے) نیکوکاروں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں۔ اس غرض سے کہ توان کو جہاد کے لیے سواری فراہم کرے تو اس وقت آپ کہتے ہیں کہ میرے پاس سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کر دوں ۔پھر وہ واپس جاتے ہیں تو ان کی آنکھیں جہادی سفر کے لیے سامان سفر نہ پانے کے غم سے اشکبار ہوتی ہیں۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ،ایک غزوہ میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٦٩٤] ((اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ رِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيْرًا وَ لَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا اِلَّا كَانُوْا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ اَوِ الْعُذْرُ))[2]

'' بلاشبہ مدینہ طیبہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں کہ تم کسی راستے پر نہیں چلتے ہو اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہو مگر وہ (اجروثواب میں) تمہارے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔کیونکہ ان کو مرض یا کسی مجبوری نے جہاد میں شرکت سے روک رکھا ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٦٩٥] ((اِلَّا شَرَكُوْكُمْ فِي الْأَجْرِ))[3]

---

[2] صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب ثواب من حبسه عن الغزومرض أوعذر آخر ،الحديث : ١٩١١+ صحيح بخارى= كتاب الجهاد: باب من حبسه العذر عن الغزو، الحديث : ٢٦٨٤

[3] صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب ثواب من حبَسَه عن الغزو مرض أو عذرٌ آخر ، الحديث: ١٩١١

''مگر وہ (مجبوری کی بناء پر پیچھے رہ جانے والے) تمہارے ساتھ اجروثواب میں شریک تھے۔''

مجبوری اور معذوری اگر مستقل ہو جس کا زائل کرنا انسانی دائرہ اختیار سے خارج ہے تو وہ معذور اور بے بس افراد جہاد کے لیے خالص ارادہ رکھنے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ بنے رہنے کی وجہ سے مجاہدین کے اجروثواب میں شریک ہونگے۔ لیکن اگر معذوری زاد راہ نہ ہونے اور سواری نہ ہونے کی ہو تو دولتمند افراد کو ان کی یہ معذوری زائل کرکے عالیشان اجروثواب حاصل کرنے کی شدومد کے ساتھ ترغیب دی جاتی ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦٩٦] ((جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اِنِّی اُبْدِعَ بِی فَاحْمِلْنِی فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ((مَا عِنْدِی)) فَقَالَ رَجُلٌ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَنَا اَدُلُّهٗ عَلٰی مَنْ یَّحْمِلُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ((مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ)) [4]

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے۔ مجھے سواری فراہم کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اس کو ایسے آدمی کا پتہ دیتا ہوں جو اسے سواری فراہم کر دے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیر کی طرف کسی کی رہنمائی کرے گا تو اسے نیکی کرنے والے کے برابر اجر حاصل ہوگا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسلم قبیلے کا ایک نوجوان عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ (ﷺ)! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کا سازوسامان نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[٦٩٧] ((اِئْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ کَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ۔ فَاَتَاهُ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ یَقُوْلُ: اَعْطِنِیَ الَّذِیْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ ۔ قَالَ : یَا فُلَانَةُ! اَعْطِیْهِ الَّذِیْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَلَا تَحْبِسِی عَنْهُ شَیْئًا ۔ فَوَاللّٰهِ ! لَا تَحْبِسِیْ مِنْهُ شَیْئًا فَیُبَارَكَ لَكِ فِیْهِ)) [5]

''فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ، اس نے جہاد کا سامان تیار کر رکھا تھا، مگر بیمار ہوگیا۔ چنانچہ

[4] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللّٰه بمرکوب وغیره ،الحدیث : ١٨٩٣

[5] صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللّٰه بمرکوب وغیره وخلافته فی أهله بخیر، الحدیث: ١٨٩٤

وہ شخص اس کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اپنا سامان جہاد مجھے دے دو۔ تو اس نے (بیوی سے مخاطب ہوکر) کہا (یعنی لفظ '' فُلَانَةُ '' کی جگہ پر اپنی بیوی کا نام لیا) میرا سارا سامان جہاد اس شخص کو دے دو اور اس میں سے کوئی چیز نہ رکھنا۔ اللہ کی قسم! اگر کوئی چیز روک رکھو گی تو اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔''

مجاہد کی تیاری اور مجاہد کے گھر کی نگرانی عین جہاد ہے:

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٩٨] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَ مَنْ خَلَفَهُ فِی اَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا))[6]

'' جو شخص اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی غازی کو سامان جہاد کے ساتھ تیار کرے تو اس نے بھی جہاد کیا اور جو کسی غازی کے اہل وعیال میں خیر اور بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین اور نگران بنا رہے تو اس نے بھی جہاد کیا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اس حدیث کے بعد سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں اپنی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے۔ البتہ ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلے جایا کرتے تھے۔ اس بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[٦٩٩] ((اِنِّی اَرْحَمُهَا قُتِلَ اَخُوْهَا مَعِی))[7]

'' میں ام سلیم پر ترس کھاتا ہوں کیونکہ اس کا بھائی میرے ساتھ (یعنی میری اطاعت میں جہاد کرتے ہوئے) قتل کیا گیا تھا۔''

واضح ہو کہ ام حرام اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا گھر ایک ہی تھا۔ اور یہ دونوں ایک دوسری کی حقیقی بہنیں اور آپ ﷺ کی رضاعی خالائیں تھیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی کے اہل وعیال کی خیر خواہی ونگہداشت اس کی زندگی میں بھی اور اس کی زندگی کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے اور یہ آپ کے حسن سلوک کی روشن مثال ہے۔[8]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[6] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل : ١٨١

[7] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب فضل من جهَّز غازيا أو خلفه بخير، الحديث: ٢٦٨٩ + صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابة= باب فضائل أُمّ سلَيم أمّ أَنس بن مالك، الحديث: ٢٤٥٥

[8] فتح الباری: ٦/ ٣٩١

[۷۰۰] «اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ بَعَثَ بَعۡثًا اِلٰى بَنِى لِحۡيَانَ مِنۡ هُذَيۡلٍ فَقَالَ «لِيَخۡرُجۡ مِنۡ كُلِّ رَجُلَيۡنِ اَحَدُهُمَا » ثُمَّ قَالَ لِلۡقَاعِدِ « اَيُّكُمۡ خَلَفَ الۡخَارِجَ فِى اَهۡلِهٖ وَ مَالِهٖ بِخَيۡرٍ، كَانَ لَهٗ مِثۡلُ نِصۡفِ اَجۡرِ الۡخَارِجِ »[۹]

"رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنی لحیان کی طرف (جو اس وقت کافر تھے) جہاد کے لئے ایک قافلہ روانہ فرمایا۔ پھر لوگوں میں اعلان فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک لازمی طور پر (جہاد کے لیے) نکل جائے۔ پھر پیچھے بیٹھ رہنے والوں کے لئے فرمایا: تم میں سے جو بھی جہاد کی طرف نکلنے والے کے پیچھے اس کے اہل اور مال میں خیرخواہی کے ساتھ نگرانی کرے گا تو اس کو مجاہد کے اجروثواب سے نصف حصہ ملے گا۔ (کیونکہ جہاد میں شرکت کرنے والوں کی طرح ان کے گھروں کی نگرانی کرنیوالے بھی عمل جہاد میں برابر شریک ہیں۔ لہٰذا ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے محروم نہیں رکھا گیا۔")

جہاد میں شرکت کرنے والوں کی عورتوں کی عزت وناموس:

سیدنا بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۰۱] «حُرۡمَةُ نِسَاءِ الۡمُجَاهِدِيۡنَ عَلَى الۡقَاعِدِينَ كَحُرۡمَةِ اُمَّهَاتِهِمۡ وَ مَا مِنۡ رَجُلٍ مِنَ الۡقَاعِدِيۡنَ يَخۡلُفُ رَجُلًا مِنَ الۡمُجَاهِدِيۡنَ فِىۡ اَهۡلِهٖ فَيَخُوۡنُهٗ فِيۡهِمۡ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ فَيَأۡخُذُ مِنۡ عَمَلِهٖ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمۡ »[۱۰]

"مجاہدین کی عورتوں کی حرمت پیچھے بیٹھنے والوں کے لیے بالکل ایسے ہے جیسے ان کی (حقیقی) ماؤں کی حرمت ہے۔ پیچھے بیٹھنے والوں میں سے جو شخص کسی مجاہد کا اس کے اہل وعیال میں جانشین ٹھہرا اور پھر اس نے ان کے معاملہ میں مجاہد کے ساتھ کوئی بددیانتی اور خیانت کی تو قیامت کے دن اس خیانت کرنے والے کو مجاہد کے روبرو کھڑا کر دیا جائے گا اور وہ اس کے نیک اعمال میں سے جس قدر چاہے گا لے لے گا۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۷۰۲] «فَالۡتَفَتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ :« فَمَا ظَنُّكُمۡ ؟ »»[۱۱]

---

[۹] صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازى فى سبيل الله بمركوب وغيره وخلافته فى أهله بخيرٍ، الحديث: ۱۸۹۶

[۱۰] صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب حرمة نساء المجاهدين وإثم من خانهم فِيهِنَّ، الحديث: ۱۸۹۷

[۱۱] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ۷۰۱

’’ پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں: پھر بتاؤ تمہارا کیا گمان ہے؟ (یعنی مجاہد کس قدر کامیاب ہوا اور اس کے ساتھ خیانت کرنے والے کا کیا حشر ہوا؟)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

[۷۰۳]﴿ فَمَا ظَنُّكُمْ؟ مَاأَرٰى يَدَعُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ شَيْئًا ﴾ [1]

’’ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں سمجھتا ہوں مجاہد خائن کی کوئی نیکی نہ چھوڑے گا (کیونکہ قیامت کے دن نیک اعمال ہی سب سے زیادہ قیمتی بدلہ ثابت ہونگے)

مذکورہ بالا احادیث کی تشریح:

’’مگر وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک تھے۔‘‘ کے الفاظ کا مطلب ہے کہ مجاہدین کے پیچھے گھروں میں بیٹھنے والے معذور اور مریض بھی مجاہدین کے اجروثواب میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ معذور یا مریض ہی ہوں تارک جہاد نہ ہوں۔ معذوری کے باوجود جہاد میں شرکت نہ کر سکنے پر افسردہ ہوں اور استطاعت حاصل ہونے پر جہاد کے لئے پختہ ارادہ رکھتے ہوں۔

﴿ الدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ ﴾ کا مطلب:

اچھی چیز کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کے برابر اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اس حدیث میں بھلائی کے امور کی طرف رہنمائی کرنے اور نیکی کرنے والوں کے کام میں تعاون کرنے کی زبردست فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۰۴] ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [المائدة= ۵:۲]

’’ اور تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ مگر گناہ اور ظلم میں کسی کا تعاون نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔‘‘

اسی طرح یہ حدیث دینی علم پڑھانے والے اور اسلام کے فرائض، واجبات، عبادات دیگر احکام کی تعلیم دینے والے معلمین ومدرسین کی فضیلت کی وضاحت بھی کر رہی ہے۔

---

[1] صحیح ابن حبان= کتاب السِّیر: باب فضل الجهاد/ ذکر اخذ الغازی أَجر الخالف أَهله من حسناته فی القیامة ،الحدیث: ٤٦١٥

بنی اسلم کے نوجوان کی حدیث سے بھلائی پر رہنمائی کی اہمیت وفضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیکی کے کسی کام کے لیے تیار کیا گیا سامان دیگر نیک کاموں کے لئے استعمال ہوسکتا ہے۔ الّا یہ کہ عمل کرنے والے نے ایک ہی کام کے لیے منت (نذر) مان رکھی ہو۔ کیونکہ منت کا پورا کرنا واجب ہے۔ ''عمل کرنے والے کے اجر کی طرح'' سے مراد یہ ہے کہ راہنمائی اور تعاون کرنے والے کو بھی نیکی کرنے والے کی طرح ایک جیسا اجروثواب حاصل ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے اجروثواب کی مقدار بھی برابر ہو۔''[13]

((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا)) کا مطلب:

جس نے غازی کو ساز وسامان دے کر تیار کیا اس نے بھی گویا جہاد کیا۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو یوں روایت کرتے ہیں:

[۷۰۵] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ خَلَفَهُ فِيْ اَهْلِهِ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهِ شَيْءٌ وَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهِ شَيْءٌ)) [14]

''غازی کو تیار کرنے والے کے لئے غازی کے اجر کے مثل ثواب لکھا جاتا ہے ۔البتہ مجاہد کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی ۔ اسی طرح روزہ افطار کرانے والے کیلئے بھی روزہ دار کے اجر کے مثل لکھا جاتا ہے ۔لیکن روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۰۶] ((مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا حَتّٰى يَسْتَقِلَّ كَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ حَتّٰى يَمُوْتَ اَوْ يَرْجِعَ)) [15]

''جس نے غازی کو تیار کیا یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ اس تیار کرنے والے کو جہاد کرنے والے کے اجر کی طرح اجر و ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ مجاہد کو موت آجائے ۔ یا وہ گھر واپس لوٹ آئے۔''

اس روایت سے دو مزید فوائد حاصل ہوتے ہیں:

---

[13] شرح النّووی : ۲/ ۱۳۷ + فتح الباری: ٦/ ۳۸۷

[14] صحیح ابن حبان= کتاب السِّیر: باب فضل الجهاد/ ذكر البيان بان المُجهِّز انما يأخُذُ كَحَسَنَاتِ الغَازِیْ ، الحدیث: ٤٦١٤

[15] سنن ابن ماجة= كتاب الجهاد: باب من جهَّز غازياً. اس کی سند کو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے زوائد میں صحیح کہا ہے۔ دیکھئے المتجر الرَّابح للدّمياطی= أبواب الجهاد: باب من جهَّز غازيا، الحديث: ۹۲۱

① مذکورہ اجر وثواب ایک غازی کو مکمل تیار کرنے اور اس کو کافر کے مقابلے میں استقلال کے ساتھ کھڑا کرنے پر مرتب ہوگا۔

② غازی کا معاون اور غازی کو تیار کرنے والا معرکہ ختم ہونے تک یا اس کی موت تک اجر میں شریک رہے گا۔

((اَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِيْ اَهْلِهٖ وَ مَالِهٖ بِخَيْرٍ)) کا مطلب:

غازی کو تیار کرنے والا اگر غازی کا خیر خواہ جانشین بھی بن جائے تو اس کا دہرا (ڈبل) اجر ہوگا۔ قائمقام اور معاون کو غازی کے مثل اجر حاصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غازی کی طرح اس کا قائم مقام اور معاون بھی جانی اور مالی مشقت برداشت کرتا ہے اور وہ بھی جہادی عمل کی تکمیل کیلئے غازی کی طرح دوسرا بڑا ستون ہے۔ کیونکہ مالی تعاون اور اہل وعیال کی نگرانی کے بغیر مجاہدین فریضۂ جہاد کی تکمیل نہیں کر سکتے۔" [۱۶]

((وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا)) کا مطلب:

"یعنی جہاد کے لئے نکلنے والا اور مجاہد کی جانشینی کرنے والا، دونوں کو برابر اجر حاصل ہو گا۔اس کی شرط یہ ہے کہ مجاہد کا جانشین اور قائم مقام اس کے اہل وعیال کا پورا پورا خیر خواہ ہو۔ گویا دونوں شخص ہی جہادی عمل میں شریک ہونگے۔" [۱۷]

اس حدیث سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کرنے والوں کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ ہیں:" رسول اللہ ﷺ نے پیچھے بیٹھ رہنے والوں سے کہا۔ جس نے جہاد پر جانے والوں کے اہل وعیال اور مال وکاروبار میں خیر خواہی سے نگرانی کی۔"

مجاہد کا معاون، جانشین اور خیر خواہ بھی شریک جہاد ہے نہ کہ جہاد چھوڑ دینے والا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس کے جہادی امور اور فرائض دیانتداری سے سرانجام دینے کی ترغیب دی ہے اور خیانت اور بدعہدی کرنے کی صورت میں شدید ترین سزا کی وعید سنائی ہے۔

مجاہدوں اور غازیوں کے گھروں میں انکی عورتوں کی عزت و ناموس والی حدیث سے بہت زیادہ مسائل معلوم ہوتے ہیں۔

---

۱۶ فتح الباری: ٦/ ٣٩٠

۱۷ شرح النَّووی: ٢/ ١٣٨

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجاہدین کی عورتوں کی طرف نظر بد سے دیکھنا، ان سے بد کلامی کرنا اور ان جیسے تمام کام کلی طور پر حرام ہیں ۔ جیسے حقیقی ماں کے ساتھ ایسا کرنا حرام ہے۔ ان کے ساتھ حقیقی ماؤں کی طرح نیک سلوک اور احسان کرنا اور ان کی تمام ضروریات پورا کرنا واجب ہے ۔مگر ایسے طریقے سے کہ جس پر کوئی فتنہ مرتب نہ ہوسکتا ہو۔'' [۱۸]

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں:

[۷۰۷] ''هَذَا خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ بِسُوءٍ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ'' [۱۹]

'' اے مجاہد ! یہ شخص تیرا براجانشین تھا لہٰذا تو جس قدر چاہے اس کی نیکیوں میں سے لے لے۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا :

① جس شخص کے پاس جہاد کرنے کے اخراجات نہ ہوں ۔ اس شخص پر معذور اور مریض کی طرح جہاد نہ کرنے کی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ نیک نیت رکھنے والا ہو اور اللہ ورسول ﷺ کا سچا خیر خواہ ہو۔ اسی طرح جو جہادی سفر سواری کے بغیر ممکن نہ ہو اور مجاہد کے پاس سواری نہ ہو وہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ گار نہیں۔ بشرطیکہ جہا د کے لئے خالصتاً دلی ارادہ رکھتا ہو۔

② کسی دوسرے آدمی کو جہاد کیلئے ساز و سامان اور جہاد کا خرچہ فراہم کردینے سے اس دوسرے آدمی کے لئے طاقت نہ ہونے کی مجبوری اور عذر ختم ہوجاتا ہے ۔ اور جہاد بدستور واجب ہو جاتا ہے۔

③ معذور اور بے بس لوگ بھی مجاہدین کے اجر میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں ۔بشرطیکہ وہ جہاد چھوڑنے والے اور جہاد سے پہلو تہی اختیار کرنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے دل میں جہاد کرنے کا پختہ ارادہ ہو اور جہاد کی مکمل تیاری اور ٹریننگ ہو۔

④ نیک کام کی طرف راہنمائی کرنے والا نیک کام کرنے والے کی طرح اجر میں برابر کا

---

[۱۸] شرح النَّووی: ۲/ ۱۳٦

[۱۹] صحيح ابن حبان= كتاب السِّير: باب فضل الجهاد/ذكر البيان بان هذا الفعل يكون لمن خلف لأهل الغازى بِشَرٍّ، الحديث: ٤٦١٦

شریک ہے۔لیکن نیکی کرنے والے کے لئے کئی گناہ اجر بڑھا دیئے جانے کے جو وعدے ہیں وہ صرف اسی کے لئے ہیں۔ لہٰذا عمل کرنے والے اور نیک عمل کی طرف راہنمائی کرنے والے کے اجر میں ’’’ اجر حقیقی‘‘ اور’’اجر مثل‘‘ کا فرق ضروری ہوگا۔ ایک یہ بات معلوم ہوئی کہ جیسے روزہ افطار کرانے والا روزہ رکھنے والے کے بقدر اجر حاصل کرنے کے باوجود خود روزہ رکھنے کا پابند رہتا ہے ۔ روزہ افطار کرانے سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔ اسی طرح مجاہد اور غازی کو جہاد کا خرچہ اور دیگر اسباب مہیا کرنے والے نیز مجاہدین کے اہل خانہ کی خیر خواہی کے ساتھ نگرانی کرنے والے کو اگرچہ مجاہدین کی طرح اجر ملتا ہے۔اس کے باوجود اس کو بذات خود عملاً جہاد نہ کرنے کی رخصت نہیں مل جاتی۔

۵ قبیلۂ بنو اسلم کے نوجوان والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل پیرا ہونے میں بہت جلدی دکھایا کرتے تھے اور ان کے نزدیک خبر واحد (ایک شخص کی خبر) دین میں حجت تھی۔

۶ میدان جہاد میں عملاً جہاد کرنے کے لیے تین اہم ارکان ہوتے ہیں:

۱ غازی اور مجاہد۔

۲ غازی کو سامان سفر، وسائل ، اسباب اور اسلحہ وغیرہ سے لیس کرنے والا معاون۔

۳ مجاہد کے اہل وعیال میں خیر خواہی کے ساتھ نگرانی اور جانشینی کرنے والا ۔ اس وجہ سے تینوں کو مجاہد اور غازی قرار دیا گیا۔

۷ امیر المومنین اور امیر جہاد کے فرائض میں شامل ہے کہ مجاہدین کے اہل وعیال کی مناسب نگہداشت اور حفاظت کا انتظام کرے ، ان کی مالی ضروریات کی کفالت کرے وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کرے اور ان کی حوصلہ افزائی کا بالواسطہ و بلا واسطہ اہتمام کرتا رہے۔ وہ مجاہدین غازی ہوں یا شہداء ۔

۸ میدان کارزار میں ہونے والے جہاد کی مختلف ذمہ داریاں ہیں۔ امیر کو چاہئے کہ ان فرائض وذمہ داریوں کو مناسب طریقے سے لوگوں پر تقسیم کرے۔ تاکہ ہر فرد عملاً جہاد میں شریک ہو سکے۔

⑨ مجاہدین کی عورتیں پیچھے رہنے والے مسلمانوں کے لیے ان کی حقیقی ماؤں کی مثل قابل احترام ہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنی ماؤں کی مثل ان کے ساتھ نیکی واحسان، نصیحت وخیرخواہی اور خدمت وتعاون کا معاملہ کریں ۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے ماں رشتے میں حرام ہوتی ہے اسی طرح وہ بھی حرام ہے۔ لہٰذا پردے کے احکام اور اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی حرمت کی اسلامی تعلیمات بدستور ملحوظ رکھی جائیں گی۔

⑩ غازی کی تیاری اور غازی کے اہل خانہ کی جانشینی کے مختلف مراتب ہیں۔ لہٰذا جس قدر کوئی تعاون اور جانشینی ونگرانی کا حق ادا کرے گا اسی قدر اجروثواب پائے گا۔

⑪ مجاہد فی سبیل اللہ کے اہل وعیال کے ساتھ بدعہدی اور خیانت کرنا آخرت میں تمام نیک اعمال کے ضائع ہوجانے کا موجب ہے ۔کیونکہ وہ مومن کے پاس اللہ کی تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جن کی حفاظت وپاسداری اس کا شرعی فریضہ ہے۔

⑫ قبیلۂ بنی لحیان والی حدیث میں بیٹھے رہنے والے کے لیے خیرخواہی کے ساتھ نگرانی کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔ اس سے بہت سارے اصول ومسائل کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً عملی طور پر جہاد کرنے والے اور ان کے اہل وعیال کے نگران دونوں ہی جہادی عمل کے لازمی جزء ہیں۔ مجاہدین کے قائمقام اور جانشین ان کے اہل وعیال میں خیرخواہی کے ساتھ حفاظت کرنے کے پابند ہیں۔

((................. ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۱۳

جہاد بالمال

جہاد کی اقسام مختلف اعتبار سے:

- جن چیزوں کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی درج ذیل تین اقسام ہیں:
  1. زبان کے ذریعے جہاد
  2. مال کے ذریعے جہاد
  3. جان کے ذریعے جہاد
- جن لوگوں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:
  1. کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد۔
  2. یہود' نصاریٰ اور آتش پرستوں کے ساتھ جہاد۔
  3. منافقوں کے ساتھ جہاد۔
  4. برائی کو ختم کرنے کے جذبے کے تحت فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ جہاد۔
- اگر جہاد کو مجاہدہ کے معنی میں لیا جائے تو جہاد کی مزید دو اقسام بن جاتی ہیں مجاہدہ کا معنی ہے کہ خود کو اطاعت الٰہی پر مجبو کرنا اور معصیت الٰہی سے دور رکھنا۔ جہاد کی بمعنی مجاہدہ درج ذیل دو اقسام ہیں:
  1. اپنے نفس کے ساتھ جہاد۔
  2. شیطان کے ساتھ جہاد۔
- جن کی خاطر جہاد کیا جاتا ہے' اس اعتبار سے جہاد کی کل چھ اقسام ہیں:
  1. اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔
  2. بے بس لوگوں کی خاطر جہاد کرنا۔
  3. مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک کے تحفظ' کفار کے قبضہ اور تسلط سے آزادی کی خاطر جہاد کرنا۔

۴ اپنے مال کی خاطر قتال کرنا۔

۵ اپنی جان کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی خاطر جہاد کرنا۔

۶ اپنی عزت و آبرو کو بچانے کی خاطر جہاد کرنا۔

اس باب میں صرف جہاد بالمال یا انفاق فی سبیل اللہ پر بحث کی جائے گی اور اسی کے ضمن میں غازی کو جنگی ساز و سامان فراہم کرنے اور غازی کے اہل و عیال کی نگہداشت و خیر خواہی کرنے کے موضوعات پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ باقی تمام اقسام کے بارے ان سے متعلق ابواب کا مطالعہ کیجئے۔

مالی جہاد کی اہمیت و مرتبہ:

آلات حرب وضرب کی تیاری، قوت و طاقت کا انحصار اور رباط الخیل (یعنی گھوڑے باندھ رکھنا) وغیرہ جہاد کی تیاری کے مختلف مراحل تو خاص طور پر جہاد بالمال سے ہی وابستہ ہیں۔ مالی اعتبار سے کمزور یا انفاق فی سبیل اللہ میں بخل سے کام لینے والی کوئی امت بھی جان کے ساتھ جہاد کرنے کے باوجود اصل مقاصد کو حاصل کرنے میں کبھی کامیاب و کامران نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ جانی جہاد کے ساتھ مالی جہادکا ذکر فرمایا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کی نصرت و حمایت اور دین اسلام کی بلندی کے مقاصد کی تکمیل پر اہل اسلام کو ابھارتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۷۰۸] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة=۹:۴۱]

”ہر حالت میں نکل پڑو خواہ ہلکے ہوں یا بوجھل (یعنی خواہ تم کمزور ہو یا قوی، تنگدست ہو یا خوشحال، تنہا ہو یا عیالدار، مسلح ہو یا بے ہتھیار) اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگر تمہیں معلوم ہو تو یہی طریقہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔“

سورۃ التوبہ کے آخر میں شہادت پانے والوں کے لئے عظیم الشان انعام و اکرام اور جنت کی لازوال نعمتوں کے پختہ وعدوں کی خوشخبریاں سناتے ہوئے ان کی قربانیوں کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے:

[۷۰۹] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ﴾ [التوبة=۹:۱۱۱]

”اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا فرمادی ہے(جانی و مالی دونوں قسموں کی قربانی کے بدلے جنت)۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت :۴۱ میں مالی جہاد کو جانی جہاد پر مقدم رکھا ہے ۔ کیونکہ ترتیب کے اعتبار سے بھی جہاد کے لئے خرچ کئے ہوئے اموال کو ہی اولیت حاصل ہے ۔ یہ جانی جہاد کی لازمی شرط ہے۔ اسی لئے آلات حرب وضرب کی تیاری قوت و طاقت کا بندوست کرنا اسلحہ سے مسلح ہونا اور گھوڑے وغیرہ باندھ رکھنا امت کے ہر فرد پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۰] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ ﴾ [الانفال=۸: ۶۰]

”کافروں کے لئے جس قدر ممکن ہو قوت تیار رکھو۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کی تیاری کا فریضہ سب کے لئے لازمی ہے۔کوئی بھی عاقل' بالغ اور استطاعت رکھنے والا مرد اس سے بری الذمہ نہیں ہوسکتا ۔

سورۃ التوبہ کی آیت :۱۱۱ میں جانی جہاد کو اولیت دی ہے کیونکہ یہاں جہاد کے معاوضے اور بدلے کا بیان ہے' یہ بات ظاہر وعیاں ہے کہ جان کی قربانی بہر صورت مالی قربانی سے مشکل اور عظیم تر ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ معاوضہ بقدر محنت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا اور جنگ کرنا واجب ہے:

فرمان الٰہی ہے :

[۷۱۱] ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ ﴾ [الحديد :۵۷: ۷]

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس کا اس نے تمہیں وارث بنایا ہے ۔ چنانچہ جو ایمان لے آئیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں تو ان کے لئے بڑا اجر وثواب ہے ۔“

مزید فرمایا ہے:

[۷۱۲] ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ

اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۰﴾

[الحدید=۵۷: ۱۰]

''اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے۔ جبکہ آسمانوں اور زمین کی میراث صرف اللہ کے لئے ہے (لہٰذا مال تو اسی کا ہے)۔ جن لوگوں نے تم میں سے فتح مکہ سے قبل مال خرچ کیا اور قتال کیا وہ دوسروں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور کافروں سے قتال کیا اور اللہ نے ان سب کے ساتھ جنت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔''

اکثر علماء اسلام کا کہنا ہے کہ آیت :۱۰ میں '' قَبۡلِ الۡفَتۡحِ '' سے مراد فتح مکہ سے پہلے ہے ۔مگر امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اس سے ''فتح حدیبیہ سے پہلے'' مراد لیتے ہیں۔ البتہ اکثر علماء والا قول ہی صحیح اور مدلل ہے۔

یعنی ''جس نے فتح(مکہ) سے قبل خرچ کیا اور جنگ کی ۔''[الحدید =۵۷: ۱۰] سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے کہ فتح مکہ سے قبل مالی و جانی جہاد کرنے میں ان کا کوئی ثانی اور ہم پلہ نہیں تھا۔ اسی لئے صحابہ کرام نے آپ کو خلافت و امارت کے لئے اولیت دی اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سمیت تمام اہل بیت نے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس شخص پر تہمت کی حد یعنی اسی کوڑے اور ہمیشہ کے لئے اس کی گواہی کو مسترد کرنے کے احکامات جاری کرونگا۔'' [1]

تاہم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے اور کافروں سے جنگ کرنے میں فتح مکہ سے قبل پیش پیش تھے۔ لہٰذا اس تنگ حالی اور سخت غربت کی حالت میں دین حق کی حمایت میں سبقت لیجانے والے تمام مسلمانوں کو بلند درجات پر فائز فرمایا گیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ابتدائی دور میں اور بعد میں جانی اور مالی جہاد کرنے والے مجاہدوں کے دونوں گروہوں کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز مالی جہاد

---

[1] الجامع لأحکام القرآن للقرطبی :۱۷/ ۱۵۶+ تفسیر ابن کثیر :۴/ ۳۲۳، ۳۲۴

کی ترغیب کا ایک حکیمانہ اسلوب اختیار فرمایا کہ میری راہ میں خرچ کیا ہوا مال گویا ایک قرض حسنہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۳] ﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝ ﴾

[الحدید=۵۷: ۱۱]

''کون شخص ہے جو اللہ کو قرض حسن دے' پس اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا بڑھادے گا اور اس کے لئے عزت والی روزی ہے۔''

بخل کی پرزور مذمت:

نازل ہونے کے اعتبار سے سورۃ الحدید کی طرح سورۂ محمد (جس کا دوسرا نام سورۃ القتال بھی ہے۔) آخری سورتوں میں شامل ہے۔ یہ دونوں سورتیں بالاتفاق مدنی ہیں۔ [۲]

سورۃ القتال میں جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے نازل شدہ آخری احکام ہیں اور منافقین کی اسلام کے خلاف چالبازیوں اور مکاریوں کی تفصیل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کفار اور مشرکین کے ساتھ سخت جنگ کرنے (انکی گردنیں اڑانے) اور دین الٰہی کی نصرت وحمایت کرنے پر ابھارتا ہے۔ اس میں پرہیزگار مجاہدین کے لئے آخرت کی نعمتوں کے وعدے ہیں۔ کفار ومشرکین کے لئے عذاب اور سخت پکڑ کی ڈانٹیں ہیں۔ جہاد کے بعض دیگر احکام اور مسائل کی تفصیلات ہیں اور سورت کے آخر میں انفاق فی سبیل اللہ (جہاد فنڈ) کی اہمیت وضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۱۴] ﴿ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝ ﴾ [القتال=۴۷: ۳۸]

''ہاں سن لو کہ تم وہ لوگ ہو جن کو اللہ کی راہ میں (جہاد فنڈ کی مد میں) مال خرچ کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو بعض تم میں سے بخل کرتے ہیں اور جو کوئی بخل کرے گا تو اپنے نفس سے کرے گا (یعنی نقصان اسی کا ہوگا)۔ اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بے نیاز ہے اور تم سب فقیر اور محتاج ہو۔ اور اگر تم (اطاعت سے) انحراف کرو گے۔ تو اللہ تمہاری جگہ کوئی

---

[۲] تفسیر ابن کثیر + تفسیر القرطبی + فتح القدیر للشوکانی

دوسری قوم بدل لے گا اور پھر وہ تمہاری مثل (نافرمان) نہ ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین اجروثواب کا وعدہ:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۷۱۵] ﴿وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾

[الأنفال=۸: ۶۰]

''(مسلمانو!) تم اللہ کی راہ میں (اسباب جہاد اور آلات جنگ کی تیاری کے لئے) جو کچھ بھی (قلیل یا کثیر) خرچ کرو گے تو تمہیں پورا پورا بدلہ لوٹا دیا جائے گا۔ اور تمہارے ساتھ کوئی ظلم نہ ہوگا۔''

سورۃ الانفال کی آیت: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو مخاطب کر کے حکم دیتے ہیں:

[۷۱۶] ﴿وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ ......﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

''کافروں کے لئے جس قدر تم سے ممکن ہے طاقت تیار رکھو......''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف اپنی پوری تیاری کرنے' گھوڑے پالنے اور باندھ کر رکھنے کا عام حکم دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی قتال فی سبیل اللہ میں آلات جنگ کی تیاری کیلئے پہلی شرط یعنی مال و دولت کی فراہمی پر بھرپور ترغیب دی ہے۔

جس کا مطلب واضح ہے کہ اگر جہاد فنڈ ہوگا تو پھر جہاد کیلئے اسلحہ اور دیگر ضروریات فراہم ہونگی اور مزید براں اللہ تعالیٰ نے اس قرض حسن کی پورے پورے' بہتر اور کئی گنا زیادہ اضافے کے ساتھ بدلے کا یقین دلایا ہے۔

سورۂ انفال بھی (جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے) پوری کی پوری جہادی سورت ہے۔ اس میں جہاد سے متعلق احکام' مسائل' بصیرتیں اور عبرتیں ہیں۔ غزوۂ بدر کے حالات و واقعات' ثمرات و نتائج' اس عظیم معرکہ کے دوران پیش آنے والے متعدد دینی مسائل اور دینی مہمات کا ایک جامع تذکرہ ہے۔

چنانچہ اس سورت کے موضوعات' سیاق وسباق اور الفاظ وکلمات کو ملحوظ رکھنے کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا ظاہری اور شرعی معنی جہاد کے لئے خرچ کرنا (یعنی مالی جہاد) ہے اور اس کی تائید سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیت سے

بھی ہوتی ہے:

[۷۱۷]﴿ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَO﴾ [التّوبة =۹: ۱۲۱]

’’ اور وہ (مجاہدین) اللہ کی راہ میں کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ نہیں کرتے اور نہ کسی وادی کو طے کرتے ہیں مگر اس کے بدلے میں ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو انکے سب سے بہترین عمل (یعنی جہاد) کا بدلہ عطا فرمائے ۔‘‘

مذکورہ بالا آیت کا سابقہ آیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنے والے (اللہ کی راہ میں) کوئی بھوک‘ پیاس‘ محنت اور مشقت برداشت نہیں کرتے اور نہ کافروں کی کسی وادی کو طے کرتے ہیں اور نہ دشمن سے کچھ حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس کے بدلے میں ان کیلئے نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘

اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ "اَلْمَعْطُوْفُ فِىْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ" یعنی ’’معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔‘‘ سابقہ آیت :۱۲۰ کا حکم معطوف علیہ ہے جبکہ مذکورہ بالا آیت : ۱۲۱ کا حکم معطوف ہے۔

آیت :۱۲۰ میں ﴿ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد ’’ جہاد فی سبیل اللہ ‘‘ ہے۔ اسی طرح آیت : ۱۲۱ میں [۷۱۸] ﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً ﴾ سے مراد بھی ’’ جہاد بالمال ‘‘ ہی ہے۔

﴿فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ کا اگرچہ ایک وسیع اور عام مفہوم بھی موجود ہے جس میں جہاد کے علاوہ دوسرے مصارف صدقات بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیات:۲۶۱‘۲۶۲وغیرہ میں مذکور ہے ۔لیکن جب یہ الفاظ دیگر مصارف کے مقابلہ میں استعمال ہوں یا پھر الفاظ یا معانی میں جہاد و قتال کا اشارۃً یا کنایۃً ‘‘ تذکرہ موجود ہوتو اس وقت اس کا فوری طور پر سمجھ آنے والا ظاہری اور شرعی معنیٰ صرف جہاد فی سبیل اللہ ہی ہے اوراس انفاق فی سبیل اللہ کا مصرف فقط مجاہدین ہی ہیں ۔ اس کے مزید دلائل درج ذیل بحث میں ملاحظہ ہوں:

اللہ کی راہ میں رکے ہوئے تنگ دست مہاجرین اور مجاہدین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۱۹] ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ

﴿يَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ............﴾ [البقرة=۲:۲۷۳]

"صدقات ان فقراء کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (جہاد یا تعلیم دین کے لئے) رکے ہوئے ہیں —— گھرے بیٹھے ہوئے ہیں —— زمین میں چلنے پھرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ بے خبر جاہل ان کو سوال نہ کرنے کی وجہ سے دولتمند خیال کرتا ہے۔"

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

آیت میں جن فقراء کا ذکر کیا گیا ہے ان سے مراد ہجرت کرنے والے تنگ دست لوگ ہیں جو ہجرت کر کے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف آ گئے تھے۔ وہ اصحاب صفّہ تھے۔ جو مسجد نبوی کے ساتھ عام سطح زمین سے ذرا بلند جگہ پر قیام پذیر تھے۔صدقات کے مال میں ان کے مستحق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں۔ "زمین پر چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔" سے مراد یہ ہے کہ وہ روزی کمانے کے لئے سفر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کیلئے ہجرت کر کے پابند ہو گئے ہیں۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کے معاملات میں مصروف ہیں۔ [۳]

اس تفسیر و تشریح کی تائید سورۃ الحشر کی مندرجہ ذیل آیت بھی کرتی ہے:

[۷۲۰] ﴿لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَاَمۡوَالِهِمۡ يَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضۡوَانًا وَّ يَنۡصُرُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اُوۡلٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ۝﴾

[الحشر=۵۹:۸]

"اموال (مال فئی یا مال غنیمت) ان فقیر مہاجروں کا حق ہیں جو اپنے شہروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی (جہاد کے ساتھ) نصرت وحمایت کرتے ہیں بس وہی لوگ سچے مومن ہیں۔"

سورۃ البقرہ میں اللہ کی راہ میں رکے ہوئے جن فقراء کا ذکر تھا سورۃ الحشر کی مذکورہ بالا آیت نے ان کی وضاحت کر دی ہے کہ وہ ایسے تنگ دست ہجرت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی خاطر اپنا علاقہ اور وطن، دولت اور جائیداد کو خیر باد کہہ کر اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی۔ دنیا کی ہر چیز سے الگ تھلگ ہو کر اللہ کی راہ میں دین سیکھنے، سکھانے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے رکے ہوئے ہیں۔ وہ اسلام کے دشمنوں کافروں اور مشرکوں سے جہاد

---

[۳] تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۸ + تفسیر القرطبی: ۳/۲۲۱

کرنیکی وجہ سے کاروبار اور روزگار سے الگ ہیں۔

ترمذی کی حدیث کے مطابق یہ تنگ دست مہاجرین ''اصحاب صفہ'' تھے۔جن پر پاکیزہ مال خرچ کرنے کی ترغیب دلانے کیلئے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

[٧٢١] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ ...... ﴾ [البقرة=٢:٢٦٧]

''اے ایمان لانے والو!ان پاکیزہ مالوں میں سے خرچ کرو جوتم نے کمائے ہیں......''[۴]

امام بخاری' امام مسلم اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے "أبوابُ الزُّهد" میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیرا ندازی کی اور اللہ کی راہ میں (کافر کا) خون بہایا۔ میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی اس جماعت میں شامل تھا جن کو کھانے کے لئے درختوں کے پتے' کیکر کے چھلکے اور جھاؤ کے درخت کے سوا کچھ نہ ملتا تھا۔حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی طرح خشک مینگنیاں کرتا تھا۔''[۵]

قرآن مجید کی آیت :[٧٢٢]﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ...... ﴾ [الحشر =٥٩:٨] کی طرح امام بخاری' امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما کی روایت اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث سے بھی صاف واضح ہو رہا ہے کہ ان رکے ہوئے فقراء سے مراد مہاجرین اور مجاہدین اسلام ہیں۔سورۃ التوبہ کی آیت :٦٠ میں صدقات و زکوٰۃ کے آٹھ مصارف ذکر کئے گئے ہیں ۔ اس آیت کو اگر ملحوظ نظر رکھا جائے ۔تو یہ بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کہ ''اللہ کی راہ میں رکے ہوئے لوگوں'' کا شرعی اور حقیقی مطلب یہی ہے کہ ان سے مراد مہاجرین اور مجاہدین فی سبیل اللہ ہی ہیں۔

الفاظ﴿ فی سبیل اللہ ﴾ کی شرعی حقیقت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٧٢٣] ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ

---

۴ ملاحظہ ہو صحیح التّرمذی= ابواب تفسیر القرآن : باب و من سورة البقرة، الحدیث: ٢٣٨٩

۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الرّقاق : باب کیف کان عیش النَّبیّ صلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ و أَصحابه و تخلّیهم من الدُّنیا الحدیث : ٦٠٨٨+صحیح مسلم= فی أَوائل کتاب الزُّهد والرَّقائق ' الحدیث: ٢٩٦٦+ صحیح التّرمذی= أَبواب الزُّهد: باب ما جاء فِی معیشة أَصحاب النَّبی صلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ؐ الحدیث : ١٩٢٨

وَ فِیْ الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌO﴾ [التَّوبة=٩: ٦٠]

”صدقات و خیرات صرف فقراء، مساکین، صدقہ کے جمع کرنے والے افراد، نومسلم افراد کی حوصلہ افزائی، گردنیں آزاد کرانے، (یعنی غلاموں کی آزادی کے لئے) مقروض لوگوں، مجاہدوں اور مسافروں کا حق ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقررہ قانون ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔“

◎ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب الزکوٰۃ کے عنوان ”باب قول اللہ تعالیٰ :[٧٢٤]﴿ وَفِی الرِّقَابِ وَالغَارِمِینَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ میں رقمطراز ہیں:

[٧٢٥] ((وَ یُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یُعْتِقُ مِنْ زَکٰوةِ مَالِهٖ وَ یُعْطِی فِیْ الحَجِّ وَ قَالَ الحَسَنُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ [٧٢٦] یُعطِی فِیْ الْمُجَاهِدِیْن وَالَّذِیْ لَمْ یَحُجَّ......... وقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ [٧٢٧]« اِنَّ خَالِدًا احْتَبَسَ اَدْرَاعَهٗ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ)) وُ یُذْکَرُ)) عَنْ اَبِیْ لَاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ [٧٢٨]حَمَلَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلحَجِّ۔)) [١]

”سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے غلام آزاد کرے اور حج کیلئے دے۔امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ....زکوٰۃ مجاہدین کو دے اور جس نے حج نہیں کیا اسے دے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زرہیں ”فی سبیل اللہ“ وقف کردی ہیں ابو لاس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرنے کے لئے صدقہ کے اونٹوں پر سوار کیا۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول اور ابو لاس رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث کو ” وَ یُذْکَر“ کے لفظ سے بیان کیا ہے اور وہ بھی سند کے بغیر۔ جبکہ اس کے بالمقابل درج ذیل حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٧٢٩] ((اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةٍ فَقِیْلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِیْلٍ وَ خَالِدُ

[١] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الزّکاۃ : باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿ وَ فِی الرِّقاب.......... ﴾

بْنُ وَلِيدٍ وَ عَبَّاسُ بْنُ عَبدِ الْمُطَّلِبِ ـ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَاَغْنَاهُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَ اَمَّا خَالِدٌ فَاِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ اَدْرَاعَهُ وَاَعْتُدَهُ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَمَّا العَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيهِ صَدَقَةٌ وَ مِثْلُهَا مَعَهَا))[7]

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے صدقات وصول کرنے کا حکم دیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ ابن جمیل، خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم نے صدقہ ادا نہیں کیا۔ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ابن جمیل صدقہ دینا اس لئے نا پسند کرتا ہے کہ وہ ایک فقیر اور محتاج شخص تھا پھر اللہ نے اور اس کے رسول نے (مال غنیمت کے ساتھ) اسے غنی کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تم صدقہ طلب کر کے ظلم کرتے ہو کیونکہ اس نے تو اپنی زرہیں اور تمام جنگی سازو سامان اللہ کے راستے میں وقف کر دیئے ہیں۔ عباس بن عبد المطلب تو رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں لہٰذا یہ مال اور اس کے برابر مزید مال ان پر صدقہ کر دیا جاتا ہے۔''

" اَدرَاعُ " دِرعٌ کی جمع ہے۔ دِرعٌ کا معنٰی زرہ ہے۔ اَعتُدٌ عَتَدٌ کی جمع ہے۔ عَتَدٌ اس اسلحہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو جنگ کیلئے تیار کیا جاتا ہے " احتبس " اَوقَفَ کے معنٰی میں ہے۔ اَوقَفَ کا معنٰی ہے وقف کرنا۔ لہٰذا یہ صحیح حدیث اس بات کی دلیل ہے ﴿فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ﴾ کا فوری سمجھ آنے والا حقیقی اور شرعی معنی "فِي سَبِيلِ الْجِهَادِ" ہے۔ (یعنی جہاد کے لیے)

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

﴿ وَ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ هُمُ الْغُزَاةُ وَ مَوضِعُ الرِّبَاطِ يُعطَونَ مَا يُنفِقُونَ فِيْ غَزوِهِمْ ،كَانُوا اَغنِيَاءَ اَوْ فُقَرَاءَ ـ وَ هٰذَا قَولُ اَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ وَ هُوَ تَحصِيلُ مَذْهَبِ مَالِكٍ" [8]

سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر: ۶۰ میں وارد الفاظ ﴿ وَ فِيْ سَبِيلِ اللّٰهِ ﴾ سے مراد جنگ کرنے والے مجاہدین اور گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر مورچہ بندی کے مقامات ہیں۔ جن کو جہاد کیلئے صدقات کی رقم میں سے دیا جائے، خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک کے مذہب کا لب لباب بھی یہی ہے۔''

---

[7] صحیح البخاری = کتاب الزُّهد: باب قول اللّٰه تعالٰی ﴿ وَ فِي الرِّقَابِ...... ﴾ ،الحدیث: ۱۳۹۹ + صحیح مسلم = کتاب الزَّکاۃ : باب فی تقدیم الزَّکاۃ ومنعها ، الحدیث: ۹۸۳

[8] الجامع للأحکام القرآن للقرطبی :۸/ ۱۱۸

◎ حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

"وَ اَمَّا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْهُمُ الْغُزَاةُ الَّذِیْنَ لَا حَقَّ لَهُمْ فِی الدِّیوَانِ وَ عِنْدَ الْاِمَامِ اَحْمَد وَالْحَسَن و اِسْحَاقَ وَالْحَجُّ مِنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لِلْحَدِیْثِ"[9]

"فی سبیل اللہ میں وہ غازی شامل ہیں، جن کا رجسٹر محکمہ میں کوئی مقررہ وظیفہ نہ ہو۔ امام احمد، حسن بصری اور اسحاق کے نزدیک حج بھی ایک حدیث کے مطابق "فی سبیل اللہ" میں شامل ہے۔" پھر دونوں مفسر: ابن کثیر اور قرطبی اکثر علماء کے قول کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث ذکر کرتے ہیں:

[۷۳۰] «لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ لِعَامِلٍ عَلَیْهَا اَوْ لِغَارِمٍ اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاهَا بِمَالِهِ اَوْ لِرَجُلٍ لَهٗ جَارٌ مِّسْكِیْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَى الْمِسْكِیْنِ فَاهْدَاهَا الْمِسْكِیْنُ لِلْغَنِیِّ»[10]

"پانچ آدمیوں کے سوا کسی غنی شخص کیلئے صدقہ حلال نہیں ہے:

1. غازی فی سبیل اللہ۔
2. صدقات کی وصولی پر مقرر کیا ہوا شخص۔
3. مقروض۔
4. جو شخص صدقہ کی چیز کو اپنے مال کے ساتھ خرید لے۔
5. جس کا کوئی مسکین پڑوسی ہو اور اس مسکین پر صدقہ کیا جائے۔ پھر وہ صدقہ کی چیز یا رقم کسی غنی کو بطور ہدیہ دے دے۔

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہ مؤقف ہے کہ غازی کو صرف فقیر ہونے کی صورت میں صدقہ دیا جا سکتا ہے۔ یہ مؤقف قرآن کی آیت پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے مترادف ہے اور مذکورہ بالا صحیح حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ جبکہ خود امام موصوف کے نزدیک قرآن وحدیث کے کسی حکم پر اضافہ اس کا منسوخ کرنا ہے۔ ان حنفی آئمہ

---

[9] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۰۳

[10] صحیح أبی داؤد = کتاب الزّکاة: باب من یجوز لهٗ اخذ الصّدقة و هُوَ غَنِیٌّ' الحدیث: ۱۴۴۰ + صحیح ابن ماجة= کتاب الزّکاة: باب من تحلُّ لهُ الصّدقة، الحدیث: ۱۴۹۱' اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے بھی مؤطا میں نقل کیا ہے۔

کے نزدیک قرآن کو خبر متواتر کے بغیر منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اکثر علماء کا مذہب ہی صحیح اور حدیث کے عین مطابق ہے۔ ابن وھب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا موقف بیان کیا ہے کہ صدقات میں سے غازیوں اور دیگر جہادی اخراجات (مثلاً گھوڑے باندھنے) پر خرچ کیا جائے، وہ غازی فقیر ہوں یا غنی۔" [۱۱]

مالی جہاد کا واجب ہونا اور جاری و ساری رہنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۱] ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝ ﴾ [البقرة=۲:۱۹۵]

"اور اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) مال خرچ کرو اور (اپنے ہی ہاتھوں سے) اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو اور احسان کرو یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

◎ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلتَّهْلُكَةُ" اور "هَلَاكٌ" کا ایک ہی معنی ہے یعنی ہلاکت۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ سند کے ساتھ روایت ذکر کی ہے کہ مذکورہ بالا آیت جہاد میں مال خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ [۱۲]

◎ امام ترمذی، نسائی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے اسی آیت کے سبب نزول میں لکھا ہے، ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں:

[۷۳۲] «كُنَّا بِمَدِيْنَةِ الرُّوْمِ (الْقُسْطُنْطِيْنِيَةِ) فَاَخْرَجُوْا اِلَيْنَا صَفًّا عَظِيْمًا مِّنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلُهُمْ اَوْ اَكْثَرُ۔ وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٌ وَ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ۔ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهِمْ۔ فَصَاحَ النَّاسُ وَ قَالُوْا: سُبْحَانَ اللّٰهُ يُلْقِي بِيَدَيهِ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ فَقَامَ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ: يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ لَتُاَوِّلُوْنَ هٰذِهِ الْآيَةَ هٰذَا التَّاْوِيْلَ۔ وَ اِنَّمَا نَزَلَتْ هٰذِهِ

---

[۱۱] الجامع لأحكام القرآن للقرطبی: ۸/۱۱۸ + تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۰۳

[۱۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب التَّفسیر / تفسیر سورة البقرة: باب ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۚ ...... ﴾، الحدیث: ۴۲۴۴

الآيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ۔ لَمَّا اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَ كَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَ كَثُرَ نَاصِرُوْهُ۔ فَلَوْ اَقَمْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا ﴿ **وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ** ﴾ فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْاِقَامَةَ عَلَى الْاَمْوَالِ وَ اِصْلَاحِهَا وَ تَرْكَنَا الْغَزْوَ۔ فَمَا زَالَ اَبُوْاَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ)) [۱۳]

”ہم روم کے شہر قسطنطنیہ میں مصروف جہاد تھے کہ رومیوں نے ہماری طرف ایک بہت بڑا لشکر نکالا۔ چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے بھی اس کے برابر یا زیادہ تعداد میں مجاہدین نکل پڑے۔اس وقت مصر کے حکمران سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور ہماری جماعت کے امیر فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی دوران مسلمانوں میں سے ایک شخص رومیوں کے لشکر پر اکیلا حملہ آور ہوا۔ حتیٰ کہ ان کے درمیان گھس گیا تو لوگوں نے کہا سبحان اللہ! (تعجب ہے) کہ یہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اسی پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بولے کہ لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو۔ حالانکہ یہ ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ ہم میں سے بعض نے ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ خفیہ رکھتے ہوئے ــــ بعض کو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و شوکت عطا فرما دی ہے۔ اس کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اور ہمارے کاروبار جہادی مصروفیت کی وجہ سے ضائع ہو چکے ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اپنے گھر بار اور کاروبار میں قیام کریں۔ تاکہ اس کے نقصان کی تلافی اور اصلاح کر سکیں۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:” اپنے مال اللہ کی راہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت میں مت ڈالو۔“ [البقرة=۲:۱۹۵] لہٰذا جانوں کی ہلاکت اور تباہی تو یہ ہے کہ ہم اپنے مویشیوں اور مال و دولت میں رہ کر ان کی نشو و نما میں لگ جائیں اور جہاد کو ترک کر دیں۔ ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ اسی بناء ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ گھر سے نکل کر مسلسل جہاد میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کو سر زمین روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں دفن کیا گیا۔“

---

۱۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰۱

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

سیدنا حذیفہ بن یمان اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام عکرمہ، عطا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر تابعین اور اکثریت کا یہی موقف ہے کہ مذکورہ بالا آیت ''اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو۔'' کا مفہوم اوپر ذکر کی گئی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے مال خرچ کرتے رہو اور ترک جہاد سے اپنی ہلاکت کا انتظام نہ کرو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی بالکل اس کے مطابق ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسرا معنی بیان نہیں کیا۔[14]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۷۳۳] ((جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَکَ بِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ کُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ))[15]

''ایک شخص ایک نکیل ڈالی ہوئی جوان اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹنی فی سبیل اللہ وقف ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں حاصل ہونگی جو سب کی سب نکیل والی اور جوان ہونگی۔''

(نکیل والی جوان اونٹنی) کو اللہ کے راستے میں وقف کرنا اور تمام محدثین کا اس حدیث کو کتاب الجہاد کے عنوان "اَلنَّفَقَةُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" (اللہ کے راستے میں خرچ کرنا) میں ذکر کرنا یہ ایسے اشارے اور قرائن ہیں۔ جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام فضائل جہاد کے لئے خرچ کرنے کے بارے ہی ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا " هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ " کا مطلب "هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ الْجِهَادِ" ہے۔ یعنی'' اللہ کے راستے میں'' کا مطلب ہے'' جہاد کے لئے''۔

اس کے بعد امام مسلم ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میری سواری ہلاک ہوگئی ہے۔ مجھے

---

[14] للقرطبی: ۳/۲۴۱ + صحیح البخاری = کتاب التَّفْسِیْر / تفسیر سورة البقرة باب: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ......﴾ الحدیث: ٤٢٤٤

[15] صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الصَّدَقَةِ فی سبیل اللّٰه و تضعیفها، الحدیث: ۱۸۹۲ اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

جہاد کیلئے کوئی سواری عنایت کیجئے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں: میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں۔ جس پر ایک شخص عرض کرتا ہے: یا رسول اللہ! میں اس کو ایسے شخص کا پتہ دیتا ہوں جو اسے (جہاد کے لئے) سواری فراہم کردے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو خیرو بھلائی کی طرف کسی کی راہنمائی کرے گا تو اس کو نیکی کرنے والے کے برابر اجروثواب حاصل ہوگا۔ [۱۶]

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے فضائل:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

[۷۳۴] ((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ۔ کُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ: اَیْ فُلُ (فُلَان) !هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! ذَاكَ الَّذِیْ لَا تَوٰی عَلَیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:((اِنِّیْ لَأَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ)) [۱۷]

"جو شخص فی سبیل اللہ یعنی (جہاد کے لئے) کسی چیز کا جوڑا (مثلاً دو درہم یا دو اونٹ وغیرہ) (یا دو مختلف اشیاء مثلاً درہم و دینار) خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دروازوں کے دربان اس کو (نام لے کر) آواز دیں گے۔ اے فلاں! ادھر آؤ۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو پھر ایسا انسان ہوگا جس کے لئے کوئی خسارہ اور ہلاکت نہیں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: "یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی انہی میں سے ہوگے۔"

مسلم کی ایک دوسری روایت نیز ترمذی، نسائی اور مؤطا امام مالک کی روایت کے مطابق یوں ہے کہ ایسے شخص کو جنت میں پکارا جائے گا: اے اللہ کے بندے! یہ بہت بہتر ہے۔ نمازی کو "بَابُ الصَّلٰوةِ" سے، مجاہد کو "بَابُ الْجِهَادِ" سے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو "بَابُ الصَّدَقَةِ" سے، روزہ دار کو "بَابُ الرَّیَّانِ" سے پکارا جائے گا۔ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس شخص کی کوئی اور ضرورت باقی نہ رہے گی، جسے ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ کیا کوئی ایسا شخص ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں ضرور ہوگا اور مجھے امید ہے

---

[۱۶] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:٦٩٦

[۱۷] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب فضل الصَّدقة فی سبیل اللّٰه، الحدیث: ٢٦٨٦+ صحیح مسلم= کتاب الزَّکاة: باب فضل مَنْ ضَمَّ إِلَی الصَّدَقَةِ غَیْرَها مِن انواع البرّ، الحدیث :١٠٢٧+ صحیح التّرمذی = کتاب المناقب: باب مناقب أَبی بکر الصِّدّیق ...... باب منه ، الحدیث: ٢٩٠١

کہ تو بھی انہیں میں سے ہوگا۔[۱۸]

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۳۵] ((مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کُتِبَتْ لَهٗ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ))[۱۹]

''جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) کوئی چیز بھی خرچ کرے تو اس کے لئے وہ چیز سات سو گنا بڑھا کر لکھی جاتی ہے۔''

اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خرچ کرنے کو سات سو گنا تک بڑھا کر لکھا جانا اللہ تعالیٰ کے اس سچے وعدہ کے عین مطابق ہے:

[۷۳۶] ﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝ ﴾

[البقرة=۲:۲٦۱]

'' جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک دانہ ہے جو سات سٹے اگاتا ہے۔ ہر سٹے میں ایک سو دانہ ہوتا ہے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور علم والا ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے عنوان " فَضلُ النَّفَقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ " میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث [۷۳۷] ((مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ))[۲۰] ذکر کی ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ذکر کی ہے۔ جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے یہ الفاظ ہیں:

[۷۳۸] ((وَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَ نِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ لِمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ فَجَعَلَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الْیَتَامٰی وَ الْمَسَاكِیْنَ وَ مَنْ لَّمْ یَاْخُذْهَا بِحَقِّهٖ فَهُوَ كَالْاٰكِلِ لَا

---

۱۸ ملاحظہ ہو صحیح مسلم = كتاب الزكاة : باب فَضلِ مَنْ ضَمَّ إِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَها مِن أَنواع البِرّ، الحديث : ۱۰۲۷ اس حدیث کو امام الترمذی، امام نسائی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۹ صحيح التّرمذی= أَبواب فضائل الجهاد: باب ما جَاءَ فی فضل الصَّدقة فی سبيل اللّٰه عزّوجلَّ ' الحديث :۱۳۲٦+ صحيح النّسائی = كتاب الجهاد: باب فضل النَّفقة فی سبيل اللّٰه 'الحديث :۲۹۸۵

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۷۳٤

یَشْبَعُ وَ یَکُوْنُ عَلَیْهِ شَهِیْدًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) [۲۱]

''بلاشبہ دنیا کا یہ مال دیدہ زیب' خوش رنگ اور بڑا شیریں ہے اور یہ مسلمان کا بہترین ساتھی ہے جبکہ وہ اسے حلال طریقے سے حاصل کرے اور اسے جہاد فنڈ کیلئے' یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے خرچ کر ڈالے ۔ جو شخص اسے حلال طریقے سے حاصل نہ کرے وہ ایسے بسیار خور (بہت زیادہ کھانے والے پیٹو) کی طرح ہے جو کبھی سیر نہیں ہوتا اور قیامت کے دن یہی مال اس کے خلاف گواہی دے گا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'' قَالَ الْمُهَلَّبُ فِیْ هٰذِهِ الْحَدِیْثِ اِنَّ الْجِهَادَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ ......'' [۲۲]

'' امام مھلب کہتے ہیں کہ حدیث '' جس نے اللہ کے راستہ میں دو چیزیں (جوڑا) خرچ کیا اس بات کی مضبوط دلیل ہے کہ جہاد تمام اسلامی اعمال میں سے افضل عمل ہے۔''

کیونکہ مجاہد فی سبیل اللہ کو نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات جیسے تمام اعمال جتنا اجر و ثواب اللہ کی راہ میں بالکل کم مقدار میں مال خرچ کرنے پر بھی عطا کیا جاتا ہے ۔تبھی تو اس کو جنت میں نماز روزہ وغیرہ اعمال کے لئے خاص کئے ہوئے تمام دروازوں سے داخل ہونے کی پیشکش کی جائے گی۔

◎ قاضی ابو الولید الباجی رقمطراز ہیں:

حدیث میں مذکورالفاظ ((فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ)) سے مراد عام ہے ۔جس میں تمام نیک اعمال مثلاً جہاد اور حج وغیرہ داخل ہیں یا اس سے مراد اس کا خاص معنی ہے یعنی جہاد فی سبیل اللہ ۔اس صورت میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ حالت جہاد میں نماز' روزہ اور صدقہ و خیرات جیسے نیک اعمال کرنے والے کو جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہونے کے لئے پکارا جائے ۔'' [۲۳]

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

((فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ)) قِیْلَ هُوَ عَلَى الْعُمُوْمِ فِیْ جَمِیْعِ وُجُوْهِ الْخَیْرِ وَ قِیْلَ هُوَ مَخْصُوْصٌ

---

[۲۱] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب فضل النَّفقة فی سبیل الله ، الحدیث: ۲۶۸۷ + صحیح مسلم = کتاب الزَّکاة : باب التَّحذیر مِنَ الإغترار بزینةِ الدُّنیا وَ مَا یَبسُطُ مِنها ، الحدیث: ۱۰۵۲

[۲۲] فتح الباری : ۶/۳۸۹

[۲۳] المنتقٰی شرح المؤطّا : ۳/۲۱۸

بِالۡجِهَادِ وَ الۡاَوَّلُ اَصَحُّ وَ اَظۡهَرُ هٰذَا اٰخِرُ كَلَامِ الۡقَاضِی" [۲۴]

"فی سبیل اللہ" بعض کے قول کے مطابق تمام بھلائی کے راستوں کے لئے عام ہے جبکہ بعض نے اسے جہاد کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ پہلا موقف صحیح اور ظاہر ہے۔قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔"

جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۳۹] ﴿ وَاَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡكُمۡ اِلَی التَّهۡلُكَةِ ﴾[البقرة:۲:۱۹۵]

"اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔"

اس آیت کی رو سے اور بڑے بڑے محدثین کے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب "فَضۡلُ النَّفَقَةِ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ" میں درج کرنے سے دوسرے موقف کی تائید ہی ہوتی ہے۔یعنی ﴿ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ﴾ سے صرف "جہاد کے لئے خرچ کرنا" مراد ہے۔ لہٰذا سابقہ گفتگو میں ذکر کئے گئے دلائل کی وجہ سے یہی موقف زیادہ مضبوط اور زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "اِنَّمَا تُبۡتَنٰی قُوَّةُ الۡاَقۡوَالِ عَلٰی قُوَّةِ الدَّلَائِلِ" کسی موقف کے زیادہ مضبوط ہونے کی بنیاد دلائل کے زیادہ مضبوط ہونے پر ہے۔"

جہاد فنڈ میں دیا ہوا مال سب سے افضل صدقہ ہے:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۴۰] ((اَفۡضَلُ دِیۡنَارٍ یُنۡفِقُهُ الرَّجُلُ دِیۡنَارٌ یُنۡفِقُهٗ عَلٰی عِیَالِهٖ وَ دِیۡنَارٌ یُنۡفِقُهُ الرَّجُلُ عَلٰی دَابَّتِهٖ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَ دِیۡنَارٌ یُنۡفِقُهُ عَلٰی اَصۡحَابِهٖ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ)) [۲۵]

"آدمی کا اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا افضل ترین دینار وہ ہے' جسے وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے۔اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) استعمال ہونے والی سواری پر صرف کرے۔اسی طرح وہ دینار بھی افضل ترین ہے جسے وہ اللہ کے راستے میں مجاہد ساتھیوں پر صرف کرے۔"

---

[۲۴] شرح النُّووی:۱/۳۳۰

[۲۵] صحیح مسلم = کتاب الزّکاۃ : باب فضل الصّدقة عَلی العیال والمملوك و اثم من ضَیَّعَهُم أَو حبس نفقتهم عنهمْ الحدیث: ۹۹۴۔ اس حدیث کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۴۱] ((اَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ مَنِیْحَةُ خَادِمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ طَرُوْقَةُ فَحْلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ))[۲۶]

''افضل ترین صدقہ اللہ کی راہ میں مجاہدین کے لئے ایک خیمہ کا سایہ فراہم کرنا اور ایک خادم یا نوجوان اونٹنی کا عطیہ دینا ہے۔''

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ''اللہ کے راستہ میں سواری'' اور'' اللہ کے راستہ میں اس کے مجاہد ساتھی'' کے الفاظ ہیں۔اسی طرح سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ''اللہ کے راستہ میں ایک خیمہ فراہم کرنا'' اور اللہ کے راستہ میں ایک نوجوان اونٹنی کا عطیہ'' بلکہ'' اللہ کے راستہ میں ایک خادم فراہم کرنا'' کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ اور جملے ایسے یقینی دلائل ہیں کہ مذکورہ بالا دونوں صحیح احادیث میں'' فی سبیل اللہ'' سے سوائے جہاد کے کوئی دوسرا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ اسی بناء پر اکثر محدثین نے ان احادیث کو کتاب الجہاد میں درج فرمایا ہے ۔ کیونکہ سواریاں بالخصوص گھوڑے (جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں مذکور ہے) اورنوجوان اونٹنیاں ہجرت اور جہاد کے سفر کی اہم ضروریات ہیں ۔اسی طرح خیمے اور خادم بھی عام طور پر سفر کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کی ضرورت بنتے ہیں ۔ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ والی روایت میں '' اللہ کے راستہ میں اس کے ساتھی'' کے الفاظ صرف اور صرف مجاہدوں اور غازیوں پر ہی بولے جا سکتے ہیں۔

'' جس نے دو چیزیں خرچ کیں......'' والی حدیث میں امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا : جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے مال سے جوڑا خرچ کرے گا تو جنت کے تمام دربان اس کے استقبال میں جلدی دکھائیں گے۔ پوچھا گیا کہ جوڑے سے کیا مراد ہے ؟ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو گھوڑے' دو اونٹ یا دو غلام'' [۲۷]

---

[۲۶] صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب مَا جَآء فی فضل الخدمة فی سبیل اللّٰه عزَّوجلَّ ، الحدیث:۱۳۲۸

[۲۷] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبّان= کتاب السِّیر: باب فضل النَّفَقَةِ فی سبیل اللّٰه / ذکر ابتدار خزنة الجنان فی القیامة عند نداء من أنفق فی سبیل اللّٰه زوجین من مالِهِ، الحدیث: ٤٦٢٥

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بدلنے کی بدترین جسارت:

انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا یہ مفہوم دین اسلام میں اس وقت تک تو قطعی' مسلم اور واضح طور پر مانا جاتا رہا۔ جب تک جہاد اسلامی کی حقیقت پر باطل پرستوں کی بدترین کوششوں اور تغیرو تبدل کی ذلیل جسارتوں کا گرد وغبار نہیں پڑا تھا۔ لیکن جب امت مسلمہ پر افلاطونی سوچ اور منطق پیدا کرنے والی یہودی ذہنیت اور مکاریوں کے متواتر حملے ہوئے امت مسلمہ قبروں پر بیٹھے ہوئے مجاوروں کے تصوف' خانقاہی نظام کے تاریک اور گہرے اندھیروں میں غرق ہوگئی۔ تو اس سے دین میں بدعات کے رواج کا فتنہ نمودار ہوا اور ساتھ ہی گمراہ بدعات کے اندھے' گونگے اور بہرے سانحہ نے جنم لیا۔ چنانچہ ایمانیات میں اللہ کی ذات میں حلول کرجانے' وحدت الوجود اور وحدت الشھود کے عقائد سامنے آئے۔ اللہ کے اسماء و صفات کا انکار کیا گیا ۔ قرآن مجید کی محکم آیات کو لایعنی قرار دیا گیا ۔ متشابہ آیات کی پیروی کرنے کی ٹیڑھی اور ملحدانہ جسارتیں ہوئیں۔ تاکہ صوفیوں اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب کا درجہ دیا جاسکے اور کائنات میں بسنے والے لوگوں کو اپنے خالق حقیقی کی بجائے اپنے جیسی مخلوق کے سامنے سجدہ ریز کردیا جائے۔

تشبیہ اور تمثیل (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے ساتھ مثالیں دینا) کے ساتھ ساتھ تاویل اور تعطیل (اللہ کی صفات کو غیر مؤثر قرار دینا) کے حادثوں نے بھی اسلام کی حقیقت کو شدید متاثر کیا ۔ مُؤوِّله' مُجسِّمه اور مُشبِّهَة کے ساتھ ساتھ مُعطِّلَه اور مُعتَزِلَه جیسے باطل فرقے قرآن وسنت کی خالص اور فطری تعلیمات کو ناقص عقلوں کا تختہ مشق بناتے رہے۔ اعمال کی پیروی میں نبی ﷺ کی سنتوں کو متروک ٹھہرایا گیا اور گمراہی کی طرف لے جانے والی بدعات کو رواج دیا گیا۔

چنانچہ اللہ کے ذکر کا مرکز مساجد کی بجائے خانقاہیں بن گئیں۔ تین مسجدوں: ❶ مسجد حرام ❷ مسجد نبوی ❸ مسجد اقصیٰ کی جلیل القدر فضیلت کی بناء پر صرف ان کی طرف سفر کرنے کا حکم تھا اور حج بیت اللہ ہر طاقت رکھنے والے مسلمان پر فرض تھا۔ لیکن اب تین مساجد کی طرف سفر کرنے کی بجائے بزرگوں کی قبروں کی طرف سفر شروع کر لیا گیا ۔ پوری کائنات کیلئے مرکز

ہدایت اور منبع فیوض و برکات مکہ مکرمہ والے خانہ کعبہ کے مقابلے میں بے شمار دربار اور مزار آ گئے ۔ جنکے ساتھ بالکل وہی معاملہ کیا گیا اور وہاں وہی عبادات کی گئیں جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق تھا۔ چنانچہ بیت اللہ کی طرح لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے سینکڑوں اور ہزاروں گھروں کے طواف کیئے گئے' چلّے کاٹے جانے لگے اور ان کی مجاروی کو قرب الٰہی کا عظیم وسیلہ تصور کیا جانے لگا۔فریاد کرنے' مدد مانگنے' عاجزی اور انکساری بجا لانے' قرب حاصل کرنے اور عبادت کرنے کے وہ تمام طریقے جو احکم الحاکمین اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص تھے۔ اس کے فقیر ومحتاج بندوں کے لئے جائز کر لئے گئے ۔

اللہ کی عبادت ایسے ہو کہ جیسے اس کو دیکھا جا رہا ہے ۔ اس عقیدے اور درجہ احسان کی جگہ تصور شیخ نے لے لی۔ قبروں کی زیارت کو آخرت کی یاد دہانی کا وسیلہ قرار دیا گیا تھا۔ لیکن قبریں غیر اللہ کی عبادت اور شرک کے مراکز بن گئے۔ قبروں کی زیارت کرنے والے قبروں میں مدفون بزرگوں کی عبادت کرنے والوں کے روپ میں ظاہر ہونے لگے۔ اللہ کے ذکر میں خشوع وخضوع ہواور دل حاضر ہونا چاہیے ۔ یہ کیفیات نمازوں اور قرآن کی تلاوتوں کی بجائے عارفانہ کلام اور اولیاء کے ملفوظات کیلئے حلال کر لی گئیں۔ پانچ فرض نمازوں اور تلاوت قرآن مجید کے بدلے خود ساختہ نمازیں اور من گھڑت وظائف تراش لئے گے ۔ روزوں کا شرعی اور اسلامی حلیہ بگاڑا گیا ۔ اور ہندو مت' بدھ مت جیسے باطل مذاہب کی '' بھوک مرن'' والی رسمیں ایجاد ہوگئیں۔

زکوٰۃ اور صدقات خالص اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں کی جانے والی مالی عبادات تھیں۔ ان کی ادائیگی میں انسانی معاشرے کی اقتصادیات اور معاشیات میں عدل و مساوات کے قیام کا پورا طریقہ کار بھی تھا۔لیکن امت کے دورِزوال میں بزرگوں کے ناموں کی نذر و نیاز' اور ان کے نام کے چڑھاوے اور خیراتیں' کھانے پینے کی من گھڑت رسمیں ادا ہونے لگیں۔ امت مسلمہ پورے طور پر ابلیس کے پھیلائے ہوئے چال بازی کے جال کا شکار ہوکر پستی اور ذلت کے گہرے کنویں میں جا گری۔

ایسے حالات میں جبکہ اسلامی بنیادی عقائد اور فرائض و اعمال کے حلیے بگڑ گئے۔توحید و سنت کی جگہ شرک و بدعت نے لے لی ۔ان حالات میں اسلام کی عظمت و رفعت کا نشان' اس کی سرفرازی و سربلندی کی کوہان' ایمان وعمل کی بقاء کا ضامن اور امت مسلمہ کا زینہ حیات یعنی

جہاد فی سبیل اللہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت کو کم کیا گیا' اس کے اغراض و مقاصد کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا' فرض عین اور فرض کفایہ کی بحثوں کو چھیڑ کر' فرض کفایہ کے بہانے بنا کر' اس کی فرضیت کو سرے سے ہی غیر یقینی اور مشکوک قرار دینے کی شیطانی سازش پر عمل درآمد کیا گیا۔ اگر لفظی تحریف اور معانی کے بدلنے کی جسارت کا یہ فتنہ اسی حد تک رہتا تو اس سے پیدا ہونے والی بیماریوں: منافقت' بخیلی اور بزدلی' سے صحت یاب ہونا قدرے ممکن اور آسان تھا۔ مگر شیطان لعین نے اپنے کارندوں کے ذریعے دسیسہ کاری اور دجالی کی ایک اور چال چلی۔

چنانچہ اس نے قرآن حکیم کی بہت زیادہ سورتوں اور آیتوں' بے شمار صحیح احادیث کو خود ساختہ معانی پہنانے شروع کر دیئے۔ جہاد کے فضائل و مناقب اور اس کے احکام و مسائل کی تفصیل میں جو آیات و احادیث وارد ہوئیں تھیں انہیں اس شیطانی عمل سے ایسے مقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ جو اس کے اصل مقاصد نہ تھے۔ ایسی چند مثالیں پیش کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا:

① جہاد سے مراد محض جدو جہد اور نیکی کا حکم دینا ہے نہ کہ طاقت کا استعمال ——— تو پھر کمزوروں سے برائی کی روک تھام کیسے ہوگی؟

② کافروں سے جنگ کرنے سے پہلے اپنے نفس سے جنگ ضروری ہے؟——— تو پھر نبی ﷺ کلمہ توحید پڑھتے ہی لوگوں کو میدان جہاد کی طرف کیوں لیجاتے رہے؟ جبکہ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کی تکمیل کو اولیت دینے والے ساری عمر اس سے فارغ ہی نہیں ہوتے۔

③ جہاد سے مراد مجاہدہ ہے یعنی خود کو مشقت میں ڈالنا۔——— تو پھر '' تم پر قتال فرض کیا گیا ہے۔'' [البقرة=٢:٢١٦] اور '' مشرکوں سے سب مل کر قتال کرو'' [التّوبة=٩:٣٦] کا معنی اور مطلب کیا ہے؟

④ اسلام دعوت و تبلیغ سے پھیلا نہ کہ جہاد و قتال سے——— تو پھر '' جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ سب لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں'' [سورة النصر=١١٠:١'٢] اسی طرح '' بے شک ہم نے آپ ﷺ کو واضح فتح کے ساتھ فتح یاب کیا ہے۔'' [الفتح=٣٨:١] ان جیسی آیات قرآنی کا کیا مفہوم ہوگا اور ان کا

آخر شان نزول کیا ہے؟

⑤ خلق عظیم رسول اللہ ﷺ کی امتیازی شان ہے۔ جبکہ جہاد خلق عظیم کے منافی ہے —— تو پھر ''اے نبیؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں۔'' [التّوبة=٧٣:٩' التّحريم=٩:٦٦]

اسی طرح فرمان رسولؐ: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ.....'' [۲۸] پر کون نگاہ ڈالے گا جو آپ ﷺ کے فرائض منصبی تھے۔

⑥ جہاد تخریب کاری اور فساد پھیلاتا ہے۔ جبکہ اسلام تعمیر واصلاح کا داعی ہے —— یہ بات بالکل غلط ہے۔ بلکہ جہاد ہی انسانیت کی تعمیر اور امتوں کی اصلاح کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[٧٤٢] ﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ...... ﴾ [الحج=٢٢:٤٠]

''اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کافروں) کو بعض لوگوں (مجاہدوں) کے ساتھ نہ روکتا۔ تو عبادت خانے گرا دیئے جاتے۔''

⑦ جہاد فتنہ اور فساد کا باعث ہے —— جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ معاملہ ایسا ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٧٤٣] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ...... ﴾ [البقرة=٢:١٩٣]

''ان کافروں سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے۔''

لہٰذا جہاد سے بڑھ کر فتنہ اور فساد کے خاتمے کا دنیا میں کوئی موثر ذریعہ نہیں ہے۔

جہاد میں ظلم و تشدد اور جبر و اکراہ ہے —— جبکہ حقیقت یہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ تو ظالموں اور جابروں کے خلاف مظلوموں اور مجبوروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاد تو ہے ہی مظلوم' مجبور اور جبر و اکراہ کا شکار کمزور اور بے بس انسانوں کی مدد اور نصرت کے لئے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٧٤٤] ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدٰنِ...... ﴾ [النّساء=٤:٧٥]

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں بے بس کمزور مردوں' عورتوں اور بچوں کی

---

۲۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:١٣

خاطر جہاد کیوں نہیں کرتے۔"

⑧ جہاد فی سبیل اللہ کے تمام احکام، مسائل، فضائل اور مناقب تبلیغ دین کیلئے کئے جانے والے سفروں اور دیگر اعمال پر فٹ (Fit) کر دیئے جاتے ہیں۔ بھلا اس صورت میں محمد رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ طائف اور غزوۂ حنین میں خونریز معرکے لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟

⑨ حدیث رسول ﷺ ہے" اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح و شام کا سفر کرنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے ......" اس حدیث کو تبلیغی سفروں کی فضیلتوں اور برکتوں پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرمان الٰہی " اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو......" کو بھی انہی تبلیغی سفروں پر مال خرچ کرنے پر چسپاں کردیا جاتا ہے۔ یہ معنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں کیوں نہ آیا؟ حتی کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمان الٰہی " اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت لے جاؤ۔" [البقرة=٢:١٩٥] کی تفسیر یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مال خرچ کرنا اور جہاد نہ چھوڑنا مراد ہے۔ خود بھی ساری عمر جہاد کیلئے گھر سے نکلے رہے اور دیار غیر (سرزمین روم) میں دفن ہوئے۔ تمام صحابہ بھی اس تفسیر پر ان سے اتفاق کرتے ہیں۔

الغرض اس طرح دین اسلام میں معانی بدل دینے، مفہوم الٹ کر کے بیان کرنے اور شرعی حقائق کو مسخ کرنے کی یہ جسارت شیطان لعین کی چال بازی اور مکاری کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

[٧٤٥] ﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ○ ﴾ [الحجر=١٥:٣٩،٤٠]

" اس (ابلیس) نے کہا: میرے مالک! جب تو نے مجھے گمراہ بھی کر دیا تو میں ان (اولاد آدم) کو روئے زمین میں تیری نافرمانیاں اور دنیا کے مال و اسباب مزین کر کے پیش کرونگا اور ان سب کو گمراہ کرلوں گا۔ سوائے ان کے جو تیرے مخلص بندے ہونگے۔"

علماء اسلام نے شیطان کی مکروہ چالوں اور اس کے دجل و فریب سے اجتناب کے شرعی طریقوں کے موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن کا مطالعہ بہت ہی مفید اور نفع بخش

ہے۔جن میں سے درج ذیل تین کتابیں بہت ہی اہم ہیں:

۱ تَلْبِيْس اِبْلِيْس لِابْنِ الْجَوْزِیْ

۲ اِقْتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْم لِابْنِ تَيْمِيَّة

۳ اِغَاثَةُ اللَّهفانِ فِیْ مَصَائِدِ الشَّيْطٰن لِابْنِ الْقَيِّمْ

مذکورہ آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① اپنی جان کے ساتھ جہاد کرنے کی طرح مالی جہاد بھی فرض اور واجب ہے۔ بلکہ لفظی اور عملی ترتیب کے لحاظ سے مالی جہا د جانی جہاد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٤٦] ﴿وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط ......﴾ [التَّوبة=٩:٤١]

''اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

اگرچہ مرتبہ و مقام کے لحاظ سے جان کے ساتھ کیا ہوا جہاد ہی اعلیٰ اور اولیٰ ہے۔ اسی لئے شہیدوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے سورۂ توبہ میں جانی جہاد کو مالی جہاد پر لفظوں میں بھی پہلے بیان کیا گیا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٧٤٧] ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط ......﴾

[التَّوبة=٩:١١١]

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔ اس بدلے میں کہ ان کے لیے جنت ہے......''

② جان کے ساتھ جہاد کی فرضیت سے مریض، معذور اور تنگ دست مستثنٰی ہیں لیکن مال کے ساتھ جہاد ہر مال دار پر اس کی طاقت کے مطابق فرض عین ہے۔فرمان باری تعالیٰ:

[٧٤٨] ﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّة......﴾ [الأنفال= ٨:٦٠]

''ان کافروں کے لئے تم سے جس قدر ہو سکے قوت تیار رکھو۔''

③ سورۃ الحدید کی آیت: ۷ اور ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال کے لئے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ بلکہ آیت: ۱۰ میں تو یہ فرق بھی بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جنگ کرنے والے فتح مکہ کے بعد خرچ کرنے

والوں اور جنگ کرنے والوں کے برابر نہیں ۔ بلکہ فتح مکہ سے پہلے جنگ کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں کا مرتبہ و مقام زیادہ بلند ہے۔ اگرچہ دونوں قسم کے لوگوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال دار ہوتے ہوئے فتح مکہ سے پہلے یا بعد خرچ نہ کرنے والوں سے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔

④ سورۂ محمد جہاد کے احکام ومسائل او رترغیبات کا مختصر مگر جامع ترین مجموعہ ہے۔ اس کی آیت : ۳۸ میں بخل کی شدید مذمت کی گئی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرنے والوں کے لئے سخت ترین وعید ہے۔

⑤ اللہ کی راہ میں خرچ کئے گئے تمام صدقات (فنڈز) کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔سورۃ الانفال کی آیت: ۶۰ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر﴿ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾کے الفاظ مطلق استعمال ہوں تو اس سے مراد صرف اورصرف جہاد اور قتال ہوگا۔ اسی کی مثل سورۃ التوبہ کی آیات: (۱۲۰) اور (۱۲۱) ہے۔

⑥ سورۃ البقرہ کی آیت :۲۷۳......'' وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے ہیں......'' سے مراد ہجرت اور جہاد کرنے والے فقراء ہیں ۔ یا ہجرت کرکے آنے والے اور دین کا علم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ مراد ہیں۔ اس دوسرے مطلب میں ہجرت کرنے والے مجاہدین ان میں شامل ہیں ۔لیکن سورۃ الحشر کی آیت:۸ میں ہے۔'' ان فقراء کے لئے جو اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے ۔''ان نکلنے والوں سے صرف اورصرف ہجرت کرنے والے مجاہدین ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں ۔'' [الحشر=۵۹: ۸]اور یہ صفت صرف مجاہدین کی ہے۔

⑦ بھوکے پیاسے رہ کر' درختوں کے پتوں' کیکر اور جھاؤ کے درختوں کی خشک پھلیوں سے پیٹ کی آگ بجھا کر جہاد فی سبیل اللہ کیلئے گھروں سے نکلے رہنا اصحاب رسول کے ممتاز اوصاف تھے۔

⑧ سورہ التوبہ کی آیت :۶۰ میں زکوٰۃ وصدقات کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں ۔ ان میں سے ایک مصرف ﴿ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ﴾ سے مراد سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والی روایت کے مطابق جمہور علماء امت کے صحیح ترین قول کے مطابق مجاہدین اور غازی ہیں۔

⑨ مجاہد اور غازی مال دار بھی ہوں تو صدقہ و خیرات میں حق رکھتے ہیں۔ علماء کی غالب اکثریت کا' سوائے امام ابوحنیفہ کے یہی مؤقف ہے۔ [۲۹]

⑩ جانی اور مالی جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور جہاد نہ کرنا امت کی ہلاکت اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

⑪ (دشمن کی صفوں میں گھس جانا) اور جان کے نذرانے کے بدلے جنت کا سودا کر لینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب اور قابل تعریف اقدام ہے ۔ سورۃ البقرہ کی آیت:۲۰۷' سورۃ التوبہ کی آیت : ۱۱۱' غزوۂ احد میں سات انصاری صحابہ کی جان فدائی کارروائیاں [۳۰] ایک پراگندہ حال صحابی کا ارشاد رسول ﷺ : '' بلاشبہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے'' سن کر بھڑکتی ہوئی جنگ میں بے دریغ گھس کر جان فدائی کارروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہوجانا'' [۳۱] اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث [۳۲] کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ جان فدائی کارروائی نہ صرف جائز بلکہ اچھا اقدام ہے۔

⑫ اللہ کے راستے میں ایک چیز خرچ کرنے سے اس کا سات سو گنا ثواب حاصل ہو گا اور اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے کسی چیز کا جوڑا خرچ کرنا جنت کے تمام دروازوں میں سے داخلہ کا موجب ہے ۔ یہ بات جہاد کے افضل عمل ہونے کی بھی دلیل ہے۔

⑬ افضل ترین خرچ کی بس تین اقسام ہیں:

① وہ (خرچ) جو اپنے اہل وعیال پر کیا جائے ۔

② جو جہاد کے لئے سواری پر کیا جائے۔

③ جو جہادی ساتھیوں پر کیا جائے ۔

⑭ افضل ترین صدقہ کی بھی تین اقسام ہیں:

① اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے خیمہ وغیرہ فراہم کرنا ۔

② خادم کا عطیہ دینا۔

---

۲۹ تفسیر القرطبی:۸/۱۱۸

۳۰ ملاحظہ ہو صحیح مسلم= کتاب الجهاد: باب غزوة اُحد' الحديث: ۱۷۸۹

۳۱ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۶۸۸

۳۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۱۰۱

③ جوان اونٹنی کا عطیہ دینا۔

⑮ ﴿ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ کا پہلی فرصت میں سمجھ آنے والا شرعی معنیٰ چونکہ ''جہاد کے لئے خرچ کرنا'' ہے ۔لہٰذا اس کو مطلق طور پر دیگر نیکی کے کاموں کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں ہے اِلَّا یہ کہ عبارت میں اشارات اور قرینے موجود ہوں۔

⑯ قرآن و حدیث میں جہاد کے بارے میں بیان کئے ہوئے تمام فضائل و مناقب کو تبلیغی اوردعوتی کاموں پر فٹ کرنا قرآن و سنت کی تحریف معنوی ہے۔معنیٰ بدلنے والی یہ بدترین جسارت صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں موجود نہیں تھی ۔ بلکہ یہ بعد کی پیداوار اور نئے بدعتی فرقوں کے کارناموں کا ایک حصہ ہے۔

⑰ عصر حاضر میں علماء حق کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن وسنت میں اس تحریف معنوی کے دجل و فریب اور قبیح سازش کا مقابلہ کریں اور اللہ کے برحق دین کا دفاع کرتے ہوئے دجالوں' کذابوں اور مکاروں کی دسیسہ کاریوں کا پردہ چاک کریں۔اس کتاب کی تالیف بھی اس سلسلے میں ایک حقیر سی کوشش ہے ۔

((تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَ يَجْعَلُـهُ خَالِصًا لِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ)) [آمین]

((................. ۞۞۞۞۞ ....))

باب: ۱۴

شہید اور شہادت

’’شہادۃ‘‘ کا لغوی اور شرعی معنیٰ:

الشَّهَادَةُ : " شَهِدَ يَشْهَدُ ـ سَمِعَ يَسْمَعُ " کے وزن پر ہے۔ " الشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ کا معنی ہے ’’الْحُضُورُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْبِالْبَصِيْرَةِ وَقَدْ يُقَالُ لِلْحُضُوْرِ مُفْرَدًا۔" یعنی آنکھوں کی بصارت یا دل کی بصیرت کے ساتھ حاضر ہونا۔ کبھی صرف حاضر ہونے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٤٩]﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُO﴾[الحشر :٢٢/٥٩]

’’وہ غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔‘‘

تاہم " الشُّهُوْدُ " کا زیادہ استعمال صرف حاضر ہونے کے لیے ہے اور "الشَّهادة" کا استعمال مشاہدے کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ لفظ " مَشْهَد " حاضر ہونے کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٧٥٠] ﴿ ......فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ O﴾ [مریم = ٣٧/١٩]

’’کافروں کے لیے ہلاکت ہے ایک (بڑے سخت دن کے حاضر ہونے سے)‘‘

مَشْهَد، کی جمع مشاہد ہے۔ جیسے مَشَاهِدِ حَجٍّ ، کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی حج ادا کرنے کے مقامات۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٥١] ﴿ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ [الحجّ : ٢٨/٢٢]

’’تا کہ وہ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں۔‘‘

"اَلشَّهَادَةُ "وہ گواہی ہے جو بصارت یا بصیرت کے مشاہدہ کی بنیاد پر دی جائے۔ لفظ "شَهَادَة" سے اسم فاعل "شَاهِدٌ" اوراسم صفت "شَهِيْدٌ" ہے۔ جبکہ جمع اَشْهَادٌ، شَاهِدُوْنَ، شُهُوْدٌ اور شُهَدَاءُ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٧٥٢]﴿ وَ يَقُوْلُ الْأَشْهَادُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ﴾[هود : ١٨/١١]

مو

”سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب (کے نام) پر جھوٹ باندھا ہے۔“

[۷۵۳]﴿ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ ﴾[الصَّافَّات : ۱۵۰/۳۷]

”کیا یہ اس وقت موجود تھے جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا تھا۔“

[۷۵۴]﴿ وَ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ ﴾[البروج : ۷/۸۵]

” اور جو سلوک مومنوں کے ساتھ وہ کر رہے ہیں وہ اس کو دیکھ رہے تھے۔“

[۷۵۵]﴿ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾[البقرة: ۱۴۳/۲]

”تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائیں۔“

لفظ ” شَهَادَةٌ “ کا اسم مفعول ” مَشْهُوْدٌ “ ہے۔ قیامت کے دن کو ”یوم مشہود“ کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۶]﴿ ذَالِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ ﴾[هود: ۱۰۳/۱۱]

”وہ دن جس میں سب لوگ جمع کیے جائیں گے اور وہ دن ہے جس میں سب گواہ حاضر کیے جائیں گے۔“

جمعہ کے دن کو بھی ” شَاهِدٌ “ کہا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۵۷]﴿ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ ﴾ [البروج : ۳/۸۵]

”حاضر ہونے والے (یعنی جمعہ کے دن) اور حاضر کیے گئے دن (یعنی عرفہ کے دن) کی قسم۔“

”شہادت فی سبیل اللہ“ کا معنیٰ:

” شہادت فی سبیل اللہ“ کا معنیٰ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کافروں سے جہاد کرتے ہوئے موت آجائے۔

شہید کو شہید کہنے کی وجہ:

شہید کی جمع شہداء ہے۔ شہید کا معنیٰ ہے: ” الْمُشَاهِدُ لِلشَّیْءِ وَالشَّاهِدُلَهٗ“ یعنی کسی چیز کا مشاہدہ کرنے والا اور اس کا گواہ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۵۸]﴿ ...... وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ﴾ [النِّساء : ۷۹/۴]

”گواہ کے طور پر اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔“

[۷۵۹]﴿ اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّهٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ﴾ [فُصِّلَتۡ : ۵۳/۴۱]
''کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے (واقف اور) آگاہ ہونا کافی نہیں۔''

[۷۶۰]﴿ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَ نُوۡرُهُمۡ ﴾ [الحدید : ۱۹/۵۷]
''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ صدیقین ، اور شہداء ہیں اپنے رب کے ہاں ۔ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔''

وہ شہداء اس لیے کہلائے کہ وہ اس وقت اپنے لیے مہیا کی گئی نعمتوں کا مشاہدہ کر لیں گے۔نیز اس لیے کہ ان کی روحیں اپنے رب کے پاس حاضر اور موجود ہونگی۔'' [1]

◎ امام مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۶۱] ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾[آل عمران=۳:۱۸]

اس آیت میں " شَهِدَ "کا معنٰی درج ذیل تین معانی میں سے ایک ضرور ہے:

۱ شَهِدَ بمعنٰی عَلِمَ (وہ جانتا ہے)
یعنی اللہ جانتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲ شَهِدَ بمعنٰی قَالَ (وہ کہتا ہے)
یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳ شَهِدَ بمعنٰی کَتَبَ (اس نے لکھ دیا ہے)
یعنی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

'' اَلشَّهِیۡدُ "کا ایک معنٰی ہے کہ "اَلشَّاهِدُ وَالۡاَمِیۡنُ فِی شَهَادَةٍ"
یعنی کسی معاملہ کا گواہ اور امین ...... اَلشَّهِیۡد کا ایک معنی ہے کہ " الَّذِیۡ لَا یَغِیۡبُ عَنۡ عِلۡمِهٖ شَیۡءٌ " یعنی جو مکمل معلومات رکھتا ہو۔ اس کے علم سے کوئی چیز بھی غائب نہ ہو۔ جبکہ اَلشَّهِیۡدُ کا ایک معنٰی ہے " الۡقَتِیۡلُ فِی سَبِیۡلِ اللّٰهِ "یعنی اللہ کے راستے میں قتل ہونے والا'' اس کو شہید اس لیے کہا گیا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ یا اس لیے کہ اس کو پہلی امتوں پر بطور گواہ طلب کیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ وہ موت کے وقت زمین پر گر پڑتا ہے اور زمین کو

[1] المفردات فی غریب القرآن لِلْأَصفهانی : ۲۶۹، ۲۷۰ + القاموس المحیط : ۳۱۶/۱، ۳۱۷

عربی لغت میں "شَاهِدَةٌ" بھی کہتے ہیں۔یعنی "شَاهِدَةٌ" پر گرنے والا ۔یا اس لیے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ اور حاضر ہے۔ یا اس لیے کہ وہ اللہ کی مملکت اور بادشاہت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ الشَّهِيْدُ کی جمع شہداء اور اسم مصدر "شَهَادَةٌ" ہے۔[۲]

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَ اَمَّا سَبَبُ تَسْمِيَتِهٖ شَهِيْدًا (١) فَقَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ لِّاَنَّهٗ حَیٌّ فَاِنَّ اَرْوَاحَهُمْ شَهِدَتْ وَ حَضَرَتْ دَارَالسَّلَامَ وَ اَرْوَاحُ غَيْرِهِمْ اِنَّمَا تَشْهَدُ هَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ (٢) وَ قَالَ ابْنُ الْأَنبارِیِ : لِّاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ مَلَائِكَتَهٗ يَشْهَدُوْنَ لَهٗ بِالْجَنَّةِ (٣) وَ قِيْلَ لِّاَنَّهٗ شَهِدَ عِنْدَ خُرُوْجِ رُوْحِهٖ مَا اَعَدَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَهٗ مِنَ الثَّوَابِ وَالْكَرَامَةِ (٤) وَ قِيْلَ لِاَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمَةِ يَشْهَدُوْنَهٗ فَيَاْخُذُوْنَ رُوْحَهٗ (٥) وَ قِيْلَ لِاَنَّهٗ شُهِدَ لَهٗ بِالْاِيْمَانِ وَ خَاتِمَةِ الْخَيْرِ بِظَاهِرِ حَالِهٖ (٦) وَ قِيْلَ لِاَنَّ عَلَيْهِ شَاهِدًا يَكُوْنُ لَهٗ شَهِيْدًا وَ هُوَ الدَّم (٧) وَقِيْلَ لِاَنَّهٗ مِمَّنْ يَشْهَدُ عَلَى الْاُمَمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاِبْلَاغِ الرَّسُوْلِ الرِّسَالَةَ اِلَيْهِمْ وَعَلٰى هٰذَا الْقَوْلِ يُشَارِكُهُمْ غَيْرُهُمْ فِی هٰذَا الْوَصْفِ "[۳]

شہید فی سبیل اللہ کو شہید کیوں کہا جاتا ہے؟اس بارے میں درج ذیل سات اقوال ہیں:

① نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ شہید اس لیے شہید کہلاتا ہے۔ کہ شہداء کی روحیں دارالسلام (جنت) میں حاضر ہو جاتی ہیں۔لیکن دوسرے اہل جنت کی روحیں قیامت کے دن ہی اس میں حاضر ہونگی۔

② محدث ابن الانباری نے کہا ہے کہ وہ اس لیے شہید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

③ بعض علماء نے کہا ہے" وہ شہید اس لیے ہے کہ جان نکلنے کے وقت اللہ کی طرف سے کیے جانے والے ثواب اور عزت افزائی کو دیکھ لیتا ہے۔

④ بعض کا مؤقف ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوکر اس کی روح قبض کرتے ہیں ۔اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔

⑤ بعض نے فرمایا کہ مومن اس کی ظاہری حالت کے مطابق اس کے ایمان اور اس کے

---

۲ القاموس المحیط : ۱/۳۱۶،۳۱۷

۳ شرح النّووی : ۲/۱۳٤ + فتح الباری : ٦/۳۸۲

اچھے خاتمے کی گواہی دیتے ہیں۔

⑥ جبکہ بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ شہید کے جسم پر اس کے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا حاضر گواہ اس کا خون موجود ہوگا اس لیے وہ شہید کہلاتا ہے۔

⑦ علماء کا ایک قول یہ ہے کہ شہید چونکہ پہلی امتوں کے خلاف اور رسولوں کے حق میں اللہ کا دین پہنچا دینے کی شہادت دے گا اس لیے اس کو شہید کہا گیا۔ لیکن آخری قول کے مطابق بعض دوسرے لوگ بھی مثلاً امت محمدیہ کے علماء حضرات شہداء کے ساتھ اس وصف میں شریک ہونگے۔'' [4]

حقیقت حال یہ ہے کہ شہید کو شہید کہنے کی وجہ میں بیان کیے گئے علماء اسلام کے مذکورہ بالا تمام اقوال اپنی اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ ہر قول کی بنیاد کسی نہ کسی قرآنی آیت یا صحیح حدیث پر ہے۔ چنانچہ شہید فی سبیل اللہ قیامت کے دن سے پہلے ہی جنت میں داخل ہے۔ بہت زیادہ واضح اور صریح آیات اور صحیح احادیث اس پر دلیل ہے۔ مثلاً فرمان رسول ﷺ ہے:

[٧٦٢] ((اَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ۔ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَ تُ)) [5]

''ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہونگی۔ وہ پرندے جنت میں جہاں چاہیں گے چہچہاتے پھریں گے۔ ان کے لیے ایسی قندیلیں ہیں جو عرش کے ساتھ لٹک رہی ہیں۔''

شہید کے جنتی ہونے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کی مضبوط گواہی قائم ہے۔ وہ اپنے رب کریم کی قربت خاص میں رہ کر زندہ ہونے کی حالت میں روزی دیا جاتا ہے۔ جنت الفردوس کا باشندہ اور اللہ کے فرشتوں کا رفیق ہے۔ رحمت کے فرشتے اللہ کی طرف سے عالیشان خوشخبریاں لے کر اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ وہ رب العالمین کے لازوال انعامات و اکرامات کو اپنی آنکھوں کے سامنے حاضر اور موجود پاتا ہے۔ وہ پہلی امتوں کا گواہ ہے اور نبی ﷺ سمیت امت کے نیک افراد اس کے جنتی ہونے کے گواہ ہیں۔ خود شہید کا زخمی جسم اور اس کے خون کی زعفرانی سرخی اس کے مرحوم و مغفور ہونے پر گھر کے گواہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن

---

[4] الجامع لأحكام القرآن للقرطبی : ٤/ ١٤١

[5] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ١٠

مجید میں ہے:

[۷٦۳]﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ ﴾ [سورۂ یوسف : ۲٦/۱۲]

''عزیز مصر کی بیوی کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دی۔''

شہید کے لہو کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷٦٤] ((اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيحُ رِيحُ الْمِسْكِ)) [٦]

''شہید کا خون بظاہر خون مگر حقیقت میں کستوری ہے۔''

شہید کی جامع اور مختصر تعریف:

"هُوَالَّذِی قُتِلَ أَومَاتَ فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا"

''شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ (جہاد) میں کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے قتل ہو جائے یا فوت ہو جائے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷٦۵]﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ ...... ﴾ [آل عمران: ۱٦۹/۳]

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷٦٦]﴿ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّم ...... ﴾[آل عمران: ۱۵۷/۳]

''اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جاؤ، یا فوت ہو جاؤ......۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

[۷٦۷]((وَالشَّهِيْدُ مَنِ احْتَسَبَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ)) [۷]

''شہید وہ ہوتا ہے جو اپنی جان ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔''

شہید کی مفصل تعریف:

◎ امام نووی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اَلشَّهِيْدُ الَّذِیْ لَا يُغْسَلُ وَلَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ ۔ هُوَالَّذِیْ مَاتَ بِسَبَبِ قِتَالِ الْكُفَّارِ حَالَ قِيَامِ الْقِتَالِ ۔ سَوَآءٌ قَتَلَهٗ كَافِرٌ اَوْ اَصَابَهٗ سِلَاحُ مُسْلِمٍ خَطَأً اَو عَادَ اِلَيْهِ سِلَاحُ نَفْسِهٖ

٦ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ٦٦٨

۷ المؤَطَّا لِلإِمَامِ مالك =كتاب الجهاد : باب مايكون فيه الشَّهادة

اَوْ سَقَطَ عَنْ فَرَسِہٖ ۔ اَوْ رَمَحَتْہُ دَابَّۃٌ فَمَاتَ اَوْ وَطِئَتْہُ دَوَابُّ الْمُسْلِمِیْنَ اَوْ غَیْرِھُمْ ۔ اَوْ اَصَابَہٗ سَھمٌ لَا یُعْرَفُ ھَلْ رَمٰی بِہٖ مُسْلِمٌ اَو کَافِرٌ اَو وُجِدَ قَتِیْلًا عِنْدَ انْکِشَافِ الْحَرْبِ وَ لَمْ یُعْرَفْ سَبَبُ مَوتِہٖ وَ سَوَآءٌ کَانَ عَلَیْہِ اَثَرُ دَمٍ اَمْ لَا ۔ وَ سَوَاءً مَاتَ فِی الْحَالِ اَمْ بَقِیَ زَمَنًا ثُمَّ مَاتَ بِذَالِکَ السَّبَبِ قَبْلَ انقِضَاءِ الْحَرْبِ " [8]

’’شہید وہ ہے جس کا غسل اور جنازہ نہیں ہے۔ وہ ایسا شخص ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی وجہ سے دوران جنگ مارا جائے۔ اسے کسی کافر نے قتل کیا ہو یا مسلمان کے ہتھیار سے قتل خطاء ہو جائے ۔ یا اپنے ہی ہتھیار کے لگنے سے مارا جائے۔ یا اپنے گھوڑے سے گر کر مر جائے یا کوئی جاندار اسے تیر مار دے۔ یا مسلمانوں اور کافروں کے جانوروں کے (ذریعے) کچلا جائے۔ یا اسے کوئی نامعلوم تیر لگ جائے ۔ یا اختتام جنگ پر وہ مقتول پایا جائے اور موت کے سبب کا پتہ نہ ہو۔ چاہے اس پر خون کا نشان موجود ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح چاہے وہ فوراً مر جائے یا کچھ عرصہ زندہ رہے لیکن پھر اسی سبب سے اختتام جنگ سے قبل ہی فوت ہو جائے ۔‘‘

فقہاء کی اضافی شرائط اور ان کا تنقیدی جائزہ :

فقہاء حنفیہ نے شہید کی تعریف میں چند مزید شرائط کا اضافہ کیا ہے۔ مثلاً

(۱) " مَنْ قَصَدَ الْعَدُوَّ فَاَصَابَ نَفْسَہٗ یُغْسَلُ " [9]

’’جو شخص کہ دشمن کو مارنا چاہے اور اپنے ہتھیار سے خود مارا جائے تو اسے غسل دیا جائے گا۔‘‘

یہ اضافہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث کے سراسر خلاف ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے دن میرے بھائی عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار پلٹ کر اسے لگ گئی اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یہ شخص اپنے ہتھیار سے مارا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کچھ لوگ اس کے لیے دعاء رحمت کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ شخص تو (جہاد کرتے ہوئے اور مجاہدہ کرتے ہوئے) فوت ہوا ہے لہٰذا اس کو دہرا اجر و ثواب

---

[8] المجموع شرح المھذّب : ۱/۲۶۱ + منار السَّبیل : ۱/۱۶۷، ۱۶۸

[9] الدُّر المختار مع ردُّ المحتار : ۱/۸۵۲

حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔[۱۰]

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا مذہب اسی حدیث کے مطابق ہے۔[۱۱]

(۲) " اَلشَّهِيْدُ هُوَ كُلُّ مُكَلَّفٍ مُسْلِمٍ طَاهِرٍ فَالْحَائِضُ اِنْ رَأَتْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ غُسِلَتْ "[۱۲]

"شہید وہ شخص ہے جو (عاقل و بالغ) مسلمان ہو اور پاک ہو حائضہ عورت اگر تین دن تک خون دیکھ چکی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔"

(یعنی شہید ہونے والی حائضہ عورت کو شہید فی سبیل اللہ کے مخصوص احکام حاصل نہیں) عاقل اور بالغ ہونے کی شرط بھی محض عقلی اور قیاسی ہے۔ اس پر کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ شرعی دلائل اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر بالغ اور پاگل اگر اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو اس کے ساتھ بدرجہ اولیٰ شہداء کا معاملہ کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ وہ تو صحیح معنوں میں بخشے ہوئے ہیں۔ اور پھر اپنی جانیں اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ پھر اس کو غسل دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی سلسلے میں صحیح البخاری =کتاب الجهاد کے اندر " بَابُ مَنْ غَزَا بِصَبِيٍّ لِلْخِدْمَةِ " کا عنوان قائم کرتے ہیں۔اور اس میں سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ رضی اللہ عنہم نے غزوۂ خیبر کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: میرے لیے اپنے نوعمر بچوں میں سے کوئی بچہ تلاش کر کے لاؤ جو غزوۂ خیبر کے سفر میں میری خدمت کرے۔ اس پر سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے، آپ کی خدمت میں لائے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں غزوہ خیبر کے دوران آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔[۱۳]

اکثر علماء اسلام کا سوائے امام ابوحنیفہ کے یہی مذہب ہے کہ بچے اور پاگل کے ساتھ شہیدوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ان کے دونوں شاگرد ابو یوسف اور محمد بن حسن بھی اکثر علماء کے ہم خیال ہیں۔[۱۴]

---

[۱۰] ملاحظہ ہو صحیح البخاری ،کتاب المغازی : باب غزوة خيبر، الحديث : ۳۹۶۰ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد :باب غزوة خيبر، الحديث : ۱۸۰۲ ۔اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سنن ابی داؤد میں نقل کیا ہے۔

[۱۱] المجموع للنّووی : ۲۶۱/۵ + المغنی لإبن قدامة : ۴۰۴/۲ + حاشية الدَّسوقی : ۴۲۶/۱

[۱۲] الدُّر المختار : ۸۴۸/۱

[۱۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب من غزا بصبی للخدمة الحديث : ۲۷۳۶

[۱۴] ردُّ المحتار علَى الدُّر المختار : ۸۴۸/۱ + المجموع للنُّووی : ۲۶۶/۵

جنبی اور حائضہ عورت کے متعلق بھی اختلاف کی یہی صورت ہے کہ جمہور علماء اسلام سوائے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان کے ساتھ عام شہداء جیسا معاملہ کرنے کے قائل ہیں۔ کیونکہ اللہ کے راستے میں قتل ہونا ہی تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس کی دلیل شہداء احد والی وہ روایت ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے روایت کیا ہے۔ نیز سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ والی وہ روایت ہے جسے ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے۔'' [15]

اسی طرح باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا بھی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے قتل کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے۔ اکثر شافعی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی مؤقف ہے۔ [16]

امام ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہما نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۶۸] ((اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ)) [17]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عظیم ترین جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔''

شیخ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضل ترین جہاد اس لیے ہے کہ ظالم اور جابر سلطان کے رو برو کلمۂ حق کہنے والے کی موت عام طور پر یقینی ہوتی ہے۔ دشمن کا خوف جس قدر شدید ہوگا، جہاد کی فضیلت اس قدر عظیم ہوگی۔ [18]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[۷۶۹] ((كَرَمُ الْمُؤْمِنِ تَقْوٰهُ وَ دِيْنُهٗ حَسَبُهٗ وَ مُرُوْءَ تُـهٗ خُلُقُهٗ۔ وَالْجُرَأَةُ وَالْجُبْنُ غَرَائِزُ يَضَعُهَا اللّٰهُ حَيْثُ يَشَاءُ۔ فَالْجِبَانُ يَفِرُّ عَنْ اَبِيْهِ وَ اُمِّهٖ وَ الْجَرِيُّ يُقَاتِلُ عَمَّا لَا يُؤُوْبُ اِلٰى رَحْلِهٖ وَالْقَتْلُ حَتْفٌ مِنَ الْحُتُوْفِ وَالشَّهِيْدُ مَنِ احْتَسَبَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ)) [19]

''مومن کی عزت و تکریم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں ہے۔ اس کا حسب ونسب دینی حسب و

---

[15] نیل الأوطار: ۳۲/۴ + المغنی لإبن قدامة : ۵۳۱،۵۳۰/۲

[16] الدُّر المختار مع ردُّ المحتار : ۸۵۰/۱ + المغنی لإبن قدامة : ۲۰۴/۶

[17] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۳۰۲

[18] تهذیب السُّنن لإبن القیم : ۱۹۰/۶

[19] المؤطّا للإمام مالك =كتاب الجهاد:باب مایكون فیه الشَّهادة

نسب ہے (نہ کہ قومی اور خاندانی تعلق) ۔اس کی مروت بلند اخلاق (مثلاً صبر، بردباری، سخاوت ،غمگساری ، رحمدلی اور ایثار وغیرہ) ہیں۔ جرأت اور بزدلی دونوں فطری چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر بزدل انسان اپنے ماں باپ کا دفاع کرنے سے بھی بھاگ جاتا ہے۔ (حالانکہ ان کی حفاظت اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے) اور دلیر انسان اس کی خاطر بھی لڑتا ہے جو اس کے اہل بیت میں شامل نہیں ہے۔قتل بھی باقی موتوں کی طرح ایک موت ہے۔شہید وہ شخص ہے جو اپنی جان رضا الٰہی کے لیے ثواب حاصل کرنے کی خاطر قربان کر دیتا ہے۔''

◎ امام ابوالولید الباجی رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" يُرِيدُ مَنْ رَضِيَ بِالْقَتْلِ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ رَجَاءَ ثَوابِ اللّٰهِ تَعَالٰى " [۲۰]

'' (سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق)شہید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ثواب کی امید پر قتل ہو جانے پر راضی ہو گیا ہے۔اس پر شہید کے احکام نافذ ہونگے۔ (مثلاً غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنااور خون شہادت سمیت دفن کر دینا)۔''

شہید کی اقسام

دنیا وآخرت کے لحاظ سے اسلام کے شہداء کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) حقیقی شہید:

یہ وہ شہید فی سبیل اللہ ہے جسے آخرت میں شہداء کے مرتبے اور درجے حاصل ہونگے۔ یعنی اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے والا شہید۔

(۲) اعزازی شہید:

جس کو اعزازی طور پر شہید کہا جائے گا۔ یہ وہ شہید ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت میں شہداء کے مقام پر فائز ہونے کی خوشخبری سنائی ہے۔مگر دنیا میں اس کے ساتھ میدان جہاد میں شہید ہونے والے کی طرح معاملہ نہیں کیا جاتا۔جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۷۰]« اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ : المَطْعُونُ وَالْمَبْطُونُ وَالغَرِيقُ وَصَاحِبُ الهَدمِ وَالشَّهِيدُ

[۲۰] المنتقى شرح المؤطا: ۲۱۰/۳

فِی سَبِیلِ اللّٰهِ))[۲۱]

"شہداء پانچ ہیں: (۱) طاعون کی بیماری سے مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) غرق ہوکرمرنے والا (۴) کسی عمارت کے گرنے سے مرنے والا (۵) شہید فی سبیل اللہ (ان میں سے پہلے چار حکمی شہید ہیں اور آخری حقیقی شہید ہے)

(۳) دنیاوی اور ظاہری شہید:

جس پر صرف شہید ہونے کا ظاہر حکم لگے گا۔ یہ وہ شخص ہے جو اگرچہ اللہ کے راستے میں لڑائی کے عظیم الشان عمل میں شریک تھا اور میدان جہاد میں ہی مارا گیا۔ہم چونکہ ظاہری حالات کو جاننے ،ماننے اور معلوم کرنے کے پابند ہیں۔ اسی وجہ سے اس کے ساتھ حقیقی شہید کا ہی معاملہ کریں گے۔لیکن چونکہ اس کی لڑائی کا مقصد، ریاکاری، قومی غیرت ،خاندانی حمیت یا اپنی بہادری کا اظہار تھا۔ اس لیے وہ مجاہد فی سبیل اللہ تسلیم نہیں کیا گیا اور آخرت میں اپنی گندی غرض اور بری نیت کے مطابق عذاب کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ بات موجود ہے۔[۲۲]

واضح ہو کہ نیت کا خالص ہونا اعمال کے قبول ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۱]﴿ وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ...... ﴾

[البَیِّنَة : ۹۸/۵]

"اور ان کو بس یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ کے لیے بندگی کریں ایک طرف ہوکر......"

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۷۲] ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی))[۲۳]

"تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا۔"

---

[۲۱] صحیح البخاری =کتاب الجماعة والإمامة :باب فضل التَّهجیر الَی الظُّهر ، الحدیث : ٦٢٤+ صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب بیان الشُّهداء و کتاب البرّ والصِّلة :باب فضل إزالة الأذی عن الطَّریق ، الحدیث : ١٩١٤

[۲۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الجهاد /أبواب الخُمُس :باب من قاتل للمغنم هل یَنقُصُ من أجره ؟ الحدیث : ٢٩٥٨ :و باب لا یُقَالُ فلان شهید ، الحدیث : ٢٧٤١، ٢٧٤٢ + صحیح مسلم =کتاب الإیمان :باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه وکتاب القدر : باب کیفیَّة خلق الآدمی ، الحدیث : ١١٢

[۲۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ٥٣٥

لہٰذا شجاعت و بہادری ،غیرت وحمیت اور نمود ونمائش کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑنے والا ہی صرف مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح عالم وقاری اور سخی ومالدار بھی اگر خلوص نیت سے عاری ہونگے تو کسی اجر وثواب کے مستحق ہونے کی بجائے گرفتار عذاب ہونگے۔[۲۴]

چنانچہ شہید کی اقسام کو درج ذیل عنوان بھی دیئے جا سکتے ہیں:

ا۔ دنیا اور آخرت کا شہید:

وہ شہید فی سبیل اللہ جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خالص نیت کے ساتھ جہاد کرتا ہوا مارا گیا۔

۲۔ آخرت کا شہید:

شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ وہ شہداء جن کو رسول اللہ ﷺ نے شہداء کے مرتبہ پر فائز قرار دیا ہے۔مگر دنیا میں ان پر شہداء کے احکام: غسل نہ دینا ، جنازہ نہ پڑھنا، جہادی لباس اورخون سمیت دفن کر دینا وغیرہ نافذ نہ ہونگے۔جیسے طاعون اور پیٹ کی بیماری سے مرنے والے ہیں۔

۳۔ دنیاوی شہید:

جو بہادری، ریاکاری، خاندانی اور قومی غیرت جیسے گھٹیا عزائم میں مبتلا ہو کر میدان جہاد میں مارا گیا۔ اس پر ظاہر کے مطابق شہداء کے احکام نافذ کیے جائیں گے اور آخرت کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

تاہم حقیقی شہید یعنی شہید فی سبیل اللہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے دیگر شہداء سے بہت زیادہ بلند وبالا ہے۔ کیونکہ وہ جہاد وقتال میں جان اور مال کی قربانی پیش کرتا ہے۔قرآن وسنت میں شہداء کے لیے جو بلند درجات اور عظیم الشان فضائل بیان ہوئے ہیں وہ میدان جہاد کے انہی شہیدوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اسی فرق اور امتیاز کو ظاہر کرنے کے لیے دنیا میں بھی ان کو چند مخصوص احکام کے ساتھ ممتاز رکھا گیا ہے۔ مثلاً غسل نہ دینا، کفن نہ پہنانا، نماز جنازہ کا ضروری نہ ہونا، خون شہادت سمیت دفن کر دینا وغیرہ۔[۲۵]

---

۲۴ ملاحظہ ہو صحیح مسلم =كتاب الإمَارة :باب من قاتل للرِّياء و السُّمعة استحقَّ النار، الحديث : ١٩٠٥ + صحيح التِّرمذى =كتاب الزُّهد :باب ماجاء فى الرِّياء والسُّمعة، الحديث : ١٩٤٠ + صحيح النِّسائى =كتاب الجهاد :باب من قاتل لِيُقَالُ فُلَانٌ جَرِئٌ "، الحديث : ٢٩٤٠

۲۵ فتح البارى : ٣٨٤/٦

آخرت میں بھی یہ شہداء بلند مقامات اور عالیشان انعامات سے مشرّف کیے جائیں گے۔ مثلاً شہداء ہاؤس میں داخلہ، ممتاز اور مخصوص محلات، بلند وبالا درجات، مخصوص اور باعزت زندگی، عمدہ اور اعلیٰ جنت ''جنت الفردوس'' میں رہائش، رب العالمین کا بغیر کسی پردے کے دیدار، جنت میں نبیوں اور رسولوں کا ساتھ۔

ان انعامات اور درجات کے فضائل کی تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو**:

1. تفسیر القرطبی : ۱۷۶/۵
2. صحیح البخاری= کتاب الجهاد: ۳۹۱/۱-۳۹۳، ۳۹۷ - ۳۹۹
3. صحیح مسلم = کتاب الجهاد : ۱۳۳/۲-۱۳۷، ۱۴۰-۱۴۲
4. المنتقٰی شرح المُوَطّاء =کتاب الجهاد : ۲۰۴/۳-۲۱۲
5. أبواب فضائل الشّهید فی السُّنن الأَربعة
6. مسند أَحمد
7. شرح الطِیبی علٰی مشکوٰة المصابیح : ۲۶۲/۷-۳۱۳
8. المنتقٰی لِإبن الجارود : باب فی دوام الجهاد إِلٰی یوم القیٰمة : ۳۴۳-۳۵۰

شہداء کے مرتبے:

جہاد کا سب سے اعلیٰ مقصد شہادت فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۳] ﴿ ......وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ O وَ لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ O ﴾[آل عمران: ۱۴۰/۳، ۱۴۱]

''......اور تاکہ اللہ ایمانداروں کو الگ کرکے دیکھ لے اور چندلوگوں کو تم میں سے شہداء فی سبیل اللہ بنائے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اور تاکہ ایمانداروں کو خالص کرلے اور کافروں کو ملیامیٹ کر دے۔''

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کو رنج و الم کی شدتوں میں مبتلا کرنے اور ان کی شدید آزمائش لینے کے اغراض و مقاصد اور فوائد وثمرات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے'' اگرتمہیں احد میں کچھ زخم لگے ہیں تو تمہاری مخالف قوم کوبھی اس کی مثل غزوۂ بدر میں زخم لگ چکے ہیں۔ اور ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان (اس طرح) پھیرتے رہتے ہیں۔

(کبھی خوشی تو کبھی غمی ، کبھی امیری تو کبھی غریبی، کبھی فتح تو کبھی شکست) ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ غزوۂ احد جیسی خون ریز جنگ کا سب سے بڑا اور اولین مقصد ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مومنوں کی چھانٹی ہو جائے اور تم میں سے کچھ شہیدوں کا انتخاب ہو جائے ۔

◎ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کے یہی چند فرامین کافی ہیں:

[۷۷٤] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ...... ﴾

[التَّوبة : ۱۱۱/۹]

’’اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔‘‘

[۷۷٥] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾

[الصَّفّ: ۱۰/٦۱]

’’اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو درد ناک عذاب سے نجات دلا دے۔‘‘

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں اور ان کے مالوں کے بدلے ان کو جنت عطا فرمانے کا یقینی وعدہ فرمایا ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کو ایسی نفع بخش تجارت قرار دیا ہے، جس میں درد ناک عذاب سے نجات کا یقینی نفع حاصل ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۴۰ سے ثابت ہوتا ہے کہ ارادہ اور حکم اللہ تعالیٰ کی دو الگ الگ صفات ہیں۔ مثلاً اس نے کافروں کے لیے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام قرار دیا ۔ وہ اس جرم کے ارتکاب پر اللہ کی پکڑ سے دو چار ہونگے۔ لیکن مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں شہادت عطا کرنے کا ارادہ فرمایا اور وہ ارادہ پورا کیا۔ گویا حکم اور امر ہے کہ کافر مسلمانوں کو قتل نہ کریں اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ شہادت سے شرف یاب ہوں۔ حکم اپنی جگہ برقرار ہے اور ارادہ اپنی جگہ واقع ہو رہا ہے۔ بالکل ایسے جیسے آدم علیہ السلام کو ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا ۔ یہ حکم تھا۔ لیکن اس فعل کے واقع ہونے کا ارادہ بھی کیا جو پورا ہوا۔ سو اللہ کے بندے اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانے کے پابند ہیں۔ اسی لیے ان کو ثواب اور عذاب ہوگا۔ [۲٦]

---

[۲٦] تفسیر القرطبی : ۱٤۱/٤

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۷۶]﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۝﴾

[النّساء : ٦٩/٤]

''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو یہی لوگ (جنت میں) انکے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا۔یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔''

صدیقین، صدیق کی جمع ہے، شہداء، شہید کی جمع ہے۔ صالحین، صالح کی جمع ہے۔

''الصدیق'' وہ شخص ہے جو سچ بولنے یا سچے آدمی کی تصدیق کرنے میں درجہ کمال تک پہنچا ہوا ہو جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ''شہداء'' یعنی دین حق کی گواہی دینے والے مثلاً سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم۔ اور'' صالحین'' سے باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ یا پھر شہداء سے مراد ہے کہ دین حق کی خاطر اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے اور صالحین سے امت کے تمام نیک افراد مراد ہیں۔ بہرحال آیت کے الفاظ عام ہیں۔ جس میں تمام شہداء اور نیک افراد شامل ہیں۔ [۲۷]

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا فصیح وبلیغ اور منظّم و مربوط کلام ہے۔ لہٰذا جب ہم آیت بالا کے سیاق وسباق پر نظر ڈالتے ہیں کہ پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اہمیت وضرورت پر زور دیا جارہا ہے۔ پھر آیت :۷۱، سے آیت:۷۷، تک جہاد وقتال کے لیے اللہ کی راہ میں نکل پڑنے کی زبردست ترغیب دلائی گئی ہے۔ تو درست اور صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ شہداء سے اللہ کے راستے میں حالت جنگ میں شہید ہونے والے ہی مراد ہیں۔ کیونکہ صدیقین کی طرح یہی لوگ انبیاء کے مددگار، حواری اور انبیاء کے ساتھ مل کر اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۷۷۷] ﴿ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ مَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ [آل عمران : ١٤٦/٣]

---

[۲۷] تفسیر القرطبی : ١٧٦/٥

’’اور کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے قتال کیا۔ پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی نہ اس تکلیف کیوجہ سے وہ سست ہوئے ،نہ کمزوری دکھائی اور نہ دشمن سے دبے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘

یہ ظاہر بات ہے کہ جن کو دنیا میں اللہ کے نبیوں کا دینی ساتھ حاصل تھا۔ آخرت میں بھی وہ اللہ والے شہداء ہی ان کے ساتھ ہونگے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں قرآن مجید کی آیت :

[۷۷۸]﴿ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ...... ﴾ [آل عمران : ۱٤٦/۳] کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درج ذیل التجا کرتے ہیں :

[۷۷۹]« اَللّٰهُمَّ الرَّفِیۡقَ الۡاَعۡلٰی » [۲۸]

’’اے اللہ ! مجھے جنت میں رفیق اعلیٰ عطا فرما دے۔‘‘

جبکہ دوسری طرف نبوت و رسالت کے عظیم عہدے پر فائز ہونے کے بعد شہادت کے اعلیٰ مرتبے اور عظیم الشان درجے کے حصول کی تمنا اور آرزو دل میں رکھتے ہیں۔

منصب نبوت اور تمنائے شہادت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۷۸۰] « وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَوۡ لَا اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَا تَطِیۡبُ اَنۡفُسُهُمۡ اَنۡ یَّتَخَلَّفُوا عَنِّیۡ ـ وَلَا اَجِدُ مَا اَحۡمِلُهُمۡ عَلَیۡهِ۔ مَا تَخَلَّفۡتُ عَنۡ سَرِیَّةٍ تَغۡزُوۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ۔ وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ لَوَدِدۡتُ اَنِّیۡ اُقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحۡیٰ ـ ثُمَّ اُقۡتَلُ ثُمَّ اُحۡیٰ ـ ثُمَّ اُقۡتَلُ ثُمَّ اُحۡیٰ۔ ثُمَّ اُقۡتَلُ » [۲۹]

’’اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ نہ ہوں جو کبھی بھی مجھ سے پیچھے رہ کر خوش دل نہیں ہو سکتے اور میں ان کے لیے کوئی سواری بھی نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کر سکوں۔ تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا اور مجھے اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں بھرپور

۲۸ صحیح البخاری =کتاب المغازی :باب مرض النَّبِیِّ ﷺ ووفاته ، الحدیث : ٤۱۷۳ + صحیح مسلم =کتاب فضائل الصَّحابة :باب فی فضل عائشة رضی اللّٰه عنها، الحدیث : ۲٤٤٤

۲۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۱۰۰

تمنا رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر (دوبارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں۔ پھر (سہ بارہ) زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہو جاؤں پھر (چہار بارہ) زندہ کیا جاؤں ۔پھر شہید ہو جاؤں۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں :

[۷۸۱] ((لَوَدِدتُّ اَنِّی اَغزُو فِی سَبِیلِ اللّٰہِ فَاُقتَلُ ۔ثُمَّ اَغزُو فَاُقتَلُ۔ ثُمَّ اَغزُو فَاُقتَلُ))[30]

''البتہ میری تو خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستہ میں جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں ۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔ پھر جنگ کروں پھر قتل کر دیا جاؤں۔''

◎ **حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:**

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

[۷۸۲]﴿ **وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** ﴾ [المائدۃ: ٦٧/٥]

''اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا۔''

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کرتے رہے۔جس تمنا کا پورا ہونا ناممکن ہے۔اس سے جہاد کی عظیم ترین فضیلت بتانا اور مسلمانوں کو اس پر ترغیب دلانا مقصود ہے۔ نیز اس حدیث سے بعض لوگوں نے جہاد کے فرض کفایہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ معذور افراد تو فرض عین سے بھی مستثنیٰ ہوتے ہیں ۔اس حدیث کے الفاظ'' میں ان کے لیے وہ سواری نہیں پاتا جس پر ان کو سوار کر سکوں۔'' سے معذور افراد کو ہی تو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔''[31]

◎ **امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:**

اس حدیث میں مسلمانوں پر آپ کی شفقت ، مہربانی اور کئی مصلحتوں میں سے اہم ترین مصلحت کو اختیار کرنے کی وضاحت ہے۔نیز جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔[32]

نیز مندرجہ بالا حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا انبیاء کی

---

[30] صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب فضل الجهاد والخروج فی سبیل اللّٰہ ، الحدیث : ۱۸۷٦

[31] فتح الباری : ٣٥٦/٦

[32] شرح النّووی : ١٣٣/٢

پسندیدہ خواہش ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کی تمنا کرنا بھی جائز ہے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو۔ شہداء اسلام جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی شہادت فی سبیل اللہ کی فضیلت اور عزت افزائی کو دیکھ کر دس بار زندہ کیے جانے اور اللہ کے راستے میں قتل ہونے کی تمنا کریں گے۔'' [۳۳]

شہادت فی سبیل اللہ اور جنت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۸۳]﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ؕ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝﴾[التَّوبة : ۹/۱۱۱]

'' یقیناً اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور ان کے عوض ان کو جنت عطا کر دی ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں ،کافروں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں۔ یہ برحق وعدہ اللہ نے ذمے لیا ہے تورات، انجیل اور قرآن میں ۔اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو کون پورا کرسکتا ہے۔ لہٰذا (اے مجاہدو!) تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اللہ کے ساتھ کر رکھا ہے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔''

حافظ ابن کثیر اور امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہما اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔ بیعت عقبہ کبریٰ کے وقت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب اور اپنی ذات کے لیے بیعت لیتے ہوئے ہم پر جو چاہے شرط لگائیں۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۷۸٤]« اَشْتَرِطُ لِرَبِّي اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ـ وَاَشْتَرِطُ لِنَفْسِي اَنْ تَمْنَعُوْنِي

[۳۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب تمنّی المجاهد أن يّرجع إلى الدُّنيا ، الحديث : ۲٦٦٢ + صحيح مسلم =كتاب الإمارة :باب فضل الشّهادة فی سبيل الله ، الحديث : ۱۸۷۷

مِمَّا تَمۡنَعُوۡنَ مِنۡهُ اَنۡفُسَكُمۡ وَاَمۡوَالَكُمۡ)) [۳۴]

''میں اپنے رب کے لیے تم پر یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم خالص اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنی ذات کے لیے میری شرط یہ ہے کہ تم ہر اس خطرے سے میری حفاظت کرو گے جس سے اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔''

تو اس پر حاضرین نے عرض کیا: اگر ہم یہ شرائط پوری کریں تو ہمارے لیے کیا صلہ ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت''۔ تو لوگوں نے کہا: یہ تجارت بڑی نفع بخش ہے۔ ہم یہ سودا کبھی واپس نہیں کریں گے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس روایت کو امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ تاہم اللہ کا یہ وعدہ قیامت تک امت محمدیہ کے ہر مجاہد اور شہید فی سبیل اللہ کے لیے عام ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے الفاظ ''پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔'' [التَّوبة: ۱۱۱/۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلہ غازی اور شہید دونوں کے لیے ہے۔ مزید برآں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۵] ﴿ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ ﴾ [التَّوبة: ۱۱۱/۹]

''اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۷۸۶] ﴿ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا ﴾ [النِّساء: ۸۷/۴]

''اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے؟'' [۳۵]

ضمانت باری تعالیٰ:

''موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک مجاہدین فی سبیل اللہ کے ساتھ اس پختہ وعدے کی تشریح و تفصیل اس کے آخری رسول ﷺ کے کلام مبارک میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے:

---

[۳۴] صحیح إبن حبان =کتاب أَخباره ﷺ عن مناقب الصَّحابة رجالها ونسائهم/ذکر براء بن معرور بن صخر بن خنساء رضوان اللّٰه علیه /ذکر أَسعد بن زرارة بن عدس رضوان اللّٰه علیه، الحدیث: ۶۹۷۲،۶۹۷۳۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام طبری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو قوی (صحیح) قرار دیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری شرح صحیح البخاری=کتاب مناقب الأَنصار:باب وفودِ الأَنصار اِلَی النَّبِیِّ ﷺ بِمَکَّةَ وَبَیۡعَةِ الۡعَقَبَةِ نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر/ تفسیر سورة التَّوبة ، الآیة:۱۱۱(۲/ ۴۳۰)(ابوعمار ابن عبدالجبار)

[۳۵] تفسیر إبن کثیر : ۴۳۰/۲ + الجامع لأَحکام القرآن للقرطبی : ۱۶۹/۸

[۷۸۷] ((اِنۡتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنۡ خَرَجَ فِی سَبِیۡلِهٖ لَا یُخۡرِجُهٗ اِلَّا إِیۡمَانٌ بِی وَ تَصۡدِیۡقٌ بِرُسُلِی بِاَنۡ اَرۡجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنۡ اَجۡرٍ اَو غَنِیۡمَةٍ اَوۡ اُدۡخِلَهُ الۡجَنَّةَ))[۳۶]

''اللہ تعالیٰ ذمہ اٹھاتا ہے۔ اس شخص کا جو اس کی راہ میں نکل پڑے کہ اس کو میرے راستے میں جہاد اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ (کوئی دوسری غرض) نکالنے والی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اجر و ثواب اور غنیمت (میں سے کسی ایک یا دونوں) کے ساتھ واپس لوٹائے گا یا (شہادت دے کر) اس کو جنت میں داخل کردے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۸۸] ((...... تَوَکَّلَ اللّٰهُ لِلۡمُجَاهِدِ فِی سَبِیۡلِهٖ بِأَن یَّتَوَفَّاهُ أَنۡ یُّدۡخِلَهُ الۡجَنَّةَ اَوۡ یَرۡجِعَهٗ سَالِمًا مَعَ أَجۡرٍ اَوۡ غَنِیۡمَةٍ))[۳۷]

''......اللہ تعالیٰ وکیل ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کا اگر اس کو فوت کرے گا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ یا اس کو صحیح سالم اجر اور مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۸۹] ((تَکَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنۡ جَاهَدَ فِی سَبِیۡلِهٖ لَا یُخۡرِجُهٗ اِلَّا الۡجِهَادُ فِی سَبِیۡلِهٖ وَ تَصۡدِیۡقُ کَلِمَاتِهٖ بِاَنۡ یُّدۡخِلَهُ الۡجَنَّةَ اَوۡ یَرۡجِعَهٗ إِلٰی مَسۡکَنِهِ الَّذِیۡ خَرَجَ مِنۡهُ مَعَ مَانَالَ مِنۡ أَجۡرٍ أَوۡ غَنِیۡمَةٍ))[۳۸]

''اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس شخص کا جو اس کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ اس کو جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کے کلمات کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نکالنے والی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا یا اس کو اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ اس کی اس رہائش کی طرف لوٹائے گا جس سے وہ نکلا تھا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۹۰] ((تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنۡ خَرَجَ فِی سَبِیۡلِهٖ لَا یُخۡرِجُهٗ اِلَّا جِهَادًا فِی سَبِیۡلِی، وَ إِیۡمَانًا بِی......))[۳۹]

---

[۳۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۹

[۳۷] صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب أفضل النَّاس مومن یجاهد بنفسه وماله فی سبیل اللّٰه ، الحدیث : ۲۶۳۵

[۳۸] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۲۷۲

[۳۹] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۲۷۲

’’ اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس شخص کا جو اس کے راستہ میں نکل پڑتا ہے ۔نہیں نکالتی اس کو کوئی چیز سوائے میرے راستے میں جہاد کے اور مجھ پر ایمان لانے کے..........‘‘

نبی ﷺ نے مزید فرمایا:

[۷۹۱] « ثَلَاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُھُمْ : اَلْمُجَاھِدُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُکَاتَبُ الَّذِی یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِی یُرِیْدُ الْعَفَافَ » [۴۰]

’’ تین قسم کے آدمیوں کی نصرت و مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر حق ہے۔ یعنی وہ ضرور ان کی مدد کرتا ہے : (۱) مجاہد فی سبیل اللہ (۲) مکاتب غلام جو اپنے ذمہ لازم رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے (تاکہ اسے آزادی حاصل ہو جائے) (۳) نکاح کا خواہشمند جو پاکدامنی وعفت کی نیت رکھتا ہے۔‘‘

گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لیے راہ حق میں نکلنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کفالت وضمانت میں ہے۔ اللہ عزوجل اس کو شہادت کے صلہ میں جنت اور غازی بن کر لوٹنے کی صورت میں اجر و ثواب اور مال غنیمت عطا فرمانے کی ضمانت دیتا ہے۔ نیز مجاہد فی سبیل اللہ کی مدد ونصرت کرنا اللہ تعالیٰ کے وعدے کا ایک حصہ ہے۔ مجاہد بندوں کا اپنے مالک حقیقی پر حق ہے۔ جسے وہ بہرصورت ادا فرماتا ہے۔ اسی وعدے کی تکمیل سے وہ اپنے پسندیدہ دین کو دنیا میں غالب رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دخول جنت میں پیش پیش:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۷۹۲] « عُرِضَ عَلَیَّ اَوَّلُ ثَلٰثَۃٍ یَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ : شَھِیْدٌ وَ عَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ وَ عَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ اللّٰہِ وَ نَصَحَ لِمَوَالِیْہِ » [۴۱]

’’ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین شخص مجھ پر پیش کیے گئے (۱) شہید

---

[۴۰] صحیح التَّرمذی = أَبواب فضائل الجهاد:باب ماجاء فی المجاهد والمكاتب والنَّاكح وعون اللّٰه إيَّاهم، الحديث : ۳۵۲+ صحیح النِّسائی =كتاب الجهاد:باب فضل الرَّوحة فی سبيل اللّٰه عزَّوجلَّ، الحديث : ۲۹۲۳ + صحیح إبن ماجة =كتاب العتق :باب المكاتب ، الحديث : ۲۰۴۱

[۴۱] سُنَن التِّرمذی ، أَبواب فضائل الجهاد:باب ماجاء فی ثواب الشَّهيد + صحیح إبن حبان =كتاب أَخباره ﷺ عن مناقب الصَّحابة ...... باب فضل الأُمَّةِ /ذكر الأَخْبَار عن اوّل من يَّدخل الجنَّة من هذه الأُمة بعد الزُّمرة التی ذَكَرَناها قبل ،الحديث : ۷۲۰۴ ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔ (ابوعمار راِبن عبدالجبار)

فی سبیل اللہ (۲) حرام چیزوں اور سوال سے پرہیز کرنے والا عفت مآب اور پاک باز شخص (۳) وہ غلام جو اچھے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور اپنے آقاؤں کا حق ادا کرنے والا خیر خواہ ہو۔''

حدیث بالا کو امام ترمذی نے حسن اور حاکم وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ تاہم شہید عالم برزخ میں ہی جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ بات پہلے بھی بہت زیادہ آیات اور صحیح احادیث سے ثابت کی جا چکی ہے۔ لہٰذا ترمذی کی حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے۔

فردوس بریں اور آرزوئے شہید:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[۷۹۳] ((اَنَّ اُمَّ الرُّبَيِّعِ بِنْتَ الْبَرَآءِ وَ هِيَ اُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) اَتَتِ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَت يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ —— وَ كَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ، اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرْبٌ —— فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَ اِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ ـ قَالَ " يَا اُمَّ حَارِثَةَ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى))[۴۲]

'' ام ربیع بنت برآء —— انہیں کا دوسرا نام ام حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہا ہے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے نبی! کیا آپ مجھے حارثہ کے بارے کوئی خبر دیں گے؟ —— جو غزوۂ بدر میں نامعلوم تیر لگنے سے شہید ہو گئے تھے —— پس اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر اس کے علاوہ کوئی حالت ہے تو میں اس کی موت پر خوب روؤں گی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارثہ (رضی اللہ عنہا)! اللہ کی جنت میں بہت سی جنتیں ہیں۔ اور تیرے فرزند حارثہ (رضی اللہ عنہ) نے فردوس بریں (یعنی جنت الفردوس) حاصل کرلی ہے۔''

سَهْمٌ غَرْبٌ: '' کا معنی ہے نامعلوم تیر، جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو۔ اَلْفِرْدَوْسُ الْاَعْلٰى '' یعنی جنت الفردوس، جو جنت کے تمام طبقات میں سب سے اعلیٰ طبقہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

---

[۴۲] صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب من آتاه سهم غرب فقتله ، الحدیث : ٢٦٥٤

[۷۹٤] ((إِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ ـ مَا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ كَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ ـــــ اُرَاهُ ـــــ فَوقَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَ مِنْهَا تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ))[۴۳]

''جنت میں ایک سو (۱۰۰) درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا درمیانی فاصلہ ہے۔ فردوس سب سے اعلیٰ اور بہترین جنت ہے۔ اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کے تمام دریا بہتے ہیں۔ سو جب تم اللہ سے جنت کی درخواست کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۷۹۵] ((مَا اَحَدٌ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یُحِبُّ اَنْ یَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْیَا وَلَهٗ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا الشَّهِیْدُ۔ یَتَمَنّٰى اَنْ یَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْیَا فَیُقْتَلَ عَشَرَ مَرَّاتٍ۔ لِمَا یَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ))[۴۴]

''کوئی شخص بھی جنت میں داخل ہو کر دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرتا۔ اگرچہ وہ روئے زمین کی تمام کائنات کا مالک بنا دیا جائے، سوائے شہید کے۔ چنانچہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں واپس لوٹایا جائے۔ اور اللہ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ (جنت میں) شہادت کی (بناء پر ملنے والی) عزت وتکریم کو دیکھ لیتا ہے۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۷۹٦] ((مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ))[۴۵]

''(وہ دس بار دنیا میں واپس آ کر شہید ہونے کی خواہش اس لیے کرے گا کہ) اس نے شہادت کی بنا پر ملنے والی فضیلت کو دیکھ لیا ہوگا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ ''بَابُ دَرَجَاتِ الْمُجَاهِدِیْنَ'' میں جنت الفردوس والی حدیث کے بعد سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک نیند والی معراج کا قصہ اس طرح بیان فرمایا:

---

[۴۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۱۰۹

[۴۴] صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب تمنّی المجاهد ان یَّرجع الَی الدُّنیاء الحدیث : ۲٦٦۲ + صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب فضل الشَّهادة فی سبیل اللّٰه ، الحدیث : ۱۸۷۷

[۴۵] صحیح مسلم =کتاب الإمَارة :باب فضل الشَّهادة فی سبیل الله ، الحدیث : ۱۸۷۷

[۷۹۷] ((رَاَیۡتُ الَّیۡلَةَ رَجُلَیۡنِ اَتَیَانِی فَصَعِدَا بِیَ الشَّجَرَةَ فَاَدۡخَلَانِی دَارًا هِیَ اَحۡسَنُ وَاَفۡضَلُ لَمۡ اَرَقَطُّ اَحۡسَنَ مِنۡهَا قَالَا اَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ))[46]

''آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت پر چڑھ گئے اور مجھے ایک ایسے گھر میں داخل کر دیا، جو نہایت خوبصورت اور افضل تھا۔ میں نے اس سے بڑھ کر خوبصورت گھر آج تک نہ دیکھا تھا۔ پھر ان دونوں فرشتوں نے کہا کہ یہ گھر شہداء کا مقام (شہداء ہاؤس) ہے۔''

گویا امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے سب سے بہترین اور بلند ترین جنت کی مزید تفسیر کرنا چاہی ہے۔ کہ اس روایت میں " اَوۡسَطُ " کا معنٰی ہے سب سے افضل اور سب سے خوبصورت۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" هٰذَا مِن صَرَائِحِ الۡاَدِلَّةِ فِی عَظِیۡمِ فَضۡلِ الشَّهَادَةِ "[47]

''جس حدیث میں شہید کے بار بار شہید ہونے کی تمنا کا بیان ہے یہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت کے واضح دلائل میں سے ایک واضح دلیل ہے۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

اسی حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[۷۹۸] ((یُوۡتٰی بِالرَّجُلِ مِنۡ اَهۡلِ الۡجَنَّةِ فَیَقُوۡلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ یَا ابۡنَ اٰدَمَ کَیۡفَ وَجَدۡتَّ مَنۡزِلَكَ ؟ فَیَقُوۡلُ اَیۡ رَبِّ : خَیۡرَ مَنۡزِلٍ ۔ فَیَقُوۡلُ سَلۡ وَ تَمَنَّ فَیَقُوۡلُ اَسۡئَلُكَ اَنۡ تَرُدَّنِی اِلَی الدُّنۡیَا۔ فَاُقۡتَلَ فِی سَبِیۡلِكَ عَشۡرَ مَرَّاتٍ۔ لِمَا یَرٰی مِنۡ فَضۡلِ الشَّهَادَةِ))[48]

'' اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اے ابن آدم! تو نے اپنی جنت میں اپنی منزل کیسی پائی ؟ وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! وہ بہترین منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کوئی مزید سوال اور تمنا کرو۔ تو بندہ عرض کرے گا:

---

[46] صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب درجات المجاهدین فی سبیل اللّٰه، الحدیث : ۲۶۳۸

[47] شرح النّووی : ۱۳۴/۲

[48] صحیح النِّسائی =کتاب الجهاد:باب مایتمَنّٰی أَهل الجنَّة ، الحدیث : ۲۹۶۲

میں کیا سوال اور تمنا کروں۔ میری یہی درخواست ہے کہ تو مجھے دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ تیرے راستے میں دس بار قتل کیا جاؤں۔'' کیونکہ وہ شہادت فی سبیل اللہ کی عظیم الشان فضیلت دیکھ چکا ہوگا۔''

◎ محدث ابن بطّال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" هَذَا الْحَدِيْثُ اَجَلُّ مَا جَآءَ فِی فَضْلِ الشَّهَادَةِ وَلَيْسَ فِی اَعْمَالِ الْبِرِّ مَاتُبْذَلُ فِيْهِ النَّفْسُ غَيْرَ الْجِهَادِ فِلِذَالِكَ عَظِيْمٌ فِيْهِ الثَّوَابُ " [49]

''یہ حدیث شہادت کی فضیلت میں وارد شدہ تمام احادیث میں سب سے زیادہ جلیل القدر وعظیم الشان ہے اور نیکی کے تمام اعمال میں صرف جہاد ہی ایسا عمل ہے جس میں جان پیش کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ثواب عظیم ترین ہے۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی آیت [۷۹۹] ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط ...... ﴾ [آل عمران : ۱۶۹/۳] کے شان نزول میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ شہداء کی طرف دیکھیں گے اور فرمائیں گے: کیا تم کسی چیز کی مزید خواہش رکھتے ہو؟ تو شہداء عرض کریں گے: ہم کس چیز کی مزید خواہش کریں؟ جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں پھرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ تین بار شہداء سے یہی سوال کرے گا۔ جب وہ (شہداء) محسوس کریں گے کہ ہمیں کوئی جواب دیئے بغیر نہیں چھوڑا جائے گا تو عرض کریں گے: اے ہمارے مالک! ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم تیرے راستے میں مزید ایک بار قتل کیے جائیں۔'' [50]

قاتل اور مقتول دونوں جہاد کی وجہ سے جنت میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۰۰] ((يَضْحَكُ اللّٰهُ اِلٰی رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ اَحَدُهُمَا الآخَرَ۔ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ : يُقَاتِلُ هٰذَا فِی سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ، ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَی الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ)) [51]

''اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک شخص دوسرے کو قتل

---

[49] فتح الباری : ۳۷۳/۶

[50] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۱۰

[51] صحیح البخاری =کتاب الجهاد:باب الكافر يقتل المسلم ثمَّ يسلم ...... الحديث : ۲۶۷۱+ صحيح مسلم =كتاب الإِمَارة :باب بيان الرَّجلَين يقتل احدهما الآخر يدخلان الجنَّة ، الحديث : ۱۸۹۰

کرتا ہے۔ لیکن دونوں ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص اللہ کے راستہ میں قتال کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کر لیتا ہے (بعد ازاں وہ بھی اللہ کے راستے میں قتال کرتا ہے) اور درجہ شہادت پر فائز ہو جاتا ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۸۰۱] ((قَالُوا كَيْفَ؟ يَا رَسُولَ اللّٰهِ : قَالَ يُقْتَلُ هَذَا فَيَلِجُ الْجَنَّةَ۔ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الآخَرِ فَيَهْدِيهِ إِلَى الإِسْلَامِ ۔ ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُسْتَشْهَدُ))[۵۲]

''لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کس طرح ممکن ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اللہ کی راہ میں قتل ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قاتل پر اپنی رحمت فرما کر اس کو اسلام کی ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی باب میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک دوسری حدیث ذکر کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس خیبر میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فتح کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! خیبر کے مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ دیجیے۔ تو اس پر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے (ابان بن سعید رضی اللہ عنہ) نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو حصہ نہ دیجیے (کیونکہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر میں شریک جنگ نہ تھے۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے طنز کے طور پر کہا: یہ شخص تو ابن قوقل رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے۔ جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ جن کو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا۔ (کیونکہ ابان اس وقت حالت کفر میں تھے) تو ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: تعجب ہے کہ قبیلۂ دوس کا مسکن پہاڑ ''قدوم حنان'' سے اونٹ کی مینگنی اتر آئی ہے (یعنی اونٹوں کا چرواہا اتر آیا ہے) اور مجھے ایک ایسے مسلمان شخص کے قتل کا طعنہ دیتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں پر عزت بخشی (یعنی شہادت کی موت دی)۔ لیکن مجھے اس کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ راوی کہتا ہے پھر مجھے معلوم نہیں آپ ؐ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دیا یا نہیں۔''[۵۳]

---

[۵۲] صحيح مسلم =كتاب الإِمَارة :باب بيان الرَّجلَين يقتل أَحَدُهُمَا الآخر يدخلان الجنَّة ، الحديث : ۱۸۹۰

[۵۳] ملاحظہ ہو صحيح البخارى =كتاب الجهاد :باب الكافر يقتل المسلم ثمَّ يسلم...... الحديث : ۲۶۷۲

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو " یَضحَكُ " اور " یُعجِبُ " دونوں الفاظ سے روایت کیا ہے۔[۸۰۲] ((اِنّ اللّٰہَ یُعجِبُ مِنُ رَجُلَیُنِ ......))چنانچہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "یَضُحَكُ" بھی " یُعجِبُ " کے معنی میں ہے۔کیونکہ معروف ہنسی جو انسانوں پر خوشی اور مسرت کے وقت طاری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ ناممکن ہے ۔ چنانچہ " یَضُحَكُ " اور یُعُجِبُ" کا معنیٰ ہے" یُحِبُّ "اور" یَرُضٰی "یعنی وہ محبت کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔" [۵۴]

لیکن سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین و غیرھم اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو بلاتاویل مانتے تھے۔تمام اسماء وصفات کومخلوقات کی صفات سے ممتاز یقین کرتے تھے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۰۳]﴿ ...... لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ O ﴾ [الشُّوریٰ : ۴۲/ ۱۱]

"......اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

لہٰذا ہنسنا ،تعجب کرنا، اترنا، غصہ کرنا، اورمہربان ہو جانا وغیرہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات ہیں۔ مخلوق کی صفات سے ممتاز اور جدا گانہ ہیں۔" [۵۵]

وہ جو اپنا وعدہ نبھا گئے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۸۰۴] ((غَابَ عَمِّی اَنَسُ بنُ النَّضِرِ عَن قِتَالِ بَدرٍ۔ فَقَالَ: یَا رَسُوُلَ اللّٰهِ !غِبتُ عَن اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلتَ الُمُشرِکِینَ۔ لَئِنِ اللّٰهُ اَشُهَدَنِی قِتَالَ الُمُشرِکِینَ لَیَرَیَنَّ اللّٰهُ مَا اَصُنَعُ ۔ فَلَمَّا کَانَ یَوُمَ اُحُدٍ وَ انکَشَفَ الُمُسلِمُوُنَ۔ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّی أَعتَذِرُ اِلَیكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلاءِ۔ یَعُنِی اَصُحَابَهٗ۔ أَبرَأُ اِلَیُكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلاءِ۔ یَعُنِی الُمُشرِکِینَ۔ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَاسُتَقُبَلَهٗ سَعُدُ بُنُ مُعَاذٍ۔ فَقَالَ یَا سَعُدُ بنَ مُعَاذٍ! الجَنَّةَ وَ رَبِّ النَّضرِ إِنِّی اَجِدُ رِیحَهَا مِنُ دُوُنِ اُحُدٍ۔ قَالَ سَعُدٌ: فَمَا اسُتَطَعُتُ یَا رَسُوُلَ اللّٰهِ ! مَا صَنَعَ۔ قَالَ اَنَسٌ: فَوَجَدُنَا بِهٖ بِضُعًا وَّ ثَمَانِیُنَ: ضَرَبَةً بِالسَّیفِ وَ طَعُنَةً بِرُمحٍ أَوُ رَمیَةً بِسَهُمٍ ۔ وَ وَجَدُنَاهُ قَدُ قُتِلَ۔ وَ قَدُ مَثَّلَ بِهِ الُمُشرِکُوُنَ ۔ فَمَا عَرَفَهٗ اَحُدٌ ۔ اِلَّا أُختُهُ (الرُّبَیِّعُ بِنُتُ النَّضُرِ) بِبَنَانِهٖ۔ قَالَ اَنَسٌ :وَ

---

[۵۴] فتح الباری : ۶/ ۳۸۰

[۵۵] ملاحظہ ہو ، سُنَن التّرمذی ، أبواب صِفَة الجنَّة :باب ماجاء فی خلود أهل الجنَّة وأهل النَّار۔

کُنَّا نُرٰی اَوْ نَظُنُّ اَنَّ هٰذِهِ الاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْهِ وَ فِي اَشْبَاهِهٖ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ ﴾ [الأحزاب=۳۳:۲۳]))[۵۶]

''میرے چچا سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں شریک نہ تھے۔ چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں مشرکین کے ساتھ لڑی جانے والی آپ کی پہلی (بڑی) جنگ میں شریک نہ ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ (کسی) قتال میں شمولیت کا موقع دیا تو اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ پھر جب غزوۂ احد کا معرکہ برپا ہوا اور مسلمان (وقتی طور پر ہزیمت خوردہ ہو کر دائیں بائیں ہو گئے) تو سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اے اللہ! جو کچھ میرے ساتھیوں (مسلمانوں) نے کیا ہے میں تیرے حضور اس کی معذرت پیش کرتا ہوں اور جو کچھ مشرکین نے کیا ہے میں اس سے بری الذمہ اور بے زار ہوں۔ سامنے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے تھے، ان سے کہنے لگے: اے سعد رضی اللہ عنہ! مجھے رب نضر کی قسم ہے! دیکھو یہ سامنے جنت ہے اور میں احد کے پاس سے اس کی خوشبو پا رہا ہوں۔ پھر کفار کے ساتھ اس قدر جوانمردی کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے۔

اس حدیث کے راوی کہتے ہیں ہم نے آپ کے جسم میں تلواروں، نیزوں اور تیروں کے تراسی (۸۳) زخم پائے اور مشرکین نے آپ کے جسم اطہر کا مثلہ کر رکھا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو صرف آپ کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نے ہی انگلیوں کے پوروں سے شناخت کیا۔ ہم سب یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے شہداء کے بارے میں نازل ہوئی:

''انہی مومنوں میں سے کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا اقرار سچا کر دکھایا۔ پس بعض نے تو اپنی منت پوری کر دی اور بعض ابھی منتظر ہیں۔ اور انہوں نے اقرار میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔'' [الاحزاب: ۲۳/۳۳]

---

۵۶ صحيح البخاري =كتاب الجهاد :باب قول الله تعالٰى ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَن ...... ﴾ الحديث : ۲۶۵۱= وكتاب المغازي :باب غزوة أُحُد، الحديث : ۳۸۲۲ + صحيح مسلم =كتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهيد، الحديث : ۱۹۰۳

مزید چند مثالیں:

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے روز ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

[۸۰۵]((اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فَأَیْنَ اَنَا؟ قَالَ :((فِی الْجَنَّةِ)) فَأَلْقٰی تَمَرَاتٍ فِی یَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ)) [۵۷]

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں قتل کیا جاؤں تو میرا مقام کہاں ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں۔ تو اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چند کھجوریں پھینکیں اور اس قدر لڑا کہ شہید ہوگیا۔''

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ "بَنِی نَبِیت" کا ایک انصاری شخص آپ کے پاس حاضر ہوا اور" اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں) کہتے ہوئے آگے بڑھا۔ پھر اس زور کی لڑائی کی کہ شہید ہوگیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یوں تبصرہ فرمایا:

[۸۰۶] ((عَمِلَ هٰذَا یَسِیْرًا وَ اُجِرَ کَثِیْرًا)) [۵۸]

''اس آدمی نے بہت ہی تھوڑا عمل کیا (یعنی کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہوا) اور بہت زیادہ اجروثواب کا مستحق ٹھہرا کہ (راہ حق میں شہید ہو کر جنت لے گیا)

حدیث کا یہ متن امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا روایت کردہ ہے۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہی مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

[۸۰۷]((یَقُوْلُ اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! اُقَاتِلُ اَو اُسْلِمُ ؟ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ ۔ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ ۔فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((عَمِلَ قَلِیْلًا وَ اُجِرَ کَثِیْراً)) [۵۹]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جس کا چہرہ اور سر لوہے میں ڈھکا ہوا تھا

---

[۵۷] صحیح البخاری =کتاب المغازی :باب غزوة أُحد ، الحدیث : ۳۸۲۰ + صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهید ، الحدیث : ۱۸۹۹

[۵۸] صحیح مسلم =کتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهید ، الحدیث : ۱۹۰۰

[۵۹] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۲۷۱

اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں قتال کروں یا اسلام لاؤں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (پہلے) اسلام لاؤ اور پھر قتال کرو۔ چنانچہ وہ اسلام لے آیا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے تھوڑا عمل کیا اور بہت زیادہ اجر و ثواب پا گیا۔''

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی روایت کیا ہے اس شخص نے عرض کیا؟ اگر میں اللہ کی راہ میں قتال کرتا ہوا مارا جاؤں تو کیا میرے لیے یہ بہتر ہوگا؟ جبکہ میں نے ابھی تک ایک نماز بھی نہیں پڑھی؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جی ہاں۔ پھر وہ اسلام لایا (لڑا اور شہید ہو گیا)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان کے ساتھ کبھی تھوڑے عمل پر بھی زیادہ اجر عطا فرما دیتا ہے۔ [۶۰]

❀ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کا قصہ روایت کیا ہے کہ غزوۂ احد کے روز وہ مسلح ہو کر میدان قتال میں کودا تو مسلمانوں نے اسے کہا: ''عمرو! ہم سے دور ہٹ جاؤ۔'' وہ بولا:

[۸۰۸]« اِنِّی قَدْ اٰمَنْتُ فَقَاتَلَ حَتّٰی جُرِحَ فَحُمِلَ اِلٰی اَهْلِهٖ جَرِیْحًا ...... فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَا صَلّٰی صَلٰوةً » [۶۱]

'' میں ایمان لا چکا ہوں پھر وہ لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور اپنے اہل خانہ کی طرف زخمی حالت میں اٹھا کر لایا گیا۔ حتیٰ کہ اس کی موت واقع ہوگئی اور وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ جبکہ اس نے ابھی تک ایک نماز بھی ادا نہ کی تھی۔''

بخاری و مسلم اور دیگر حدیث کی اول درجہ کی کتابوں کی روایت کردہ مذکورہ بالا احادیث میں مردان غازی کی جرأت مندی، ان کی بہادری اور شجاعت کے قیمتی جواہر پارے ملتے ہیں۔ جن میں اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ موجود ہے۔ لہٰذا آخرت کی عیش و عشرت کا شوق رکھنے والے اپنے شوق کو ان جیسے کارہائے نمایاں میں پورا فرمائیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

[۸۰۹]﴿...... وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝﴾ [التّطفیف: ۸۳/۲۶]

---

[۶۰] فتح الباری: ۶/۲۶۲۵

[۶۱] صحیح أبوداؤد = کتاب الجهاد: باب فیمن یُسلم ویُقتَلُ مکانَه فی سبیل اللّٰه عزّوجلّ، الحدیث: ۲۲۱۲

''...... رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس چیز میں رغبت کریں۔''

❁ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیت ...... ''اے نبی مومنوں کو کفار کے ساتھ قتال کرنے پر برانگیختہ کرو۔'' [الانفال : ٨/٦٥] پر عمل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[٨١٠] ((قُوۡمُوۡا اِلٰی جَنَّةٍ عَرۡضُهَا السَّمٰوٰاتُ وَالۡاَرۡضُ))

''مسلمانو! ایسی جنت کی طرف بڑھو جس کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔''

تو سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : یا رسول اللہ ﷺ جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' جی ہاں۔تو اس نے کہا :بخ بخ (واہ واہ کیا شان ہے)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :'' بخ بخ '' کیوں کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم: اس امید پر کہ میں بھی شاید اہل جنت میں شامل ہو جاؤں۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَاِنَّکَ مِنۡ اَهۡلِهَا فَأَخۡرَجَ تُمَیۡرَاتٍ مِّن قَرَنِهٖ فَجَعَلَ یَاۡکُلُ مِنۡهُنَّ ۔ ثُمَّ قَالَ لَئِنۡ اَنَا حَیِیۡتُ حَتّٰی آکُلَ تَمَرَاتِی هٰذِهٖ ۔ إِنَّهَا لَحَیَاةٌ طَوِیۡلَةٌ ۔ قَالَ :فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمۡرِ۔ ثُمَّ قَاتَلَهُمۡ حَتّٰی قُتِلَ)) [٦٢]

''تو یقیناً اہل جنت میں سے ہے یہ سن کر سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کشکول سے چند کھجوریں نکالیں اور کھانے لگے، پھر کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک دنیا میں زندہ رہوں تو یہ طویل زندگی ہے۔ پھر اپنے پاس موجود تمام کھجوریں پھینکیں اور زبردست جنگ کی حتیٰ کہ جام شہادت نوش کرلیا۔''

❁ سیدنا عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حالت جنگ میں اپنے رفقاء کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا :

[٨١١] ((اِنَّ اَبۡوَابَ الۡجَنَّةِ تَحۡتَ ظِلَالِ السُّیُوۡفِ)) [٦٣]

''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔''

تو ایک پراگندہ حالت شخص کھڑا ہو کر سوال کرتا ہے: اے ابو موسیٰ قیس! کیا تم نے خود

---

[٦٢] صحیح مسلم=کتاب الإمارة :باب ثبوت الجنّة للشّهید ، الحدیث : ١٩٠١

[٦٣] تخریج کے لیے دیکھیے الرّقم المسلسل : ٦٨٨

رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد سنا ہے؟ جناب ابوموسیٰ اشعری نے کہا: جی ہاں۔ تو وہ شخص اپنے ساتھیوں کو آخری سلام کہتا ہوا تلوار کی میان توڑتا ہے اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شہید ہو جاتا ہے۔

❁ بئر معونہ کے شہداء کے قصے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کے طلب کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے ستر (۷۰) قاریوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے لیے روانہ کر دیا، جو رات کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے، دن کو مسجد میں پانی بھرتے اور اصحاب صفہ کے لیے لکڑیاں فروخت کر کے کھانا خریدتے تھے۔ ان میں میرے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مگر ان لوگوں نے منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل ہی دھوکہ سے ان قرآء کو شہید کر دیا تو اس وقت انہوں نے میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے ایک ایسا نیزہ مارا جو جسم سے آر پار ہو گیا جس پر میرے ماموں سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۸۱۲] ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَةِ ...... فَقُتِلُوْا کُلُّهُمْ ...... فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْنَا ، ثُمَّ کَانَ مِنَ الْمَنْسُوْخِ: اِنَّا قَدْ لَقِیْنَا رَبَّنَا ، فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا)) [۶۴]

”اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا ہوں...... حتیٰ کہ تمام قاری شہید کر دیئے گئے...... شہادت سے قبل انہوں نے دعا کی۔ اے اللہ ! ہماری طرف سے ہمارے نبی ﷺ کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں پس وہ ہم سے راضی ہو گیا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔“ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی جس کی تلاوت بعد میں منسوخ کر دی گئی اور حکم تا قیامت باقی ہے۔

ایک روایت میں ہے: چنانچہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو شہدائے بئر معونہ کے حوالے سے مذکورہ آیت پڑھ کر سنائی ۔ پھر آپ تیس (۳۰) دن تک مسلسل عرب کے مختلف قبائل رعل، ذکوان، عصیۃ اور بنی لحیان پر بددعا کرتے رہے۔

یہ آیت اگرچہ تلاوت کے اعتبار سے منسوخ ہے جبکہ حکم کے اعتبار سے باقی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[۶۴] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب غزوۃ الرَّجیع ورعل و ذکوان وَ بئر معونة ...... الحدیث :۳۸٦٤+ صحیح مسلم=کتاب الإِمَارۃ :باب ثبوت الجنَّة للشَّهید= وکتاب الصَّلوۃ :باب استحباب القنوت فی جمیع الصَّلَوَاتِ إِذا نَزَلت بالمسلمین نازلة، الحدیث : ٦٧٧

[۸۱۳]﴿ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ﴾ [البیّنۃ : ۸/۹۸]

''اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔''

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں میرے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا گیا تھا۔ اس لاش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں کپڑا اٹھا کر چہرہ دیکھنے لگا تو مجھے میری قوم نے منع کر دیا۔ پھر ایک چیخنے والی کی آواز سنی گئی۔ وہ عمرو رضی اللہ عنہ کی بیٹی یا بہن تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۱٤] ((لِمَ تَبۡکِی —— اَو: لَاتَبۡکِی —— مَا زَالَتِ الۡمَلَائِکَۃُ تُظِلُّہُ بِأَجۡنِحَتِھَا))[٦۵]

''کیوں روتی ہے —— یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مت رو —— اللہ کے فرشتے برابر اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور حق بتلایا:

[۸۱۵] ((مَنۡ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَی الۡجَنَّۃِ))[٦٦]

''ہم میں سے جو اللہ کے راستے میں قتل ہوگا سیدھا جنت کو سدھار جائے گا۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

[۸۱٦] ((اَلَیۡسَ قَتۡلَانَا فِی الۡجَنَّۃِ وَ قَتۡلَاھُمۡ فِی النَّارِ ؟)) کیا ہمارے مقتول جنت میں کافروں کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟

''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: ((بَلٰی))[٦۷] ہاں! کیوں نہیں؟

◎ مہلب رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں:

" فِی ھَذَا الۡاَحَادِیۡثِ جَوَازُ الۡقَوۡلِ بِاَنَّ قَتۡلَی الۡمُسۡلِمِیۡنَ فِی الۡجَنَّۃِ لٰکِنۡ عَلَی الۡاِجۡمَالِ لَا عَلَی التَّعۡیِیۡنِ "[٦۸]

---

٦۵ صحیح البخاری=کتاب الجهاد :باب ظلِّ الملائكة علَى الشَّهيد، الحديث : ۲٦٦۱ + صحیح مسلم =كتاب فضائل الصَّحابةِ :باب من فضائل عبدالله بن عمرو بن حرام رضی الله عنه والد جابرٌ رضی الله عنه : ۲٤۷۱

٦٦ صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب الجنَّة تحت بارقة السُّيوف (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) وکتاب الجهاد ، ابواب الجزية والموادعة :باب ماجاء فی أخذ الجزية من اليهود والنَّصارٰی وَ المجوس وَالعجم ، الحديث : ۲۹۸۹

٦۷ صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب الجنَّة تحت بارقة السُّيوف (اس مقام پر یہ حدیث بغیر سند کے ہے) وکتاب الجزية والموادعة :باب إثم من عاهد ثُمَّ غَدَرَ ، الحديث : ۳۰۱۱

٦۸ فتح الباری: ٦/۳۷٤

”مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں مسلمانوں کے مقتولین کے متعلق مجمل طور پر یہ کہنا درست ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔ لیکن کسی شخص کو خاص کر کے کہنا کہ فلاں شہید جنت میں ہے، یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ مخصوص جنتی شہداء کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔“

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا:

① شہادت فی سبیل اللہ مومن کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ شہادت جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد میں سب سے عظیم مقصد ہے اور منشاء الٰہی کے عین مطابق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔” اور (اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ) چند لوگوں کو تم میں سے درجۂ شہادت پر فائز کر دے۔“

② سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۱۱ [۸۱۷] ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... ﴾ اور سورۃ الصّف کی آیات: ۱۰۔۱۲ [۸۱۸] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ...... ﴾ عظیم ترین جہادی آیات ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں آیات سے واضح ہوتا ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ زندگی کی بہت بڑی کامیابی اور اسلام کی سربلندی اور بقا کی خاطر سب سے بڑی انسانی کاوش ہے۔

③ صدیقین اور میدان جہاد میں جام شہادت نوش کرنے والے شہداء انبیاء کی طرح انعام یافتہ اور ایوارڈ یافتہ ہیں۔ ان کی رفاقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مکمل اطاعت کی وجہ سے ہی ہے۔

④ شہادت کی تمنا کرنا رسول اللہ ﷺ کی پسندیدہ سنت ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ ایک ناممکن چیز کی تمنا اور آرزو کرنا بھی جائز ہے۔

⑤ بخاری ومسلم کی وہ حدیث جس میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو جہاد سے میرا پیچھے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ میں ہر غزوہ میں ان کے ساتھ شریک ہوں جبکہ میرے پاس اتنی سواریاں نہیں کہ سب کو مہیا کر سکوں لہٰذا میں بعض غزوات میں شریک نہیں ہو سکتا۔“ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جس کے پاس خرچہ اور جہادی سفر کے لیے زاد راہ نہ ہو اس پر جہاد میں شامل ہونا ضروری نہیں ۔ اس

سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جہاد فرض کفایہ ہے کہ جو چاہے شریک ہو جو چاہے شریک نہ ہو۔ کیونکہ معذور افراد کے لیے تو فرض عین پر عمل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

⑥ شہید فی سبیل اللہ کے لیے اللہ کا پختہ وعدہ ہے کہ اس کے لیے جنت لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت سے لے کر قیامت تک بدستور قائم رہے گا۔

⑦ میدان جہاد میں کسی نا معلوم شخص کے تیر سے مارا جانے والا شخص بھی شہید ہے۔ شہداء بدر کا مقام جنت الفردوس ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے شہید ہونے والے صحابہ کے جنت میں مقامات کی اطلاع کی جاتی تھی۔ تاکہ آپ ﷺ لواحقین کو خوشخبریاں سنا سکیں۔ اس کی دلیل حارثہ بن سراقہ کا واقعہ ہے جو بخاری میں مذکور ہے۔

⑧ جنت میں داخل ہونے کے بعد شہداء کے علاوہ کوئی شخص دنیا میں واپس آنے کی خواہش نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں دس مرتبہ زندہ ہونے اور اللہ کی راہ میں شہید کیے جانے کی تمنا کریں گے۔

⑨ جنت الفردوس میں شہداء کا ایک خاص مقام ہے جس کا مخصوص نام " دارالشُّہداء" یعنی شہداء ہاؤس ہے۔ شہداء ہاؤس جنت الفردوس کے نام سے معروف ہے۔ جو سب جنتوں سے بہترین، افضل ترین اور خوبصورت ترین جنت ہے۔

⑩ مسلمان شہید کا قاتل اگر اسلام قبول کر کے جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہوا مارا جائے تو اللہ کے فضل و کرم سے دونوں جنت میں داخل ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: [۸۱۹] ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِ هِمْ مِّنْ غِلٍّ...... ﴾ [الأعراف: ۴۳/۷] "ہم ان کے سینوں سے بغض اور کینہ نکال لیں گے۔" یعنی شہید کے سینے میں اپنے قاتل کے بارے میں کوئی کینہ بھی نہ ہوگا۔

⑪ اللہ تعالیٰ پکے اور سچے مومنوں بالخصوص مجاہدوں کے لیے ایسی چیزوں کو جن کو زندگی میں دیکھنا ممکن نہیں (کیونکہ وہ نظر نہ آنے والی، محسوس نہ کی جانے والی اور پردۂ غیب میں ہیں) ان چیزوں کو مجاہدین اسلام کے لیے ایسے کر دیتا ہے جیسے اس کو نظر آ رہی ہیں اور محسوس ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ نضر بن انس رضی اللہ عنہ کو احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو محسوس ہوئی۔

⑫ رسول اللہ ﷺ کے مجاہد صحابہ "رجال صادقین" یعنی "سچے مومن" کے خاص لقب سے

نوازے گئے۔ غزوۂ احد میں بہت سے جانثاروں نے یہ تمغۂ امتیاز حاصل کیا۔

⑬ حصول شہادت کے لیے دشمن کی صفوں میں گھس جانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرح کا حملہ کرنا اور جہاں موت رقص کر رہی ہو وہاں خود کو خطرے میں ڈال دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

⑭ ''جہاد بالنفس (یعنی خود کو مشقت میں ڈال کر دین پر عمل پیرا ہونا) کافروں کے ساتھ جہاد سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے'' یہ دعویٰ باطل اور بلا دلیل ہے۔ قبیلہ "بَنِی نَبِیت" کے ایک انصاری صحابی کی حدیث اور دیگر ان صحابہ کے واقعات جو مسلمان ہوئے اور کوئی نیک عمل کیے بغیر شہید ہونے سے جنت لے گئے ۔ یہ تمام دلائل اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں۔ کیونکہ آپ نے ابھی ان کا تزکیۂ نفس نہیں کیا تھا، نہ ان کی دینی تربیت کی ، نہ کوئی چلہ یا کورس کروایا تھا۔

⑮ علماء اور قراء صحابہ کا رات بھر قرآن کی تعلیم دین اور دن بھر فقراء مہاجرین کی خدمت کرنا اور پھر شہید ہو جانا علم و فضل اور جہاد فی سبیل اللہ کے درمیان گہرے ربط کی دلیل ہے۔ نیز یہ واقعہ علماء کرام کی جہاد سے وابستگی کو واضح کرتا ہے۔

⑯ [۸۲۰]﴿ اِنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا ﴾ [۶۹] قرآنی آیت تھی جس کی تلاوت منسوخ ہے مگر حکم باقی ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت '' اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے'' اس کی تائید کرتی ہے۔

⑰ رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل ارشادات گرامی :[۸۲۱] ((اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ)) [۷۰] [۸۲۲] ((مَنْ قُتِلَ مِنَّا صَارَ اِلَى الْجَنَّةِ)) [۷۱] [۸۲۳]((مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا)) [۷۲]

رسول اللہ ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے لبریز جامع کلمات اور عربی ادب کے جواہر پارے ہیں۔

---

۶۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ۸۱۲

۷۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ٦٨٨

۷۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ٨١٥

۷۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل : ٨١٤

⑱ ’’ اللہ اکبر‘‘ کے نعروں کا اصل مقام میدان جہاد ہے نہ کہ جلسہ گاہیں۔ سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ نے شہادت کے وقت نعرہ لگایا ’’ اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا‘‘ اس کے علاوہ یہ جہادی نعرہ راہ جہاد میں ایک عالم و قاری اور مجاہد صحابی کی ثابت قدمی کی بہترین دلیل ہے۔

⑲ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد میں ایک عنوان قائم کیا ہے ’’ اَلتَّکْبِیْرُ عِنْدَ الْحَرْبِ‘‘ یعنی ’’ جنگ میں اللہ اکبر کا نعرہ‘‘ اس عنوان کے تحت غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ جب آپ ﷺ خیبر پہنچے تو آپ کو دیکھ کر تمام یہودی اپنے اپنے قلعوں کے اندر قلعہ بند ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نعرہ بلند کیا:

[٨٢٤] ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ! خَرِبَت خَیْبَرُ انَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ)) [۷۳]

’’ اللہ اکبر‘‘ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب کسی قوم کی آبادی میں ہم اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔‘‘

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ میدان جنگ میں کافروں کے مقابلے میں نعرۂ تکبیر بلند کرنا جائز اور مسنون ہے۔

⑳ عصر حاضر کی نہایت دلفریب مگر قبیح ترین بدعات میں سے ایک بدعت جلسہ گاہوں کی بے جان نعرہ بازی ہے۔ اس سے اہل اسلام کے دلوں سے میدان جنگ کی شوکت اور ہیبت ختم ہو رہی ہے۔ کردار کے غازیوں کی بجائے صرف گفتار کے غازی ہی پیدا ہو رہے ہیں۔ اصلی خوشبودار پھولوں کی بجائے کاغذی گلدستوں پر ہی گزارہ کر لینے میں اس بدعت کا جو عمل دخل ہے وہ کسی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ کہاں ’’ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خیبر تباہ ہو گیا۔‘‘ اور کہاں ’’ اللہ اکبر ہمارا فلاں زندہ باد۔‘‘ ’’ببیں تفاوت را از کجا است تا بہ کجا؟‘‘ (فرق تو دیکھیں کہ کہاں وہ اور کہاں یہ۔)

㉑ بالخصوص جب اللہ کی مساجد میں اللہ کی بزرگی و کبریائی کے اقرار کی بجائے اسی کے فقیر محتاج بندوں کو زندہ باد اور پائندہ باد کے ساتھ داد و تحسین دی جانے لگے تو اس بدعت کا

[۷۳] صحیح البخاری=کتاب المغازی :باب غزوة خیبر،الحدیث : ۳۹۶۱، ۳۹۶۲ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد والسِّیر: باب غزوة خیبر، الحدیث:۱۳٦٥

نقصان اور خرابی اور بھی زیادہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۵] ﴿ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًاO ﴾ [الجنّ : ۱۸/۷۲]

''بلاشبہ مساجد خاص اللہ کے لیے ہیں لہٰذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو مت پکارو۔''

دشمن کی صفوں میں تنہا گھس جانا اور جان قربان کر دینا:

دشمن کی صفوں میں اکیلے گھس جانے کے بارے علماء کے مختلف اقوال ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نیک نیتی اور شہادت طلب کرنے کے لیے ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب عمل، مستحسن اقدام، رضائے الٰہی کا موجب اور دخول جنت کا باعث ہے۔مگر شرط یہ ہے کہ وہ مجاہد دلیر، بہادر اور طاقتور ہو۔ یا پھر طاقتور ہو یا کمزور البتہ نیت درست ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۲۶] ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ o ﴾

[البقرة : ۲۰۷/۲]

''بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان فروخت کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔''

بلکہ جو شخص دین الٰہی کے وقار اور کفر کی ذلت کی غرض سے اپنی جان کی قربانی دے دے تو یہ وہ بلند مقام اور عظیم الشان مرتبہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں سنائی ہیں۔ فرمایا:

[۸۲۷]﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ قف ...... ﴾[التّوبة : ۱۱۱/۹]

''یقیناً اللہ نے ایمانداروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں اور وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں تو (دشمنوں کو) قتل کرتے ہیں اور خود بھی قربان ہو جاتے ہیں۔''

◎ محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اگر اکیلا مسلمان ایک ہزار مشرکوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنی کامیابی اور دشمن کی پسپائی کا امیدوار ہو۔ تاہم اگر وہ اس اقدام سے

مسلمانوں کو کفار پر حملہ آور ہونے کے لیے برانگیختہ کرنا چاہتا ہو یا اپنی قوت اور حملہ آوری کے مظاہرہ سے دشمن کو خوف زدہ کرنا چاہتا ہو تو ان صورتوں میں بھی اس کے دلیرانہ اقدامات شرعی طور پر جائز اور درست ہیں۔[۴۷۴]

الغرض جنت اور رضاء الٰہی کا حصول اتنا بڑا اعزاز ہے کہ اسے پانے کے لیے جان کی قربانی پیش کر دینا کوئی بڑی بات نہیں۔ علاوہ ازیں اس کے بہترین اقدام ہونے کے بارے کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت: (۲۰۷) اور سورۃ التوبۃ کی آیت: (۱۱۱) اس کے ناقابل تردید دلائل ہیں۔ اس ضمن میں غزوۂ احد کا نقشہ ذرا اپنی نظروں کے سامنے لائیں۔ رسول اللہ ﷺ ایک موقعہ پر سات انصاری صحابہ اور دو قریشی صحابہ کے ساتھ تنہا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا باقی لشکر آپ ﷺ سے کٹ جاتا ہے۔ دشمن آپ ﷺ کو چند آدمیوں میں پا کر سر پر چڑھ آتے ہیں۔ تو اللہ کے رسول ﷺ اعلان کرتے ہیں:

[۸۲۸] ((مَنْ یَّرُدُّھُمْ عَنَّا وَ لَهُ الْجَنَّةُ (اَوْ ھُوَ رَفِیْقِی فِی الْجَنَّةِ)؟ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ ۔ ثُمَّ رَھِقُوْهُ فَقَالَ مَنْ یَّرُدُّھُمْ عَنَّا وَ لَهُ الْجَنَّةُ(اَو ھُوَ رَفِیْقِی فِی الْجَنَّةِ) فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ ۔ فَلَمْ یَزَلْ کَذٰلِكَ حَتّٰی قُتِلَ السَّبْعَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَنْصَفْنَا اَصْحَابَنَا))[۴۷۵]

’’دشمنوں کو ہم سے کون دور ہٹائے گا۔ جو ہٹائے گا اس کے لیے جنت ہوگی (یا آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔) یہ سن کر ایک انصاری آگے بڑھ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے۔ دوبارہ دشمن سر پر چڑھ آتے ہیں تو نبی ﷺ پھر یہی خوشنودی سناتے ہیں۔ کون ہے جو ان کو ہم سے دور ہٹائے اس کے لیے جنت ہے (یا وہ میرا ساتھی ہوگا جنت میں)۔ پھر ایک انصاری صحابی آگے بڑھتا ہے اور قتال کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے ساتوں انصاری صحابہ جنت کے حصول کی خوشخبری پر جانیں لٹا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ دونوں قریشی ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کو ان کی غیر ذمہ داری کا احساس دلاتے ہیں۔

---

۴۷۴ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی : ۲/۲۴۳ + سُبُلُ السَّلَام : ۴/۱۰۰

۴۷۵ صحیح مسلم =کتاب فضائل الجهاد:باب غزوة أُحُد، الحدیث : ۱۷۸۹ + صحیح البخاری =کتاب فضائل الصَّحابة: باب ذکر مناقب طلحة بن عبیداللّٰه رضی اللّٰه عنه ، الحدیث : ۳۵۱۷، ۳۵۱۸= وکتاب المغازی :باب ﴿ اِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْکُمْ أَنْ تَفْشَلَا واللّٰهُ وَلِیُّهُمَا ...... ﴾ الحدیث : ۳۸۳۴ ، ۳۸۳۶

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اپنے انصاری ساتھیوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔(کہ وہ تو جنت کے لالچ میں ہمارے دفاع کے لیے قربان ہو گئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔)''

جرأت و بہادری کا ایک دوسرا ایمان افروز منظر بھی قابل دید ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان کرتے ہیں۔'' جنت کے دروازے یقیناً تلواروں کے سایوں تلے ہیں'' تو لشکر مجاہدین میں سے ایک مفلوک الحال اور مفلس شخص کھڑا ہو کر پہلے تو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس بات کا یقین حاصل کرتا ہے۔ پوچھتا ہے: کیا واقعی رسول اللہ ﷺ نے خوشخبری سنائی ہے؟ پھر ان کی یقین دہانی پر اپنے ساتھیوں کو آخری سلام'' سلام الوداع'' کہتا ہوا تلوار کی میان توڑ کر پھینکتا ہے اور ننگی تلوار کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا جام شہادت نوش کر جاتا ہے۔[۷۶]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَ اَمَّا الۡاَکۡثَرُوۡنَ فَحَمَلُوۡا ذٰلِكَ عَلٰی اَنَّھَا نَزَلَتۡ فِی کُلِّ مُجَاھِدٍ فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : [۸۲۹] ﴿ **اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَ اَمۡوَالَھُمۡ بِاَنَّ لَھُمُ الۡجَنَّةَ** ...... ﴾ [التّوبة : ۱۱۱/۹][۷۷]

'' علماء اسلام کی اکثریت کا موقف یہ ہے کہ آیت ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ...... ﴾ ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ صرف مجاہد ہی ایسا جانثار ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں جان کی قربانی پیش کرتا ہے اور اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ خریدنے والا ہے، مومن اور مجاہد بیچنے والا ، جان اور مال سامان خرید ہے جبکہ جنت الفردوس قیمت خرید ہے۔

◎ علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی رقمطراز ہیں:

[۸۳۰] " ﴿ یَشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ﴾ [البقرة : ۲۰۷/۲] یَبِیۡعُھَا اَیۡ یَبۡذُلُھَا فِی الۡجِھَادِ اَوۡ یَأۡمُرُ

---

۷۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۶۸۸

۷۷ تفسیر ابن کثیر : ۲۶۵/۱ + القرطبی : ۱۶/۳

بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى يُقْتَلَ "[78]

''يَشْرِیْ نَفْسَهٗ کا معنی ہے کہ مومن اپنی جان فروخت کرتا ہے یعنی اسے جہاد فی سبیل اللہ میں قربان کر دیتا ہے۔ یا نیکی کا حکم کرتے کرتے اور برائی سے منع کرتے کرتے قتل ہو جاتا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے:

[۸۳۱] ﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ [البقرة : ۱۹۵/۲] ''کے شان نزول میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اسی کتاب کے باب نمبر:۱۳''جہاد بالمال'' میں مفصل بیان ہو چکی ہے۔ جس میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ایک مسلمان مجاہد تن تنہا رومیوں کے لشکر جرار پر حملہ آور ہوا ان کے لشکر کے عین درمیان داخل ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بعض لوگوں نے جب اعتراض کیا کہ اس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ تو سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم اس آیت کا غلط معنی سمجھ رہے ہو۔ یہ تو ہم انصار کے بارے میں بطور ڈانٹ کے نازل ہوئی تھی۔ جب ہم نے سوچا کہ اسلام غالب آ چکا ہے اور ہمارے اموال و مواشی جہادی مشغولیت کی وجہ سے ضائع ہو گئے ہیں، لہٰذا ہم گھروں میں ٹھہر کر کاروبار، مال و مواشی کی اصلاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ''اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے اپنے مال خرچ کرتے رہو (اور جہاد چھوڑ دینے سے) اپنے آپ کو ہلاک اور برباد نہ کرو۔'' لہٰذا ہلاکت جہاد نہ کرنے میں ہے نہ کہ دشمنوں کی صفوں میں گھس جانے اور جان قربان کر دینے میں۔''[79]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۳۲] ((عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَانْهَزَمَ --- يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ --- فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ ـ فَرَجَعَ حَتّٰى اُهْرِيْقَ دَمُهٗ ـ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَلَائِكَتِهٖ : اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ رَجَعَ رَغْبَةً فِيْمَا عِنْدِيْ وَ شَفَقَةً مِمَّا عِنْدِيْ حَتّٰى اُهْرِيْقَ دَمُهٗ))[80]

''ہمارا رب عزوجل اس آدمی سے بہت خوش ہوتا ہے جو اللہ کی راہ میں مصروف جہاد ہو،

---

[78] تفسير الكشّاف ۱/ ۶۵۰ + تفسير البيضاوى : ۱/ ۹۸

[79] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل : ۱۰۱

[80] صحيح أبوداؤد=كتاب الجهاد: باب فى الرّجل الّذى يشرى نفسه ،الحديث : ۲۲۱۱

پھر کسی موقع پر اس کے ساتھی شکست کھا کر پیچھے ہٹ جائیں۔ لیکن وہ اپنی ذمہ داری کو جانتے ہوئے واپس میدان جنگ میں لوٹ آئے حتیٰ کہ اس کا خون بہا دیا جائے۔ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے: دیکھو میرا یہ بندہ میرے پاس موجود نعمتوں کی رغبت کی وجہ سے اور میرے عذاب کے خوف سے واپس لوٹ آیا حتیٰ کہ جہاد کرتے ہوئے اس کا خون بہا دیا گیا۔“

جنگ شروع کرنے سے پہلے خوشبو استعمال کرنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے موسیٰ بن انس بیان کرتے ہیں:

[۸۳۳] ((ذَكَرَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ ۔ قَالَ: اَتٰى اَنَسٌ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ وَ قَدْ حَسَرَ عَنْ فَخِذَيْهِ وَ هُوَ يَتَحَنَّطُ ۔ فَقَالَ: يَاعَمِّ ! مَايَحْبِسُكَ أَنْ لَّا تَجِيءَ ؟ قَالَ الْآنَ يَا ابْنَ اَخِي ۔ وَ جَعَلَ يَتَحَنَّطُ يَعْنِي مِنَ الْحُنُوطِ ۔ ثُمَّ جَآءَ فَجَلَسَ فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ انْكِشَافًا مِّنَ النَّاسِ ۔ فَقَالَ هٰكَذَا عَنْ وُجُوهِنَا حَتّٰى نُضَارِبَ الْقَوْمَ ۔ مَا هٰكَذَا كُنَّا نَفْعَلُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ أَقْرَانَكُمْ)) [۸۱]

”انس بن مالک رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ کے روز (جب خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب کا محاصرہ کیا تھا) ثابت بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنے رانوں کو برہنہ کر کے (حنوط) خوشبو کو استعمال فرما رہے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے چچا جان! میدان جنگ میں حاضر ہونے سے آپ کی تاخیر کا سبب کیا ہے؟ ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بھتیجے! میں ابھی حاضر ہوتا ہوں اور خوشبو ملنے لگے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ پھر دوبارہ آئے اور بیٹھ گئے اور اپنی گفتگو میں قوم کی شکست اور پسپائی کا ذکر کیا اور دونوں فوجوں کے درمیان جو بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا اس کا ذکر کیا۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ تا کہ ہم جنگ کریں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ کرتے ہوئے اس طرح ہرگز نہ کرتے تھے۔ (بلکہ تمام صفیں اپنی اپنی جگہوں پر ڈٹی رہتی تھیں) لوگو! تم نے اپنے مد مقابل دشمنوں کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔“ (کیونکہ اگلی صفوں کے خالی ہونے سے دشمن کا حوصلہ بلند ہوگا)

[۸۱] صحيح البخاری=كتاب الجهاد:باب التَّحَنُّط عندالقتال ، الحديث : ٢٦٩٠

ایک روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۸۳۴] ((اَنَّ ثَابِتَ بنَ قَیسِ بنِ شَمَّاسٍ جَاءَ یَوْمَ الْیَمَامَةِ وَ قَدْ تَحَنَّطَ وَ لَبِسَ ثَوْبَیْنِ اَبْیَضَیْنِ یُکَفِّنُ فِیهِمَا وَ قَدِ انْهَزَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَبْرَءُ اِلَیْكَ مِمَّا جَاءَ بِهِ هٰؤُلَاءِ الْمُشْرِكُونَ وَ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ۔ ثُمَّ قَالَ بِئْسَ مَا عَوَّدْتُّمْ أَقْرَانَكُم مُنْذُ الْیَوْمِ۔ خَلُّوْا بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَاعَةً۔ فَحَمَلَ فَقَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ ......)) [۸۲]

”سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے روز وہ خوشبو استعمال کی جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اور بطور کفن دو سفید کپڑے زیب تن کیے۔ جبکہ قوم شکست کھا چکی تھی۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! میں مشرکین کے کردار سے تیرے حضور اپنی براءت پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کے عمل سے میری معذرت قبول فرما۔ پھر کہا: لوگو! تم نے اب تک اپنے مدمقابل کے ساتھ نہایت برا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اب تم تھوڑی دیر کے لیے ہمارے اور ان (دشمنوں) کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ چنانچہ ثابت یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوئے اور قتال کرتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو گئے۔“

◎ امام مہلب اور دیگر محدثین فرماتے ہیں:

” فِیهِ جَوَازُ اسْتِهْلَاكِ النَّفْسِ فِی الْجِهَادِ وَ تَرْكِ الْأَخْذِ بِالرُّخْصَةِ وَ التَّهْیِئَةِ لِلْمَوْتِ بِالتَّحَنُّطِ وَ التَّكْفِینِ وَ فِیهِ قُوَّةُ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ وَ صِحَّةُ یَقِیْنِهٖ وَ نِیَّتِهٖ وَ فِیهِ التَّدَاعِی اِلَی الْحَرْبِ وَالتَّحْرِیضِ عَلَیْهَا وَ تَوْبِیخِ مَنْ یَّفِرُّ وَ فِیهِ الْإِشَارَةُ اِلٰی مَا كَانَ الصَّحَابَةُ عَلَیْهِ فِی عَهْدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الشُّجَاعَةِ وَالثُّبَاتِ فِی الْحَرْبِ “ [۸۳]

”حدیث بالا سے درج ذیل مسائل اور فضائل ثابت ہوتے ہیں:

1. جہاد فی سبیل اللہ میں کمزوری اور شکست کے وقت جان قربان کر دینا جائز ہے۔ باوجود اس کے کہ دشمن کے شدید حملے کے وقت جنگی مصلحت کے تحت نئی پلاننگ کے ساتھ لڑنے کے لیے میدان جہاد سے بھاگنے کی رخصت ہے۔ پھر بھی اگر کوئی مرد میدان اس رخصت کو ترک کر دیتا ہے اور جوانمردی اور جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یہ نہ صرف جائز بلکہ ایک اچھا اقدام

---

۸۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب التَّحنُّط عند القتال ۔ اس حدیث کو امام ابن سعد، امام طبرانی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

۸۳ فتح الباری : ۶/ ۳۹۲

ہے اور دخول جنت کا باعث ہے۔

۲ شہادت فی سبیل اللہ کے لیے حنوط خوشبو کا استعمال کرنا جو میت کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور کفن کا لباس استعمال کر کے موت کی تیاری کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

۳ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی میدان قتال میں قوت، بہادری، آخرت پر پختہ یقین اور خالص نیت ایک مجاہد کے لیے نمونہ ہیں۔

۴ جنگ اور معرکہ کرنے کی بھرپور دعوت دینا ،اس کے لیے شوق اور رغبت دلانا ،راہ فرار اختیار کرنے والوں کو سخت سست کہنا اور ڈانٹنا بھی اس واقعہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

۵ اس واقعہ میں عہد نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شجاعت ، جوانمردی اور معرکہ میں ان کے کامل صبر وثبات کا واضح اشارہ موجود ہے۔

۶ ''وہ جو وعدہ نبھا گئے'' عنوان کے تحت درج ذیل احادیث اور واقعات بیان ہو چکے ہیں۔

① غزوۂ احد میں سیدنا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

② سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث جس میں مذکور ہے کہ'' اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟''

③ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں مذکورہ ہے'' اس نے عمل تو تھوڑا کیا مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔''

④ غزوۂ احد میں سیدنا عمرو بن اقیش رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

⑤ غزوۂ بدر میں سیدنا عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ۔

⑥ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (قیس) سے مروی حدیث '' بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔''

⑦ شہداء بئر معونہ کا قصہ۔

⑧ غزوۂ احد میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کا واقعہ۔

یہ تمام واقعات جانثاران اسلام کی راہ حق میں بے مثال قربانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ افرادی قوت اور اسلحہ کی قلت کے باوجود فدایان ملتِ اسلامیہ کے دلیرانہ اقدامات اور طاقتور

دشمن کی لاتعداد صفوں پر تن تنہا حملہ آور ہونے کے نادر نمونے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مبارک دور کی اسلامی جنگوں میں بھی کثیر تعداد میں ایسی بہت زیادہ روشن مثالیں موجود ہیں:'' [۸۴]

عصر حاضر میں جدید ترین جنگی ٹیکنالوجی کا مقابلہ اور دفاع صرف اس ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ممکن ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [۸۳۵] ((اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ))[۸۵]

''جنگ ایک دھوکہ ہے۔'' (یعنی جنگ میں دشمن کو دھوکہ ہی تو دیا جاتا ہے۔)

چھاپہ مار کارروائیاں، گوریلہ جنگیں اور زیادہ تعداد والے طاقتور دشمن کے مقابلے میں فدائی مشن کارروائیوں کے تحت جان کی قربانیاں انتہائی کامیاب اور نتیجہ خیز جنگی تکنیکیں ہیں۔ لہٰذا مذکورہ جنگی طریقوں کی حیثیت محض مستحب کی ہی نہیں بلکہ فرض اور واجب کی ہے۔ کیونکہ اسلامی فوجوں کی اور مجاہدین اسلام کی تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فراوانی کا انتظار فریضۂ جہاد کو معطل ٹھہرانے اور کتاب وسنت میں موجود جہادی مقاصد سے انحراف کے عین مترادف ہے۔

خودکشی اور جان فدائی کارروائیوں میں فرق:

خودکشی کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے بغیر اپنی جان ختم کر دینا بالکل حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس کے ارتکاب پر سخت ڈانٹ وارد ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۳۶] ((مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ۔وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ عُذِّبَ بِهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۔وَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔))[۸۶]

''جس نے عمداً جھوٹ بولتے ہوئے اسلام کے سوا کسی دین کی قسم اٹھائی تو وہ اپنے قول کے مطابق جھوٹا شمار ہوگا۔ جس نے کسی تیز دھار آلہ قتل کے ساتھ خود کو قتل کیا اس کو جہنم میں اس تیز دھار آلہ کے ساتھ ہی عذاب دیا جائے گا۔ جس نے دنیا میں اپنے نفس کو کسی چیز کے ساتھ قتل کرلیا تو وہ جہنم میں اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔''

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

---

[۸۴] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۲/ ۲۴۱-۲۴۳، ۳/ ۱۵-۱۷+ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۶۵

[۸۵] صحیح البخاری=کتاب الجهاد:باب الحرب خدعة، الحديث : ۲۸۶۶+ صحیح مسلم =کتاب الجهاد:باب جواز الخداع فى الحرب، الحديث :۱۷۳۹

[۸۶] صحیح البخاری=کتاب الجنائز :باب ماجاء فى قاتل النَّفس، الحديث : ۱۲۹۷ =وکتاب الأيمان والنُّذور :باب من حلف بملَّة سوى مِلَّةِ الإسلام ، الحديث : ٦٢٧٦

[۸۳۷] ((مَن قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا ـ وَ مَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا ـ وَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ وَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدّٰى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا))[۸۷]

’’جس نے اپنے آپ کو کسی چھری کے ساتھ قتل کر لیا پس اس کی چھری اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ کے لیے اپنے پیٹ میں گھونپتا ہی رہے گا۔ جس نے زہر نوشی کے ساتھ خود کو قتل کیا تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زہر کے گھونٹ ہی بھرتا رہے گا۔ جس نے پہاڑ سے گر کر خود کشی کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں گرتا ہی جائے گا۔‘‘ (اَعَاذَنَااللّٰهُ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَ مِنْ آفَاتِهِ) آمین

نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں ایک ایسے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا جو مسلمان ہونے کا دعویدار تھا:

[۸۳۸] ((هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ)) فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ قِتَالًا شَدِيْدًا ـ فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ ...... لَمْ يَصْبِر عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ـ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَالِكَ فَقَالَ: ((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ)) ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى بِالنَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ...... اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ))[۸۸]

’’یہ شخص اہل نار سے ہے ۔حتیٰ کہ جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے بڑا زبردست جنگی مظاہرہ کیا۔ پھر اسے ایک زخم لگ گیا...... جس پر وہ صبر نہ کر سکا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا۔ نبی ﷺ کو اس وقوعہ کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اکبر! میں شہادت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔ یقیناً جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسق و فاجر آدمی کے ذریعے بھی طاقتور اور مضبوط کر دیتا ہے۔‘‘

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

۸۷۔ صحیح مسلم =كتاب الإيمان :باب غِلَظ تحريم قتل الإنسان نفسه، الحديث : ۱۰۹

۸۸۔ صحیح البخاری =كتاب الجهاد:باب إِنَّ اللّٰه يؤَيِّد الدِّين بالرَّجل الفاجر، الحديث : ۲۸۹۷ + صحيح مسلم =كتاب الإيمان :باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ، الحديث : ۱۱۱

[۸۳۹] ((كَانَ بِرَجُلٍ جِرَاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ: بَدَرَنِیْ عَبْدِیْ بِنَفْسِهٖ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) [۸۹]

(تم سے پہلی امتوں میں) ''ایک شخص کو کوئی زخم لگ گیا تھا اس نے بے صبری میں اپنے آپ کو قتل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ لہٰذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔''

[۸۴۰] ((فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَی الْمَدِيْنَةِ هَاجَرَ اِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَ هَاجَرَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ۔ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ۔ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰی مَاتَ ۔ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِیْ مَنَامِهٖ۔ فَرَآهُ وَ هَيْئَتُهٗ حَسَنَةٌ ۔وَ رَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ۔ فَقَالَ لَهٗ :مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ غَفَرَلِیْ بِهِجْرَتِیْ اِلٰی نَبِيِّهٖ ﷺ۔ فَقَالَ لَهُ : مَا لِیْ اَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ ؟ قَالَ قِيْلَ لِیْ : لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَّ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((اَللّٰهُمَّ وَ لِيَدَيْهِ فَاغْفِر)) [۹۰]

''جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی آپ کی طرف طفیل بن عمرو نے بھی ہجرت کی۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے ایک آدمی نے بھی ہجرت کی۔ مدینہ کی آب وہوا ان کے لیے ناگوار ثابت ہوئی اور وہ شخص بیمار ہوگیا۔ مرض سے بے چین ہو کر اس نے چھری سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے دونوں ہاتھوں سے خون کے فوارے پھوٹ پڑے حتیٰ کہ وہ مر گیا۔ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اسے حالتِ خواب میں دیکھا کہ اس کی شکل بہت خوبصورت ہے۔ نیز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے ہے۔ سیدنا طفیل نے پوچھا: تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ اس شخص نے بتایا میرے رب نے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کی بدولت مجھے بخش دیا ہے ۔سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں تو اپنے ہاتھ ڈھانپے ہوئے ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ اس بارے مجھے کہا گیا جو کچھ تم نے از خود خراب کر لیا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے خواب کا قصہ رسول اللہ ﷺ کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی بخش دے۔''

---

[۸۹] صحیح البخاری=کتاب الجنائز:باب ماجاء فی قاتل النَّفس ، الحدیث : ۱۲۹۸ + صحیح مسلم =کتاب الایمان :باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه ، الحدیث : ۱۱۳

[۹۰] صحیح مسلم=کتاب الإیمان :باب الدَّلیل علی انَّ قاتل نفسه لایکفُرُ، الحدیث : ۱۱٦

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

1. خودکشی کرنا اور اپنی جان اپنے ہاتھوں ضائع کر دینا قطعی حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم اٹھانا ، غیر اللہ کی قسم اٹھانا اور دین اسلام کے بغیر کسی اور ملت کی قسم اٹھانا ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ کیونکہ خودکشی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ کی تقدیر میں جلدی مچاتا ہے اور اللہ کے فیصلے پر خوش نہیں ہوتا۔ خودکشی سے غم وغصہ ، جزع وفزع اور سخت قسم کی بے صبری کا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اوپر ذکر کی ہوئی قسموں میں ''شرک فی العبادۃ'' کا معنی موجود ہے۔
2. خودکشی کرنے والا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ اسی صورت میں رہے گا جب وہ اس کام کو حرام جانتے ہوئے بھی حلال تصور کرے۔ کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال قرار دینا کفر ہے اور کفر و شرک کی سزا جہنم میں ہمیشہ رہنا ہے۔ یا پھر اس کا مطلب عام ہے، جو مشہور ہے۔ اس صورت میں ''خلود'' کا معنیٰ ''لمبی مدت'' ہوگا۔ [91]
3. خودکشی کرنے والا اگرچہ فاسق ، فاجر اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے لیکن کافر نہیں بشرطیکہ وہ ایک حرام چیز کو حلال کرنے والا نہ ہو۔ خودکشی کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر اور بخشش کا مستحق ہے۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت اور جہاد اس جیسے بڑے بڑے تباہ کر دینے والے گناہوں کی معافی کا سبب بھی (بسا اوقات) نہیں بن سکتے۔
4. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی کرنے والے شخص کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع بھی نہیں فرمایا۔ [92]

تاہم اکثر علماء کا موقف ہے کہ مقروض کی طرح خودکشی کرنے والے کے لیے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم شروع شروع میں تھا۔ جس کا مقصد صرف ڈانٹنا اور ڈپٹنا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھنا ہی حرام ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے کا جنازہ عوام الناس پڑھ لیں جبکہ

---

[91] شرح النّووی : ۱/۷۳

[92] ملاحظہ ہو صحیح مسلم=کتاب الجنائز :باب ترک الصَّلاۃ علَی القاتل نفسَهٗ ، الحدیث : ۹۷۸ ۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی نقل کیا ہے۔

امیر وغیرہ قسم کا آدمی نہ پڑھے۔[۹۳]

⑤ خودکشی جب اللہ کے فیصلے میں اظہار ناراضگی اور تقدیر الٰہی میں عجلت بازی کی صورت میں ہوتو حرام ہے۔لیکن جب حکم الٰہی کے مطابق اور غلبہ دین کی خاطر میدان قتال میں ہوتو جائز ہے۔ ناصرف جائز بلکہ مستحب ہے اور بعض ناگزیر صورتوں میں فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۸٤۱]﴿ فَتُوبُوۡا اِلٰی بَارِئِکُمۡ فَاقۡتُلُوۡا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ...... ﴾ [البقرۃ : ۲/٥٤]

''اپنے پیدا کرنے والی کی طرف رجوع کرو اور اپنی جانوں کو قتل کرو۔''

[۸٤۲]﴿ وَ لَوۡ اَنَّا کَتَبۡنَا عَلَیۡہِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِیَارِکُمۡ مَّا فَعَلُوۡہُ اِلَّا قَلِیۡلٌ مِّنۡہُمۡ ؕ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ فَعَلُوۡا مَا یُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا ۙ﴾ [النِّساء : ٤/٦٦]

''اور اگر ہم ان کو حکم دیتے کہ اپنے آپ کو مارڈالو یا اپنے دیس سے نکل جاؤ تو ان لوگوں میں چند لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا اور اگر یہ لوگ، جن باتوں کے ساتھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے، ان پرعمل کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور دین پر خوب جمے رہتے۔''[۹۴]

⑥ ایک راہب اور کم سن بچے کا واقعہ ایک حدیث میں مذکور ہے۔ غلام (بچہ) بادشاہ کو خود اپنی موت کا طریقہ سکھاتا ہے کہ[۸٤۳] ((بِسۡمِ اللّٰہِ وَ رَبِّ ھٰذَا الۡغُلَامِ)) پڑھ کر تیر پھینکو اور اسی طرح سے اس کی موت واقع ہوتی ہے۔ جو لاتعداد انسانوں کے دین حق کو قبول کر لینے کا باعث بنا۔معلوم ہوا کہ غلبۂ حق کی خاطر خودکشی کرنا اور اپنی جان قربان کر دینا جائز اور مشروع ہے۔[۹۵]

⑦ خودکشی کرنے والا دنیاوی زندگی کی تکالیف سے رنجیدۂ خاطر اور ملامت کرنے والا ہوتا ہے۔ تقدیر الٰہی پر صبر وشکر نہیں کرتا۔جبکہ غلبۂ حق کی خاطر دشمنوں کی صفوں میں گھیرا جانے والا اور جان قربان کر دینے والا جانثار اللہ کی جنت اور رضائے الٰہی کا طلبگار ہوتا ہے۔

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

---

۹۳ ملاحظہ ہو سنن التَّرمذی=کتاب الجنائز :باب فیمن یقتل نفسه لم یُصَلَّ علیه+ سُبُلُ السَّلَام : ۲/۲۰۲

۹۴ القرطبی : ۱/۲۷۲

۹۵ ملاحظہ ہو صحیح مسلم =کتاب الزُّهد والرَّقائق :باب قصَّة الأُخدود والسَّاحر والرَّاهب والغلام ، الحدیث : ۳۰۰۵

باب:۱۵

شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ

قرآن مجید کی روشنی میں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[٨٤٤] ﴿...... فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ O﴾ [آل عمران=۳: ۱۹۵]

”پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور (کفار کے ساتھ) قتال کیا اور قتل کر دیئے گئے۔ میں ضرور ان کے تمام گناہوں کو مٹا دوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل کردونگا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے اجروثواب ہے اور اللہ کے پاس بہت ہی اچھا ثواب ہے۔“

[٨٤٥] ﴿ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَO﴾ [آل عمران=۳:۱۵۷]

”اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ گے تو اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اس (دنیاوی سازو سامان) سے بہت ہی بہتر ہے جس کو وہ لوگ (کفارو منافقین) جمع کررہے ہیں۔“

[٨٤٦] ﴿ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًاO﴾ [النِّساء=٤:٧٤]

”پس ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہیئے جو آخرت کے بدلے میں دنیا فروخت کردیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو گا یا غالب آئیگا تو ہم عنقریب اس کو بڑا عظیم الشان اجروثواب عطا کرینگے۔“

﴿ فالَّذِينَ هَاجَرُوا ...... ﴾ کا مطلب :

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنے وطن (مکہ) کوچھوڑا اور مدینہ میں جاگزیں ہوئے۔ اللہ کی اطاعت میں مکہ سے نکالے گئے ۔ پھر اللہ کے دشمنوں سے انہوں نے جہاد کیا اور اللہ کی راہ میں وہ شہید ہو گئے ۔

یہ جہاد کا سب سے اعلیٰ مقام ہے کہ مجاہد کفار کوقتل کرے اور خود بھی قتل ہوجائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اشرف ترین قتل کون سا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸٤۷] ((مَنْ اُهْرِيْقَ دَمُهُ و عُقِرَ جَوَادُهُ)) [۱]

”جس کا خون بہہ جائے اور اس کا گھوڑا بھی زخمی ہو جائے ۔“

ایسے مجاہد شخص کے تمام گناہوں کی معافی ہوجائے گی جیسا کہ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث میں ہے :

[۸٤۸] ((أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [۲، ۳]

” کیا خیال ہے اگر میں اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤں قتل کیا جاؤں۔“ (یہ حدیث تفصیل کے ساتھ آگے الرَّقم المسلسل= ۸۵۰ پر آرہی ہے)

[۸٤۹] ﴿ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ ......O﴾ [آل عمرآن= ۳:۱۵۷] سے یہ مفہوم واضح ہو رہا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہوجانا اور مرجانا دونوں ہی رحمت ، بخشش اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ [٤]

﴿ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾......کا مطلب:

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی راہ میں قتال کرنے والا شہید ہوجائے یا غالب آجائے دونوں صورتوں میں ہم اس کو عظیم اجروثواب عطا کرینگے۔

---

[۱] صحیح ابو داؤد= کتاب الوتر : باب طُولِ القِيامِ ، الحديث: ۱۲۸٦ + صحیح النِّسائی= کتاب الزَّكاة : باب جهد المقلِّ، الحديث: ۲۳٦٦ +صحيح ابن حبّان = كتاب السِّير : باب فضل الجهاد / ذكر البيان بأَنَّ افضل الجهاد ما رُزِقَ المرأُ فيه الشَّهادة ، الحديث: ٤٦۲۰

[۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲٤۱

[۳] القرطبى: ٤/ ۲۰۳ + تفيسر ابن کثیر : ۱/ ٤۷۹

[٤] تفسیر ابن کثیر : ۱/ ٤۵۳

اس کی تفسیر میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے جنت یا اجر اور مال غنیمت کے حصول کا ضامن اور کفیل ہے۔ [۵]

اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ شہید کے تمام گناہوں کی معافی اور بخشش ہوجائے اور وہ جنت کا مستحق ٹھہرئے۔ [۶]

آیات مذکورہ کی مکمل تفسیر وتشریح کے لئے مندرجہ ذیل صحیح احادیث کا مطالعہ مفید ہوگا:

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں شہید کے اعزازات:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا اور بیان کیا:

[۸۵۰] ((اَنَّ الْجِهَادَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ اَفْضَلُ الاَعْمَالِ)) فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّی خَطَایَایَ۔ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ نَعَمْ ! اِنْ قُتِلْتَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ)) ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ((کَیْفَ قُلْتَ ؟)) قَالَ اَرَأَیْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تُکَفَّرُ عَنِّی خَطَایَایَ؟ فَقَالَ:((نَعَمْ وَ اَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَیْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّیْن فَاِنَّ جِبْرِیْلَ قَالَ لِیْ ذَالِكَ)) [۷]

''جہاد فی سبیل اللہ اور ایمان باللہ تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہیں۔ یہ بات سن کر ایک شخص کھڑا ہوگیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بتلایئے: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہوجاؤں تو (یہ قتل) میری تمام خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جوابًا فرمایا: جی ہاں! مگر شرط یہ ہے کہ تو اللہ کی راہ میں قتل ہوجائے اور تو ثابت قدمی سے لڑنے والا ہو، اجروثواب طلب کرنے والا ہو، بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ پوچھا: تونے کیسے کہا؟ اس نے پھر عرض کیا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل ہوجاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہوجائینگے تو آپ ﷺ نے جوابًا فرمایا: جی ہاں! بشرطیکہ تو ثابت قدم ہو، اجروثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ

---

[۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۹

[۶] القرطبی: ۵/۱۷۹

[۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۴۱

دکھانے والا ہو تو قرض کے سوا تیرے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ (قرض کا مستثنیٰ ہونا اب) بتلایا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۵۱] ((يَغْفِرُ اللّٰهُ لِلشَّهِيْدِ كُلَّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنَ)) [۸]

”اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیتا ہے۔“

ایک روایت میں یوں ارشاد ہے:

[۸۵۲] ((اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْن)) [۹]

”قتل فی سبیل اللہ قرض کے سوا ہر خطاء کا کفارہ ہے۔“

سیدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۵۳] ((لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ: يُغْفَرُ لَهُ فِيْ اَوَّلِ دَفْعَةٍ وَ يُرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ۔ وَ يُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ يَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ۔ اَلْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا ۔وَ يُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ ۔ وَ يُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَقَارِبِهٖ)) [۱۰]

” شہید فی سبیل اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ امتیازات ہیں:

۱. اسے پہلے ہی لمحے یعنی خون کا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں اس کا خاص مقام دکھادیا جاتا ہے۔
۲. اس کو عذاب قبر سے پناہ دی جاتی ہے۔
۳. وہ قیامت کے دن "فزعِ اکبر" (یعنی سب سے بڑی گھبراہٹ جب اعمال نامہ تولا جارہا ہوگا) سے محفوظ ہوگا۔
۴. اس کے سر پر عزت و وقار کا تاج رکھا جائے گا،جس کا ایک موتی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ بہتر ہوگا۔
۵. اس کو بہتّر (۷۲) خوبصورت آنکھوں والی حوروں کے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔

---

۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲٤۲

۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۲

۱۰ صحیح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء اَیُّ النَّاس أفضل/ بابٌ منه ، الحديث : ۱۳۵۸+صحیح أبوداؤد = کتاب الجهاد: باب فی الشَّهید یُشَفَّع ، الحدیث: ۲۲۰۱

٦ ستر قرابتداروں میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔
مورچہ بندی اور سرحدوں پر پہرہ دینے کے باب میں اس کی تائید کرنے والی درج ذیل صحیح حدیث ہے:

[٨٥٤] «كُلُّ المَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ اِلَّا الْمُرَابِطَ، فَاِنَّهٗ يَنْمُولَهٗ عَمَلُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ يُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ » [11]

٧ ”ہر میت کا خاتمہ اس کے آخری اعمال پر کر دیا جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو سرحدوں پر پہرہ دیتا رہا ہو۔ چنانچہ اس کے نیک اعمال قیامت تک نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔ وہ فتنہ قبر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔“

٨ ایک روایت میں ہے:[٨٥٥] «وَ اُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ» [12]
”(جنت سے) اس کا رزق جاری کردیا جاتا ہے۔“

گویا یہ کل آٹھ امتیازی اوصاف ہیں جو مجموعی طور پر بغیر کسی اختلاف کے صرف شہید کے لئے مخصوص ہیں۔ تاہم ان میں سے بعض اوصاف انفرادی طور پر بھی صرف شہید کی خصوصیات میں شامل ہیں۔مثلاً:

١ تمام نیک اعمال کا قیامت تک جاری رہنا اور نشو ونما پاتے رہنا۔
٢ پہلے ہی لمحے بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔
٣ روز قیامت سے پہلے ہی جنت میں داخلہ۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ شہید قتل کی تکلیف کو چیونٹی کے ڈسنے سے زیادہ محسوس نہیں کرتا۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٨٥٦]« مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ مَسِّ الْقَرْصَةِ » [13]

---

[11] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٥٧٩

[12] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٥٧٨

[13] صحيح التِّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء أَیُّ النَّاس افضل/باب منه ،الحديث:١٣٦٢+صحيح ابن ماجة= كتاب الجهاد: باب فضل الشَّهادة فی سبيل اللّٰه ،الحديث:٢٢٦٠+صحيح النِّسائی= كتاب الجهاد: باب ما يجد الشَّهيد من الأَلَمِ ، الحديث: ٢٩٦٣

''شہید قتل کی تکلیف ایسے ہی محسوس کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص چیونٹی کے ڈسنے کی تکلیف پاتا ہے۔''

قتل ہونے والے تین شخص:

سیدنا عقبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۵۷] ((اَلْقَتْلٰی ثَلٰثَةٌ : مُوْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰی یُقْتَلَ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ ((فَذَالِكَ الشَّهِیْدُ الْمُمْتَحَنُ فِیْ خَیْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ وَ لَا یَفْضُلُهٗ النَّبِیُّوْنَ اِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ —— وَ مُوْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ اٰخَرَ سَیِّئًا جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی یُقْتَلَ)) قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِ : مُصَمْصِمَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَ خَطَایَاهُ اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا وَ اُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَ —— وَمُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ و بِمَالِهٖ ۔ فَاِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی یُقْتَلَ فَذَاكَ فِی النَّارِ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُوْ النِّفَاقَ)) [۱۴]

''مقتولین کی تین اقسام ہیں:

1. وہ مومن مجاہد جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے جب دشمن سے ملتا ہے تو خوب لڑائی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ شہید ہوجاتا ہے اس شہید کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے عرش کے نیچے خیمہ میں قیام کرنے والا شہید ہے۔جس سے انبیاء کرام صرف درجۂ نبوت میں فائق ہیں۔
2. ایسا مومن جس کے نیک اعمال بھی ہوں اور برے اعمال بھی ہوں۔ وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے حتیٰ کہ قتل ہوجائے ۔تو یہ شہادت تمام گناہوں سے پاک کرنے والی ہے جو اس کے تمام گناہ اور خطائیں مٹا دے گی۔ بلاشبہ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کیا جائے گا۔
3. منافق مقتول جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے ۔ جب دشمن سے ملتا ہے تو جنگ کرتے کرتے شہید ہو جاتا ہے یہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس لئے کہ تلوار نفاق کو ختم نہیں کرسکتی۔

---

[۱۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۲٦۸

احادیث کا مطلب:

مذکورہ بالا تمام احادیث اور سورۂ آل عمران کی آیات :۱۵۷۔۱۹۵ اور سورۃ النساء کی آیت :۷۴ کا ایک ہی مفہوم ہے۔

یہ تمام آیات و احادیث بڑی وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کرتی ہیں کہ شہادت فی سبیل اللہ تمام خطاؤں کا کفارہ اور مکمل مغفرت ہے اور یہ کہ شہادت کی موت گناہوں سے پاک کرنے والی ہے۔ لیکن صحیح مسلم اور ترمذی وغیرہ کی وہ حدیث جس میں قرضہ کی معافی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ۔ وہ بظاہر مذکورہ بالا آیات اور بقیہ تمام احادیث سے مختلف معلوم ہوتی ہیں یا پھر ان تمام احادیث اور آیات کے مفہوم کو خاص کر رہی ہیں۔ لیکن ان تمام دلائل کا ایک مشترک معنی نکالنے اور تعارض دور کرنے کی مندرجہ ذیل چند صورتیں ملاحظہ کرنے سے کوئی اشکال اور شبہ باقی نہیں رہتا۔

''شہید کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں'' کی تحقیق:

1. قرض چونکہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ لہٰذا شہید اگر مقروض ہو اور قرضے کی ادائیگی کے لئے کچھ رقم وغیرہ بھی نہ چھوڑ جائے تو ابتدائے اسلام میں ایسے شہید کے لئے یہی حکم تھا ۔جیسا کہ شروع شروع میں رسول اللہ ﷺ نے ایک عام مقروض کا جنازہ پڑھنے سے بھی احتراز فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۸۵۸] ((فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ : اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاءُهُ وَمَن تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ)) [۱۵]

''لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتوحات عطا فرمادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مومنین کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار اور قریبی ہوں ۔پس جو مومن اپنے ذمے قرضہ چھوڑ کر فوت ہو جائے تو میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں اور جو کوئی مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔''

لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ فتوحات اسلامیہ اور بہت زیادہ مال غنیمت کے حاصل ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شہدائے اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری بھی اپنے مہربان کندھوں پر

---

[۱۵] صحيح البخاری = كتاب الكفالة: باب الدَّين ، الحديث: ۲۱۷۶ + صحيح مسلم = كتاب الفرائض : باب من ترك مالًا فَلِوَرَثَتِهِ، الحديث: ۱۶۱۹

ڈال لی ہو۔ بلکہ تمام احادیث سے مجموعی طور پر یہی بات یقینی نظر آتی ہے۔ کیونکہ جانوں کی قربانی پیش کرنے والے مجاہدین اسلام عام مسلمانوں کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملنے والی اس اعانت اور رعائت کے کہیں زیادہ حقدار ہیں۔ [۱۶]

۲ قرض اگرچہ حقوق العباد میں سے ہے لیکن شہید کے لئے اللہ تعالیٰ کی کامل اور مکمل مغفرت کے عہد و میثاق ہیں۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۸۵۹] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍO تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ یُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ O﴾ [الصّفّ=۶۱:۱۰-۱۲]

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت کی طرف رہنمائی نہ کروں۔ جو تم کو درد ناک عذاب سے نجات دلا دے۔ اور وہ یہ ہے کہ (اگر) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہو گا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کی جنتوں میں (تیار) ہیں، داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔“

سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۸۶۰] ﴿ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ...... ﴾

[آل عمران=۳:۱۹۵]

”میں ان (راہ حق کے شہداء) کے تمام گناہوں کا کفارہ کردوں گا اور ان کو لازماً ایسی جنتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔“

الغرض سورۃ الصّف میں ارشاد فرمایا: ” وہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔“

[الصَّفّ=۶۱:۱۲]

اور سورۂ آل عمران میں فرمایا: ” البتہ میں ضرور تمہارے گناہوں کو مٹا دوں گا۔“

[آل عمران= ۳:۱۹۵]

---

۱۶ المنتقی مع المؤطّا:۳/۲۰۶ + نیل الأوطار:۷/۲۳۵

ان دونوں آیتوں میں تمام گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ان دونوں جملوں میں کوئی ایسا حرف نہیں جس سے ''بعض'' یا ''کچھ'' معنی نکل رہا ہو۔ لہٰذا ان کو اپنے عام معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔مذکورہ بالا وعدوں اور عہدوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخرت میں قرض خواہوں کو مقروض شہداء کی طرف سے راضی فرمالیں گے۔(إِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ)

۳ قرض کا حقوق العباد سے ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ کسی بھی توبہ یا کفارہ سے معاف نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۶۱] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ...... ﴾

[النِّساء= ٤:٤٨، ١١٦]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے کا جرم معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ ہر گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔''

اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

[۸۶۲] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزُّمر=٣٩:٥٣]

''بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو (شرک کے سوا) بخش دیتا ہے۔''

اس طرح شرک کے علاوہ وہ تمام گناہ جن کو بخش دینے کی اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے امید دلاتا ہے ان میں قرض کی عدم ادائیگی بھی تو ہے۔راہب سمیت ایک سو انسانوں کے قاتل کی حدیث بھی بہت بڑی دلیل ہے۔جس کو سچی توبہ کا خالص ارادہ کر لینے پر اللہ تعالیٰ نے مغفرت کے ساتھ سرفراز فرما دیا تھا۔[۱۷]

لہٰذا اللہ کی مغفرت اور بخشش کو محدود اور مشروط نہیں کیا جا سکتا۔ پھر شہادت فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کونسا کفارہ اور کونسی توبہ ہوسکتی ہے؟ تبھی تو رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے متعلق یہ بشارت سنائی:

[۸۶۳] ((اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ وَ لَمْ يُغَسَّلُوْا وَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ)) [۱۸]

---

[۱۷] ملاحظہ ہو صحيح البخارى = كتاب الأنبياء : باب حديث الغار، الحديث: ٣٢٨٣ + صحيح مسلم = كتاب التَّوبة: باب قبول توبة القاتل و إن كثر قتله، الحديث: ٢٧٦٦

[۱۸] صحيح البخارى = كتاب الجنائز: باب الصَّلوة علَى الشَّهيد ، الحديث:١٢٧٨

"ان شہداء پر میں قیامت کے روز گواہی دوں گا۔ ان کو ان کے خونوں سمیت دفن کرنے کا حکم جاری فرمایا (کہ ان کے خون قیامت کے دن کستوری کی خوشبو بنیں گے) اور غسل بھی نہ دیا گیا (کیونکہ قتل فی سبیل اللہ ہی ان کے لئے سب سے بڑا غسل تھا) اور ان کا جنازہ نہیں پڑھا۔" (اس لئے کہ نماز جنازہ میں بخشش کی دعا ہی تو ہوتی ہے۔)

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

① شہادت فی سبیل اللہ گناہوں اور خطاؤں کے لئے سب سے بڑا کفارہ ہے، شہید کا جنت میں داخلہ یقینی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ وعدہ ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: "البتہ میں ضرور ان کے گناہ ان سے مٹا دونگا اور البتہ میں ضرور ان کو بہشتوں میں داخل کردونگا۔" [آل عمران=۳:۱۹۵]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں وعدے تاکید اور مزید تاکید سے بیان ہوئے ہیں۔ دونوں جملوں اور دونوں وعدوں میں گرائمر کے قواعد کی رو سے تاکیدیں استعمال ہوئی ہیں۔ مثلاً لام تاکید اور نون تاکید ثقیلہ کی وجہ سے تاکید در تاکید کا معنٰی واضح ہے۔

② مجاہد فی سبیل اللہ میدان جنگ میں قتل ہو یا کسی بھی دوسری وجہ سے اس کی موت آجائے۔ وہ شہید اور مغفرت و رحمت کا مستحق ہے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت :۱۵۷ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور غازی دونوں اجر عظیم کے حقدار ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت :۷۴ سے معلوم ہوتا ہے۔

③ شہادت شہید کے لئے تمام گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ وہ میدان جہاد میں ثابت قدم ہو، اجر و ثواب کا طالب ہو، آگے بڑھنے والا ہو اور پشت نہ دکھانے والا ہو۔ قرض کے علاوہ تمام گناہوں کے معاف ہونے والی بات ابتدائے اسلام میں تھی۔ وہ بھی حقوق العباد کی اہمیت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایسا کہا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسلامی فتوحات کے بعد یہ حکم منسوخ کردیا اور یہ شہادت فی سبیل اللہ بدستور مکمل اور کامل مغفرت قرار پائی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

④ شہید کے مجموعی طور پر آٹھ (۶+۲=۸) امتیازی اوصاف ہیں ۔جن کا مجموعہ شہید کے علاوہ کسی دوسرے مومن میں نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ انفرادی طور پر ان میں سے بعض اوصاف دوسروں میں پائے جاسکتے ہیں ۔ تاہم مذکورہ بالا آٹھ اوصاف میں سے تین ایسے ہیں جو صرف شہید کا ہی طرہ امتیاز ہیں اور وہ انفرادی طور پر بھی کسی شخص میں نہیں پائے جاتے ۔

① موت کے بعد بھی زندگی کے نیک اعمال کا نشو ونما پاتے رہنا۔

② پہلے ہی لمحے(قطرہ خون گرتے ہی) بخش دیا جانا اور جنت میں اپنا خاص مقام دیکھ لینا۔

③ قیامت رونما ہونے سے قبل ہی جنت میں داخلہ۔

⑤ میدان جنگ میں قتل ہونے والے تین قسم کے لوگ ہیں:

① مومن اور پرہیز گار شہید جس سے انبیاء کرام صرف درجہ نبوت میں فائق ہیں۔

② اچھے اور برے ملے جلے اعمال والا شہید ، اس کے تمام گناہوں کے لئے تلوار (خطاؤں کو مٹانے والی) ہوگی۔

③ منافق مقتول یہ سیدھا جہنم واصل ہوگا۔

⑥ مذکورہ بالا آیات اور صحیح احادیث صراحت کے ساتھ شہادت فی سبیل اللہ کو تمام خطاؤں کا کفارہ قرار دیتی ہیں ۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اور جامع ترمذی وغیرہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہوتے ہیں ﷺ ان دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض او رتضاد نہیں۔ شہید کے گناہوں میں سے صرف قرض کی عدم معافی کا حکم حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنے کی غرض سے دیا گیا ۔مگر اللہ تعالیٰ خالص دل سے کی ہوئی توبہ سے شرک کے علاوہ تمام خطاؤں کو معاف کردیتا ہے ۔

⑦ حدیث رسول ﷺ ” میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار

ہوں......'' قرض والی حدیث کے حکم کو ختم اور منسوخ کرنے والی ہے۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" هَلْ كَانَ ذَالِكَ مِنْ خَصَاصَةٍ اَوْ يَجِبُ عَلٰى وُلَاةِ الْاَمْرِ بَعْدَهٗ وَ الرَّاجِحُ الْاِسْتِمْرَارُ لٰكِنَّ وُجُوْبَ الْوَفَاءِ اِنَّمَا هُوَ مِنْ مَالِ الْمَصَالِحِ. قَالَ ابْنُ بَطَّالٍ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ: فَاِنْ لَمْ يُعْطِ الْاِمَامُ عَنْهُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ لَمْ يُحْبَسْ عَنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ لِاَنَّهٗ يَسْتَحِقُّ الْقَدْرَ الَّذِیْ عَلَيْهِ فِیْ بَيْتِ الْمَالِ " [19]

''مقروض میت کے قرض کی ادائیگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے۔راجح قول یہی ہے کہ یہ حکم جاری و ساری ہے۔ البتہ ادائیگی (بیت المال) سے واجب ہوگی ۔ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر امام بیت المال سے ادائیگی نہ کرے تو بھی مقروض کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ کیونکہ وہ بیت المال کے اموال میں اس قدر حق رکھتا ہے جس قدر اس پر قرض ہے۔''

⑧ اوپر بیان کئے ہوئے مفہوم سے دونوں قسم کی صحیح احادیث قابل عمل رہیں گی اور مقروض شہید کے قرضے کی ادائیگی مسلم حکمرانوں پر لازم ہوگی۔ کیونکہ ایک عام مسلمان کے مقابلہ میں دین حق کی سربلندی کے لئے شہید ہونے والے خصوصی رعائت اور ریلیف کے حق دار ہیں۔ [20]

⑨ محدثین کے نزدیک قرض کی عدم ادائیگی کے علاوہ تمام گناہوں کا معاف ہونا فتوحات اسلامیہ سے قبل تھا۔ بعد ازاں یہ حکم ختم ہوگیا یا پھر عام حکم میں خصوص پیدا ہوگیا ہے۔امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح ابن حبان میں قائم کیا ہوا عنوان درج ذیل ہے:

" ذِكْرُ الْبَيَانِ بِاَنَّ تَرْكَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الصَّلٰوةَ عَلَى الْغَالِّ وَ عَلٰى مَنْ مَّاتَ وَ عَلَيْهِ دَيْنٌ اِنَّمَا كَانَ ذَالِكَ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ قَبْلَ فَتْحِ اللّٰهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلٰى صَفِيِّهٖ

---

[19] فتح الباری =کتاب الفرائض:۱۲/ ۷ + شرح النَّووی:۲/ ۳۵

[20] المنتقٰی شرح المؤطّا:۳/ ۲۰۶+ نیل الأوطار : ۷/ ۲۳۵

المُصطَفٰی الفُتُوحَ "[21]

" اس بات کا بیان کہ مصطفیٰ ﷺ کا خائن اور مقروض کا جنازہ نہ پڑھنا۔ ابتدائے اسلام میں تھا۔ جبکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ پر فتوحات کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔"

اور اس کے بعد امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث لائے ہیں جس کے ابتدائی الفاظ یوں ہیں :

[٨٦٤] ((اَنَا اَوْلٰی بِالمُؤمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِهِم)) [22]

" میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں۔"

⑩ حدیث رسول ﷺ: [٨٦٥] ((اَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ......)) [23] میں بھی تقریباً وہی مضمون بیان ہوا ہے۔ جو سورۂ احزاب کی آیت :(٦) [٨٦٦] ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ...... ﴾ میں بیان ہوا ہے لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ حدیث سورۂ احزاب کی آیت :٦ کی تفسیر و تشریح ہے ۔ مذکورہ آیت اور حدیث رعیت کے لئے حکومت کی ذمہ داریوں کے مختلف قسم کے مسائل اور احکام کے بیان میں اسلام کی سیاست کا ایسا عظیم الشان اور زریں اصول پیش کرتی ہے۔ جس کی کوئی ادنیٰ ترین مثال بھی دیگر مذاہب عالم میں نہیں ملتی ۔" [24]

⑪ اللہ کے ساتھ شرک کے علاوہ دانستہ قتل سمیت تمام کبیرہ گناہ توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔ توبہ اور مغفرت سے متعلق اوپر بیان کردہ آیات اور بخاری و مسلم کی سو (١٠٠) افراد قتل کرنے والے شخص والی حدیث واضح اور صریح دلائل ہیں۔

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" هٰذَامَذْهَبُ اَهْلِ العِلْمِ وَ اِجمَاعُهِم عَلٰی صِحَّةِ تَوبَةِ القَاتِلِ عَمدًا وَ لَمْ یُخَالِف اَحَدٌ

---

[21] ملاحظہ ہو صحیح ابن حبان= کتاب السَّیر : باب فضل الجهاد / ذکر البیان بان ترك المصطفٰی صلَّی اللّٰه علیه وسلّم الصَّلوة علَی الغالّ وعلٰی من مّات و علیه دین ، الحدیث:٤٨٣٤ + الجامع لأحکام القرآن للقرطبی:٤ / ١٧٥

[22] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٨٥٨

[23] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٨٥٨

[24] تفسیر القرطبی:٤ / ٢٠٣،١٧٥ + تفسیر ابن کثیر : ١ / ٤٨٠،٤٧٩، و ٤ / ٤٥٣

مِّنْهُمْ اِلَّا ابْنُ عَبَّاسٍ "[۲۵]

"اہل علم کا یہی موقف ہے اور تمام اہل علم کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی نے بھی اس بارے اختلاف نہیں کیا۔"

⑫ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت اور بے حساب بخشش کی بناء پر متعدد نیک اعمال مثلاً نماز، روزہ ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کو گناہوں کی معافی کا موجب ٹھہرایا ہے۔تاہم توبہ ،استغفار اور شہادت فی سبیل اللہ گناہوں کی تلافی کے لئے عظیم ترین وسائل ہیں۔مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. سورة الصَّفّ: ۱۰-۱۲
2. صحیح البخاری =کتاب الجهاد: ۱/ ۳۹۰-۳۹۲
3. شرح النَّووی= کتاب الجهاد: ۲/ ۱۳۳-۱۳۶۔ وکتاب التَّوبة: ۲/ ۳۵۷-۳۶۰
4. شرح الطِّیبِی علی مشکوٰة المصابیح: ۷/ ۲۶۲، ۳۱۳

((............... ❀❀❀❀❀ ....))

[۲۵] شرح النَّووی: ۲/ ۳۵۹

باب:۱۶

شہداء کی زندگی کی حقیقت

بہترین برزخی حیات اور رزق الٰہی :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸٦٧]﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَO﴾ [البقرة=٢:١٥٤]

''(اے ایماندارو!) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں ان کو مردے مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی زندگی کا) شعور نہیں رکھتے ۔''

[۸٦٨]﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ Oفَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَOيَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ O﴾ [آل عمران=٣:١٦٩-١٧١]

''(اے نبی !) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ ہرگز گمان نہ کرو ۔ بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے ۔ اللہ نے ان کو جو اپنا فضل و انعام دیا ہے وہ اس پر بہت خوش ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو ان کے پیچھے ہیں اور ابھی ان سے نہیں ملے خوشخبری دیتے ہیں کہ ان پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا اور وہ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ خوش ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر وثواب ضائع نہیں کرتا ۔''

[۸٦٩]﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُم وَ نُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ O﴾[الحديد= ١٩:٥٧]

''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے بس وہی اپنے رب کے ہاں صدیقین اور شہداء ہیں ۔ان کے لئے ان کا (مخصوص) اجر اور روشنی ہوگی اور جو لوگ کافر ہوگئے اور

ہماری آیات کو جھٹلایا بس وہی جہنم والے ہیں۔‘‘

مذکورہ آیات کی تشریح:

" اَمۡوَاتٌ " " مَیِّتٌ " کی جمع ہے۔" اَحۡیَآءٌ " حَیٌّ " کی جمع ہے۔ اَمۡوَاتٌ خبر واقع ہو رہی ہے اس کا مبتدا " هُم " محذوف ہے ۔ اسی طرح اَحۡیَآءٌ بھی خبر ہے اور " هُم " مبتدا محذوف ہے ۔ عبارت یوں ہوگی۔ " هُم اَمۡوَاتٌ " وہ مردے ہیں ۔" هُمۡ اَحۡیَاءٌ " وہ زندہ ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل سنت مفسرین اس آیت سے عذاب قبر کے صحیح اور ثابت ہونے پر استدلال کرتے ہیں ۔کیونکہ جب شہداء کو رزق اور انعام کے لئے زندہ کیا جا سکتا ہے تو کفار کو مرنے کے بعد عذاب قبر کے لئے بھی زندہ کیا جا سکتا ہے ۔مگر یہ زندگی برزخی اور غیر شعوری ہے اور اس کا یہ معنی کرنا کہ " سَیَحۡیُوۡنَ "یعنی ‘‘ وہ عنقریب زندہ ہو جائینگے’’ بالکل غلط اور باطل ہے۔ جیسا کہ معتزلہ کا اعتقاد ہے۔ یہ غلط اس لئے ہے کہ مستقبل کی زندگی تو سب کو حاصل ہو گی پھر شہداء کو خاص کرنے کا کیا معنیٰ؟ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ‘‘ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے’’ بھی اس اعتقاد فاسد کی نفی کرتا ہے ۔ کیونکہ آخرت کی زندگی تو مومنین کے لئے سمجھ آنے والی ہے۔ اور ان کو اس کا یقینی علم حاصل ہے۔ پھر ‘‘ تم شعور نہیں رکھتے’’ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات اور بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث برزخی زندگی اور قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۸۷۰] ﴿ مِمَّا خَطِيٓـٰٔتِهِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ﴾ [نوح=۷۱:۲۵]

’’وہ لوگ (یعنی قوم نوح) اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور پھر آگ میں داخل کردیئے گئے ۔‘‘

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۷۱] ﴿ ......وَحَاقَ بِاٰلِ فِرۡعَوۡنَ سُوۡٓءُ الۡعَذَابِ۝ اَلنَّارُ يُعۡرَضُوۡنَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ ۟ اَدۡخِلُوۡٓا اٰلَ فِرۡعَوۡنَ اَشَدَّ الۡعَذَابِ۝ ﴾ [غافر= ۴۰:۴۵-۴۶]

’’......اور قوم فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔وہ آگ ہے جس پر وہ صبح شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) فرعونیوں کو سخت ترین

عذاب میں داخل کردو۔‘‘

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں قبر کے عذاب اور ثواب کے صحیح ہونے کے بارے بہت زیادہ صحیح احادیث موجود ہیں۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۲] ((اَلْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِیْ الْقَبْرِ: یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ فَذَالِكَ قَوْلُهٗ ﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِیْ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِیْ الْاٰخِرَةِ ۚ...... ﴾ [ابراهیم=۱۴:۲۷]))[1]

’’مسلمان سے جب قبر میں سوال ہوگا تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے گا۔ اور یہی مراد ہے اللہ کے اس فرمان سے کہ ’’اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو ’’قول ثابت‘‘ یعنی کلمہ توحید کے ساتھ دنیا کی زندگی میں اور آخرت یعنی (قبر کے سوالات میں) ثابت قدم رکھے گا۔‘‘

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۸۷۳] ((﴿ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا...... ﴾ نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ))[2]

’’یہ آیت ’’اللہ تعالیٰ مومنوں کو ثابت قدم رکھے گا ......‘‘ عذاب قبر کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔‘‘

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷۴] ((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ۔ عُرِضَ عَلَیْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ وَ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ، فَیُقَالُ: هَذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰی یَبْعَثَكَ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ))[3]

’’جب کوئی شخص تم میں سے فوت ہو جاتا ہے تو صبح وشام اس پر اس کا (مقام اور ٹھکانہ) پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت سے ہے تو اہل جنت کا مقام اور اگر اہل جہنم سے ہے تو اہل جہنم کا مقام اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا مقام ہے حتیٰ کہ اللہ تجھے

---

[1] صحیح البخاری =کتاب التَّفسیر/تفسیر سورة اِبراهیم:باب﴿ یُثَبِّتُ اللّٰه الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ...... ﴾ الحدیث:۴۴۲۲+صحیح مسلم = کتاب الجنَّة و صفة نعیمها و أَهلها :باب عرض مقعد المیّت مِنَ الجنَّة أو النَّار علیه، الحدیث:۲۸۷۱

[2] صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب مَاجَاء فِي عَذَابِ القَبر، الحدیث:۱۳۰۳

[3] صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب المیّت یعرَض علیه مقعدهُ بالغداة والعشیِّ، الحدیث:۱۳۱۳+صحیح مسلم= کتاب الجنَّة وَ صفة نعیمها و اهلها ، باب عرض مقعدالمیّت مِنَ الجنَّة أَو النَّار علیه، الحدیث:۲۸۶۶

قیامت کے دن اٹھائے گا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔‘‘ [4]

ان کے علاوہ بہت زیادہ صحیح احادیث سے قبر کا عذاب ثابت ہے۔ لہٰذا قبر کے عذاب اور ثواب کا عقیدہ ایک مومن کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے۔ اس کا انکار خصوصاً اس بناء پر کہ یہ عقل ظاہر روز مرہ مشاہدات اور نظر آنے والی چیزوں کے خلاف ہے۔ صریحًا بے دینی، گمراہی اور کفریہ عقیدہ ہے۔ عقل پرستی کی بنیاد پر عذاب قبر کے انکار کے اندھے فتنے نے مختلف ادوار میں امت مسلمہ کے ایمان اور یقین کو ڈانواں ڈول کرنے میں بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس کے زہریلے اثرات سے بے دینی اور مرتد ہونے کی بہت ہی قبیح شکلیں نمودار ہوتی رہی ہیں۔ عصر حاضر میں جبکہ مادہ پرستی کا پودا عروج پر ہے یہ فتنہ نئی شکل وصورت میں سر اٹھا رہا ہے اور سادہ لوح مسلمانوں کو توحید کے حوالہ سے اس اسلامی عقیدے سے برگشتہ کرنے کی مذموم جدو جہد جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برزخی زندگی اور ثواب اور عذاب قبر کے اعتقاد سے قبر پرستی کا دروازہ کھلتا ہے۔ لہٰذا سرے سے شرک کی طرف لے جانے والے اس ذریعہ اور دروازہ کو ہی بند کر دینا چاہئے۔

یہ منطق تسلیم کرنے کی صورت میں ہمیں دینی عقائد کے بہت سارے دروازے بند کرنے پڑیں گے، جو ایمانیات کی اصل بنیاد ہیں۔ لیکن جاہل لوگوں نے ان کو مختلف اعتقادی اور عملی بدعات کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ لہٰذا اصلاح احوال کا یہ طریقہ کسی طور قابل تسلیم اور قابل عمل نہیں ہے۔

﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ...... ﴾ کا مطلب:

اس آیت کے شان نزول کے بارے صحیح البخاری میں ہے کہ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ اصحاب بدر کی تعداد اصحاب طالوت کی تعداد کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی۔ [5] اس میں چودہ جانثاران اسلام نے جام شہادت نوش کیا۔

---

[4] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز : باب مَاجَآءِ فِی عذاب القبر ، الحدیث:۱۳۰۶ + صحیح مسلم= کتاب المساجد و مواضع الصَّلاة: باب استحباب التَّعَوُّذ من عذاب القبر ، الحدیث:۵۸۶

[5] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب عدَّة أَصحاب بدر، الحدیث:۳۷۳۹-۳۷۴۲

شہدآء بدر کے بارے لوگوں نے مختلف انداز میں تبصرے کئے۔ مثلاً بعض نے کہا کہ وہ زندگی کا عیش وآرام چھوڑ کر مر گئے ۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی حوصلہ شکن اورغمزدہ کرنے والی باتیں کفار کی طرف سے کی گئیں۔ تاکہ شہیدوں کے پسماندگان کا ایمان ڈانواں ڈول ہو اور ان کی بےچینی اور اضطراب میں اضافہ کیا جاسکے۔ چنانچہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی آیات :۱۵۳۔۱۵۷ نازل فرمائیں۔ جن میں پہلے تو مسلمانوں کو صبر اور نماز کے ساتھ مدد حاصل کرنے کی تلقین کی گئی۔ بعد میں ان کو آگاہ کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں قتل ہوجانے والے مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔لیکن تمہیں ان کی بہترین زندگی کاشعور نہیں ہوسکتا ۔ لہٰذا ان کو مردہ مت کہو ۔ اس کے ساتھ ہی انہیں متنبہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دشمن کے خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں میں کمی جیسی پریشانیوں کے ساتھ لازماً آزماتا رہے گا۔ ان مصائب و آلام میں صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھنے والوں کیلئے بڑی خوشخبریاں ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں کسی مصیبت کا حادثہ پیش آجائے تو :

[۸۷۵] ﴿......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَO﴾ (البقرة=۲:۱۵٦) کہتے ہوئے صبراور ثابت قدمی اورتسلیم و رضا کے پیکر بن جاتے ہیں ۔چنانچہ انہی باہمت اور بلند حوصلہ لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اور اس کا فضل وانعام ہوگا اور یہی راہ ہدایت پانے والے ہیں۔'' [٦]

غزوۂ بدر کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے پچھتر (۷۵) آیات پر مشتمل سورۂ انفال نازل فرمائی ۔جس میں حق و باطل کی اس باقاعدہ پہلی بڑی جنگ کے فوائدا ور نتائج بتائے گئے ۔جنگ کے دوران پیش آنے والے اہم ترین واقعات پر تبصرہ کیا گیا ۔ مال غنیمت کی تقسیم کے اصول و ضابطے بیان کئے گئے ۔ علاوہ ازیں بہت سارے احکام و مسائل کا تفصیل سے تذکرہ فرمایا گیا ہے ۔ **ملاحظہ ہو**:

١. سورةُ الأنفال ٢. سورة آل عمران :١٦٩۔١٧١)
٣. صحيح البخاري=ـكتاب المغازي:٢/ ٥٦٣ و كتابُ التَّفسير:٢/ ٦٦٩،٦٧٠
٤. جامع التِّرمذي= أبواب التَّفسير:٢/ ١٣٤

---

[٦] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ١/ ٢١٠-٢١٢ + الجامع لِأَحكام القرآن : ٢/ ١١٥-١٢٠

﴿ وَلاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ...... ﴾ کا مطلب :

ان آیات کے شان نزول میں مفسرین کے بہت زیادہ اقوال ہیں ۔جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱. یہ آیات شہدائے احد کے متعلق نازل ہوئیں۔
۲. یہ شہدائے بئر معونہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔
۳. یہ شہدائے غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئیں۔
۴. یہ تمام شہدء اسلام کے متعلق نازل ہوئیں اور اس میں مذکورہ فضائل و مناقب سب شہداء کے لئے عام ہیں۔

پہلا قول سب سے زیادہ صحیح اور آخری قول سب سے زیادہ جامع ہے ۔ پہلے مؤقف کی تائید درج ذیل احادیث سے بھی ہوتی ہے:

شہدائے احد کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[٨٧٦] ((لَمَّا اُصِيْبَ اِخْوَانُكُمْ بِاُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ۔تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا ۔ وَ تَأْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ۔ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَأْكَلِهِمْ وَ مَشْرَبِهِمْ وَ مَقِيْلِهِمْ ۔قَالُوْا: مَنْ يُّبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ۔ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجِهَادِ وَ لَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ۔ فَقَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ ...... ﴾)) [۱]

’’ جب غزوۂ احد میں تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز رنگ کے پرندوں کے (اجسام) میں منتقل کر دیا۔ وہ جنت کے دریاؤں پر پانی پیتے ہیں، اس کے پھل کھاتے ہیں اور پھر عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں میں آ کر اپنا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب شہیدوں کی روحوں نے عمدہ اور خوشگوار کھانے ،مشروبات اور اپنی خواب گاہوں کا حسین منظر دیکھا تو کہنے لگے:(دنیا میں موجود) ہمارے بھائیوں کو ہمارے حالات کی خبر کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور ہمیں ہر طرح کا رزق

---

[۱] صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في فضل الشَّهادة ، الحديث:٢١٩٩

فراہم کیا جاتا ہے۔تاکہ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں بے رغبتی کا مظاہرہ نہ کریں اورلڑائی کے وقت بزدلی کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں خود تمہاری طرف سے ان کوتمہارے حالات کی خبر پہنچا دیتا ہوں۔اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات’’ جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں انکو مردے مت گمان کرو......‘‘[آل عمران=۳: ۱۶۹-۱۷۱] نازل فرمادیں۔‘‘

شہید اُحد سیدنا عبد اللہؓ کی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی تو آپ نے مجھے فرمایا:

[۸۷۷] ((یَاجَابِرُ مَالِی اَرَاکَ مُنۡکَسِرًا ؟)) قُلۡتُ : یَارَسُولَ اللّٰہِ! اُسۡتُشۡھِدَ أَبِیۡ وَ تَرَکَ عِیَالًا وَ دَیۡنًا ۔ قَالَ: ((اَلَا أُبَشِّرُکَ بِمَا لَقِیَ اللّٰہُ بِہٖ أَبَاکَ؟)) قَالَ: بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰہِ!قَالَ:((مَا کَلَّمَ اللّٰہُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ وَ اَحیٰ اَبَاکَ فَکَلَّمَہٗ کِفَاحًا وَ قَالَ یَا عَبۡدِی! تَمَنَّ عَلَیَّ أُعۡطِکَ۔ قَالَ یَارَبِّ! تُحۡیِیۡنِی فَأُقۡتَلُ فِیۡکَ ثَانِیَۃً۔ قَالَ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی إِنَّـہٗ قَدۡ سَبَقَ مِنِّی ﴿ أَنَّھُمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ﴾ [الأنبیا=۲۱:۹۵] قَالَ وَ اُنۡزِلَتۡ ھٰذِہِ الآیَۃُ: ﴿ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ......﴾[آل عمران=۳:۱۶۹-۱۷۱])) [۸]

’’ اے جابر ! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے بجھا بجھا سا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ ﷺ !میرے والد (عبد اللہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں) شہید ہو چکے ہیں اور اپنے پیچھے اہل وعیال اور قرضہ چھوڑ گئے ہیں ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے خوشخبری نہ سناؤں کہ اللہ نے تیرے والد کے ساتھ کیسی ملاقات کی ہے؟میں نے عرض کیا : ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ) !۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی سے کبھی پردے کے بغیر کلام نہیں کی مگر اس نے تیرے والد کو زندہ کیا اور اس کے ساتھ روبرو(بغیر کسی پردے کے) کلام کیا اور ارشاد فرمایا: میرے بندے جو چاہو مجھ سے تمنا کرو میں تجھے عطا کرونگا۔ انہوں نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کردے تا کہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ لوگ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹیں گے اور اس موقع پر یہ آیات نازل

[۸] صحیح التِّرمذی= أبواب التَّفسیر : باب و من سورۃ آل عمران، الحدیث:۲۲۵۸

کی گئیں:'' جو لوگ اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے مت خیال کرو............''

◎ امام قرطبی نقل کرتے ہیں:

" وَ قَالَ اَبُو الضُّحٰی: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِیْ اَهْلِ اُحُدٍ خَاصَّةً وَ الْحَدِيْثُ الْاَوَّلُ يَقْتَضِی صِحَّةَ هٰذَا الْقَوْلِ " [9]

'' ابو الضُّحٰی کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت شہداء احد کے متعلق خاص طور پر نازل ہوئی ہے اور پہلی حدیث اسی قول کے صحیح ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔'' بلکہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی قول کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہوئے تھے۔'' [10]

بئر معونہ کے شہیدوں کا اہل دنیا کے لئے پیغام:

بعض مفسرین نے سورۂ آل عمران کی آیات: ۱۶۹۔۱۷۱ کا سبب نزول بئر معونہ کے واقعہ کو بتلایا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس طرح ہے کہ بنو رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان عرب کے کافر قبائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان قبائل کا ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ [11]

یا قرآن وسنت کی تعلیم دینے کے لئے معلمین بھیجنے کی درخواست کی تھی۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے۔ [12]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ستر عالم اور قاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو رات کو قرآن کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے اور دن کو مسجد کا پانی بھرنے کے علاوہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر ان کی تجارت کر کے اہل صفہ اور تنگ دست صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے کھانا، اناج اور غلہ وغیرہ خرید لاتے۔ جب یہ جماعت بئر معونہ کے قریب پہنچی تو عرب کے قبائل نے غداری اور بد عہدی کرتے ہوئے ان کو دھوکہ کے ساتھ قتل کر دیا۔ چنانچہ اس موقعہ پر ان

---

[9] القرطبی:٤/ ١٧٢

[10] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٨١٤

[11] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الرَّجِيعِ و رعل وذكوان و بئر معونة......الحديث :٣٨٦٢

[12] ملاحظہ ہو صحیح مسلم = كتاب الإمارة: باب ثبوت الجنَّة للشَّهيد ، الحديث:٦٧٧

ستّر (۷۰) صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے یوں درخواست کی:

[۸۷۸]《 اَللّٰھُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَ رَضِیْتَ عَنَّا 》[13]

''اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم تجھ سے آ ملے ہیں۔ تو ہم سے راضی ہو گیا ہے اور ہم تجھ سے راضی ہو چکے ہیں۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی بعد میں اس آیت کی تلاوت منسوخ قرار دے دی گئی اور اس کا حکم باقی ہے۔ آیت کے الفاظ یہ تھے: [۸۷۹]﴿ اِنَّا قَدْ لَقِینَا رَبَّنا فَرَضِیَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا ﴾ ''ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں وہ ہم سے راضی ہو گیا اور اس نے ہمیں (اپنی نعمتوں کے ساتھ) راضی کر دیا ہے۔''

ان ستر (۷۰) انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم میں حدیث کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے ماموں سیدنا حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ کفار نے ان کو دھوکہ سے پیچھے سے ایک زبردست نیزہ مارا جو آر پار ہو گیا سیدنا حرام رضی اللہ عنہ نے فوراً نعرۂ تکبیر یوں بلند کیا:

[۸۸۰] 《 اَللّٰہُ اَکْبَرُ ! فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ 》[14]

''رب کعبہ کی قسم! میں تو کامیاب ہو گیا۔''

چنانچہ اسی موقعہ پر یا اس کی تائید میں سورۂ آل عمران کی آیات: ۱۶۹۔۱۷۱ نازل ہوئیں۔ معاہدہ توڑنے والے ان غدار عرب قبائل کی اس غداری اور بدعہدی پر رسول اللہ ﷺ ایک ماہ تک جہری نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ کا اہتمام کرتے رہے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ سری نمازوں میں بھی رکوع کے بعد ان کے لئے بد دعا کرتے رہے حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی:

[۸۸۱] ﴿ لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ O ﴾[آل عمران = ۳:۱۲۸]

''تجھے ہدایت کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کر دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔''

---

[13] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۱۲

[14] تخریج کے لئے دیکھئے: الرّقم المسلسل: ۸۱۲

”چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے قنوت نازلہ میں لعنت اور بد دعا کرنا چھوڑ دی۔“ [۱۵] (اور تسلیم و رضا کے مجسمہ بن گئے ۔ اور اللہ کے فضل سے یہی قبائل بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔
شہدائے بئر معونہ کی تمام روایات میں کہیں بھی اس امر کی تصریح نہیں کہ سورۂ آل عمران کی مذکورہ آیات بالخصوص انہی کے متعلق نازل ہوئیں ۔ ما سوٰی ایک روایت کے جس کو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔“ [۱۶]

تاہم چونکہ شہدآءِ اُحد اور شہدآء بئر معونہ دونوں ہی اللہ کی جنتوں میں داخل ہو کر اس کی غیر فانی اور لازوال نعمتوں سے فیضیاب ہوئے اور پسماندگان تک یہ عظیم الشان خوشخبریاں پہنچائیں ۔ یہ باتیں دونوں قصوں میں موجود ہیں۔ اس لئے بعض علماء نے شہداء بئر معونہ کے واقعہ کو مذکورہ آیات کا سبب نزول قرار دے دیا۔ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ آیات کا مخصوص شان نزول صحیح اور صریح احادیث کے مطابق شہدآء احد کا قصہ ہی ہے۔ لیکن قرآنی احکام اسباب نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتے ۔ بلکہ ان کے ساتھ ملتے جلتے تمام واقعات پر انکا اطلاق عام ہوتا ہے۔ لہٰذا آیات مذکورہ میں بیان کردہ فضائل و مناقب ، خوشخبریوں اور مسرتوں کا اظہار تمام شہدائے اسلام کے لئے عام ہیں۔

شہیدوں کی روحیں کہاں ہوتی ہیں؟

مشہور تابعی مسروق کہتے ہیں:

[۸۸۲]« سَئَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ : ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O﴾[آل عمران=۳:۱۶۹] قَالَ اَمَا اِنَّا قَدْ سَئَلْنَا عَنْ ذَالِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ۔ ثُمَّ تَأْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ۔ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِم رَبُّهُمْ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا۔ قَالُوا اَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِيْ؟ وَ نَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا ۔ فَفَعَلَ ذَالِكَ بِهِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ۔ فَلَمَّا رَأَوْا اَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يُّسْئَلُوْا۔قَالُوْا: يَارَبِّ !

---

[۱۵] ملاحظہ ہو صحیح مسلم = کتاب المساجد: و مواضع الصَّلاة : باب إستحباب القنوت فی جمیع الصَّلاة إذا نزلت بالمسلمین نازلة ، الحدیث: ۶۷۶،۶۷۷+صحیح البخاری = کتاب التَّفسیر / تفسیر سورة آل عمران:باب ﴿لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾، الحدیث:۴۲۸۴

[۱۶] فتح الباری= ۶ / ۳۷۱

نُرِیدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا حَتّٰی نُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰی۔ فَلَمَّا رَای اَنْ لَّیْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوا)) [۱۷]

'' ہم نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں (اور) اپنے رب کے پاس روزی دیے جاتے ہیں۔'' کی تفسیر پوچھی تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا : ہم نے خود اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے جسموں میں عرش الٰہی کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں ، ان کے لئے قندیلیں ہیں ۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ کر ٹھکانا بنا لیتی ہیں ۔ ان کے پروردگار نے ان کی طرف خصوصی نظر سے دیکھا اور فرمایا: کیا تم مزید کسی چیز کی خواہش رکھتے ہو ؟ تو شہداء کی روحوں نے عرض کیا؟ ہم کونسی خواہش کرینگے جبکہ ہم جنت میں جہاں چاہیں کھاتے پھرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تین بار ان سے اسی طرح سوال و جواب کیا ۔حتی کہ جب شہداء نے محسوس کیا کہ انہیں اس سوال کا کوئی جواب دیئے بغیر چارہ ہی نہیں۔ تو عرض کرنے لگے :اے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دیا جائے۔تا کہ ہم تیرے راستے میں ایک بار پھر قتل کئے جائیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ ان کی کوئی حاجت باقی نہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔''

ترمذی کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے :'' اے اللہ ! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام پہنچا دے اور آپ کو یہ اطلاع کردے کہ ہم جنت میں اللہ سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے ۔'' [۱۸]

ابو داؤد کی روایت میں اس طرح ہے کہ شہداء جنت میں اس خواہش کا اظہار کرینگے کہ دنیا میں موجود ہمارے دینی بھائیوں کو یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور اللہ کا رزق پاتے ہیں۔ تا کہ وہ جہاد میں بے رغبتی اور عدم دلچسپی کا مظاہرہ نہ کریں ۔ جنگ اور معرکہ

---

[۱۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۰

[۱۸] ملاحظہ ہو سُنَن التِّرمذی= أَبواب تفسیر القرآن:باب ومن سورة آل عمران.

کے موقع پر بزدلی اور انکار کا راستہ اختیار نہ کریں۔ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا: خود میں تمہاری طرف سے ان کو یہ پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ آیات ''وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردے خیال نہ کرو......'' نازل فرمادیں۔ [۱۹]

شہداء کی زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں:

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ شہیدوں کی زندگی کی حقیقت کے بارے میں علمائے اسلام کے درج ذیل تین اقوال ہیں:

① شہداء کی روحیں ان کی قبروں میں واپس لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر جنت میں درحقیقت داخل نہیں ہوتے ۔جیسے کافر اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں۔

② شہداء پر زندہ ہونے کا مفہوم حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ یہ صرف مجازی طور پر ہے ۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر اگر چہ مردہ ہیں ۔لیکن تعریف اور ثناء کے اعتبار سے دنیا میں زندہ ہیں۔

③ شہداء درحقیقت جنت میں زندہ ہیں ۔ان کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں حقیقی جنت میں جنت کی نعمتوں سے واقعتاً فیض یاب ہو رہی ہیں ۔یہی موقف درست اور صحیح ہے ۔قرآن مجید اور صحیح احادیث کے عین مطابق ہے ۔سنن ابوداؤد وغیرہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اور صحیح مسلم میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس صحیح قول کی تائید کرتی ہیں اور تقویت پہنچاتی ہیں ۔ یہ دونوں احادیث پہلے اس باب میں گذر چکی ہیں۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت بھی اس بات کی اٹل اور بے بدل دلیل ہے کہ شہداء اسلام کی روحوں کا جنت میں داخل ہونا اور جنت کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہونا حقیقی طور پر تھا مجازی طور پر نہ تھا۔'' [۲۰]

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

'' فِيهِ بَيَانُ اَنَّ الجَنَّةَ مَخْلُوقَةٌ مَوجُودَةٌ ۔ وَ هَذَا مَذْهَبُ اَهلِ السُّنَّةِ ...... وَغَيرِ ذَالِكَ مِمَّا

[۱۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۸۷۶

[۲۰] تفسیر القرطبی:۴/۱۷۶

يُرِيدُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ "[21]

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں مندرجہ ذیل مسائل کا بیان ہے:

① جنت تیار ہو چکی ہے اور موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ معتزلہ فرقے کے لوگ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ آدم علیہ السلام اسی جنت سے اتارے گئے اور آخرت میں مومن اسی کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونگے۔ تمام اہل سنت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے۔ معتزلہ اور بدعتی فرقوں کا قول ہے کہ وہ جنت جس کا ذکر قرآن میں ہے۔اس وقت تیار کی ہوئی اورموجود نہیں ۔ آدم علیہ السلام کسی دوسری جنت سے نکالے گئے تھے۔ قرآن وسنت کے ظاہری دلائل اہل سنت اور اہل حدیث کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

② قیامت قائم ہونے سے پہلے بھی مردوں کے لئے (عالم برزخ میں) جزاء اور سزا ہوتی ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ روحیں فانی نہیں ہیں۔ نیک لوگوں کو انعام واکرام (بدکاروں) کو عذاب حاصل ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث کے بہت زیادہ دلائل اس کی تصدیق میں وارد ہیں۔ اہل سنت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا ایک بدعتی گروہ عذاب قبر کا انکار کرتا ہے۔

◎ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں:

اس حدیث میں "شہداء کی روحیں" فرمایا ہے۔ جبکہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں [۸۸۳]((اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤمِنِ طَائِرٌ))[22] فرمایا ہے: نَسَمَةٌ کا لفظ ذات انسان (جسم اور روح دونوں) پر بھی بولا جاتا ہے اور صرف روح پر بھی۔ البتہ اس حدیث میں دوسرا معنی ہی مراد ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اس کی تفسیر " أَرْوَاحَ الشُّهَدَآءِ " سے کر دی گئی ہے اور اس لئے بھی کہ جسم کا مٹی میں فنا ہو جانا ایک حتمی بات ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

---

[21] شرح النَّووی: ۲/ ۱۳۶

[22] تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۸۹۲

ہے: [۸۸٤] ((حَتّٰی یَرجِعَ اِلٰی جَسَدِہٖ یَومَ یُبعَثُ)) [۲۳] "یہاں تک کہ وہ روح انسان کے جسم کی طرف قیامت کے دن لوٹ آئے گی۔"

◎ قاضی عیاض مزید کہتے ہیں:

کیونکہ شہیدوں کی روحوں کے لئے جو صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ صرف انہی کے لئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وہ (شہداء) زندہ ہیں اور اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔" [آل عمران=۳:۱۲۹] یہ بات پہلے تفصیل سے بیان ہو چکی ہے۔ لیکن شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں پر ان کا جنتی مقام صرف صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ جنت میں داخلہ قیامت کے دن ہو گا۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں وارد ہے۔" [۲۴] بالکل یہی حال برے لوگوں کا بھی ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وہ صبح اور شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔" [الغافر=٤٠:٤٥] یعنی شہیدوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے ثواب اور عذاب کا حصول جنت اور جہنم سے باہر ہے۔ جبکہ شہیدوں کی روحیں اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں داخل ہیں اور اس کی دائمی نعمتوں سے قیامت قائم ہونے سے پہلے ہی لطف اندوز ہو رہی ہیں۔

❀ ایک بالکل ہی گیا گزرا موقف یہ ہے کہ تمام مؤمنوں کی روحیں موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ حدیث کے عام معنی کو دلیل بناتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا گیا ہے۔ یا وہ اپنی قبروں کے اوپر فضا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ مگر قرآن و سنت کے واضح دلائل اس موقف کو مسترد کرتے ہیں۔

❀ نبی ﷺ نے فرمایا: [۸۸۵] ((فِی جَوفِ طَیرٍ خُضرٍ))۔ ایک دوسری حدیث میں الفاظ یوں ہیں: [۸۸٦] ((بِحَوَاصِلِ طَیرٍ))۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث میں [۸۸۷] ((اِنَّمَا نَسَمَۃُ المُؤمِنِ طَیرٌ)) کے الفاظ ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں [۸۸۸] ((فِی صُورَۃِ طَیرٍ اَبیَضَ)) کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ [۲۵]

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ مذکورہ بالا تمام روایات کے مطابق صحیح اور جامع قول یہ ہے

---

[۲۳] تخریج آگے آ رہی ہے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۸۹۲

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۷٤

[۲۵] شرح النَّووی علی صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب بیان أنَّ أرْوَاحَ الشُّهدآء فی الجنَّة......

کہ شہیدوں کی روحیں پرندے ہوتی ہیں یا پرندوں کی صورت جیسی ہوتی ہیں۔ یہ اکثر روایات کے مطابق تشریح ہے۔

حدیث کے الفاظ ''عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں کی طرف وہ ٹھکانا بناتے ہیں۔'' بھی اسی معنی کی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس کو حقیقت سے دور کہا ہے۔ لیکن اس میں حقیقت سے دور ہونے والی اور انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ موت کے بعد والے معاملات کا شعور عقل اور قیاس سے نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان روحوں کو پرندوں کی پوٹوں میں یا عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں منتقل کر دیتا ہے۔ یہ امر واقع ہے اور عقل وقیاس سے بھی بعید نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ روحیں بھی تو ایک جسم ہوتی ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ روح جسم کے ایک حصے میں باقی رہتی ہے۔ وہی حصہ ثواب اور عذاب پاتا ہے اور وہی کہتا ہے: [۸۸۹]﴿ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ﴾ [المؤمنون=۲۳:۹۹] (اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں لوٹا) اور وہی جنت کے درختوں پر کھاتا پھرتا ہے۔ اس قول کے مطابق بدن کے اس حصے کا پرندوں کی صورت اختیار کرنا یا پرندوں کی پوٹوں میں منتقل ہو جانا عقل کے عین مطابق اور ممکن العمل ہے۔[۲۶]

◎ امام قرطبی رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔'' [آل عمران=۳:۱۶۹] اس بات کی صریح دلیل ہے کہ شہیدوں کی زندگی حقیقی زندگی ہے۔ کیونکہ کوئی مردہ نہ تو کسی انعام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی کھانا کھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا ہے: ہر سال ان کے لئے غزوہ کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بعد میں ہونے والے قیامت تک کے ہر جہاد کے ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جہاد کو شروع اور جاری کیا تھا۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[۸۹۰]﴿ مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ﴾ [المائدة=۵:۳۲]

''اسی ''ہابیل کے قتل'' کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا کہ جو ایک جان کو

---

۲۶ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۴/۱۷۲-۱۷۷ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۶۲-۴۶۷ + المنتقیٰ: ۲/۳۱

بغیر کسی جان کے قتل کرے گا یا زمین پر فساد پھیلانے کے لئے قتل کرے گا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔'' [۲۷]

البتہ سال کی قید بالکل غلط اور غیر ضروری ہے۔ جبکہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید کے نیک اعمال موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ اور برابر نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔ [۲۸]

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۸۹۱] ((اَلشُّهَدَآءُ عَلٰى بَارِقِ نَهْرٍ بِبَابِ الْجَنَّةِ فِيْ قُبَّةٍ خَضْرَآءَ يَخْرُجُ اِلَيْهِمْ رِزْقُهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا)) [۲۹]

''شہداء جنت کے دروازے پر ایک چمکدار دریا کے کنارے سبز گنبد میں ہوتے ہیں۔ صبح و شام جنت سے ان کا کھانا ان کی طرف پہنچتا ہے۔''

گویا شہداء کی چند قسمیں ہیں۔ بعض کی روحیں عین جنت کے باغوں میں داخل ہو کر اس کی نعمتیں حاصل کرتی ہیں۔ جبکہ بعض جنت کے دروازے پر واقع اس دریا کے سبز گنبد میں اپنا ٹھکانا بناتے ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے امام ابو محمد بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ذکر کرتے ہیں: "هٰؤُلَاءِ طَبَقَاتٌ وَّ اَحْوَالٌ مُّخْتَلِفَةٌ يَجْمَعُهَا اَنَّهُمْ يُرْزَقُوْن" (شہداء کے مختلف طبقات اور حالات ہیں۔ سب میں یہ بات ضرور ہے کہ وہ رزق دیئے جاتے ہیں۔)

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

یہ احتمال بھی ہے کہ تمام شہداء دراصل جنت کے اندر ہی داخل ہوں گے۔ مگر ان کی سیر و تفریح کا آخری مقام جنت کے دروازے پر واقع یہ چمکدار دریا ہو اور وہ سب بالآخر اسی چمکدار نہر پر آ کر جمع ہوتے ہوں اور وہاں بھی ان کو صبح و شام کا کھانا پہنچایا جاتا ہو۔ [۳۰] (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ)

---

[۲۷] القرطبی:۴/۱۷۳

[۲۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۸۰

[۲۹] صحیح ابن حبَّان = کتاب السِّیَر: باب فضل الشَّهادة/ذکر خبر یوهم غیر المتبحر فی العلم أنَّه مضادُ لخبر کعب بن مالك رضی الله عنه الَّذِی ذکرناہُ ، الحدیث:۴۶۳۹۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد میں روایت کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر:۱/۴۶۲

[۳۰] تفسیر ابن کثیر:۱/۴۶۲ + تفسیر القرطبی:۴/۱۷۵

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا پیش کردہ یہ احتمال محض ایک گمان اور ہوائی بات نہیں بلکہ یقینی بات ہے۔کیونکہ اس احتمال سے تمام صحیح احادیث کے درمیان مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ شہیدوں کی روحوں کے جنت میں داخل ہو کر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور کھانا کھانے والی احادیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا حدیث سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں ۔لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ اللہ کے راستہ کے تمام شہداء کی روحیں اللہ کی حقیقی جنت میں اپنے مخصوص مقام " دارالشُّہداء" میں مقیم ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کی لازوال نعمتوں کے مزے لوٹ رہی ہیں۔(اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَ ارْزُقْنَا شَھَادَةً فِیْ سَبِیْلِكَ) ''یا اللہ! تو ہمیں ان خوش قسمت لوگوں میں شامل کر دے اور ہمیں اپنے راستے میں شہادت کی موت عطا فرما۔''(آمین)

شہید کی روح ایک طائر لاہوتی ہے:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۹۲] ((اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ یَعْلُقُ فِیْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی جَسَدِهٖ یَوْمَ یُبْعَثُ)) [۳۱]

''مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درختوں کے ساتھ چمٹا رہتا ہے (کھاتا رہتا ہے)۔حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اپنے جسم میں لوٹ آئے گا۔''

اس حدیث میں عام مومنوں کے لئے بھی عظیم الشان بشارت موجود ہے کہ ان کی روحیں جنت کے باغات میں نعمتوں سے لذت حاصل کریں گی۔نیز دلی خوشی اور تر و تازگی کا مشاہدہ کریں گی۔ تاہم شہیدوں کی روحوں کی خصوصیات اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ وہ چلتے رہنے والے ستاروں کی طرح جنت کے تمام درختوں پر اڑتی رہتی ہیں ،کھاتی پھرتی ہیں اور پھر عرش معلیٰ سے لٹکی ہوئی نور کی قندیلوں میں اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ [۳۲]

لیکن بظاہر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض اور تضاد نظر آتا ہے ۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ

---

[۳۱] صحیح ابن ماجة= کتاب الزُّھد: باب ذکر القبر والبلاء، الحدیث:٤٤٦٣ +مؤطّا إمام مالك = کتاب الجنائز باب جامع الجنائز+ صحیح إبن حبّان = کتاب السّیر: باب فضل الجھاد/ ذکر تکوین اللّٰہ جلّ و علاَ نَسَمَة الشَّھید طائِرًا یتعلَّق فی الجنَّة إلٰی أَن یَّبعَثُهُ اللّٰہ جَلّ وَ عَلَا، الحدیث:٤٦٣٨

[۳۲] تفسیر ابن کثیر : ۱/٤٦٢

مذکورہ بالا خصوصیات صرف شہیدوں کی روحوں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ لہٰذا دونوں احادیث میں موافقت پیدا کرنے کے لئے لازمی ہے کہ "نَسَمَةُ الْمُؤمِنِ" (مومن کی روح) سے "نَسَمَةُ الْمُؤمِنِ الشَّهِيْدُ" (مومن شہید کی روح) مراد لیا جائے۔ کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث مفصل ہے۔ جبکہ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث مجمل (یعنی غیر واضح اور مختصر) ہے۔

یا پھر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ عام مومنوں کی روحیں جنت سے باہر ایک چمکدار دریا پر ہونگی جہاں انہیں جنت کا رزق پہنچایا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

﴿ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ ...... ﴾ کا مطلب"

شہداء بئر معونہ کے قصہ میں ثابت ہے کہ ان کے بارے یہ قرآنی آیت نازل ہوئی:

[۸۹۳] ((اَن بَلِّغُوْا عَنَّا قومَنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَ اَرْضَانَا)) [۳۳]

"ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں۔ وہ ہم سے راضی ہوگیا اور اس نے ہمیں راضی کر دیا ہے۔" تو اللہ نے فرمایا: "میں تمہارا پیغام پہنچا دیتا ہوں۔ بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی۔ مگر حکم قیامت تک باقی ہے۔"

﴿ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ...... ﴾ کا مطلب:

اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کی تفصیل میں بیان ہو چکا ہے۔ بالخصوص چھ انعامات والی حدیث جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ یعنی شہید کیلئے اللہ کے پاس چھ درج ذیل امتیازی انعامات ہیں:

1. پہلے ہی لمحے میں بخش دیا جانا۔
2. عذاب قبر سے محفوظ رہنا۔
3. قیامت کے دن کی سب سے بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہنا۔
4. وقار کے خاص تاج کا پہناوا۔
5. بہتر (۷۲) خوبصورت حوروں کے ساتھ شادی۔
6. ستر (۷۰) اعزاء واقارب کے لئے حق سفارش۔ [۳۴]

---

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۱۲

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۵۳

اس پر مزید یہ کہ نیک اعمال کا موت کے بعد بھی جاری وساری رہنا۔[۳۵]

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجرَ الْمُوْمِنِينَ ﴾ کا مطلب:

یہ آیت شہیدوں اور غیر شہیدوں یعنی تمام مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام اور اسکی رحمت و مغفرت کے حصول کا اعلان کرتی ہے اور خوشخبری سناتی ہے۔

﴿ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ ...... ﴾ کا مطلب:

اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے یا نہیں اس بارے دو قول ہیں: چنانچہ

۱. سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس جملے کا تعلق پہلی عبارت سے ہے اور آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے صدیقین اور شہدآء ہیں اور ان سب کے لئے اپنے رب کے پاس ان کا اجر و ثواب اور نور ہو گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۸۹۴] ﴿وَ مَن يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا O﴾[النِّسَاء=٤: ٦٩]

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ۔ اور ان کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔''

۲. سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ جملہ بالکل الگ تھلگ ہے۔ اس کا پہلی عبارت سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی یہ بالکل نئی کلام ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو گا کہ شہید اپنے رب کے پاس ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہے۔ مسروق، ضحاک اور مقاتل بن حیان وغیرہ کا یہی موقف ہے۔''[۳۶]

◎ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر کو راجح قرار دیتے ہوئے تحریر کیا ہے:

'' وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ...... اَیْ فِیْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ كَمَا جَآءَ فِیْ الصَّحِيْحَيْنِ [۸۹۵]((اَنَّ اَرْوَاحَ الشُّهَدَآءِ فِی حَوَاصِلِ طَيْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَيْثُ شَآءَ تْ ......))[۳۷]

---

۳۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٥٨٠

۳۶ تفسیر القرطبی: ١٧/ ١٦٤ + تفسیر الکشّاف: ٤/ ٤٧٨ + تفسیر البیضاوی: ٢/ ٣٦٠

۳۷ تفسیر ابن کثیر: ٤/ ٣٢٩

’’اورشہداء اپنے رب کے ہاں‘‘ کا مطلب ہے کہ شہداء نعمتوں والے باغات میں اپنے رب کے پاس مقیم ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہے کہ شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کی پوٹوں میں رہتے ہوئے جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پھرتی ہیں۔‘‘ پھر وہ عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی قندیلوں میں اپنا ٹھکانا بنا لیتی ہیں۔ تیرے رب نے ایک بار ان کی طرف نظر خاص سے دیکھا اور فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ روحوں نے عرض کیا ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ ہمیں عالم دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے اور ہم تیری راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل کی جائیں۔ جیسا کہ پہلی بار قتل کی گئیں تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ لوگ دنیا کی طرف دوبارہ نہیں لوٹیں گے۔ اس حدیث کے الفاظ صرف صحیح مسلم میں ہیں۔ جبکہ اس کا مفہوم صحیح بخاری کتاب الجہاد میں بھی ہے۔ [۳۸]

شہداء کے چار مختلف درجات:

ان شہیدوں کو اپنے اللہ کے پاس وافر اجر اور نور حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنے اعمال کے مطابق اس میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۹۶] ((اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ : رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْاِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ۔ فَذَالِكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ عَلَيْهِ اَعْيُنَهُم يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰكَذَا وَ رَفَعَ رَاسَهٗ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ ـــــ فَلَا أَدْرِيْ أَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ أَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــــ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ لَقِيَ الْعَدُوَّ كَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ ۔ اَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ ۔ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ ۔ وَ رَجُلٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهٖ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَّقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ)) [۳۹]

’’شہداء کی چار قسمیں ہیں:

۱. عمدہ ایمان والا مومن جو دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ یہ وہ شخص ہے جس کی طرف لوگ اس طرح دیکھیں گے ـــــ آپ ﷺ نے سر

---

۳۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰

۳۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۲۶۷

اٹھایا۔حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سر سے گر گئی۔ یاحدیث کے راوی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی۔

۲ وہ مومن جو دشمن سے ملا گویا بزدلی کی وجہ سے اس کی پشت میں خار دار درخت کا کانٹا چبھا ہو۔یعنی اسے نا معلوم تیر نے قتل کر دیا ہو یہ درجہ دوم میں ہے۔

۳ وہ مومن جس کے اعمال ملے جلے ہیں، نیک بھی اور بد بھی۔وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ تیسرے درجہ میں ہے۔

۴ وہ مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کا بہت زیادہ بوجھ ڈال رکھا ہے۔وہ دشمن سے ملا اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو گیا یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

خلاصۂ کلام:

① شہداء اپنے رب کے پاس برزخی زندگی کے ساتھ حقیقی طور پر زندہ ہیں اور جنت کا رزق پاتے ہیں یہ اہل سنت اور اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ ہے۔جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے۔

② برزخی زندگی اور قبر کا ثواب اور عذاب برحق ہے۔قرآن وسنت کی واضح عبارتوں سے ثابت ہے۔قرآن مجید کی آیت ”اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو قول ثابت کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے......“ [سورۂ ابراهيم = ١٤ :٢٧] بالخصوص عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔[۴۰]

تاہم شہداء کی زندگی اپنی خصوصیت کی وجہ سے ممتاز زندگی ہے اور وہ جنت کے مخصوص مقام ”شہداء ہاؤس“ میں مقیم ہیں۔لیکن شہداء کی زندگی کی حقیقت انسانی اور بشری شعور سے بالا ہے۔

③ شہداء کی زندگی کے بارے میں نازل شدہ سورۃ البقرہ کی آیت :۱۵۴، سورۂ آل عمران کی آیات: (۱۶۹۔۱۷۱)اور سورۃ الحدید کی آیت :(۱۹) اگرچہ اسباب نزول کے اعتبار سے شہداء بدر، شہداء احد یا شہداء بئر معونہ وغیرہ کے ساتھ خاص ہیں۔لیکن ان آیات کا حکم قیامت تک تمام شہداء اسلام کے لئے عام ہے۔

---

[۴۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٨٧٣

④ شہداء جنت کا رزق پاتے ہیں اور خوشی و مسرت حاصل کرتے ہیں ۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ''وہ اس پر خوش ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے۔'' [آل عمران=۳:۱۷۰] کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مروی ہے۔ جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

⑤ فرمان الٰہی ''وہ خوشخبری سناتے ہیں ان لوگوں کو جو ابھی ان کو ملے نہیں......'' [آل عمران=۳:۱۷۰] کی تفسیر کے طور پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہداء احد والی حدیث اور شہداء بئر معونہ والی حدیث ہے ۔ جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

⑥ شہداء اسلام جنت میں اپنے لواحقین یعنی رشتہ داروں اور دینی بھائیوں کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کی طرح یہ بھی جنت کے بلند مرتبوں میں ٹھکانہ بنا سکیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آمنے سامنے (روبرو) اور بغیر کسی پردے کے ہمکلام ہونا قیامت سے پہلے صرف شہداء اسلام کا امتیاز ہے۔

⑧ آیت '' جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جائیں ان کو مردے گمان نہ کرو......'' بالخصوص شہداء احد کے متعلق نازل ہوئی ۔ لیکن اس آیت کا حکم تمام شہداء کے لئے عام ہے۔

⑨ شہداء بئر معونہ کے قصے سے شہداء کا زندہ ہونا، جنت میں ان کا جنت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا اور کھانا پینا ثابت ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ایفائے عہد ، کفار کی غداری اور بدعہدی ، قنوت نازلہ کا ثبوت ، کفار پر لعنت کی دعا کا جواز۔ ستّر (۷۰) عالم اور قاری صحابہ کی دن اور رات کی مصروفیات ، صحابہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں رغبت اور استقامت ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر سر تسلیم خم کر دینا کہ واقعی کسی کو عذاب دینے میں میرا کوئی عمل دخل نہیں اور سب کا سب معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس جیسے بہت سے احکام ثابت ہوتے ہیں ۔

⑩ حیات شہداء کے متعلق معتزلہ اور بعض گمراہ فرقوں کی تاویلیں قرآن و سنت کی واضح عبارتوں کے سراسر خلاف ہیں ۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ان کی زندگی حقیقی زندگی ہے اور ان کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں بالکل جنت کے اندر داخل ہیں۔

⑪ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما والی حدیث شہیدوں کی زندگی،شہیدوں کے درجات اور مرتبوں کے بارے جامع ترین روایت ہے ۔جس سے برزخی زندگی کے کچھ احکام اور مسائل کا بھی پتہ چلتا ہے۔

⑫ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ والی حدیث:'' مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت کے ساتھ لٹکتا رہتا ہے......''[1] سے عام مسلمانوں کے لئے بھی خوشگوار اور پاکیزہ برزخی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم شہداء کی حیات مرتبہ میں اعلیٰ اور بلند ہے ۔جو صرف انہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

((................. ❀❀❀❀❀ ....))

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۸۹۲

باب: ۱۷

اخلاصِ نیت اور جہاد

نیت خالص قرآن کی روشنی میں:

[۸۹۷]﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝﴾ [البیّنة=۹۸:۵]

''اور (اہل کتاب کو) بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ بندگی کو اللہ کے لئے خاص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں حنیف بن کر (یعنی محض اللہ کی طرف الگ تھلگ ہو کر)۔اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی مضبوط دین ہے۔''

[۸۹۸]﴿ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ ......﴾

[الحجّ=۲۲:۳۷]

''اللہ کے پاس قربانیوں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچے گا۔لیکن اس کے ہاں تمہارا تقوٰی (پرہیز گاری) پہنچے گا ......''

[۸۹۹]﴿ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝﴾

[النّساء=۴:۱۴۶]

''(بے شک منافقین جہنم کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہونگے۔ اور ہرگز ان کا کوئی حامی و ناصر نہ ہوگا)۔مگر جن لوگوں نے توبہ کرلی اور اپنا حال درست کر لیا اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنا دین یعنی تمام عبادات اللہ کے لئے خالص کر لیں (نہ کہ نمود و نمائش کے لئے) تو بس یہی لوگ مومنین کے ساتھ ہونگے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو عظیم الشان اجروثواب (یعنی جنت) عطا فرمائے گا۔''

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر:

ان آیات کی مزید تشریح کے لئے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات پیش نظر رکھیں تو حقائق اور بصیرتوں کی روشنیاں مردہ دلوں کو نئی زندگی بخشیں گی۔سورۂ آل عمران میں نیت و ارادہ کو اللہ

وحدہ لا شریک لہٗ کے لئے خاص کر لینے اور اجر و ثواب حاصل کرنے کے لئے تمام نیک اعمال بروئے کار لانے کی تلقین نازل فرمائی گئی ہے۔فرمان باری تعالیٰ یوں ہے:

[۹۰۰]﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ...... ﴾ [آل عمران= ۳:۲۹]

”اے نبی (ﷺ)! ان سے کہہ دو کہ تم اپنے دلوں کے خیالات اور ارادوں کو مخفی رکھو یا ظاہر کردو، اللہ ہر حال میں ان کو جانتا ہے......“

[۹۰۱]﴿ هُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ...... ﴾ [غافر= ۴۰:۶۵]

”وہ اللہ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی ذات عبادت کے لائق نہیں ۔لہٰذا تم بندگی اس کے لئے خاص کرتے ہوئے صرف اسی کو پکارو اور اسی کی بندگی کرو......“

[۹۰۲]﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ...... ﴾ [الزُّمر= ۳۹:۳]

”آگاہ رہو کہ ہر قسم کی عبادت و بندگی خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے......“

خاتم المرسلین ﷺ کو اسی عظیم قاعدہ کا سب سے پہلے ان الفاظ میں مکلّف قرار دیا:

[۹۰۳]﴿ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○ ﴾ [الزُّمر= ۳۹:۱۱]

”اے نبی! ان کو بتلا دو کہ مجھے تو بس یہی حکم ملا ہے کہ میں صرف اللہ کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اسی کی بندگی کرتا رہوں۔“

اسی بنیادی قاعدہ کا عام مسلمانوں کو بھی پابند کیا۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۹۰۴]﴿ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ...... ﴾ [الأعراف= ۷:۲۹]

”کہہ دیجیے کہ میرے پروردگار نے تو مجھے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔اور تم ہر نماز کے وقت اپنے رخ (اللہ کی طرف) سیدھے کرلو اور ہر عبادت اس کے لئے خاص کرتے ہوئے اسی کو پکارو اور اس کی بندگی کرو۔“

مندرجہ بالا واضح نصوص سے معلوم ہوا کہ خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا تمام شریعتوں کی اصل اور بنیاد رہا ہے۔ نیک اعمال کی قبولیت کا دارو مدار اسی پر ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا اس کا مفہوم مخالف ہے۔شرک باللہ کی دو بنیادی قسمیں ہیں۔

1. شرک اکبر
2. شرک اصغر

شرک اکبر تو تمام گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۹۰۵] ((اَلَا أُنَبِّئُکُم بِأَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ؟)) ثَلٰثًا ۔قَالُوا: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ ((اَلْإِشْرَاکُ بِاللّٰہِ......)) [1]

کیا میں تم کو (اللہ کے ہاں) سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟ آپ نے تین دفعہ یہ بات دہرائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں ؟ اے اللہ کے رسول! ہمیں ضرور بتائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ہے۔''

شرک اکبر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں اور اس کے تمام اسماء و افعال میں کسی مخلوق کو شریک ٹھہرانے اور کوئی بھی عبادت مثلاً : نماز ، روزہ، صدقہ ، زکوٰۃ ، حج اور عمرہ وغیرہ غیر اللہ کے لئے ادا کرنے کا نام ہے ۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے خالص حق میں ناجائز مداخلت اور ظلم عظیم ہے۔ اسی وجہ سے نا قابل بخشش اور نا قابل معافی ہے ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۰٦] ﴿ ......اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌO﴾ [لقمان =۳۱:۱۳]

''......بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

[۹۰۷] ﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾

[النِّساء= ٤:٤٨،١١٦]

'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا گناہ بخش دے گا۔''

لہٰذا شرک اکبر " إخلاص فی الدِّین " کی بڑی اور بھاری ضد ہے۔

شرک اصغر اگرچہ قابل معافی ہے ۔لیکن اس کے نقصانات میں سب سے بڑا نقصان اس کا نیک اعمال کو ضائع اور برباد کردینا ہے ۔شرک اصغر اخلاص فی الدین کی ہلکی ضد ہے اور اس کی بے شمار اقسام ہیں ۔سب سے بڑی اور نمایاں قسم ریا کاری اور نمود و نمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۰۵

فرمان ہے:

[۹۰۸] ﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ وَ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ○ ﴾ [الماعون=۱۰۷:۴-۷]

"پس ان نمازیوں کے لئے (قیامت کے دن) خرابی و بربادی ہوگی جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ جو (اپنے اعمال صالحہ) لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور استعمال کی معمولی اشیاء سے منع رکھتے ہیں۔"

مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

[۹۰۹] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ...... ﴾ [البقرة=۲:۲۶۴]

"اے ایماندارو! احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ اپنے صدقات کو ضائع مت کرو۔ اس شخص کی طرح جو لوگوں کو دکھلانے (ریا کاری) کی غرض سے اپنا مال خرچ کرتا ہے......"

شرک جیسے بڑے جرم اور ظلم عظیم کے ارتکاب سے باز رکھنے کے حکیمانہ اسلوب اور انداز پر مبنی حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۹۱۰] ((اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ ۔ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِى غَيْرِى تَرَكْتُهٗ وَ شِرْكَهٗ)) [۲]

"میں تمام شرکاء کے مقابلے میں شرک سے زیادہ مستغنی اور بے نیاز ہوں۔ لہٰذا جو شخص کوئی نیک عمل کرے اور میرے سوا کسی غیر کو اس میں شریک اور حصہ دار ٹھہرائے (یعنی اس عمل سے میرے علاوہ کسی دوسری ذات کا قرب حاصل کرے یا ریا کاری کرے) تو میں اسے اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ (یعنی اس کے اعمال مسترد کر دیتا ہوں۔)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث میں سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۱۱] ((مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ وَ مَنْ يُّرَائِى يُرَائِى اللّٰهُ بِهٖ)) [۳]

---

[۲] صحيح مسلم = كتاب الزُّهد: باب تحريم الرِّياء، الحديث:۲۹۸۵

[۳] صحيح البخارى = كتاب الرِّقاق: باب الرِّياء و السُّمعة، الحديث:۶۱۳۴ + صحيح مسلم= كتاب الزُّهد والرَّقائق: باب من أشرك فى عمله غير اللّٰه / باب تحريم الرِّياء، الحديث:۲۹۸۶

''جوشخص ریا کاری کے لئے لوگوں کے سامنے اپنا عمل ظاہر کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کے سامنے رسوا کردے گا اور اسی طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لئے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے اس کا اصل پوشیدہ معاملہ ظاہر کردے گا۔''

البتہ جس نیک عمل کرنے والے کی نیت خالص یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اس کے ذاتی ارادہ میں اللہ سے اجر طلب کرنے کے علاوہ کوئی بری غرض شامل نہ ہو۔لیکن لوگ اس کے نیک اعمال کو دیکھ کر اس کے مومن اور متقی ہونے کی گواہی دیں یا تعریف و ثناء کے کلمات کہیں تو یہ ایک اچھی گواہی اور نیک نامی ہے ،ریا کاری اور دکھلاوا نہیں ۔ بلکہ ان اچھی خوشخبریوں میں سے ہے جو اللہ کے نیک ولیوں اور مومنوں کو اسی دنیا میں نقد نصیب ہوتی ہیں ۔ جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۱۲] ((قِيلَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَ يَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ " تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ)) [۴]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آپ اس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو خیر کا کوئی عمل کرتا ہے تو لوگ اس پر اس کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ تو مومن شخص کے لئے نقد خوشخبری ہے ۔یعنی اسی دنیا میں حاصل ہونے والا اچھا اجر ہے (اچھی نعمت ہے)''

ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۱۳] ((اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: اِنِّي اُحِبُّ فَلَانًا فَأَحِبَّهُ ۔ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فَلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ اَهْلُ السَّمَآءِ ۔ قَالَ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُولُ فِيْ الْاَرْضِ)) [۵]

بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل کو بلا کر کہتے ہیں : میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر ۔ پھر اس سے جناب جبریل علیہ السلام بھی

---

[۴] صحیح مسلم = كتاب البرّ والصِّلة : باب إذا أُثْنِيَ علَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشرى ولا تضرُّه ، الحديث: ۲۶۴۲ + سُنَن التِّرمذى = أَبواب الزُّهد : باب ما جَاءَ فِي الرِّيَاء والسُّمعة

[۵] صحیح مسلم= كتاب البِرِّ والصِّلة والآداب: باب إذا اَحَبَّ اللّٰهُ عبدًا حَبَّبَهُ إلى عباده ، الحديث:۲۶۳۷

محبت کرتے ہیں۔ پھر وہ آسمان میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتے ہیں لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر اس سے تمام اہل آسمان محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔''

نیت خالص احادیث کی روشنی میں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۱۴] ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ اِمْرِیٍٔ مَّا نَوٰی۔ فَمَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔ وَ مَنْ کَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَأَةٍ یَّتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ)) [۶]

'' تمام اعمال کا دارو مدار نیت اور ارادہ پر ہے۔ یا تمام اعمال کی قبولیت اچھی نیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہر شخص کو صرف وہی ملتا ہے جو اس کی نیت و مراد ہو۔ چنانچہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو گی تو وہ ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی شمار کی جائے گی۔ اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی خاطر ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف شمار ہوگی۔ (نہ کہ اللہ اور رسول کی طرف)''

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اپنی تصنیف صحیح البخاری= کتاب الإیمان میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کرتے ہیں:

'' بَابُ مَا جَاءَ ((اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّیَّةِ وَالْحِسْبَةِ وَ لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی)) فَدَخَلَ فِیْهِ الْاِیْمَانُ، وَالْوُضُوْءُ ، وَالصَّلٰوةُ ، وَالزَّکٰوةُ ، وَالْحَجُّ، وَالصَّوْمُ، وَالْاَحْکَامُ وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: [۹۱۵] ﴿ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ ﴾ [الإسراء=۱۷:۸۴] عَلٰی نِیَّتِهٖ۔ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰی اَهْلِهٖ یَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ ۔[۹۱۶] وَ قَالَ (النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) ((وَ لٰکِنْ جِهَادٌ وَّ نِیَّةٌ)) [۷]

''تمام اعمال کا صحیح ہونا اور قابل قبول ہونا اچھی نیت اور ثواب حاصل کرنے کے لئے ہونے پر موقوف ہے۔ ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت اور مراد ہو ،چنانچہ اس حکم میں ایمان ، وضو،

---

[۶] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۵۳۵

[۷] صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب مَاجَاءَ اَنَّ الْأَعمال بِالنِّیَّةِ والحسبة و لکلِّ امرِیءٍ مَانَوٰی، الباب:۳۹

نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور تمام دینی احکام داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے نبی! کہہ دو ہر شخص اپنے اپنے طریقہ (یعنی نیت) پر عمل پیرا ہوتا ہے۔اگر کوئی آدمی اپنے اہل وعیال پر اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے تو یہ بھی صدقہ میں شمار ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا: لیکن جہاد اور اس کے لئے نیت و ارادہ رکھنا فرض و واجب اور ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۱۷] ((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ)) [۸]

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔"

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَعْظَمِ مَوْقَعِ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَ كَثْرَةِ فَوَائِدِهٖ وَ صِحَّتِهٖ۔ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَ آخَرُوْنَ هُوَ ثُلُثُ الْاِسْلَامِ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ سَائِرِ الْعِبَادَاتِ " [۹]

"اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حدیث رسول ﷺ" اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے......" بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس حدیث رسول ﷺ سے بہت زیادہ فوائد حاصل ہوئے ہیں اور یہ صحیح حدیث ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر آئمہ کرام نے اس حدیث کو اسلام کا ایک تہائی (۱/۳) حصہ قرار دیا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فقہ اسلامی کے ستر (۷۰) ابواب میں اس حدیث کا عمل دخل ہے۔بعض آئمہ نے اسے اسلام کا ایک چوتھائی حصہ تسلیم کیا ہے۔عبد الرحمٰن بن سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ہر مصنف کو اس حدیث سے کلام کا آغاز کرنا چاہئے تاکہ طالب علموں کو صحیح نیت کی اہمیت پر توجہ دلائی جاسکے اور بری نیت کے نقصانات پر تنبیہ کی جاسکے۔

---

۸ صحیح مسلم = کتاب البِرِّ و الصِّلة والآداب: باب تحریم ظلم المسلم و خذله وا حتقارِہٖ و دمه وعرضِہٖ وَ مَالِہٖ، الحدیث: ٢٥٦٤

۹ شرح النَّووی:٢/١٤٠

امام خطابی رحمہ اللہ نے تو مطلقاً تمام آئمہ کا یہی موقف نقل کیا ہے: امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر اہل اسلام نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اس عظیم الشان حدیث سے اپنی اپنی تصنیف کی ابتداء کی ہے۔

عربی لغت اور فصاحت و بلاغت کا علم رکھنے والوں کے بقول" اِنَّمَا "کلمہ حصر ہے ۔کلمہ حصر کا مطلب ہے کہ یہ چیز صرف اس کے ساتھ خاص ہے ۔جو مذکورہ چیز کے وجود کو ثابت کرتا ہے اور غیر مذکور کی نفی کرتا ہے ۔لہٰذا حدیث کا معنٰی یہ ہوگا:

" (اِنَّ الاَعْمَالَ تُحْسَبُ اِذَا كَانَتْ بِنِيَّةٍ وَلَا تُحْسَبُ اِذَا كَانَت بِلَا نِيَّةٍ "

'' تمام اعمال نیت اور ارادہ کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں اور بلانیت غیر معتبر ہونگے۔''

لہٰذا یہ حدیث اس امر پر پختہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمّم ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، اعتکاف اور دیگر تمام عبادات صرف نیت اور ارادہ کے ساتھ ہی صحیح ہونگی ۔ وگرنہ باطل ،فاسد اور بیکار ہونگی۔'' [1]

خلاصۂ کلام:

سابقہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادات کو صرف اللہ کے لئے خاص کرنا ،توحید ربوبیت ، توحید الوہیت، توحید الاسماء والصفات، ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط اور تمام اطاعتوں، فرمانبرداریوں کی بنیاد ہے ۔ توحید سے عاری اور محروم انسان اگر اپنے گمان کے مطابق مومن ہونے کا دعوٰی کرے پھر بھی گمراہ، گمراہی پھیلانے والا اور مشرک ہے ۔خالص نیت اور اللہ سے اجر وثواب کے جذبے کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا نیک عمل بھی منظور ومقبول نہیں ہوسکتا ۔ لہٰذا مہاجر اور مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے بطور خاص یہ لازمی اور ضروری ہے کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم الشان نیک اعمال کو اچھی نیت اور خالص ارادے، اللہ کی رضا مندی طلب کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کی مضبوط بنیادوں پر قائم و استوار کرے ۔تاکہ میدان حشر میں بہت بڑے خسارے اور محنت کی بربادی سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی قدر ہے:

[۹۱۸] ﴿...... فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا O﴾ [الکھف=۱۸:۱۱۰]

---

[1] المفرَدات فی غرائب القرآن :۲٦

''......جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل صالح کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔''

ریا کار شہید، عالم اور سخی کا انجام:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے:

[۹۱۹] ((اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ القِیَامَۃِ عَلَیْہِ رَجُلٌ اُسْتُشْھِدَ۔ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا۔ قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ قَاتَلْتُ فِیْکَ حَتّٰی اسْتُشْھِدتُّ۔ قَالَ کَذَبْتَ وَ لٰکِنَّکَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ جَرِیٌّ۔ فَقَدْ قِیْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ وَ رَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَلَّمَہٗ وَ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا۔ قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ العِلْمَ وَ عَلَّمْتُہٗ وَ قَرَأْتُ فِیْکَ القُرْآنَ۔ قَالَ کَذَبْتَ وَ لٰکِنَّکَ تَعَلَّمْتَ العِلْمَ لِیُقَالَ عَالِمٌ وَ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِیُقَالَ ھُوَ قَارِیٌٔ۔ فَقَدْ قِیْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ۔ وَ رَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَعْطَاہُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ کُلِّہٖ۔ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَھَا۔ قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْھَا؟ قَالَ مَا تَرَکْتُ مِنْ سَبِیْلٍ تُحِبُّ اَنْ یُّنْفَقَ فِیْھَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِیْھَا لَکَ۔ قَالَ کَذَبْتَ وَلٰکِنَّکَ فَعَلْتَ لِیُقَالَ ھُوَ جَوَّادٌ۔ فَقَدْ قِیْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْھِہٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ))[۱]

''قیامت کے روز سب سے پہلے جن کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (وہ تین آدمی ہوں گے:)

۱ وہ آدمی ہے جو شہید ہوا تھا۔ چنانچہ اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا۔ (یعنی وہ نعمتیں جو اللہ نے اس کو دنیا میں عطا کی ہوئی تھیں) وہ ان کا اعتراف اور اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد وقتال کیا حتی کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اس موقع پر فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے اس لئے قتال کیا کہ تجھے جرأت مند اور بہادر کہا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہوگا اور اسے الٹے منہ کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

---

[۱] صحیح مسلم = کتاب الإمارۃ: باب مَن قاتل للرّیاء والسُّمعۃ إستَحقَّ النّار، الحدیث: ۱۹۰۵ + صحیح التِّرمذی= باب أَبواب الزُّھد: باب ما جَاءَ فی الرِّیاء والسُّمعۃ ،الحدیث: ۱۹۴۲ + صحیح النِّسائی = کتاب الجھاد: باب من قاتل لیقال فلان جَرِیٌّ، الحدیث: ۱۹۴۰

۲ وہ آدمی ہے، جس نے علم حاصل کیا اور اس کی تعلیم دی اور قرآن پڑھا۔ چنانچہ اسے بھی لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا۔ وہ اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا: تو نے ان میں کیسا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا، اس کی تعلیم دی اور تیری رضا مندی کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ (فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا کہ تجھے قاری کے لقب سے پکارا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے حکم ہو گا اور اسے الٹے منہ گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۳ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے وسیع رزق دیا اور مال و دولت کی تمام اقسام میں سے اس کو حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ اسے بھی پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی عطا کردہ نعمتوں کی شناخت کرائے گا۔ وہ اس کا اعتراف و اقرار کرے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق شکر ادا کیا؟ وہ کہے گا: اے اللہ! ہر وہ راستہ جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے اس میں تیری رضا مندی کے لئے مال خرچ کر ڈالا۔ اللہ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے (اور ترمذی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے) بلکہ تو نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھے کہا جائے کہ تو بڑا سخی ہے اور وہ کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے لئے بھی حکم ہو گا حتیٰ کہ اسے گھسیٹ کر الٹے منہ جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

یہ الفاظ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ و امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق ہیں۔ لیکن امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں چند اضافے بھی نقل کئے ہیں۔ جو بہت زیادہ مفید ہونے کی بناء پر یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

① ایک تابعی شُفَیّ اَصبَحی روایت کرتے ہیں: ''میں مدینہ طیبہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا۔ وہ لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو درس حدیث دے رہے تھے۔ درس کے اختتام پر میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے حق در حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کرو جو آپ نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، پھر

اسے خوب سمجھا ہو اور جانا ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بالکل ایسی ہی حدیث بیان کرتا ہوں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیان فرمائی، میں نے اس کو سمجھا اور اس کے مفہوم کو جانا ہے۔ اس کے بعد سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سانس کھینچا اور چیختے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر وہی کلمات دہراتے ہوئے چیختے ہوئے بیہوش ہوگئے۔ تیسری مرتبہ آپ پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی اور منہ کے بل زمین پر گر گئے۔ کافی دیر تک میں نے ان کو سہارا دیئے رکھا۔ حتی کہ ان کے ہوش و حواس بحال ہوئے تو آپ نے مذکورہ حدیث تفصیل کے ساتھ بیان کی۔"[۱۲]

② ابو عثمان مدائنی روایت کرتے ہیں: "یہی حدیث سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کی گئی تو آپ نے کہا: جب ایسے لوگوں (شہید، عالم اور سخی) کے ساتھ یہ سلوک ہوگا تو باقیماندہ انسانوں کا کیا حال ہوگا؟ یہ کہتے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ زاروقطار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ جاں بحق ہوجائیں گے۔ پھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حواس بحال ہوئے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: ((صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ)) اور یہ آیات تلاوت کیں:

[۹۲۰] ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○﴾ [هود=۱۱: ۱۵، ۱۶]

"جو لوگ دنیاوی زندگانی اور اس کی زینت و آرائش چاہتے ہیں۔ ہم دنیا میں ہی ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ان کو دے دیتے ہیں اور ان کے لئے اس میں کوئی کمی و خسارہ نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں جہنم کی آگ کے سوا کچھ نہ ہوگا اور دنیا میں جو نیک عمل کئے تھے وہ برباد ہو گئے اور جو کچھ بھی وہ کرتے رہے سب ضائع ہو گیا۔"[۱۳]

امام ترمذی اسی باب: "مَا جَاءَ فِي الرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ" (ریاکاری اور شہرت حاصل کرنے کے بارے) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

[۱۲] صحيح التّرمذی= أبواب الزُّهد : باب ما جاء فی الرِّياء والسُّمعة، الحديث: ۱۹۴۲

[۱۳] صحيح التّرمذی= أبواب الزُّهد: باب ما جاء فی الرِّياء والسَّمعة، الحديث: ۱۹۴۲

[۹۲۱]« اَلرَّجُلُ یَعْمَلُ الْعَمَلَ فَیُسِرُّهٗ فَاِذَا اطُّلِعَ عَلَیْهِ اَعْجَبَهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : لَهٗ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَّةِ » [۱۴]

''ایک آدمی کوئی عمل صالح کرتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے۔جب دوسرے لوگ اس پر مطلع ہوجائیں تو یہ بات بھی اسے پسند آتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے شخص کو دو اجر ملیں گے ایک اجر پوشیدہ عمل کرنے کی وجہ سے اور دوسرا اجر اعلانیہ عمل کرنے کی وجہ سے۔''

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ لوگوں کی وہ تعریف اسے پسند آئے جو لوگ اپنے آپ کرنے لگیں۔جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

[۹۲۲] « اَنْتُمْ شُهَدَآءُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ » [۱۵]

''تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔'' نہ یہ کہ وہ خواہش رکھے کہ لوگ اس کے اچھے اعمال کو معلوم کرکے اس کی عزت واحترام کریں یہ بلاشبہ ریا کاری ہے۔ [۱۶]

بعض اہل علم نے اس کی یہ وضاحت اور شرح بیان کی ہے کہ لوگوں کے مطلع ہونے پر اس کی پسندیدگی اور خوشی کی وجہ یہ ہے کہ دیکھنے والے بھی اسی طرح کا عمل کریں گے اوراس کے برابر اسے مزید اجر وثواب حاصل ہو جائے گا۔تو امام ترمذی کہتے ہیں:''فَهٰذَا لَهٗ مَذْهَبٌ اَیْضًا'' یہ بھی ایک جائز طریقہ ہے۔ [۱۷]

مسائل واحکام:

① صرف اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت بجا لانا (توحید ربوبیت ،توحید الوہیت اور توحید الاسماء والصفات) اور حَنِیفِیَّت یعنی صرف اللہ کی طرف ہوجانا ایمان کے صحیح ہونے کی شرط اولین ہیں۔اس توحید کا بالمقابل اور مخالف شرک ہے، جو اکبر الکبائر، ظلم عظیم، اور ناقابل معافی جرم ہے۔نیت کا خالص ہونا کسی بھی عمل کے صحیح ہونے اور مقبول ہونے کی شرط اولین ہے۔جس کی بالمقابل اور مخالف چیز ریا کاری اور دکھلاوا ہے۔ جو اعمال کو

---

[۱۴] سنن التّرمذی= أَبواب الزُّهد : باب ما جاء فی الرِّیاء والسُّمعة

[۱۵] صحیح البخاری= کتاب الجنائز : باب ثناء النَّاس علَی المیّت ، الحدیث: ۱۳۰۱ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز : باب فیمن یُثْنٰی علیه خیرٌ او شَرٌّ مِنَ المَوتٰی ، الحدیث: ۹۴۹

[۱۶] سنن التِّرمذی =أَبواب الزُّهد : باب ما جاء فی الرِّیاء والسُّمعة

[۱۷] سنن التّرمذی= أَبواب الزُّهد : باب مَاجَاء فی الرِّیاء والسُّمعة

ضائع و باطل کر دینے والی ہے۔

۲. جہاد اور دیگر نیک اعمال میں جب عمل کرنے والوں کی اصل نیت خالص اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کی ہے تو لوگوں کا اس پر حمد و ثنا بیان کرنا کوئی بری چیز نہیں۔ اسی طرح عمل کرنے والے کا حمد و تعریف کو سن کر خوش ہونا اس کے اعمال کو باطل نہیں کرتا ۔بلکہ یہ مومن کیلئے دنیا میں ہی بشارت مل جانے والی اچھی خوشخبری ہے۔

۳. چھوٹے بڑے تمام اعمال خواہ وہ نیکی کی طرف لے جانے والے ہوں یا بذات خود نیک اعمال ہوں نیت وارادے کے بغیر شرعی طور پر صحیح نہیں ہو سکتے ۔حتیٰ کہ ہجرت اور جہاد جیسے عظیم اعمال بھی جب خالص اللہ کی رضا کے لئے نہ ہوں تو غیر مقبول اور مردود ہوتے ہیں ۔

۴. رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے بڑی جامع اور مختصر بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ نیز احادیث رسول ﷺ بھی قرآن مجید کی طرح فصیح و بلیغ اور معجزانہ کلام ہے۔ البتہ اس کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ کلام ہونے پر قرآن کی طرح کافروں کو مقابلہ کا چیلنج نہیں کیا گیا۔ ’’اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے......‘‘ بھی ایسی ہی جامع اور بلیغ کلام ہے۔ جسے علماء نے اسلام کا ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) حصہ یا ایک چوتھائی ($\frac{1}{4}$) حصہ قرار دیا ہے ۔

۵. ریاکاری اور شہرت حاصل کرنے کی خواہش خالص نیت کی ضد اور نیک اعمال کو ضائع وبرباد کرنے والی برائی ہے۔حتی کہ ریاکار شہید ، قاری قرآن اور سخی بڑے بڑے عظیم الشان دینی اعمال کے باوجود سب سے پہلے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

۶. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اخلاص نیت کے مجسم نمونہ تھے۔ ریاکاری اور دکھلاوے سے سخت اجتناب کرنے والے تھے۔ نیز ریاکاری کے ساتھ اعمال ضائع ہونے سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے۔ اس وجہ سے وہ کبھی بے ہوش ہوجاتے اور کبھی زار و قطار روتے تھے۔

۷. جب کوئی عمل کرنے والا اعلانیہ نیک کام کرنے میں یہ نیت رکھتا ہو کہ دیکھنے والے بھی اس پر عمل کریں اور اسے اس عمل کرنے والے کی طرح اجر حاصل ہوجائے ۔ایسی نیت

اور ارادہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۳] ((مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ ۔ وَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَ وِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ)) [۱۸]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ اختیار کیا اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو عمل کرنے والوں کے اجر کے برابر ہی اس کے لئے بھی اجر لکھا جائے گا۔ لیکن ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ جس نے اسلام میں کوئی برا راستہ اختیار کیا پھر اس پر عمل کرلیا گیا تو تمام برے عمل کرنے والوں کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ لکھا جائے گا۔ لیکن برے اعمال کرنے والوں کے بوجھوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

⑧ میدان قتال میں کافروں کے مقابلے میں بہادری اور جوانمردی کا اظہار اور باطل کے مقابلے میں عظمت و شوکت کا اعلان اخلاص نیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ باطل کے مقابلے میں مفاخرت جائز ہی نہیں بلکہ ایک انتہائی بہترین اقدام تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ شریعت اور عقل دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے نعرہ لگایا:

[۹۲۴] ((اَللّٰہُ اَکْبَرُ ! خَرِبَتْ خَیْبَرُ)) [۱۹]

''اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا'' اسی طرح نبی ﷺ نے میدان جہاد میں فرمایا:

[۹۲۵] ((اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ))............((اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) [۲۰]

''میں اللہ کا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں عبد المطلب کا بیٹا (یعنی پوتا) ہوں۔''

⑨ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مشہور کر دیتا

---

[۱۸] صحیح مسلم= کتاب الزّکاۃ : باب الحثِّ علَی الصَّدقۃ وَلو بشقِّ تمرۃ أَو کلمۃ طیِّبۃ أَو أَنَّھا حجابٌ مِّنَ النَّار و کتاب العلم : باب مَن سَنَّ سُنَّۃٌ حَسَنَۃٌ اَو سَیِّئَۃً وَ مَن دَعَا اِلَی ھدیٰ أَو ضلالۃ، الحدیث: ۱۰۱۷ + صحیح التِّرمذی= أَبواب العلم: باب فیمن دَعَا اِلَی ھُدیٰ فَاُتبِعَ اَو اِلیٰ ضَلَالَۃٍ، الحدیث:۲۱۵۶

[۱۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۸۲۴

[۲۰] صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿ وَیومَ حُنَینٍ إِذ أَعجَبَتکُم کَثرَتُکُم ...... ﴾،الحدیث:۴۰۶۱۔ ۴۰۶۳ + صحیح مسلم = کتاب الجھاد والسَّیر: باب فی غزوۃ حنین، الحدیث: ۱۷۷۶

ہے۔'' اس کی دیگر تشریحات حسب ذیل ہیں:

① جو لوگوں کے عیوب سن کر ان کی اشاعت کرے اللہ اس کے عیوب ظاہر کر دیتا ہے اور اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

② جو نیک عمل کرنے والا اپنے نیک اعمال سے لوگوں میں نیک نامی اور شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس کا مطلوب عطا کرتا ہے۔ آخرت میں اس کے لئے محرومی اور بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں حاصل ہو گا۔[۲۱]

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

[۲۱] شرح النَّووی:۲/۴۱۲

باب:۱۸

مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت

قرآنی آیات کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۲۶] ﴿ فَلْیُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَ مَنْ یُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا O﴾ [النّساء=٤: ٧٤]

’’ ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتال کرنا چاہیئے جو دنیاوی زندگانی کو آخرت کے بدلے فروخت کر دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ کی راہ میں قتال کرے گا پھر قتل ہو جائے یا غالب آجائے گا۔ (تو دونوں صورتوں میں) ہم اسے عظیم الشان اجروثواب عطا کرینگے۔‘‘

[۹۲۷] ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا O﴾ [النّساء=٤: ٧٦]

’’جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں ۔اور جو کافر ہیں وہ طاغوت (شیطانوں اور بتوں) کی خاطر لڑتے ہیں ۔سو ایماندارو !تم شیطان کے دوستوں سے قتال کرتے رہو۔بلاشبہ شیطان کا مکر وفریب نہایت کمزور اورضعیف ہے۔‘‘

﴿ فَیُقْتَلْ اَوْ یَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ کا مطلب:

مجاہد فی سبیل اللہ شہید ہو یا غالب اور غازی دونوں حالتوں میں یکساں طور پر اجرعظیم کا مستحق قرار دیا گیا ہے ۔اس کی تفسیر وتشریح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

[۹۲۸] ((تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِهٖ لَا یُخْرِجُهُ اِلَّا اِیْمَانٌ بِیْ وَ تَصْدِیْقٌ بِرُسُلِیْ اَنْ اَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِیْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ))[1]

’’اللہ تعالیٰ اس شخص کا کفیل اور ضامن ہے جو اس کی راہ میں محض اللہ پر ایمان لاتے

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:٦٧٢

ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکل پڑے تو اس کو (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کردے گا اور (غازی ہونے کی صورت میں) اجر یا غنیمت میں سے کوئی ایک یا دونوں نعمتیں لازماً عطا فرمائے گا۔'' آیت کا ظاہری اور واضح معنی یہی ہے۔

مجاہد کا اجر پورا یا کم:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۹۲۹] ((مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَ تَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَى اُجُوْرِهِمْ وَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تَخْفِقُ وَ تُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ)) [۲]

''جو جماعت یا چھوٹا لشکر اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور مال غنیمت حاصل کرکے صحیح و سالم لوٹ آئے تو انہوں نے آخرت میں اپنے اجر وثواب کا دو تہائی حصہ دنیا میں وصول کرلیا۔ (اور صرف ایک تہائی باقی رہ گیا) لیکن جو غازی جماعت یا چھوٹا لشکر حصول غنیمت میں ناکام رہے اور زخمی یا شہید ہو جائے تو ان کا اجر وثواب آخرت میں کامل اور مکمل ہوگا۔''

دو مختلف احادیث کے درمیان مطابقت:

اوپر بیان کی گئی دو احادیث میں سے بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا پہلی حدیث [۹۳۰] ((تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيْلِهِ......)) اور صحیح مسلم کی مذکورہ بالا دوسری روایت [۹۳۱] ((مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ......)) کے مفہوم میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ موافقت اور مطابقت کے لئے محدثین اور علماء نے مندرجہ ذیل دو صورتیں بیان کی ہے:

1. مسلم کی حدیث کا معنٰی درج ذیل تین وجوہ کی بنا پر درست نہیں۔ جبکہ بخاری اور مسلم کی پہلی حدیث کا معنی اس کے مقابلہ میں راجح اور صحیح ہے۔ اس کی درج ذیل تین وجوہ ہیں۔

(۱) جنگ بدر میں شریک ہونے والے مجاہدین سب مجاہدوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح کتاب وسنت کے دلائل کے مطابق بدر میں شہید ہونے والے پکے جنتی ہیں۔ بلکہ جنگ بدر میں شرکت کرنے والے تمام صحابہ بخشے ہوئے ہیں اور جنتی ہیں۔ حاطب بن ابی

---

[۲] صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب بیان قدر ثواب من غزا فغنمه وَ مَن لم یغنم، الحدیث:۱۹۰۶

بلتعہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں آتا ہے کہ [۹۳۲]((لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ......))[3] جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر کہہ دیا ہو کہ اگر آج کے بعد تم کوئی نیک عمل بھی نہ کرو تو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ حالانکہ اہل بدر نے غنیمت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:

[۹۳۳] ﴿ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ...... ﴾ [الأنفال=۸:۷]

''اور تم پسند کرتے تھے کہ تمہارا آمنا سامنا غیر مسلح اور غلہ والے قافلہ سے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات (یعنی دعوت و جہاد) کے ذریعہ حق کو ثابت اور غالب کردے۔''

لہٰذا صحیح مسلم میں یہ دوسری حدیث سورۂ انفال کی مذکورہ آیت اور سورۃ النِّساء کی آیت :۷۴ کے مفہوم کے مخالف ہونے کی وجہ سے نا قابل تسلیم ہے۔

(۲) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث اپنی شہرت ، تواتر ، اپنے مشہور راویوں اور متفق علیہ ہونے کی وجہ سے نیز قرآنی آیات کے مطابق ہونے کی وجہ سے قابل ترجیح ہے۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث اس کے بالمقابل قابل ترجیح نہیں۔

(۳) مسلم کی حدیث کا ایک راوی حمید بن ھانی مجہول ہے لہٰذا وہ ضعیف ہے۔

۲ صحیح مسلم کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہدین جب صحیح سلامت لوٹیں اور مال غنیمت بھی حاصل کرلیں۔ تو ان کا اجر و ثواب ان غازیوں کے مقابلہ میں ذرا کم ہوگا۔ جو زخمی یا شہید ہو جائیں یا صحیح سالم لوٹیں مگر حصول غنیمت سے محروم رہیں۔ کیونکہ مال غنیمت بھی جہاد کے اجر کا ایک حصہ ہے۔ لہٰذا جب وہ اجر وثواب کا یہ حصہ وصول کرلیں گے تو گویا انہوں نے دو تہائی اجر دنیا میں پالیا۔ مذکورہ احادیث کے مابین مطابقت کی یہ وجہ زیادہ صحیح اور راجح ہے۔ بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ پہلی وجہ کو اور اسی طرح دیگر کئی وجوہات کو جو علماء نے پیش کی ہیں باطل اور غلط قرار دیا ہے اور دونوں احادیث کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔ حمید بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ، مشہور اور مقبول راوی ہے۔ لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ ، ابن وھب رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث

[3] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۰۷

نے اس سے روایت کیا ہے۔ نیز یہ توجیہ دیگر صحیح احادیث کے مفہوم اور معنی سے بھی مکمل مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ والی درج ذیل حدیث جس کو بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ نے خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۳۴] «قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللّٰهِ ۔ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ۔ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى اَوْ ذَهَبَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا۔ كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَ اِذَا غُطِّيَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهٗ۔ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:« غَطُّوْا بِهَا رَاسَهٗ وَ اجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلِهِ الْإِذْخِرَ» وَ مِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا »[۴]

”ہم نے (مکہ سے مدینہ کی طرف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہجرت اختیار کی اور ہمارا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ذمے ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض مہاجرین تو فوت ہو گئے اور اپنے اجر سے (دنیا میں) کوئی چیز نہ کھا سکے۔ ان میں سے ایک سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور انہوں نے ایک چٹائی کے علاوہ کوئی چیز بطور ترکہ نہ چھوڑی۔ ہم لوگ جب اس کے ساتھ ان کا سر ڈھانپتے تو ٹانگیں ننگی ہو جاتیں اور جب ٹانگوں کو چھپاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پرا ذخر گھاس رکھ دو۔ ہم میں سے بعض کے پھل پک گئے تو وہ اپنے اجر سے (دنیا میں ہی) چن چن کر کھانے لگے۔“

اہل بدر بلاشبہ سب مجاہدین سے افضل ہیں اور بخشے ہوئے ہیں۔ جنگ بدر سے حاصل ہونے والا مال غنیمت یقیناً سب غنائم سے افضل ہے۔ لیکن اس پر لازم نہیں آتا کہ اگر وہ صحابہ ان غنائم کا ارادہ نہ کرتے تو ان کے درجات اور مراتب اس سے عظیم وجلیل نہ ہوتے۔“[۵]

جو اس لئے لڑا کہ اللہ کا دین سر بلند ہو:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کرنے لگا:

---

[۴] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوة أُحُد، الحدیث:۳۸۲۱+ صحیح مسلم= کتاب الجنائز: باب فی کفن المیّت ، الحدیث: ۹۴۰۔ اس حدیث کو امام الترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۵] خلاصہ کلام از شرح النّووی:۲/۱۴۰+ الجامع لأحكام القرآن للقرطبی :۵/۱۷۹، ۱۸۰

[۹۳۵] «اَلرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانَهٗ فَمَنْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ قَالَ:« مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ»[٦]

''(یا رسول اللہ!) ایک آدمی غنیمت حاصل کرنے کے لئے قتال کرتا ہے، ایک آدمی اپنی شہرت اور نیک نامی کے لئے قتال کرتا ہے اور ایک آدمی شجاعت و قوت میں اپنا مقام دکھانے کے لئے قتال کرتا ہے۔ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''

ایک روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[۹۳۶] «سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَ يُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَ يُقَاتِلُ رِيَآءً ـ اَيُّ ذَالِكَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:« مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ »[٧]

''رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص کے بارے سوال کیا گیا جو اظہار شجاعت کے لئے یا قومی حمیت وعصبیت کے لئے یا ریا کاری اور نمود ونمائش کے لئے قتال کرتا ہے۔ان میں مجاہد فی سبیل اللہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: جو اس لئے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ ہی سربلند ہو تو وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث پر کتاب الجہاد میں دوسرا یہ عنوان قائم کیا ہے'' مَنْ قَاتَلَ لِلْمَغْنَمِ هَلْ يُنْقَصُ مِنْ اَجْرِهٖ ؟'' یعنی جو حصول غنیمت کے لئے جہاد کرے کیا اس کے اجر میں کمی ہوگی؟ حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غرض یہ ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا ارادہ کر لینا اجر وثواب کے منافی اور اس کو کم کرنے والا نہیں ہو سکتا۔اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سوال کرنے والے کو یہ نہیں کہا کہ مال غنیمت وغیرہ کے لئے لڑنے والا مجاہد فی سبیل اللہ نہیں۔بلکہ ایک جامع جملہ ارشاد فرمایا کہ اعلآء کلمۃ اللہ کا ارادہ رکھنے والا ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔خواہ اس کا ارادہ صرف یہی یعنی دین کی سربلندی ہو

---

[٦] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۷

[٧] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، الحديث: ۱۹۰٤۔ اس حدیث کو امام ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

یا اس کے ساتھ ساتھ حصول غنیمت کا خیال بھی شامل ہوجائے۔

◎ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِذَا کَانَ اَصْلُ الْبَاعِثِ هُوَ الْاَوَّلُ (إِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ) لَا يَضُرُّهٗ مَا عَرَضَ لَهٗ بَعْدَ ذَالِكَ وَ بِذَالِكَ قَالَ الْجُمْهُوْرُ "

" جب مجاہد کے قتال کا اصل باعث اور مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہوتو اس کے ضمن میں شامل ہونے والی کسی غرض سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔"

سنن نسائی میں حدیث ہے، جسے جید سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا:

[۹۳۷] ((اَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّكْرَ مَا لَهٗ؟ قَالَ " لَا شَیْءَ لَهٗ ، فَاَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " لَا شَیْءَ لَهٗ " ثُمَّ قَالَ " اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لَهٗ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُهٗ)) [۸]

" (یارسول اللہ!) بتائیے کہ ایک شخص اجر اور نیک شہرت دونوں مقاصد کے لئے جہاد کرتا ہے۔ اسکو کیا حاصل ہوگا؟ فرمایا: اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہی جواب دیا کہ اس کو کچھ نہیں ملے گا" پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اس کی رضا مندی کے لئے کیا جائے۔"

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: یہ حدیث اکثر علماء کے موقف کے منافی نہیں کیونکہ " لا شیء له" کا حکم اس وقت ہوگا۔ جبکہ مجاہد کی نیت میں اعلاء کلمۃ اللہ کا خیال غالب نہ ہو اور اصل مقصد وہ نہ ہو۔ بلکہ وہ دونوں مقصدوں کو اس مقصد کا درجہ دے بیٹھے۔ حاصل بحث یہ ہے کہ جنگ و قتال کے لئے ابھارنے والی تین قوتیں ہیں۔

① قوت عقلیہ: جس کا تعلق عقل سلیم اور مثبت سوچ کے ساتھ ہو۔
② قوت غضبانیہ: جس کا تعلق انسان کے غصے کی حالت سے ہو۔
③ قوت شہوانیہ: جس کا تعلق انسان کی نفسانی خواہش یا لالچ وغیرہ سے ہو۔

فی سبیل اللہ وہی قتال ہوگا۔ جس کے لئے ابھارنے اور برانگیختہ کرنے والی قوت عقلیہ (یعنی بغرض اعلاء کلمۃ اللہ) ہوگی۔ جبکہ جنگ کے اسباب اور مقاصد کل چھ ہیں:

---

[۸] صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب من غزا یلتمس الأجر والذِّكر، الحدیث: ۲۹۴۳

۱ طلب اجر	۲ طلب غنیمت
۳ اظہار شجاعت	۴ عصبیت وحمیت
۵ غضب	۶ ریاء ونمود

ان میں طلب اجر کے سوا باقی تمام مقاصد بھی قابل تعریف اور کبھی قابل مذمت ہوتے ہیں۔ حدیث کے مطابق مجاہد فی سبیل اللہ وہی ہے، جس کا اصل مقصد فقط اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اگرچہ ضمناً کوئی دوسری غرض بھی ساتھ شامل ہوجائے۔ [۹]

اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنے والا اور شیطان کے لئے لڑنے والا:

گذشتہ بحث سے دلائل اور براہین کی روشنی میں یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ ضمنی طور پر کسی دوسری جائز غرض کا شامل ہو جانا نقصان دہ نہیں ہے۔ نہ ہی جہاد کو فی سبیل اللہ کے مفہوم سے خارج کرتا ہے۔

◎ امام صنعانی رحمۃ اللہ علیہ امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

" قَالَ الطَّبْرِیُّ اِنَّهٗ اِذَا كَانَ اَصْلُ الْمَقْصَدِ اِعْلَاءَ كَلِمَةِ اللّٰهِ لَمْ يَضُرَّ مَا حَصَلَ مِنْ غَيْرِهٖ ضِمْنًا وَ بِذٰلِكَ قَالَ الْجُمْهُوْرُ وَالْحَدِيْثُ يَحْتَمِلُ اَنَّهٗ لَا يَخْرُجُ عَنْ كَوْنِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَعَ قَصْدِ التَّشْرِيْكِ لِاَنَّهٗ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْيَا...... فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ بِنَيْلِهٖ" [۱۰]

''امام طبریؒ نے کہا ہے کہ جب مجاہد کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہو تو ضمناً کسی دوسری (جائز) غرض کا اس میں شامل ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اکثر علمائے اسلام کا بھی یہ موقف ہے۔حدیث مذکور میں بھی اس معنی کا احتمال موجود ہے۔ کہ کسی دوسری غرض کے ساتھ شامل ہوجانے سے جہاد کا مفہوم فی سبیل اللہ سے خارج نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مجاہد نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کیا ہے۔'' اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

[۹۳۸] ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ ﴾ [البقرة=۲:۱۹۸]

'' تمہارے لئے کوئی حرج نہیں کہ (سفرحج میں) اپنے رب کا فضل (رزق) تلاش کرو۔''

---

۹ فتح الباری=٦/ ٣٦٨،٧/ ٣٤+نيل الأوطار: ٧/ ٢٢٧

۱۰ سُبُل السَّلام: ٤/ ٨٧،٨٨

چنانچہ جب دوران حج طلب رزق سے اس کی فضیلت میں کوئی کمی نہیں آتی تو دوران جہاد مال غنیمت کا طلب کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ کے اجروثواب کے منافی نہیں ہوگا۔بشرطیکہ مجاہد کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مقصد اللہ کے کلمہ کی سر بلندی ہی ہو۔لیکن جب دونوں مقصد برابر ہوں تو اس میں کلام باقی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت اور حدیث کا ظاہر مفہوم تو یہی ہے کہ اس صورت میں بھی مجاہد کو کوئی حرج ونقصان نہیں ہوگا۔ البتہ امام نسائی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک درج ذیل حدیث روایت کی ہے۔ جو پہلے اسی باب میں گذر چکی ہے:

[۹۳۹] ((جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَرَأَیْتَ رَجُلًا غَزَا یَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّکْرَ مَا لَهٗ ؟ قَالَ لَا شَیْءَ لَهٗ ۔ فَاَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ یَقُوْلُ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " لَا شَیْءَ لَهُ" ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَهٗ خَالِصًا وَابْتُغِیَ بِهٖ وَجْهُهٗ)) [۱]

''ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ ایک آدمی جہاد کرتا ہے۔اجر او رنیک نامی دونوں کا طلبگار ہے۔ اسے کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ سائل نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ " لَا شَیْءَ " کہہ کر جواب دیا۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے۔ جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہو۔''

چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مجاہد کے دونوں مقصد مساوی اور برابر ہو نگے تو اجر وثواب باطل ہو جائے گا۔لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ نیک نامی کی طلب ریا کاری کے ہی ہم معنیٰ ہے۔ جو نیک اعمال کو ضائع اور باطل کردیتی ہے۔(گویا وہ ناجائزغرض ہے) جبکہ مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت کا اور معاملہ ہے کیونکہ وہ مقصد جہاد کے منافی نہیں۔بلکہ جب مال غنیمت کے حصول سے ارادہ یہ ہو کہ مشرکین کو غیظ وغضب دلایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہ کر مال غنیمت سے فائدہ حاصل کرنا ہوتو یہ بذات خود اجر وثواب کا باعث ہوگا۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

[۹۴۰] ﴿ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ﴾ [التوبة=۹:۱۲۰]

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل:۹۲۷

''اور وہ دشمن سے جو بھی کامیابی حاصل کرتے ہیں تو ان کے لئے اسکے بدلے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں'' کامیابی'' سے مراد وہ کامیابی ہے جو جائز ہو۔رسول اللہ ﷺ جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران یہ اعلان فرماتے:

[۹٤۱] ((مَنْ قَتَلَ قَتِيْلًا لَهُ عَلَيه بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ)) [۱۲]

''جو کسی کافر کو قتل کردے گا تو اس کا چھینا ہوا مال اسی کو دیا جائے گا۔''

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ غنیمت کی خواہش مقصد قتال کے ہرگز منافی نہیں۔ بلکہ آپ نے یہ اعلان اپنے مجاہدین کو مشرکین کے قتال میں خوب محنت اور کوشش کرنے کے لئے اور رغبت دلانے کے لئے اور شوق پیدا کرنے کیلئے ہی فرمایا تھا۔ بالکل اسی مفہوم کی ایک دوسری متفق علیہ حدیث بھی ہے:

[۹٤۲] ((اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِيْلِهِ لَا يُخْرِجُهُ اِلَّا اِيْمَانٌ بِیْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِیْ اَنْ اَرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ)) [۱۳]

'''اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس کے راستے میں اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے نکلے گا اس کو اجر وثواب یا مال غنیمت (دونوں یا دونوں میں سے ایک) کے ساتھ واپس کرونگا ۔ یا اس کو جنت میں داخل کروں گا ۔''

اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے معانی اور مفاہیم سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے ساتھ کوئی دوسری (شرعاً جائز) غرض شامل کرنا صحیح ہے۔ بلکہ مال غنیمت کو حاصل کرنے کی خواہش ایک ایسی جائز خواہش ہے کہ بعض اوقات کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کا مقصد ہی صرف ان کے مال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ جانثاروں کے ساتھ شام سے واپس آنے والے مشرکین کے مال و اسباب سے لدے ہوئے قافلہ کی طرف اسی مقصد کے لئے روانہ ہوئے تھے

---

[۱۲] صحیح البخاری= کتاب الجهاد / أبواب الخُمُس: باب مَن لَّم يُخَمِّس الأَسلاب وَ من قتل قتيلاً فَلَهُ سَلَبُه......، الحدیث: ۲۹۷۳ + صحیح مسلم = كتاب الجهاد والسَّير: باب استحقاق القاتل سَلب القتيل ، الحدیث: ۱۷۵۱۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۹

اور یہ مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے منافی نہیں۔ بلکہ مال غنیمت کا حصول کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ارادہ کو جائز قرار دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۹۴۳] ﴿ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ ﴾ [الأنفال= ۸:۷]

''اور تم یہ پسند کرتے تھے کہ تمہارا آمنا سامنا ایک غیر مسلح قافلہ کے ساتھ ہو(جو غلہ بردار ہے)۔''

اللہ تعالیٰ نے ایسے ارادہ پر ان کی کوئی مذمت نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس میں جنگ کے مقابلہ میں صحابہ کی مال کے ساتھ محبت کا اظہار بھی ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ مشرکین کو خوفزدہ اور ہراساں رکھنا ان کے مال و مواشی پر قبضہ کرنا ور ان کے باغات اور جنگلات کو تاخت و تاراج کرنا: جیسے معاملات بھی اعلاء کلمۃ اللہ کے مفہوم میں شامل ہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث یوں ہے:

[۹۴۴] «اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ هُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا فقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ «لَا اَجْرَ لَهُ » فَأَعْظَمَ ذَالِكَ النَّاسُ وَ قَالُوا لِلرَّجُلِ أَعِدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ ـ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَبْتَغِيْ عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا ؟ فَقَالَ« لَا اَجْرَ لَهُ » فَقَالُوْا لِلرَّجُلِ : أَعِدْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : فَقَالَ لَهُ الثَّالِثَةَ ! فَقَالَ لَهُ« لَا اَجْرَ لَهُ »» [۱۴]

''ایک شخص نے عرض کیا :یا رسول اللہ !ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے ۔اور اس میں دنیا کا مال طلب کرتا ہے ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری۔ انہوں نے پھر اسی شخص سے کہا :دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کریں ،ممکن ہے آپ انہیں سمجھا نہ پائے ہوں ۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ! ایک آدمی جہاد فی سبیل اللہ دنیاوی غرض کی نیت کے ساتھ کرتا ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اس کے لئے کوئی اجر نہیں'' صحابہ نے پھر اس شخص سے کہا :اپنا سوال دہراؤ۔'' اس نے تیسری بار سوال دہرایا۔آپ نے پھر فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہے۔''

---

[۱۴] صحيح أبى داؤد= كتاب الجهاد: باب فيمن يغزو و يلتمس الدُّنيا، الحديث: ۲۵۱۶

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجاہد کی غرض محض طلب دنیا ہو۔ وگرنہ طلب غنیمت کو مقصد جہاد میں شامل کرنا صحابہ کرام کے ہاں ایک مشہور و معروف اور تسلیم شدہ امر تھا۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے کہ غزوۂ احد کے روز سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی:

[۹۴۵] «اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی رَجُلًا شَدِیْدًا اُقَاتِلُهٗ وَ یُقَاتِلُنِی ثُمَّ ارْزُقْنِی عَلَیْهِ الظَّفَرَحَتّٰی اَقْتُلَهٗ وَ آخُذُ سَلَبَهٗ» [۱۵]

"اے اللہ! مجھے (مقابلے کے لئے) ایک قوی اور مضبوط آدمی عطا فرما جس سے میں لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھے اس کے مقابلے میں کامیابی نصیب فرما۔ حتی کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں اور اس کا چھینا ہوا مال حاصل کرلوں۔" [۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا ابو داؤد کی حدیث نا قابل استدلال ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اس میں دنیا کا مال بھی طلب کرتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ اس حدیث میں ابن مکرز مجہول راوی ہے۔ ایک شامی آدمی تھا اس سے زیادہ اس کا کوئی تعارف مذکور نہیں۔ لہٰذا وہ مجہول الحال شخص ہے۔ جیسا کہ امام منذری نے کہا ہے۔ [۱۷]

لہٰذا صحیح احادیث کے مخالف ہونے کی صورت میں اس کا کوئی صحیح مفہوم متعین کرنا غیر ضروری ہے۔

طاغوت کے راستے میں قتال

طاغوت کا مفہوم:

اَلطَّاغُوْتُ: عِبَارَةٌ عَنْ کُلِّ مُعْتَدٍ وَ کُلِّ مَعْبُودٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یُسْتَعْمَلُ فِی الْوَاحِدِ وَالجَمْعِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی ﴿ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ــــ وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوْا الطَّاغُوْتَ ــــ اَوْلِیَاءُ ھُمُ الطَّاغُوْتُ ــــ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ ــــ ﴾ سُمِّیَ

[۱۵] سُنَن البیهقی = کتاب قسم الفیءِ والغنیمة : باب السَّلب للقاتل۔ (۶/۳۰۵)

[۱۶] سُبُل السَّلام: ۴/۸۷، ۸۸ + فتح الباری: ۶/۳۶۸

[۱۷] مختصر سنن أَبی داؤد للمنذری = کتاب الجهاد: باب فیمن یغزو و یلتمس الدُّنیا، الحدیث: ۲۴۰۶

السَّاحِرُ وَالْكَاهِنُ وَالْمَارِدُ مِنَ الْجِنِّ ۔ وَالصَّارِفُ عَنْ طَرِيْقِ الحَقِّ طَاغُوتًا)) [۱۸]

''طاغوت سے مراد ہر ظالم اور وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے ۔ یہ لفظ واحد اور جمع کے طور پر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۹۴۶] ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O﴾ [البقرة=۲:۲۵۶]

''جو کوئی طاغوت (یعنی شیطان اور معبود من دون اللہ) کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رسی کو پکڑ لیا۔''

[۹۴۷] ﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ أَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ أَنَابُوْا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ O﴾ [الزُّمر=۳۹:۱۷]

''اور وہ لوگ جنہوں نے شیطان کو پوجنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ ان کے لیے بشارت ہے ۔ اے نبی! تو میرے بندوں کو بشارت سنا دے۔''

[۹۴۸] ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا اَوْلِيَآءُ هُمُ الطَّاغُوْتُ ...... ﴾ [البقرة=۲:۱۵۷]

''اور وہ لوگ جو کافر ہیں شیطان انکے دوست ہیں......''

[۹۴۹] ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ ﴾ [النِّساء=۴:۶۰]

''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنے فیصلے لے کر جائیں ۔''

نسل انسانی میں موجود شیاطین ، صراط مستقیم سے باز رکھنے والے، جادوگر ، نجومی ،سرکش جنات اور صراط مستقیم سے باز رہنے والے بھی طاغوت کہلاتے ہیں:

◎ مفسر قرآن امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

" قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ وَالكِسَائِيُّ: " اَلطَّاغُوْتُ " يُذَكَّرُ وَ يُؤَنَّثُ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ الكَاهِنَ وَالْكَاهِنَةَ طَاغُوتًا۔ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰق: الدَّلِيْلُ عَلٰى أَنَّهُ الشَّيْطٰنُ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ:﴿ فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ......﴾" [۱۹]

''ابو عبیدہ اور کسائی نے کہاہے:طاغوت مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔ کیونکہ اہل عرب کاہن مرد اور کاہنہ عورت کو طاغوت کہتے ہیں ۔ابو اسحٰق نے کہا یہ آیت

---

[۱۸] المفردات فی غریب القرآن للأصفهانی :۳۰۷

[۱۹] تفسیر القرطبی:۵/۱۱۸

''شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو......'' اس بات کی دلیل ہے کہ طاغوت سے مراد یہاں پر شیطان ہے۔ (لہٰذا سب سے بڑا طاغوت شیطان اور باطل معبود ہیں۔'')

اللہ پر ایمان اور طاغوت کا انکار:

طاغوت کا انکار اور اللہ پر ایمان نجات کیلئے مضبوط کڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۵۰] ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ ۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى...... ﴾

''جو شیطان کا انکار کردے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے......''

[۹۵۱] ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ...... ﴾ [النّحل=۱۶:۳۶]

(''ہم نے ہر امت کی طرف اس پیغام کے ساتھ ایک رسول بھیجا) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں یعنی بتوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔''

[۹۵۲] ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ...... ﴾

''ایماندار لوگ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور کافر شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے دوستوں یعنی کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہو۔''

ہم گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہر وہ جہاد وقتال ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد کلمۃ اللہ کی سربلندی اور دین حق کو غالب کرنا ہو۔ ہر وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جنگ وقتال کرے۔ خواہ اس عظیم ترین مقصد کے ساتھ دیگر جائز اور شرعی مقاصد (حصول غنیمت وغیرہ) شامل ہوں۔ لہٰذا فی سبیل اللہ کے مفہوم میں مال غنیمت کا حصول، مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے ظلم اور پنجۂ استبداد سے چھڑانا اور مظلوم، بے بس اور لاچار مسلمانوں کی مدد جیسی دینی اغراض داخل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی بہت زیادہ واضح آیات اور بخاری و مسلم کی بہت زیادہ صحیح اور متواتر احادیث اس پر دلائل کے طور پر موجود ہیں۔ ہم ان کے ظاہری معانی سے استدلال کرتے ہوئے اس موضوع کو تحقیق کے اعلیٰ معیار پر ثابت کر چکے ہیں۔ یہ امر بھی واضح ہو چکا ہے کہ اکثر علمائے اسلام، محدثین اور فقہاء کا یہی موقف ہے۔ امام بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث کے مصنفین اور فقہ اسلامی کے

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے ۔تفصیل کے لئے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔ لہٰذا صحیح بخاری کے درج ذیل عنوانات **ملاحظہ کریں**:

١ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

٢ مَسْحُ الْغُبَارِ عَنِ الرَّأْسِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

٣ اَلْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ

اسی طرح صحیح بخاری ، صحیح مسلم، ترمذی، نسائی ، ابن ماجہ ، ابوداؤد اور مؤطا امام مالک وغیرہ میں کتاب الزکاۃ اور کتاب الجہاد کے وہ ابواب جن میں فی سبیل اللہ کے شرعی مفہوم کو آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہوئے متعین کیا گیاہے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گی ۔بعض لوگوں کا مؤقف ہے کہ کمزوروں اور بے بسوں کے لئے جہاد کرنا ، مال غنیمت کے حصول کے لئے لڑنا اور مسلم علاقوں کو کافروں کے قبضہ سے آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ نہیں۔یہ موقف درست نہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو ان مقاصد کے لئے جہاد کرنے کو ’’قتال فی سبیل الطاغوت‘‘ قرار دیتے ہیں۔ یہ مؤقف قرآن و حدیث کی واضح عبارتوں میں تبدیلی کرنے کے مترادف ،کھلی گمراہی اور کج روی ہے ۔جس کی اصل وجہ قرآن و سنت میں غور وفکر نہ کرنا ،اندھی جہالت ،بغاوت اورفساد کی فضا پیدا کرنا ہے ۔ عین ممکن ہے کہ اس کا سبب شیطانی چالیں اور مکاریاں ہوں ۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کا یہ واضح دشمن بنی آدم کو گمراہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔اس لئے وہ دینی فرائض کے ہر دروازے پر گھات لگائے بیٹھا ہے۔

شیطان کے دجل وفریب کا جال اورمومن کا یقین کامل:

اس خطرناک دشمن شیطان ملعون کی خفیہ کمین گاہوں کا نقشہ درج ذیل حدیث میں یوں کھینچا گیا ہے۔سیدنا سبُرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[٩٥٣] ((اِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِاَطْرُقِهٖ ـفَقَعَدَ لَهٗ بِطَرِيْقِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ تُسْلِمُ وَ تَذَرُ دِيْنَكَ وَ دِيْنَ آبَائِكَ وَاٰبَآءِ اَبِيْكَ فَعَصَاهُ فَاَسْلَمَ ـ ثُمَّ قَعَدَ لَهٗ بِطَرِيْقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ تُهَاجِرُ وَ تَدَعُ اَرْضَكَ وَسَمَائَكَ وَ اِنَّمَا مَثَلُ الْمُهَاجِرِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي الطِّوَلِ فَعَصَاهُ فَهَاجَرَـ ثُمَّ قَعَدَ لَهٗ بِطَرِيْقِ الْجِهَادِ فَقَالَ تُجَاهِدُ فَهُوَ جَهْدُ النَّفْسِ وَ الْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ

فَتُنْكَحُ الْمَرأَةُ وَ يُقسَمُ الْمَالُ فعصاهُ فَجَاهَدَ ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَ مَنْ قُتِلَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ وَ اِنْ غَرِقَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَو وَقَصَتْهُ دَابَّتُهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ)) [20]

” شیطان ابن آدم کے تمام راستوں میں گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے ۔ چنانچہ اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے۔ تو اسے کہتا ہے :تم اسلام لاؤ گے تو اپنے پیدائشی اور آبائی دین کو چھوڑ بیٹھو گے۔ لیکن ابن آدم نے اس کی بات نہ مانی اور دین اسلام قبول کرلیا۔ پھر وہ ہجرت کے راستے میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کو بہکاتے ہوئے کہتا ہے :تم اگر ہجرت کرو گے تو اپنی سر زمین اور اپنے آسمان کو خیر باد کہہ دو گے ۔مہاجر کی مثال تو رسی میں باندھے ہوئے گھوڑے کی طرح ہے (یعنی حریت اور آزادی سے محروم ہوجاؤ گے اور ایک خاص وطن میں مقیّد ہو کر رہ جاؤ گے) ۔لیکن ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے ہجرت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر شیطان اس کے لئے جہاد کے راستے میں گھات لگاتا ہے۔ اور اس کو بہکاتا ہے کہ تم جہاد کرو گے۔ یہ تو جان و مال کی مشقت اور قربانی ہے ۔چنانچہ تم قتال کرو گے تو موت آجائے گی پھر تمہاری عورت سے نکاح کر لیا جائے گا اور تمہارا مال وارثوں میں تقسیم ہوجائے گا۔ مگر ابن آدم اس بار بھی اس کی مخالفت کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو انسان ایسی عزیمت اور پختہ یقین کا مظاہرہ کرے گا ۔ اللہ پر حق ہو گا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے اور جو (راہ جہاد میں) مارا جائے اللہ پر حق ہو گا کہ اسے جنت میں داخل کردے۔ اگر وہ اسی دوران غرق ہوجائے تو اللہ پر حق ہو گا کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔ اگر اس کی سواری اسے گرا کر ہلاک کردے تو اللہ پر حق ہوگا کہ اسے جنت میں داخل فرمائے۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۹۵٤] ﴿ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ ﴾ [المجادلة =۱۹:۵۸]

”آگاہ رہو کہ شیطان کا گروہ لازماً خسارہ پانے والا ہے ۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی جماعت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[20] صحيح النِّسائی = كتاب الجهاد : باب مَا لِمَنْ أَسلم و هَاجَرَ وَ جَاهَدَ، الحديث: ۲۹۳۷

[٩٥٥] ﴿ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O ﴾ [المجادلة=٥٨:٢٢]

''آگاہ رہو کہ اللہ کی جماعت والے ہی بالآخر کامیاب ہونگے۔''

شیطان کے مکروفریب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

[٩٥٦] ﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا O ﴾ [النِّساء=٤:٧٦]

''یقیناً شیطان کا مکروفریب ضعیف وکمزور ہے۔''

سابقہ بحث سے ثابت ہوا:

① شہید اور غازی (زخمی ہو یا صحیح سالم) دونوں اجرعظیم کے مستحق ہیں۔اللہ تعالیٰ دونوں کے لئے دخول جنت یا اجر اور غنیمت کا ضامن ہے۔

② صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ''تحقیق انہوں نے اپنے اجر وثواب کے دو حصے وصول کر لئے......'' صحیح ہے اورسورۃ النساء کی آیت :٧٦ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ضمانت و کفالت کے تذکرے والی حدیث کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ صحیح مسلم والی حدیث میں مجاہدین کے اجروثواب کے مختلف مراتب کی تفصیل ہے۔اس کے باوجود وہ سب کے سب اجرعظیم کے مطلق طور پر حقدار ہیں۔

③ شہداء بدر پکے جنتی ،سب سے افضل مجاہدین اور بخشے ہوئے مومن ہیں۔

④ ﴿۱﴾ مجاہد شہید ہوجائے تو بلا شک و شبہ جنتی اور مکمل اجر کا مستحق ہے۔

﴿۲﴾ غنیمت پا کر صحیح سالم لوٹے تو $\frac{2}{3}$ (دوتہائی حصہ)اجر دنیا میں وصول کر چکا اور $\frac{1}{3}$ (ایک تہائی حصہ) آخرت میں پالے گا۔

﴿۳﴾ زخمی ہوکر غنیمت حاصل کرلے تو $\frac{1}{3}$ (ایک تہائی) حصہ اجر پا گیا $\frac{2}{3}$ (دو تہائی) حصہ کا آخرت میں حقدار ہوگا۔

﴿۴﴾ اگر زخمی ہوکر غنیمت حاصل کئے بغیر لوٹے تو بھی ان شاء اللہ مکمل اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام صورتیں اجرعظیم میں داخل ہیں اور مختلف دلائل میں موافقت پیدا کرنے کی صحیح صورت یہی ہے۔

⑤ مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے لئے قتال کرے۔(یعنی اس کا

سب سے بڑا مقصد یہی ہو) اگرچہ ضمنی طور پر وہ کوئی دوسری جائز غرض بھی رکھتا ہو۔ یہ مؤقف قرآن وسنت کی تمام عبارتوں کے عین مطابق ہے اور اکثر علمائے اسلام کا یہی مؤقف ہے۔

۶ مال غنیمت کو حاصل کرنا، اسلامی علاقوں کو آزاد کروانا اور بے بس اور لاچار مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا وغیرہ جہاد کے شرعی اغراض و مقاصد ہیں۔ لیکن یہ تمام مقاصد إِعْلَاءِ كَلِمَةُ اللّٰهِ کے ساتھ مشروط ہونگے۔

۷ سفر حج میں روزی کی تلاش اسی طرح سفر جہاد میں مال غنیمت کی تلاش حج اور جہاد کے مقاصد کے منافی نہیں اور نہ ان کی تلاش انکے اجر عظیم میں کمی واقع کریں گی۔

۸ ناجائز اور غیر شرعی مقصد جہاد سمیت تمام اعمال کو باطل کر دیتا ہے۔

۹ سورۃ التوبہ کی آیت :۱۲۰ اور صحیح حدیث ''جس نے کسی (کافر) کو قتل کیا، اس کے پاس اس کی دلیل بھی ہے تو اس مقتول سے چھینا ہوا مال اس (قاتل) کو ملے گا'' اس بات کی کے واضح دلائل ہیں کہ مال غنیمت کا حصول جہاد کا شرعی مقصد ہے۔ بلکہ عظیم مقصد ہے۔

۱۰ ''طاغوت کے راستے'' سے مراد شیطانوں اور جھوٹے معبودوں کا راستہ ہے۔ سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے۔ جبکہ ''شیطان کے دوستوں'' سے مراد جھوٹے اور باطل معبود ہیں۔

۱۱ ''فی سبیل اللہ'' کا مفہوم بڑا جامع اور وسیع ہے اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے علاوہ بہت سارے شرعی مقاصد مثلاً مال غنیمت کا حصول اور کمزور اور بے بس مسلمانوں کی مدد وغیرہ جہاد فی سبیل اللہ کے اہداف و اغراض میں شامل ہیں۔

۱۲ کمزوروں کی مدد کرنے اور مال غنیمت حاصل کرنے، جیسے شرعی اور جائز مقاصد کے لئے جہاد کرنے کو ''قتال فی سبیل الطاغوت'' کہنا قرآن وسنت کے دلائل میں تحریف کرنے کے مترادف اور واضح گمراہی ہے۔

۱۳ دنیاوی نقصانات کے حوالے سے اسلام قبول کرنے، اللہ کی طرف ہجرت کرنے اور جہاد فی سبیل اللہ سے منع کرنا شیطان لعین کی مکروہ چال ہے۔ جبکہ غلبہ حق کی خاطر جانی و مالی نقصان کو برداشت کرنا اہل حق اور مخلص مومنوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

۱۴ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۹۵۷] ((مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ)) [۲۱]

”جس شخص کے کچھ بال اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سفید ہوگئے وہ قیامت کے روز اس کے لئے نور (روشنی) ثابت ہونگے۔“

جبکہ ایک اور صحابیٔ رسول سیدنا کعب بن مرّہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۵۸] ((مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [۲۲]

”جس کے کچھ بال اسلام میں سفید ہوگئے۔ اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔“

اس حدیث میں ”فی الاسلام“ سے مراد جہاد ہی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کی چوٹی کی کوہان ہے۔ اسلام کل ہے اور جہاد سب سے بڑا جزء ہے۔ کل بول کر سب سے بڑا جزء مراد لیا گیا ہے۔ اس کو علم منطق اور علم کلام اور فصاحت و بلاغت کی رو سے مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔ کلام عرب میں ایسا اکثر ہوتا ہے۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن صحیح ہے اور سیدنا کعب بن مرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن ہے۔ اور حسن کے مقابلے میں صحیح قابل ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ترجیح حاصل ہوگی۔ جس میں یہ ذکر ہے جو جہاد میں بوڑھا ہوا اس کے لئے قیامت کے روز روشنی ہوگی۔

⑮ جہاد گویا سب سے بڑا اسلامی عمل بلکہ عین اسلام ہے۔ اس لئے فی سبیل اللہ اور فی سبیل الاسلام جہاد کے معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ معجزانہ کلام جامع کلمات کے استعمال کی واضح مثال ہے۔ جامع کلمات کو استعمال کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے۔ [۲۳]

⑯ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

[۹۵۹] ((وَفْدُ اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ : اَلْغَازِيُ ، وَالْحَاجُّ، وَالْمُعْتَمِرُ)) [۲۴]

---

[۲۱] صحیح التّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب من شابَّ شيبة فی سبیل اللّٰهِ عزّوجلَّ ، الحدیث: ۱۳۳۵ +صحیح النّسائی= کتاب الجهاد: باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰه، الحدیث: ۲۹۴۵،۲۹۴۸

[۲۲] صحیح التّرمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب من شاب شيبة فی سبیل اللّٰهِ عزّوجلَّ ، الحدیث: ۱۳۳۴+ صحیح النّسائی= کتاب الجهاد : باب ثواب من رمٰی بسهم فی سبیل اللّٰه ،الحدیث: ۲۹۴۷

[۲۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۶۹۱

[۲۴] صحیح النّسائی= کتاب مناسك الحَجّ: باب فضل الحجّ ، الحدیث: ۲۴۶۲،= کتاب الجهاد : باب الغزاة وفد اللّٰه تعالٰی ، الحدیث: ۲۹۲۴۔ اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

’’ اللہ تعالیٰ کا وفد (اس کی طرف جانے والے مسافر) تین قسم کے لوگ ہیں :(i) غازی (ii)حاجی (iii) عمرہ کرنے والا (کیونکہ یہ تینوں اہل و عیال اور وطن چھوڑ کر اللہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔)

⑰ حج ،عمرہ اور جہاد تینوں عبادات ہیں اور ان کے مقاصد مشترک ہیں ۔ اللہ کی قابل احترام قرار دی ہوئی چیزوں کی تعظیم وتکریم ،کلمۃ اللہ کی سر بلندی اورعظمت ان کا اصل سرمایہ ہے۔ جس کے فوائد اور اچھے نتائج دنیا میں دین اسلام کے قیام ، زمین پر مومنوں کے اقتدار اور خلافت اسلامیہ کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں ۔آخرت میں جنت کی لازوال و ابدی نعمتوں کے علاوہ اللہ کی خوشنودی ، اللہ سے ملاقات کا حاصل ہوجانا اس کے ثمرات ہیں ۔اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے یہ بشارتیں سنائیں:

[۹٦۰] ((اَلْعُمْرَةُ اِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ)) [۲۵]

’’ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنے تک درمیانی وقفہ اور عرصہ کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جبکہ حج مبرور کی جنت کے سوا کوئی جزاء نہیں ہے۔‘‘

نیز خواتین اسلام سے ارشاد فرمایا:

[۹٦۱] ((جِهَادُ كُنَّ الْحَجُّ)) [۲٦]

’’تمہارا جہاد بیت اللہ کا حج ہے۔‘‘

((.................. ❀❀❀❀❀ ....))

---

[۲۵] صحیح البخاری = کتاب الحجّ/أبواب العمرة: باب وجوب العُمْرَةِ و فضلها ، الحدیث: ۱٦۸۳+ صحیح مسلم= کتاب الحجِّ : باب فضل الحجِّ والھجرة و یوم عرفة، الحدیث: ۱۳٤۹

[۲٦] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۸۸

باب:۱۹

شہداء کے متعلق احکام

شہداء کی اقسام:

صداقت اور منافقت کے لحاظ سے شہید ہونے والوں کی درج ذیل تین قسمیں ہیں۔سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[٩٦٢] «اَلْقَتْلٰی ثَلٰثَةٌ : رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰی یُقْتَلَ فَذَالِكَ الشَّهِیْدُ الْمُمْتَحَنُ فِیْ خَیْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ وَ لَا یَفْضُلُهُ النَّبِیُّوْنَ اِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ ـ وَ رَجُلٌ مُوْمِنٌ قَرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا۔ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَتِلْكَ مُصَمْصِمَةٌ مَحَتْ ذُنُوبَهٗ وَ خَطَایَاهُ اِنَّ السَّیْفَ مَحَّآءٌ لِلْخَطَایَا وَ اُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ۔ فَاِنَّ لَهَا ثَمَانِیَةَ اَبْوَابٍ وَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ اَبْوَابٍ وَ بَعْضُهَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ ـ وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَالِكَ فِیْ النَّارِ۔ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُوْ النِّفَاقَ » [1]

''قتل ہونے والوں کی تین اقسام ہیں:

① پرہیز گار مومن شخص جس نے اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔حتیٰ کہ جب دشمن سے ٹکراؤ ہوا تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگیا۔یہ شہید پاک صاف ہے۔ عرش معلیٰ کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں بلند اور افضل ہیں (یعنی انبیاء کے بعد دوسرا درجہ اس پاک صاف شہید کو حاصل ہے)

② خطا کار مومن شخص جس نے بہت سے گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔حتیٰ کہ دشمن کے مقابلے میں قتال کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔پس یہ شہادت اس کو پاک صاف کرنے والی ہے جس نے

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٢٦٨

اس کے تمام گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیا ہے۔ کیونکہ بلا شبہ تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔ یہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا کیونکہ جنت کے آٹھ اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور جنت کے دروازوں میں سے بعض دروازے بعض سے افضل و برتر ہیں۔

۳ وہ منافق شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہوتا ہے حتیٰ کہ دشمن سے لڑتے ہوئے مارا جاتا ہے یہ جہنم میں داخل ہوگا۔ کیونکہ تلوار منافقت کو ختم نہیں کرسکتی۔''

ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہداء کی اقسام:

ایمان اور پرہیزگاری کے اعتبار سے شہید ہونے والوں کی چار قسمیں ہیں۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۹٦۳] ((اَلشُّھَدَاءُ اَرْبَعَةٌ : رَجُلٌ مُؤمِنٌ جَیِّدُ الاِیمَانِ لَقِیَ العَدُوَّ فَصدَّقَ اللّٰہَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَالِكَ الَّذِیْ یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ اَعْیُنَھُمْ یَوْمَ القِیَامَةِ ھٰکَذَا وَ رَفَعَ رَأْسَهٗ حَتّٰی وَقَعتْ قَلَنْسُوَتُهٗ ـــــ فَلا اَدْرِی قَلَنْسُوَةَ عُمَرَ اَرَادَ اَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ ـــــ قَالَ وَ رَجُلٌ مُومِنٌ جیِدُّ الاِیمَانِ لَقِیَ العَدُوَّ فَکَاَنَّمَا خَرِبَ جِلْدُهٗ بِشَوْكِ طَلْحِ مِّنَ الْجُبْنِ اَتَاہُ سَھْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهٗ فَھُوَ فِیْ الدَّرَجَةِ الثَّانِیَةِ ۔ وَ رَجُلٌ مُؤمِنٌ خَلَطَ عَمَلاً صَالِحًا وَ آخَرَ سَیِّئًا لَقِیَ الْعَدُوَّ فَصدَّقَ اللّٰہَ حَتّٰی قُتِلَ فَذَاكَ فِیْ الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ۔وَ رَجُلٌ مُؤمِنٌ اَسْرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ لَقِیَ العَدُوَّ فَصدَّقَ اللّٰـهَ۔ حَتّٰی قُتِلَ فَذَاكَ فِیْ الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ)) [2]

''شہدأ کی چار اقسام ہیں:

۱ عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا اور وہ اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہوگیا یہ وہ شخص ہے جس کی طرف قیامت کے روز لوگ اس طرح نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے اور آپ نے اپنا سر اوپر اٹھایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی یا عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی زمین پر گرگئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)

---

[2] تخریج کے لئے دیکھئے :الرَّقم المسلسل: ۲۵۸

② عمدہ ایمان والا مومن جس کا دشمن سے تصادم ہوا تو اس نے ایسا محسوس کیا گویا اس کی جلد میں خار دار درخت کا کانٹا چبھویا گیا ہے۔ یعنی بزدلی کی وجہ سے۔ اسے ایک نامعلوم تیر نے قتل کر دیا یہ شہید درجہ دوم میں ہے۔

③ خطا کار مومن جس کے اچھے اور برے مخلوط اعمال ہیں۔ یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے قتل ہو جاتا ہے یہ شہید درجہ سوم میں ہے۔

④ بے حد گناہ گار مومن جس نے اپنے نفس پر گناہوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رکھی ہے یہ دشمن سے ٹکراتا ہے اور اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے مارا جاتا ہے۔ یہ درجہ چہارم کا شہید ہے۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مطابقت کی صورت یہ ہے کہ عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تقسیم مبہم اور غیر واضح ہے۔ جس میں شہید فی سبیل اللہ کے دو مرتبے بیان فرمائے گئے ہیں۔(i) عمدہ ایمان والا مومن (ii) خطا کار مومن۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والی روایت میں تقسیم مفصل اور واضح ہے۔ عمدہ ایمان والے کی دو قسمیں ہیں اور اسی طرح خطا کار مومن کی بھی دو قسمیں ہیں۔ گویا کل چار اقسام ہوئیں۔ قتل ہونے والا منافق تو صرف دنیاوی شہید ہے جو آخرت میں بہت زیادہ نقصان کا شکار ہو گا۔

پہلی تقسیم قتل کے لحاظ سے ہے جس میں دو مقتول مطلق شہید اور دنیاوی شہید کا تذکرہ ہے۔ جبکہ دوسری تقسیم شہادت فی سبیل اللہ کے لحاظ سے اور ایمان و تقویٰ کے لحاظ سے ہے۔ جس میں عمدہ ایمان والا مومن اور خطا کار مومن شہید کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ اس طرح جنت میں مختلف درجات و مراتب کی نہایت حکیمانہ انداز میں تقسیم بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مجاہدین کو ایمان و تقویٰ جرأت اور بہادری کے بلند اوصاف میں ممتاز مقام حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ مذکورہ چار شہداء دنیاوی شہدآء اور اخروی شہدآء کی اقسام ہیں۔ جن کو شہداء مطلق بھی کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہدآء کی تقسیم آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاتمہ اور احکام کے لحاظ سے شہید کی مندرجہ ذیل تین اقسام بیان ہو چکی ہیں۔

(i) شہید مطلق (دنیوی اور اخروی شہید):

یعنی دنیوی اور اخروی شہداء، یہ میدان جہاد میں ہونے والے شہید ہیں۔ جن کے دنیا میں

بھی مخصوص احکام ہیں اور جن کو آخرت میں بھی سب سے عالی قدر اور ممتاز درجات حاصل ہیں۔

(ii) شہید مقید (اخروی شہید):

یعنی اخروی شہید، جن کو اجر و ثواب کے لحاظ سے شہید قرار دیا گیا ہے لیکن دنیا میں ان کے لئے کوئی مخصوص احکام نہیں اور آخرت میں بھی یہ میدان جہاد میں شہید ہونے والوں سے بہت ہی کم درجہ والے ہیں۔ اگرچہ اجر و ثواب کے لحاظ سے ان کو شہید کا درجہ عطا کیا گیا ہے۔

(iii) دنیوی شہید:

مثلاً منافق اور ریا کار انسان وغیرہ، جو اگرچہ دنیا میں شہید کے مخصوص احکام حاصل کرے گا کیونکہ ہم ظاہری حالات کو دیکھ کر ان پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ لیکن آخرت میں وہ خائب و خاسر اٹھے گا۔ [3]

اخروی شہید کی بارہ قسمیں:

ذیل میں مذکورہ بالا تین اقسام میں سے صرف شہید مقید کی ایک مزید تقسیم کا بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف اخروی شہید کی موت کے سبب کے لحاظ سے کل بارہ اقسام ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا:

[٩٦٤]« مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ ؟ » قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔ قَالَ « اِنَّ شُهَدَاءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ» قَالُوْا فَمَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ« مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ ، وَ مَنْ مَاتَ فِيْ الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ مَّاتَ فِيْ الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ الغَرِيْقُ شَهِيْدٌ » [4]

”تم اپنے درمیان شہید کسے شمار کرتے ہو؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تب تو میری امت کے شہید بہت تھوڑے ہونگے۔ لوگوں نے عرض کیا: تو پھر شہداء کون کون ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے (۲) جو اللہ کے راستہ میں فوت ہو جائے

---

[3] ملاحظہ ہو فتح الباری: ٦/ ٣٨٤

[4] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب بیان الشُّهداء ، الحدیث: ١٩١٥

﴿۳﴾ جو طاعون میں مرجائے ﴿۴﴾ جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے

﴿۵﴾ جو غرق ہوجائے ۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۹۶۵] ((اَلشُّهَدَآءُ خَمسَةٌ : اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَ الْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) [5]

''شہداء کی پانچ اقسام ہیں ۔

﴿۱﴾ طاعون کی بیماری میں مرنے والا ﴿۲﴾ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا

﴿۳﴾ غرق ہوکر مرنے والا ﴿۴﴾ عمارت کے نیچے دب کر مرنے والا

﴿۵﴾ اور اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والا۔''

ابو داؤد ، نسائی ، احمد ، مالک اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم کی سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے جس کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ایک عنوان کے تحت اشارہ کیا گیا ہے ۔ اخروی شہداء کی کل سات اقسام ہیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پر ارشاد فرمایا:

[۹۶۶] ((اَلشَّهَادَةُ سَبعٌ سِوَی الْقَتْلِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ :اَلْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ ، وَ الغَرِقُ شَهِيْدٌ، وَ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ، وَالمَبْطُوْنُ شَهِيدٌ، وَ صَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ ، وَالَّذِیْ يَمُوْتُ تَحتَ الهَدْمِ شَهِيْدٌ، وَالمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَهِيْدَةٌ)) [6]

''شہید فی سبیل اللہ کے علاوہ شہادت کی سات اقسام ہیں :

﴿۱﴾ طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

﴿۲﴾ غرق ہونے والا شہید ہے۔

﴿۳﴾ ذات الجنب (نمونیہ) کے مرض میں مرنے والا شہید ہے۔

﴿۴﴾ پیٹ کے مرض سے ہلاک ہونے والا شہید ہے۔

---

[5] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۷۷۰

[6] صحیح أبوداؤد= کتاب الجنائز : باب فی فضل من مَّات فی االطَّاعون ، الحدیث:۲۶۶۸ +صحیح إبن ماجة= کتاب الجهاد: باب ما یرجیٰ فیه الشَّهادة ، الحدیث: ۲۲۶۱ + صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب مسئلة الشَّهادة ،الحدیث: ۲۹۶۵ ۔اس حدیث کو امام احمد اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

۵ آگ میں جل جانے والا شہید ہے۔
۶ عمارت کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والا شہید ہے۔
۷ پیٹ میں بچہ ہو، اس حالت میں مرجانیوالی عورت شہیدہ ہے۔

اخروی شہید کی مزید اقسام:

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[٩٦٧] ((مَنُ قُتِلَ دُوُنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ وَ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ وَ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ اَهُلِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ وَ مَنُ قُتِلَ دُوُنَ دِيُنِهٖ فَهُوَ شَهِيُدٌ)) [۱]

۱ اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔
۲ اپنی جان کے دفاع میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔
۳ اپنے اہل وعیال کے دفاع میں مارا جانے والا بھی شہید ہے۔
۴ اپنے دین کی حفاظت میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔"

اس حدیث کا پہلا جملہ جو اپنے مال کے دفاع میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے بخاری ومسلم میں ہے اور باقی ساری حدیث بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔اس میں شہید مقید کی مزید تین اقسام کا بیان ہے لہٰذا تمام صحیح احادیث میں بیان کردہ اخروی شہید کی کل دس (۱۰) اقسام بنتی ہیں،اختصار کے ساتھ یوں ہیں:

۱ اَلْمَطْعُوْن ۲ اَلْغَرِيْقُ ۳ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ
۴ اَلْمَبْطُوْنُ ۵ صَاحِبُ الْحَرِيْقِ ۶ اَلْمَيِّتُ تَحْتَ الْهَدَمِ
۷ اَلْمَيِّتُ بِجَمْع ۸ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ الْمَالِ ۹ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ النَّفْسِ
۱۰ اَلْمَقْتُوْلُ دُوْنَ الْاَهْلِ

علاوہ ازیں ۱۱ اللہ کی راہ میں مرجانے والا اور ۱۲ صدق دل سے شہادت کی تڑپ رکھنے والا بھی شہید ہے۔

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۳

اخروی شہید کے احکام :

① صدق دل سے شہادت کا طالب بھی شہدآء کے مرتبوں کو پالیتا ہے اگرچہ بستر پر فوت ہوجائے۔

② شہید مقید اور شہید مطلق دونوں ہم مرتبہ ہرگز نہیں اور نہ ہی دنیا و آخرت میں ان کے احکام و درجے ایک جیسے ہیں۔

③ شہید مقید یعنی اخروی شہید اجروثواب کے لحاظ سے مقام شہادت پر فائز ہوتا ہے اور اسکی شہادت کے صحیح ہونے کیلئے بھی وہ شرائط ملحوظ ہونگی جو شہید مطلق یعنی اخروی اور دنیاوی شہید کے لئے مقرر ہیں۔ مثلاً ایمان، صبر اور اجر وثواب کی نیت۔[8]

④ شہید مقید یعنی صرف اخروی شہید کو دنیا میں شہید مطلق یعنی دنیاوی اور اخروی شہید کے مخصوص احکام حاصل نہ ہونگے مثلاً غسل نہ دینا، خون شہادت سمیت دفن کردینا وغیرہ۔

⑤ ((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ ......)) کی تشریح یہ ہے کہ ڈاکوؤں، چوروں، ظالموں اور غاصبوں سے جان و مال اورعزت کے دفاع میں جنگ کرنا شہادت کا موجب ہے۔[9]

⑥ جان و مال اورعزت پر حملہ کرنے والا اگر کافر اور مشرک ہوتو اس کے دفاع میں جنگ فرض ہے اور یہ قتل ہونے والا پھر شہید مطلق ہوگا صرف شہید مقید ہی نہیں ہوگا۔ اگر حملہ آور مسلمان باغی اور ظالم ہوتو دفاع ایک بہتر اقدام ضرور ہے مگر فرض نہیں اور مظلوم شہید مقید یعنی اخروی شہید ہوگا۔[10]

⑦ مسلمان حکمرانوں اور خلفاء کے خلاف بغاوت صحیح احادیث کے مطابق ممنوع ہے جب تک ان سے واضح کفر صادر نہ ہو۔[11]

⑧ اندھے فتنے میں (جب جنگ کی وجہ اور سبب محض عصبیت ہوتو) قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔[12] لیکن حق واضح ہوتو بغاوت کرنے والے گروہ کے ساتھ قتال واجب ہے۔

---

[8] ملاحظہ ہو صحیح مسلم = كتاب الإمَارة: باب استحباب طلب الشَّهادة فى سبيل الله،الحديث: ۱۹۰۸-۱۹۰۹

[9] فتح البارى: ٦/٤٨ + سُبُل السَّلام: ٤/٧٩

[10] سُبُل السَّلام: ٤/٧٩ + فتح البارى: ٦/٤٨

[11] ملاحظہ ہو صحيح البخارى= كتاب الفِتَن : باب قول النَّبِىّ صلَّى الله عليه وسلَّم ((سترون بعدى أُمورًا تنكرونها))، الحديث: ٦٦٤٧ + صحيح مسلم = كتاب الإمَارة : باب وجوب طاعة الأُمراء فى غير معصية...... ،الحديث: ١٧٠٩

[12] تخریج آگے آرہی ہے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۹۸۱

⑨ اکثر علمائے اسلام کے موقف کے مطابق جان، مال اور عزت کے دفاع میں قتل کیے جانے والے کو غسل و کفن دیا جائے گا۔ لیکن فقہائے حنفیہ ایسے مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں اور اسی طرح ہر اس مقتول کو غسل اور کفن دینے کے قائل نہیں جس کو ظلم کے ساتھ کسی تیز دھار آلۂ قتل کے ساتھ قتل کر دیا جائے اور اس کے قتل پر دیت (خون بہا) نہ ہو بلکہ قصاص واجب ہو۔ البتہ جنازہ میں ان کا اختلاف معروف ہے کہ وہ میدان جنگ میں شہید ہونے والے کی نماز جنازہ بھی واجب قرار دیتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد فقہائے سے بھی ایک روایت حنفیوں کے قول کی موافقت میں ملتی ہے۔ [۱۳]

⑩ تاہم مذکورہ بالا شہداء کے علاوہ دیگر مقید شہداء یعنی اخروی شہداء کی نماز جنازہ فرض اور واجب ہونے پر فقہائے دین کا اجماع ہے۔ طاعون کی بیماری میں مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، غرق ہونے والا اور جل کر مرنے والا وغیرہ۔ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ مغنی میں رقمطراز ہیں: "فَاِنَّهُمْ يُغَسَّلُوْنَ وَ يُصَلّٰى عَلَيْهِمْ بِلَا خِلَافٍ" [۱۴] ان کو غسل دیا جائے گا اور کفن پہنایا جائے گا۔

بحری جنگ اور سمندر میں شہید ہونے والا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۶۸] «اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهٗ۔ وَ كَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَاَطْعَمَتْهُ۔ وَجَعَلَتْ تَفْلِى رَأْسَهٗ۔ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَ هُوَ يَضْحَكُ۔ قَالَتْ: فَقُلْتُ: مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ« نَاسٌ مِنْ اُمَّتِى عُرِضُوْا عَلَىَّ غُزَاةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ۔ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ » قَالَتْ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِىْ مِنْهُمْ۔ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

[۱۳] المنتقى مع المؤطّا: ۳/۲۱۰۔ باب العمل فى غسل الشُّهداء + المغنى لإبن قدامة :۲/۵۳۶ + الدُّرالمختار مع ردِّ المحتار: ۱/۸۴۸، ۸۴۹

[۱۴] المغنى لإبن قدامة: ۲/۵۳۶ + المنتقى مع المؤطّا : ۳/۲۱۱+ الدُّر المختار: ۱/۸۵۲

وَسَلَّمَ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَ هُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ : وَ مَا يُضْحِكُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ((نَاسٌ مِنْ اُمَّتِىْ عُرِضُوْا عَلَىَّ غُزَاةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))كَمَا قَالَ فِى الْاَوَّلِ ، قَالَتْ : فَقُلْتُ:يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِىْ مِنْهُمْ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ((اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ)) فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِى زَمَنِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِىْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ)) [۱۵]

''رسول اللہ ﷺ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہ (جو ام سلیم انصاریہ کی ہمشیرہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ او رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپ ﷺ کی کھانے سے تواضع کیا کرتی تھی ۔وہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ایک روز آپ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے ،اس نے آپ کو کھلایا پلایا اور پھر آپ ﷺ کا سر کھجانے بیٹھ گئیں ،حتی کہ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو ہنس رہے تھے ام حرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہونگے اور سطح سمندر پر سوار ہو نگے گویا وہ (دولت کی فراوانی اور افواج کی کثرت کی بنا پر) تخت نشین بادشاہوں کی طرح ہیں ۔'' ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان غازیوں میں شامل کرلیا جائے ۔آپ ﷺ نے ام حرام رضی اللہ عنہا کے لئے دعا کی اور پھر محو خواب ہو گئے۔ پھر اسی طرح ہنستے ہوئے بیدار ہوئے ۔سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے ہیں جو اللہ کے دین کے غازی ہوں گے۔'' جس طرح آپ نے پہلی مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :میں نے حسب سابق دعا کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا۔تو اوّلین بحری بیڑے میں شامل ہوگی (یعنی پہلے پہل شامل ہونے والوں میں ہوگی) چنانچہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں ام حرام رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پہلے بحری بیڑے کے

---

[۱۵] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الدُّعَاءِ بالجهادِ وَالشَّهَادَةِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ، الحدیث: ۲۶۳۶ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الغزو فی البحر، الحدیث:۱۹۱۲

ساتھ شامل ہوئیں اور واپسی پر جب وہ اپنی سواری پر سوار ہونے لگی) تو خچر نے ان کو پٹخا کر نیچے گرا دیا۔ جس سے آپ کی موت واقع ہوگئی۔''

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

[۹۶۹]« اَلمَائِدُ فِیْ البَحرِ الَّذِیْ یُصِیبُہُ القَیءُ لَہٗ اَجرُ شَھِیدٍ وَ الْغَرِقُ لَہٗ اَجرُ شَھِیدَیْنِ » [۱۶]

'' سمندر میں چکر اور قئی آنے سے مرنے والے کو شہید کا اجرو ثواب حاصل ہوتا ہے اور غرق ہونے والے کو دو شہیدوں کے برابر اجر حاصل ہوتا ہے۔''

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی متفق علیہ حدیث اور سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے مروی حسن درجہ کی حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

① انبیاء علیہم السلام کے سچے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔

② ام حرام رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ یا باپ کی خالہ ہونے کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محرم عورتوں سے تھیں۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

③ سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث ایک برحق نبی کی زبان سے امت کے لئے خوشخبریوں میں سے ایک خوشخبری ہے اور پیش آنے والے واقعات کی اطلاعات میں سے ایک اطلاع کا بہترین نمونہ ہے۔

④ ملت اسلامیہ کی خاتون بھی مجاہدہ، غازیہ اور شہیدہ کے بلند مقام پر فائز ہوسکتی ہے اور کبھی مخصوص اسباب و حالات کے تحت جہاد ان پر بھی واجب ہوتا ہے۔

⑤ برّی، بحری اور فضائی ہر قسم کا جہاد فرض ہے۔

⑥ سمندر کا جہاد پر خطر اور بہت زیادہ مصائب والا ہونے کی وجہ سے افضل و برتر ہے۔

⑦ امت محمدیہ جہاد کی بدولت بحرو بر (خشکی وتری) پر حکمرانی کا شرف حاصل کرے گی (فی الواقع ایسا ہو چکا ہے اور ان شاء اللہ مستقبل میں بھی ہو کر رہے گا)

⑧ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی امارت اور دور حکومت میں غزوۂ قسطنطنیہ کے واقع ہونے کا واقعہ ان کے عظیم الشان شرف و فضل کی روشن دلیل ہے۔

[۱۶] صحیح أبوداؤد= کتاب الجهاد: باب فضل الغزو فی البحر ، الحدیث:۲۱۷۷

⑨ میدان جنگ اور معرکہ سے باہر جہادی سفر میں طبعی یا حادثاتی موت سے جاں بحق ہونے والا مجاہد بھی شہید ہے ۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تو پہلے پہلے شہید ہونے والوں میں شامل ہے“ نیز نبی ﷺ کا فرمان ہے :

[۹۷۰] ((مَنْ مَاتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيدٌ)) [۱۷] ”جو اللہ کی راہ میں (طبعی یا حادثاتی طور پر) وفات پا گیا وہ بھی شہید ہے۔“ [۱۸]

غزوۂ ہند کے بارے احادیث رسول ﷺ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

[۹۷۱] ((وَعَدَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْهِنْدِ فَإِنْ أَدْرَكْتُهَا أُنْفِقْ فِيهَا نَفْسِي وَ مَالِي وَ إِنْ قُتِلْتُ كُنْتُ أَفْضَلَ الشُّهَدَآءِ وَ إِنْ رَجَعْتُ فَأَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ الْمُحَرَّرُ)) [۱۹]

” رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ غزوۂ ہند کا وعدہ فرما رکھا ہے (یعنی اہل اسلام ہندوستان کو فتح کرینگے) ۔ چنانچہ اگر میں نے اسے اپنی زندگی میں پا لیا تو جان و مال اس کے لئے خرچ کر ڈالوں گا۔ اگر میں اس میں قتل ہو گیا تو میرا شمار افضل الشہدآء میں ہو گا اور اگر غازی بن کر لوٹا تو (اس کے بعد) میں ابو ہریرہ المُحَرَّر (یعنی جہنم سے آزاد کیا گیا) ہونگا۔“

انہوں نے اپنے آپ کو المُحَرَّر (جہنم سے آزاد کیا گیا) کیوں کہا؟ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۹۷۲] ((عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَ عِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام)) [۲۰]

---

۱۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹۶۴

۱۸ ملاحظہ ہو: فتح الباری: ۶/ ۴۱۶،۴۱۷ + شرح النَّووی:۲/ ۱۴۱،۱۴۲ + تحفة الأحوذی: ۳/ ۱۰،۱۱ + منار السَّبیل فی شرح الدَّلیل:۹/ ۲۸۵ + إرواء الغلیل للألبانی : ۵/ ۱۶، ۱۷

۱۹ سنن النِّسائی = کتاب الجهاد: باب غزوة الهند ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۰ صحیح النِّسائی= کتاب الجهاد: باب غزوة الهند ، الحدیث: ۲۹۷۵ ۔ اس حدیث کو امام احمد نے مسند أحمد(۵/ ۲۷۸) میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر : ۳/ ۷۲ میں بھی روایت کیا ہے۔

’’میری امت کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آتش دوزخ سے محفوظ کر لیا ہے۔ایک وہ جماعت جو ہندوستان (ہندو کافروں کے ساتھ) جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ (جہاد میں مددگار) ہوگی۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① ہندوستان سے جہاد والی حدیث جہادی خوشخبریوں کی بیش قیمت مالا ہے جسے چشم فلک نے رونما ہونے والی ایک حقیقت کی صورت میں عہد معاویہ رضی اللہ عنہ (۴۴ھ) میں پہلی بار اور ہندوستان کے فاتح محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد (۴۰۰ھ) میں دوسری بار دیکھا۔[۲۱]

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے حدیث کے حافظ اور عالم صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانی اور مالی قربانیاں پیش کرنے میں سبقت و اولیت رکھتے تھے۔

③ غزوۂ ھند کا شہید سب سے افضل شہید ہے اور غزوۂ ہند کا مجاہد آتش دوزخ سے محفوظ ہے۔ (ان شاء اللہ)

④ خلافت ہو یا صرف جماعت ہو دونوں صورتوں میں جہاد باقی اور جاری رہے گا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کے دو گروہ (دو جماعتیں) ایسی ہوں گی......‘‘

⑤ معلوم ہوا کہ جہاد کیلئے خلافت کا ہونا ضروری نہیں۔ صرف جماعت اور جہادی گروہ ہونے کی صورت میں جہاد ہوسکتا ہے۔

⑥ غزوۂ ھند کے شہدآء اور غازی ان شاء اللہ العزیز جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے۔

⑦ عہد قدیم سے ہندوستان فسق و فجور اور شرک و کفر کا مرکز بنا رہا ہے۔ اور دنیا کے تین مشہور شرکیہ مذاہب (ہندومت، بدھ مت اور سکھ مت) کی پیدائش بھی اسی سرزمین ھند پر ہوئی ہے۔ اسی بناء پر جہاد ھند کو زبان نبوت سے ملنے والی خوشخبریوں میں خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

⑧ مذکورہ بالا صحیح احادیث علماء کی خصوصی توجہ کا تقاضا کرتی ہیں۔

---

۲۱ البداية والنِهاية:٦/٢٢٣

دنیوی اور اخروی شہید کے احکام :

غسل، کفن ، جنازہ اور تدفین کے مخصوص احکام درج ذیل ہیں ۔سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷۳] ((کَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ: ((اَيُّهُمْ اَكْثَرُ أَخْذًا لِلقُرآنِ)) فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِى اللَّحْدِ وَ قَالَ " اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ يَوْمَ القِيَامَةِ " وَ اَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِيْ دِمَائِهِمْ وَ لَمْ يُغْسَلُوْا وَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ)) [۲۲]

’’ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہدآء احد میں دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا کفن دیتے اور پھر فرماتے تھے:ان میں قرآن کا زیادہ علم رکھنے والا کون ہے؟ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو لحد میں (قبلہ کی طرف) پہلے رکھتے اور فرماتے : میں قیامت کے روز ان سب کا گواہ ہونگا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شہداء کو ان کے خونوں سمیت دفن کردینے کا حکم دیا۔ نہ انہیں غسل دیا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔‘‘

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۷٤]((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى أَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ :" اِنِّى فَرَطٌ لَّكُمْ وَ اَنَا شَهِيْدٌ عَلَيْكُمْ وَ اِنِّى وَاللّٰهِ لَأَنْظُرُ اِلٰى حَوضِى الْاٰنَ۔ وَ اِنِّى اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزائِنِ الاَرْضِ —— اَوْ مفَاتِيْحَ الاَرْضِ—— وَاِنِّى وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا بَعْدِى وَ لٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا)) [۲۳]

’’ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم (میدان یا مسجد کی طرف) تشریف لے گئے اور شہدآء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ پھر آپ منبر کی طرف چلے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں (حوض کوثر پر) تمہارا پیش رو بن کر انتظار کروں گا اور میں تمہارے حق میں گواہ ہوں ۔اللہ کی قسم !میں یقیناً اس وقت اپنے حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں ۔مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں (یا فرمایا زمین کی چابیاں)

---

۲۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸٦۳

۲۳ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب الصَّلٰوة علَى الشَّهيد، الحديث:۱۲۷۹

عطا کردی گئیں ہیں ۔اللہ کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے۔لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ (اے صحابہ رضی اللہ عنہم) تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔''

ایک روایت میں مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

[۹۷۵]« صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِیَ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْيَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ......" » [۲۴]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ برس کے بعد شہدآء احد کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے تھے......۔''

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

[۹۷۶]« اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰی اُحُدٍ اَن يُّنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ وَ الْجُلُوْدُ وَ اَنْ يُّدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَ ثِيَابِهِم » [۲۵]

''شہداء احد کے ہتھیار اور زرہیں وغیرہ اتار کر انہیں خون اور کپڑوں سمیت دفن کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

مندرجہ بالا صحیح احادیث سے شہدائے اسلام کے متعلق چند مخصوص اور امتیازی احکام معلوم ہوتے ہیں ۔ ان میں شہید کی نماز جنازہ کے علاوہ درج ذیل احکام اکثر محدثین اور فقہا کے درمیان تسلیم شدہ ہیں:

① شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا جس کا سبب یہ ہے کہ وہ آخرت کے دن زخمی حالت میں خون آلودہ جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جس کے خون کا رنگ تو خون جیسا ہو گا جبکہ اس کی خوشبو کستوری جیسی ہو گی ۔

② اس کی تکفین و تدفین اسی لباس میں ہی کردی جائے گی جس میں وہ قتل ہوا ہے البتہ جنگی آلات اور کفن کے لئے وہ لباس جس کی ضرورت نہیں علیحدہ کردیئے جائیں۔ یہ اکثر علماء کا قول ہے۔

---

[۲۴] صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة أُحُد، الحدیث: ۳۸۱۶۔اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے

[۲۵] سنن أَبی داؤد =کتاب الجنائز : باب فی الشَهید أَن یُغسل

③ البتہ فقہائے مالکیہ کی رائے میں جنگی آلات کے علاوہ کوئی لباس شہید کے جسم سے نہ اتارا جائے۔ کیونکہ مقتول کا تمام لباس بالعموم خون آلودہ ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث بھی اس رائے کی تائید کرتی ہے۔

④ ضرورت کے پیش نظر ایک سے زائد شہداء کو ایک قبر میں دفن کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں قرآن کے بڑے عالم کو (قبلہ کی جانب) پہلے رکھا جائے۔ یہ دونوں حکم دیگر مردوں کے لئے بھی عام ہیں۔

⑤ اسی طرح ضرورت کے وقت دو دو شہداء کو ایک ہی کفن میں لپیٹا جا سکتا ہے۔ یہ حکم بھی عام ہے۔

⑥ مجاہد جنبی حالت میں بھی شہید ہو جائے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ جمہور علمائے اسلام، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس موقف کی مخالفت کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا فرشتوں کا غسل انسانوں کے غسل سے بالکل ہی مختلف نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے پابند ہیں نہ کہ فرشتوں کی اطاعت کے۔ علاوہ ازیں اس حدیث میں محدثین نے کلام کیا ہے۔" [۲۶]

⑦ حائضہ اور نفاس والی عورت کو بھی شہید ہونے کی صورت میں غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ شہداء کو غسل نہ دینے والی حدیث عام ہے تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔ البتہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے لیکن غسل کو واجب قرار دینے والے اس پر کوئی صریح دلیل قائم نہیں کر سکے۔

⑧ کافر و مشرک اسلام لاتے ہی جہاد میں شریک ہوجائے تو دیگر شہداء کی طرح وہ بھی غسل سے مستثنیٰ ہو گا۔ حدیث مذکور کے عموم کی وجہ سے اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے جن میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نبیت کے ایک فرد کو تازہ تازہ اسلام لانے کے بعد شہید ہونے کی حالت میں دیکھا تو فرمایا:

---

[۲۶] فتح الباری: ۳/ ۴۵۵ + نیل الأوطار: ٤/ ۳۲

[۹۷۷]((عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا)) [۲۷]

''اس نے عمل بہت تھوڑا کیا، مگر اجر بہت زیادہ لے گیا۔''

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو:**

۱ فتح الباری شرح البخاری : ۳/۴۵۲۔ ۴۵۶

۲ مؤطا امام مالك مع المنتقٰی: باب العمل فی غسل الشُّهدآء: ۳/۲۱۰۔۲۱۱

۳ جامع التِّرمذی= کتاب الجنائز:۱/۱۲۳

۴ القرطبی: ٤/۱۷۳

۵ تهذیب السُّنن لابن القیِّم:٤/۲۹۵ الحدیث:۳۰۰٦

٦ سُبُل السَّلام: ۲/۱۹۸

۷ نیل الأَوطار شرح منتقَی الأَخبار:٤/۳۱۔۳٤

۸ المغنی لِإبن قدامة: ۲/۵۲۸۔۵۳٤

۹ المجموع النَّووی:۱/ ۲٦۳۔۲٦۵

۱۰ ردُّالمحتار لِإبن عابدین :باب الشهدآء :۱/۸٤۸،۸٤۹

شہید کی نماز جنازہ:

شہید مطلق جو جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو جائے ، جنگ ختم ہونے سے پہلے اس کی موت واقع ہو جائے ۔ یا میدان جنگ سے زخمی حالت میں اٹھایا جائے اور دنیا کا کوئی فائدہ اٹھانے یعنی کھانے پینے وغیرہ سے پہلے ہی جاں بحق ہو جائے اس کی نماز جنازہ کے متعلق مختلف احادیث وارد ہونے کی وجہ سے علمائے اسلام کے درج ذیل تین موقف ہیں جن کو ہم ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

پہلا مؤقف :

شہید کا جنازہ نہ پڑھا جائے یہ اہل مدینہ، فقہائے مالکیہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يُصَلَّى عَلَى الشَّهِيْدِ وَ هُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ بِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ " [۲۸]

---

[۲۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۲۷۱

[۲۸] سنن التِّرمذی= کتاب الجنائز: باب ما جاء فی ترك الصَّلٰوة علَی الشَّهید.

''بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اہل مدینہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔''

◎ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" عَنْ مَالِكٍ بَلَغَهُ عَنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ : اَلشُّهَدَآءُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يُغْسَلُوْنَ وَ لَا يُصَلّٰى عَلٰى جَنَائِزِهِم وَ اَنَّهُم يُدْفَنُوْنَ فِى الثِّيَابِ الَّتِى قُتِلُوا فِيْهَا .وَ تِلْكَ السُّنَّةُ فِيْمَنْ قُتِلَ فِى الْمُعْتَرَكِ فَلَم يُدْرَكْ حَتّٰى مَاتَ. وَ اَمَّا مَنْ حُمِلَ مِنْهُم فَعَاشَ مَا شَاءَ اللّٰهُ بَعْدَ ذَالِكَ فَاِنَّهٗ يُغْسَلُ وَ يُصَلّٰى عَلَيهِ كَما عُمِلَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ شَهِيْدًا " [29]

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے اہل علم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ شہداء فی سبیل اللہ کو غسل نہ دینے، ان کا جنازہ نہ پڑھنے اور انہیں اس لباس میں ہی دفن کردینے کے قائل ہیں۔ جس میں وہ شہید ہوئے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس شخص کے لئے یہی طریقہ مسنون ہے۔ جو میدان قتال میں مارا جائے اور موت تک کوئی دنیاوی فائدہ حاصل نہ کرے۔ لیکن جو میدان سے اٹھا لیا جائے اور جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے اس شخص کو غسل دیا جائے گا۔ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا جیسا کہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا۔ حالانکہ آپ شہید تھے (آپ کا قاتل ابولؤلؤ نامی مجوسی غلام تھا)

اس مؤقف کی دلیل سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدآء احد کو نہ غسل دیا نہ ان کا جنازہ پڑھا۔ [30]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں جو مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ برس کے بعد شہداء احد کا جنازہ پڑھا۔ اس بات کا جواب شہید کی نماز جنازہ کے مخالفین یہ دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی موت کے قریب ان شہداء کے لئے الوداعی دعاء اور استغفار فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے گویا [۹۷۸] ((فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ)) کا معنٰی ہے کہ ''احد والوں کے لئے دعا اور استغفار فرمایا''۔ لہٰذا یہ حدیث دو معنوں کا احتمال رکھنے کی وجہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ثابت شدہ حکم کو منسوخ نہیں کرسکتی۔ جو مشہور اور متواتر سندوں سے مروی ہے۔ جیسا

---

[29] مؤطّا إمام مالك= كتاب الجهاد: باب العمل فى غسل الشُّهدآء

[30] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸٦٣

کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الامّ" میں بھی یہی بات کہی ہے۔ [۳۱]

بعض نے یہ دلیل بھی بیان کی ہے کہ نماز جنازہ دعآء و استغفار اور میت کے لئے سفارش ہی تو ہوتی ہے۔ جبکہ شہید جنت میں زندہ ہوتا ہے، اس کو رزق مل رہا ہوتا ہے اوراس کے تمام گناہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں اس وجہ سے شہید اس کا محتاج ہی نہیں۔

دوسرا مؤقف:

شہید کا جنازہ ضرور پڑھا جائے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے۔ سفیان ثوری، اسحاق، حنفی فقہاء اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف ہے۔

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُصَلّٰى عَلَى الشَّهِيْدِ وَاحْتَجُّوْا بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى حَمْزَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ هُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ وَ اَهْلِ الْكُوفَةِ وَ بِهٖ يَقُوْلُ اِسْحٰقُ " [۳۲]

"بعض کا یہ کہنا ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا۔ سفیان ثوری اہل کوفہ (امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) اور اسحٰق بن راہویہ کا یہی مؤقف ہے۔ اس مؤقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے:

[۹۷۹] ((خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ......)) [۳۳]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میدان کی طرف نکلے اورشہداء احد پر ایسی نماز پڑھی جو آپ میت پر پڑھتے تھے۔"

یہ حدیث بھی حدیث جابر کی طرح صحیح، مشہور اور اپنے مفہوم میں واضح ہے۔ کیونکہ "آپ نے ایسی نماز پڑھی جیسی آپ میت پر نماز پڑھتے تھے۔" تک کا جملہ واضح اور صریح جملہ ہے کہ یہاں "صَلٰوةٌ" سے محض دعا اور استغفار مراد نہیں لیا جا سکتا۔ لہٰذا یہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ

[۳۱] فتح الباری: ۳/۴۵۳

[۳۲] سُنَن التِّرمذی= کتاب الجنائز: باب ترک الصَّلٰوۃ علَی الشَّھید

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹۷٤

سے مروی حدیث کے لیے ناسخ ہوسکتی ہے۔ دونوں احادیث فعلی ہیں۔ جبکہ شہداء احد والی روایت تاریخی اعتبار سے بعد والی ہے کیونکہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بالکل آخری حصے کا واقعہ ہے۔ نیز میت پر جنازہ پڑھنے کی عمومی اور مطلق احادیث بھی اس مذہب کی تائید کرتی ہیں۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر جنازہ پڑھنے کی حدیث اگرچہ ضعیف (مرسل) ہے۔ مگر کثرتِ طرق (بہت زیادہ سندوں کے مل جانے) کی وجہ سے قابل استدلال ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آخری دلیل کا جواب یہ ہے کہ جنازہ اگرچہ دعا و استغفار ہے۔ لیکن وہ زندوں کے لئے بھی ہے اور مردوں کے لئے بھی۔ نہ کہ صرف میت کے لئے۔ پھر جن صحابہ کو زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی ان کے جنازے بھی پڑھے گئے، جنازہ دعا و استغفار بھی ہے اور اجر وثواب میں اضافے کا باعث بھی۔ [۳۴]

تیسرا مؤقف:

شہید کا جنازہ پڑھنے اور اسے ترک کردینے کے دونوں طریقے مسنون ہیں اور لوگوں کو ان میں سے کسی پر بھی عمل پیرا ہونے کا اختیار ہے۔ یہ بعض محدثین اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اسی قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے انہوں نے شہید کی نماز جنازہ کے عنوان کے تحت دونوں طریقوں کو ثابت کرنے والی احادیث اکٹھی کی ہیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس کو اصولی طور پر زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

◎ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالصَّوَابُ فِی الْمَسْئَلَةِ اَنَّهٗ مُخَیَّرٌ بَیْنَ الصَّلٰوةِ عَلَیْهِمْ وَتَرْکِهَا لِمَجِیْءِ الْآثَارِ بِکُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْاَمْرَیْنِ وَ هٰذَا اِحْدَی الرِّوَایَاتِ عَنِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ وَ هِیَ الْاَلْیَقُ بِاُصُوْلِهٖ وَ مَذْهَبِهٖ" [۳۵]

"اس مسئلہ میں صحیح موقف یہ ہے کہ شہدآء پر نماز جنازہ پڑھنے اور ترک کردینے دونوں

---

[۳۴] خلاصہ کلام از نیل الأوطار: ٤/ ٤٥-٤٨ + سُبُل السَّلام: ٢/ ١٩٩ + التَّهذیب لِإبن القیِّم: ٤/ ٢٩٥

[۳۵] تهذیب السُّنن لِإبن القیِّم: ٤/ ٢٩٥ + المغنی لِإبن قدامة: ٢/ ٥٢٨ + العدَّة شرح العمدة: ٩٢ + نیل الأوطار: ٤/ ٤٥-٤٨

باتوں کا اختیار ہے۔ کیونکہ دونوں طریقوں کی تائید میں احادیث وارد ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی روایت ان کے اصول اور موقف سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔''

اپنے ہی وار سے شہید ہو جانے والا:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۸۰] ((لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ اَخِيْ قِتَالًا شَدِيْدًا فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهٗ فَقَتَلَهٗ۔ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ فِيْ ذَالِكَ۔ وَ شَكُّوْا فِيْهِ: رَجُلٌ مَاتَ فِي سَلَاحِهٖ وَ شَكُّوْا فِيْ بَعْضِ أَمْرِهٖ ...... فَقُلْتُ :يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ نَاسًا لَيَهَابُوْنَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ: رَجُلٌ مَاتَ بِسَلَاحِهٖ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ((كَذَبُوا، مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ)) وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ۔ [۳۶]

'' غزوۂ خیبر کے روز میرے بھائی(سیدنا عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ) نے زبردست جنگ کا مظاہرہ کیا۔ اچانک اس کی اپنی تلوار الٹی ہو کر اسے لگ گئی اور اسے قتل کر دیا ۔اس پر صحابہ نے شک و شبہ کا اظہار کیا کہ یہ آدمی اپنے ہی ہتھیار سے مارا گیا۔ میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ ! کچھ لوگ اس کیلئے دعائے رحمت کرنے سے احتراز کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں یہ شخص تو جہاد اور سخت محنت کرتے ہوئے مارا گیا ہے۔لہٰذا اس کو دہرا اجر حاصل ہو گا ۔ آپ نے یہ بات دو انگلیوں سے اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمائی۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلطی کی وجہ سے اپنے یا کسی دوسرے مسلمان کے ہتھیار سے مارا جانے والا بھی شہید ہے ۔ اکثر علمائے اسلام کا یہی موقف ہے ۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف اکثر علمائے اسلام کے خلاف ہے ۔[۳۷]

---

[۳۶] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسَّير: باب غزوة خيبر، الحديث۱۸۰۲ + صحيح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة خيبر، الحديث:۳۹۶۰ ۔اس حدیث کو امام ابو داؤ رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۳۷] المغنی لِإبن قدامة: ۲/ ۴۰۴ + المجموع للنَّووی: ۵/ ۲۶۱ + الدُّر المختار مع ردِّ المحتار: ۱/ ۸۵۲

باغیوں اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے قتل ہونے والا:

اہل عدل وحق میں سے جو شخص حکومت اسلامیہ کے مخالف باغیوں کے خلاف قتال کرتا ہوا میدان قتال میں مارا جائے تو بلاشبہ وہ بھی شہید ہے۔ اس پر میدان جہاد کے شہدآء کے احکام نافذ ہونگے۔ اس لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے حامی شہدآء کو غسل نہیں دیا۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انہیں غسل نہ دیا جائے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنگ جمل کے شرکاء نے وصیت کی تھی کہ ہم آئندہ کل شہید ہوجانے والے ہیں لہٰذا ہمارے کپڑے نہ اتارنا اور ہمیں غسل نہ دینا۔ [۳۸]

باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والا چونکہ وہ اسلامی شعائر اور دینی حرمت کا دفاع کرتے ہوئے اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہی جان قربان کرتا ہے۔ لہٰذا شہید کی تعریف میں جو عام دلائل وارد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی میدان جنگ میں شہید ہونے والے کا معاملہ کیا جائے گا۔ حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔ [۳۹]

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ

[۹۸۱] ((اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِی النَّارِ)) [۴۰]

”قاتل اور مقتول (دونوں) آگ میں جائیں گے۔“

یا اس جیسی اور دوسری احادیث اس صورت پر محمول ہیں جس میں اندھا فتنہ ہو حق واضح نہ ہو یا دونوں محض دنیا طلب کرنے والے اور خاندانی حمیت کے لئے باہمی قتال کرنے والے ہوں۔ وگرنہ جماعت حقہ کی حمایت میں باغیوں کے ساتھ قتال واجب اور شرعی جہاد کا ہم مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۹۸۲] ﴿ فَقَاتِلُوْا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ ...... ﴾[الحجرات=۴۹:۹]

”باغی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتی کہ وہ اللہ کے حکم کو قبول کرلیں۔“

حکومت اسلامیہ کے باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے کا یہ حکم ہے لیکن ڈاکوؤں اور

---

[۳۸] المغنی لِإ بن قدامة:٦/٢٠٤ + تفسير القرطبی : ٤/١٧٤

[۳۹] الدُّر المختار مع ردِّ المحتار:١/٨٥٠ + المغنی لِإبن قدامة:٦/٢٠٤

[۴۰] صحيح البخاری = كتاب الإيمان: باب ﴿ وَ إِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ...... ﴾، الحديث: ٣١ + صحيح مسلم = كتاب الفِتَن و أَشراط السَّاعة : باب إِذا تَوَاجهَ المسلمان بسَيْفِهِمَا ، الحديث: ٢٨٨٨

چوروں وغیرہ کے ہاتھوں قتل ہونے والا اگرچہ اجروثواب کے لحاظ سے شہید مقید (یعنی صرف اخروی اعتبار سے شہید) ہے۔ لیکن اس کا مقصد جنگ چونکہ جان و مال اورعزت کا دفاع ہے نہ کہ دین کا۔ لہٰذا اس کے لئے میدان جہاد کے شہید کے مخصوص احکام نہ ہونگے۔ یہی موقف صحیح ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث کے دلائل اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں نیزاکثر علمائے اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔

شہید عورتوں اور بچوں کا حکم:

اگرچہ عورتوں پر عمومی حالات میں اور نابالغ بچوں پر تمام حالات میں جہاد فرض نہیں ہے۔ لیکن عورتیں مردوں کے ساتھ عہد نبوت میں جہاد و قتال کے معرکوں میں برابر شریک ہوتی رہی ہیں۔ زخمیوں کی خدمت، علاج معالجہ اور باقاعدہ عملی طور پر جنگ میں ان کی شمولیت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ام سلیم، ام عطیہ اور ام حرام رضی اللہ عنہن کی احادیث سے ثابت ہے۔اسی طرح نابالغ بچوں کی جہاد میں شرکت پر سیدنا انس اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث دلیل ہیں جن کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

کیونکہ جب نابالغ کا اسلام مقبول اور معتبر ہے تو اس کے دیگر نیک اعمال بھی قابل اعتبار ہونگے۔عورتوں اور بچوں کے جہاد کی اکثر احادیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات ہیں۔ ان کے جہاد کی تفصیل کے لئے صحیح البخاری کے عنوانات کی فہرست پر ایک نظر ڈالنا تحقیق کے لئے مفید اور معاون ہوگا۔

ملاحظہ ہوں **کتاب الجہاد کے ابواب**:

1. جهاد النِّساء،
2. غزوة المرأة فی البحر
3. حمل الرَّجل امرأتَه فی الغزو
4. غزو النِساء و قتالهن مع الرِّجال،
5. حمل النِّساء القِرَب الَی النَّاس فی الغزو
6. مداواة النِساء الجرحٰی فی الغزو
7. ردُّ النِساء الجرحٰی والقتلٰی
8. فضل الخدمة فی الغزو
9. من غزا بصبیٍّ للخدمة

میدان جہاد کے شہیدوں کے مخصوص احکام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عام اور مطلق ہیں ۔عورتوں اور بچوں کے لئے علیحدہ احکام کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہٰذا شہید

عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی جہادی شہداء کا معاملہ کیا جائے گا۔ اکثر علماء کا بھی یہ موقف ہے جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس موقف میں بھی اکثر علماء کی مخالفت کرتے ہیں۔[۴۱]

زیادہ تفصیل کے لئے اسی کتاب کے باب :۴ کے عنوان ''عورتوں کی جہاد میں شرکت'' کا مطالعہ کریں۔

میدان جہاد میں بغیر کسی نشان کے قتل ہونے والا :

اختتام جنگ پر میدان جنگ میں جو مقتول پایا جائے اور اس کے جسم پر قتل کے آثار ہوں تو بلاشبہ وہ میدان جہاد کے شہید کے احکام حاصل کرے گا۔لیکن اگر ایسے مقتول کا جسم قتل کے کسی اثر سے خالی ہو تو اس میں علماء کے دو اقوال ہیں: چنانچہ شافعی فقہاء اور مالکی فقہا ء ایسے مقتول کو ہر صورت میں شہید کے احکام دیتے ہیں۔لیکن حنفی فقہاء اور حنبلی فقہاء صرف اس صورت میں اس کے قائل ہیں جبکہ اس کے جسم پر قتل کے آثار موجود ہوں۔[۴۲]

قابل ترجیح اور دلائل پر مبنی موقف پہلا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے دور میں میدان قتال کے ہر مقتول کو بلا تفتیش اور قتل کے آثار کی شرط کے بغیر بالاتفاق میدان جہاد کے شہید کا مقام و مرتبہ عطا کیا جاتا رہا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ۔ لہٰذا قتل کے نشان کی موجودگی کی شرط بلا دلیل ہے ۔

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ دیر زندہ رہے

''المُرتَثّ '' کا لغوی معنیٰ:

وہ شخص جو زخمی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہے '' مُرتَثٌ ''کہلاتا ہے۔

''المُرتَثّ '' کا شرعی معنیٰ:

شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو زخمی حالت میں جنگ ختم ہونے کے بعد زندہ رہے اور زندگی کے فائدوں میں سے کوئی فائدہ مثلاً کھانا پینا اور کوئی وصیت کرنا وغیرہ حاصل کرے۔ اس کو عربی زبان میں '' مُرتَثٌ '' اور ''مُدرَك''کہا جاتا ہے۔ البتہ جو زخمی جنگ کے ختم

---

۴۱ المغنی لإبن قدامة: ۲/ ۵۳۱ + المجموع للنَّووی: ۵/ ۲۶۶

۴۲ المجموع للنَّووی:۵/ ۲۶۷+ المغنی لإبن قدامة: ۲/ ۵۳۲

ہونے پر جاں بحق ہو چکا ہو یا موت کی مدہوشیوں میں ہی کچھ عرصہ مبتلا رہے ،وہ مرتث نہیں ہوگا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَتِلْكَ السُّنَّةُ فِيُ مَنُ قُتِلَ فِي الْمُعُتَرَكِ فَلَمُ يُدُرَكُ حَتّٰى مَاتَ ۔ وَ اَمَّا مَنُ حُمِلَ مِنُهُمُ فَعَاشَ مَا شَاءَ اللّٰهُ بَعُدَ ذَالِكَ فَاِنَّهٗ يُغُسَلُ وَ يُصَلّٰى عَلَيُهِ كَمَا عُمِلَ بِعُمَرَ بُنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ وَ كَانَ شَهِيُدًا " [۴۳]

" جو شخص میدان جنگ میں زخمی ہو اور وہیں پر جاں بحق ہو جائے تو ایسے شہید کے متعلق یہی سنت ہے (کہ بلا غسل اور بلا جنازہ دفن کیا جائے گا) لیکن جو زخمی میدان قتال سے اٹھا لیا جائے اور وہ جس قدر اللہ چاہے زندہ رہے تو اس کا غسل اور جنازہ ہوگا جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

◎ علامہ الباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" اِلَّا مَا يَكُونُ مِنُهُ فِيُ غَمَرَاتِ الْمَوُتِ فَاِنَّهٗ بِمَنُزِلَةِ مَنُ مَّاتَ فِيُ الْمُعُتَرَكِ " [۴۴]

" البتہ جو زخمی موت کی سختیوں میں مبتلا رہ کر فوت ہو وہ میدان قتال میں مرنے والے کے حکم میں ہے۔"

زخمی حالت میں میدان جنگ میں پائے جانے والے شخص کے مذکورہ بالا احکام کا استدلال سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) کے متعلق منقول درج ذیل صحیح حدیث سے کیا گیا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۹۸۳]((اُصِيُبَ سَعُدٌ يَوُمَ الْخَنُدَقَ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنُ قُرَيُشٍ يُقَالُ لَهٗ حِبَّانُ بُنُ العَرِقَةِ۔ رَمَاهُ فِي الْاَكُحَلِ ۔ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَ سَلَّمَ خَيُمَةً فِيُ الْمَسُجِدِ لِيَعُودَهٗ مِنُ قَرِيُبٍ ...... فَانُفَجَرَتُ مِنُ لَبَّتِهٖ ...... فَاِذَا سَعُدٌ يَغُذُو جُرُحُهٗ دَمًا ، فَمَاتَ مِنُهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ)) [۴۵]

" غزوۂ خندق میں سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کی اکحل (بازو کی رگ) میں تیر لگا۔

---

[۴۳] المؤطّا لِلإمام مالك= كتاب الجهاد: باب العمل فى غسل الشّهيد

[۴۴] المنتقى شرح المؤطّا:۳/۲۱۱+ المغنى لإبن قدامة: ۲/۵۳۴،۵۳۳ + المجموع للنّووى:۱/۲۶۱ + الدُّر المختار مع ردِّ المحتار:۱/۸۵۲،۸۵۱

[۴۵] صحيح البخارى= كتاب المغازى : باب مرجع النَّبِىّ من الأَحزاب و مخرجِهٖ إلٰى بَنِى قُرَيُظَةَ...... " الحديث: ۳۸۹۶ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسّير : باب جواز قتال من نقض العهد و جواز إنزال أهل الحصن على حكم حاكم عدلٍ اهلٍ للحكم، الحديث: ۱۷۶۹

ایک قریشی جوان حبان بن عرقہ نے تیر مارا تھا۔جس سے وہ زخمی ہو گئے ۔ نبی ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیا ۔تا کہ آپ قریب سے ان کی تیمار داری فرما سکیں ۔پھر(سعد رضی اللہ عنہ کے دعا مانگنے پر) وہ زخم سینے کی طرف سے پھوٹ پڑا اور آپ کا زخم متواتر خون بہانے لگا۔چنانچہ اس سے آپ کی موت واقع ہوگئی ۔''

راہ حق میں زخم خوردہ سعد رضی اللہ عنہ کی وفات پر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک عجیب وغریب خوشخبری سنائی۔ جبکہ سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے رکھا ہوا تھا ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸٤] ((اِهۡتَزَّ عَرۡشُ الرَّحۡمٰنِ لِمَوۡتِ سَعۡدِبۡنِ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ)) [۴۶]

''سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر رحمٰن کا عرش ہل گیا ہے ۔''

جب سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے بنوقریظہ کے خلاف ان کے عادلانہ اور منصفانہ فیصلہ کی وجہ سے (طنز کے طور پر) کہا: اس کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۵]((اِنَّ الۡمَلٰئِکَةَ کَانَتۡ تَحۡمِلُهٗ)) [۴۷]

''(ہلکا اس لئے ہے) کہ اس کو اللہ کے فرشتوں نے اٹھا رکھا تھا۔''

اور امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے میدان جنگ میں پائے جانے والے زخمی شخص کے احکام بیان کئے ہیں۔

درست موقف:

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے غزوۂ خندق میں زخمی ہوکر جاں بحق ہوجانے کے واقعہ کا لب لباب یہ ہے کہ وہ رگ بازو میں تیر لگنے سے زخمی ہوئے ۔تقریباً ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی ان کا علاج معالجہ ہوتا رہا ۔وہ بقائمی ہوش و حواس تمام منافع زندگانی سے فائدہ اٹھاتے رہے اور بنوقریظہ کے پچیس روزہ محاصرہ کے بعد وہ بطور ثالث گدھے پر سوار ہوکر مدینہ سے کئی میل دور بنی قریظہ کے محلّہ میں تشریف لائے اور فیصلہ کیا ۔واپس مسجد میں آئے اور دعا میں اپنی موت کی تمنا کا اظہار

---

[۴۶] صحیح البخاری = کتاب فضائل الصَّحابة: باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللّٰه عنه ، الحدیث: ۳۵۹۲ + صحیح مسلم = کتاب فضائل الصَّحابة: باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللّٰه عنه ، الحدیث: ۲٤٦٦ + صحیح التِّرمذی أبواب المناقب : باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللّٰه عنه ، الحدیث: ۳۰۲۳

[۴۷] صحیح التِّرمذی= أَبواب المناقب: باب مناقب سعد بن معاذ رضی اللّٰه عنه ، الحدیث: ۳۰۲٤

کیا۔ پھر اس دعا کی قبولیت کے سبب وہ ملک عدم کے مسافر بنے۔[۴۸]

مذکورہ بالا تمام امور حدیث کی کتابوں اور سیرت رسول میں ثابت شدہ ہیں ۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جو زخمی معرکۂ حق و باطل کے بعد عرصہ دراز تک زندگی کے تمام فائدوں سے بھر پور استفادہ کرے، ان زخموں سے موت کی توقع اور امید ختم ہوجائے جہادی زخموں کی وجہ سے خود اس کی تمنا و آرزو رکھے اور اسی آرزو کی بناء پر وہ اللہ کے پاس حاضر کرلیا جائے ۔اس کے ساتھ میدان جہادوالے شہیدوں کا معاملہ نہ کیا جائے گا۔ بعینہ مذکورہ کیفیت سے ملتی جلتی کیفیت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ میں بھی پیش آئی۔

لہٰذا قرآن و حدیث کے واضح دلائل کے مطابق مندرجہ ذیل شہداء " مرتَث" اور "مُدرَك" کی تعریف میں شامل نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ ان کے ساتھ شہداء احد والا سلوک کرنا عین اتباع نبوی ہے۔

١. جو شدید زخمی اور گہرے زخموں والا مجاہد معرکہ قتال سے اٹھایا جائے اور قلیل عرصے میں انہی زخموں کی بناء پر اس کی موت واقع ہو جائے ۔خواہ وہ زندگی کے فائدوں میں سے کچھ فوائد بھی حاصل کر چکا ہو۔

٢. جو اپنے زخموں کے ساتھ بے ہوشی کی حالت میں میدان قتال سے باہر زندہ رہے خواہ طویل عرصہ تک اور خواہ اس کو غذا اور دوا کی سینکڑوں خوراکیں دے دی جائیں ۔

بہت سے علماء محققین نے اسی بات کو راجح قرار دیا ہے ۔ کیونکہ یہ صحیح احادیث کے زیادہ مطابق اور عقل و نظر کے اعتبار سے زیادہ صحیح ہے ۔ مثلاً حافظ ابن عبد البر، سحنون ، ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ۔[۴۹]

مقروض اور خائن شہید:

شہید مقروض پر میدان جہاد کے شہیدوں کے تمام مخصوص احکام نافذ ہونگے ۔اگر وہ قرض کی ادائیگی کے لئے رقم چھوڑ گیا ہے یا تنگ حالی کی وجہ سے ادائیگی پر طاقت نہیں رکھتا تھا تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک وہ شہید بخشا ہوا اور جنتی ہوگا ۔اگر ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی کے لئے رقم نہیں چھوڑ گیا ۔ تو صحیح موقف کے مطابق شہادت اس کے لئے گناہوں

---

[۴۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹۸۳

[۴۹] المُنتَقٰی شرح المؤَطّا:۳/۲۰۱ + حاشية الدَّسوقی:۱/۴۲۶

کے کفارے کا باعث ثابت ہو گی ۔ امیر المؤمنین یا خلیفۃ المسلمین پر لازم ہے کہ بیت المال سے اس کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۶] ((أَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ فَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَ مَنْ تَرَكَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَاَنَا اَوْلٰی بِهٖ فَعَلَیَّ قَضَاءُهٗ)) [۵۰]

''میں مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ ان کیلئے خیر خواہ ہوں ۔جس نے کوئی مال چھوڑا ہے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے اور جس پر کوئی قرض ہو یا اس کا کوئی نقصان ہو گیا ہو تو میں اس کی ادائیگی کا زیادہ حقدار ہوں ۔لہٰذا اس کی ادائیگی میرے ذمے ہے۔''

تاہم مجاہد پر لازم ہے کہ بغیر کسی اشد اور جائز ضرورت کے قرض نہ لے اور قرض لیتے ہوئے عدم ادائیگی کی نیت نہ ہو ۔ بندوں کے تمام حقوق سے سبکدوش ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے۔ [۵۱]

خیانت اور بددیانتی کا ارتکاب کرنے والے مجاہد اور شہید کے متعلق اگرچہ صحیح احادیث میں سخت وعید آئی ہے ۔تاہم دنیا میں ظاہری حالات کے مطابق اس کے ساتھ دیگر شہداء کی طرح معاملہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

[۹۸۷] ((صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِکُمْ)) [۵۲] ''اپنے ساتھی پر جنازہ پڑھ لو۔''

مقروض کی شہادت کے تفصیلی احکام اسی کتاب کے پانچویں باب میں زیرعنوان ''مقروض کا جہاد اور شہادت گناہوں کا کفارہ ہے'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ جبکہ بددیانت شہید کی تفصیلات اسی کتاب کے باب :۲۶ کے عنوان'' مال غنیمت میں خیانت اور بددیانتی حرام ہے''میں ملاحظہ فرمائیں۔

دفن سے پہلے میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

انسان کا قبل از موت شرعی طور پر کسی مقدس مقام میں دفن ہونے کی دعا اور تمنا کرنا مستحب

---

[۵۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۵۸

[۵۱] ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۱۷۵/۴ + فتح الباری :۷/۱۲+ شرح النَّووی:۳۵/۲ + ترجمة الباب صحیح إبن حبان :۱۷۱/۸

[۵۲] سنن أَبی داؤد = کاب الجهاد: باب فی تعظیم الغلول وصحیح أَبی داؤد= کتاب البیوع: باب فی التَّشدید فی الدَّین ، الحدیث: ۲۸۵۹ + سنن النِّسائی= کتاب الجنائز: باب الصَّلٰوة علی من غَلَّ+ سنن إِبن ماجة = کتاب الجهاد: باب الغلول+ المؤَطا للإِمام مالك= کتاب الجهاد: باب مَاجَاء فی الغلول،

ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ارض مقدسہ کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔[۵۳] اسی طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کرتے تھے:

[۹۸۸] ((اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ)) [۵۴]

''اے اللہ! میں تیرے راستے میں شہید ہونے اور تیرے رسول کے شہر میں موت کی تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔'' (الحمد للہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں دعائیں بہت ہی اچھے انداز میں منظور ہوئیں)

شہید کے علاوہ کسی دوسری عام میت کو دفن سے پہلے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا اکثر اہل علم کے ہاں جائز ہے۔ مالکی، حنفی اور حنبلی فقہاء کا یہی موقف ہے۔ البتہ شافعی فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ دفن سے پہلے نقل میت کی ممانعت پر کوئی صریح شرعی دلیل قائم نہیں۔ البتہ جب اس کے نتیجہ میں میت کو دفن کرنے میں زیادہ تاخیر ہو رہی ہو یا میت اور اہل میت کے لئے بلا شرعی جواز نقصان کا باعث ہو تو اس جیسے نقصانات کی بناء پر بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے:

[۹۸۹] ((اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ ......)) [۵۵] ''جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔''

دفن کے بعد کسی میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

غیر شہید میت کو دفن کرنے کے بعد کسی ضرورت اور حاجت کے تحت قبر سے نکالنا اور پھر اس کو اس کی پہلی قبر میں ہی دفن کر دینا بالاتفاق جائز ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کو اس کے بیٹے ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر قبر کے گڑھے میں داخل کئے جانے کے بعد نکالنے کا حکم دیا اور اپنی ایک قمیض اتار کر اس کو پہنائی تاکہ عبد اللہ بن ابی منافق کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا اس کی دل جوئی ہو سکے اور اس کے احسان کا بدلہ بھی اس کو لوٹایا

---

[۵۳] ملاحظہ ہو صحيح البخاری = كتاب الجنائز: باب من اَحَبَّ الدَّفن فی الأَرض المقدَّسة أَو نحوها، الحديث: ١٢٧٤ + صحيح مسلم = كتاب الفضائل : باب من فضائل موسىٰ صلَّى الله عليه وسلم، الحديث: ٢٣٧٢

[۵۴] صحيح البخاری = كتاب فضائل المدينة: باب كراهية النَّبِی صلَّى الله عليه وسلَّم ان تُعرىٰ المدينة، الحديث: ١٧٩١ و كتاب الجهاد: باب الدُّعاء بالجهاد والشَّهادة للرِّجال والنِّساء۔

[۵۵] صحيح البخاری= كتاب الجنائز: باب السُّرعة بالجنازة الحديث: ١٢٥٢ + صحيح مسلم = كتاب الجنائز: باب الإِسراع فی الجنازة ، الحديث: ٩٤٤

جا سکے۔ کیونکہ اس نے مدینہ میں آمد کے وقت آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو ایک قمیض پہنائی تھی۔ [۵۶]

شہید کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

شہید میت کو قبل از دفن موت کی جگہ سے منتقل کرنا ممنوع ہے بلکہ انہیں ان کی قتل گاہوں میں ہی دفن کرنے کا واضح شرعی حکم موجود ہے۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے۔سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۹۹۰] ((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَمَرَنَا بِقَتْلٰی اُحُدٍ اَنْ یُّرَدُّوا اِلٰی مَصَارِعِهِمْ وَ کَانُوا نُقِلُوْا اِلَی الْمَدِیْنَةِ)) [۵۷]

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان شہداء احد کو ان کی قتل گاہوں میں واپس لوٹانے کا حکم صادر فرمایا جو مدینہ میں منتقل کر لئے گئے تھے۔“

یہ مسئلہ اکثر علماء وفقہاء کے مابین اتفاقی ہے۔ البتہ اسی حدیث سے شہید کو واپس قتل گاہ کی طرف لوٹانے کا وجوب اس صورت میں معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ دوسری جگہ دفن نہ کر دیا گیا ہو۔ [۵۸]

شہید کی لاش کو دفن کے بعد کسی شرعی ضرورت کے لئے قبر سے نکال کر اسی مدفن میں دوبارہ دفن کر دینا جائز ہے۔ جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے:

[۹۹۱] ((دُفِنَ مَعَ اَبِیْ رَجُلٌ فَلَمْ تَطِبْ نَفْسِیْ حَتّٰی اَخْرَجْتُهٗ فَجَعَلْتُهٗ فِیْ قَبْرٍ عَلٰی حِدَةٍ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ کَیَوْمٍ وَ ضَعْتُهٗ هُنَیَّةً غَیْرَ اُذُنِهٖ)) [۵۹]

”میرے والد سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے ان کو ایک دوسرے شہید کے ساتھ دفن کردیا گیا۔ لیکن میرے دل کو یہ بات اچھی نہ لگی حتی کہ چھ ماہ بعد میں نے ان کو قبر سے نکالا اور ایک علیحدہ قبر میں دفن کر دیا۔ اس وقت ان کی میت صحیح و سالم

---

[۵۶] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب هل یُخرَج المیّت من القبر واللَّحدِ لِعِلَّةٍ، الحدیث: ۱۲۸۵۔ اس حدیث کو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۵۷] صحیح النّسائی= کتاب الجنائز : باب ان یُّدفن الشَّهید، الحدیث: ۱۸۹۳+ صحیح إبن ماجة= کتاب الجنائز: باب ما جاءَ فی الصَّلٰوة علی الشُّهداء و دفنهم ، الحدیث: ۱۲۳۰ + صحیح التِّرمذی= أبواب الجهاد: باب الفرار من الزحف /باب منه ، الحدیث:۱۴۰۱

[۵۸] نیل الأوطار : ۴/۱۲۱+ زاد المعاد:۲/۲۴۶

[۵۹] صحیح البخاری = کتاب الجنائز: باب هل یُخرَجُ المیّت من القبر واللَّحد لِعِلَّة ، الحدیث: ۱۲۸۶،۱۲۸۷

تھی۔بالکل ایسے جیسے موت کے دن والی حالت پر تھی۔ البتہ کان میں تھوڑی سی تبدیلی موجود تھی۔''

مؤطا امام مالک میں متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ سیدنا عمرو بن جموح اور سیدنا عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما (شہداء احد) ایک ہی قبر میں مدفون تھے جو سیلاب کے راستے پر تھی۔ چنانچہ سیلاب نے ان کی قبر اکھاڑ دی تو ان کو قبر تبدیل کرنے کے لئے نکالا گیا۔ وہ ایسی حالت میں پائے گئے گویا ابھی کل ہی فوت ہوئے ہوں۔ جسموں میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ غزوۂ احد اور اس واقعہ میں 46 سال کا وقفہ تھا۔ [۶۰]

حدیث جابر اور روایت مالک میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے اور تعارض اور تضاد کو دور کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ دو مختلف واقعات ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بقول زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ موطا امام مالک والی روایت میں یہ ہے کہ ایک قبر سے مراد دو قریب قریب قبریں ہیں یا یہ کہ سیلاب نے دونوں قبریں اکھاڑ کر ایک قبر کی طرح بنا ڈالی تھیں۔ قبروں کو اکھاڑنے کا یہ واقعہ دو (۲) بار ہی پیش آیا۔ (ایک دفعہ عہد نبوت میں وفات کے چھ ماہ بعد دوسرا واقعہ عہد معاویہ رضی اللہ عنہ میں چھیالیس (46) سال بعد۔ [۶۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ والی روایت (جس کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کیا ہے) سے شہداء کی ایک مزید امتیازی خصوصیت کا علم ہوتا ہے کہ ان جانثاران حق کو اپنے مقتل اور قربان گاہ میں ہی دفن کیا جائے تاکہ راہ حق میں قربانی پیش کرنے پر وہ اپنے دو عادل گواہوں (خون اور قتل کی سرزمین) کے ساتھ ہی مبعوث ہوں۔

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری کی روایت جس میں عہد نبوت کا ہی ایک واقعہ ہے۔ جو واقعہ سب لوگوں کے سامنے پیش آیا اور موطا امام مالک والی حدیث میں بھی یہ بات ہے کہ شہدائے اسلام کے جسم قبروں میں ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہیں۔ [۶۲]

غائبانہ نمازِ جنازہ:

میت شہید ہو یا غیر شہید اس کا غائبانہ نماز جنازہ بغیر کسی شرط کے اور بغیر کسی قید کے جائز

---

۶۰ المؤطّا للإمام مالك= كتاب الجهاد: باب الدّفن فى قبر واحد من ضرورة۔

۶۱ فتح الباری: ۳/ ۴۵۹،۴۶۰ + المنتقٰى شرح المؤطّا: ۳/ ۲۲۵،۲۲۶ + نيل الأوطار: ۴/ ۱۲۱،۱۲۲

۶۲ المنتقٰى شرح المؤطّا: ۳/ ۲۲۶ + فتح البارى: ۳/ ۴۶۱

ہے۔ اور بعض صورتوں میں فرض اور واجب ہے ۔مثلاً اس وقت جب میت غیر شہید ہو اور موت کی جگہ پر جنازہ نہ پڑھا گیا ہو۔سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا جابر بن عبد اللہ اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

[۹۹۲] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ۔ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى ۔ فَصَفَّ بِهِمْ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ)) [۶۳]

'' حبشہ کا بادشاہ نجاشی جس وقت فوت ہوا تو نبی ﷺ نے جس روز وہ فوت ہوا اسی روز اس کی وفات کی اطلاع دی اور صحابہ کے ساتھ مل کر جنازگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ان کی صفیں درست کیں اور چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی ۔''

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

[۹۹۳] ((قَالَ اِنَّ اَخًا لَّكُمْ مَاتَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَقُمْنَا فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ)) [۶۴]

'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اٹھو اور اس کا نماز جنازہ ادا کرو۔ چنانچہ ہم اٹھ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ہماری دو صفیں بنائیں۔''

مذکورہ بالا متواتر حدیث سے درج ذیل احکام معلوم ہوتے ہیں:

① مسلمان میت کے جنازے کا اعلان کرنا مستحب ہے تا کہ بکثرت لوگ اس میں شریک ہو کر اس کے لئے دعائے استغفار کرسکیں۔لیکن جاہلیت کا وہ طریقہ جس کو " نَعی " کہا جاتا ہے ، جس میں میت کے اوصاف اور کارناموں کے تذکرے اور فخر و ریاء کا اظہار ہو ، ممنوع ہے ۔ [۶۵]

② جنازہ میں چار تکبیرات مسنون ہیں۔ اس بارے بہت زیادہ احادیث ہیں جو صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہیں اور تاریخی اعتبار سے متاخر ہیں ۔ اس بناء پر یہی راجح ہے اور اکثر

---

[۶۳] صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب التَّکبیر علَی الجنازة أَربعًا ، الحدیث: ۱۲۶۸ + صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی التَّکبیر علَی الجنازة ، الحدیث: ۹۵۱ ۔ اس حدیث کو امام ترمذی ، امام ابو داؤد ، امام نسائی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۶۴] صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی التَّکبیر علَی الجنازة ، الحدیث: ۹۵۲، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۶۵] صحیح التِّرمذی = کتاب الجنائز : باب ماجاءَ فی کراهیة النَّعی، الحدیث: ۷۸۶ + صحیح إبن ماجة= کتاب الجنائز: باب ما جاء فی النَّهی عن النَّعی ، الحدیث:۱۲۰۳

صحابہ کا عمل بھی اس کے مطابق ہے۔[٦٦]

غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ بلکہ جب مسلمان پردیس میں فوت ہو اور وہاں جنازہ نہ پڑھا جائے تو فرض اور واجب ہے ۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان قائم کیا ہے "بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَلِيْهِ اَهْلُ الشِّرْكِ فِیْ بَلَدٍ آخَرَ " اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ایک ایسے مسلمان کا غائبانہ نماز جنازہ جہاں اہل شرک رہتے ہوں اور وہ پردیس میں فوت ہو۔

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَاسْتُدَلَّ بِهٖ عَلٰى مَشْرُوعِيَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ وَ بِذَالِكَ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَ اَحْمَدُ وَ جَمْهُوْرُ السَّلَفِ حَتّٰى قَالَ ابْنُ حَزْمٍ لَمْ يَاتِ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْعُهٗ ...... فَكَانَ غَائِبًا عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ صَلَّوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "[٦٧]

" اس حدیث سے شہر سے غائب میت پر جنازہ کے جواز کا استدلال کیا جاتا ہے ۔ امام شافعی، احمد بن حنبل اور اکثر سلف صالحین اسی بات کے قائل ہیں۔ حتی کہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی ممانعت کا ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ حنفی اور مالکی فقہاء کا اس میں اختلاف ہے ۔ اور بعض علماء نے چند شرائط کے ساتھ اس کو جائز قرار دیا ہے۔"

غائبانہ نماز جنازہ سے روکنے والوں کے دلائل انتہائی کمزور ہیں ۔ مثلاً یہ کہ نجاشی دوسرے علاقے میں فوت ہوا اور وہاں پر اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ لیکن یہ محض ظن اور احتمال ہے اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ۔ اسی طرح یہ بھی انتہائی کمزور دلیل کہ نجاشی کی میت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح کر کے سامنے لا کر رکھ دی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی محض احتمال اور گمان ہے جو ثبوت کا محتاج ہے۔ علاوہ ازیں اگر وہ میت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی تو صحابہ نے جنازہ کیوں پڑھا؟

مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف نجاشی کے لئے خاص عمل تھا۔ اس لئے کسی اور غیر موجود میت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھا ۔ حالانکہ سیدنا معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا قصہ مجموعی طرق (تمام سندوں) کے اعتبار سے صحیح اور قوی ہے ۔ پھر خصوصیت کا دعوٰی دلیل کا محتاج ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کسی غیر موجود میت پر نماز جنازہ

---

٦٦ ملاحظہ ہو صحیح التِّرمذی = أبواب الجنائز: باب التَّكبير علَى الجنازة ، الحديث: ٨١٥-٨١٦+ معالم السُّنَن للخطابی:٤/ ٣٣٣،٣٣٤+ شرح النَّووی: ١/ ٣٠٩ + فتح الباری:٣/ ٤٤٥

٦٧ فتح الباری: ٣/ ٤٣١،٤٣٢

کے جائز ہونے میں واضح اور صریح ہیں اور یہ الفاظ مذکورہ بالا تمام احتمالات کی نفی کرتے ہیں ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجنائز میں اس صحیح اور متواتر حدیث پر مختلف مقامات پر بہت زیادہ عنوانات قائم کرکے بہت زیادہ فقہی مسائل بیان کئے ہیں۔ مثلاً **ملاحظہ ہوں** :

۱ "بَابُ الرَّجُلُ يَنْعٰى اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ بِنَفْسِهٖ"

۲ "بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَّيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً عَلَى الْجَنَازَةِ"

۳ "بَابُ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ"

۴ "بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَائِزِ بِالْمُصَلّٰى وَالْمَسْجِدِ"

۵ "بَابُ التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَرْبَعًا"

قبر پر نماز جنازہ :

شہید میت کا جنازہ اگر پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو اس کی قبر پر غیر معینہ مدت تک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہے ۔ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے شہداء کی امتیازی خصوصیات میں شامل ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ ؐ نے آٹھ برس بعد شہدآء احد کی قبروں پر جا کر میت والی نماز جنازہ ادا فرمائی (نہ کہ محض دعا و استغفار کیا) [۶۸]

غیر شہید میت کی تدفین کے بعد صحیح موقف کے مطابق ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا سنت سے ثابت ہے ۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

[۹۹٤] «اَخْبَرَنِیْ مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرٍ مَنْبُوْذٍ فَاَمَّهُمْ وَ صَلَّوْا خَلْفَهٗ » [۶۹]

" ایک ایسے شخص نے مجھے خبر دی جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک علیحدہ بنی ہوئی قبر کے پاس سے گذرا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی امامت کروائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

ایک روایت میں یوں ہے :

[۹۹۵] «اِنْتَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِلٰى قَبْرٍ رَطْبٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَ

---

۶۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۹۷۵

۶۹ صحیح البخاری= کتاب الجنائز: باب الصَّلٰوة علَى القبربعد مَا يُدفن ، الحديث: ۱۲۷۱ + صحیح مسلم= کتاب الجنائز : باب الصَّلٰوة علَى القبر ، الحديث: ۹۵٤

صَفُّوْا خَلْفَهٗ وَ كَبَّرَ اَرْبَعًا)) ۷۰

''تازہ بہ تازہ بنی ہوئی قبر کے قریب سے گزرے ،صحابہ نے آپ کی اقتداء میں صفیں درست کیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیرات کہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۹۹۶] ((اَنَّ امْرَاَةً سَوْدَآءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ۔ فَسَأَلَ عَنْهَا اَو عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ:((أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُوْنِيْ قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْأَمْرَهٗ قَالَ : ((دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ)) فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِيْ عَلَيْهِم)) ۷۱

'' ایک سیاہ فام عورت (مرد) مسجد میں جھاڑو دیتا تھا آپ کو (چند دن) نظر نہ آیا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے اس کے بارے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا :یا رسول اللہ! وہ فوت ہو چکا ہے ۔تو آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہ مطلع کیا ؟ تو صحابہ نے گویااس کے معاملہ کونہایت معمولی قسم کا سمجھا۔جس پر آپ ﷺ نے فرمایا : مجھے اس کی قبر کی نشاندھی کرو ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر کی نشاندھی کردی تو آپ ﷺ نماز جنازہ ادا فرمائی ۔بعد ازاں ارشاد فرمایا : یہ قبریں اپنے مردوں کے لئے ظلمت و تاریکی سے بھری ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ میرے جنازہ پڑھنے سے ان کو فوت شدگان کے لئے منور فرما دیتا ہے۔''

◎ امام ترمذی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے ۔ امام شافعی ، احمد، اسحٰق ،عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی موقف ہے ۔البتہ امام مالک رحمہ اللہ اس کے جواز کے قائل نہیں۔ احمد اور اسحٰق نے کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ تک قبر پر جنازہ ادا کیا جا سکتا ہے۔انہوں نے سعید بن مسیّب سے مروی مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی ﷺ نے ام سعد کی قبر پر ایک ماہ بعد نماز جنازہ پڑھا تھا۔ ۷۲

---

۷۰ صحیح مسلم = کتاب الجنائز : باب الصَّلٰوة علَى القبر ، الحدیث: ۹۵۴

۷۱ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی الصَّلٰوة علَى القبر، الحدیث:۹۵٦ + صحیح البخاری = کتاب المساجد : باب كنس المسجد والتقاط الخرق والقذی والعیدان ، الحدیث: ٤٤٦

۷۲ ملاحظہ ہو صحیح التِّرمذی= أبواب الجنائز: باب ما جاء فی الصَّلٰوة علَى القبر، الحدیث: ۸۲۹

علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ اشعری، ابن عمر، سیدہ عائشہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے بھی قبر پر نماز جنازہ کا جواز منقول ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواز کے قائل نہیں (مذکورہ بالا صحیح احادیث ان کے خلاف حجت ہیں) [۷۳]

قبروں کی زیارت : (جواز کے دلائل اور اغراض و مقاصد)

زیارت قبور کا مسئلہ اگرچہ جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا۔لیکن یہ اہم ترین دینی معاملہ ہے جس میں غلو کی وجہ سے اکثر و بیشتر قبروں کی زیارت کرنے والے :عبادت ، بندگی، سجدہ ، طواف، مجاور بن کر بیٹھنا ، اعتکاف ،دعا ومناجات ، مدد طلب کرنا، فریاد کرنا، صدقہ و خیرات اور نذر و نیاز جیسے وہ اعمال جوخالص اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں یہ تمام اعمال اس کے فقیر ومحتاج، نیاز مند اور عاجز بندوں کے لئے جائز بنا کر قبروں کے عبادت گزار بن چکے ہیں ۔ اسی مناسبت سے ہم شہداء کے فضائل و احکام کے عنوان میں زیارت قبور کی شرعی حیثیت، اس کی اصل غرض و غایت اور اس کے ساتھ ہی قبروں کی عبادت کے خطرناک شرکیہ عقائد و اعمال پر تبصرہ کر رہے ہیں ۔ چنانچہ سب سے پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں زیارت قبور پر جواز کے دلائل، اس کی حکمت اورغرض و غایت اختصار کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[۹۹۷]«كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ» [۷۴]

”کہ میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کر رکھا تھا۔اب تم ان کی زیارت کیلئے جایا کرو کیونکہ قبریں تمہیں موت کی یاد دلاتی ہیں۔“

ایک روایت میں یوں ہے:

[۹۹۸]«فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الآخِرَةَ» [۷۵]

” (یہ قبروں کی زیارت) فکر آخرت پیدا کرتی ہیں۔“

---

[۷۳] معالم السُّنن للخطابی: ۴/ ۳۳۲

[۷۴] صحیح مسلم= کتاب الجنائز: باب فی الذَّهاب إِلٰی زیارة القبور/ باب استئذان النَّبِيِّ صلَّی اللّٰه علیه وسلَّم رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ فِی زیارة قبر أُمِّهٖ ، الحدیث:۹۷۷

[۷۵] صحیح التِّرمذی= أَبواب الجنائز: باب الرُّخصة فی زیارة القبور: الحدیث: ۸۴۲+ صحیح إِبن ماجة= کتاب الجنائز: باب مَاجَآء فی زیارة القبور: الحدیث: ۱۲۷۵

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

[۹۹۹] «كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ۔ فَيَقُولُ: ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَ إِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰه بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ » [۷۶]

”نبی ﷺ رات کے آخری حصہ میں بقیع کے قبرستان کی طرف نکل جاتے اور کہتے:“ اے مومنو! ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ اللہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں سب پر رحم فرمائے۔ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آ ملنے والے ہیں۔میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔“

ابتدائے اسلام میں نوحہ، واویلا اور قبروں پر کئے جانے والے شرکیہ اعمال کی کثرت کی وجہ سے زیارت قبور سخت حرام تھی۔ پھر درج ذیل شرعی اغراض کیلئے اس کی اجازت دے دی گئی اور نبی ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعے اور عملی طور پر ترغیب دلائی:

- اہل ایمان قبروں والوں کے لئے دعاو استغفار۔
- موت کی یاد دہانی اور فکر آخرت۔
- دنیا میں بے رغبتی اور اس کی بے ثباتی کا یقین۔

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے حرام ہونے کا بیان:

سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

[۱۰۰۰] «لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ » [۷۷]

”رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجد تعمیر کرنے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

---

[۷۶] صحیح مسلم = كتاب الجنائز: باب ما يُقَالُ عند دخول القبور والدُّعاءِ لأهلها، الحديث: ۹۷۴، ۹۷۵۔اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۷۷] سنن أَبی داؤد = كتاب الجنائز: باب فی زيارة النِّساء القبور+ سنن التِّرمذی = أَبواب الصَّلوٰة : باب ما جاء فی كراهية أَن يُتَّخَذَ علَى القبر المسجد + سنن النِّسائی = كتاب الجنائز: با ب التَّغليظ فی اتِّخاد السُّرج علَى القبور+ صحيح إِبن ماجة= كتاب الجنائز: باب ما جاء فی النَّهی عن زيارة القبور، الحديث: ۱۲۸۰

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

بعض اہل علم کے نزدیک یہ حکم زیارت قبور کی اجازت دینے سے پہلے کا تھا اور بعض نے اسے عورتوں کے بہت زیادہ رونے دھونے، جزع وفزع کرنے اور بے صبری کا مظاہرہ کرنے کی بناء پر قطعی حرام قرار دیا ہے۔ [۷۸]

◎ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے:

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کے مسئلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

① **قطعی حرام**: مذکورہ صحیح احادیث کی وجہ سے قطعی حرام ہے۔

② **مکروہ**: ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کہ ہمیں جنازوں کے ساتھ آنے سے منع کیا گیا مگر سختی اور تاکید کے ساتھ نہیں۔

③ **جائز**: زیارت قبور کی عام اور مطلق احادیث کی بناء پر جن کے عموم میں عورتیں اور مرد سب شامل ہیں۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر پر جانے کی حدیث کی وجہ سے۔ [۷۹]

لیکن شرک کے ذرائع کی روک تھام اور ان احادیث کے مفہوم پر عمل کرنے کی وجہ سے جن میں قبروں پر زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ پہلا قول زیادہ راجح اور زیادہ صحیح ہے۔ [۸۰] لہٰذا ثابت ہوا کہ درج ذیل تین برے اعمال اورافعال لعنت کے اسباب ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں شرک اکبر کے وسائل اور ذرائع ہیں:

1. عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت۔
2. قبروں پر مساجد تعمیر کرنا۔
3. ان پر چراغ جلانا۔

قبروں کی زیارت اور ان کی طرف سفر:

قبروں کی زیارت جائز ہے، ان قبروں کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا حرام ہے۔ سیدنا

---

۷۸ سنن التِّرمذی= أبواب الجنائز: باب کراهیة زیارة القبور للنِّساء۔

۷۹ سنن التِّرمذی= أبواب الجنائز: باب ما جاء فی زیارة القبور للنِّساء

۸۰ التَّهذیب لإبن القیِّم: ٤/ ٣٤٨-٣٥٠

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[١٠٠١] ((لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الحَرَامِ وَ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ وَ مَسْجِدِ الْاَقْصٰی)) [٨١]

'' تین مساجد کے سوا کسی مقام کی طرف کجاوے باندھ کر (یعنی اہتمام کے ساتھ) ثواب کی نیت سے سفر نہ کیا جائے۔''

ایک اور روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں:

[١٠٠٢] ((اِنَّمَا یُسَافَرُ اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ : مَسْجِدِ الْکَعْبَةِ ، وَ مَسْجِدِیْ وَ مَسْجِدِ اِیْلِیَاءَ)) [٨٢]

'' سفر صرف تین مساجد کی طرف کیا جائے۔ (i) مسجد حرام (ii) مسجد نبوی (iii) مسجد اقصیٰ۔''

زیارت قبور کی تعریف صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ کسی خاص مقبرہ کی زیارت کا ارادہ و اہتمام کئے بغیر مومنین کے قبرستان میں دعاء استغفار، موت کی یاد دہانی اور آخرت کے فکر کی خاطر جانا زیارت قبور ہے۔ چنانچہ ایسی زیارت مردوں کیلئے مستحب اور عورتوں کے لئے صحیح موقف کے مطابق حرام ہے۔'' کجاوے باندھنا'' کا معنی اور مفہوم عربی لغت او رصحیح مسلم کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ ارادہ و اہتمام کے ساتھ ایسا سفر جو مذکورہ بالا تین مسجدوں کی طرف کیا جائے تو اللہ کے قرب کا باعث اور عبادت ہے۔ کسی دوسرے مقام یا مسجد کی طرف ایسا سفر کرنا شرعاً حرام ہے۔ محقق علمائے اسلام کا یہی موقف ہے۔ [٨٣]

قبروں پر مجاور بننا اور ان کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنا:

سیدنا ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

[١٠٠٣] ((لَا تُصَلُّوا اِلَی الْقُبُوْرِ وَ لَا تَجْلِسُوا عَلَیْهَا)) [٨٤]

'' قبروں کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر (مجاور بن کر) بیٹھو۔''

---

٨١ صحیح البخاری= کتاب التّھجد: باب فضل الصّلٰوة فی مسجد مکّة والمدینة،الحدیث:١١٣٢ + صحیح مسلم= کتاب الحجّ : باب لا تُشدُّ الرِّحال إِلَّا إِلٰی ثلاثة مساجد، الحدیث: ١٣٩٧

٨٢ صحیح مسلم= کتاب الحجّ : باب لا تَشدُّ الرِّحالُ إِلَّا إِلٰی ثلثة مساجد، الحدیث: ١٣٩٧

٨٣ شرح النَّووی: ٤٣٣/١ + معالم السُّنن للخطابی: ٤٤٣/٢ + نیل الأَوطار:١٠١/٥-١٠٤ + فتح الباری: ٣٠٧/٣، ٣٠٨ + المنتقٰی شرح المؤطّا:٢٠٢/١

٨٤ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی النَّھی عن الجلوس علَی القبر والصَّلٰوة إِلیه، الحدیث: ٩٧٢

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[١٠٠٤] ((لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ)) [٨٥]

”تم میں سے کوئی شخص دہکتے انگاروں پر بیٹھے اور اس کے تمام کپڑے جل جائیں پھر وہ آگ جلد تک سرایت کر جائے۔ تو یہ حالت اس کے لئے کسی قبر پر (مجاور بن کر) بیٹھ رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔“

قبریں یا سجدہ گاہیں:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں (ڈرانے کے لئے) ارشاد فرمایا:

[١٠٠٥] ((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)) قَالَتْ: وَ لَو لَا ذَالِكَ لَاَبْرَزُوْا قَبْرَهٗ غَيْرَ اَنِّي اَخْشٰى اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا)) [٨٦]

”یہود و نصاریٰ پر اللہ نے لعنت نازل فرمائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا تو اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حجرۂ خاص کی بجائے) ظاہر و نمایاں رکھتے۔“

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت کے مطابق یہ ہے:

[١٠٠٦] ((اَلَا وَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِهِمْ وَ صَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ۔ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّي اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ)) [٨٧]

”آگاہ رہو کہ تم سے پہلی امتیں اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبور کو سجدہ گاہیں بنا لیتی تھیں لہٰذا تم قبروں کو سجدہ گاہوں میں تبدیل نہ کرنا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔“

ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما (امہات المومنین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرزمین حبشہ

---

[٨٥] صحيح مسلم = كتاب الجنائز: باب فى النَّهى عن الجلوس علَى القبر والصَّلٰوة إليه ، الحديث: ٩٧١

[٨٦] صحيح البخارى = كتاب الجنائز: باب ما يُكْرَهُ من إتِّخاذ المساجد علَى القبور، الحديث:١٢٦٥ + صحيح مسلم = كتاب المساجد و مواضع الصَّلٰوة : باب النَّهى عن بناء المساجد علَى القبور، الحديث:٥٢٩

[٨٧] صحيح مسلم= كتاب المساجد : باب النَّهى عن بناء المساجد علَى القبور...... ، الحديث: ٥٣٢

میں دیکھے ہوئے ماریہ نامی ایک گرجے کا تذکرہ کیا اور اس میں موجود تصاویر کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۰۷] ((أُولَٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا و صَوَّرُوْا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ ـ أُولَٰئِكَ شِرَارُ الخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ)) [۸۸]

''وہ ایسی قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اوراس میں یہ تصاویر آویزاں کر لیتے ۔یہ لوگ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق میں سے بدترین ہیں۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مشرکین کے ساتھ مشابہت کی بنا پر حرام ہے ۔نیز اس لیے بھی کہ یہ وسیلہ شرک ہے۔لیکن جب صاحب قبر کا تقرب مقصود ہوتو عین شرک اکبر ہے ۔ تاہم قبر پر نماز جنازہ اور قبر کی طرف نماز پڑھنے میں واضح فرق ہے۔ جنازہ محض دعا اور استغفار ہے اس لئے رکوع اور سجدہ وغیرہ سے خالی ہے ۔ جبکہ دیگر نمازیں خالصتاً اللہ کی عبادت کا مظہر ہیں۔

② قبروں پر مجاور بن کر بیٹھنا (نہ کہ محض بیٹھنا) شرعی طور پر حرام ہے اور دہکتی آگ میں جل کر کوئلہ ہوجانے سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ چیز ہے۔

③ یہود و نصارٰی اپنے انبیاء علیہم السلام اور دیگر بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لینے کی وجہ سے ملعون ٹھہرے لہٰذا امت محمدیہ کو بطور خاص اللہ کے غضب اور اللہ کی لعنت کے سبب سے روکا گیا۔ نیز شرک کی طرف لے جانے والے برے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

④ قبروں پر مساجد تعمیر کرنا یا ان کو سجدہ گاہیں ٹھہرا لینا ایک ہی بات ہے ۔معنوی طور پر اور حکم کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ۔ اسی طرح ان میں تصاویر آویزاں کرنا بھی حرام ہے۔ یہ تمام کام کرنے والے اللہ کے ہاں مخلوق میں سے سب سے بدترین لوگ

---

[۸۸] صحیح البخاری= کتاب الصَّلٰوۃ : باب الصَّلٰوۃ فی البیعۃ، الحدیث: ۴۲۴ + صحیح مسلم = کتاب المساجد و مواضع الصَّلوۃ : باب النَّهی عن بناء المساجد علَی القبور، الحدیث: ۵۲۸

ہیں اور یہ بدترین لوگوں کے برے اعمال کی مختلف صورتیں ہیں۔

۵ قبروں کو مسجدوں میں تبدیل کرلینا ،ان پر چراغ روشن کرنا اور عورتوں کا قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک اورشرک کے وسائل ہونے کی بناء پر اللہ کی لعنت کے اسباب ہیں۔

۶ مذکورہ بالا مسائل میں سے اکثر مسائل و احکام کی راہنمائی رسول اللہ ﷺ نے صحیح بخاری اورصحیح مسلم کی حدیث کے مطابق مرض الموت میں فرمائی ۔لہٰذا نہ تو ان کے منسوخ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہے۔

ابھری ہوئی نمایاں قبروں کو برابر کرنا:

ابو الھیاج الاسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۱۰۰۸] ((اَلَا اَبعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَ لَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ وَ لَا صُوْرَةً اِلَّاطَمَسْتَهَا))[۸۹]

’’ میں تجھے ایسے کام کی ذمہ داری سونپتا ہوں جس کیلئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا تھا۔ ذی روح اشیاء کے تمام مجسمے اور صورتیں مٹا دو اور تمام اونچی قبروں کو ہموار کر ڈالو۔‘‘

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۰۹] ((نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَ اَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْهِ وَ اَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ))[۹۰]

’’ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو چونا گچ کرنے (یعنی ان کو پختہ بنانے) سے ،ان پر بیٹھنے اور کوئی عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

ترمذی اور نسائی کی روایت کے مطابق الفاظ یوں ہیں: ’’ اور قبروں پر کتبہ لگانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔[۹۱]

---

۸۹ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب فی طمس التِّمثَال و تسویة القبر المُشرف / باب الأمر بِتَسوِیَة القبر، الحدیث:۹۶۹

۹۰ صحیح مسلم = کتاب الجنائز: باب النَّھی عن تجصیص القبور والقعود والبناء علیه ،الحدیث: ۹۷۰

۹۱ ملاحظہ ہو صحیح التِّرمذی=أبواب الجنائز:باب کراھیة تجصیص القبور والکتابة علیھا ، الحدیث:۸۴۱+ صحیح النِّسائی= کتاب الجنائز: باب الزیارة علَی القبر، الحدیث: ۱۹۱۶

اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان پر کوئی اضافہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ [۹۲]

چنانچہ محدثین اور فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک بالشت سے زیادہ بلند قبر بنانا، بلند قبروں کو اسی حالت میں برقرار رکھنا، مجسمہ سازی اور تصویر کشی، مجسموں اور تصویروں کا لٹکانا، گھروں میں رکھنا، قبروں کو قلعی کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر کوئی عمارت تعمیر کرنا، کتبے نصب کرنا اور کسی طرح کے اضافے کرنا یہ سب کام حرام اور شرک کے وسائل ہیں۔ [۹۳]

قبروں اور قبروں کی زیارت سے متعلق مذکورہ بالا تمام نبوی ارشادات اور احکام قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر اور تشریح ہیں جن آیات میں اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی خالص عبادت اور ہر قسم کے شرک سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین میں تمام علماء اور فقہاء دین مذکورہ احکام کے صحیح اور درست ہونے پر متفق نظر آتے ہیں۔

ملاحظہ ہو

1. شرح النَّووی= کتاب الجنائز: ۱/۳۱۲-۳۱٤
2. معالم السُّنن و تهذیب السُّنن: ٤/۳۳۸-۳٤۱
3. نیل الأَوطار: ٤/۸۹-۹۷، ٥/۱۰۱-۱۰٤، ۲/۱۳۷-۱٤۱
4. المغنی لِإبن قدامة الحنبلی: ۲/٤۲۱-٥٦٥
5. ردُّ المحتار علَی الدُّرالمختار لِإبن عابدین الحنفی: ۱/۸٤۲-۸٤٤

رسول اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام:

رحمة لِلعالَمِینَ، خاتم الانبیاء و المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے اپنی امت پر بہت سے حقوق ہیں جن میں آپ کی مکمل اطاعت و فرمانبرداری، آپ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے بتائے ہوئے ہدایت کے طریقوں کی پیروی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے صلوٰۃ وسلام کی صورت میں رحمت طلب کرنا سرفہرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۰۱۰] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

[۹۲] صحیح أَبوداؤد= کتاب الجنائز: باب فی البناء علَی القبر: الحدیث: ۲۷٦۲+ صحیح النِّسائی= کتاب الجنائز: باب الزِّیادة علَی القبر، الحدیث: ۱۹۱٦

[۹۳] شرح النَّووی: ۱/۳۱۲+ معالم السُّنن للخطابی: ٤/۳۳۸-۳٤۱+ تهذیب السُّنن لِإبن القیِّم: ٤/۳۳۸-۳٤۱

عَلَيۡهِ وَ سَلِّمُوا تَسۡلِيۡمًاO﴾ [الأحزاب=٣٣:٥٦]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو! تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔“

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمۃ، سنن نسائی، جامع الترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق صحابہ کے سوال پر نبی ﷺ نے نماز میں سلام یعنی التحیات کے ساتھ درود ابراہیمی پڑھنے کا لازمی حکم فرمایا۔ نیز نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[١٠١١] ((مَنۡ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ عَشۡرًا)) [94]

”جو شخص ایک بار مجھ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔“

نیز ارشاد فرمایا:

[١٠١٢] ((اَلۡبَخِيۡلُ الَّذِيۡ مَنۡ ذُكِرۡتُ عِنۡدَهٗ فَلَمۡ يُصَلِّ عَلَيَّ)) [95]

”بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

نیز فرمایا:

[١٠١٣] ((اِنَّ مِنۡ اَفۡضَلِ اَيَّامِكُمۡ يَوۡمَ الۡجُمُعَةِ ۔ فَاَكۡثِرُوۡا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيۡهِ ۔ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمۡ مَعۡرُوۡضَةٌ عَلَيَّ)) فَقَالُوۡا :يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! وَ كَيۡفَ تُعۡرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيۡكَ وَ قَدۡ اَرِمۡتَ ؟ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَى الۡاَرۡضِ اَجۡسَادَ الۡاَنۡبِيَاءِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ)) [96]

”تمہارے لئے افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے لہٰذا اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا؟ جبکہ آپ کا جسم خاک میں مل جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا: اللہ تعالیٰ نے انبیاء صلی اللہ علیہم کے جسم زمین پر حرام کر دیئے ہیں۔“

---

٩٤ صحیح مسلم = کتاب الصّلوٰة: باب الصَّلوٰة علَى النَّبِی صلَّى اللّٰه علیه وسلَّم بعد التَّشهُّد، الحدیث: ٤٠٨

٩٥ صحیح التِّرمذی= أبواب جامع الدَّعوات : باب مَاجَآء فی فضل التَّوبة والإستغفار و مَا ذُكِرَ من رحمة اللّٰه لعبادهٖ / باب منه، الحدیث: ٢٨١١ ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

٩٦ صحیح أبوداؤد= کتاب الصَّلوٰة : باب فی الإِستغفار، الحدیث: ١٣٥٥ / و تفریع أبواب الجمعة: باب فضل یوم الجمعة وَ لَیۡلَةِ الجمعة ، الحدیث: ٩٢٥

مزید فرمایا:

[۱۰۱٤] «لَا تَجعَلُوا قَبرِیْ عِیدًا وَ صَلُّوا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُم تَبلُغُنِی حَیثُ کُنتُم » [97]

''میری قبر کو عید کی طرح اجتماع گاہ نہ بنا لینا اور مجھ پر درود بھیجتے رہنا ۔یقیناً تمہارا درود جہاں بھی تم ہوں گے مجھے پہنچ جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک نمازی کو اللہ کی حمد اور درود پڑھے بغیر دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

[۱۰۱۵] « اِذَا صَلّی اَحدُکُم فَلیَبدَأ بِتَحمِیدِ رَبّہٖ جَلَّ وَعَزَّ وَالثَّنَاءِ عَلَیہِ ۔ ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّمَ۔ ثُمَّ یَدعُوا بَعدُ بِمَا شَاءَ » [98]

''جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ لے تو اللہ کی حمد وثناء سے ابتداء کرے پھر نبی پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یوں کہو:

[۱۰۱٦] « اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی اِبرَاھِیمَ وَ عَلٰی آلِ اِبرَاھِیمَ إِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکتَ عَلٰی اِبرَاھِیمَ وَ عَلٰی آلِ اِبرَاھِیمَ،اِنَّکَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ » [99]

ملاحظہ ہو:
1. مشکوٰۃ المصابیح مع تعلیق الألبانی:۱/۲۹۰-۲۹٦،
2. التلخیص الحبیر :۱/۲٦۲-۲٦۸
3. سُبُل السَّلام :۱/۳۸۹-۳۹۱
4. نیل الأوطار :۲/۲۹٤-۳۰۰

((.................. ۞۞۞۞۞ ....))

---

[97] مسند احمد:۲/۳٦۷+ المصنَّف لإبن أبی شیبة = کتاب الجنائز: باب من کرہ زیارۃ القبور+ المصنَّف لِعبد الرَّزاق الصَّنعانی= کتاب الجنائز: باب السَّلام علی قبر النَّبِیّ۔

[98] صحیح ابوداؤد = کتاب الصَّلوٰۃ : باب الدُّعاء، الحدیث: ۱۳۱٤+ صحیح التِّرمذی = أبواب جامع الدَّعوات/ باب منه، الحدیث:۲۷٦۷

[99] صحیح البخاری = کتاب الأنبیاء : باب ﴿یَزِفُّونَ﴾ النَّسلان فی المشی ، الحدیث: ۳۱۹۰ + صحیح مسلم = کتاب الصَّلاۃ: باب الصَّلوٰۃ علَی النَّبِی بعد التَّشهُّد ، الحدیث: ٤۰۷،٤۰٦

باب: ۴۰

اسلامی اصول جنگ

اسلامی اور غیر اسلامی مقاصد:

اسلامی جنگ کا سب سے بڑا مقصد کلمۃ اللہ کی سر بلندی اور انسانی معاشرہ میں ایک نیک اور منصفانہ نظام کا قیام ہے۔ لہٰذا اس کی ابتداء اور انتہاء میں اس اصلی ہدف کوملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس حقیقت کو جہاد کے احکام سے متعلقہ آیات میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۱۷] ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾[الانفال:۸:۳۹]

''اورتم کفار ومشرکین کے ساتھ قتال کرتے رہو۔حتیٰ کہ کسی قسم کا فتنہ وفساد (اللہ کے ساتھ شرک اور مومنوں پر جبر وظلم کا فتنہ) باقی نہ رہے۔ اور دین سارے کا سارا خالص اللہ کے لئے ہوجائے۔''

[۱۰۱۸] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُونَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ O ﴾ [التَّوبة=۹:۲۹]

''اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے ساتھ جنگ وقتال جاری رکھو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ اشیاء کوحرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کرنے لگیں۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۱۹] ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذَالِكَ عَصَمُوْا مِنِّی دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ))[1]

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۳

’’مجھے اس کام کے لئے مأمور کیا گیا ہے کہ (کفار) لوگوں کے ساتھ جنگ جاری رکھوں حتیٰ کہ وہ ’’لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ‘‘ کی گواہی دینے لگیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، چنانچہ جب وہ ایسا کرلیں گے تو اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کرلیں گے ماسوٰی کسی اسلامی حق کے۔ اور ان کا (اندرون خانہ) حساب اللہ کے ذمے ہے۔‘‘

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۱۰۱۰] ((وَ اَنْ یَّسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا وَ اَن یَّاکُلُوْا ذَبِیْحَتَنَا وَ اَن یُّصَلُّوْا صَلٰوتَنا فَإِذَا فَعَلُوها ذَالِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَائُهُمْ وَ اَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا ، لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ)) [۲]

’’اور یہ کہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ کریں، ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہمارے جیسی نمازیں ادا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انکے خون اور انکے مال ہم پر حرام ہوں گے، سوائے اسلام کے حق کے۔ ان کو مسلمانوں کے تمام حقوق حاصل ہونگے اور ان پر مسلمانوں جیسے تمام احکام نافذ ہونگے۔‘‘

مذکورہ بالا کتاب و سنت کی نصوص میں بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس بات کا اظہار اور اعلان ہے کہ جہاد اسلامی کا اصل مقصد اللہ کی طرف دعوت، دین الٰہی کا قیام، انسانی معاشرہ کی اصلاح اور ظلم و جبر کا خاتمہ ہے۔ اس کے برعکس قومی عصبیت، لسانی، نسلی اور ثقافتی بنیادوں پر برپا کی جانے والی قدیم اور جدید جنگوں کے مقاصد: قومیت، لسانیت، وطنیت، صوبائیت اور نسلیت کی بنیادوں پر قائم ہیں۔ جن کا مقصود نسل انسانی کی تقسیم، تفریق اور مختلف زبانوں اور مختلف کلچرز کے حوالے سے ان میں تخریب کاری اور فساد کی آگ بھڑکانا ہے۔ یہ محض دعویٰ نہیں ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے، جس کی مکمل سمجھ بوجھ کے لئے ہم اسی باب میں موقع و محل کی مناسبت سے اسلام کے سنہری جنگی اصولوں اور جہاد اسلامی کی اغراض و مقاصد اور نتائج کا تذکرہ کریں گے (ان شاء اللہ)۔ اس کے ساتھ ساتھ اقوام عالم کی مختلف جنگوں کا اختصار کے

---

[۲] صحیح أبو داؤد= کتاب الجهاد: باب علی ما یقاتل المشرکون، الحدیث: ۲۳۰۰ + صحیح التِّرمذی =أبواب الإیمان : باب ((أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا :لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ ......)) ، الحدیث:۲۱۰۳+ صحیح النِّسائی= کتاب تحریم الدّم : باب حرمة إراقة دم المسلم بغير حقّ ، الحدیث :۳۷۰۱

ساتھ موازنہ پیش کرینگے۔ تا کہ اس کتاب کے قارئین پر اسلامی جہاد کے خلاف کمیونسٹ لابی، لادین اہل مغرب کے مبصرین اور اسلام کے دوست نما دشمنوں (وکلائے صفائی) کے جھوٹے اور مکروہ پروپیگنڈا کی قلعی کھل سکے۔

کافر، ملحد، کیمونسٹ، لا دین اہل مغرب طبقہ نے جہاد اسلامی کو ظلم، وحشت، قتل اور غارتگری کی شکل میں پیش کر کے اسلام کے خلاف اپنے سینوں میں سلگتی ہوئی بغض وکینہ کی آگ ٹھنڈی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے دوست نما دشمنوں اور صفائی کے وکیلوں نے جہاد اسلامی کو محض ''دفاعی جنگ'' قرار دے کر غلبۂ اسلام اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی کے لئے علمی تشفی اور اطیمنان کا سامان فراہم نہ کیا۔ لیکن امت مسلمہ کو خلافت و امارت کے بلند و بالا عرش سے پستی اور ذلت کے فرش پر الٹے منہ گرا دینے میں بھر پور کردار ادا کیا۔

جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت :

قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ظاہر وعیاں ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ کا سب سے بڑا مقصد انکو کفر وشرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر دین حق کی روشنی سے منور کرنا ہے۔ تا کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کی بجائے جنت میں اللہ تعالیٰ کی غیر فانی ولازوال نعمتوں میں ہمیشہ کی زندگی کے مزے لوٹ سکیں۔ اس لئے اسلام میں جنگ کے آغاز سے پہلے فریق مخالف تک قبول اسلام کی دعوت پہنچانا لازمی اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی احکامات واضح ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مبعوث نبی اور بشیر ونذیر پیغمبر مکہ مکرمہ میں تیرہ (۱۳) سال کی طویل مدت تک بحیثیت داعی الی اللہ، حق و ہدایت اور حکمت وموعظت کے موتی بکھیرتے رہے۔ مشرکین مکہ کی شدید مخالفت کے باوجود ان کی خیر خواہی اور دونوں جہانوں کی کامرانی کی خاطر ایک دیانت دار نصیحت کرنے والے کی طرح توحید و رسالت کی دعوت دیتے رہے۔ مکی دور کی دعوت وتبلیغ اور ایمانیات کے وہ اصول جن کی طرف نہایت مؤثر و بلیغ طریقے سے لوگوں کو بلایا جاتا رہا، قرآن مجید کی مکی سورتوں میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ سابقہ انبیاء کی طرح آپ کو کلمۂ حق کے اظہار اور دعوت الی اللہ کی پاداش میں بہت زیادہ آزردہ کیا گیا اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ بحکم الٰہی اسوۂ ابراہیمی اختیار کرتے ہوئے دارالھجرت مدینہ منورہ میں جا گزیں ہوئے۔ پھر ہجرت مدینہ کے دوسرے ہی برس

مشرکین مکہ کے ساتھ جن پر تیرہ سالہ دعوت وتبلیغ کے ذریعہ سے حجت تمام ہو چکی تھی اللہ کے کلمہ کی سربلندی کی خاطر غزوۂ بدر کی صورت میں باقاعدہ جہاد کا آغاز ہو گیا۔

دوسری طرف رسول اللہ ﷺ پر اہل کتاب یہود ونصارٰی کو دعوت دین پہنچانے کے لیے سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء، اور مائدہ جیسی طویل اور مفصل سورتیں نازل کی گئیں۔ یہ وہ اہل کتاب تھے جو مدینہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں انبیاء کے دین کی مسخ شدہ صورتوں اور تحریف کردہ آسمانی کتابوں کے حوالوں سے اللہ کی مخلوق کو گمراہی کے تاریک اور گہرے گڑھوں میں پھینک کر خود اپنی پرستش کروا رہے تھے اور'' اللہ کے سوا رب'' بنے بیٹھے تھے۔ لہٰذا مذکورہ بالا قرآنی سورتوں میں ان کو انبیاء علیہم السلام کے صحیح اور خالص دین توحید کی طرف نہایت حکیمانہ انداز میں دعوت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۱۰۲۱] ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ ﴾ [آل عمران=۳:۶۴]

'' (اے نبی! صاف) کہہ دو اے اہل کتاب! ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ (تاکہ اتحاد کرلیں) جو ہمارے اور تمہارے درمیان تسلیم شدہ ہے کہ ہم سب اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کرینگے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ ہمارے بعض افراد بعض افراد کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں گے۔ پس اگر وہ (قبول حق سے) روگردانی کرلیں تو ان کو بتاؤ کہ تم گواہ رہو کہ ہم اسلام پر قائم رہنے والے ہیں۔''

[۱۰۲۲] ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ ﴾ [آل عمران=۳:۷۹]

''کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکمت اور نبوت عطا فرمائے۔ پھر وہ لوگوں کو یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کے سوا میرے پرستار بن جاؤ (بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ) تم سب خالص رب کی بندگی کرنے والے بن جاؤ۔ کیونکہ تم اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتے رہے اور اسے پڑھتے رہے ہو۔''

نبی اکرم ﷺ کے شاہانِ عالم کو دعوتی خطوط:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیحین میں اہل کتاب کے بادشاہوں اور سرداروں کی طرف رسول اللہ ﷺ کے دعوت نامہ ہائے گرامی قدر پر مشتمل صحیح اور متواتر درج ذیل احادیث بیان کی ہیں:

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کی طرف دعوت اسلام دیتے ہوئے (درج ذیل خط تحریر کیا):

[۱۰۲۳] ((...... بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُحَمَّدٍ عَبۡدِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيۡمِ الرُّوۡمِ ـ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰى))

اَمَّا بَعۡدُ ! فَاِنِّی اَدۡعُوۡكَ بِدِعَايَةِ الۡاِسۡلَامِ ـ اَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ ـ وَ اَسۡلِمۡ يُؤۡتِكَ اللّٰهُ اَجۡرَكَ مَرَّتَيۡنِ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتَ فَعَلَيۡكَ اِثۡمُ الۡاَرِيۡسِيِّيۡنَ ـ وَ﴿ **يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ لَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـًٔا** ﴾......)) [۳]

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

از طرف محمد ﷺ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے، بنام شاہ روم !............ ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر رحمت وسلامتی نازل ہو۔ أَمَّا بَعۡدُ !

میں تمہیں قبول اسلام کی دعوت دیتا ہوں ۔اسلام لاؤ سلامتی پاؤ گے ۔اسلام لاؤ اللہ تمہیں دہرا اجروثواب عطا کرے گا ۔اگر روگردانی کرو گے تو تمام رعایا کے گناہ کا بوجھ بھی تم پر ہو گا۔''اے اہل کتاب ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر تسلیم شدہ ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں......'' (اسی حدیث میں قیصر روم اور ابوسفیان کے درمیان مکالمہ کا طویل قصہ بھی مذکورہ ہے)۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۲۴] ((أَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ إِلٰى كِسۡرٰى ......

---

[۳] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب دعاء النَّبيِّ يدعوه إِلَى الۡإِسۡلام والنُّبُوَّة......، الحدیث: ۲۷۸۲ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد: باب کتاب النَّبيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ إِلٰى هِرَقل، الحدیث: ۱۷۷۳ + صحیح التِّرمذی= أبواب الإِستئذان : باب کیف یکتب إِلٰى اَهۡلِ الشِّرۡكِ ، الحدیث: ۲۱۸۵

فَلَمَّا قَرَأَهٗ کِسرٰی خَرَّقَهٗ فَحَسِبتُ اَنَّ سَعِیدَ بنَ المُسَیَّبِ قَالَ : فَدَعَا عَلَیهِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ أَن یُّمَزَّقُوا کُلَّ مُمَزَّقٍ)) [٤]

''رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کی طرف اپنا (اسلام کی دعوت پر مشتمل) خط روانہ کیا۔ (جو بحرین کے گورنر کے ذریعے اس کو موصول ہوا) جب کسریٰ نے مکتوب گرامی کو پڑھا تو بد بخت نے اسے پھاڑ دیا۔ سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر نبی ﷺ نے ان سب پہ بد دعا فرمائی کہ وہ پوری طرح نیست و نابود کر دیئے جائیں۔''

صحیح مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر جبار حاکم کی طرف دعوت اسلام کے خط تحریر فرمائے۔ سوائے اس نجاشی کے جو مسلمان ہو گیا تھا۔ [٥]

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے طویل قصہ میں نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے (صحابہ کو فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

[١٠٢٥] ((لَأُعطِیَنَّ الرَّأیَةَ غَدًا رَجُلًا یَفتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیهِ)) ...... فَقَالَ :((أَینَ عَلِیٌّ)) فَقِیلَ: یَشتَکِیْ عَینَیهِ۔ فَأَمَرَ فَدُعِیَ لَهٗ فَبَصَقَ فِیْ عَینَیهِ فَبَرَأَ مَکَانَهٗ ۔حَتّٰی کَأَنَّهٗ لَم یَکُن بِهٖ شَیءٌ فَقَالَ: نُقَاتِلُهُم حَتّٰی یَکُونُوا مِثلَنَا ؟فَقَالَ: ((عَلٰی رِسلِكَ حَتّٰی تَنزِلَ بِسَاحَتِهِم ، ثُمَّ ادعُهُم إِلَی الإِسلَامِ ۔ وَ أَخبِرهُم بِمَا یَجِبُ عَلَیهِم۔ فَوَاللّٰهِ ! لَأَن یُّهدٰی بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَیرٌ لَّكَ مِن حُمرِ النَّعَمِ)) [٦]

''آئندہ کل میں پرچم جہاد (اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرنے والے اور انکے محبوب) ایک ایسے شخص کو عطا کرونگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور پرچم ان کے حوالے کر دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے

---

[٤] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب دعوة الیهود والنَّصارٰی وَ عَلٰی ما یُقَاتَلُونَ علیه...... ، الحدیث: ٢٧٨١ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر : باب کتاب النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم الی هِرَقل ، الحدیث: ١٧٧٤

[٥] صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب کتاب النَّبِیّ ﷺ إِلٰی هِرَقل ، الحدیث: ١٧٧٤+ صحیح التِّرمذی = أبواب الاستئذان : باب فی مکاتبة المشرکین ، الحدیث: ٢١٨٤

[٦] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب دعاء النَّبِیّ ﷺ إِلَی الإِسلام والنُّبُوَّة...... ،الحدیث: ٢٧٨٣+ صحیح مسلم = کتاب الفضائل : باب من فضائل علیّ بن ابی طالب رضی اللّٰه عنه ، الحدیث: ٢٤٠٦

فرمایا: میری آنکھیں ٹھیک نہیں ہیں۔آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں تھوک ڈالا۔ آنکھیں بالکل درست ہوگئیں ۔جیسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: کیا میں کفار کے ساتھ آخر دم تک لڑوں حتیٰ کہ وہ ہماری مثل مسلمان ہوجائیں؟''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دھیان چلتے رہوحتی کہ انکے میدان میں اتر جاؤ، پھر ان کو قبول اسلام کی دعوت دو اور انہیں اسلام میں اللہ کے حقوق و فرائض سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اللہ کی قسم ہے! اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو راہ ہدایت پر لگا دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے زیادہ بہتر ہے۔

(صحیح مسلم کی ایک روایت کے مطابق) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ! [۱۰۲۶]«عَلٰی مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ ؟ »'' میں ان لوگوں کے ساتھ کس مقصد پر لڑوں؟'' تو فرمایا: « قَاتِلْهُمْ حَتّٰی یَشْهَدُوْا......» تم ان سے لڑتے رہوحتیٰ کہ وہ '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' اور ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی شہادت دینے لگیں۔

اسلامی جنگ کے آداب:

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی بڑے لشکر یا کسی چھوٹے لشکر کا کسی شخص کو امیر مقرر فرماتے تو اسے وصیت فرماتے تھے کہ خاص طور پر اپنی ذات کے بارے اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرتے رہنا۔ اوراپنے رفقاء کار (مسلمانوں) کے ساتھ بھی خیرخواہی کرتے رہنا۔نیز فرماتے:

[۱۰۲۷]«اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ، فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰهِ ۔ اُغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَ لَا تَغْدِرُوْا وَ لَا تَمْثُلُوْا وَ لَا تَقْتُلُوْا وَ لِیْدًا۔ وَ اِذَا لَقِیْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰی ثَلٰثِ خِصَالٍ (اَوْ خِلَالٍ) فَاَیَّـتُهُنَّ مَا اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ کُفَّ عَنْهُمْ ۔ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ۔ فَاِنْ اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ کُفَّ عَنْهُمْ ۔ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ اِلٰی دَارِ الْمُهَاجِرِیْنَ۔ وَ اَخْبِرْ هُمْ اَنَّهُمْ اِنْ فَعَلُوْا ذَالِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِیْنَ۔ وَ عَلَیْهِمْ مَا عَلَی الْمُهَاجِرِیْنَ۔ فَاِنْ اَبَوْا اَنْ یَّتَحَوَّلُوْا مِنْهَا۔ فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّهُمْ یَکُوْنُوْنَ کَاَعْرَابِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ یَجْرِیْ عَلَیْهِمْ حُکْمُ اللّٰهِ الَّذِیْ یَجْرِیْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَ لَا یَکُوْنُ لَهُمْ فِی الْغَنِیْمَةِ وَالْفَیْءِ شَیْءٌ۔ اِلَّا اَنْ یُّجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا

فَسلُهُمُ الْجزْيَةَ فَاِنْ هُمْ اَجابُوكَ فَاقْبَلْ مِنهُمْ ـ وَ كُفَّ عَنهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ قَاتِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَ اِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوكَ اَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ نَبِيِّهٖ وَ لٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَ ذِمَّةَ اَصْحَابِكَ۔ فَاِنَّكُمْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَ ذِمَمَ اَصْحَابِكُمْ اَهْوَنُ مِنْ اَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ ذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ۔ وَ اِذَا حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ۔ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ ـ وَ لٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ۔ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ اَمْ لَا)) [۷]

۱ اللہ کے نام کے ساتھ (یعنی بسم اللہ پڑھ کر) جہاد وقتال کا آغاز کرو۔

۲ ہر اس شخص کے ساتھ جنگ کرو جس نے اللہ کا انکار کر رکھا ہے۔

۳ قتال کرو اور اموال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔

۴ کسی ایسے شخص یا قبیلے کے ساتھ غداری، بدعہدی اور عہد شکنی نہ کرو، جس سے تم نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہے۔

۵ دشمن کے مردوں کا مثلہ نہ کرو (یعنی کافروں کی لاشوں کے اعضاء نہ کاٹو)

۶ کسی نابالغ اور نو عمر بچے کو قتل نہ کرو۔

۷ جب مشرک دشمن کے ساتھ تمہارا آمنا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی طرف دعوت دو۔ وہ جو بات بھی قبول کرلیں تم بھی اسے منظور کر لو اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے ہاتھ روک لو۔ چنانچہ پہلے نمبر پر مشرک دشمن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو ۔اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو تم اسے منظور کر کے لڑائی سے ہاتھ روک لو۔

۸ پھر ان نومسلموں کو اپنے گھروں سے دار ہجرت مدینہ طیبہ (یعنی مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دو اور ساتھ ہی انہیں مطلع کردو کہ اگر وہ مدینہ کی طرف ہجرت اختیار کرلیں گے۔ تو ان کو مہاجرین کے تمام حقوق حاصل ہونگے اور ان پر مہاجرین والے جملہ احکام نافذ ہونگے۔ اگر وہ ہجرت سے انکار کریں تو ان کو آگاہ کردو کہ ان کا معاملہ غیر مہاجر بادیہ نشینوں اور دیہاتیوں کی طرح ہوگا کہ مومنین والے تمام احکام الٰہی ان پر جاری ہونگے۔ لیکن مال غنیمت اور مال فئی میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ الّا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

---

[۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۲

۹ اگر وہ مشرکین اسلام قبول کرنے سے انکاری ہوں تو (دوسرے نمبر پر) ان سے جزیہ (یعنی امن و امان دینے کا مالی معاوضہ) طلب کرو۔ چنانچہ اگر وہ ادائیگی جزیہ پر راضی ہوں تو اسے منظور کرلو اور جنگ سے ہاتھ روک لو۔

۱۰ اگر اس سے بھی انکار کریں تو (تیسرے نمبر پر) اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کے لئے دعا کرو اور مدد طلب کرو۔

۱۱ اللہ کے حکم کے ساتھ ان سے جنگ کا آغاز کردو۔

۱۲ جب تم کسی قلعہ بند قوم کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا ذمہ (عہد و امان طلب کریں) تو ان کو یہ ذمہ مت دو۔ لیکن اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دے دو۔ کیونکہ تم اگر اپنے اور اپنے رفقاء کے معاہدوں میں عہد شکنی کر ڈالو گے تو یہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد میں بد عہدی کرنے کی نسبت کم خطرناک ہے۔ (اگرچہ وعدہ پورا کرنا ہر صورت میں لازم اور عہد شکنی ہر صورت میں حرام ہے۔)

۱۳ کوئی قلعہ بند قوم تمہارے محاصرے کے درمیان مطالبہ کرے کہ اللہ کے حکم پر اتار لو (یعنی امان دے دو) اللہ کے حکم کی بجائے ان کو اپنے حکم پر امان دو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ خاص اس معاملہ میں تمہارا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں شق نمبر (۸) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول قطعی اور غیر منسوخ ہے۔ لہٰذا مال غنیمت اور مال فئی میں غیر مجاہدین کا کوئی حق نہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے بقول مال غنیمت اور صدقات دونوں قسم کے اموال مستحق مجاہدین اور مستحق غیر مجاہدین میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ امام ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ کے بقول یہ حکم شروع اسلام میں تھا۔ پھر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کے ساتھ منسوخ ہو گیا:

[۱۰۲۸] ﴿ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ ﴾ [الأنفال=۸:۷۵]

”رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔“

تاہم ابو عبید کا موقف ناقابل تسلیم ہے۔ شق نمبر (۱۲) اور (۱۳) میں ممانعت حرمت کے لئے نہیں بلکہ محض احتیاط کرنے کی حد تک ہے۔ یعنی یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ نہی تنزیہی ہے۔ جیسا

کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم کی شرح میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔[۸]

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: جنگ سے پہلے اسلام قبول کرنے کی دعوت کے بارے میں علماء اسلام کے مندرجہ ذیل تین اقوال ہیں:

① کافروں اور مشرکوں کے ساتھ اسلام کی دعوت، اطلاع یا اعلان جنگ سے قبل جنگ کا آغاز کرنا نا جائز اور حرام ہے۔ یہ مالک بن انس کا قول ہے۔ وہ حدیث بالا کے ظاہری معنی سے استدلال کرتے ہیں۔

② جنگ سے پہلے اعلان جنگ اور دعوت اسلام کے بغیر بھی جنگ کا آغاز کرنا جائز ہے۔ یہ موقف بہت ہی کمزور اور باطل ہے۔

③ جن کفار تک دعوت اسلام پہنچ چکی ہے ان کے ساتھ بلا اطلاع اور بغیر اعلان کے جنگ کا آغاز جائز ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معرکہ اور کارروائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی مصطلق میں فرمائی۔ جن تک دعوت نہیں پہنچی ان کے ساتھ اسلام کی دعوت سے پہلے جنگ کا آغاز ناجائز اور حرام ہے۔ تاہم اسلام کی دعوت پہنچ بھی چکی ہو پھر بھی دوبارہ دعوت دے دینا مستحب ہے۔ یہ سب سے زیادہ درست موقف ہے اور صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً سیدنا بریدہ والی روایت، کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا واقعہ اور ابو حقیق یہودی کے قتل کا واقعہ وغیرہ۔

اکثر اہل علم مثلاً امام شافعی، احمد، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، اسحٰق رحمۃ اللہ علیہم کا یہی موقف ہے۔ یہی موقف قرآنی آیات، صحیح اور متواتر احادیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر عمل اور عقل ونظر کے عین مطابق ہے۔

◎ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَ قَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا دَعْوَةَ الْيَوْمَ وَ قَالَ اَحْمَدُ لَا اَعْرِفُ الْيَوْمَ اَحَدًا يُدْعٰى"

---

۸ شرح النَّووی: ۲/ ۸۲

''بعض اہل علم کا قول ہے کہ اس وقت جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔'' (کیونکہ دعوت اسلام پوری دنیا میں عام ہو چکی ہے)۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ''اس زمانے میں میرے نزدیک کسی کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں۔''

یہ موقف قابل غور ہے۔ ہماری نظر میں یہ انتہائی کمزور اور نا قابل تسلیم موقف ہے۔ شرعی دلائل، حالات و واقعات اور عقل و نظر اس کی تائید کرتے نظر نہیں آتے۔[9] (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

((فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ ......)) کا معنیٰ:

اس کا ظاہری معنی یہ ہے کہ ادائیگی جزیہ کا مطالبہ ہر عربی شخص اور غیر عربی شخص، کتابی کافروں (یعنی یہودی اور عیسائی) اور غیر کتابی کافروں سے یکساں طور پر ہوگا۔ امام مالک، امام اوزاعی اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک جزیہ کا مطالبہ صرف مشرک اہل کتاب اور آتش پرستوں سے ہو گا۔ سورۃ التوبہ کی آیت: (۲۹) کی بناء پر۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے الفاظ [۱۰۲۹] ((عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ)) سے اسی بات کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ جزیہ صرف غیر عربی مشرکوں سے قبول کیا جائے گا نہ کہ عرب کے کافروں اور مشرکوں سے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف قرآن وسنت کے دلائل کے زیادہ مطابق ہے۔ کیونکہ کسی عجمی قوم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرکہ آرائی نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ غیر عربی مشرکین والی تخصیص حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔[10]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث کے باقی ماندہ مسائل اور احکام کی تشریح آئندہ صفحات میں متعلقہ ابواب کے تحت پیش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

---

[9] سُنَن التِّرمذی= أَبواب السِّیر: باب ما جاء فی الدَّعوۃ قبل القتال + معالم السُّنن للخطَّابی :۳/۴۱۶ + المنتقٰی شرح المؤَطَّا : ۳/۱۷۱+ شرح النَّووی: ۲/۸۱

[10] معالم السُّنن للخطَّابی :۳/۴۱۹، ۴۲۰ + شرح النَّووی:۲/۸۲+ سُبُل السَّلام : ۴/۹۲، ۹۳ + نیل الأَوطار شرح منتقی الأَخبار: ۷/۲۴۵+ بدایۃ المجتهد:۱/۴۴۸، ۴۴۹

مذاہبِ عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات

ا۔ یہودیت:

موجودہ تورات اگرچہ تبدیل شدہ ہے۔ تاہم اس میں بڑی کثرت سے جنگوں کے احکامات اور ان کی تفصیلات ملتی ہیں ۔ اسلامی جہاد کے برعکس یہودی جنگوں کا مقصد قتل و غارتگری اور ملک گیری کوٹھہرایا گیاہے ۔ ملاحظہ ہو:

اور خداوند نے ''مواب'' کے میدانوں میں یَرَوَن کے کنارے یریحُو کے مقابل موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے فرمایا: بنی اسرائیل کوخطاب کر اور انہیں کہہ جب تم یرون سے پار ہوکر زمین کنعان میں داخل ہوتو تم ان سب کو جو اس زمین کے باشندے ہیں اپنے سامنے سے بھگاؤ۔ ان کی مورتیں فنا کردو اور ان کے ڈھالے ہوئے بتوں کوتوڑ دو اور ان کے سب اونچے مکانوں کو ڈھا دو اور ان کو جو اس زمین کے بسنے والے ہیں خارج کردو اور وہاں آپ بسو۔ کیونکہ میں نے وہ سرزمین تم کو دی ہے تم اس کے مالک بنو۔ [۱۱]

وہ تورات جو عربی میں ہے اس کے سفروں کے بیان میں سفر التثنیۃ ا/اصحاح :۲۰/عدد :۱۰ میں تحریر ہے:

" حِیۡنَ تَقۡرُبُ مِنۡ مَدِیۡنَةٍ لِکَیۡ تُحَارِبَهَا اِسۡتَدۡعُهَا اِلَی الصُّلۡحِ ۔ فَاِنۡ اَجَابَتۡكَ اِلَی الصُّلۡحِ وَ فَتَحَتۡ لَكَ فَكُلُّ الشَّعۡبِ الۡمَوۡجُوۡدَةِ فِیۡهَا یَكُوۡنُ لَكَ بِالتَّسخیر وَ یَسۡتَعۡبِدُ لَكَ۔ وَ اِنۡ لَّمۡ تُسَالِمۡكَ بَلۡ عَمِلَتۡ مَعَكَ حَرۡبًا فَحَاصِرۡهَا۔ وَ اِذَا دَفَعَهَا اِلٰهُكَ اِلٰی یَدِكَ فَاضۡرِبۡ جَمِیۡعَ ذُكُوۡرِهَا بِحَدِّ السَّیۡفِ ۔ وَ اَمَّا النِّسَاءُ وَ الۡاَطۡفَالُ وَالۡبَهَائِمُ وَ كُلُّ مَا فِی الۡمَدِیۡنَةِ كُلّ غَنِیۡمَتِهَا فَتَغۡنَمُهَا لِنَفۡسِكَ وَ تَأۡكُلُ غَنِیۡمَةَ اَعۡدَائِكَ الَّتِیۡ اَعۡطَاكَ الرَّبُّ اِلٰهُكَ۔ هٰكَذَا تَفۡعَلُ بِجَمِیۡعِ الۡمُدُنِ الۡبَعِیۡدَةِ مِنۡكَ جِدًا۔ اَلَّتِیۡ لَیۡست مِنۡ مُدُنِ هٰوٗلَآءِ الۡاُمَمِ هُنَا ۔ وَ اَمَّا مُدُنُ هٰؤلَآءِ الشُّعُوۡبِ الَّتِیۡ یُعۡطِیۡكَ الرَّبُّ اِلٰهُكَ نَصِیۡبًا فَلَا تَبۡقٰی مِنۡهَا نَسَمَةٌ مَا بَلۡ تَحۡرِمُهَا تَحۡرِیۡمًا الۡحَیۡثِیِّیۡنَ وَالۡاُمُوۡرِیِّیۡنَ وَالۡكِنۡعَانِیِّیۡنَ وَالۡقَرۡزِیِّیۡنَ " [۱۲]

'' جب تم جنگ کی غرض سے کسی شہر کے قریب جاؤ تو پہلے ان کو صلح کی دعوت دو۔ اگر وہ

---

[۱۱] توریت کتاب اعداد:۳۳: ۵۰۔۵۴

[۱۲] توریت کے سفروں کا بیان /اصحاح: ۲۰،عدد: ۱۰ فقه السُّنَّة :۳/۱۲۵ سے منقول عبارت کا متن

صلح قبول کرلیں اور شہر تمہارے لئے کھول دیں تو اس میں موجود عام قومیں تمہارے تابع اور غلام بن جائیں گے۔ اگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوں بلکہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے لگیں تو ان کا محاصرہ کرلو۔ جب تمہارا الہ ان کو تمہارے قبضے میں دے دے تو انکے تمام مردوں کو تلوار کی دھار سے اڑا دو۔ البتہ عورتیں، بچے، جانور اور جو کچھ شہر میں موجود ہو ان کو اپنے لئے مال غنیمت بنا لو۔ اپنے دشمن کا تمام مال غنیمت ہڑپ کرلو جو تمہارے معبود پروردگار نے تم کو عطا کیا ہے۔ جو شہر تم سے بہت زیادہ دور واقع ہیں، ان سب کے ساتھ یہی سلوک روا رکھو۔ البتہ ان قوموں کے شہر جو تیرے معبود رب نے تمہارے نصیب میں کئے ہیں سو ان کے ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑنا بلکہ ان (مثلاً حیثین، اموریین، کنعانیین، قرزیین وغیرہ) کو حرام کیجیے۔ (یعنی مذکورہ تمام اقوام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دو اور زندہ رہنے کا حق صرف اپنے لئے محفوظ رکھو۔)

۲۔عیسائیت:

اس وقت دنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جسے صحیح معنوں میں اللہ کی طرف سے نازل شدہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ نزول، جمع و ترتیب اور تدوین ہر لحاظ سے ایسی سچی اور ٹھوس اخبار کے ساتھ ثابت شدہ صحیفہ ہے جن کی تکذیب عقل و نظر کے اعتبار سے ممکن ہی نہیں۔ جن پر نازل ہوئیں یعنی صاحب الکتاب نبی مبعوث محمد ﷺ کو دوست اور دشمن سب نے بالاتفاق صادق و امین تسلیم کیا ہے۔ پھر یہ اللہ تعالیٰ کے سابقہ رسولوں کی کتابوں اور صحیفوں کے تمام اصولوں اور مبادیات کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے۔ جبکہ تورات و انجیل وغیرہ کو یہود و نصاریٰ نے اپنے خود ساختہ نظریات کے مطابق تبدیل کر ڈالا۔ چنانچہ اس وقت جس مجموعے کو ہم انجیل کہتے ہیں وہ چار بڑے صحیفوں پر مشتمل ہے۔ (۱) متی (۲) مرقس (۳) لوقا (۴) یوحنا۔ یہ صحائف دراصل عیسیٰ علیہ السلام کے نہیں۔ بلکہ ان سے ملاقات نہ کرنے والے چار حواریوں کی تحریری کاوشیں ہیں۔ چونکہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی شریعت کو رہبانیت اور صوفیت میں تبدیل کر دیا تھا۔ لہٰذا اس تبدیل شدہ انجیل کے مجموعوں میں بھی خالص محبت، دنیا سے کنارہ کشی اور جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت کے اسباق ہی ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

”میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو۔ جو تم پر لعنت کریں انکا بھلا

چاہو جو تمہاری بے عزتی کریں ان کے لیے دعا مانگو۔ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے اسکے سامنے دوسرا بھی پھیر دے۔ جو تیرا چوغہ لے اسے کرتہ لینے سے بھی منع نہ کر۔'' [۱۳]

دراصل عیسائی مذہب کی روح صوفیت اور دنیا سے کنارہ کشی ہے جس کا کوئی دستور، کوئی شریعت اور کوئی ضابطۂ اور قانون وضع نہیں کیا گیا۔لہٰذا سمیں مظلوم کی مدد وحمایت کرنے اور ظالم کا ہاتھ روکنے کا کوئی تصور ہی نہیں۔ بلکہ دنیاوی معاملات سے مکمل بیزاری اور قرابتداروں سے اظہار نفرت ہی اس کا اصل اصول ہے۔ یسوع مسیح فرماتے ہیں:

اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے ماں باپ، بیوی، اولاد، بھائیوں، بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی نفرت نہ رکھے تو وہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔ [۱۴]

''تم نے مفت پایا مفت دے دو۔ نہ سونا اپنے کیسہ میں رکھو نہ چاندی نہ پیتل۔ اپنے سفر کے لئے نہ جھولی لو۔ نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں اور نہ لاٹھی۔'' [۱۵]

اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال اسباب بیچ کر غریبوں کو دے دے اور میرے پیچھے ہولے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ [۱۶]

مذکورہ بالا تمام تعلیمات دنیا سے مکمل بائیکاٹ اور علیحدگی کے راہبانی فلسفہ پر مبنی ہیں۔ تاہم موجودہ تبدیل شدہ انجیلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا تصور بھی ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''یہ گمان نہ کرو کہ میں زمین پر صلح وسلامتی کے لئے آیا ہوں بلکہ تلوار کے ساتھ مبعوث ہوں۔ ایک انسان کو اس کے باپ اور بیٹی کو اس کی ماں سے علیحدہ کردوں۔ انسان کے دشمن خود اس کے اہل خانہ ہوتے ہیں۔ جو ماں باپ کے ساتھ مجھ سے زیادہ محبت رکھے گا۔ وہ میرا حق دار نہیں ہوگا۔'' [۱۷]

موجودہ انجیلوں کی ایک دوسرے سے متضاد تعلیمات سے اور قرآن مجید کے دلائل وشواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اصل دین میں جہاد فی سبیل اللہ کا اصل تصور شامل تھا۔لیکن بعد کے لوگوں نے عیسائیت کو محض اخلاقیات اور صوفیانہ اقدار کا مجموعہ بنا کے رکھ دیا اور انسان کے

---

[۱۳] متّی: ۵/ ۳۸-۴۴ + لوقا: ۶/ ۲۷-۳۲

[۱۴] إنجيل لوقا: ۱۴/ ۲۶

[۱۵] إنجيل متّی: ۱۰/ ۸-۱

[۱۶] إنجيل متّی: ۱۹/ ۲۱

[۱۷] إنجيل متّی: ۱۰/ ۲۴

اجتماعی تمدنی و معاشرتی مسائل سے تعلق توڑ لیا۔ظاہر ہے کہ ایسا مذہب جس میں محض دنیا سے بے رغبتی برتنا اور درویش بننا ہی انسانیت کا کمال قرار دیا گیا ہو۔دین کامل کا درجہ اختیار نہیں کر سکتا۔

۳۔ہندو مذہب:

ہندو مذہب کی بنیاد بت پرستی پر قائم ہے اور اس کی مذہبی تعلیمات کا ماخذ مندرجہ ذیل تین کتابیں ہیں:

1. چار وید
2. گیتا
3. منوسمرتی

چار وید درج ذیل ہیں:

1. رگ وید
2. یجر وید
3. سام وید
4. اتھر وید

ذیل میں ہم ان کتابوں کے چند اقتباسات حوالہ جات کے ساتھ پیش کرتے ہیں ۔جن سے ہندو قوم کے جنگی نظریات و مقاصد پر بخوبی روشنی پڑتی ہے:

- اے روشن آگ! تو جس پر متبرک تیل ڈالا جاتا ہے۔ہمارے دشمنوں کو جلا دے جن کی حفاظت خبیث روحیں کرتی ہیں۔[۱۸]
- ہر بد گو کو قتل کر دے اور جو کوئی ہمیں خفیہ طریقوں سے تکلیف پہنچائے اسے برباد کردے۔ اے اندر! ہم کو خوبصورت گھوڑے اور گائیں دلوا، ہزاروں کی تعداد میں۔ اے بڑے دولت مند![۱۹]
- طاقتور اندر راجہ نے اپنے حسین رنگ دوستوں کے ساتھ مل کر زمین فتح کی ۔سورج کی روشنی اور پانیوں کو فتح کیا۔اندر ہمارا محافظ ہو اور ہم بے خوف وخطر مال لوٹیں۔[۲۰]
- اے اگنی! ہماری مزاحمت کرنے والی جماعتوں کو مغلوب کر۔ ہمارے دشمنوں کو بھگا دے۔ اے رجیت! دیوتاؤں کو نہ ماننے والے حریفوں کو قتل کر اور اپنے پجاری کو عظمت

---

۱۸ رگ وید:۱/۱۲:۵

۱۹ رگ وید=۱:۲۹:۷

۲۰ رگ وید=۱:۱۰۰:۱۸:۱۹

وشوکت نصیب کر۔[۲۱]

- اے اندر! تو اپنی طاقت کے لئے مشہور ہے۔ مضبوط اور زبردست لڑنے والا ہے۔ شہزور و خونخوار ہے۔ فتح مند اور ہر ایک کو زیر کرنے والا ہے۔ فتح و کامرانی کا بیٹا ہے۔ گائیں لوٹنے والا ہے۔ اپنی فتح کی گاڑی پر سوار ہو اور ہمارے دشمنوں کو حواس باختہ کردے۔[۲۲]
- اے دیوتاؤں کے محبوب! اپنے اچھے مسرت بخش رس کے ساتھ ابل۔ بد ذات پاپیوں کو قتل کرتے ہوئے دشمنوں کو ان کی نفرت سمیت ہلاک کرتے ہوئے روز بروز زور پکڑتے اور مال غنیمت حاصل کرتے ہوئے ابل۔ تو گھوڑوں اور گائیوں کو حاصل کرنے والا ہے۔[۲۳]
- اے اگنی! تو یا تو دھانوں (دشمنوں کو) یہاں باندھ کر اور پھر اپنی کڑک سے ان کے سروں کو پاش پاش کردے۔[۲۴]
- اے سوم رس پینے والے! یا تو دھانوں کی آل اولاد کو کھینچ لا اور ہلاک کردے۔ اقراری گناہ گاروں کی دونوں آنکھیں سر سے باہر نکال لے۔[۲۵]

ہندو مذہب کے ممتاز پیشوا سری کرشن کی تصنیف گیتا کا مرکزی موضوع ہی جنگ ہے۔ یہ کتاب عقیدہ تناسخ اور دشمنوں کی قتل و غارت کی تعلیمات سے بھری پڑی ہے۔ درج ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں:

- ہے پاتھ! ایسا نامرد نہ بن یہ تیری شان کے شایاں نہیں۔ دل کی کمزوری چھوڑ اور کھڑا ہو جا۔[۲۶]
- اگر تو سب پاپیوں سے زیادہ پاپ کرنے والا ہو تب بھی اس گیان کی کشتی سے ہی تو پاپوں کو پار کر جائیگا۔ جس طرح روشن کی ہوئی آگ ایندھن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اسی طرح اے ارجن! یہ گیان روپ کی آگ بھی سب کاموں کی نیکی و بدی کی قیود کو جلا

---

[۲۱] یجر وید=۹:۳۷

[۲۲] یجر وید=۱۷:۳۷،۳۸

[۲۳] سام وید=۱:۲ =۱۵:۱:۲،۱

[۲۴] اتھر وید۱=۷:۷

[۲۵] أتھروید ۱=۸:۳

[۲۶] گیتا =۲:۳،۳

ڈالتی ہے۔[۲۷]

❁ (یہی فلسفہ بالکل عیسائیوں کا عقیدہ حلول اور کفارہ اور صوفیاء کا عقیدہ وحدت الوجود ہے)

❁ ہے ارجن! یہ جنگ ایک سورگ کا دروازہ ہے جو تیرے لئے خود بخود کھل گیا ہے۔ایسا موقعہ خوش قسمت کشتریوں کو ہی ملا کرتا ہے۔لہٰذا تو اگر اپنے دھرم کی پیروی میں جنگ نہ کرے گا تو اپنے دھرم اور شہرت کو برباد کرکے پاپ جمع کرے گا۔بلکہ سب لوگ تیری کبھی ختم نہ ہونے والی مذمت کے گیت گاتے رہیں گے۔ یہ مذمت و بدنامی انسان کے لئے موت سے بدتر ہے۔[۲۸]

❁ اگر تو مر گیا تو سورگ کو جائے گا اور اگر فتحیاب ہوا تو دنیا کے راج کو بھوگے گا۔اس لئے جنگ کرنے کا مستقل ارادہ کرکے اٹھ۔[۲۹] (یعنی تناسخ ارواح کی وجہ سے موت تیرے لئے حیات ابدی کا پیغام ہے)

منو کی دھرم شاستر ہندوؤں کے مذہبی و سیاسی قوانین کا مسلمہ مجموعہ ہے۔چنانچہ منوجی مقاصد جنگ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

❁ روئے زمین کے جو حکمران ایک دوسرے کو نیچا دکھانے (یا قتل کرنے کی) خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے وہ مرنے کے بعد سیدھے بہشت کی طرف جاتے ہیں۔

❁ جس راجہ کی فوجیں ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتی ہیں۔اس سے تمام دنیا مرعوب اور خوف زدہ رہتی ہے۔پس ایسے راجہ کو اپنی مستعد فوج کے ساتھ تمام مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔[۳۰]

❁ اس طرح فتح کی تیاری کرنے کے بعد اپنے تمام مخالفین کو یا تو صلح و رضا کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنانا چاہئے۔ یا دوسرے ذرائع اختیار کرنے چاہئے۔یعنی رشوت ،توڑ جوڑ، جنگی طاقت۔کامیابی کے ان چاروں ذرائع میں سے عقل مند لوگ سلطنت کی توسیع کے

---

۲۷ گیتا=٤:٣٦،٣٧

۲۸ گیتا کرشن جی :٢:٣٢-٣٤

۲۹ گیتا ٢:٣٥-٣٧

۳۰ منوسمرتی=٧:٨٩،٧:٣:١

لئے صلح و رضا اور جنگی طاقت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔[۳۱]

- اس طرح جب راجہ دھرم (مذہب) کے مقرر کئے ہوئے تمام فرائض ادا کرے تو اس کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو ابھی تک اس کے قبضے میں نہ آئے ہوں۔ (دھرم کے مطابق عمل کرنے والے) راجہ کا خاص فرض یہ ہے کہ وہ ممالک فتح کرے اور جنگ سے کبھی نہ ٹلے۔[۳۲]

یہودیت کے مقاصدِ جنگ:

یہودی مذہب کی مسلمہ دینی کتاب تورات کے پیش کردہ حوالہ جات سے جنگ کرنے کے جو مقاصد سامنے آتے ہیں۔ انکا اختصار کے ساتھ تذکرہ درج ذیل ہے:

① دیگر اقوام کے مقبوضہ ممالک پر بلا جواز اور بلا مقصد جنگ کے ذریعے قابض ہوجانا۔ ان کے اصل باشندوں کو بلا جرم قتل و غارتگری سے نیست و نابود کردینا —— جبکہ اسلام ایسے مقاصد کے لئے جنگ کرنے کو "قتال فی سبیل الطّاغوت" قرار دیتا ہے اور اس کی نظر میں جہاد صرف وہ ہے جس کی بنیاد اللہ کے دین کی سربلندی اور ظلم و فساد کے خاتمے پر ہو۔

② ایک ملک کے باشندوں کو بزورشمشیر مغلوب کرنا اور طاقت کی بناء پر انکے مال و املاک پر ناجائز قابض ہو جانا—— جبکہ اسلام طاقت اور قوت کے استعمال کو صرف اس وقت جائز رکھتا ہے۔ جب کافر اور مشرک حق قبول کرنے سے صاف انکار کریں یا اہل حق پر ظلم و زیادتی کا خود آغاز کر ڈالیں۔ نیز مسلمان کی تلوار ظلم و زیادتی کے خاتمہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے بعد میان میں بند ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٠٣٠] ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَاتَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾ [الأنفال=٨:٣٩]

"اور ان سے جنگ کرو اس وقت تک کہ فتنہ و فساد ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لیے ہو جائے۔"

③ تحریف شدہ توریت زمین کی وراثت کا حقدار صرف قوم بنی اسرائیل کو قرار دیتی ہے۔ اس کے حصول کا طریقہ ظلم و جبر اور قہر و تسلط تجویز کرتی ہے۔ گویا یہودی مذہب کے جنگی

---

[۳۱] منو سمرتی ٧:١٠٧-١٠٩

[۳۲] منوسمرتی ٩،٢٥١،١٠:١١٩

مقاصد میں ایک خاص نسل اور قوم کو دنیا پر جبر ناروا کے ساتھ مسلط کر کے باقی تمام اقوام عالم کو بہ دل ناخواستہ یا بہ طیب خاطر ان کی غلامی قبول کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا بھر سے بنی آدم کی تمام نسلوں کو بنی اسرائیل کے سوا قتل و غارت کے ذریعے نیست و نابود کر دینا ہے۔[۳۳]

جبکہ قرآن مجید روئے زمین کا اصل مالک اللہ تعالیٰ کو اور اس کی عطا کردہ خلافت وحکومت کا جائز وارث صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو قرار دیتا ہے۔ خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی، رومی ہوں یا ایرانی، ایشیائی ہوں یا افریقی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۳۱] ﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَO﴾

[الأعراف=۷:۱۲۸]

''یقیناً یہ سرزمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور اچھا انجام صرف پرہیزگاروں کے لئے خاص ہے۔''

[۱۰۳۲] ﴿ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَO﴾ [الأنبياء=۲۱:۱۰۵]

''اس سرزمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے۔''

④ تورات کے مذکورہ بالا حوالہ کے آخری الفاظ قابل غور ہیں۔ جن میں بنی اسرائیل کے سوا باقی ہر قوم و نسل کے انسانوں کو ان کے مقبوضہ ممالک چھیننے کے بعد صفحۂ ہستی سے مکمل طور پر مٹا دینے کی ہدایات جاری کی گئی ہیں۔

جبکہ اسلام نے خطرناک جنگی مجرموں کے علاوہ جنگی قیدیوں کے لئے —— بالخصوص عورتوں اور بچوں کے لئے —— عدل و انصاف اور رحمت و شفقت کے وہ اصول اور قوانین وضع فرمائے ہیں جن کے پرشفقت سائے میں دنیا کی مختلف اقوام نے دائمی بقاء کی لا زوال نعمت حاصل کی۔ بلکہ اسلام نے رنگ و نسل کے ہر فرق کو مٹا کر بنی آدم کے تمام شعبوں اور قبیلوں کو ایک ہی انسانی شجرہ کے پتے اور شاخیں قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۳۳] ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ O﴾

[الحجرات=۴۹ : ۱۳]

---

[۳۳] توریت کے اعداد: ۳۳:۵۰

’’ اے لوگو! درحقیقت ہم نے تمہیں ایک مذکر (آدم) اور ایک مؤنث (حوا) سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمہیں کنبوں اور قبیلوں میں محض باہمی تعارف کے لئے تقسیم کر دیا ہے ۔ یقیناً اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہو گا جو زیادہ پرہیز گار ہو گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

عیسائیوں کا جنگی نقطۂ نظر:

عیسائی مذہب کے ہاں مسلمہ چار انجیلوں کے مستند حوالہ جات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے مسیحیوں کا جنگی نقطۂ نظر درج ذیل الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے :

① مسیحیت کی تبدیل شدہ تعلیمات میں رہبانیت کی بنیاد پر زیادہ تر محبت ، عفو و درگزر ، ذلت و رسوائی برداشت کرنے اور عاجزی و انکساری پر زور دیا گیا ہے ۔ دنیا بھر میں رونما ہونے والے ظلم و زیادتی، جبر و تشدد اور ہر جبر کا علاج صرف جابر اور ظالم کے سامنے ذلیل و رسوا ہو کر رہنا اور اس کا ہر قصور معاف کر دینا تجویز کیا گیا ہے ۔ ملاحظہ ہو :

’’ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہیں معاف کرے گا اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہیں کرو گے تو تمہارا باپ بھی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔‘‘ [۳۴]

لہٰذا دنیا میں امن کے قیام، عدل و انصاف کی حکومت اور انسانیت کو ظلم و جبر کے تسلط سے نجات دلانا مسیحیت کے منشور اور اس کے دائرہ عمل سے خارج ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب کی اصل بنیاد صرف محبت ، صوفیت اور دنیا سے کنارہ کشی کے ذریعے آسمانی بادشاہت کا حصول ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا مذہب ایک عالمگیر دین (عالمی مذہب) کی حیثیت کبھی اختیار نہیں کر سکتا۔ جو اہل عالم کے تمام تمدنی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی مسائل سے اپنے آپ کو یکسر الگ تھلک کرے۔ بھلا وہ عالمی مذہب کا کیسے دعویدار ہو سکتا ہے ۔ جو مظلوموں ، مجبوروں کو حق وا نصاف دلانے کے لئے ، ظالموں اور جابروں کے لئے ظلم و جبر کا ہاتھ روکنے کے لئے اس کے پاس سوائے معافی کے اور کوئی قابل عمل تجویز موجود نہ ہو۔ بلکہ وہ ظلم و جبر کے سامنے مجسمۂ ذلت اور درماندگی ہو۔

② اگرچہ موجودہ انجیل کی زیادہ تر تعلیمات جہاد و قتال کے برعکس ذلت و رسوائی قبول کر کے صوفیانہ زندگی کے ساتھ آسمانی بادشاہت کے حصول کی ترغیب پر مشتمل ہیں ۔ تاہم ان

---

[۳۴] انجیل لوقا = ۶:۱۴، ۱۵

میں جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت بھی ملتی ہے۔[۳۵] مثلاً

ان دشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا کہ میں ان پر بادشاہی کروں یہاں لا کر میرے سامنے قتل کردو۔ اس نے ان سے کہا کہ اب جس کے پاس بٹوا ہو وہ اسے لے اور اسی طرح جھولی بھی۔ اور جس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے...... انہوں نے کہا اے خداوند ! دیکھ یہاں دو تلواریں ہیں ۔ اس نے کہا بہت ہیں۔[۳۶]

③ عیسائیت دراصل موسیٰ علیہ السلام والی شریعت کی اصلاح، تکمیل اوراس میں پائے جانے والے تشدد اور سختی کی بجائے نرمی، مہربانی اور وسیع الظرفی پر مشتمل ایک اصلاحی دعوت تھی ۔اس لئے اس میں معاشرتی وتمدنی مسائل کی بجائے عبادات ،اخلاقیات اور دنیاوی امور ومشاغل سے روگردانی پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔قوم یہود میں بغض، نفاق ،تکبر ،غرور، بخل ، بددیانتی اور دوسری قوموں کی تحقیر وتذلیل وغیرہ بہت زیادہ اخلاقی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔

جبکہ مسیح علیہ السلام نے محبت، اخلاص، عاجزی ، انکساری ، امانت ، سخاوت اور دوسروں کی تعظیم و تکریم کا درس دیا ۔ان سب کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت سے خالی نہ تھیں ۔ بلکہ شریعت عیسوی میں تبدیلی کرنے والے بد بخت جانشینوں نے محض اخلاقی تعلیمات کو ہی مسیح علیہ السلام کی اصل دعوت قرار دینا شروع کردیا اور مسیح علیہ السلام کی جہادی تعلیمات سے مجرمانہ چشم پوشی برتی۔

یہود و نصاریٰ قرآن کی نظر میں:

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوتی ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں جلیل القدر رسول ، توحید خالص اور جہاد فی سبیل اللہ کے داعی تھے۔مگر ان کی امتوں نے بعد میں تحریفوں اور تبدیلیوں کے ذریعے توحید کی بجائے حلول ، ابنیت (اللہ کے لیے بیٹا ہونے کا دعویٰ کرنا)، تثلیث (تین خداؤں کا عقیدہ)اور بت پرستی کے شرکیہ نظریات اور عقائد ایجاد کرلئے ۔ جہاد کی حقیقت کو یہود نے تو قتل و غارت ، ظالمانہ قبضہ جات ، توسیع پسندی، استعماریت، محض ملک گیری اور بے لگام سلطنت میں بدل دیا۔ جبکہ نصاریٰ نے دوسری انتہاء کے کنارے پر کھڑے ہو کر دنیا سے روگردانی اور رہبانیت کو ہی آسمانی بادشاہت کا

---

[۳۵] إنجيل متّی ۱۰/ ۲٤

[۳۶] إنجيل لوقا=۲۲:۳٦-۳۸

وسیلہ قرار دے دیا۔ انسانیت کے تمدنی اور سیاسی مسائل کے حل سے اپنا دامن جھاڑ لیا۔ اصل حقیقت کتاب مبین قرآن مجید کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: فرمان رب قدّوس ہے:

[۱۰۳۴] ﴿ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمَا ادۡخُلُوۡا عَلَيۡهِمُ الۡبَابَ‌ ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ‏O قَالُوۡا يٰمُوۡسٰۤى اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوۡا فِيۡهَا‌ فَاذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ‏Oقَالَ رَبِّ اِنِّىۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِىۡ وَاَخِىۡ‌ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ‏ O﴾ [المائدة=۵:۲۳-۲۵]

"اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے دو آدمیوں نے جن پر اللہ کا انعام ہوا تھا یوں کہا: (یکبارگی حملہ کرکے) ان کے دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ پس جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھو، اگر تم ایماندار ہو۔ وہ کہنے لگے: اے موسیٰ! ہم کبھی وہاں داخل نہ ہونگے جب تک وہ لوگ (عمالقہ) بیت المقدس میں موجود ہیں۔پس تم اور تمہارا رب خود جاؤ اور ان کے ساتھ جنگ کرو ہم تو یہیں پر بیٹھے رہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں رکھتا لہٰذا ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان علیحدگی پیدا کردے۔"

[۱۰۳۵] ﴿ ...... قَالَ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةً ۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ‏Oوَلَمَّا بَرَزُوۡا لِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ قَالُوۡا رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ‏ Oفَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوۡتَ وَاٰتٰٮهُ اللّٰهُ الۡمُلۡكَ وَالۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ‏O﴾ [البقرة= ۲:۲۴۹-۲۵۱]

"......جن لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کہا: بہت سی کم تعداد والی جماعتیں زیادہ تعداد والے لشکروں پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاتی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔پھر جب وہ (طالوت کے ساتھی) جالوت اور اس کی فوجوں کے بالمقابل نکلے تو کہنے لگے: ہمارے رب! ہم پر صبر اتار دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کفار کی قوم پر فتح عطا فرما۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے جالوت کے لشکر کو شکست دے دی اور داوٗد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اس کو بادشاہت اور

حکمت عطا فرمائی اور جو چاہا سکھایا۔اور اگر اللہ بعض لوگوں کی بعض لوگوں سے مدافعت نہ کرتا تو روئے زمین فساد پذیر ہوجاتی ۔لیکن اللہ تعالیٰ تمام اہل عالم پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔''

[۱۰۳۶] ﴿ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ و جعلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا O اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۚ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ﴾

[بنی اسرائیل =۱۷: ۶ ، ۷]

''پھر ہم نے تم (بنی اسرائیل) کو ان پر غلبہ عطا کر دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمہیں مدد فراہم کی اور تمہیں زیادہ تعداد والے بنا دیا۔ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنی ذات کے لیے کرو گے اور اگر برائی اختیار کرو گے تو بھی اپنے لئے کرو گے۔''

[۱۰۳۷] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ O﴾ [الصف =۶۱ : ۱۴]

''اے ایماندارو! اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ۔ جیسا کہ عیسٰی بن مریم علیہ السلام نے حواریین (یعنی اپنے خاص شاگردوں اور دوستوں سے) کہا تھا: اللہ کی طرف میرا مددگار کون ہے؟ تو حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے لیے مددگار ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور دوسرے نے کفر اختیار کیا پھر ہم نے ایماندار گروہ کو انکے دشمنوں پر مدد عطا کی اور وہ غالب ہو گئے۔''

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ توحید، جہاد فی سبیل اللہ اور اسکے مقاصد میں تمام آسمانی ادیان کے درمیان مکمل یکسانیت اور اتحاد کا راستہ پایا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کرنے پر ہر آسمانی دین متفق ہے۔

ہندو مذہب کا فلسفۂ جنگ:

① عقیدے کے اعتبار سے ہندو لوگ بت پرست اور بے شمار خود ساختہ دیوتاؤں اور دیوتیوں کی پجاری قوم ہے ۔ لہٰذا وہ اپنے ان خداؤں سے ،جن کو وہ اپنے گمان کے مطابق خدا سمجھتے ہیں، اپنے دشمنوں کی مکمل تباہی اور بربادی کی ہمیشہ خواستگار رہتے ہیں۔ [۳۷]

[۳۷] ملاحظہ ہوں رگ وید، یجروید ، سام وید اور اتھروید کے سابقہ حوالہ جات

۲ کرشن جی نے گیتا میں چونکہ تناسخ (آوا گون) کے عقیدے کو قتل و غارتگری کے لئے جواز بنایا ہے۔ جس کی بنیاد پر انسان ایک دفعہ مرکر پھر دوسرے جنم میں آجاتا ہے۔ لہٰذا ہندو عقیدہ میں بے گناہ انسانوں کا بلا دریغ قتل عام کرنا کوئی جرم اور پاپ کی بات نہیں ہے۔ [۳۸]

۳ بلکہ عقیدۂ تناسخ نے ہندو دھرم کے ذہنوں سے نیکی اور بدی کی تمیز کو یکسر ختم کر کے انہیں اچھائی اور برائی کی پابندیوں سے آزاد کر رکھا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے دشمنوں کو جنگ یا دوسرے ذرائع سے نیست و نابود کرنے میں سب سے زیادہ بے باک قوم نظر آتی ہے۔ [۳۹]

۴ نسل اور قومی امتیاز ہندو مذہب میں جنگ کی بڑی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملک گیری، دیگر قوموں کے علاقوں پہ بلا وجہ قبضہ کرنا اور اپنی مخالف نسل کی اقوام کا قتل عام اس کے خاص مقاصد جنگ ہیں۔

۵ عقیدۂ تناسخ، حلول اور بے شمار بتوں اور دیوتاؤں کی پرستش کی بناء پر ہی رسول اللہ ﷺ نے ہندو مشرکوں کے ساتھ جہاد کرنے والے غازیوں اور شہیدوں کو خصوصی اور امتیازی خوشخبریوں کے ساتھ نوازا ہے۔'' [۴۰]

۴۔ بودھ مذہب:

بودھ مذہب کی بنیاد نفس کشی، دنیا سے کنارہ کشی اور تمام دنیاوی لذتوں اور تعلقات سے مکمل طور پر اجتناب کرنا ہے۔ انسان اپنے تمام جذبات، احساسات اور خواہشات کو کلی طور پر فنا کر کے وجود کی قید سے نکل کر عدم یا فناء کی حالت میں چلا جائے۔ یہی اصل کامیابی، نجات اور بدھ مذہب کی اصطلاح میں نروان ہے۔ بودھ نے نروان تک رسائی حاصل کرنے کے لئے یہ طریقہ کار تجویز کیا ہے جس کی آٹھ شقیں ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

۱ **صحیح عقیدہ:** یعنی انسان کی زندگی ایک مصیبت ہے اور اس سے نجات حاصل کرنا ہی کامیابی اور نروان ہے۔

۲ **صحیح ارادہ:** یعنی لذتوں اور خواہشات کو چھوڑ دینے کا مصمم فیصلہ اور دوسروں کو تکلیف

---

[۳۸] ملاحظہ ہوں گیتا کے سابقہ حوالہ جات

[۳۹] ملاحظہ ہوں گیتا کرشن جی= ٤:٣٦، ٣٧

[۴۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٩٧٢

پہنچانے اور ذی روح اشیاء کو تکلیف دینے سے مکمل پرہیز۔

۳ **صحیح گفتار**: یعنی بدزبانی، بیہودہ گوئی، غیبت اور جھوٹ سے احتراز

۴ **صحیح کردار**: یعنی بدکاری، قتل نفس اور خیانت سے اجتناب

۵ **صحیح معیشت**: یعنی جائز طریقہ سے روزی حاصل کرنا۔ اور ناجائز ذرائع سے مکمل اجتناب۔

۶ **صحیح جدو جہد**: دھرم یعنی مذہب کے احکام کے مطابق عمل کرنا۔

۷ **صحیح حافظہ**: یعنی اپنے گذشتہ اعمال کو یاد رکھنا اور محاسبہ کرتے رہنا۔

۸ **صحیح تخیل**: یعنی راحت و مسرت سے بے نیاز ہو کر صرف فنا (نروان) کی طرف دھیان لگانا۔[41]

مذکورہ بالا طریقہ کار کی آٹھ شقوں کو عملی شکل دینے کے لئے بودھ نے درج ذیل دس اخلاقی احکام دیئے ہیں:

۱. کسی کی جان نہ لو۔
۲. چوری نہ کرو۔
۳. زنا نہ کرو۔
۴. جھوٹ نہ بولو۔
۵. نشہ آور اشیاء سے پرہیز کرو۔
۶. مقررہ وقت کے سوا کھانا نہ کھاؤ
۷. کھیل تماشوں اور گانے بجانے سے پرہیز کرو۔
۸. عطر اور خوشبو وغیرہ سے احتراز کرو۔
۹. اچھے اور نرم بستروں پر سونے سے پرہیز کرو۔
۱۰. سونا چاندی اپنے پاس مت رکھو۔[42]

مذاہبِ اربعہ اور اسلام:

جنگ و قتال کے مسئلہ میں ہم نے دنیا کے چار بڑے مذاہب یہودیت، عیسائیت، ہندو مذہب اور بودھ مذہب کے نظریات گذشتہ اوراق میں پیش کردیئے ہیں۔ ان میں سے یہودیت اور ہندو مذہب جنگ و قتال کو جائز اور درست سمجھتے ہیں۔ جبکہ عیسائیت و بودھ مذہب جنگ کے مخالف ہیں۔ گویا مذاہب عالم کے جنگی نقطۂ نظر کے اعتبار سے دو گروہ ہیں:

---

[41] وارن بودھ ازم (مترجم) صفحہ: ۳۷۳

[42] وی نایا ٹیکسٹن جلد: ۱ ص: ۲۱۱

۱ جنگ اور قتال کی اجازت دینے والے

۲ جنگ وقتال سے منع کرنے والے۔

لیکن یہ دونوں گروہ ہی افراط وتفریط کے مختلف اور متضاد نمونے پیش کرتے ہیں ۔ مثلاً جنگ کو جائز قرار دینے والوں کا نقطۂ نظر یہ ہے :

۱ انسان کو اپنی نسل اور قوم کے تحفظ، بقاء اور اپنے ملک و وطن کے دفاع کے علاوہ دوسری عالمی اقوام کے مقبوضہ ممالک اور ان کے اموال ومواشی ہڑپ کرنے کے لئے ان پر جنگ مسلط کرنا جائز ہے ۔وہ اپنے ہی ہم جنس انسانوں کے لئے ملک گیری اور جبر و استبداد کی ناجائز نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے قتل و غارت کے بازار گرم کردیتے ہیں۔

۲ ان کی جنگوں کا کوئی مذہبی یا اخلاقی نصب العین نہیں ہے اور نہ کسی اعلیٰ مقصد کی تکمیل کے لئے وہ جنگ کرتے ہیں ۔ بلکہ ان کی جنگ خالصتاً حیوانوں اور جنگلی جانوروں کی عکاسی کرتی ہے۔ کہ بے لگام ہوکر اپنے ہم جنس افراد پر جب چاہیں اور جس غرض کے لئے چاہیں دست درازی کرڈالیں۔

۳ جنگ کرنے کے لئے ان کی کوئی اخلاقی حدود وقیود نہیں۔ بلکہ مفتوحہ قوموں کے ہر ذی روح فرد کو جائز یا ناجائز طور پر قتل کرکے ان کی نسل کو ختم کرنا اور ان کے اموال ومواشی پر دائمی قبضہ کرنا ہی ان کا مقصد حیات بن جاتا ہے اور اس جیسے مذموم مقاصد کی تکمیل ہی ان کا سب سے بڑا ضابطۂ اخلاق ہے ۔

جبکہ انتہاء کے دوسرے کنارے پر کھڑے جنگ سے منع کرنے والے ہیں ۔وہ اس بارے بہت زیادہ تفریط کا شکار ہیں ۔ چنانچہ وہ کسی انسان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ وہ خود سینکڑوں ہزاروں انسانوں کو ذبح کرڈالیں۔ بلکہ بودھ مذہب تو دنیا کے کیڑوں مکوڑوں تک کے احترام میں اس حدتک مبالغہ آرائی کا شکار ہے کہ موسم برسات میں زمین پر چلنا بھی اس کے ہاں سخت حرام اور قتل نفس کے برابر ہے۔ افراط وتفریط کے ان دو انتہائی نقطوں کے درمیان اسلام نے میانہ روی اور اعتدال کا سیدھا راستہ تجویز کیاہے۔ جو انسانی فطرت ،ضرورت اور اس میں پیدا کردہ تمام جذبات واحساسات کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے فلاح ونجات کا واحد ذریعہ ''صراط مستقیم'' ہے۔

چنانچہ اسلام پوری دنیا میں ہدایت الٰہی کی تعلیم عام کرنے ، کفر و ضلالت کی ظلمتوں کو نور توحید کے ساتھ مٹانے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد کا روئے زمین سے قلع قمع کرنے جیسی نیک اغراض کے لئے جنگ کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی قرار دیتا ہے۔ دنیا بھر کے فرعونوں ، ظالموں، جابروں اور قاہروں کے ساتھ جنگ کو واجب ٹھہراتا ہے اور اسی جنگ کا نام جہاد فی سبیل اللہ تجویز کرتا ہے۔ جنگ کے لئے اسلام عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ایسے اصول و آداب مقرر کرتا ہے جن کی پابندی اور التزام سے مجاہدین اسلام مقاصد جہاد کے دائرہ کار میں محدود رہتے ہوئے ظلم و زیادتی کی تمام امکانی لغزشوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ جنگ و قتال کے موضوع پر جہاد اسلامی کا ضابطہ ایک ایسا مکمل ضابطہ اور قانون ہے۔ جس کی مثال اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی دین اور مذہب میں نہیں ملتی ۔ اسلام نے باقاعدہ جہاد وقتال کے طریقے اور مقاصد کی وضاحت کی ہے اور اسے دنیا بھر کے انسانوں کے لیے ہدایت کا مینار قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلامی جہاد کو اختیار کرکے دنیا سے کفر و شرک سرکشی و ضلالت اور ہر قسم کے ظلم و زیادتی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اس جہاں کو عدل و انصاف کا گہوارا بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دین اسلام کا قیام ،عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کی حکمرانی ،فتنہ و فساد کا خاتمہ، ظلم وزیادتی کی روک تھام ، امن و امان کا قیام، رحمت و برکت کا پھیلاؤ، ظالم کی مخالفت اور مظلوم کا دفاع اور ہر کمزور اور بے بس کی حمایت جہاد اسلامی کے بڑے بڑے اہداف ہیں۔

امتِ مسلمہ پر جہاد اسلامی کے اثرات کا بالاختصار نقشہ:

① مظلوم ، مجبور، ضعیف اور مقہور حق پرستوں سے ظلم و جور اور جبر و استبداد کا خاتمہ۔

[النِّساء=٤:٧٥+ الحجّ = ٢٢:٣٩]

② مومنین کی جانچ پڑتال، چھانٹی اور کفار و مشرکین کی تباہی و بربادی۔[آل عمران=٣:١٤١]

③ جان و مال ، اہل و عیال اور عزت و آبرو کا دفاع ۔ نیز کمزوروں اور بے کسوں کی مدد۔

[النِّساء=٤:٧٥+ الأنفال=٨:٧٢-٧٤]

④ باطل کا خاتمہ اور حق کا غلبہ۔[الإِسراء= ١٧:٨١+ الفتح=٤٨:٢٨، ٢٩]

⑤ صلح حدیبیہ کی شکل میں اسلام کی واضح فتح اور دعوت حق کے لئے آزادی کا حصول ۔

[الفتح=٤٨:١-٩]

⑥ مومنین کی جماعت حقہ کو منافقین کے ناسور وجود سے پاک صاف کرنا اور خبیث اور طیب کے درمیان تمیز اور فرق کرنا۔ [آل عمران=۳:۱۷۹ + التّوبة=۹:۴۲ ـ ۸۷]

⑦ کمزور ایمان والے دیہاتی مسلمانوں کی آزمائش اور امتحان سے اسلامی معاشرے کی اصلاح۔ [التّوبة=۹:۹۰ـ۱۰۰]

⑧ سرکش منافقین کے لئے ڈانٹ، عذاب اور ان کے بالمقابل مخلص مؤمنین کے لئے توبہ کی قبولیت اور ثواب کا موقعہ فراہم کرنا۔ [التّوبة=۹:۱۰۱ـ۱۱۲]

⑨ مجاہدین اسلام کے لئے شہادت فی سبیل اللہ، دخول جنت اور گناہوں کے کفارے کے عالی قدر انعامات۔ [التّوبة=۹:۱۱۱،۱۱۲ + الصّف=۶۱:۱۰ـ۱۳)

⑩ جماعت اسلامیہ میں اتحاد، تنظیم، یقین محکم، اخوت ومودّت، محبت بھرے جذبات اور بھائی چارے کا حصول۔ [الأنفال=۸:۷۲ـ۷۴+ الحجرات=۳۹:۹ـ۱۳]

⑪ سخاوت اور ایثار جیسی عمدہ صفات کے حصول سے مسلم معاشرہ کا تزکیہ۔

[الدّھر=۷۶:۷ـ۹+ الحشر= ۵۹:۹،۱۰]

⑫ زمین کے اقتدار، خلافت و امارت اور عدل و انصاف کا حصول۔

[النُّور=۲۴:۵۵ + الحجّ=۲۲:۴۱]

غیر مسلم اقوام کے لئے جہاد اسلامی کے ثمرات و برکات:

① جہاد کا سب سے بڑا مقصد دعوت حق ہے۔ جو غیر مسلم اقوام کے لئے عظیم ترین جہادی پھل اور بیش قیمت تحفہ ہے۔ [البقرة=۲:۱۹۳]

② جنگ میں عدل و انصاف کے علاوہ عورتوں، بچوں، کمزوروں اور راہبوں کا مکمل تحفظ۔

③ اسلام قبول کرنے یا پھر جزیہ ادا کرنے کا معاہدہ جنگ سے رکاوٹ بن جاتا ہے اور امان طلب کرنے والے کے تحفظ کی ضمانت۔ [التّوبة=۹:۲۶ـ۲۹]

④ جنگی قیدیوں بالخصوص بچوں اور عورتوں کے لئے عدل وانصاف پر مبنی انسانی حقوق کی ضمانت۔ [الأنفال=۹:۷۰،۷۱+ محمّد=۴۷:۴]

⑤ جنگ نہ کرنے والے کافروں اور صلح طلب کرنے والوں کے لئے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کا تحفظ اور قبولیت صلح کی بشارت۔ [الأنفال=۸:۶۰، ۶۱ + الممتحنة= ۶۰ :۸]

⑥ امن طلب کرنے والے کے علاوہ مستقل ذمیوں کے لیے جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت۔ [التَّوبۃ=۹:۲۹]

⑦ ذمیوں کے لئے مذہبی آزادی اور شخصی آزادی کی نعمت اور عدل و انصاف کا حصول۔

[المائدۃ=۵:۴۲ + التَّوبۃ=۹:۲۹]

⑧ جنگی قیدیوں کے لئے غلامی کا لازمی طوق منسوخ کرنے اور انسانی وقار قائم کرنے کے تمام حقوق بحال کرنے کے مواقع۔ [محمّد=۴۷:۴]

⑨ غلاموں کے لیے نہایت منصفانہ انسانی حقوق اور مکاتب اور ام ولد کے لیے آزادی کی گارنٹی۔[النُّور= ۲۴ : ۳۲، ۳۳]

⑩ عالمی امن و امان کا قیام اور ہر مظلوم و مجبور کا دفاع۔[النِّساء= ۴: ۷۵ + الحجّ =۲۲:۴۱]

⑪ کافروں سے معاہدہ کرنے والوں کے لئے شخصی آزادی کے علاوہ معاشی کفالت کی ضمانت۔ [۴۳]

((................. ❁❁❁❁❁ ....))

---

۴۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

باب: ٢١

حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ

قتال فی سبیل اللہ کی اصل بنیاد چونکہ اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق ہے۔ اللہ پر ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مومن اس کو وحدہٗ لا شریک لہٗ مانتے ہوئے اس کے تمام اسماء وصفات پر یقین حاصل کرے اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں اسی سے دعاء اور مدد طلب کرتے ہوئے ﴿ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ O﴾ کی مجسم تصویر بن جائے۔ بالخصوص مصائب و مشکلات، خوف وخطرات کے اوقات میں فقیر ومحتاج بندوں کا اپنے بے پرواہ، تعریف کیے ہوئے اور دعاؤں کو قبول کرنے والے پروردگار کے ساتھ تعلق قائم کرنا اور اس سے دعا وفریاد رسی کی درخواست کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔ غزوۂ بدر کا نقشہ کھینچتے ہوئے رب کریم نے ارشاد فرمایا:

[١٠٣٨]﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلآئِکَةِ مُرْدِفِیْنَO﴾ [الانفال =٨:٩]

''یاد کرو کہ جب تم اپنے رب سے فریادیں کر رہے تھے پس اس نے تمہاری دعا قبول کی اور فرمایا: میں تمہیں لگاتار آنے والے ایک ہزار فرشتوں کی مدد پہنچانے والا ہوں۔''

مزید فرمایا:

[١٠٣٩]﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ O﴾ [الأنفال ٨:٤٥]

''اے ایماندارو! جب کسی (دشمن) جماعت کے ساتھ تمہارا آمنا سامنا ہو تو ثابت قدم ہو جاؤ اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہی تھا کہ وہ جنگ وقتال کے موقعہ پر اور سخت خوف وہراس کے عالم میں اپنے رب کریم سبحانہٗ وتعالیٰ سے مدد طلب کرتے اور اسی کے حضور دعا اور فریاد پیش کرتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں قرآن کی بتائی ہوئی یہ حقیقت سمجھ آ گئی تھی :

[١٠٤٠] ﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الأنفال =٨:١٠]

''فتح اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے حاصل ہوتی ہے۔''

جنگوں میں ختم الرسل ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے خصوصی رابطہ:

پہلی مثال: ...... ۲ ہجری غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ میدان قتال میں صفیں درست کرنے کے بعد اپنے رب کریم ورحیم سے یوں دعا گو ہیں:

[١٠٤١] ((اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَ وَعْدَكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَد۔ فَاَخَذَ اَبُو بَكْرٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَ هُوَ يَقُولُ ﴿ **سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ** O﴾ [القمر= ٥٤:٤٥])) [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا سوال کرتا ہوں ۔اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری روئے زمین پر عبادت نہ کی جائے گی ۔اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کی :یا رسول اللہ! بس کیجئے! آپ کے لیے یہ دعا کافی ہو گی۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے خیمہ سے سورۃ القمر کی یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے'' عنقریب دشمن کی جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔''

غزوۂ بدر کی دعا کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجهاد اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "أبواب التَّفسير" میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ قبلہ رخ ہوکر دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے اپنے رب کریم کو یوں پکارنے لگے:

[١٠٤٢] ((اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْلِی مَا وَعَدْتَّنِی ۔ اَللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَّنِی۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةِ مِنْ أَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِی الْاَرْضِ۔ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهٖ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ رِدَائُهٗ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَاَتَاهُ اَبُو بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَخَذَ رِدَائَهُ فَاَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ الْتَزَمَهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ وَقَالَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَاِنَّهٗ سَيُنْجِزُلَكَ مَا وَعَدَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ : ﴿ **اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّی مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ** O﴾ [الانفال=٨:٩] فَاَمَدَّهُمُ اللّٰهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ)) [2]

---

[1] صحيح البخاری = كتاب المغازی: باب قول الله تعالىٰ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ...... ﴾ الحديث:٣٧٣٧+ صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسِّير: باب استجاب الدعاء بالنصر عند لقاء العَدُوِّ، الحديث:١٧٤٣

[2] صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسِّير: باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر وإباحة الغنائم، الحديث:١٧٦٣+ صحيح التِّرمذی= أَبواب تفسير القرآن : باب و من سورة الانفال، الحديث: ٢٤٦١

''اے اللہ ! میرے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا فرما ۔اے اللہ ! مجھے وہ عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے ۔ اے اللہ ! (اہل اسلام کی) یہ جماعت اگر تو نے ہلاک کر دی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی ۔پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے قبلہ رخ ہو کر مسلسل اپنے رب کو پکارتے رہے۔حتیٰ کہ آپ کے کندھوں سے چادر گر گئی۔ پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب آئے اور چادر مبارک اٹھا کر کندھوں پر ڈال دی اور آپ کو پشت کی طرف سے چمٹ کر عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ ! اپنے رب سے آپ کی یہ دعا و پکار کافی ہو گی ۔پس یقیناً وہ آپ سے کیے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا ۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال کی آیت:''جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے......'' نازل فرما دی ۔اور ملائکہ کے ذریعے بدر میں اللہ نے آپ ﷺ کی مدد و نصرت فرمائی۔''

غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے رسول مقبول ﷺ کی مندرجہ بالا آہ و زاری دعا کے درج ذیل آداب پر مشتمل ہے:

- بلا واسطہ اللہ کریم سے درخواست۔یعنی اَللّٰھُمَّ اور رَبَّنَا جیسے الفاظ کیساتھ براہ راست مخاطب ہونا۔
- اللہ تعالیٰ سے دعا میں قبولیت پر پورے وثوق اور یقین کے الفاظ کا استعمال۔
- اللہ کے وعدوں اور اس کے عہد و میثاق کا واسطہ دعا کی قبولیت کا عظیم وسیلہ ہے۔
- رب العلمین سے درخواست و دعا میں اسی کے اسماء وصفات قبولیت کے بہترین وسیلے ہیں۔
- دعاء میں صبر و یقین کے لگاتار اور مسلسل جملے بولنا۔
- رب کریم کو التجا کے ساتھ، گڑگڑانے کے ساتھ اور بار بار پکار کے ساتھ منانا۔
- دعا میں ہاتھ اٹھانے میں خوب مبالغہ کرنا اور دست سوال پھیلا پھیلا کر مانگنا۔
- دعا کے وقت قبلہ رخ ہونے کا اہتمام کرنا۔

دوسری مثال:...... ۵ھ ہجری غزوۂ احزاب میں جب یہ کیفیت تھی :

[۱۰۴۳] ﴿ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ﴾ [الأحزاب۳۳:۱۰]

''جب کفار کی جماعتیں تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئیں اور جب نظریں پتھرا گئیں اور دل حلقوں تک پہنچ گئے۔''

شروع میں آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر خندق کھودتے ہیں۔ بھاری بھرکم پتھر اٹھاتے ہیں اور سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے رجزیہ اشعار میں یوں دعا گو ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّیْنَا

''اے اللہ تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے ــــ نہ صدقہ و خیرات کرتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔''

فَأَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا

وَ ثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

''سو ہم پر اپنی رحمت اورسکون نازل فرما ــــ اور دشمن سے ٹکراؤ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔''

اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا

وَ اِنْ اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا [۳]

''یقیناً انہی لوگوں نے ہم پر بغاوت کی ہے ــــ اور جب بھی فساد کرنا چاہیں گے ہم (جھکنے سے) انکار کرینگے۔''

اس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے کفار کے لشکروں پر یوں بددعا فرمائی:

[۱۰۴۴] ((اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ سَرِیْعَ الْحِسَابِ اھْزِمِ الْاَحْزَابَ ۔اَللّٰھُمَّ اھْزِمھُمْ وَزَلْزِلْھُمْ)) [۴]

'' اے اللہ! کتاب کو نازل کرنیوالے ،جلد حساب لینے والے، ان (کفار کی) جماعتوں کو

---

۳ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوۃ الخندق و هِی الأحزاب، الحدیث:۳۸۸۰+ صحیح مسلم = کتاب الجهادوالسِّیر: باب غزوۃ الاحزاب و هی الخندق، الحدیث: ۱۸۰۳

۴ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوۃ الخندق و هی الأحزاب ، الحدیث: ۳۸۸۹+ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر: باب کراهیة تمنِّی لقاء العدوِّ والأمر باالصَّبر عند اللِّقا وباب إستحباب الدُّعاء بالنَّصر عند لقاء العدُوِّ، الحدیث:۱۷۴۲

شکست دے۔ اے اللہ ! انہیں شکست خوردہ کر اور انکو ڈگمگا دے۔''

تیسری مثال......: غزوۂ حنین ۸ھ ہجری میں آپ ﷺ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب لگام تھامے آگے چل رہے تھے۔ جب گھمسان کا رن پڑا اور حالت یہ ہوئی:

[۱۰۴۵]﴿ **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ**O﴾ [التّوبة : ۹: ۲۵]

'' اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ مقامات پر اور حنین کے روز بھی تمہاری مدد کر چکا ہے۔ جب تم اپنی افرادی قوت پر بہت خوش تھے۔ لیکن افراد کی کثرت نے تمہیں کوئی کفایت نہ کی اور زمین تم پر تنگ ہوگئی باوجود اس کے کہ وہ کشادہ تھی۔ پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے۔''

اس موقع کی عکاسی کرتے ہوئے سیدنا براءؓ بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں :

[۱۰۴۶]((فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَهُوَيَقُوْلُ :اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ)) [۵]

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبُ

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

''نبی ﷺ خچر سے اترے ،اللہ سے دعا اور مدد طلب کی۔ اس وقت آپ فرمارہے تھے میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اے اللہ !اپنی مدد نازل فرما۔''

چنانچہ دعاؤں کو قبول کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ نے فوراً حالت جنگ کی اس عاجزانہ، دردمندانہ اور خشوع وخضوع سے کی جانے والی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۴۷] ﴿ **ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ**O﴾ [التّوبة =۹ : ۲۶]

'' پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مؤمنین پر اطمینان اور سکون کی کیفیت نازل فرمادی۔ اور ایسے لشکروں کو اتارا جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔اور کفر کرنے والوں کو عذاب

۵ صحیح مسلم = كتاب الجهاد والسِّير: باب فى غزوة حنين، الحديث: ۱۷۷٦ + صحيح البخارى= كتاب المغازى: باب قول الله تعالىٰ﴿ وَ یَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْاَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا......﴾ (التَّوبة=۹:۲۵-۲۷) ، الحديث: ٤٠٦٢

میں مبتلا کیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔''

دعا کی قبولیت اور نصرت الٰہی پر اعتماد و یقین کا منظر بھی قابل دید ہے:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۴۸]« قَالَ فَلَمَّا غَشُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوهَهُمْ فَقَالَ: « شَاهَتِ الْوُجُوهُ » فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ »[۶]

''جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور مٹی کی ایک مٹھی بھری۔ پھر ان کے چہروں کی طرف پھینک دی اور یہ دعا کی:'' چہرے بگڑ جائیں'' پھر کیا ہوا کہ ان میں سے ہر انسان کی آنکھیں اس مٹھی بھر مٹی سے بھر گئیں اور وہ پیٹھ موڑ کر بھاگ نکلے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ان کو شکست فاش دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حاصل شدہ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرمایا۔''

چوتھی مثال:......غزوۂ خیبر ۷ہجری میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آفتاب خوب روشن ہونے پر ہم وادئ خیبر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا:

[۱۰۴۹]« اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ »[۷]

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر تباہ و برباد ہوگیا۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو پھر ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بری ہوتی ہے۔'' انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے خیبر کے یہود کو شکست فاش دی۔

جنگ وقتال کے معرکوں میں اور ان سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثاروں کی عام عادت یہ تھی کہ بلندیوں پر چڑھتے ہوئے ''**اَللّٰهُ اَكْبَرُ**'' اور پست وادیوں میں اترتے ہوئے ''**سُبْحَانَ اللّٰهِ**'' کے ذکر سے اپنی زبانوں کو ہمیشہ تر رکھتے تھے۔[۸]

---

۶ صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب فی غزوة حنین، الحدیث: ۱۷۷۷

۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۲۴

۸ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب التَّسبیح اذا هَبَطَ وادیًا، الحدیث: ۲۸۳۱ و باب التَّکبیر اذا علا شرفًا، الحدیث: ۲۸۳۲

امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے آپ کے غزوات کے موقع پر خصوصی دعاؤں میں درج ذیل دعا بھی روایت کی ہے:

[۱۰۵۰]((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَ نَصِیْرِیْ بِكَ اَحُولُ وَ بِكَ اَصُولُ وَ بِكَ اُقَاتِلُ)) [۹]

''اے اللہ! تو میرا سہارا اور مددگار ہے۔ میں تیری ہدایت سے ہی ہر تدبیر اور حرکت کروں گا، تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن پر حملہ آور ہوں گا اور فقط تیری توفیق سے ہی جہاد اور قتال کرونگا۔''

دشمن کے ساتھ ملاقات میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ:

جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو مجاہد کے لیے قدم جما کر لڑنا، صبر اور ثابت قدمی اختیار کرنا لازم ہے۔ میدان جنگ سے بھاگنا بالکل حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ کسی جنگی چال یا اپنی جماعت کے ساتھ ملنے کے لیے بطور تدبیر ایسا کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۵۱] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا...... ﴾ [الانفال=۸:۴۵]

''اے ایماندارو! جب تمہارا کسی دشمن کے ساتھ آمنا سامنا ہو جائے تو ثابت قدم رہا کرو۔''

[۱۰۵۲]﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ O وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ O﴾ [الأنفال = ۸: ۱۵، ۱۶]

''اے ایماندارو! جب کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں لڑائی کے وقت تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور جو شخص اس دن ان کو پشت دکھائے گا —— الا یہ کہ وہ لڑائی کے لیے ایک طرف کو جانے والا ہو، یا اپنی جماعت کے ساتھ جگہ بنانے والا ہو —— تو وہ یقیناً اللہ کا غضب لے کر لوٹتا ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جو لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔''

اسی کتاب کے باب:۳۰ کے عنوان ''۲۔ جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے'' میں وہ صحیح احادیث ملاحظہ کی جائیں جن میں دشمن سے ملاقات کی حالت میں میدان جنگ سے راہ فرار

---

۹ صحیح ابوداؤد = کتاب الجهاد : باب ما یُدعیٰ عند اللِّقاء، الحدیث: ۲۲۹۱ + صحیح التِّرمذی= أبواب الدَّعوات : باب فی فضل لاحول ولا قوَّة الَّا باللّٰه الحدیث: ۲۸۳۶

اختیار کرنے کو سات مہلک کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ [10]

﴿ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ ﴾ کا معنیٰ:

"الاّ یہ کہ وہ جنگ کے لیے کوئی چال چلنے والا ہو۔" کی تفسیر یہ ہے کہ مجاہد جنگی تدابیر اور چالوں کے طور پر ایک طرف ہو جائے۔ نہ کہ میدان جنگ سے شکست خوردہ ہو کر بھاگ نکلے۔

﴿ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ ﴾ کا معنیٰ:

"یا جماعت اور اپنے گروہ کی طرف ملنے والا ہو۔" کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کی کسی جماعت کے ساتھ قوت حاصل کرنے کے لیے مل جائے نہ کہ شکست کھا کر بھاگ جائے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غزوۂ حنین کے خونریز معرکہ میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث مذکور ہے :

[۱۰۵۳] ((لَاوَاللّٰهِ ! مَا وَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ لٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَ اَخِفَّاءُ هُمْ حُسَّرًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ سِلَاحٌ فَلَقُوْاقَوْمًا رُمَاةً...... فَاَقْبَلُوْا هُنَاكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [11]

"نہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کے روز میدان قتال سے فرار نہیں ہوئے۔لیکن صورتحال یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوان اور عجلت پسند صحابہ رضی اللہ عنہم غیر مسلح نکل کھڑے ہوئے۔ اور ان کا سامنا ایک تیر انداز قوم کے ساتھ ہوگیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ ملنے اور جمع ہونے کے لیے متوجہ ہوگئے۔"

گویا آیت قرآنی کے الفاظ "پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔" [التّوبة=۹:۲۵] کا اطلاق صحابہ کی ساری جماعت پر نہیں ۔علاوہ ازیں یہ پیٹھ پھیرنا ،میدان جہاد سے منہ موڑنا، بزدلی، موت کے ڈر اور میدان جہاد سے بھاگنے کے طور پر نہیں تھا۔ بلکہ یہ تو اپنے امیر کی طرف ملنے اور جمع ہونے کے طور پر تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس بات پر کوئی ڈانٹ اور ملامت نہیں فرمائی۔ [12]

---

[10] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۲

[11] صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب فی غزوة حنین، الحدیث: ۱۷۷۶ + صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب قول الله تعالیٰ ﴿ وَ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ...... ﴾ (التّوبة=۹:۲۵۔۲۷)، الحدیث: ۴۰۶۱، ۴۰۶۲

[12] تفسیر القرطبی: ۷/۲٤۲

جب دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو:

جب دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو بھاگنا جائز مگر ڈٹے رہنا اور جان قربان کر دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے پہل تو مسلمانوں پر یہ فرض قرار دیا تھا کہ وہ اپنے سے دس گنا دشمن کے ساتھ قتال کریں ۔اس پر فتح ونصرت عطاء کرنے کا وعدہ بھی کیا گیا ۔جیسا کہ ارشاد رب العالمین ہے:

[١٠٥٤]﴿ **اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۝** ﴾ [الأنفال = ٨:٦٥]

”اگر تم میں بیس (۲۰) صبر کرنے والے (یعنی ڈٹ کر لڑنے والے مجاہد) ہونگے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر ایک سو (۱۰۰) ہونگے تو ایک ہزار (۱۰۰۰) کفار پر غالب رہیں گے ۔کیونکہ وہ نہ سمجھنے والی بے عقل قوم ہے۔“

پھر اللہ کریم نے اس حکم میں یہ تخفیف فرمائی:

[١٠٥٥]﴿ **اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝** ﴾ [الأنفال = ٨:٦٦]

”رب تعالیٰ نے تمہارے لیے آسانی فرما دی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تمہارے اندر کمزوری اور ناتوانی موجود ہے ۔پس اگر تم میں ایک سو (۱۰۰) کی تعداد میں ڈٹ کر لڑنے والی جماعت ہوگی تو وہ دوسو (۲۰۰) پر غالب رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔“

لہٰذا ایک سو مسلمانوں کے لیے دو سو کافروں کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا حرام کر دیا گیا۔ [۱۳]

تاہم جب مقابلہ میں دشمن کی تعداد دوگنا سے زیادہ ہو تو اگرچہ اس حالت میں صبر اور ثابت قدمی دکھانا اور میدان قتال میں جمع رہنا فرض نہیں ۔لیکن شہادت فی سبیل اللہ کی تمنا اور دنیاوی زندگی کے بدلے جنت الٰہی کا سودا کرنا اللہ کے ہاں نہایت محبوب اور بیش قیمت عمل ہے۔ ایسی جانی قربانی کا بدلہ یقینی طور پر جنت اور گناہوں کی بخشش ہے۔

---

[۱۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = كتاب التفسير / تفسير سورة الأنفال: باب ﴿ اَلْآنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضُعْفًا...... ﴾ ، الحديث: ٤٣٧٦ ۔اس حدیث کو امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

جیسا کہ اسی کتاب کے باب:۱۵ میں شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل میں ہم قرآن وسنت سے اس کے مفصل دلائل بیان کر چکے ہیں۔خود رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی راہ میں بار بار شہید ہونے کی آرزو اور تمنا کرنا، بہت زیادہ جانثار صحابہ کا عملی طور پر بدر، احد، خندق اور حنین وغیرہ کے معرکوں میں حصول جنت کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا اور خون ریز معرکوں میں دل کے پورے خالص ارادے اور بڑے اہتمام کے ساتھ داخل ہو کر راضی خوشی جام شہادت نوش کرنا تاریخ اسلام کے ناقابلِ تردید اور انمٹ حقائق ہیں۔

دشمن سے مقابلے کی تمنا: (ایک اعتراض اور اس کا جواب)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[١٠٥٦]« يَاأَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ »[14]

”سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! دشمن کی ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کا سوال کرو۔لیکن جب تم دشمن سے ملو تو جم جاؤ اور یقین رکھو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“

بظاہر اس حدیث سے دشمن کی ملاقات (جو شہادت کا راستہ ہے) کی تمنا کرنیکی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔جبکہ شہادت فی سبیل اللہ کی آرزو قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہے۔ لہٰذا شہادت کی تمنا کرنا مذکورہ بالا حقیقت یعنی دشمن سے ملاقات کی تمنا کے برعکس اور متضاد ہے۔

یہ ایک اعتراض ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا بعض اوقات فخر وغرور، اپنی قوت پر اعتماد اور اپنی طاقت پر بھروسے کی بنیاد پر بھی کی جاتی ہے (جیسا کہ قومی عصبیت پر مبنی جنگوں اور انسانی جنگوں کا معمول ہے۔ رسول اللہ ﷺ دراصل ایسی ہی تمنا سے منع فرمارہے ہیں۔کیونکہ یہ تو جہاد فی سبیل اللہ کی اصل غرض وغایت :اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی نصرت پر مکمل اعتماد وتوکل کے صریحاً منافی ہے اور احتیاط کے مخالف ہے۔

---

[14] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب لا تتمنَّوا لقاء العدُوِّ ، الحدیث: ٢٨٦٢،٢٨٦١ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد و السَّیر : باب کراهة تمنِّی لقاء العدوِّ والأَمر بالصَّبر عند اللِّقاء ، الحدیث: ١٧٤١ + صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی کراهة تمنِّی لقاء العدوِّ، الحدیث: ٢٢٩٠

دوسرا جواب یہ ہے کہ دشمن سے ملاقات کی تمنا کی ممانعت ایک خاص صورت میں کی گئی ہے ۔ جب وہ مصلحت اور موقعہ محل کی مناسبت کے خلاف ہو۔لیکن حدیث کے آخری الفاظ'' اللہ سے عافیت کا سوال کرو' اس کے خلاف اور پہلے جواب کی تائید کرتے ہیں۔ [۱۵]

حاصل کلام یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کی تمنا شہادت فی سبیل اللہ کے سچے جذبہ کے ساتھ ہوتو یقیناً جائز ہے وگرنہ ناجائز ہے۔

ظاہری حالت پر اعتماد:

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا :

[۱۰۵۷] ((اَرَاَیۡتَ اِنۡ لَقِیۡتُ رَجُلًا مِنَ الۡکُفَّارِ فَقَاتَلَنِیۡ فَضَرَبَ اِحۡدٰی یَدَیَّ بِالسَّیۡفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّی بِشَجَرَةٍ فَقَالَ:'' اَسۡلَمۡتُ لِلّٰهِ '' أَفَأَقۡتُلُهٗ یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ ! بَعۡدَ اَنۡ قَالَهَا ؟ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ :((لَا تَقۡتُلۡهُ)) فَقُلۡتُ : یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! اِنَّهٗ قَدۡ قَطَعَ یَدَیَّ ثُمَّ قَالَ ذَالِكَ بَعۡدَ اَنۡ قَطَعَهَا اَفَاَقۡتُلُهٗ ؟ قَالَ :((لَا تَقۡتُلۡهُ فَاِنۡ قَتَلۡتَهٗ فَاِنَّهٗ بِمَنۡزِلَتِكَ قَبۡلَ اَنۡ تَقۡتُلَهٗ وَاِنَّكَ بِمَنۡزِلَتِهٖ قَبۡلَ اَن یَّقُوۡلَ کَلِمَتَهُ الَّتِیۡ قَالَ)) [۱۶]

'' یہ بتلایئے !اگر میں کسی کافر مرد سے ملوں اور وہ مجھ سے جنگ کرتے ہوئے تلوار کے ساتھ میرا ایک بازو کاٹ ڈالے اور پھر ایک درخت کی پناہ لے کر یہ کہے کہ میں تو اللہ کے لیے اسلام لے آیا ہوں۔ کیا میں اسے قتل کر ڈالوں جبکہ وہ یہ کلمہ کہہ چکا ہے؟تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اسے قتل نہ کر''۔ میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے میرا ایک بازو کاٹ ڈالا ہے اور اس کے بعد یہ کلمہ کہا ہے ،کیا میں اس کو قتل کر دوں؟ تو فرمایا: اسے مت قتل کر ۔اگر تو اسے قتل کر دے گا تو وہ تیرے اس مقام پر ہوگا جس پر تو اس کو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تو اس کے اس مقام پر ہوگا جس پر وہ یہ کلمہ کہنے سے پہلے تھا۔''

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۵۸]((بَعَثَنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ فِیۡ سَرِیَّةٍ فَصَبَّحۡنَا الۡحُرُقَاتِ مِنۡ

---

[۱۵] شرح النّووی:۲/۸۴

[۱۶] صحیح مسلم= کتاب الإیمان : باب تحریم قتل الکافر بعد أن قال : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ، الحدیث: ۹۵+ صحیح البخاری = کتاب المغازی= باب شهود الملائکة بدرًا ، الحدیث: ۳۷۹۴ وکتاب الدِّیَات فی أوائله، الحدیث: ۶۴۷۲

جُهَيْنَةَ فَادَرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَالِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ قَتَلْتَهُ)) قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰى تَعْلَمَ " أَ قَالَهَا أَمْ لَا " فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنِّي اَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ)) [۱۷]

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹے جہادی قافلے میں جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ تو ہم نے جہینہ قوم کی ایک شاخ ”حرقات“ پر صبح کے وقت حملہ کر دیا۔ پھر میں نے ایک آدمی کو جالیا۔ جب میں نے اس پر قابو پا لیا تو اس نے کہا: ” لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه “۔ لیکن میں نے اسے اپنا نیزہ مارا اور قتل کر دیا۔ میرے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی (کہ کہیں میں نے ایک مسلمان کو تو قتل نہیں کر دیا) میں نے نبی ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ نبی ﷺ نے (ڈانٹ پلاتے ہوئے) فرمایا: اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تو نے اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ!) اس نے یہ کلمہ ہتھیاروں کے خوف سے پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟ تاکہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا کہ نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسلسل یہ جملہ دہراتے رہے حتی کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے قبل مسلمان نہ ہوتا“ (یعنی آج ہی اسلام لاتا) تاکہ اتنا بڑا گناہ میرے اعمال میں نہ لکھا جاتا۔)

مذکورہ بالا صحیح احادیث اور دعوت الی اللہ کے عنوان کے تحت ذکر کردہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث جن میں جہاد وقتال کا اصل مقصد واضح کیا گیا ہے —— مثلاً

[۱۰۵۹] ((اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ...... وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ)) [۱۸]

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه“ پڑھ

---

[۱۷] صحيح مسلم = كتاب الإيمان : باب تحريم قتل الكافر بعد أن قال : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ، الحديث: ۹۶ + صحيح البخارى= كتاب المغازى: باب بعث النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسَامَةَ بن زيد إِلَى الحرقات من جُهينة ، الحديث: ۴۰۲۱

[۱۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۳

لیں۔ ان کا اندرون خانہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔''

—— اس قسم کے دلائل اس بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اسلامی احکام ظاہری حالت کے مطابق جاری ہوتے ہیں۔ اور اندرونی حالات اور پوشیدہ معاملات کا معاملہ اور حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اور ہر کلمہ گو مسلمان کو جب تک وہ اسلامی اصول اور ارکان اسلام میں سے کسی رکن کا انکار نہ کرے تمام اسلامی حقوق اور اسلامی معاشرے کی مراعات حاصل ہونگی۔

مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو:**

۱ شرح مسلم للنّووی

۲ معالم السُّنن للخطابی : ۳/ ۴۳۴، ۴۳۵

۳ فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۲/ ۱۵۹، ۱۶۰

۴ وتفسیر القرطبی: (۵/ ۲۱۶-۲۱۹)

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص (عامر بن الاضبط) اپنے ریوڑ کے ساتھ موجود تھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس جا پہنچی ۔ اس نے جماعت کو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ''کہا (اور کلمہ توحید پڑھا) لیکن مسلمانوں نے اس کو قتل کر دیا (قاتل محلم بن جثامہ تھا) ۔ اس کا تمام ریوڑ قبضے میں کر لیا۔ اس موقعہ پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

[۱۰۶۰] ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ ﴾ [النِّساء:=٤: ٩٤]

''اے ایماندارو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) سفر کرو تو تحقیق کیا کرو اور جو شخص تم پر ''السَّلَامُ عَلَيْكُمْ'' کہے (یا کلمہ توحید پڑھے) تو اسے مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم دنیا کا سازوسامان چاہتے ہو تو اللہ کے پاس بہت زیادہ اموال غنیمت ہیں۔ پہلے تم خود بھی ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ (اسلام کو عزت بخشی اور تم مسلمان ہوئے) لہٰذا تحقیق کر لیا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔''[19]

---

[19] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر/ تفسیر سورة النِّساء: باب ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا...... ﴾ (النِّساء=٤:٩٤)، الحدیث:٤٣١٥ + صحیح التِّرمذی = أبواب تفسیر القرآن: باب و من سورة النِّساءِ، الحدیث: ٢٤٢٦

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا:

① قاتل اور مقتول کے ناموں کا پتہ سِیَر ابن اسحاق ،سُنن ابی داؤد اور ابن عبدالبر کی کتاب ''الاستیعاب'' سے چلتا ہے۔ نیز مذکورہ کتابوں میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مقتول کے ورثاء کو ریوڑ واپس دلایا اور قتل کی دیت ادا کی۔

② سورۃ النساء کی آیت : ۹۴ میں الفاظ [۱۰۶۱] ﴿ اَلْقٰی اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ ﴾ کا معنی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' یا قبول اطاعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۶۲] ﴿ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝﴾ [النَّحل=۱۶:۲۸]

'' (کافر وہ لوگ ہیں کہ) جب فرشتے ان کو فوت کریں گے۔ اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے ۔تو وہ اس وقت مطیع وفرمانبردار بن جائیں گے۔ (ساتھ ساتھ کہیں گے) ہم تو برے عمل نہیں کیا کرتے تھے ۔ہاں! جو تم عمل کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔''

③ جس کافر سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا اس کافر کا قتل جائز ہے۔ لیکن اگر کسی طرح اپنے اسلام کا اظہار کرے تو اس کی ظاہری حالت پر اعتماد کرنا واجب ہوگا اور اس کا مال وجان محفوظ ہو جائے گا ۔ اس کے بعد قتل کرنے کی صورت میں قتل کی دیت ادا کرنا واجب ہوگی۔ کیونکہ احکام کا تعلق ظاہری حالات کے ساتھ ہے۔ نہ کہ پوشیدہ رازوں اور مخفی باتوں کے ساتھ ۔

④ ایمان (۱) زبان کے ساتھ اقرار (۲) دل کے ساتھ تصدیق (۳) اعضاء کے ساتھ عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن تصدیق قلبی کا حال معلوم نہیں ہوسکتا ۔لہٰذا زبان کے ساتھ اقرار پر اعتماد ضروری ہے۔ [۲۰]

⑤ دل کا اعتقاد اور تصدیق پختہ ہو کر زبان کے ساتھ اقرار صحیح طور پر نہ ہو سکے تو جلد بازی میں کسی جنگی کارروائی کی قطعاً کوئی اجازت نہیں ۔ بلکہ تحقیق اور تَبَیُّن ضروری ہے ۔اس کی دلیل سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے ۔جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ [۲۱]

---

[۲۰] تفسیر القرطبی:۵/۲۱۶۔۲۱۹ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۹۱۔۵۹۳

[۲۱] ملاحظہ ہو صحیح البخاری =کتاب المغازی : باب بعث النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰی بَنِیْ جَذِیْمَةَ الحدیث: ٤٨٤

جنگ ایک دھوکہ ہے:

مندرجہ بالا عنوان (جنگ ایک دھوکہ اور چال ہے) کے تحت ان جنگی اصولوں کا ذکر کیا جائیگا جو دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے انتہائی ضروری اور تمام اقوام عالم کے ہاں بالا تفاق مسلم ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی بہت زیادہ افادیت کے پیش نظر اپنی جنگی کارروائیوں میں بطور خاص استعمال فرمایا ہے ۔اسی سے تمام اصولوں کو درج ذیل تین عنوانات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

ا۔اصل مقصد اور حالت چھپانا:

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۶۳]((اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ)) [۲۲]

''جنگ مکر و چال اور حیلہ سازی کا نام ہے۔''

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:......

[۱۰۶٤]((لَمْ يَكُنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ غَزْوَةً اِلَّا وَرّٰى بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ ......)) [۲۳]

''رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تھے۔تو اس میں دوسری طرف کا اشارہ فرماتے ۔(یعنی اصل مقصد اور سمت پوشیدہ رکھتے)حتیٰ کہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا(تو آپ ﷺ نے اس میں اصل منزل چھپا کر کسی دوسری منزل کی طرف اشارہ کرنے کی بجائے منزل مقصود کا صاف اظہار فرما دیا۔ تاکہ مسلمان اس لمبے سفر اور زیادہ تعداد والے دشمن کیلئے مکمل تیاری کریں۔'')

۲۔جاسوسی اور خبر رسانی کا نبوی نظام:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر ارشاد فرمایا:

---

۲۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۸۳۵

۲۳ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب حدیث کعب بن مالک و قول اللّٰه عزّوجلّ ﴿ وَ عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ...... ﴾ (التَّوبة=۹:۱۱۸) ، الحدیث: ۴۱۵۶ + صحیح مسلم = کتاب التَّوبة :باب حدیث توبة کعب بن مالك و صَاحِبَيْهِ، الحدیث: ۲۷۶۹۔اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۰۶۵]((مَنْ يَّأتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ ؟)) قَالَ الزُّبَيْرُ :اَنَا ۔ثُمَّ قَالَ :((مَن يَّاْتِينَا بِخَبَرِ الْقَومِ؟)) فَقَالَ الزُّبَيْرُ :اَنَا ۔ ثُمَّ قَالَ ((مَنْ يَّأتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ ؟)) فَقَالَ الزُّبَيْرُ :اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيّ حَوَارِيًّا وَ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)) [۲۴]

''ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ بولے: میں لاؤنگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟ تو زبیر رضی اللہ عنہ بولے: میں لاؤں گا۔ حتیٰ کہ تیسری بار فرمایا: ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر کون لائے گا؟تو پھر بھی زبیر رضی اللہ عنہ ہی بولے کہ میں لاؤں گا۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :بلاشبہ ہر نبی کا ایک حواری(حامی و ناصر) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔''

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ احزاب کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

[۱۰۶۶] ((اَلا رَجُلٌ يَّأتِينِى بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِى يَوْمَ الْقِيامَةِ)) فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا اَحَدٌ۔ ثُمَّ قَالَ: ((اَلا رَجُلٌ يَأتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِىَ يَوْمَ الْقِيامَةِ)) فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا اَحَدٌ فَقَالَ :((قُمْ يَا حُذَيْفَةُ !فَأتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ)) ...... فَلَمَّا اَتَيْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَ فَرَغْتُ فَاَلْبَسَنِى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَضْلِ عَبَاءَةٍ كَانَتْ عَلَيْهِ يُصَلِّى فِيهَا فَلَمْ اَزَلْ نَائِمًا حَتّٰى اَصْبَحْتُ نَائِمًا فَلَمَّا اَصْبَحْتُ ۔ قَالَ :" قُمْ يَا نَوْمَانُ")) [۲۵]

''سنو! جو آدمی میرے پاس مخالف قوم کی خبر لائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے میرے ساتھ (جنت) میں مقام دے گا ہم خاموش رہے۔ ہم میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) فرمایا: کافروں کی خبر جو شخص بھی میرے پاس لائے گا قیامت کے روز وہ میرے ساتھ ہو گا ۔ ہم پھرخاموش رہے ۔ ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سہ بارہ) فرمایا:''جوشخص ان کافروں کی خبر میرے پاس لائے گا قیامت کے روز وہ میرے ساتھ ہو گا۔'' لیکن ہم میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:''اے حذیفہ! تم اٹھو اور

---

[۲۴] صحيح البخاری= كتاب المغازی: باب غزوة الخندق و هى الأحزاب، الحديث:۳۸۸۷+ صحيح مسلم = كتاب فضائل الصّحابة :باب من فضائل طلحة والزُّبير رضى اللّٰه عنهما، الحديث: ۲۴۱۵+ صحيح التّرمذى= أبواب المناقب : باب مناقب الزُّبير بن العوَّام رضى اللّٰه عنه / باب منه، الحديث: ۴۰۱۰

[۲۵] صحيح مسلم = كتاب الجهاد: باب غزوة الأحزاب، الحديث:۱۷۸۸

ہمارے پاس مخالف قوم کے حالات کی خبر لاؤ...... (چنانچہ تعمیل حکم میں مَیں اٹھا) کافروں کے لشکر کے حالات کی جاسوسی کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو دشمن قوم کے حالات سے آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے اپنے اوپر اوڑھے ہوئے کمبل کا زائد حصہ جس میں آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ مجھے پہنا دیا۔'' (کیونکہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سردی کی شدت سے ٹھٹھرے ہوئے تھے۔) پھر میں صبح تک سویا رہا حتی کہ جب صبح کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیدار کرتے ہوئے فرمایا: '' اے بہت زیادہ سونے والے! اب اٹھ جائیے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[١٠٦٧] ((بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيْرُ اَبِيْ سُفْيَانَ......فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ))[٢٦]

'' رسول اللہ ﷺ نے بسیسہ[٢٧] بن عمرو رضی اللہ عنہ کو جاسوسی کیلئے روانہ فرمایا۔ تاکہ وہ ابو سفیان کے لشکر کے حالات کا پتہ لگائے۔ اس نے واپس آ کر آپ ﷺ کو حالات بیان کیے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم روانہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشرکین کے قافلے کی آمد سے پہلے مقام بدر پر جا پہنچے۔''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن صیاد کا درج ذیل قصہ منقول ہے:

[١٠٦٨] ((اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَالِكَ وَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ[الْاَنْصَارِيُّ] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَى النَّخْلِ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَّسْمَعَ مِنَ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ...... فَرَأَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ : يَا صَافِ ! وَ هُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ —— هَذَا مُحَمَّدٌ ،فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[٢٦] صحیح مسلم = كتاب الإمارة : باب ثبوت الجنّة للشّهيد ، الحديث: ١٩٠١ + صحیح ابو داؤد = كتاب الجهاد: باب فى بعث العيون، الحديث: ٢٢٧٩۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[٢٧] بُسَیسہ صحابی رسول ہیں ۔ ان کا اصل نام بسبس بن عمرو یا بسبسہ بن عمرو ہے ۔ جبکہ بسیسہ ان کا لقب ہے = ملاحظہ ہو المعجم المفهرس لألفاظ الحديث النّبوى:٨/٢٩

لَوۡ تَرَكَتۡهُ بَيَّنَ)) [۲۸]

رسول اللہ ﷺ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس نخلستان کی طرف گئے جس میں ابن صیاد (جو امت محمدیہ کیلئے ایک فتنہ تھا اور اس پر دجال مسیح ہونے کا شبہ تھا) مقیم تھا۔ جب آپ نخلستان میں داخل ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے جسم اطہر کو بڑی احتیاط کے ساتھ کھجور کے تنوں میں چھپا رہے تھے۔ تاکہ ابن صیاد کے دیکھ لینے سے پہلے آپ ﷺ اس کی کوئی بات سن سکیں .... لیکن ابن صیاد کی ماں نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور اپنے بیٹے ابن صیاد کو آپ کی آمد سے مطلع کر دیا۔ وہ ہوشیار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ اگر یہ اس کو باخبر نہ کرتی تو ابن صیاد کی اصل حقیقت کا انکشاف ہو جاتا۔ (کیونکہ وہ ہماری آمد سے بے خبر اپنے حال میں مشغول تھا)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث کتاب الجہاد میں مختصراً ذکر کر کے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے: "بَابُ مَایَجُوۡزُ مِنَ الۡاِحۡتِیَالِ و الحَذَرِ مَعَ مَنۡ تُخۡشٰی مَعَرَّتُهٗ" اس شخص کے ساتھ احتیاط اور حیلہ سازی جائز ہے جس کے شر، فساد اور فتنہ کا خطرہ عام ہو۔ (گویا چال اور حیلہ سازی کا استعمال صرف مکار اور عیار دشمنوں کے ساتھ جائز ہو گا)

۳۔ جھوٹ اور حیلہ سازی:

سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۶۹] ((لَيۡسَ الۡكَذَّابُ الَّذِیۡ يُصۡلِحُ بَيۡنَ النَّاسِ وَ يَقُوۡلُ خَيۡرًا وَ يَنۡمِیۡ خَيۡرًا)) قَالَتۡ وَ لَمۡ اَسۡمَعۡهُ يُرَخِّصُ فِیۡ شَیۡءٍ مِمَّا يَقُوۡلُ النَّاسُ اِلَّا فِیۡ ثَلٰثٍ : اَلۡحَرۡبُ وَالۡاِصۡلَاحُ بَيۡنَ النَّاسِ وَ حَدِيۡثُ الرَّجُلِ امۡرَأَتَهٗ وَ حَدِيۡثُ الۡمَرۡأَةِ زَوۡجَهَا)) [۲۹]

''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے، جو لوگوں کے درمیان مصالحت کراتا ہے۔ خیر کی بات کہتا ہے اور ایک شخص کی بات دوسرے شخص کے آگے بھلائی طلب کرنے اور اصلاح کیلئے بات پہنچاتا

---

[۲۸] صحیح مسلم=کتاب الفِتَن وأشراط السَّاعة: باب ذکر ابن صیَّاد، الحدیث: ۲۹۳۱ + صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب ما یجوز من الإحتیال والحذر مع من تُخشٰی مَعَرَّتُه ، الحدیث: ۲۸۶۹

[۲۹] صحیح مسلم = کتاب البرِّ والصِّلة والآداب:باب تحریم الکذب وبیان المباح منه، الحدیث: ۲۶۰۵ + صحیح البخاری = کتاب الصُّلح: باب لیس الکاذب الذی یصلح بین النَّاس، الحدیث: ۲۵۴۶ + صحیح التِّرمذی= أبواب البرِّ والصِّلة : باب ما جاءَ فی اصلاح ذات البین، الحدیث: ۱۵۸۲ + صحیح ابوداؤد=کتاب الادب: باب فی إصلاح ذات البین، الحدیث: ۴۹۲۱

ہے۔نیز فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اس بات میں جسے لوگ بطور جھوٹ بولتے ہیں تین موقعوں کے علاوہ کسی حالت میں رخصت و گنجائش دیتے ہوئے کبھی نہیں سنا۔ (۱) حالت جنگ میں دشمن کے ساتھ۔(۲) لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے۔(۳) مرد کی اپنی بیوی اور بیوی کی اپنے خاوند کے ساتھ گفتگو میں (اچھے برتاؤ اور باہمی مصالحت قائم رکھنے کے لئے)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجهاد میں درج ذیل عنوانات قائم کئے ہیں:

" الكَذِبُ فِى الْحَرْبِ" (جنگ میں جھوٹ بولنا)

" اَلْفَتْكُ بِاَهْلِ الْحَرْبِ" (اہل حرب کافر کو حالت خواب میں رات کے وقت قتل کر ڈالنا)

" قَتْلُ الْمُشْرِكِ النَّائِمِ " (سوئے ہوئے مشرک کو قتل کر دینا۔)

ان عنوانات کو ذکر کر کے کعب بن اشرف اور عبداللہ بن ابی حقیق کے قتل کئے جانے کی احادیث ذکر کی ہیں۔ ان سے استدلال کیا ہے کہ جھوٹ اور حیلہ سازی اگرچہ انتہائی برے اور قابل مذمت افعال ہیں ۔لیکن لوگوں کی بھلائی اور لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر جائز ہیں۔ اسی طرح انسانیت اور اہل حق کے لیے فتنہ وفساد برپا کرنے والے دشمن کے خلاف بالکل درست ہیں۔ پوری مخلوق الٰہی کو امن و امان کی ضمانت فراہم کرنے کے لیے اس جھوٹ اور حیلہ سازی کو ذریعے اور وسیلے کے طور پر استعمال کرنا بالکل جائز اور مباح ہے۔

یہ جائز جھوٹ خلاف واقعہ اور سفید جھوٹ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔جیسا کہ حدیث کے ظاہری الفاظ سے عیاں ہے۔اسی طرح جناب ابراہیم علیہ السلام کی تین باتیں ہیں۔

(۱) [۱۰۷۰] ﴿ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُم. ﴾ [الأنبياء=۲۱:۶۳]

''بلکہ یہ (بتوں کے توڑنے کا کام) ان بتوں میں سے بڑے نے کیا ہے۔''

(۲) [۱۰۷۱] ﴿ اِنِّى سَقِيمٌ ﴾ [الصّافات=۳۷:۸۹]

''بے شک میں بیمار ہوں۔''

(۳) [۱۰۷۲] ((اِنَّهَا اُخْتِىْ)) [30]

''بے شک یہ (سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا) میری بہن ہے۔''

---

[30] صحيح البخارى = كتاب الأنبياء : باب قول الله تعالىٰ ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيمَ خَلِيْلًا...... ﴾ (النِّساء= ۴:۱۲۵) الحديث: ۳۱۷۹ + صحيح مسلم = كتاب الفضائل: باب من فضائل إبراهيم الخليل ، الحديث: ۲۳۷۱

ان تینوں باتوں سے بھی یہی مفہوم سامنے آ رہا ہے یا پھر اس کے لیے توریہ اور کنایہ ضروری ہو جاتا ہے۔ اس بارے علمائے اسلام کے یہ دو قول ہیں:

توریہ وتعریض سے یہ مراد ہے کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس میں دو معنوں کا احتمال ہو۔ اور اپنی نیت اور ارادے میں صحیح اور سچ مفہوم کا تصور رکھے۔ محتاط موقف یہی ہے کہ ذو معنی الفاظ کے ساتھ اشارہ اور توریہ کرتے ہوئے اپنا مقصد حاصل کرے اور واضح جھوٹ سے اجتناب کرے۔

مزید تفصیل کیلئے **ملاحظہ ہو:**

1. شرح النَّووی: ۲/۳۲۵
2. ریاض الصَّالحین: ۴۵۹
3. معالم السُّنن: ۷/۲۳۶
4. تهذیب السُّنن لِإبن القیّم: ۷/۲۳۷
5. فتح الباری: ۶/۴۹۶-۵۰۰

فخر وتکبر کا اظہار:

سیدنا جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

[۱۰۷۳] ((مِنَ الْغَیْرَةِ مَا یُحِبُّ اللّٰهُ وَ مِنْهَا مَا یُبْغِضُ اللّٰهُ ۔ فَاَمَّا الَّتِیْ یُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَیْرَةُ فِی الرَّیْبَةِ ۔ وَ اَمَّا الْغَیْرَةُ الَّتِیْ یُبْغِضُ اللّٰهُ فَالْغَیْرَةُ فِیْ غَیْرِ الرَّیْبَةِ ۔ وَ اِنَّ مِنَ الْخُیَلَاءِ مَا یُبْغِضُ اللّٰهُ وَ مِنْهَا مَا یُحِبُّ اللّٰهُ ۔ فَاَمَّا الْخُیَلَاءُ الَّتِیْ یُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِیَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِیَالُهٗ عِنْدَ الصَّدَقَةِ ۔ وَاَمَّا الَّتِیْ یُبْغِضُ اللّٰهُ فَاخْتِیَالُهٗ فِی الْبَغْیِ))[۳۱]

''غیرت دو قسم کی ہے: ایک وہ غیرت جسے اللہ پسند کرتا ہے اور دوسری وہ جس کو اللہ نا پسند کرتا ہے۔ جو غیرت اللہ کے ہاں محبوب اور پسندیدہ ہے وہ شک وشبہ کی جگہ غیرت کھانا ہے۔ جو اللہ کے نزدیک نا پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ شک وشبہ کے بغیر غیرت کھائے۔ اسی طرح فخر بھی دو قسم پر مشتمل ہے: اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور اللہ کے ہاں نا پسندیدہ۔ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ فخر وتکبر وہ ہے جو دشمن کے ساتھ قتال کے وقت کیا جائے یا صدقہ کے وقت (ترغیب دلانے کی غرض سے نہ کہ ریاکاری سے) کیا جائے۔ ناپسندیدہ فخر

[۳۱] صحیح ابوداؤد = کتاب الجهاد: باب فی الخُیَلاء فی الحرب، الحدیث: ۲۳۱۶ + صحیح النسائی = کتاب الزَّکاة: باب الإختیال فی الصَّدقة، الحدیث: ۲۳۹۸ ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

وہ ہے جو ظلم و بغاوت میں اختیار کیا جائے۔''

◎ امام خطابی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں :

صدقہ کے وقت فخر کا معنی یہ ہے کہ احسان جتلانے اور تکلیف دینے کے بغیر دل کی خوشی اور ذہنی اطمینان کے ساتھ سخاوت کرے ۔جنگ کے وقت فخر کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں ہو، دل کی مکمل رضا اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھے نہ کہ بزدلی اور ذلت سے ۔[٣٢]

غزوۂ حنین کے تذکرے میں بیان ہو چکا ہے کہ جب دشمن نے رسول اللہ ﷺ کا قریب سے محاصرہ کر لیا تو ایک طرف آپ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ رب کریم سے عرض گزار ہیں:

[١٠٧٤] ((اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ)) [٣٣]

''اے اللہ ! اپنی مدد اور نصرت نازل فرما۔''

دوسری طرف اسی لمحہ اور اسی موقعہ پر ہمت قلبی اور دلجمعی کے ساتھ نہایت جرأتمندانہ اور دلیرانہ جنگی فخر پر مشتمل اعلان کرتے ہیں:

[١٠٧٥] ((اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ)) [٣٤]

''میں سچا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ۔یا اللہ! اپنی مدد اور نصرت نازل فرما۔''

گویا آپ ﷺ دشمنوں کو سنا رہے ہیں کہ نتیجہ کچھ بھی ہو میدان نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے اللہ نے جرأت مند قوم قریش میں پیدا کیا ہے اور پھر میرا اللہ کی نصرت پر مکمل اعتماد ہے۔

غزوۂ احد کے اختتام پر قریش مکہ کا قائد اور سپہ سالار ابوسفیان بلند مقام پر کھڑا ہو کر مجاہد صحابہ سے مخاطب ہوتا ہے ۔وہ مجاہد جو بظاہر شکست خوردہ ہیں ۔زخموں سے چور ہیں ۔مگر حقیقت میں اللہ پر یقین و اعتماد کے مجسم پہاڑ ہیں ۔ان جہادی شیروں سے بڑے متکبرانہ اور فاتحانہ انداز میں خطاب کرتا ہے اور اپنی عارضی فتح کے نشہ میں مخمور ہو کر تکبر و غرور کا یوں مظاہرہ کرتا ہے :

[١٠٧٦] ((اُعْلُ هُبَلُ)) ''اے ھبل ! (مشرکین مکہ کا ایک مشہور بت) تو بلند ہو تیرے لیے

---

[٣٢] معالم السُّنن للخطّابی:٤/ ٨٠٧

[٣٣] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:١٠٣٦

[٣٤] تخریج کے لئے دیکھئے الرَّقم المسلسل:١٠٣٦

عظمت ہے۔'' مگر رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اس کے جواب میں توحید کے ساتھ فخر کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نعرہ بلند کیا: ((اَللّٰهُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ)) ''اللہ سب سے بلند اور بزرگ تر ہے۔'' اس کے بعد مشرکین کا طاغوت کہتا ہے: ((لَنَا الْعُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ)) ''ہمارے لیے عزّٰی (بت) ہے اور تمہارا کوئی عزّٰی نہیں۔'' تو اس کے جواب میں بھی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے رب پر فخر کی ہی تعلیم دیتے ہیں: ((اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ)) [٣٥]

''اللہ ہمارا حامی و ناصر ہے اور تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں ہے۔''

◎ **امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:**

" قَالَ الطَّبَرِیُّ اِنَّمَا یَجُوْزُ مِنَ الْکَذِبِ فِی الْحَرْبِ الْمَعَارِیْضُ دُوْنَ حَقِیْقَةِ الْکَذِبِ فَاِنَّهٗ لَا یَحِلُّ " وَالظَّاهِرُ اِبَاحَةُ حَقِیْقَةِ نَفْسِ الْکَذِبِ لٰکِنَّ الْاِخْتِصَارَ عَلَی التَّعْرِیْضِ اَفْضَلُ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ " [٣٦]

''امام طبری کا قول ہے کہ جنگ و قتال میں ذومعنی الفاظ کے ساتھ اشارے کرنا جائز ہے نہ کہ صاف جھوٹ کیونکہ وہ تو حرام ہے۔ (امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں:) احادیث کے ظاہری معنی کے مطابق جھوٹ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اشاروں کنائیوں پر اکتفاء کرنا افضل ہے۔'' (واللہ اعلم)

◎ **امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

" وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ هُوَ اَنْ یُّظْهِرَ مِنْ نَفْسِهٖ قُوَّةً وَ یَتَحَدَّثُ بِمَا یَشْحَذُ بِهٖ بَصِیْرَةَ اَصْحَابِهٖ وَ یُقَوِّی مُنَّتَهُمْ وَ یَکِیْدُ بِهٖ عَدُوَّهُمْ فِی نَحْوِ ذَالِكَ مِنَ الْاُمُوْرِ [١٠٧٧] وَ قَدْ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ((اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ)) [١٠٧٨] وَکَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَثِیْرًا مَّا یَقُوْلُ فِیْ حُرُوْبِهٖ "صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ " فَیَتَوَهَّمُ اَصْحَابُهٗ اَنَّهٗ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ۔" [١٠٧٩] وَ کَانَ یَقُوْلُ :" اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مُحَارِبٌ " [٣٧]

''جنگ میں جھوٹ کا مفہوم یہ ہے کہ مجاہد اپنی پوری طاقت کا اظہار کرے اور ایسی باتیں

---

[٣٥] صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة احد ، الحدیث: ٣٨١٧

[٣٦] شرح النَّووی: ٢/ ٨٣

[٣٧] معالم السُّنن للخطّابی: ٧/ ٢٣٦

کرے جن سے اس کے ساتھیوں کی قلبی بصیرت زیادہ تیز ہو۔ ان کے عزائم پختہ اور مضبوط ہوں اور دشمن کے ساتھ کسی مکر اور چال کا فائدہ حاصل ہو ۔نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ ''جنگ ایک مکرو چال اور حیلہ سازی ہے۔''سیدناعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی جنگوں میں بکثرت یوں فرماتے:''اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔''جس سے آپ کے ساتھیوں کو گمان ہوتا کہ شاید وہ نبی ﷺ کی حدیث بیان کررہے ہیں۔ حالانکہ وہ شجاعت پیدا کرنے کی غرض سے کنایہ کر رہے ہوتے تھے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے:''میں ایک جنگجو آدمی ہوں۔''

فاتح خیبر سیدناعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خیبر کے یہودی سردار مرحب کے فخریہ اشعار کا یوں جواب دیتے:

اَنَا الَّذِیُ سَمَّتْنِی اُمِّی حَیُدَرَۃ
کَلَیُثِ غَابَاتٍ کَرِیُہِ الْمَنُظَرَۃُ
اُوفِیُھِم بِالصَّاعِ کَیُلَ السَّنُدَرَۃِ [۳۸]

''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر(نر شیر) رکھا ہے۔''............'' جو جنگلوں کے شیر کی طرح خطرناک خوفناک منظر والا ہے ۔میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناپ پوری دوں گا۔''

پھر تلوار کے ایک ہی وار سے مرحب کو ڈھیر کرکے نبی ﷺ کی بشارت کے مطابق ''فاتح خیبر'' کا لقب حاصل کر لیتے ہیں ۔

یہودیوں کے طاغوت کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ [۳۹] بھی مذکورہ باب کے تمام مسائل کی مضبوط ترین دلیل ہے۔

تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

1. شرح مسلم للنَّووی:۲/۱۱۱
2. فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب المغازی :۸/۳۴۲-۳۴۳
3. نیل الأَوطار شرح منتقی الأَخبار: ۲۷۰-۲۷۲

---

[۳۸] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب غزوۃ ذی قرد وغیرها،الحدیث: ۱۸۰۷

[۳۹] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قتل کعب بن أَشرف ، الحدیث: ۳۸۱۱+ صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب قتل کعب بن أَشرف طاغوت الیهود، الحدیث: ۱۸۰۱

چند مسائل و احکام:

① انسانی زندگی کی تمام مشکلات اور مصائب میں صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہی دعا وفریاد کرنی چاہیئے اور مدد مانگنی چاہیئے۔ کیونکہ وہی کائنات کا حقیقی پروردگار اور خالق و مالک ہے۔ وہی فریادوں کو سننے والا، انسان کی حالتوں کو جاننے والا، سب کی خبر رکھنے والا، سب کو دیکھنے والا اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ لہٰذا ہر مشکل میں اس سے دعا اور فریاد بندوں پر لازم ہے۔ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۰۸۰] ﴿ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ.......... ﴾ [الغافر=۴۰:۶۰]

''تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا......''

② بالخصوص جنگ وقتال کے خون ریز اور دلفگار معرکوں میں ثابت قدمی کے لیے کثرت سے ذکر و استغفار جہاد کے دیگر فرائض کی طرح ضروری اور نہایت تاکیدی حکم ہے۔ بلکہ جنگ میں ثابت قدمی اور صبر کا مظاہرہ اور کثرت کے ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا ہی فتح ونصرت کے وسائل ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۸۱] ﴿ فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ [الأنفال=۸:۴۵]

''پس ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔''

③ تمام انبیاء کی طرح عام مومنین بلا واسطہ اللہ ہی سے دعا اور فریاد کرتے تھے۔ لہٰذا براہ راست اللہ تعالیٰ سے دعا اور فریاد کرنا قرب الٰہی کا اصل ذریعہ اور رحمت الٰہی کے نزول اور فتح وکامرانی کے حصول کا بنیادی سرمایہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۰۸۲] ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ.......... ﴾ [الأنفال=۸:۹]

'' جب تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے تو اس نے تمہاری پکار کو قبول کیا......''

④ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب، غزوۂ خیبر اور غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں فرمائیں۔ اللہ کے ذکر اور اللہ سے دعا کا مسئلہ سمجھنے کے لئے وہ دعائیں قابل مطالعہ ہیں۔

⑤ غزوۂ حنین میں نبی ﷺ سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میدان قتال میں ثابت قدم رہے۔

وقتی اور عارضی طور پر صحابہ کا میدان جنگ چھوڑنا، میدان جہاد سے بھاگنا نہیں بلکہ امام اور امیر کی طرف جمع ہونا تھا۔ اسی وجہ سے اس پر کوئی وعید اور ڈانٹ نازل نہیں ہوتی۔

⑥ دشمن کے ساتھ مڈ بھیڑ کی حالت میں صبر اور ثابت قدمی واجب اور میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے۔ البتہ جنگی چال کے طور پر دشمن کے سامنے سے ایک طرف ہو جانا یا اہل اسلام کی جماعت میں آ ملنا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

⑦ دوگنا دشمن کے مقابلے سے بھاگنا حرام ہے۔ اگر دشمن دوگنا سے زیادہ ہو تو بھاگنے کی گنجائش ہے۔ لیکن حصول جنت کے لئے دشمن سے ٹکرا کر قربان ہوجانا اللہ کے ہاں انتہائی محبوب، پسندیدہ اور جنت میں داخلے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ صحابہ کا یہی طرز عمل تھا اور خاتم الانبیاء ﷺ کی یہی تمنا اور آرزو تھی۔

⑧ اسلامی احکام کے نفاذ میں ظاہری حالت پر اعتماد ضروری ہے۔ پوشیدہ معاملات اور در پردہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے ذمے ہیں۔ لہٰذا کلمہ گو مسلمان جب تک اصولِ دین اور ارکان اسلام میں سے کسی اصل اور رکن کا صاف انکار نہ کرے اسے تمام اسلامی حقوق حاصل ہونگے اور اس پر تلوار اٹھانا حرام ہوگا۔

⑨ جنگ ایک چال اور دھوکہ ہے۔ یہ ایک مسلمہ بین الاقوامی جنگی اصول ہے۔ لہٰذا امیر جہاد اور جہادی فوج کے سپہ سالار کیلئے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مجاہد صحابہ کی طرح اس اصول کی مکمل واقفیت حاصل کرنا لازم ہے۔ نیز جہاد فی سبیل اللہ میں مناسب موقعوں پر اس کے استعمال سے فائدہ اٹھانا اشد ضروری ہے۔

⑩ اپنی جنگی قوت اور اپنے جنگی حالات کو دشمن سے مکمل طور پر چھپا کر رکھنا، مستقبل کے عزائم کے متعلق ضرورت کے مطابق اشارہ کنایہ کرنا، ظاہری حالات کے برعکس جملے بولنا اور کبھی مصلحت کی خاطر ان کا صاف اظہار کرنا رسول اللہ ﷺ کی جہادی سنت ہے۔

⑪ حالات اور دشمن کی خبروں سے پوری واقفیت اور جاسوسی نہایت اہم جنگی قاعدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اس مفید ترین قاعدے کے استعمال پر عمل پیرا تھے۔ آپ ﷺ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حواری رسول سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا بسیسہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اس عظیم ذمہ داری کے لئے مقرر فرمایا۔

⑫ جھوٹ اور حیلہ سازی بھی مسلمہ جنگی تدبیر ہے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے اس کو اچھے اصلاحی مقاصد مثلاً لوگوں کے درمیان صلح کرانے، میاں بیوی کے درمیان اچھی خوش کن زندگی قائم کرنے اور حالت جنگ میں دشمن کو ورغلانے کیلئے جائز رکھا ہے۔ باقی موقعوں پر بالکل حرام قرار دیا۔ جبکہ بے دین قوموں نے اس کا بے دریغ استعمال کر کے بے شمار معاشروں کو تخریب کاری اور فساد کا شکار بنا ڈالا۔

⑬ فخر و مباہات کا استعمال عین میدان جنگ میں کام آنے والی ایک نفع بخش اور مفید ترین جنگی تدبیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے ماہر اور تجربہ کار جنگی جرنیلوں کی طرح اس تدبیر سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔

جہاد اسلامی اور قومی جنگیں، تحقیقی و تاریخی موازنہ:

گذشتہ صفحات میں بیان کردہ جنگ کے اسلامی آداب سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اسلامی اللہ کے دین کو زمین پر قائم کرنے اور ظلم و فساد کا خاتمہ کرنے کے لئے ہے۔ اللہ سے دعا اور فریاد کرتے ہوئے صبر و استقلال اور ہمت و عزیمت کے ساتھ دشمنان اسلام سے ٹکرا جانے کا نام ہے۔ اس کے مقاصد اور اسباب اللہ کے دین کی سر بلندی اور فتنہ و فساد کے خاتمے کے سوا کچھ اور نہیں۔ لیکن اس کے بالمقابل ذرا انسانوں کی ان جنگوں کا حال ملاحظہ فرمائیں۔ جو خالص قومی، علاقائی، صوبائی اور لسانی عصبیت کی خاطر لڑی گئیں۔ تاکہ موازنہ کرنے سے ظلمت و نور کا فرق واضح ہو جائے۔

قومی جنگوں کے بڑے محرکات اور مقاصد ملک گیری، مال لوٹنا، انتقامی جذبہ اور فخر کا اظہار وغیرہ ہیں۔

لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے جنگیں:

دور جاہلیت کا ایک قومی شاعر مال لوٹنے کے جذبے کی عکاسی کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَلَئِنْ بَقِيتُ لَأَرْحَلَنَّ بِغَزْوَةٍ
تَحْوِي الْغَنَائِمَ أَوْ يَمُوتُ كَرِيْمٌ

”اگر میں زندہ رہا تو ایک ایسی جنگ پر جاؤں گا۔ جو مال غنیمت سمیٹ لائے گی۔ یا پھر ایک معزز انسان لڑتے ہوئے مارا جائے گا۔“

◎ ایک دوسرا شاعر کہتا ہے کہ ہم دشمنوں سے کچھ نہ پائیں تو مال غنیمت کیلئے اپنے بھائیوں اور قوم قبیلہ والوں پر بھی غارتگری سے باز نہیں آتے:

وَ اَحیَانًا عَلٰی بَکرٍ اَخِینَا

اِذَا مَا لَم نَجِدْ اِلَّا اَخَانَا

''جب ہمیں لوٹ مار کے لئے کوئی اور نہ ملے تو خود اپنے بھائیوں بنی بکر پر حملہ آور ہوجاتے ہیں۔''

◎ کوئی قبیلہ جنگ و قتال کے لئے نکلتا تو گھریلو عورتیں اپنے مردوں کو قتل و غارت اور مال غنیمت کے بغیر واپس نہ لوٹنے کی قسمیں دیا کرتیں۔ چنانچہ عمرو بن کلثوم کہتا ہے:

اَخَذْنَ عَلٰی بُعُولَتِھِنَّ عَھْدًا

اِذَا لَاقُوْا کَتَائِبَ مُعَلِّمِینَا

لِکَی یَسلُبنَّ اَفْرَاسًا وَ بِیضًا

وَ اَسرٰی فِی الْحِبَالِ مُقَرَّنِینَا

''انہوں نے اپنے شوہروں سے پختہ عہد لیا ہے کہ جب وہ دلیر دشمن کے لشکروں سے ملیں تو گھوڑے ، صیقل شدہ تلواروں اور رسیوں میں باندھے ہوئے قیدیوں (لونڈیوں اور غلام) کو چھین کر واپس لوٹیں۔

◎ مشہور عرب شاعر زُہیر آل ربیعہ پر اپنی فتح یابی کا قصہ یوں بیان کرتا ہے:

وَ سَبَیْنَا مِن تَغْلُبَ کُلَّ بَیْضَاءَ

رَقُودَ الضُّحٰی بَرُوْدَ الرُّضَابِ

'' ہم بنی تغلب سے تمام گوری گوری سفید رنگ کی لڑکیاں لوٹ لائے ہیں۔ جو وقت چاشت تک محو خواب رہتی ہیں۔ اور جن کا لعاب دہن ٹھنڈک پہنچانے والا ہے۔''

بہادری اور شجاعت کے اظہار کے لئے جنگیں:

جرأت و بہادری کا اظہار جاہلی اقوام کے لئے بہت بڑا جنگ کا مقصد اور محرک تھا۔ عرب شاعری کے دیوان جرأت و بہادری والی شاعری سے بھرے پڑے ہیں۔ نمونہ کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

◎ سموئل بن عادیا رقمطراز ہیں:

اِنَّا لَقَوْمٌ مَا نَرَی الْقَتْلَ سُبَّۃً
إِذَا مَا رَأَتْہُ عَامِرٌ وَ سَلُوْلٌ

''ہم ایسی قوم ہیں کہ جنگ میں قتل ہو جانا کوئی عیب و عارنہیں سمجھتے ۔جبکہ بنی عامر اور بنی سلول اس کو عار سمجھتے ہیں۔''

وَ مَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتْفَ اَنْفِہٖ
وَ لَا طَلَّ مِنَّا حَیْثُ کَانَ قَتِیْلٌ

''ہمارا کوئی سردار طبعی موت نہیں مرتا اور نہ ہی ہمارے مقتول کا خون رائیگاں جاتا ہے۔''

تَسِیْلُ عَلٰی حَدِّ الظُّبَاتِ نُفُوْسُنَا
وَ لَیْسَتْ عَلٰی غَیْرِ الظُّبَاتِ تَسِیْلُ

''ہمارے خون شمشیروں کی دھار پر بہتے ہیں اور کسی چیز پر نہیں بہتے۔''

وَ نُنْکِرُ إِنْ شِئْنَا عَلَی النَّاسِ قَوْلَھُمْ
وَلَا یُنْکِرُوْنَ الْقَوْلَ حِیْنَ نَقُوْلُ

''ہم اگر چاہیں تو تمام لوگوں کی بات ٹھکرا دیتے ہیں ۔لیکن ہماری بات کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔''

◎ **ایک دوسرا شاعر اپنے قومی مفاخر اس طرح بیان کرتا ہے :**

وَ قَدْ عَلِمَ الْقَبَائِلُ مِنْ مَعَدٍّ
اِذَا قُبَبٌ بِأَبْطَحِھَا بُنِیْنَا

''بنی معد کے تمام قبائل جانتے ہیں جب سے کہ زمین پر ان کی عمارتیں بنائی گئیں ہیں۔''

بِاَنَّا الْمَانِعُوْنَ لِمَا اَرَدْنَا
وَ اَنَّا النَّازِلُوْنَ بِحَیْثُ شِئْنَا

''کہ ہم جس چیز کو چاہتے ہیں روک دیتے ہیں ۔اور ہم جہاں چاہیں قیام کرتے ہیں۔''

وَ اَنَّا التَّارِکُوْنَ اِذَا سَخِطْنَا
وَ اَنَّا الْآخِذُوْنَ اِذَا رَضِیْنَا

"اور جب ہم کسی چیز کو ناپسند کریں تو بلا خوف چھوڑ دیتے ہیں ۔اور جب کوئی شے ہمیں پسند آجائے تو اسے حاصل کر لیتے ہیں ۔"

◎ حجر بن خالد ثعلبی فخریہ لہجہ میں کہتا ہے:

مَنَعْنَا حِمَانَا وَ اسْتَبَاحَتْ رِمَاحُنَا
حِمٰی كُلِّ قَوْمٍ مُسْتَجِيرٍ مَرَاتِعَهُ

"ہم نے اپنی چراگاہ سے سب لوگوں کو روک رکھا ہے ۔لیکن ہمارے نیزوں نے ہر قسم کی چراگاہ کو، جس کی فصلیں محافظوں کی پناہ میں ہوتی ہیں، اپنے لئے مباح کر لیا ہے ۔"

عرب کے حالات کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ دور جاہلیت کی اکثر و بیشتر ہولناک لڑائیاں ایک دوسرے پر فخر کرنے کا ہی نتیجہ تھیں ۔ بنی تغلب اور بنی بکر کے درمیان 40سال جاری رہنے والی مشہور جنگ "جنگ بسوس" کا سبب بنی تغلب کے سردار کلیب بن ربیعہ کی چراگاہ میں بنی بکر کی ایک اونٹنی کا داخل ہو جانا تھا۔ اس پر جنگ کی ایسی آگ بھڑکی جس نے دونوں قبائل کے ہزاروں افراد جلا کر راکھ کر ڈالے ۔[۴۰]

انصار مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج کی مشہور لڑائیاں جن کا سلسلہ ایک صدی پر محیط ہے۔ ان کا سبب بھی فخر و مباہات کا ایک حقیر سا واقعہ ہے ۔ چنانچہ بنوسعد، بنواوس اور بنوخزرج کے درمیان ایک شخص کی محض زبانی فخر بازی نے دونوں قبائل کو میدان جنگ میں جھونک دیا۔ حتیٰ کہ اگر اسلام جیسا دین رحمت نازل نہ ہوتا تو یہ قبائل باہمی جنگوں میں کلی طور پر فنا ہو جاتے ۔[۴۱]

وحشیانہ انتقام کے لئے جنگیں:

انتقام کا جذبہ بھی عہد جاہلیت کی تاریخ کو خون سے رنگین کرنے کا بہت بڑا اور اہم سبب تھا ۔جس کی اصل بنیاد عہد جاہلیت کے شرکیہ نظریات پر قائم تھی۔ مقتول کے متعلق یہ نظریہ عام تھا کہ اس کی روح ایک پرندہ کی شکل میں اڑ جاتی ہے ۔ جب تک اس کا انتقام نہ لیا جائے وہ پکارتی رہتی ہے : "إِسْقُوْنِی إِسْقُوْنِی" (مجھے پلاؤ۔ مجھے پلاؤ) ۔عرب کی اصطلاح میں اس پرندہ کو

---

[۴۰] ابن أثیر:۱ /۳۸۴-۳۹۷

[۴۱] ابن اثیر:۱ /۴۹۴-۵۱۱

''ھامّہ'' یا ''صدآء'' کہا جاتا ہے اور اس عقیدہ کو ''ثَأرُ'' (یعنی انتقام) کہا جاتا ہے۔ [۴۲]

◎ کبشتہ بنت معدیکرب اپنے بھائی عبداللہ کے انتقام پر ابھارتی ہوئی کہتی ہے:

اَرۡسَلَ عَبۡدُاللّٰہِ إِذۡ حَانَ وَقۡتُہٗ
اِلٰی قَوۡمِہٖ لَا تَعۡقِلُوۡا لَھُمۡ دَمِیۡ

''عبداللہ (مقتول) نے آخری وقت میں (زبان حال سے) اپنی قوم کو پیغام دیا میرے خون کی دیت قبول نہ کرنا۔''

وَلَا تَأۡخُذُوۡا مِنۡھُمۡ إِخَالًا وَ لَا أَبۡکُرًا
وَ اُتۡرَکُ فِیۡ بَیۡتٍ بِصَعۡدَۃَ مُظۡلَمٖ

''اور قاتلوں سے بچے اور جوان اونٹ وصول نہ کرنا۔ اس حال میں کہ میں صعدۃ مقام کی ایک تاریک قبر میں پڑا رہوں۔''

◎ بنو اسد قبیلے کا ایک شاعر اپنے قبیلہ کو وصیت کرتا ہے:

فَلَا تَأۡخُذُوۡا عَقۡلًا مِّنَ الۡقَوۡمِ اِنَّنِیۡ
اَرَی الۡعَارَ یَبۡقٰی وَالۡمَعَاقِلُ تَذۡھَبُ

''دشمن قوم سے میرے خون کی دیت وصول نہ کرنا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ عار باقی رہ جاتی ہے اور دیت کا مال ختم ہوجاتا ہے۔''

لیکن اسلام نے انتقام کے محرک اس فاسد عقیدہ کا ردّ کرتے ہوئے قصاص کے ساتھ ساتھ دیت اور عفو واحسان کے بہت زیادہ نفع بخش عدل و انصاف کے قوانین مقرر فرمائے۔'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۰۸۳] ﴿ وَلَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ O﴾ [البقرہ=۲:۱۷۹]

''اے عقلمندو! تمہارے لئے قتل کے بدلے قتل کے قانون میں ایک زندگی ہے۔''

اس سے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا:

[۱۰۸۴] ﴿ فَمَنۡ عُفِیَ لَہٗ مِنۡ اَخِیۡہِ شَیۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیۡہِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِکَ تَخۡفِیۡفٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَرَحۡمَۃٌ ؕ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۷۸]

---

[۴۲] شرح النّووی: ۲/۲۳۰

’’پس جس (قاتل) کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو (معاف کرنے والا) معروف طریقہ کے مطابق دیت وصول کرے اور قاتل اچھے طریقے سے اس کی ادائیگی کرے۔(درگزر اور دیت کا یہ حکم) تمہارے رب کی طرف سے ایک سہولت ہے اور بڑی رحمت ہے ۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۸۵]« لَا عَدْوٰی وَ لَا طِیَرَةَ وَ لَا صَفَرَ وَلَا هَامَّةَ وَ لَا غُوْلَ » [۴۳]

’’بیماریوں میں متعدی ہونا نہیں ہے ،نہ کسی بری فال کا اعتقاد درست ہے ،نہ پیٹ کے کیڑوں (جو بھوک میں ہیجان پیدا کرتے ہیں اور بسا اوقات آدمی کے قاتل بن جاتے ہیں) کا اعتقاد درست ہے، نہ مقتول کی روح کے پرندہ بن کر قصاص کے لئے پکارنے کا عقیدہ صحیح ہے۔ اور نہ مختلف اشکال میں ڈرانے والے بھوتوں کا تصور درست ہے ۔(یعنی نفع ونقصان پر اللہ کے سوا کسی کو کوئی قدرت حاصل نہیں۔)‘‘

[۱۰۸۶]« لَا یُوْرَدُ مُمَرِّضٌ عَلَی الْمُصَحِّح » [۴۴]

(کوئی بیماری متعدی تو نہیں البتہ احتیاط کے طور پر) کوئی بیمار جانور تندرست جانور کے پاس نہ لایا جائے۔‘‘

[۱۰۸۷]« یُعْجِبُنِیْ الْفَالُ (الصَّالِحُ) اَلْکَلِمَةُ الْحَسَنَةُ الْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ » [۴۵]

’’ (بری فال تو درست نہیں البتہ) اچھی فال مجھے پسند ہے ۔وہ اچھی فال اچھا کلمہ اور پاکیزہ بات ہے۔‘‘

مرض اور صحت بھی اس کی طرف سے نازل ہوتی ہے ۔کوئی چیز بغیر حکم الٰہی اثر انداز نہیں ہوسکتی ۔ الغرض اس بحث سے معلوم ہوا کہ مقتول کی روح کے پرندہ بن کر قصاص کے لئے پکارنے کا جاہلی عقیدہ باطل اور فاسد ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث عہد جاہلیت کے بہت سے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں۔ جن کی بنیاد پر انسانی معاشرہ میں بے شمار اخلاقی جرائم جنم لے چکے تھے۔ اس کے علاوہ یہ

---

[۴۳] صحیح مسلم= کتاب السَّلام: باب لا عدوٰی ولا طِیَرَة...... الحدیث:۲۲۲۰-۲۲۲۱+ صحیح البخاری = کتاب الطبِّ: باب الجذام ، الحدیث: ۵۳۸۰

[۴۴] صحیح مسلم = کتاب السَّلام: باب لا عدوٰی ولا طِیَرَة...... الحدیث: ۲۲۲۱

[۴۵] صحیح مسلم = کتاب السَّلام: باب لا عدوٰی ولا طیرةَ...... الحدیث:۲۲۲۴

احادیث انسانوں کی درست اور واقعاتی انداز کے مطابق درست عقیدہ کی طرف راہنمائی کرتی ہیں۔[٤٦]

" ❶ عَدْوٰی ❷ طِيَرَةَ ❸ اَغْوَال ❹ هَامَات " جیسے شرکیہ عقائد دین توحید کے خلاف اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین رکھنے والی قوموں کے دل و دماغ کو ہلاک کر دینے والے ناسور کی طرح لاعلاج بیماریاں ہیں ۔ افسوس کہ دنیا کے مشرقوں اور مغربوں پر حکمرانی کا سکہ چلانے والی امت محمدیہ کے نااہل جانشین دلوں سے ایک رب کا خوف اور ڈر کھو بیٹھے ہیں۔ اس نے بے شمار اماموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب ٹھہرانے کے علاوہ ضعیف الاعتقادی کی انتہاء کر دی ہے۔ طوطوں ، کوّوں جیسے لاشعور پرندوں کو عالم الغیب قرار دے ڈالا ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پوری دنیا پر بلاشرکت غیر حکمرانی کرنے والے ماتحت غلام اور اپنی ہی تابع فرمان قوموں کی غلامی کا طوق پہنے ہوئے ہیں ۔

اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے علاوہ کسی ہستی سے نہ ڈرنے والے اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور جہاد چھوڑنے کی وجہ سے سر کی جوؤں اور پاؤں کی چیونٹیوں سے خوف کھا رہے ہیں ۔

عقل وخرد سے محروم اور بے شعور حیوانوں کو اپنے نفع ونقصان کا مالک بنائے بیٹھے ہیں۔

حق کے داعیوں اور امت کی اصلاح کے ذمہ داروں کے لئے اس موذی اور مشکل العلاج بیماری سے شفایابی کا ایک ہی نسخہ کیمیا ہے ۔ یہ کہ ان شرک کے مریضوں کو قرآن کے مطالعہ کا عادی بنایا جائے اور جہاد فی سبیل اللہ کی ٹریننگ اور تیاری کے ساتھ ان کے دلوں سے غیر اللہ کا خوف ختم کرنے کی جدو جہد کی جائے ۔ حتی کہ اللہ کے بندے، بندوں کے پروردگار کے مطیع اور غلام بن جائیں اور صرف اسی سے ڈرنے والے بن جائیں ۔۔ جیسا کہ حکم باری تعالیٰ ہے:

[١٠٨٨] ﴿ وَ اِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴾ [البقرة=٢: ٤٠]

"صرف اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔"

[١٠٨٩] ﴿ وَ اِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴾ [البقرة=٢: ٤١]

"صرف اور صرف میرا تقویٰ اختیار کرو۔"

[١٠٩٠] ﴿ فَاِيَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [العنکبوت=٢٩: ٥٦]

"صرف اور صرف میری ہی عبادت کرو۔"

---

[٤٦] شرح النَّووی: ٢/ ٢٣٠-٢٣١

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا یہ عقیدہ پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ جو اس نے حکمت و دانائی سے لبریز اپنی کتاب میں اپنے بندوں سے کیا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[١٠٩١] ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِيْ الْاَرْضِ ﴾[النّور=٢٤:٥٥]

''اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے، ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا۔''

((................. ❀❀❀❀❀ ....))

باب:۲۲

انسانی حقوق اور عدل و انصاف

جہاد اسلامی چونکہ قومی، عصبیتی اور لسانی جنگوں کے برعکس انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ مقاصد کیلئے کیا جاتا ہے۔کلمۃ اللہ کی سر بلندی عدل و انصاف کا قیام اور ظلم و جبر کا خاتمہ اس کے بڑے بڑے مقاصد ہیں۔ لہٰذا دین اسلام میں عورتوں ،بچوں ،نہایت ضعیف اور بوڑھے مردوں، دینی راہبوں اور عابدوں کو جان بوجھ کر قتل کرنا حرام قرار دیا گیا ہے ۔انسانیت کے احترام کے پیش نظر لاشوں کا مثلہ کرنا اور زندہ انسانوں کو نذر آتش کرنا ممنوع ہے ۔ بلا ضرورت اور بلا حاجت آبادیوں اور فصلوں کو اجاڑنا اور جلانا بھی حرام ہے ۔حتیٰ کہ حیوانات کو بھی آگ میں جلانے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے ۔کیونکہ جہاد انسانوں کے اندر موجود نفس کی بیماریوں ، کفر وشرک اور ظلم و زیادتی کے علاج کے لیے ایک آپریشن ہے اور عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ آپریشن میں بلا ضرورت بیماری کی جگہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ہم ذیل میں اسلام کے ایسے ہی بلند مقصد اور بھلائی پر مبنی جنگی اصول اور جنگی آداب کو درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کر کے اختصار کے ساتھ لیکن دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔(ان شاء اللہ)

ا۔عورتوں ، بچوں ، بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کے قتل کی ممانعت:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

[۱۰۹۲] ((وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِیْ بَعْضِ مَغَازِی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ)) [1]

’’نبی اکرم ﷺ کی جنگوں میں سے ایک جنگ میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔‘‘

---

[1] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب قتل النِّساء فی الحرب ،الحدیث: ۲۸۵۲+صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر: باب تحریم قتل النِّساء والصِّبیان فی الحرب، الحدیث:۱۷۴٤+ صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی قتل النِّساء ، الحدیث:۲۳۳۳+ صحیح التِّرمذی = کتاب السِّیر: باب ما جاء فی النَّهی عن قتل النِّساء والصِّبیان ، الحدیث:۱۲۷۵

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۰۹۳] ((انَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَقْتُلُ الصِّبْیَانَ فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْیَانَ۔ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تَعْلَمَ مِنْھُمْ مَا عَلِمَ الْخَضِرُ مِنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ قَتَلَ)) [۲]

”رسول اللہ ﷺ بچوں کو قتل نہ کرتے لہٰذا تم بھی بچوں کو مت قتل کرو۔ اِلّا یہ کہ تمہیں ان کے بارے میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جیسی خضر علیہ السلام کو معلوم ہوئی اس بچے کے بارے میں جس کو انہوں نے قتل کر دیا تھا۔“

ایک جگہ لوگوں کے مجمع کو رسول ﷺ نے دیکھا تو ایک صحابی کو بھیج کر صورت حال کا پتہ کروایا۔تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایک مقتول عورت کے پاس جمع ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۴] ((مَا کَانَتْ ھٰذِہٖ لِتُقَاتِلَ ....))وَ بَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ:((قُلْ لِخَالِدٍ لَا یَقْتُلَنَّ امْرَأَۃً وَلَا عَسِیْفًا)) [۳]

’یہ تو قتال کرنے والی نہ تھی اور خالد بن ولید (جو لشکر کے اگلے حصہ کی قیادت کر رہے تھے) کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہ ان کو یہ پیغام دے کہ وہ کسی عورت اور اجرت پر کام کرنے والے کسی ماتحت شخص کو ہرگز قتل نہ کرے۔“

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۵]((اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰہِ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ قَاتِلُوْا مَنْ کَفَرَ بِاللّٰہِ ۔ اُغْزُوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَ لَا تُمَثِّلُوْا وَ لَا تَقْتُلُوْا وَلِیْدًا)) [۴]

”اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے ہر کافر کے ساتھ جہاد کرو، غداری نہ کرو، خیانت نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ بناؤ اور کسی نوعمر بچے کو قتل نہ کرو۔“

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹۶]((اُقْتُلُوْا شُیُوْخَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاسْتَبْقُوْا شَرْخَھُمْ)) [۵]

---

[۲] صحیح مسلم= کتاب الجھاد والسّیر: باب النِّساء الغازیات یرضخ لَھُنَّ وَلَا یُسْھَمُ وَالنَّھی عن قتل صبیان أَھل الحرب ، الحدیث: ۱۸۱۲

[۳] صحیح ابی داؤد= کتاب الجھاد : باب فی قتل النِّساء ، الحدیث :۲۳۲٤+ صحیح سنن ابن ماجة= کتاب الجھاد : باب الغارة والبیات و قتل النِّساء والصِّبیان ،الحدیث: ۲۲۹٤

[۴] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۲

[۵] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل:۹۹

''مشرکین کے شیوخ قتل کر ڈالو اور ان کے نوعمر بچوں کو چھوڑ دو۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① نابالغ بچوں اور عورتوں کو ارادۃً قتل کرنا حرام ہے۔ بشرطیکہ وہ بذات خود جنگ میں حصہ لینے والے نہ ہوں۔ وگرنہ دوسرے کافروں کی طرح انہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ عورتیں عام طور پر کمزور ہوتی ہیں اور جنگ میں حصہ نہیں لیتیں اور بچے غیر مکلّف ہیں۔ امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔'' امام نووی بھی فرماتے ہیں کہ: ''اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔'' [٦]

② بوڑھے اور مذہبی پیشوا اگر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں یا ان کی فکری یا سیاسی قیادت کر رہے ہوں تو وہ ان کی طرح بدستور دین اسلام کے مجرم ہیں۔ لہٰذا انہیں قتل کر دینا ضروری ہے۔ تمام علماء اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ لیکن اگر وہ جنگ میں حصہ لینے والے نہ ہوں یا ان کو گائیڈ لائن دینے والے نہ ہوں تو امام شافعی، امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک وہ واجب القتل ہیں۔ جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں گزرا ہے کہ مشرکین کے شیوخ کو قتل کردو۔............ [٧] امام مالک اور اہل الرائے کا موقف یہ ہے کہ انہیں قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ''کسی انتہائی بوڑھے شخص کو قتل نہ کرو'' لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ [٨]

③ تمام کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جنگ و جہاد کے واجب ہونے کی آیات واضح اور عام حکم رکھتی ہیں۔ مثلاً:

① [١٠٩٧] ﴿أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا ....﴾ [٩]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں......۔''

② [١٠٩٨] ﴿قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ....﴾ [١٠]

---

٦ شرح النَّووی: ٢/٨٤ + فتح الباری: ٦/٤٨٩ + معالم السُّنن: ٣/٤١٩

٧ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٠٠

٨ شرح النَّووی: ٢/٨٤، ١١٧ + معالم السُّنن: ٣/٤١٩ + المنتقٰی: ٣/١٦٩

٩ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ١٣

١٠ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ٥٢

"قتال کرو اس سے جو اللہ کا انکار کرے............"

اس جیسی بہت زیادہ صحیح احادیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کا موقف بھی یہی ہے اور کوئی صحیح دلیل ایسی نہیں جو اس عام حکم کو خاص کرنے والی ہو۔ (واللہ اعلم)

④ اہل الرائے کے نزدیک کفار کے راہبوں، عابدوں، نہایت ضعیف اور نابینا افراد کو بھی قتل کرنا جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ خود جنگ میں حصہ لینے والے افراد میں شامل نہ ہوں اور نہ ان کی فکری، سیاسی یا مالی امداد فراہم کرتے ہوں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ سب کے سب کافر ومشرک ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہونگے۔[11]

۲۔اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کے طاغوتوں اور مسلسل ظلم و زیادتی کرنے والی قوموں پر (مظلوم انسانیت کو ان ظالموں کے ظلم و جبر سے محفوظ کرنے کے نیک عزائم سے) شب خون مارے اور بغیر اطلاع اور اعلان جنگ کے حملے کیے۔ جن میں بلا ارادہ عورتوں اور بچوں کا قتل ہوجانا ایک لازمی امر ہے۔مگر یہ امر ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ذیل میں اس سلسلہ کی احادیث ملاحظہ کریں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۰۹۹] سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَهْلِ الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِسَائِهِمْ وَ ذَرَارِيِّهِمْ قَالَ:((هُمْ مِنْهُمْ))[12]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مشرکین کے کسی قبیلہ پر شب خون مارا جائے اور اس میں ان کے بچے اور عورتیں بھی قتل ہو جائیں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ"وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔"

ایک روایت میں یوں الفاظ ہیں:

[۱۱۰۰] ((هُمْ مِنْ اٰبَآءِ هِمْ))[13]

---

[11] المنتقى شرح المؤطّا: ۳/ ۱۶۷-۱۶۹+ معالم السُّنن :۳/ ۴۱۹ + نيل الأوطار: ۷/ ۲۶۱،۲۶۲

[12] صحيح البخاري= كتاب الجهاد : باب أهل الدّار يُبَيَّتُوْنَ فَيُصَابُ الْوِلْدَانَ وَالذَّرَارِيُّ ، الحديث: ۲۸۵۰+ صحيح مسلم= كتاب الجهاد: باب جواز قتل النِّساء والصِّبيان فى البيات من غير تعمُّد ، الحديث: ۱۷۴۵

[13] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۰۹۹

''وہ بچے اپنے آباء و اجداد کی نسل سے ہی ہیں۔''

سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۰۱] ((اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَغَارَ عَلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ وَ هُمْ غَارُّوْنَ وَ اَنْعَامُهُمْ تُسْقٰی عَلَی الْمَاءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَ سَبٰی ذَرَارِیَّهُمْ وَ اَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَةَ)) [14]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق پر چھاپہ مار کارروائی کی، جبکہ وہ غافل اور بے خبر تھے۔ ان کے مواشی کو چشمہ (مَرَیْسِیع) پر پانی پلایا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔ اسی غزوہ میں آپ کو سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حاصل ہوئیں۔''

سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۰۲]((اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَغَزَوْنَا نَاسًا مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَبَیَّتْنٰهُمْ نَقْتُلُهُمْ ۔ وَکَانَ شِعَارُ نَا تِلْكَ اللَّیْلَة " أَمِتْ أَمِتْ ، ، قَالَ سَلَمَةُ فَقَتَلْتُ بِیَدَیَّ تِلْكَ اللَّیْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْیَاتٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ) [15]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ چنانچہ ہم نے مشرکین کے ایک گروہ سے جنگ کی اور ان پر شب خون مار کر انہیں قتل کرڈالا۔اس رات ہمارا شعار (باہمی تعارف کی علامت یعنی سِرُّ اللّیل) '' اَمِت اَمِت'' (مارو مارو) تھا۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :''میں نے اپنے ہاتھ سے اس رات سات گھر والوں کو قتل کیا۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طور پر جنگی اصول یہی تھا کہ آپ کسی قوم پر بے خبری کی حالت میں بلا اطلاع اور بلا اعلان جنگ حملہ نہ کرتے تھے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی

[14] صحیح البخاری= کتاب العتق: باب من مَلَكَ مِنَ الْعَرَب رَقِیْقًا فَوَهَبَ وَ بَاعَ وَ جَامَعَ وَ فَدٰی وَ سَبَی الذُّرِّیَّةَ ، الحدیث : ۲۴۰۳ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر : باب جواز الإغارة عَلَی الکُفَّارِ الَّذِیْن بَلَغَتْهُمْ دعوة الإِسلَام، الحدیث: ۱۷۳۰ + صحیح ابی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی دُعَاءِ المشرکین ،الحدیث: ۲۲۹۲ +نیل الأوطار:۸/۵+ ابن هشام :۲/۲۸۹+ مسند احمد ، الحدیث:۴۸۷۵،۴۸۵۷ بشرح احمد شاکر

[15] صحیح ابی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی البیات،الحدیث:۲۲۹۷+ صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد : باب الغارة والبیات و قتل النِّساء والصِّبیان، الحدیث: ۲۲۹۲ ۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

بخاری اور مسلم کی درج ذیل صحیح حدیث اس کی واضح دلیل ہے:

[۱۱۰۳]« اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى خَيْبَرَ لَيْلًا وَّ كَانَ اِذَا أَتٰى قَوْمًا بِلَيْلٍ لَمْ يَقْرُبْهُمْ حَتّٰى يُصْبِحَ فَلَمَّا اَصْبَحَ خَرَجَتِ الْيَهُوْدُ بِمَسَاحِيْهِمْ وَ مَكَاتِلِهِمْ ـ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ ، مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ ـ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :((اَللّٰهُ اَكْبَرُ! خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ)) [۱۶]

''رسول اللہ ﷺ رات کے وقت وادئ خیبر میں وارد ہوئے اور آپ ﷺ جب رات کو کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہونے سے قبل ان کے قریب نہ جاتے تھے۔ چنانچہ جب صبح روشن ہوگئی اور خیبر کے یہودی اپنے زرعی آلات (ہلوں اور رسہا گوں) کے ہمراہ باہر نکلے تو آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اٹھے: یہ تو محمد ﷺ ہیں اللہ کی قسم یہ محمد ﷺ ہیں۔ لشکر سمیت آ چکے ہیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' اور خوشخبری سنائی۔ خیبر برباد ہو چکا ہے۔ ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح نہایت بری ہوتی ہے۔''

(۲) نبی ﷺ اسلامی شعائر کے اظہار میں ظاہری حالت پر مکمل اعتماد فرماتے اور جہادی قافلوں اور لشکروں کے امیروں کو اس پر عمل کی خاص طور پر وصیت کرتے۔ جیسا کہ درج ذیل دو احادیث سے واضح ہوتا ہے:

(i) [۱۱۰۴] « كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتّٰى يُصْبِحَ ـ فَاِنْ سَمِعَ أَذَانًا اَمْسَكَ وَ اِنْ لَّمْ يَسْمَعْ أَذَانًا أَغَارَ بَعْدَ مَا يُصْبِحُ)) [۱۷]

''رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم کی طرف جہاد کے لیے جاتے تو صبح سے قبل حملہ آور نہ ہوتے۔ پھر اگر اذان کی آواز سن لیتے تو حملہ کرنے سے باز رہتے وگرنہ صبح کے بعد حملہ کر دیتے۔''

(ii) [۱۱۰۵] « كَانَ اِذَا بَعَثَ جَيْشًا اَوْ سَرِيَّةً يَقُوْلُ لَهُمْ اِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا)) [۱۸]

---

[۱۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۲٤

[۱۷] صحيح البخارى= كتاب الجهاد : باب دعاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الإِسْلَامِ وَالنُّبُوَّةِ وَ اَنَّ لَّا يَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ، الحديث :۲۷۸٤۔ اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی مسند احمد میں روایت کیا ہے۔

[۱۸] سنن التِّرمذی= أبواب السِّير : باب مَا جَاءَ فِى الدَّعْوَةِ قَبْلَ الْقِتَالِ، بَابٌ مِّنْه ۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعيف السُّنن التِّرمذی، الحديث : ۲٦۷ + ضعيف أبى داؤد ، الحديث :٥٦٥ + مشكوٰة المصابيح بتحقيق الألبانى ، الحديث: ۳۹۳٥

”رسول اللہ ﷺ جب کوئی بڑا لشکر یا چھوٹا لشکر روانہ کرتے تو ان کو وصیت کرتے کہ جب تم کوئی مسجد دیکھ لو یا مؤذّن کی آواز سن لو تو وہاں کسی کو مت قتل کرو۔“

③ جب دشمن مکار اور دغا باز ہو اور اس کے ظلم و زیادتی اور مکر و فریب سے مستقبل میں امن و سلامتی کو خطرات لاحق ہوں یا وہ اپنی دسیسہ کاریوں، فریب کاریوں اور در پردہ سازشوں سے جبر و تشدد کا بازار گرم کیے ہوئے ہو تو ان خصوصی حالات کے تقاضوں اور مصلحتوں کی بناء پر آپ ﷺ نے چھاپہ مار کارروائیاں کی ہیں اور شب خون مارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان نتیجہ خیز اور تباہ کن جنگی طریقوں کو بھی استعمال فرمایا اور ان سے بھر پور فائدہ اٹھایا ہے۔ واضح ہو کہ بنی مصطلق قبیلہ کا سردار حارث بن ابی ضرار مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے بالکل تیار بیٹھا تھا اور اس سے قبل بھی خلاف اسلام سازشوں کا جال بچھا چکا تھا۔ لہٰذا وہ اور اس کی قوم اپنے ہی برے اعمال کی سزا پا کر کیفر کردار کو پہنچے۔

جمہور علماء اسلام کے موقف کے مطابق مندرجہ بالا تفصیل کے مطابق اچانک حملے اور شب خون کارروائیاں نہ صرف جائز بلکہ مفید ترین حربی تدابیر اور جہادی سنتیں ہیں۔[۱۹]

④ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث رسول ﷺ کے ان الفاظ ”آپ ﷺ صبح سے قبل حملہ نہ کرتے تھے۔“ [۲۰] میں رات یا دن کو حملہ آور ہونے کی ممانعت کا کوئی مفہوم موجود نہیں ہے۔ اس کا صاف معنی یہ ہے کہ آپ صبح کا انتظار اس لیے فرماتے کہ مجاہدین خوب بصیرت کے ساتھ جنگ کر سکیں۔ ان پر کسی دشمن کی کمین گاہ سے لاشعوری میں حملہ نہ ہو سکے، بے خبری کے عالم اور اندھیرے میں دونوں لشکروں کے خلط ملط ہونے کی بناء پر مسلمان آپس میں ہی ایک دوسرے کو نہ مار ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ کا قبیلۂ بنی مصطلق پر ان کی بے خبری میں حملہ آور ہونا اور نبی ﷺ کی زندگی میں ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلہ بنی ھوازن پر شب خون مارنا یہ دونوں واقعات امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے زمانے کا مکار، عیار

---

[۱۹] ملاحظہ ہو سنن التِّرمذی=أبواب السِّیر : بابُ مَا جاءَ فِی الدَّعْوَۃِ قبل القتال+ فتح الباری:٦/٤٨٧،٤٨٨+ شرح النَّووی: ٢/٨٤+ معالم السُّنن: ٣/٤٣٢+سبل السَّلام:٤/٩٠+ نیل الأوطار: ٧/٢٦٠

[۲۰] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل:١١٠٤

اور دسیسہ کار دشمن تو اسی جنگی سلوک کے لائق ہے اور یہی حربہ اسے مغلوب کرنے کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے۔ [۲۱]

⑤ غزوۂ بنی مصطلق کے واقعہ [۲۲] اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث [۲۳] سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں و بچوں وغیرہ کو جان بوجھ کر قتل کرنا ناجائز ہے۔ بشرطیکہ وہ خود جنگجو نہ ہوں۔ لیکن اچانک حملے اور شب خون کا رروائیوں کے درمیان بلا ارادہ ان کے قتل ہو جانے میں کوئی قباحت نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ ''وہ ان میں سے ہیں'' [۲۴] اس بات کی واضح اور کھلی دلیل ہے۔'' [۲۵]

⑥ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جنگ کا آغاز کرنے سے قبل نئے سرے سے دعوت دینا غیر ضروری ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عربی قیدیوں کو غلام بنانا جائز ہے۔ کیونکہ بنی مصطلق اور بنی ہوازن عرب قبائل سے تھے۔ جمہور علماء کا یہی موقف ہے ۔ امام مالک ،انکے ساتھیوں، امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی موقف ہے۔ [۲۶]

⑦ نبی کریم ﷺ کی مندرجہ بالا احادیث اللہ کے درج ذیل فرمان کی روشن تفسیر ہیں:

[۱۱۰۶] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُم وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [التَّوبة=۹:۵]

'' (عہد اور امان کے مہینے پورے ہوجائیں تو) مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو، ان کو قیدی بناؤ، ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر کمین گاہ میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور

---

۲۱ معالم السُّنن للخطابی:۳/۴۳۲ (الحدیث:۲۵۱۹)
۲۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۰۱
۲۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۰۹۳
۲۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۰۹۹
۲۵ شرح النَّووی:۲/۸۴+ معالم السُّنن :۳/۴۳۲+ نیل الأوطار:۷/۲۶۱، ۲۶۲
۲۶ فتح الباری : ۶/۹۵+ سُبُل السَّلام:۴/۹۰

نماز قائم کر کے زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔)

غور کیجئے کہ یہ تنہا آیت، جہاد کے اغراض و مقاصد اور اس کے تمام ممکن طریقوں کو کس طرح واضح کرتی ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمانوں کے حقوق کا احترام کرنے اور ان کے در پردہ معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے کی ہدایات کا بہترین مجموعہ ہے۔

۳۔ مثلہ کرنے، آگ لگانے اور تباہی مچانے کی ممانعت:

عہد جاہلیت کی قومی اور لسانی جنگوں میں انتقام کے جوش اور غیض وغضب کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے دشمن کی بے حس وحرکت لاشوں کا مثلہ کرنا، ان کے اعضاء کاٹ کر انہیں ناقابل شناخت بنا ڈالنا۔ مردہ دشمنوں کے کلیجے چبا ڈالنا، حتی کہ احترام آدمیت کی تمام مسلمہ اقدار کو بالائے طاق رکھ دینا، معمول کی ایک عام کارروائی تھی۔ بلکہ فخر وغرور کے اظہار کا مقبول ترین طریقہ تھا۔ جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں اسلامی جہاد اور قومی جنگوں کا موازنہ کرتے ہوئے اس کو دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔

اسی طرح زندہ دشمن کی زخموں سے چور اور قریب المرگ لاشوں کو نذر آتش کر ڈالنا بھی جاہلیت کے جنگی قواعد وضوابط میں سے ایک مکروہ ترین اور قبیح ترین جنگی قاعدہ و ضابطہ تھا۔ باوجودیکہ وہ انتقامی کارروائیوں کا لازمی حصہ تھا۔ لیکن رحمۃ للعالمین اور مشفق ومہربان رسول جناب محمد ﷺ نے مذکورہ بالا غیرانسانی اور بدترین آداب جنگ کے کلی طور پر خاتمے کا اعلان کیا۔ جہاد اسلامی کو اس کے اصل مقاصد اور تقاضوں کے مطابق مذکورہ بالا اور ان جیسے تمام ظالمانہ اور وحشیانہ جنگی قواعد سے پاک فرمایا۔ مثلہ کرنے، انسانوں اور حیوانوں کو نذر آتش کرنے کے متعلق آپ ﷺ کے احکامات ملاحظہ ہوں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۰۷] « بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْثٍ فَقَالَ اِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا وَ فُلَانًا فَاحْرِقُوْھُمَا بِالنَّارِ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: « اِنِّیْ اَمَرْتُکُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَّ فُلَانًا ۔ وَ اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللّٰہُ فَاِنْ

وَجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا)) [۲۷]

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ایک جہادی قافلہ میں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ'' اگر تم فلاں، فلاں کو پالو تو انہیں آگ سے جلا ڈالنا۔ پھر ہم روانہ ہونے لگے تو ارشاد فرمایا: '' میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو آگ سے جلا ڈالنا'' (مگر اب نیا حکم سنو) اللہ کے سوا آگ کے ساتھ عذاب دینے کا کوئی شخص حق نہیں رکھتا۔ لہٰذا اگر تم ان دونوں کو پالو تو انہیں قتل کر ڈالنا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۰۸] ((اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَرَّقَ قَوْمًا فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ اَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:((لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ)) وَ لَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ :((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ)) [۲۸]

'' جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (مرتدین کی) ایک جماعت کو آگ میں جلا ڈالا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میں (مسند اقتدار پر فائز) ہوتا تو انہیں آگ میں نہ جلاتا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: '' اللہ کے عذاب (آگ) کے ساتھ کسی کو سزا نہ دو۔'' البتہ میں انہیں قتل کر ڈالتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: '' جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل لے اسے قتل کر ڈالو۔''

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' وہ سچ کہتے ہیں۔'' [۲۹]

چنانچہ مذکورہ بالا صحیح احادیث کے مطابق علماء کرام کا یہی موقف ہے کہ انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ نذر آتش کرنا حرام ہے۔ الا یہ کہ کوئی مجبوری پیدا

---

[۲۷] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب لا یعذَّب بعذاب الله، الحدیث: ۲۸۵۳+ صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی کراهیة حرق العدوِّ بالنَّار، الحدیث:۲۳۲۷۔ اس حدیث کو امام نسائی، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۲۸] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب لا یعذَّب بِعذاب اللهِ، الحدیث:۲۸۵٤+ صحیح ابی داؤد = کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتدَّ ، الحدیث: ۳٦۵۷+ صحیح التِّرمذی = أبواب الحدود : باب فی المرتدِّ ، الحدیث: ۱۱۷۹+ صحیح ابن ماجة=کتاب الحدود : باب المرتدِّ عن دینهٖ ، الحدیث: ۲۰۵٤

[۲۹] ملاحظہ ہو، صحیح التِّرمذی= أبواب الحدود: باب فی المرتدِّ۔ الحدیث:۱۱۷۹

ہوجائے۔ مثلاً دشمن قلعہ بند ہے یا میدان جنگ میں مدمقابل موجود ہے۔ تو اس کو کمزور، ناتواں اور مغلوب کرنے کے لیے ہر قسم کے اسلحہ کا استعمال جائز ہے۔ ہاں جب وہ اپنے قابو میں ہو اور اسے ارادہ اور پورے اختیار کے ساتھ قتل کرنا ہو تو آگ کا استعمال ناجائز ہے۔ [۳۰]

خلق عظیم کا فقید المثال مظاہرہ:

مثلہ کرنے کے متعلق مروی احادیث صحیح ،مشہور اور متواتر ہیں ۔رسول اللہ ﷺ کا غزوات میں ذاتی عمل اس کی حرمت کی واضح اور بیّن دلیل ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۰۹] ((لَا تَغُلُّوا وَ لَا تَغْدِرُوا وَ لَا تُمَثِّلُوا)) [۳۱]

''مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، عہد میں غداری نہ کرو اور لاشوں کا مثلہ مت بناؤ۔''

احترام انسانیت کا یہ بے مثال مظاہرہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے اختتام پر ایک زبردست، غالب ، فاتح اورسپہ سالار ہوتے ہوئے بھی کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے شقی القلب دشمنوں کے ساتھ جو حسن سلوک فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

[۱۱۱۰] ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ یَوْمَ الْبَدْرِ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا مِنْ صَنَادِیْدِ قُرَیْشٍ فَقُذِفُوْا فِیْ طَوِیٍّ مِنْ اَطْوَآءِ بَدْرٍ خَبِیْثٍ ....)) [۳۲]

''نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز چوبیس (۲۴) قریشی سرداروں کی لاشوں کو میدان بدر کے کسی رذیل اور خبیث گڑھے میں پھینک دینے کا حکم صادر فرمایا۔''

جس پر عمل درآمد کیا گیا (تاکہ وہ پیوند خاک ہو جائیں اور خونخوار درندوں کے لیے تر نوالہ نہ بنیں)۔کائنات ایسے کسی مہربان ،شفیق، فاتح اورجرنیل کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جس نے اپنے خون کے پیاسوں، تیرہ (۱۳) سال تک عرصۂ حیات تنگ کرنے والوں، شہداء اسلام کے خونی دشمنوں اور سنگدل انسان نما درندوں، شہداء کی پاکیزہ میتوں کے حلیے بگاڑنے

---

[۳۰] ملاحظہ ہو معالم السُّنن:۴/ ۱۵، ۱۶ + فتح الباری : ۶/ ۴۹۱ + سنن التِّرمذی = أبواب الحدود : باب ما جاء فی المرتدّ

[۳۱] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

[۳۲] صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب قتل أبی جهل، الحدیث: ۳۷۵۷ + صحیح مسلم= کتاب الجنة و صفة نعیمِهَا وَ اَهلِهَا :باب عَرَضِ مقعد المیت من الجنة والنَّارِ عَلَیْهِ وَ اِثْبَاتِ عذاب القبر وَالتَّعوُّذِ مِنْه ، الحدیث: ۲۸۷۵

والوں اور اپنے بے رحم مخالفین کی لاشوں کے ساتھ انسانی احترام وتکریم کا ایسا حسن سلوک روا رکھا ہو۔(اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَ اَصُحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ اَجۡمَعِیۡن)

۴۔مکانات اور فصلوں کو تباہ کرنا اور نذر آتش کرنا:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۱۱۱] ((اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخۡلَ بَنِی النَّضِيۡرِ وَ قَطَعَ وَ هِیَ الۡبُوَيۡرَةُ فَاَنۡزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی﴿**مَاقَطَعۡتُمۡ مِّنۡ لِّيۡنَةٍ اَوۡ تَرَكۡتُمُوۡهَا قَآئِمَةً عَلٰۤی اُصُوۡلِهَا فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَ لِيُخۡزِیَ الۡفَاسِقِيۡنَ** O﴾[الحشر=٥٩: ٥])) [٣٣]

''نبی ﷺ نے قبیلۂ بنی نضیر کے یہودیوں کے کھجوروں کے درختوں کو نذر آتش کیا اور اس کے درخت کاٹے جو مقام ''بویرہ'' میں واقع تھے۔تو اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحشر میں یہ آیت نازل فرمائی:'' تم نے بنی نضیر کے جو کھجور کے درخت کاٹ ڈالے ہیں یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا ہے تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔تاکہ اللہ نافرمانوں کو ذلیل وخوار کردے۔''

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا:

[١١١٢] ((اَلَا تُرِيۡحُنِی مِنۡ ذِی الۡخَلَصَةِ ؟)) فَقُلۡتُ : بَلٰی ۔ قَالَ : فَانۡطَلَقۡتُ فِیۡ خَمۡسِيۡنَ وَ مِائَةِ فَارِسٍ مِنۡ اَحۡمَسَ وَ كَانُوۡا اَصۡحَابَ خَيۡلٍ ....وَ كَانَ ذُوالۡخَلَصَةِ بَيۡتًا بِالۡيَمَنِ لِخَثۡعَمَ وَ بَجِيۡلَةَ فِيۡهِ نُصُبٌ تُعۡبَدُ۔ يُقَالُ لَهٗ " الۡكَعۡبَةُ " ۔ قَالَ فَاَتَاهَا فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَ كَسَرَهَا.......... ثُمَّ بَعَثَ جَرِيۡرٌ رَجُلًا مِنۡ أَحۡمَسَ يُكَنّٰی اَبَا اَرۡطَاةَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ يُبَشِّرُهٗ بِذَالِكَ ۔فَلَمَّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! وَالَّذِیۡ بَعَثَكَ بِالۡحَقِّ مَا جِئۡتُ حَتّٰی تَرَكۡتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجۡرَبُ۔ قَالَ فَبَرَّكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ عَلٰی خَيۡلِ اَحۡمَسَ وَ رِجَالِهَا خَمۡسَ مَرَّاتٍ)) [٣٤]

'' کیا تم مجھے '' ذوالخلصہ'' نامی بت خانہ کے بارے میں راحت نہیں پہنچاؤ گے ؟ سیدنا

---

[٣٣] صحيح البخاری= كتاب التَّفسير/ تفسير سورة الحشر: باب﴿ مَا قطعتم مِن لِّيۡنَةٍ﴾ ، الحديث: ٤٦٠٢+ صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسِّير: باب جواز قطع أَشجار الكفَّار وتحريقِهَا ، الحديث: ١٧٤٦

[٣٤] صحيح البخاری = كتاب المغازی : باب غزوة ذی الخلصة ، الحديث: ٤٠٩٩ + صحيح مسلم= كتاب فضائل الصَّحابة: باب من فضائل جرير بن عبد الله رضی الله عنه ، الحديث: ٢٤٧٦

جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ پھر میں قبیلہ ٔ احمس کے ڈیڑھ سو(۱۵۰) شہسواروں کو ہمراہ لے کر چل پڑا، جو گھوڑوں پر سوار تھے............قبیلہ ٔ خثعم اور قبیلہ ٔ بجیلہ کا یمن میں ایک بت خانہ تھا جس کو ''ذوالخلصہ'' کہا جاتا تھا۔ جس میں بہت سے بت موجود تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس بت خانہ کو (یمنی) ''کعبہ'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر بت نذر آتش کیا اور توڑ پھوڑ ڈالا..........سیدنا جریر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ جو قبیلہ احمس سے تعلق رکھتا تھا اور اس کی کنیت ابو ارطاۃ تھی۔ اس آدمی کو اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ آپ کو اس معاملے کی خوشخبری سنائیں۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اس نے آ کر بتایا: یا رسول اللہ! اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں واپس نہیں لوٹا جب تک کہ میں نے اس بت خانہ کو خارشی اونٹ کی طرح (بے نام و نشان) نہیں کر ڈالا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ٔ احمس کے شہسواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[۱۱۱۳] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْهِ فَقَالَ : أَغِرْ عَلٰى أُبْنٰى صَبَاحًا و حرِّقْ)) [۳۵]

''سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا(یعنی حکم دیا) کہ تم ''اُبنیٰ'' نامی بستی میں صبح کے وقت جا کر حملہ کرو اور اسے نذر آتش کر ڈالو۔ (اُبنیٰ مقام پر کفار کی کھجوروں کا ایک باغ تھا۔)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① سورۃ الحشر کی مذکورہ بالا آیت اور مندرجہ بالا صحیح احادیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اسلام کے مکانوں، رہائش گاہوں، باغوں اور کھیتوں کو بالخصوص جو شرک کے مراکز ہوں، انہیں نذر آتش کرنا اور مسمار کر دینا جہاد کا حصہ اور اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے اور اس پر عمل نہ صرف جائز بلکہ بعض اوقات دشمن کو عاجز، کمزور، اور مغلوب

---

[۳۵] سنن أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الحرق فی بلاد العدوّ + سنن ابن ماجة کتاب الجهاد: باب التَّحریق بأَرض العدوِّ۔
اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعیف أبی داؤد، الحدیث:۵٦۲ + ضعیف ابن ماجة، الحدیث:٦٢٤

کرنے کے لئے واجب ٹھہرتا ہے ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''اور جو تم نے درخت کاٹے یا جڑوں پر کھڑے رہنے دیئے وہ اللہ کے حکم سے تھا تاکہ وہ فاسقوں کو ذلیل اور رسوا کرے۔'' [الحشر=۵:۵۹]

② اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا تھا: 'کیا آپ مجھے ''ذوالخلصہ''نامی بت خانہ کو گرا کر راحت نہیں پہنچاؤ گے؟'' [۳۶]

③ تاہم بلا ضرورت تباہی مچانا اور آگ لگانا درست نہیں۔ کیونکہ یہ مال کو خراب کرنا اور مستقبل میں امت محمدیہ کی متوقع مصلحتوں کے حق میں نہایت ضرر رساں ہے۔ لہٰذا دشمن کو عاجز کرنے اور ہلاک کرنے کی کوئی جنگی ضرورت درپیش نہ ہو تو ایسی عمارات اور املاک کو نقصان پہنچانے سے گریز کیا جائے ۔ جیسا کہ سورۂ حشر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' اور جن درختوں کو تم نے تنوں پر کھڑا رہنے دیا یعنی انہیں کاٹنے سے گریز کیا تو یہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق تھا۔'' [الحشر=۵:۵۹] کیونکہ انہیں کاٹنے کی کوئی ضرورت درپیش نہیں تھی۔

④ اکثر علماء اسلام کا مؤقف مذکورہ بالا تشریح کے مطابق ہے ۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سنن ترمذی میں اور امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ معالم السنن میں رقمطراز ہیں ۔ (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) ضرورت و حاجت کے وقت تمام اہل علم کے نزدیک درخت وغیرہ برباد کرنے اور جلا ڈالنے کا مذکورہ عمل جائز بلکہ امام اسحاق کے بقول آگ لگانا سنت ہے ۔ مگر اس وقت جب دشمن کو زیردست کرنے کا موجب بنتا ہو۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ احمد رحمۃ اللہ علیہ وامام مالک رحمۃ اللہ علیہ اوراہل الرائے کا بھی یہی قول ہے۔ تاہم بلا ضرورت و حاجت اس کو مکروہ ہی سمجھا گیا ہے ۔ [۳۷] سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر روانہ کرتے ہوئے امیر لشکر کو درج ذیل دس (۱۰) نصیحتیں فرمائیں:

[۱۱۱۴] (((۱)لَا تَقْتُلَنَّ امْرَاۃً (۲) وَلَا صَبِیًّا (۳) وَ لَا کَبِیرًا ھَرِمًا (۴) وَ لَا تَقْطَعَنَّ شَجَرًا مُّثْمِرًا (۵) وَ لَا تَخْرَبَنَّ عَامِرًا (۶) وَ لَا تَعْقِرَنَّ شَاۃً وَ لَا بَعِیرًا اِلَا لِمَاکِلِہٖ (۷)وَ لَا

---

۳۶ ملاحظہ ہو سنن أبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی الحرق فی بلاد العدوّ۔

۳۷ ملاحظہ ہو سنن التِّرمذی = أبواب السَّیر : باب فی البیات والغارات + معالم السُّنن :۳/ ۴۱۹۔۴۲۰

تُحرِّقَنَّ نَخلًا (۸) وَلَا تُغرِقَنَّهٗ (۹) وَلَا تَغلُل (۱۰) وَلَا تَجبُن)) [۳۸]

(۱) کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ (۲) کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

(۳) کسی بہت بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ (۴) کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔

(۵) کسی عمارت کو برباد نہ کرنا۔ (۶) کسی اونٹ یا بکری کو کھانے کی غرض کے سوا نہ کاٹنا۔

(۷) کھجوروں کے کسی باغ کو آگ نہ لگانا۔ (۸) نہ اسے پانی میں غرق کرنا۔

(۹) خیانت نہ کرنا۔ (۱۰) بزدلی اختیار نہ کرنا۔"

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دس نصیحتوں میں جو درختوں کو کاٹنے سے منع کیا ہے تو یہ بلا ضرورت و حاجت کی صورت پر محمول ہے۔ وگرنہ صحابی کا قول کتاب اللہ کی نص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں حجت نہیں۔ ویسے بھی صحابی کے قول کو قرآن و سنت کے مقابلے میں پیش کرنا۔ استدلال کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہے۔ [۳۹]

جنگ کے خصوصی آداب:

چونکہ اسلام تمام عالم انسانی کے لئے ہدایت کا داعی و علمبردار ہے۔ امت مسلمہ کو اللہ کی طرف سے اس ہدایت کی بین الاقوامی طور پر تبلیغ و دعوت کا فریضہ سونپا گیا ہے۔ امت محمدیہ کے لئے بہترین امت ہونے کا اعزاز ہی اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ فریضۂ دعوت کی ادائیگی اور تکمیل کا ہی ایک اہم مرحلہ ہے۔ لہٰذا اس اہم ہدف کے حصول کے لئے اسلام نے میدان جنگ کے حالات کیلئے بھی چند قواعد اور اصول مقرر کئے ہیں۔ تاکہ جنگ کا دائرہ کار اپنے اچھے مقاصد تک ہی محدود ہو اور مقصد کے حصول کے بغیر اس عملِ جرّاحی یعنی آپریشن کو ختم نہ کیا جائے۔ یا اس جہاد کو اس کی ضد یعنی فساد میں تبدیل نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱۵] ﴿ فَلَاتَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد=۴۷:۳۵]

"(تو اے مسلمانو! قتال میں) سستی نہ کرو اور اپنی طرف سے صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔"

---

[۳۸] مؤطّا امام مالک = کتاب الجهاد : باب النّهی عن قتل النّساء والولدان فی الغزو

[۳۹] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ شرح النّووی:۲/۱۸۵ + المنتقٰی شرح المؤطّا: ۳/۱۶۷-۱۷۰ + نیل الأوطار:۷/۲۶۳-۲۶۶

لہٰذا مندرجہ بالا آیت اور دیگر آیات کی رو سے مجاہدین اسلام کو درج ذیل خصوصی آداب سکھائے گئے:

۱ جب کفار کے ساتھ جنگ برپا ہو تو صبر و استقلال سے مقابلہ کرتے رہو اور اپنی طرف سے صلح کی پیش کش نہ کرو کیونکہ صلح کی دعوت بزدلی، کمزوری اور ناتوانی پر محمول ہوگی۔ البتہ مخالف اگر صلح کی درخواست کریں تو اسے قبول کر سکتے ہو۔ ملاحظہ ہو سورۃ الانفال آیت:۶۱۔ گویا صلح کی دعوت سے ممانعت اور صلح کی درخواست قبول کرنے کا حکم دو الگ الگ اور مختلف معاملے ہیں اور مختلف حالات کے اعتبار سے ہیں۔ ان میں کوئی بھی ناسخ یا منسوخ نہیں۔[۴۰]

۲ آخر کار غالب رہنے، اللہ کے ساتھ ہونے اور مدد کرنے کا وعدہ ایمان پر قائم رہنے کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی اللہ پر اپنا یقین اور اعتماد مکمل رکھو تمہارے ایمان میں کوئی ڈگمگاہٹ، جھول اور کمزوری پیدا نہ ہو تو پھر اللہ کی نصرت اور مدد کے ساتھ غلبہ تمہارا مقدر ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱۶]﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران= ۳: ۱۳۹]

''نہ سست پڑو، نہ غم کرو، اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب ہو؟۔''

❁ بزدلی، سستی، پست ہمتی اور نقصانات کا غم جیسی چیزیں حالت جنگ میں فتح و نصرت سے محروم اور مقاصد جہاد سے دور کر دینے کے اسباب ہیں۔

❁ غزوۂ بدر میں مجاہدین اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کو دشمن سے لڑنے کا طریقہ سکھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۱۷]﴿...... فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ...... ۝ ﴾ [الأنفال=۸: ۱۲، ۱۳]

''......(کفار) کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر جوڑ اور پور پر مارو۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محاذ آرائی کی ہے۔......''

۵ عین حالت جنگ میں بھی کافر اگر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے تو مقصد جہاد حاصل ہو جانے کی وجہ سے فوراً ہاتھ روک لینے کا حکم دیا گیا۔ بلکہ اسلام کے اظہار کے بعد اعتماد

---

[۴۰] القرطبی: ۸/ ۲۷، ۲۸ + تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۵۶، ۳۵۷

نہ کرنے اور دست درازی کرنے پر سخت ڈانٹ پلائی گئی۔[۱]

⑥ **شہادت یا گرفتاری:** اس موضوع پر صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ اصل دلیل ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو کفار کی جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ سفر کے دوران قبیلۂ بنوہذیل کے کافروں کے ایک سو(۱۰۰) پیادہ تیر اندازوں کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہو گیا۔ چنانچہ کفار کی طرف نے امن و امان کے وعدہ پر گرفتاری پیش کر دینے کی تجویز پر امیر جماعت سیدنا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواباً اعلان فرمایا: [۱۱۱۸] ((اَمَّا اَنَا فَلَا اَنْزِلُ فِیْ ذِمَّةِ کَافِرٍ)) ''میں کسی طور کافر کا عہد و امان قبول نہیں کرتا۔''

چنانچہ عاصم رضی اللہ عنہ سمیت سات صحابہ کو دشمنوں نے تیروں کا نشانہ بنا کر موقع پر ہی شہید کر دیا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ سمیت تین صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے عہد و امان پر گرفتار ہو گئے۔ مگر مکار کافروں نے غداری کرتے ہوئے ان تین میں سے ایک کو موقع پر ہی شہید اور باقی ماندہ دو صحابہ خبیب اور زید رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے مکہ ساتھ لے گئے اور خبیب رضی اللہ عنہ کو اذیت ناک طریقہ سے تختہ دار پر لٹکا کر شہید کر دیا۔

سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے موت سے قبل دو رکعت نماز ادا کر لینے کا موقع طلب کیا۔ دو رکعت سے فراغت پر یہ تاریخی اشعار پڑھے:

وَلَسْتُ اُبَالِی حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ

''میں حالتِ اسلام میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے لئے مرتے وقت کس پہلو پر گروں گا۔''

وَ ذَالِكَ فِیْ ذَاتِ الاِلٰهِ وَ اِنْ یَّشَاء
یُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شَلْوٍ مُمَزَّعِ

''اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو میرے ٹکڑے کئے

---

[۱] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰۵۸

ہوئے جسم کے جوڑوں میں برکتیں نازل فرمائے گا۔" [۴۲]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان مجاہد کے لئے کافر کے عہد و امان پر اعتماد نہ کرنا اور جام شہادت نوش کر لینا یا اعتماد کر لینا دونوں طریقے ہی شرعی طور پر جائز اور مسنون ہیں۔ [۴۳] مسنون اس لئے ہیں کہ یہ واقعہ عہد نبوت میں پیش آیا۔رسول اللہ ﷺ نے دونوں گروہوں یعنی کافروں کے عہد و امان پر اعتماد کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں سے کسی گروہ پر اعتراض نہیں فرمایا۔ تاہم اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ اختیار کی یہ گنجائش صرف اسی حالت میں ہوگی جبکہ معاملہ بظاہر ناممکن نظر آئے۔ورنہ یہ اعتماد کرنا لڑائی سے فرار کی تعریف میں شامل ہوگا۔جس کی حرمت اور ممانعت پر اسی کتاب میں مدلل اور مفصل بحث موجود ہے۔ [۴۴]

⑦ دوران جنگ اگر کوئی مشرک اور کافر امن و امان کا طلب گار ہو تو اسے امان فراہم کرنا ضروری ہے۔لشکر کے امیر سے لے کر لشکر اسلام کے عام مجاہد اور سپاہی تک ہر مرد اور عورت کو امان دینے کا اختیار حاصل ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلی بحث باب:۲۵ کے عنوان "پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسلامی آداب جنگ اور جاہلی وقومی جنگیں

جنگ میں حصہ نہ لینے والوں پر زیادتی:

اسلام نے جنگ میں حصہ نہ لینے والی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مذہبی پیشواؤں، مریضوں اور زخمیوں پر زیادتی کو ناجائز قرار دیا ہے۔لیکن اس کے برعکس جاہلی اور قومی جنگوں میں جنگی معاملات کا دائرہ تمام طبقوں اور جماعتوں پر یکساں سمجھا جاتا تھا۔ دشمن قوم کی تذلیل و توہین کی خاطر بے گناہ اور معصوم بچوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا۔مفتوحہ اقوام کی عورتوں کی پردہ دری اور بے حرمتی کی جاتی۔اس جیسے وحشیانہ اور ظالمانہ کام فاتح قوم کے لئے باعث صد افتخار ہوتے تھے۔چنانچہ عامر بن طفیل جنگ "فيف الريح" میں اپنے قبیلے کی فتح کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

---

[۴۲] ملاحظہ ہو صحيح البخاری= كتاب المغازی: باب غزوة الرَّجيع و رعلٍ وَ ذكوانَ و بِئر معونةً ، الحديث: ۳۸۵۸+ صحيح أَبی داؤد= كتاب الجهاد: باب فی الرَّجُلِ يُستَأسَرُ ، الحديث: ۲۳۱۷۔اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۴۳] مختصر السُّنن لِلمنذری: ۴/ ۹

[۴۴] ملاحظہ ہو نيل الأوطار: ۷/ ۲۶۹

بَقَرُنَا الُحُبَالٰی مِن شَنُوءَۃَ بَعُدَ مَا
خُبطُنَ بِفَیُفِ الرِّیحِ نَهُدًا وَخَثُعَمًا

’’ہم نے ’’فیف الریح ‘‘میں نھد اور خثعم قبیلہ پر ضرب کاری لگانے کے بعد فتح کے نشہ میں حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے۔‘‘

ایک عرب شاعر عورتوں کی بے حرمتی کو قومی فخر میں شمار کرتا ہے:

وَعَقِیُلَۃٍ یَسُعٰی عَلَیُهَا قَیِّمٌ
متغطرسٌ اَبُدَیتُ عَنُ خِلُخَالِهَا

’’بہت سی شریف اور پاکدامن عورتیں جنکے غیرت مند شوہر ان کی حفاظت کی پوری کوشش کرتے ہیں میں نے (جنگ میں) ان کے پازیب کھول دیئے۔‘‘

اسی طرح کا ایک رزمی شاعر کہتا ہے:

فَالهَمُّ بِیُضَاتُ الُخدِّ وَ
رَهنَاك لا النَّعَمُ الُمُرَاحُ

’’اس وقت (جنگ میں) اصل مقصود گورے رخسار والی عورتیں ہوتی ہیں ۔ نہ کہ چراگاہ سے واپس ہونے والے اونٹ۔‘‘

عمرو بن کلثوم جنگ میں بے جگری کے ساتھ لڑنے کی وجہ یوں بیان کرتا ہے:

عَلٰی آثَارِنَا بِیُضٌ حِسَانٌ
نُحَاذِرُ اَنُ تُقُسَمَ اَوُ تهُونَا

’’ہمارے پیچھے گوری سفید عورتیں ہیں ۔ہمیں خوف ہے کہ وہ تقسیم یا ذلیل نہ کی جائیں۔‘‘ [۴۵]

قتل و غارت گری اور شب خون کارروائیاں:

اسلام نے انتہائی مکار، عیّار، دغا باز اور غدّار دشمنوں کے شر سے انسانیت کو محفوظ رکھنے کے چند مخصوص حالات کے علاوہ غارت گری اور غفلت میں اچانک چھاپہ مار کارروائی کرنے کو عام طور پر ناجائز رکھا ہے ۔ جس کی تفصیل اسی باب کے عنوان ’’ اچانک حملوں اور شب خون کارروائیوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا‘‘ کے تحت بیان ہو چکی ہے۔لیکن جاہلی اور قومی جنگوں

---

۴۵ الکامل للمبرَّد باب: ۱۸

میں اس طرح کی غارت گری اور شب خون کارروائی کو پسندیدہ جنگی چالوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرہ بن زید اس کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے:

فَصَبَّحَهُم بِالْجَيْشِ قَيْسُ بْنُ عَاصِمٍ
فَلَمْ يَجِدُوا اِلَّا الأَسِنَّةَ مصدَرًا

'' قیس بن عاصم صبح کے وقت بے خبری میں ان پر لشکر لے کر حملہ آور ہوا مگر انہوں نے وہاں اس کے سوا کچھ نہ پایا کہ نیزوں کی انیّاں سینوں سے پار ہو رہی تھیں۔''

عباس بن مرداس سلمی کہتا ہے:

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الْحَيِّ حَيًّا مُصَبَّحاً
وَلَا مِثْلَنَا يومَ الْتَقَيْنَا فَوَارِسَا

''میں نے اس قبیلے جیسا کوئی قبیلہ نہیں دیکھا، جس پر صبح کے وقت حملہ کیا گیا اور نہ ہم جیسا کوئی تھا جب ہم نے شاہسواروں کا مقابلہ کیا۔''

چنانچہ اہل عرب دور جاہلیت کی اسی صبح کے وقت کارروائی اور شبخون کارروائی کے خوف سے اپنے دوستوں کو دعا دیتے تھے: ((صَبَّحَكُمُ اللّٰهُ بِالْخَير)) '' تمہاری صبح اللہ بہتر کرے۔''

عنترہ بن شدّاد اپنی محبوبہ سے مخاطب ہے:

يَا " دَارَ عَبْلَةَ " بِالجَوَّاءِ تُكَلِّمِي
وَ عِمِي صَبَاحًا دار عَبْلَةَ وَأَسْلِمِي

'' اے دار عبلہ! جو مقام '' جوا'' میں ہے کچھ بول۔ اور اے دار عبلہ! تو صبح کے وقت غارت گروں سے محفوظ و سلامت رہے۔''

عرب کے جاہلی دور میں دشمنوں کے سرداروں کو حالت خواب میں رات کے وقت قتل کر ڈالنا بھی مشہور و معروف جنگی دستور تھا۔ جس کا نام انہوں نے '' الفتک'' رکھا ہوا تھا۔ جو لوگ یہ کارروائی کرتے انہیں ''فتّاک'' کہا جاتا تھا۔ برّاض بن قیس الکنانی، سلیک بن سلکہ، تابطَّ شر اور حارث بن ظالم المری عرب کے مشہور و معروف فتّاک گزرے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے:

غُلَامٌ اِذَا مَا هَمَّ بِالْفُتكِ لَمْ يُبَالِ
أَ لَامَتْ قَلِيْلًا اَم كثيرًا عَوَاذِلُهُ

''وہ ایسا نوجوان ہے کہ جب کسی کو رات کے وقت سوئے ہوئے اچانک مارنے کی ٹھان لیتا ہے تو پھر یہ پرواہ نہیں کرتا کہ ملامت گر عورتوں نے ملامت تھوڑی کی ہے یا زیادہ۔''

مقتولین کی تحقیر، تذلیل اور مثلہ:

جوش انتقام میں دشمن کی مردہ لاشوں کی تذلیل، تحقیر، ان کے اعضاء کو کاٹنا، لاشوں کا مثلہ کرنا اور اس جیسی دیگر وحشیانہ حرکتیں جاہلی اور قومی جنگوں کا عام معمول تھیں۔ ایک شاعر بنی جدیلہ کو مخاطب کر کے فخر کے طور پر کہتا ہے:

فَإِنْ تُبغِضُونَا بُغْضَةً فِی صُدُورِکُم
فَإِنَّا جَدَعْنَا مِنْکُم وَ شَرَیْنَا

''اگر تم اپنے سینوں میں ہمارے خلاف بغض رکھتے ہو تو بے جا نہیں کیونکہ ہم نے تمہارے ناک کان کاٹے اور تم کو پکڑ کر بیچا ہے۔

جاہلی جنگوں میں دشمن کی لاشوں کو مردے کھانے والے جانوروں کا تر نوالہ بنایا جاتا تھا۔ چنانچہ عنترہ کہتا ہے:

إِنْ یَّفْعَلَا وَ لَقَدْ تَرَکْتُ اَبَاھُمَا
جَزَرَ السِّبَاعِ وکُلَّ نَسْرٍ قَشْعَمِ

''اگر وہ دونوں مجھے گالی گلوچ کرتے ہیں تو بے جا نہیں۔ کیونکہ میں نے ان کے باپ کو خونخوار درندوں اور گدھوں کا لقمہ بننے کیلئے چھوڑ دیا ہے۔''

عاتکہ بنت عبد المطلب حرب فجار کے واقعات پر فخر کرتے ہوئے کہتی ہے:

وَ مُجَدَّلًا غَادَرْنَہٗ
بِالقَاعِ تَنْھَسُہٗ ضُبَاعُہٗ

'' ہمارے شاہسواروں نے مالک کو زمین پر پڑا چھوڑ دیا۔ اسے بجّو نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔''

ابو سروہ سنبسی ایسے بدترین افعال پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:

نَخْصِفُ بِالْآذَانِ مِنْکُم نِعَالَنَا
وَ نَشْرَبُ کَرْھًا مِنْکُم فِی الْجَمَاجِمِ

''ہم تمہارے کان کاٹ کاٹ کر اپنے جوتوں میں پیوند لگاتے ہیں۔ اور ہم (کبھی خوشی خوشی

اور) کبھی نہ چاہتے ہوئے تمہاری کھوپڑیوں میں شراب پیتے ہیں۔''

مہلہل ''حرب بسوس'' کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے:

قَتلٰی تُعاوِرُھا النُّسُوْرُ اَکُفَّھَا
یَنْھِشْنَھَا وَ حَوَاجِلُ الْغُرْبَانِ

''ان مقتولوں پر گدھوں اور کوّوں کے غول بار بار آتے ہیں اوران کے ہاتھوں کونوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔''

غزوۃ الرجیع میں عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ عہد شکن اور غدار کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوگئے تو قریش مکہ نے شہید عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مردہ جسم کا کوئی حصہ تلاش کرنے کے لئے باقاعدہ ایک گروہ کو روانہ کیا۔ کیونکہ عاصم رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں قریش کا ایک سردار قتل کر دیا تھا۔ جس کا انتقام وہ لاش کی بے حرمتی کی صورت میں لینا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے شہید کی عزت اور وقار کے لئے شہد کی نرمکھیوں کا بادل نما لشکر انکی لاش پر پھیلا دیا جس نے اس گروہ سے لاش کی حفاظت کی اور وہ کوئی چیز حاصل کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ [۴۶]

غزوۂ احد میں قریشی مردوں اور عورتوں نے شہدائے اسلام کا نہایت حقارت آمیز اور شرمناک طریقہ سے مثلہ کیا۔ شہیدوں کی شرمگاہیں اور ناک کان وغیرہ کاٹ کر انکے ہار بنائے۔حتی کہ ہند بنت عتبہ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چاک کر ڈالا اور منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو تھوک دیا اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار بنایا۔ [۴۷]

دوسری طرف اسلام کے سنہری جنگی اصول اور دشمن کی لاشوں کے ساتھ بھی آدمیت کے احترام کا اعلیٰ حسن سلوک ملاحظہ کیجئے ۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردہ جسموں کی تحقیر و تذلیل اور ان کا مثلہ کرنے سے صاف منع فرمادیا۔ [۴۸]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[۱۱۱۹] ((وَلَا تُمَثِّلُوْا)) ''لاشوں کا مثلہ نہ کرو۔'' علاوہ ازیں غزوۂ بدر میں اپنے سنگدل اور شقی القلب دشمنوں کی لاشوں کو خونخوار درندوں کا لقمہ بنانے کی

---

۴۶ ملاحظہ ہو اسی باب کا حاشیہ:۴۲

۴۷ تاریخ ابن ھشام:۲/۹۰

۴۸ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

بجائے بدر کے ایک کنویں میں پھینکوا دیا۔ [۴۹]

آگ میں جلانے کی سزا:

اسلام نے تو دشمن انسانوں بلکہ حیوانوں اور کیڑے مکوڑوں تک کو آگ میں جلانے کی ممانعت فرما دی اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ [۱۱۲۰] « اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰه » [۵۰] '' یعنی آگ کے ساتھ عذاب دینے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔'' مگر کافروں اور مشرکوں نے جنگی حالات کے علاوہ امن پسند ایمانداروں کو محض اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے انتقام کی آگ کا نشانہ بنایا۔

چنانچہ تاریخ انسانی کا تسلیم شدہ، مشہور اور معروف واقعہ ہے کہ یمن کے یہودی بادشاہ یوسف ذونواس حمیری نے نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے تقریباً چالیس (۴۰) برس قبل سینکڑوں توحید پرست عیسائیوں کو بڑے بڑے گڑھوں میں دہکتی آگ کے اندر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ اسی معروف و مشہور تاریخی قصہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

[۱۱۲۱] ﴿ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۝ ﴾ [البروج= ۸۵: ۴-۸]

'' کھائیوں والے کافر تباہ و برباد ہو گئے۔ جو بڑی ایندھن والی آگ جلانے والے تھے۔ جس وقت وہ اس کے اوپر بیٹھے تھے۔ اور ایمانداروں پر جو ظلم و ستم ڈھا رہے تھے اس کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کر رہے تھے۔ اور ایمانداروں میں انہوں نے اس کے سوا کوئی عیب نہیں پکڑا کہ وہ غالب اور تعریف والے اللہ پر ایمان لا چکے تھے۔'' [۵۱]

منذر بن اِمرأُ القیس نے جنگ اُوارہ میں بنی شیبان پر فتح یاب ہو کر ان کی عورتوں کو زندہ جلانا شروع کر دیا۔ اعشیٰ شاعر اسی واقعہ پر فخر کا اظہار کرتا ہے:

---

۴۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۱۱۰

۵۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۱۰۷

۵۱ ملاحظہ ہو صحیح مسلم= کتاب الزُّهد والرَّقائق: باب قصَّة الأخدود والسَّاحِرِ وَالرَّاهِب وَالغلام، الحديث: ۳۰۰۵+ صحیح التِّرمذی= أبواب تفسير القرآن: باب سورة البروج، الحديث ۲۶۶۱+ تفسير القرطبی: ۱۹/۱۸۹+ تفسير ابن كثير: ۴/۵۲۱-۵۲۵

سَبَایَا بَنِی شَیْبَانَ یَوْمَ اُوَارَۃٍ
عَلَی النَّارِ إِذ تَجَلّٰی بِہٖ فِتْیَانُھَا

”جنگ اُوارہ کے روز اس نے بنی شیبان کے اسیروں کی جان بخشی کرائی۔ جبکہ ان کی نوجوان لڑکیوں پر آگ بھڑکائی جا رہی تھی۔“

غداری اور بدعہدی:

وفائے عہد اور غدّاری کی حرمت اسلام کا ایک سنہری اور مسلمہ جنگی دستور ہے۔لیکن کافروں اور مشرکوں کی حالت قرآن کی سچی زبان سے ملاحظہ کیجئے:

[۱۱۲۲]﴿لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً ؕ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُعْتَدُوْنَO﴾[التوبة=۹:۱۰]

”(وہ مشرکین) کسی مومن کے بارے میں کسی طرح کی قرابت اور عہد کا پاس نہیں کرتے اور وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔“

- تاریخی اور واقعاتی حقائق کی نظر میں صورتحال یہ ہے کہ مدینہ کے مشہور یہودی قبائل بنو قینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے باقاعدہ معاہدے ہو چکے تھے۔لیکن تینوں قبائل نے عین موقع پر عہد شکنی اور غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے ساتھ عہد میں شامل حلیف مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی علی الاعلان حمایت کی۔ بنو نضیر نے خود رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ بنوقریظہ نے غزوۂ احزاب میں اعلانیہ مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دیا اور بنو قینقاع نے قریش کے بھڑکانے پر سب سے پہلے اعلان جنگ کیا۔[۵۲]
- عرب کے مشہور قبائل رعل اور ذکوان نے رسول اللہ ﷺ سے خود ہی امداد طلب کی۔ یا اسلام کی تعلیم اور تدریس کے لئے چند معلمین اور مدرسین کا مطالبہ کیا۔لیکن بئر معُونہ پر غدّاری کرتے ہوئے ستر (۷۰) علماء صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہایت بے دردی کے ساتھ

[۵۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب حدیث بنی النَّضیر و مخرج رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِم فِی دِیَۃ رَجُلَیْنِ.........الحدیث: ۳۸۰۴ وَ باب مرجع النَّبیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَحزاب وَ مَخْرَجِہٖ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ وَ مُحَاصَرَتِہٖ إِیَّاھُم ، الحدیث: ۳۸۹۱، ۳۸۹۶+ صحیح مسلم = کتاب الجھاد والسیَر: باب إِجلاء الیھود مِنَ الحجاز ، الحدیث: ۱۷۶۶

وحشیانہ انداز میں شہید کر دیا۔[۵۳]

- بنولحیان نے مقام رجیع میں دس (۱۰) افراد پر مشتمل ایک چھوٹے لشکر پر ایک سو (۱۰۰) تیر اندازوں کے ساتھ اچانک حملہ کرکے سات کو موقع پر شہید کر دیا اور تین صحابہ خبیب، زید، اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کو عہد و امان دیکر گرفتار کر لیا۔ مگر بد عہدی کرتے ہوئے ایک کو موقع پر شہید کر دیا اور دو (۲) کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا۔[۵۴]

سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کے جنگی اصول

زمانۂ جاہلیت کے عرب شہری بود و باش، رہن سہن اور تہذیب و تمدن سے عاری، علوم و فنون سے نا آشنا سمجھے جاتے اور وحشی اقوام میں سر فہرست شمار ہوتے تھے۔ اس لئے ان میں درندگی اور وحشیانہ جنگی انداز کا موجود ہونا کچھ زیادہ تعجب انگیز بات نہیں۔ مگر دنیا کی تاریخ گواہ ہے اس زمانہ کی دو مشہور مہذب و متمدن علوم و فنون سے واقف اور شہری رہن سہن سے آراستہ قوموں کا حال بھی ان وحشیوں اور بدویوں سے مختلف نہ تھا۔ لڑائیوں میں حصہ لینے والے جنگجو اور حصہ نہ لینے والے امن پسندوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ دشمن قوم کا ہر فرد (حتی کہ عورتیں، بچے، بوڑھے، زخمی، عابد و زاہد اور مذہبی پیشوا الغرض ہر ایک کو) واجب القتل اور گردن اتار دیئے جانے کے قابل تصور کیا جاتا تھا۔ دشمن کی رہائشی آبادیوں، کھیتوں اور فصلوں کو تباہ و برباد اور نذر آتش کر دیا جاتا۔ جنگی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا۔ ان کو قتل کر دینا یا غلام بنا لینا قومی اور جاہلی جنگوں کا عام دستور تھا۔ سفیروں کا قتل، غداری و بدعہدی اور مذہبی چپقلش کی بنا پر عبادت خانوں اور متبرک مقامات کی بے حرمتی ان کا عام معمول تھا۔ مذہبی پیشواؤں کی شرمناک حد تک تذلیل و تحقیر اور ان کی قتل و غارت گری قدیم دور اور زمانۂ جاہلیت کی سب سے زیادہ مہذب سلطنتوں: سلطنتِ روم اور سلطنتِ ایران کی جنگی شان و شوکت میں شمار ہوتے تھے۔

---

۵۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۸۱۲

۵۴ تخریج کے لیے دیکھئے اسی باب کا حاشیہ نمبر: ۴۲

مذہبی مظالم:

روم اور ایران سیاسی اور مذہبی اعتبار سے دو مختلف قسم کی سلطنتیں تھیں۔ ایرانی آتش پرست اور رومی عیسائی مذہب کے پیرو کار تھے۔ ان کی باہمی جنگوں میں مذہبی چپقلش کی بنا پر تشدد اور وحشیانہ افعال کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

- قباد کے زمانہ ۵۰۱ء تا ۵۳۱ء میں جب حکومت ایران کے اشارہ سے حیرہ کے بادشاہ منذر نے شام پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا۔ اس نے انطاکیہ میں چارسو (۴۰۰) راہب (ہر وقت عبادت میں مشغول رہنے والی) عورتوں کو پکڑ کر عزّی کے بت پر بھینٹ چڑھا دیا۔ یعنی ان کو اس پر چڑھاوے کے طور پر ذبح کر ڈالا۔ [۵۵]
- خسرو پرویز نے قیصر ماریس کا انتقام لینے کے بہانے سلطنت روم کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اپنی مملکت کی حدود میں مسیحیوں کے کلیسا (گرجے) مسمار کرادیئے۔ نذر و نیاز کے تمام مال لوٹ لئے اور صلیب پوجنے پر مجبور کیا۔ ۶۱۵ء میں جب اس نے بیت المقدس کو فتح کیا تو وہاں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ''ذِکریاہ'' کو گرفتار کر لیا۔ اصلی صلیب کو چھین لیا۔ قسطنطین، سینٹ ہلنیا کے عظیم الشان گرجوں کو نذر آتش کیا۔ تین سو (۳۰۰) سالہ مذہبی یادگاروں پر قبضہ کیا اور نذر و نیاز کے بیش قیمت مالوں کو لوٹا۔ (۹۰) نوے ہزار عیسائیوں کو قتل اور قید کیا۔ جوابی اقدام کے طور پر ہرقل روم نے ایران پر حملہ کیا تو مجوسیوں کے آتش کدوں کو برباد کرایا۔ زرتشت کے وطن ''ارمیاہ'' کو پیوند خاک کر دیا اور مجوسی مذہب کی توہین و تذلیل میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ [۵۶]

سفیروں پر زیادتی اور بدعہدی کا مظاہرہ:

سفیروں کا احترام کرنا بین الاقوامی طور پر مسلمہ قانون و دستور ہے۔ لیکن نوشیروان جیسے ممتاز بادشاہ کے دربار میں جب ایلخان اتراک کے سفیر ایک دوسرے کے حلیف اور معاون بننے کی تجویز لے کر آئے تو اس نے اقرار یا انکار کی صورت میں صاف جواب دینے کی بجائے خاموشی کیساتھ ان کو زہر دے کر ہلاک کرادیا۔ [۵۷]

---

۵۵ ہسٹری آف پرسیا سائکس ج:۱ ص: ۴۸۲

۵۶ گبن رومن ایمپائر، ج:۱، باب: XL ۷۱

۵۷ آبد، ج:۱، ص:۴۹۴

خسرو پرویز نے جب براعظم ایشیاء اور براعظم افریقہ میں رومی سلطنت کا تقریباً خاتمہ کر دیا۔ تو ہرقل روم نے صلح کی التجا کے لئے اپنے سفیر بھیجے۔ مگر خسرو نے سفیروں کی کمیٹی کے چیئر مین اور امیر کی زندہ ہونے کی حالت میں کھال کھنچوا ڈالی۔ باقی ارکان کو قید کر دیا اور ہرقل کو ایک جواب میں تحریری طور پر ڈانٹ پلائی جس کا عنوان درج ذیل تھا۔

''خسرو خداوند بزرگ فرماں روائے عالم کی جانب سے اس کے احمق اور کمینے غلام ہرقل کے نام۔'' [۵۸]

عہد و پیمان بھی مذکورہ بالا نام نہاد مہذب اقوام کے نزدیک کوئی قابل احترام چیز نہ تھی۔ چنانچہ وہ ضرورت اور مفاد کے پیش نظر غداری و بدعہدی میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ تاریخ عالم ایسی بیسیوں مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ خود نوشیروان اور جسٹنین، جو ایرانی اور رومی تہذیب کے بہترین نمائندے تھے۔ بدعہدوں کی فہرست میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ نوشیروان نے ضرورت کے وقت جسٹنین کی پیشکش فوراً قبول کر کے باقاعدہ معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے۔ مگر جب اٹلی میں روم کی طاقت کو ابھرتے دیکھا تو حیرہ سے غسان پر حملہ کرا دیا۔ اور پھر حیرہ کی مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ تاکہ روم بھی اپنے حلیف غسان کی امداد کرنے پر مجبور ہو جائے۔ دوسری طرف جب ۵۷۱ء میں ایلخان اتراک نے نوشیروان سے ناراض ہو کر جسٹنین سے اتحاد کرنے کی خواہش کی تو اس نے بھی دولت ایران کو نیچا دکھانے کے لیے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے۔ معاہدہ صلح کو توڑ کر ۵۷۲ء میں نوشیروان کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ [۵۹]

حالت جنگ میں وحشیانہ طریقے:

۷۵ء میں ٹیٹوس رومی نے جب بیت المقدس کو فتح کیا لمبے لمبے قد والی حسین و جمیل دوشیزائیں فاتح کے لئے چن لی گئیں۔ سترہ (۱۷) سال سے زائد عمر کے کئی ہزار آدمیوں کو پکڑ کر مصری کانوں میں مشقت کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ چند ہزار انسانوں کو گرفتار کر کے سلطنت کے مختلف شہروں میں بھیجا گیا۔ تاکہ تھیٹروں اور کلوسیموں میں ان کو جنگلی جانوروں کا لقمہ بنانے اور شمشیر زنوں سے کٹوانے یا خود آپس میں ایک دوسرے کو کاٹنے کے کام میں لایا جا

---

۵۸ بائی زان ٹائن ایمپائرص:۱۰۱

۵۹ گبن رومن ایمپائر ج:۵+ سائیکس، ج:۱ ص:۴۹، باب: XLV

سکے۔ دوران جنگ ستانوے (۹۷) ہزار آدمی گرفتار کئے گئے۔ جن میں سے گیارہ ہزار صرف اس وجہ سے لقمہ اجل بن گئے کہ ان کے محافظوں نے انہیں کھانے کو کچھ نہیں دیا۔ ان کے علاوہ جنگ اور قتل عام میں ہلاک ہونے والوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تینتیس ہزار سات صد انچاس (۱،۳۳،۷۴۹) بیان کی جاتی ہے۔[۶۰]

روم و ایران کی باہمی جنگوں میں بھی اس قسم کی وحشیانہ اور درندگانہ حرکات ان نام نہاد مہذب اقوام کا سرمایۂ صد افتخار تھا۔ ۵۴۰ء میں نوشیروان نے شام پر حملہ کیا تو اس کے دارالحکومت انطاکیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، باشندوں کا قتل عام کیا، عمارتوں کو مسمار کر ڈالا اور بالآخر اپنے غیض و غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شہر کو نذر آتش کر دیا۔ ۵۷۲ء میں نوشیروان دوبارہ سلطنت شام پر حملہ آور ہوا۔ خامیا اور انطاکیہ وغیرہ کو لوٹا اور جلایا۔ دو لاکھ بانوے ہزار شامیوں کو گرفتار کر کے ایران روانہ کیا۔ بہت سی حسین و جمیل لڑکیاں منتخب کر کے ایلخاں اتراک کے پاس بھیجیں تاکہ اس کی دلجوئی ہو سکے۔ اخیر زمانہ میں خسرو پرویز نے سلطنت روم، شام، فلسطین اور ایشیاء کوچک سمیت بہت زیادہ علاقوں پر زبردست اور قیامت نما حملہ کیا۔ بیت المقدس اور ملک شام کے دیگر شہروں میں جو ظلم و ستم ڈھائے۔ ان کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں ہو چکا ہے۔[۶۱]

یہ ہیں عرب کے دور جاہلیت کی وحشی و بدوی اقوام اور آسمان تہذیب و تمدن کے چمکتے ستاروں روم و ایران کے جنگی اصول اور آداب کا مختصر خاکہ۔ جب آپ اس کا موازنہ اسلام کے بامقصد اور امن عالم کے قیام کے ضامن جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ کریں گے تو اہل مغرب کے اس مکارانہ شور وغوغا کی حقیقت واضح اور طشت ازبام ہو جائے گی۔ جو انہوں نے شور مچا رکھا ہے کہ اسلام قتل و غارت گری کا داعی اور خونریزی اور دہشت گردی کا حامی ہے۔ ہمارے پیش کردہ حقائق و شواہد سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام پر یہ الزام دراصل دہشت گردی و غارت گری کی ذمہ دار قوموں کی اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کی مکروہ کوشش ہے۔

۶۰۔ فیرار ارلی ڈیز آف کرسٹینیٹی، ص:۴۸۸، ۴۸۹

۶۱۔ ماخوذ از تاریخ گبن سائیکس و فورڈ

متفرق آداب جنگ:

۱ اسلام کے وہ معاملات اور امور جن کے بارے قرآن و سنت میں کوئی واضح حکم نہیں مثلاً جنگی معاملات ان کے لئے نبی کریم ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین اپنے رفقاء کے ساتھ مشورہ کرتے تھے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۲۳] ﴿ وَ شَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

''اے نبی! اپنے صحابہ سے اے نبی! کسی خاص معاملہ میں مشورہ لے لیا کر۔''

لیکن درست بات واضح ہوجانے کے بعد اور پختہ عزم کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے۔جیسا کہ اسی آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا عَزَمۡتَ فَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

''جب پختہ عزم کرلیں تو اللہ پر توکل کریں۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اہل علم اور امانتداروں سے مشورہ کرتے۔ جب کتاب و سنت کے مطابق مسئلہ واضح ہو جاتا تو وہ نبی ﷺ کی طرح اس کو آگے کسی اور کی طرف نہیں چلاتے تھے۔[۶۲]

۲ رسول اللہ ﷺ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے صحابہ سے بیعت لیتے تھے۔صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:''رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی راہ میں موت قبول کرنے، جہاد سے راہِ فرار اختیار نہ کرنے اور ثابت قدم رہنے کی بیعت بھی لیتے تھے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:[۱۱۲۴] ﴿ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ...... ﴾ [الفتح=۴۸:۱۸]'' البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مؤمنوں سے خوش ہو گیا ہے جو درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے......''

اس آیت میں اللہ کے راستہ میں قربان ہونے جنگ میں ثابت قدم رہنے اور راہ فرار اختیار نہ کرنے کی بھی بیعت مذکور ہے۔[۶۳]

---

۶۲ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الإعتصام بالكتاب والسُّنَّة : باب قول الله تعالىٰ﴿ وَ اَمۡرُهُمۡ شورىٰ بَيۡنَهُمۡ﴾ [الشورىٰ= ۴۲:۳۸]+ سنن التِّرمذی= كتاب الجهاد:باب مَا جَاءَ فِی المشورة۔

۶۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب البيعة فى الحرب اَن لَّا يَفِرُّوۡا وَ قَالَ بَعۡضُهمۡ عَلَى الۡمَوۡتِ، الحديث: ۲۷۹۸۔۲۸۰۲ وكتاب المغازى= باب غزوة الحديبية، الحديث: ۳۹۳۴، ۳۹۳۶+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة :باب استحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيان بيعة الرِّضوان تحت الشَّجرة ، الحديث: ۱۸۵۶، ۱۸۵۸، ۱۸۶۱

۳ جس بڑی جنگ یا چھوٹی کارروائی میں نبی ﷺ بذات خود شریک نہ ہوتے تو لازماً اس کا امیر مقرر فرماتے ۔ امیر کی بات سننے اور ماننے کا حکم فرماتے۔ آپ ارشاد فرماتے :

[۱۱۲۵] « اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ حَقٌّ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ » [۶۴]

''(ہر مسلمان شخص پر) امیر کی بات سننا اور ماننا واجب ہے بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر نہ بات سننا ضروری ہے اور نہ ماننا۔''

۴ اختیاری حالات میں نبی اکرم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا نہایت پسند فرماتے غزوۂ تبوک کا سفر اسی روز کیا۔ [۶۵]

۵ اسی طرح آپ ﷺ اختیاری حالت میں جب کوئی ہنگامی صورت حال نہ ہوتی تو دن کے پہلے حصے (First Time) میں لشکروں اور قافلوں کو روانہ فرماتے۔ اور دن کے پہلے حصے میں ہی جنگ کا آغاز پسند فرماتے۔ بصورت دیگر سورج غروب ہونے ، ہواؤں کے چلنے اور اللہ کی مدد نازل ہونے کا انتظار فرماتے۔ [۶۶]

۶ اسلامی لشکروں کے لئے عسکری پرچم استعمال کرنا نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ غزوۂ خیبر، غزوۂ مؤتہ وغیرہ میں ایسے پرچموں کا وضاحت کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ [۶۷]

۷ نبی اکرم ﷺ کے فوجی اور جہادی جھنڈوں اور (پرچموں) کا رنگ سیاہ اور سفید تھا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے بارے ارشاد فرماتے ہیں: [۱۱۲۶] « كَانَتْ سَوْدَآءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ » رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا سیاہ

---

[۶۴] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳٦٤

[۶۵] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب من أراد غزوةً فَوَرّى بِغَيرِ هَا وَ مَنْ اَحَبَّ الخروجَ يَوْمَ الخَمِيس.

[۶۶] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد :باب كان النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذا لم يقاتل اَوَّلَ النهار اَخَّرَالقتال حَتّٰى تزول الشَّمس ، الحديث: ٢٨٠٤ + صحيح أبى داؤد= كتاب الجهاد: باب فى الإبتكار فى السَّفر ، الحديث:٢٢٧٠

[۶۷] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب ما قيل فِى لِوَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، الحديث: ٢٨١١-٢٨١٣ وَ بَاب مَنْ تَأَمَّرَ فِى الْحرب مِن غير اِمرَةٍ اذا خاف العدوّ، الحديث: ٢٨٩٨ و كتاب المغازى: باب غزوة خيبر ، الحديث: ٣٩٧٢، ٣٩٧٣ + صحيح مسلم= كتاب فضائل الصَّحابة: باب من فضائل عَلِى بن ابى طالب رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ ، الحديث: ٢٤٠٦

لائنوں والا اور سفید دھاری دار تھا۔[۶۸] پرچم ہمیشہ امیر لشکر کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔[۶۹]
''الرَّأیَۃُ'' اس بڑے پرچم کو کہتے ہیں جو جنگ میں لہرایا جائے۔ ''اللِّواء'' اس چھوٹے پرچم کو کہتے ہیں جو نیزے پر لپیٹا ہوا ہوتا۔[۷۰]

[۸] شب خون کارروائیوں اور رات کی دیگر لڑائیوں میں اسلامی فوج کا شعار (باہمی تعارفی کلمہ، اپنے ساتھی کو رات کے اندھیرے میں پہچاننے کے لئے سِرُّ اللَّیل) ﴿حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ﴾ (حٰمٓ۔ وہ کافر مدد نہیں کیئے جائیں گے) اور اَمِتْ . اَمِتْ (مارو۔ مارو) ہوتا تھا۔[۷۱]

[۹] رسول اللہ ﷺ جہادی لشکروں اور ٹیموں کو ان کلمات کے ساتھ الوداع فرماتے تھے:

[۱۱۲۷] ((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَکُمْ ، وَاَمَانَتَکُمْ وَ خَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ))[۷۲]

''میں تمہارے دین اور تمہاری امانت کو اور تمہارے خاتمۂ اعمال کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

[۱۰] رسول اللہ ﷺ نے دشمن کی سرزمین میں قرآن مجید ہمراہ لے جانے سے منع فرمایا۔ اس اندیشہ سے کہ دشمن اس کو پا کر بے حرمتی نہ کر ڈالے۔[۷۳]

[۱۱] مجاہدین کی خدمت، مریضوں اور زخمیوں کے علاج معالجہ اور باقاعدہ عملاً جنگ کرنے کیلئے عورتوں کو اپنے ہمراہ لے جانا بھی آپ ﷺ کی جہادی سنتوں میں شامل ہے۔[۷۴]

[۱۲] نبی کریم ﷺ اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فخر، تکبر اور خود پسندی پر مبنی شور وغل اور بلند آوازوں کو ناپسند کرتے تھے۔ بلکہ اللہ کا ذکر، اللہ سے دعائیں کرنا اور اللہ سے

---

[۶۸] ملاحظہ ہو صحیح التِّرمذی= أبواب الجهاد: باب فی الرَّأیات ، الحدیث: ۱۳۷۳، ۱۳۷۴ + صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الرَّأیاتِ وَالاُلویة ، الحدیث: ۲۲۵۸، ۲۲۵۹ + صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد: باب الرّأیات وَالْأَلویة، الحدیث: ۲۲۷۲۔۲۲۷٤

[۶۹] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو اس باب کا حاشیہ نمبر: ٦٧

[۷۰] نیل الأَوطار: ۷/۲٥۱

[۷۱] ملاحظہ ہو صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی الرَّجل ینادی بِالشِّعَارِ ، الحدیث: ۲۲٦۱، ۲۲٦۲ + صحیح التِّرمذی= أَبواب الجهاد: باب ما جاء فی بِالشِّعار، الحدیث: ۱۳۷٥۔ اس حدیث کو امام نسائی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

[۷۲] صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الدُّعاءَ عند الوداع ، الحدیث: ۲۲٦٦، ۲۲٦٥ + صحیح التِّرمذی= أَبواب الدَّعوات : باب ما یقول إِذا ودَّع انسانًا، الحدیث: ۲۷۳۸ + صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد: باب تشیِیع الغُزاة وَ وِدَاعِهِم، الحدیث: ۲۲۷۹

[۷۳] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب کراهیة السَّفر بالمصاحف إِلٰی أَرض العدوّ ،الحدیث : ۲۸۲۸ + صحیح مسلم= کتاب الإِمارة : باب النَّهی أَن یُسافر بالمصحف إِلٰی أَرض الکفَّار ، الحدیث: ۱۸٦۹

[۷۴] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۹۷

مدد طلب کرنا ان کا خاص شعار تھا۔ ۷۵

۱۳ رسول اللہ ﷺ صفوں کو مرتب کرتے ،قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کہتے:

[۱۱۲۸]﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِيۡ سَبِيۡلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمۡ بُنۡيَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ O﴾[الصف= ٦١:٤]

''بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اللہ کے راستہ میں صف بستہ ہو کر لڑائی کرتے ہیں، ایسے جیسے وہ چونا گچ کی ہوئی دیوار ہیں۔''

نیز آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۲۹]« خَيۡرُ الصِّحَابَةِ أَرۡبَعَةٌ وَخَيۡرُ السَّرَايَا اَرۡبَعُ مِائَةٍ وَ خَيۡرُ الۡجُيُوۡشِ اَرۡبَعَةُ آلَافٍ وَ لَا يُغۡلَبُ اثۡنَا عَشَرَ اَلۡفًا مِنۡ قِلَّةٍ » ۷۶

''بہترین دوستوں کا گروہ چار کا ہوتا ہے ،بہترین چھوٹی جہادی ٹیم چار سو افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور بہترین لشکر چار ہزار کا ہوتا ہے۔ اور بارہ ہزار کا لشکر کم تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہوتا ہے۔''

علاوہ ازیں صحیح بخاری میں مذکور ہے « ثُمَّ صَفَّ اَصۡحَابَهٗ »'' پھر (رسول اللہ ﷺ نے حنین کے روز) اپنے صحابہ کی صف بندی کرائی۔'' ۷۷

۱۴ رسول اللہ ﷺ امت کے نیک اور کمزور کے ذریعے جنگ میں فتح اور مدد طلب فرماتے نیز ارشاد فرماتے:

[۱۱۳۰] « اِبۡغُوۡنِي فِيۡ ضُعَفَائِكُمۡ فَاِنَّمَا تُرۡزَقُوۡنَ وَ تُنۡصَرُوۡنَ بِضُعَفَاءِ كُمۡ » ۷۸

---

۷۵ ملاحظہ ہو صحيح أَبي داوٗد= كتاب الجهاد : باب فيما يؤمَرُ بِهِ الصَّمت عند اللِّقاء ، الحديث: ۲۳۱٤۔ نیز دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱٦، ۱۰۱۸، ۱۰۲۱

۷۶ صحيح التِّرمذی= أَبواب السِّير : باب السَّرايا ، الحديث: ۱۲۵۹ + صحيح أَبی داوٗد= كتاب الجهاد: فيما يُسۡتَحِبُّ مِنَ الجيوش والرُّفقاءِ وَالسَّرايا ، الحديث: ۲۲۷۵

۷۷ ملاحظہ ہو كتاب الجهاد: باب من صفَّ أَصحابهٗ عند الهزيمة وَ نَزَلَ عَن دَابَتِهٖ وَاسۡتنصر ، الحديث: ۲۷۷۲ + صحيح مسلم= كتاب الجهاد : باب فی غزوة حنين، الحديث: ۱۷۷٦

۷۸ صحيح التِّرمذی= أَبواب الجهاد: باب الاستفتاح بصعاليك المسلين، الحديث : ۱۳۹۲ + صحيح أَبی داوٗد= كتاب الجهاد : باب فی الانتصار برُذُلِ الخيل وَ الضَّعَفَةِ ، الحديث: ۲۲٦۰ + صحيح النِّسائی= كتاب الجهاد: باب الانتصار بالضَّعيف ۔ الحديث: ۲۹۷۹، ۲۹۷۸ + صحيح البخاری= كتاب الجهاد : باب مَنِ استعان بالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحين فِی الۡحرب، الحديث: ۲۷۳۹

’’مجھے اپنے ضعیفوں اور ناتوانوں میں تلاش کیا کرو۔ کیونکہ تمہیں انکی بدولت ،روزی اور فتح و نصرت عطا کی جاتی ہے۔‘‘

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :’’ایسا وقت آئے گا جب اسلامی لشکر ،صحابہ ، پھر تابعین اور پھر تبع تابعین کے وجود کی بدولت فتحیاب ہوں گے ۔[۷۹]

۱۵ جرأتمندی اور بہادری میں سبقت لے جانا نبی کریم ﷺ کا خاص وصف تھا اور آپ بزدلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرماتے تھے۔[۸۰]

۱۶ رسول اللہ ﷺ عام جنگ کے آغاز سے قبل جنگوں کے معروف اور مقبول طریقے ’’مبارزت‘‘(یعنی دونوں طرف کے افراد کا فردًا فردًا مقابلہ) پر بھی عمل پیرا ہوتے تھے۔ لہٰذا تمام علمائے اسلام انفرادی (one to one) مقابلوں کو سنت نبویہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے آغاز میں سیدنا حمزہ،سیدنا علی، سیدنا عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم کا عتبہ، شیبہ اور ولید کے ساتھ آپ ﷺ کے حکم سے مقابلہ ہوا۔[۸۱]

۱۷ دوران جنگ نبی اکرم ﷺ جرأت اور بہادری پیدا کرنے اور حوصلہ افزائی کے لیے اعلان فرماتے :[۱۱۳۱] ((مَنْ قَتَلَ كَافِرًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ))[۸۲] ’’جو کسی کافر کو قتل کردے گا اور اس کے پاس اس کا ثبوت ہو تو اس کا چھینا ہوا مال قاتل کو دیا جائے گا۔‘‘

۱۸ رسول اللہ ﷺ جہاد میں عام طور پر مشرکین کا تعاون قبول نہ کرتے اور فرماتے تھے : [۱۱۳۲]((فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ))[۸۳] ’’میں کسی مشرک کی مدد ہرگز نہیں لوں گا۔‘‘ ایک

---

۷۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب مَنِ استعان بالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحين فِی الْحرب، الحديث: ۲۷۴۰+ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابة : باب فضل الصَّحابة ثُمَّ الَّذِيْن يَلُوْنَهُمْ ....،الحدیث: ۲۵۳۲

۸۰ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب مبادرة الامام عند الفزع، الحديث : ۲۸۰۶ وَ باب السُّرعة وَالرَّكْضِ فِی الفزع ، الحديث: ۲۸۰۷، وَ بَاب الشُّجاعة فی الحرب وَالجبن ، الحديث: ۲۶۶۵، ۲۶۶۷، وَ باب مَا يُتعَوَّذُ مِنَ الجبن، الحديث: ۲۶۶۷، ۲۶۶۸ +صحيح مسلم= كتاب الذِّكر وَالدُّعَا وَالتَّوبة: باب التَّعوُّذ مِنَ العجز وَالكسل وغيره، الحديث: ۲۷۰۶

۸۱ ملاحظہ ہو صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی المبارزة ، الحديث:۲۳۲۱

۸۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۹۴۱

۸۳ صحیح مسلم= کتاب الجهاد : باب کراهة الإستعانة فی الغزو بکافر، الحديث: ۱۸۱۷+ صحیح التِّرمذی = أبواب السِّير: باب ما جاء فی أَهل الذِّمَّة يغزون مع المسلمين هل يُسهَمُ لَهُمْ ، الحديث: ۱۲۶۲

روایت میں الفاظ یوں بھی ہیں: [۱۱۳۳]((إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ)) [۸۴] ہم کسی مشرک کی مدد نہیں حاصل کرتے۔''

۱۹ رسول اللہ ﷺ معاہدہ کرنے والوں کے ساتھ باہمی تعاون جائز قرار دیتے اور معاہدہ کو پورا کرنا ضروری ٹھہراتے تھے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ میں بنوخزاعہ آپ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ باہمی تعاون صلح کی شرائط کے مطابق ضروری قرار پایا۔ باوجود اس کے کہ وہ مشرکین تھے۔ [۸۵] رسول اللہ ﷺ نے ایسا کام قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کیا:

[۱۱۳۴]﴿ وَ اِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾[الأنفال=۸:۶۱]

''اگر وہ صلح کے معاہدے کے لئے آمادہ ہو جائیں تو آپ بھی آمادہ ہو جایا کریں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔''

۲۰ چنانچہ خود نبی اکرم ﷺ نے یہود کی ایک قوم کو جنگ میں تعاون کرنے کے بعد مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ [۸۶] اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

[۱۱۳۵] ((سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا اٰمِنًا وَ تَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَ هُمْ عَدُوًّا مِنْ وَّرَآئِكُمْ)) [۸۷]

''عنقریب تم رومیوں کے ساتھ ایک پرامن صلح کرو گے اور پھر تم اور وہ مل کر اپنے مشترکہ دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔''

۲۱ مشرکوں کے ساتھ صلح کے لئے محمدی دستور اور ضابطہ یہ تھا:

[۱۱۳۶]((لَا يَسْئَلُوْنَنِى خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ اِيَّاهَا)) [۸۸]

---

۸۴ صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی المشرك یسهم لَهٗ ، الحدیث:۲۳۷۲ + صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد: باب الاستعانة بالمُشرکین،الحدیث: ۲۲۸۴

۸۵ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الصُّلح : باب الصُّلح مَعَ المشرکین ،الحدیث: ۲۵۵۳-۲۵۵۵ وَ کتاب الشُّروط: باب الشُّروط فی الجهاد والمصالحة مَع أَهل الحرب و كِتَابَةِ الشُّروط ، الحدیث: ۲۵۸۱،۲۵۸۲ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد وَالسَّیر: باب صلح الحدیبیة فی الحدیبیة، الحدیث: ۱۷۸۳

۸۶ ملاحظہ ہو صحیح التِّرمذی= أَبواب السَّیر : باب ما جاءَ فی أَهل الذِّمَّة یغزون مع المسلمین هل یُسهمُ لَهُمْ ، الحدیث: ۱۲۶۳ + صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فیمن جاءَ بعْدَ الغَنِيمَةِ لَا سَهم لَهٗ ، الحدیث: ۲۳۶۶

۸۷ صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی صلح العَدُوِّ ، الحدیث:۲۴۰۵ + صحیح ابن ماجة= کتاب الفِتَن: باب الملاحم، الحدیث: ۳۳۰۲

۸۸ صحیح البخاری = کتاب الشُّروط : باب الشُّروط فی الجهاد والمصالحة مَعَ اَهلِ الحرب وَکتابة الشُّروط ، الحدیث: ۲۵۸۱

"(مشرکین مکہ) اللہ کی حرمتوں کی تعظیم برقرار رکھتے ہوئے مجھ سے جو بھی مطالبہ یا شرط چاہیں گے میں پوری کر دونگا۔"

۲۲ چنانچہ ضرورت اور حاجت کے وقت اور دینی مصلحت کی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں سے تعاون لینے کو جائز رکھا اور صلح اور باہمی تعاون کے سنہری اصول مقرر فرمائے۔ اکثر علماء اسلام کا یہی مؤقف ہے۔[۸۹]

۲۳ دوران جنگ کوئی کافر اور مشرک امان طلب کرتا تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے مطابق آپ ﷺ اس کو امان دے دیتے:

[۱۱۳۷] ﴿ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ...... ﴾ [التوبة=۹:۶]

"اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے امان طلب کرے (امن کی درخواست پیش کرے) تو آپ اس کو امن دے دیا کریں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے۔"

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۳۸] ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنٰهُمْ)) [۹۰]

"تمام مسلمانوں کا عہد و امان ایک ہی حکم میں ہے اور ادنیٰ مسلمان (مرد و عورت) بھی عہد و امان دے سکتا ہے۔"

۲۴ غداری اور عہد شکنی کو رسول اللہ ﷺ حرام قرار دیتے ہوئے، ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۱۳۹] ((فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) [۹۱]

"جو کسی بھی مسلمان کے عہد و پیمان کو توڑے گا اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔"

۲۵ قاصدوں اور سفیروں کو قتل کرنا بین الاقوامی مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔ آپ ﷺ اس کا مکمل احترام فرماتے۔ مسیلمہ کذاب کے قاصدوں کو ارشاد فرمایا:

---

۸۹ ملاحظہ ہو صحيح التِرمذی= أبواب السَّير : باب مَا جَاءَ فِى اَهْلِ الذِمَّةِ يَغزون مَعَ المسلمين هل يُسهَمُ لَهُمْ + سنن ابى داؤد = كتاب الجهاد: باب فى صلح العدوّ

۹۰ صحيح البخارى= كتاب الجهاد/ أبواب الجزية والموادعة: باب اثم من عَاهَدَ ثُمَّ غَدَرَ ، الحديث: ۳۰۰۸+ صحيح مسلم= كتاب الحجّ: باب فضل المدينة و دعاء النَّبىّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالبركة.......... ، الحديث: ۱۳۷۰

۹۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۳۸

[۱۱۴۰]«اَمَا وَاللّٰہِ ! لَو لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقتَلُ لَضَرَبتُ اَعنَاقَکُمَا »[۹۲]

''اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصد وسفیر قتل نہیں کیئے جاتے تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔''

۲۶ رسول اللہ ﷺ ایک ماہر اور مدبر سپہ سالار کی طرح جب دشمن پر غالب آجاتے تو تین روز تک میدان جنگ میں قیام فرماتے۔[۹۳]

۲۷ رسول اکرم ﷺ عمدہ ایمان کے حامل، اللہ پر توکل کرنے والے اور بھیجے ہوئے نبی کی حیثیت سے تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی طرح جہاد اور قتال کا آغاز اللہ کے ذکر، دعاؤں اور اللہ سے فریاد اور مدد طلب کرتے ہوئے فرماتے۔اور ارشاد فرماتے :

[۱۱۴۱] « اُغزُوا بِسمِ اللّٰہِ وَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ وَ قَاتِلُوا مَن کَفَرَ بِاللّٰہِ...... »[۹۴]

''اللہ کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں ہر کافر کے ساتھ جنگ کرو۔''

جنگ کے اختتام میں بالآخر فتحیاب ہونے کے باوجود فخر وغرور اور کبر ونخوت کی بجائے اپنے رب قدیر کی حمد و ثناء اور تسبیح وتہلیل کرتے ہوئے واپس لوٹتے۔ چنانچہ جہاد ،حج اور عمرہ سے واپسی پر ہر بلندی پر درج ذیل ذکر کے ساتھ رطب اللسان رہتے۔

[۱۱۴۲]« اَاللّٰہُ اَکبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیكَ لَہٗ لَہُ المُلكُ وَلَہُ الحَمدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ۔ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔صَدَقَ اللّٰہُ وَعدَہٗ وَ نَصَرَ عَبدَہٗ وَ ھَزَمَ الاَحزَابَ وَحدَہٗ »[۹۵]

'' اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کے لئے بادشاہی ہے۔اسی کے لئے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ہم واپس پلٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں،

---

۹۲ صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی الرُّسل، الحدیث: ۲۳۹۹، ۲۴۰۰

۹۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب من غلَبَ العدوَّ فَأَقَام عَلَی عرصتهم ثلاثاً ، الحدیث: ۲۹۰۰ + صحیح مسلم= کتاب الجنَّة وصفة نعیمها واهلها :باب عرض مقعد المیّت مِنَ الجنَّة اَوِ النَّار عَلَیهِ ، الحدیث: ۲۸۷۵+ صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی الامام یقیم عند الظُّهور عَلَی العَدُوِّ بِعَرَصَتِهِم ،الحدیث: ۲۳۴۴

۹۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

۹۵ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب التَّکبِیر اِذَا عَلَا شرفًا، الحدیث: ۲۸۳۳+ صحیح مسلم = کتاب الحجِّ: باب ما یقول إِذا قَفَلَ مِنْ سفر الحج وغیرهٖ ، الحدیث: ۱۳۴۴

عبادت کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو اس اکیلے پروردگار نے شکست سے دو چار کر دیا۔

۲۸ رسول اکرم ﷺ ایک ماہر تجربہ کار سپہ سالار کی جنگی سیاست استعمال کرتے ہوئے دشمن کی عسکری، فوجی اور اقتصادی قوت کو بے اثر اور بیکار کرنے اور اپنی قوت کے بلاضرورت استعمال سے منع فرماتے اور کم از کم استعمال کا مشورہ دیتے، صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ہمیں بدر کے دن ارشاد فرمایا:

[۱۱۴۳]« اِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ » [۹۶]

" غزوہ بدر میں (جب صحابہ رضی اللہ عنہم صف بندی کر چکے تو) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دشمن تمہارے قریب آ جائیں تو تیر اندازی کرو اور اپنے تیر ضائع ہونے سے بچاؤ۔"

۲۹ کسی سخت ضرورت کے بغیر رسول اللہ ﷺ نے کسی قیدی کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو باندھ کر قتل کروایا۔ عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا واقعہ سنن اَبی داؤد میں یوں مروی ہے:

"ضحاک بن قیس نے مسروق کو عامل (حکومتی عہدہ دار) بنانا چاہا تو عقبہ بن ابی معیط کے بیٹے عمارہ نے اس سے کہا: "تم ایسے شخص کو عامل بنانا چاہتے ہو جو کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے۔" مسروق نے اس سے کہا: "کہ مجھے سیدنا عبد اللہ بن مسعود نے حدیث بیان کی ہے اور ہم لوگوں میں بہت معتبر آدمی تھے۔" (حدیث یوں ہے کہ) جب رسول اللہ ﷺ نے تمہارے والد عقبہ بن ابی معیط کو (باندھ کر) قتل کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا میرے بچوں کی کون خبر گیری کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " آگ۔" [۹۷] اسی طرح نضر بن حارث کو بھی باندھ کر قتل کیا گیا۔ [۹۸]

جبکہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

---

۹۶ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب فضل من شَهِدَ بَدرًا، الحدیث: ۳۷۶۳+ صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الصُّفوف، الحدیث:: ۲۳۲۰

۹۷ ملاحظہ ہو صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی قتل الأَسیر صَبرًا، الحدیث: ۲۳۳۶

۹۸ تاریخ ابن هشام: ۱/ ۶۴۴، عن ابن اسحاق

[۱۱۴۴] « سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةً مَا صَبَرْتُهَا » [۹۹]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ پس اس کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مرغی بھی ہو تو میں اسے باندھ کر قتل نہ کرونگا۔''

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا:

[۱۱۴۵] « لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » [۱۰۰]

''آج کے بعد تا قیامت کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے گا۔''

۳۰ عام حالات میں (جب جہاد فرض عین نہ ہوتا) نبی اکرم ﷺ جہاد کی طرف نکلتے ہوئے اور لوگوں کو نکالتے ہوئے لوگوں کی ضرورتوں اور مصلحتوں پر بالخصوص نظر رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ایک (سابق) نبی برحق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے جہاد پر جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی مجبوریوں کو ملحوظ رکھا۔ مثلاً ایک شخص کی سہاگ رات کا موقع تھا۔ انہوں نے اس کو گھر رہنے کی اجازت دے دی ...... ایک شخص کا مکان تعمیر کے آخری مراحل میں تھا۔ انہوں نے اسے بھی گھر رہنے کی اجازت دے دی........... اسی طرح ایک شخص کی اونٹنیاں اور بکریاں حاملہ تھیں اور بچے جننے کے قریب تھیں اللہ کے اس نبی نے اس کو بھی جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ [۱۰۱]

لیکن جہاد جب فرض عین ہو تو پھر جہاد سے پیچھے رہنے کو اسلام نے منافقت کی علامت قرار دیا ہے۔ [۱۰۲]

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اہم ترین دینی امور فارغ البال، پرعزم اور محتاط

---

۹۹ سنن أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی قتل الأسیر بالنَّبل+ زاد المعاد:۳/۱۱۲ بتحقیق شُعیب الارناؤوط و عبدالقادر الارناؤوط

۱۰۰ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر: باب لا یقتل قرشی صبرًا بَعْدَ الفتح، الحدیث: ۱۷۸۲۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب قتل الأسیر و قتل الصبر

۱۰۱ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۳۷۷

۱۰۲ دیکھئے سورۃ التوبہ کی آیات: ۴۳۔۴۹، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۹۳۔۹۶

لوگوں کے سپرد کئے جانے چاہئے۔ کیونکہ ذہنی اور قلبی طور پر مشغول آدمی عزم و ہمت اور بھر پور توجہ سے عاری ہوتا ہے۔[۱۰۳]

۳۱ جنگی قیدیوں میں سے کوئی قیدی اگر قبل از گرفتاری اسلام قبول کر لینے کا مدعی ہوتا اور اس دعویٰ پر کوئی ایک شہادت پیش کر دیتا تو اسے اسلامی برادری میں شامل فرما کر قتل، فدیہ اور غلامی سے مستثنیٰ قرار دیتے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا:

[۱۱۴۶] ((لَا یَنْفَلِتَنَّ اَحَدٌ مِنْهُمْ اِلَّا بِفِدَآءٍ اَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ قَدْ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ قَالَ فَمَا رَأَيْتُنِيْ فِي يَوْمٍ اَخْوَفَ اَنْ تَقَعَ عَلَيَّ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ مِنِّيْ فِيْ ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ وَ نَزَلَ الْقُرْآنُ ﴿**مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ أَسْرٰى . حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ**﴾[الأنفال=۸:۶۷-۶۹][۱۰۴]

”نہیں بچے گا کوئی قیدی ان بدر کے قیدیوں میں سے مگر فدیہ ادا کر کے یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:” میں نے کہا سوائے سہیل بن بیضاء کے کہ میں نے سنا ہے وہ اسلام (قبول کرنے) کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ میں نے خود کو اس دن سے پہلے کبھی اتنا خوفزدہ محسوس نہیں کیا۔ مجھے اس سے زیادہ ڈر لگ رہا تھا کہ آسمان سے میرے اوپر پتھر برسیں۔ حتی کہ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بولے اور آپ نے فرمایا: سوائے سہیل بن بیضاء کے۔ پھر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کے موافق تھی کہ” نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ قیدی آئیں اور وہ ان کو خون بہائے بغیر چھوڑ دے......“

((............ ❀❀❀❀❀ ....))

---

۱۰۳ شرح النَّووی:۲/۸۵

۱۰۴ سنن التِّرمذی = أبواب تفسیر القرآن : باب سورۃ الأنفال+ مسند احمد:۱/۳۸۳+ نیل الأوطار:۸/۳ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کہا ہے۔ جبکہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے ضعیف التِّرمذی، الحدیث:۵۹۸

باب:۲۳

جنگی قیدی

بدر کے قیدیوں کی رہائی فدیہ اور احسان کے ساتھ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١١٤٧]﴿ مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌO فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾[الأنفال:٦٧-٦٩]

”کسی نبی کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہوں(اور وہ ان کو چھوڑ دے)جب تک وہ زمین میں (کافروں) کی خوب خون ریزی نہ کر لے۔تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت کا ثواب چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکیم ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک فیصلہ نہ لکھا ہوتا تو جو کچھ تم نے (قیدیوں سے) لیا تھا اس پر تمہیں بہت بڑا عذاب پکڑ لیتا۔ پس جو مال تم نے (فدیہ میں) حاصل کیا ہے اسے بطور حلال اور پاکیزہ کھالو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔“

[١١٤٨]﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ط حَتّٰۤى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوْا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ......﴾

[سورۂ محمد=٤:٤٧]

”پس جب تم (اے مسلمانو!) کافروں سے بھڑ جاؤ تو بے فکر ہو کر گردنیں اڑاؤ۔حتیٰ کہ جب تم ان کی خوب خونریزی کر چکو تو ان کو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو (گرفتار کرلو)۔ پھر اس کے بعد بطور احسان چھوڑ دو یا فدیہ وصول کرکے (چھوڑ دو) ۔یہاں تک کہ جنگ

اپنے ہتھیار ڈال دے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

[۱۱۴۹]'' لَمَّا أَسَرُوا الأُسَارٰی قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ۔ مَا تَرَوْنَ فِیْ ھٰؤُلَاءِ الْأُسَارٰی ۔ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ : یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ھُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِیْرَۃِ أَرٰی اَنْ تَأْخُذَ مِنْھُمْ فِدْیَۃً ۔ فَتَکُوْنَ لَنَا قُوَّۃً عَلَی الْکُفَّارِ ۔ فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَھُمْ لِلْاِسْلَامَ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَرَی یَا ابْنَ الْخَطَّابِ ! قُلْتُ لَا وَاللّٰہِ ! مَا أَرٰی الَّذِی رَأَی اَبُو بَکْرٍ۔ وَ لٰکِنِّی أَرٰی اَنْ تُمَکِّنَّا فَنَضْرِبَ اَعْنَاقَھُمْ۔ فَتُمَکِّنَ عَلِیًّا مِنْ عَقِیْلٍ فَیَضْرِبَ عُنُقَہٗ۔ وَ تُمَکِّنِّی مِنْ فُلَانٍ (نَسِیْبًا لِعُمَرَ) فَأَضْرِبَ عُنُقَہٗ ۔ فَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ وَ صَنَادِیْدُھَا۔ فَھَوِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ لَمْ یَھْوَیْ مَا قُلْتُ ۔ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْ بَکْرٍ قَاعِدَیْنِ یَبْکِیَانِ۔ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اَخْبِرْنِیْ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ تَبْکِیْ اَنْتَ وَ صَاحِبُکَ ۔ فَاِنْ وَجَدْتُّ بُکَاءً بَکَیْتُ ۔ وَ اِنْ لَمْ اَجِدْ بُکَاءً تَبَاکَیْتُ لِبُکَائِکُمَا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَبْکِی لِلَّذِی عَرَضَ عَلَیَّ اَصْحَابُکَ مِنْ اَخْذِھِمُ الْفِدَاءَ۔ لَقَدْ عُرِضَ عَلَیَّ عَذَابُھُمْ أَدْنٰی مِنْ ھٰذِہِ الشَّجَرَۃِ (شَجَرَۃٍ قَرِیْبَۃٍ مِن نَبِیَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ:﴿ **مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَن یَکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ** .... **فَکُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَیِّبًا** ﴾ فَأَحَلَّ اللّٰہُ الْغَنِیْمَۃَ لَھُمْ '' [1]

''جب کافروں کے قیدیوں کو صحابہ نے قید کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشورہ کے طور پر) ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تم ان قیدیوں کے بارے کیا رائے دیتے ہو؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا نبی اللہ! وہ ہمارے چچا زاد اور قبیلے والے ہیں۔ میں تو یہ رائے دیتا ہوں کہ آپ ان سے فدیہ (تاوان جنگ) وصول کر لیں جو ہمارے لیے کفار کے خلاف قوت کا باعث ہوگا۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف رہنمائی کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اے ابن خطاب! تیری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا : ''اللہ کی

---

[1] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر : باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر ، الحديث ۱۷۶۳+ صحيح أبی داؤد= كتاب الجهاد: فی فداءِ الأسير بالمال، الحديث: ۲۳۳۹+ مسند احمد :۱/ ۳۰،۳۱

قسم! میری رائے تو اس سے مختلف ہے۔ میری وہ رائے نہیں جو ابو بکر کی ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ہمیں ان کی گردنیں اڑانے کی اجازت دیں۔ عقیل (علی کا بھائی) علی کے سپرد کریں وہ اس کی گردن اڑائے۔ میرا فلاں رشتہ دار میرے سپرد کریں میں اس کی گردن اڑاؤں۔ یہ کفر کے سردار اور سرکردہ افراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا میلان ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف ہوا اور میری رائے کی طرف نہ ہوا۔ (لہٰذا آپ نے فدیہ لے کر قیدی چھوڑ دیئے) جب اگلا دن ہوا میں آیا تو رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول کیا بات ہے کہ آپ اور آپ کا ساتھی ابو بکر رو رہے ہیں؟ اگر اس میں کوئی رونے کی بات ہوئی تو میں بھی روؤں گا۔ اگر رونے کی بات نہ بھی ہوئی تو میں کم از کم رونے والی شکل ہی بنا لوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس بات کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تیرے ساتھیوں نے مجھے فدیہ لینے کے بارے میں مشورہ دیا تھا۔ مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا۔ جو اس درخت سے بھی قریب آ پہنچا تھا۔ (آپ نے ایک ایسے درخت کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے بالکل قریب تھا) اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں'' نبی کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے ہاتھ قیدی آئیں اور وہ زمین میں ان کا خون بہائے بغیر ان کو آزاد کر دے۔............ پس تم اس مال غنیمت کو کھاؤ جو حلال اور پاکیزہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

[۱۱۵۰] ((اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم جَعَلَ فِدَاءَ اَهْلِ الْجَاهِلِیَّةِ یَوْمَ بَدْرٍ اَرْبَعَمِائَةٍ)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے ان پڑھ قیدیوں کا فی کس چار سو درہم فدیہ مقرر فرمایا۔''

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے فرمایا:

[۱۱۵۱] ((لَوْ کَانَ الْمُطْعِمُ ابْنُ عَدِیٍّ حَیًّا ثُمَّ کَلَّمَنِیْ فِیْ هٰؤُلَآءِ النَّتْنٰی لَتَرَکْتُهُمْ لَهٗ)) [3]

''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر ان خبیثوں کے متعلق مجھ سے سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں (بلا فدیہ) آزاد کر دیتا ——— کیونکہ مطعم بن عدی نے طائف سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے کے لیے امان فراہم کیا تھا اور قریش کے

---

[2] صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی فداءِ الأسیر بالمال، الحدیث: ۲۳۴۰، اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[3] صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخمس: باب ما مَنَّ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی الأساریٰ مِنْ غیر اَنْ یُّخَمَّس ، الحدیث: ۲۹۷۰ + صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی المَنِّ عَلَی الأسیر بغیر فِداءٍ، الحدیث: ۲۳۳۸ + مسند احمد: ۴/ ۸۰

بائیکاٹ کی تجویز کو پھاڑ دیا تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۱۵۲] ((بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَ تْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِی حَنِیْفَۃَ یُقَالُ لَہٗ ثُمَامَۃُ بْنُ أُثَالٍ۔ فَرَبَطُوْہُ بِسَارِیَۃٍ مِّنْ سَوَارِی الْمَسْجِدِ۔ فَخَرَجَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ((مَا عِنْدَکَ یَا ثُمَامَۃُ !)) فَقَالَ عِنْدِی خَیْرٌ یَا مُحَمَّدُ ۔ اِنْ تَقْتُلْنِیْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ۔ وَ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْہُ مَا شِئْتَ۔ فَتَرَکَ حَتّٰی کَانَ الْغَدُ۔ ثُمَّ قَالَ لَہٗ ((مَا عِنْدَکَ یَا ثُمَامَۃ)) فَقَالَ مَا قُلْتُ لَکَ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَادَمٍ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی شَاکِرٍ۔ فَتَرَکَہٗ حَتّٰی کَانَ بَعْدَ الْغَدِ۔ فَقَالَ ((مَا عِنْدَکَ یَاثُمَامَۃُ)) فَقَالَ عِنْدِیْ مَا قُلْتُ لَکَ۔ فَقَالَ ((اَطْلِقُوْا ثُمَامَۃَ)) فَانْطَلَقَ اِلٰی نَخْلٍ قَرِیْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ۔ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔ یَا مُحَمَّدُ ! وَاللّٰہِ مَا کَانَ عَلَی الْاَرْضِ وَجْہٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ وَجْھِکَ ۔ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْھُکَ اَحَبَّ الْوُجُوْہِ اِلَیَّ ۔وَاللّٰہِ مَا کَانَ مِنْ دِیْنٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ دِیْنِکَ فَأَصْبَحَ دِیْنُکَ اَحَبَ الدِّیْنِ إِلَیَّ ۔وَاللّٰہِ مَاکَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْ بَلَدِکَ۔ فَأصْبَحَ بَلَدُکَ اَحَبَّ الْبِلَادِ اِلَیَّ۔وَ اِنَّ خَیْلَکَ اَخَذَتْنِی وَ اَنَا اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ۔ فَمَاذَا تَرٰی؟ فَبَشَّرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَمَرَہٗ اَنْ یَّعْتَمِرَ۔ فَلَمَّا قَدِمَ مَکَّۃَ قَالَ لَہٗ قَائِلٌ صَبَوْتَ۔ قَالَ لَا۔ وَ لٰکِنْ اَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰہِ ! لَا یَأْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَامَۃِ حَبَّۃُ حِنْطَۃٍ حَتّٰی یَأْذَنَ فِیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)) [۴]

”نبی ﷺ نے گھڑ سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ کیا۔ وہ دستہ بنی حنیفہ قبیلے کے ایک شخص کو پکڑ لایا ۔جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ انہوں نے لا کر اس کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ نبی ﷺ اس کے پاس گئے جا کر کہا: ثمامہ !تمہارا کیا خیال ہے؟(یعنی اسلام قبول کرتے ہو یا نہیں؟) اس نے کہا :اے محمد! میرا خیال بہت اچھا ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ اگر آپ مجھ پر احسان کرتے ہوئے آزاد کردیں گے تو

---

[۴] صحیح البخاری = کتاب المغازی : باب وفد بنی حنیفۃ ، و حدیث ثمامۃ بن أُثالٍ رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ٤١١٤ + صحیح مسلم= کتاب الجھاد والسِّیر : باب ربط الأسیر وَ حبسِہٖ وَ جواز المَنّ عَلَیْہِ ، الحدیث: ١٧٦٤+ صحیح أَبی داؤد= کتاب الجھاد: باب فی الأَسیر یُوثَقُ ، الحدیث: ٢٣٣١

ایک ایسے شخص کو آزاد کریں گے جو احسان فراموش نہیں بلکہ احسان کا قدر دان ہے۔ اگر آپ مال چاہتے ہیں تو جس قدر چاہتے ہو میرے مال سے لے لو۔ آپ نے اس کو اس کے حال پر اگلے دن تک کے لیے چھوڑ دیا۔ جب اگلا دن ہوا تو آپ نے پھر اسی طرح فرمایا: کیا خیال ہے ثمامہ! اس نے کہا: میرا وہی موقف ہے جو میں نے کل آپ سے کہہ دیا تھا۔ اگر مجھے قتل کرو گے تو ایسے آدمی کو قتل کرو گے جس کے خون کا بدلہ لیا جائے گا اگر آپ احسان کریں گے تو ایک قدر دان پر احسان کریں گے۔ آپ نے مزید ایک دن تک کے لیے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔اس سے اگلے دن فرمایا: اب آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا وہی جو میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ثمامہ کو آزاد کردو۔ وہ ایک نخلستان میں چلا گیا، جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ وہاں اس نے غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور پکار اٹھا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔'' اے محمد! اللہ کی قسم ہے اس زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ چہرہ میرے لیے کوئی نہیں تھا۔ جبکہ اب آپ کا چہرۂ اقدس میرے لیے تمام چہروں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کا دین میرے لیے تمام دینوں سے برا تھا۔ جبکہ اب آپ کا دین تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ ہوگیا ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی شہر آپ کے شہر سے زیاہ برا نہیں لگتا تھا جبکہ اب آپ کا شہر تمام شہروں سے پیارا لگتا ہے۔آپ کے گھڑ سوار دستے نے مجھے پکڑ لیا۔ اب میں عمرہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو خوشخبری سنائی اور حکم دیا کہ آپ عمرہ کر آئیں۔ جب وہ مکہ آیا۔ اس کو کسی کہنے والے نے کہا تو ''صابی'' (بد مذہب) ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں۔ اللہ کی قسم! اب کے بعد یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آیا کرے گا حتی کہ اس کے بارے اللہ کے رسول ﷺ اجازت دیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۱۵۳] ((اَنَّ ثَمَانِینَ رَجُلًا مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ ھَبَطُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِن جَبَلِ التَّنْعِیمِ مُتَسَلِّحِیْنَ ۔ یُرِیْدُوْنَ غِرَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ۔ فَاَخَذَھُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْیٰھُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَ ھُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ وَ

اَیۡدِیَکُمۡ عَنۡهُمۡ بِبَطۡنِ مَکَّةَ مِن بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَکُمۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ ....﴾[الفتح=٢٤:٤٨])) ⁵

''(صلح حدیبیہ کے موقع پر)اہل مکہ کے اسّی افراد مسلح ہو کر جبل تنعیم کے راستہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر اچانک حملہ آور ہوئے ۔وہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو دھوکہ سے بے خبری میں قتل کرنا چاہتے تھے۔لیکن آپ نے ان کو گرفتار کرلیا اور پھر زندہ چھوڑ تے ہوئے آزاد کردیا۔ اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:'' وہی اللہ ہے جس نے عین بطن مکہ میں کافروں کے ہاتھ تم سے اورتمہارے ہاتھ ان سے روک لیے۔ اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں ان پر کامیابی عطا کردی تھی۔''(اور صلح ہوگئی)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:

[١١٥٤] ((عِنۡدَ صَلٰوةِ الصُّبۡحِ وَ هُمۡ یُرِیۡدُون اَنۡ یَقۡتُلُوۡهُ فَأُخِذُوۡا اَخۡذًا فَأَعۡتَقَهُمۡ)) ⁶

'' صبح کی نماز کے وقت وہ آپ کے صحابہ پرحملہ آور ہوئے ۔وہ آپ کوقتل کرنا چاہتے تھے۔صحابہ نے ان کو پکڑ لیا اور ان کو آزاد کردیا۔''

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز بیت اللہ میں موجود تین سو ساٹھ باطل معبودوں کو اور بے جان بتوں کو اپنی لاٹھی سے ضرب لگاتے جاتے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے:

[١١٥٥] ﴿ جَآءَ الۡحَقُّ وَ زَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَهُوۡقًاO ﴾ [الإسراء= ١٧: ٨١]

'' حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بلا شبہ باطل مٹنے والی ہی چیز ہے''اسی دوران سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کومخاطب کر کے کہا: ((اَلۡیَوۡمَ یَوۡمُ الۡمَلۡحَمَةِ: اَلۡیَوۡمَ تَسۡتَحِلُّ الۡکَعۡبَةُ)) '' آج خونریز لڑائی کا دن ہے ۔ آج کعبۃ اللہ میں جنگ حلال ہوگی۔'' تو فاتح مکہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جوابًا فرمایا: ((کَذَبَ سَعۡدٌ وَ لٰکِنۡ هٰذَا یَوۡمٌ یُعَظِّمُ اللّٰهُ فِیۡهِ الۡکَعۡبَةَ وَ یَوۡمٌ تُکۡسٰی فِیۡهِ الۡکَعۡبَةُ)) ⁷ '' سعد نے جھوٹ کہا ہے آج تو اللہ تعالیٰ کعبہ کی عزت وعظمت کو چار چاند لگا دے گا اور آج کعبۃ اللہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔''

---

⁵ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر : باب قول الله تعالی﴿ وَ هُوَ الَّذِیۡ کَفَّ اَیۡدِیَهُمۡ عَنۡکُمۡ ﴾ ، الحدیث: ١٨٠٨+ صحیح أَبی داؤد= کتا ب الجهاد : باب فی المنّ عَلَی الأسیر بغیر فِداءٍ، الحدیث: ٢٣٣٧+ صحیح التِّرمذی= أبواب تفسیر القرآن : باب سورة الفتح ، الحدیث: ٢٦٠٢

⁶ صحیح التِّرمذی= أبواب تفسیر القرآن: باب الفتح ، الحدیث: ٢٦٠٣

⁷ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب المغازی : باب أَین رکز النّبیُّ صلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ الرَّأیة یوم الفتح ، الحدیث:٤٠٣٠ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر: باب إِزالة الأَصنام من حول الکعبة ، الحدیث: ١٧٨١ + سُبُل السَّلام : ٤/ ١٠٨

ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

[۱۱۵۶] «اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»[۸] ''جاؤ آج تم آزاد کردیئے گئے ہو۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

[۱۱۵۷] «اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ فَدٰی رَجُلَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِرَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ»[۹]

''بلا شبہ نبی ﷺ نے دو مسلمان قیدیوں کے بدلے ایک مشرک قیدی کو فدیئے کے طور پر آزاد کردیا۔''

قیدی کو قتل کرنا:

نبی ﷺ نے بعض حالات میں مفسد، ظالم، خبیث، شریر قسم کے جنگی قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ فتح مکہ میں غلاف کعبہ سے چمٹے ہوئے دشمن اسلام ابن خطل کے متعلق فرمایا:

[۱۱۵۸] «اُقْتُلُوْهُ»[۱۰] ''اسے مار ڈالو۔''

غزوۂ احد کے ایک جنگی قیدی ابوعزہ جمحی کو بدر میں احسان کے طور پر بلا معاوضہ آزاد کردیا گیا۔ اس نے احسان فراموشی کی اور خلاف اسلام عناد اور کینہ سے لبریز اشعار کہے۔ اس کو اس پاداش میں قتل کیا گیا۔ اس طرح گندی فطرت کے حامل افراد اور شیطان صفت بدر کے قیدیوں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مار ڈالا گیا۔[۱۱]

فتح مکہ کے موقعہ پر معافی کے اعلان عام سے چھ افراد کو مستثنیٰ رکھا گیا اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔ جن میں چار مرد اور دو گلوکارائیں شامل تھیں۔ تاہم مردوں میں عبد اللہ بن ابی سرح اور ایک گلوکارہ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔[۱۲]

---

۸ اس کی تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۱۷۹

۹ صحیح التِّرمذی= أبواب السَّیر : باب ما جاء فی قتل الأُسارٰی والفداء الحدیث: ۱۲۷۳ + صحیح مسلم= کتاب النَّذر: باب لا وفاء لنذرٍ فی معصیة اللّٰه و لا فیما لا یملك العبد، الحدیث: ۱۶۴۱ + مسند احمد: ۴/۴۲۶، ۴۲۷، ۴۳۲

۱۰ صحیح البخاری= کتاب الحجِّ/ أَبواب الإِحصار ، و جزاء الصَّید: باب دخول الحرم و مكَّة بغیر إِحرام ، الحدیث: ۱۷۴۹ + صحیح مسلم = کتاب الحجِّ: باب جواز دخول مكَّة بغیر إِحرام ، الحدیث: ۱۳۵۷

۱۱ کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲ ملاحظہ ہو صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی قَتْلِ الأسیر و لا یعرض علیه الإِسلام ، الحدیث: ۲۳۳۴ + زاد المعاد بتحقیق شعیب الأَرناؤوط و عبد القادر الأَرناؤوط ۔ اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① سورۂ انفال کی آیات: ٦٧ ـ ٦٩ اور سورۂ محمد کی آیت: ۴ میں سے کوئی آیت بھی منسوخ نہیں ۔ لہٰذا جنگی قیدیوں کے متعلق امیر کو (i) قتل کر دینے (ii) احسان کے طور پر آزاد کر دینے (iii) مالی یا جانی فدیہ لیکر آزاد کردینے کا اختیار ہے ۔ وہ مسلمانوں کی بہتری یا کسی بھی ضرورت کے تحت مذکورہ بالا تینوں اختیارات میں سے جو اختیار چاہے استعمال کرسکتا ہے۔

② بعض علماء و فقہاء کے قول کے مطابق مندرجہ بالا آیات منسوخ ہیں اور ان کو منسوخ کرنے والی درج ذیل آیات ہیں:

[١١٥٩] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾ [التَّوبة=٩:٥]

’’اور مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔‘‘)

[١١٦٠] ﴿ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ ۝ ﴾ [الأنفال=٨:٥٧]

’’پس اگر آپ ان (کافروں) کو جنگ میں پالیں تو ان کے مارنے کے سبب پیچھے والوں کو بھی بھگا دو۔‘‘

[١١٦١] ﴿ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً ﴾ [التَّوبة=٩:٣٦]

’’سب مل کر مشرکوں سے قتال کرو۔‘‘

یہ موقف مجاہد، قتادہ ،ضحاک ، ابن جریج اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کا ہے لہٰذا اس موقف کے مطابق جنگی قیدیوں کو احسان اور فدیہ لے کر آزاد کرنے کی بجائے کفر و شرک کی وجہ سے قتل کر دینا واجب ہے،عورتوں اور بچوں کے علاوہ۔ اِلّا یہ کہ وہ قیدی اسلام قبول کرلیں۔لیکن اکثر علماء کا موقف یہی ہے کہ امام کو قتل کرنے ، احسان کے طور پر آزاد کرنے یا بغیر فدیہ لیئے آزاد کرنے کے تینوں اختیارات حاصل ہیں۔ وہ اہل اسلام کی مصلحت میں جو اختیار بھی مفید تصور کرے استعمال کرسکتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ یہی موقف زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا یہی معمول رہا ہے۔ لہٰذا امیر اور خلیفہ بغیر فدیہ لیے صرف احسان کے طور پر قیدی آزاد کرسکتا ہے ۔ اور قیدی کو قتل بھی کروا سکتا ہے اور کچھ فدیہ

لے کر آزاد کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ علیہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات کومنسوخ قرار دینے کی کوئی دلیل موجود نہیں ۔لہٰذا یہ حکم جس کو منسوخ کہا گیا ہے خاص حالت کے لئے ہے اورجس کو ناسخ تصور کیا جاتا ہے وہ عام حالات کے لئے ہے ۔عبد اللہ بن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہما، حسن بصری، عطاء ،امام مالک ، شافعی ،سفیان ثوری ، احمد بن حنبل اور ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ سے یہی موقف ملتا ہے ۔ جبکہ اہل الرّائے کے بارے مشہور موقف یہ ہے کہ وہ اس مذکورہ بالا موقف کے خلاف ہیں۔ [۱۳]

③ اہل الرائے کا موقف یہ ہے کہ امام جنگی قیدیوں کوقتل کرنے، فدیہ کے ساتھ آزاد کرنے یا غلام بنالینے کا اختیار رکھتا ہے۔ لیکن احسان کرتے ہوئے بغیر فدیہ لئے آزادنہیں کر سکتا۔ یہ برتاؤ کافروں کو طاقتور کرنے اور ان کی دشمنی اور بغض میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ اختیارصرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص طور پر حاصل تھا۔ جبکہ امام خطابی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''کہ شرعی احکام میں کسی عام حکم کو بغیر دلیل کے خاص کرنے کا کوئی تصورنہیں ۔سورۂ محمد کی آیت نمبر۴ میں حکم عام ہے:

[۱۱۶۲]﴿ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ﴾

[سورۂ محمَّد= ٤٧ : ٤]

''اے مسلمانو! جب کفار سے بھڑ جاؤ تو (بلا جھجک)انکی گردنیں اڑاؤ حتیٰ کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو ان کو بیڑیوں میں مضبوط باندھ لو ۔(یعنی گرفتار کرلو) اس کے بعد یا تو بطور احسان چھوڑ دو یا پھر فدیہ لے کر آزاد کردو۔ یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔''

مذکورہ بالا آیت میں خطاب عام ہے۔ اس میں قیامت تک کے مسلمان مراد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے واقعات و تجربات گواہ ہیں کہ قتل کرنے اور غلام بنانے کے مقابلہ میں بطور احسان آزاد کر دینا اسلام کومضبوط کرنے اور اسلام کے دشمنوں کے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا زیادہ بڑا سبب ثابت ہوتا ہے۔ [۱۴]

---

۱۳ القرطبی:۱۶/ ۱۵۱

۱۴ معالم السُّنن :٤/ ٢٥،٢٦ نیز ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ٨/ ٣٠،٣٣ ، ١٦/ ١٥٠،١٥٢+ تفسیر ابن كثیر: ٢/ ٣٥٩-٣٦١، ٤/ ١٨٢، ١٨٣+ شرح النَّووی :٢/ ٧٩-٩٣ نیل الأوطار:٧/ ٣١٩-٣٢٥+ بدایة المجتهد: ١/ ٤٤٥

④ سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۸ کے الفاظ: ''اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی فیصلہ لکھا ہوا نہ ہوتا۔'' ہیں۔اللہ کی طرف سے اس لکھے ہوئے فیصلے سے یہی مراد ہے ''ان کو احسان کے طور پر بھی چھوڑا جا سکتا ہے اور فدیہ لے کر بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔''[15]

⑤ سورۂ انفال کی آیت نمبر۶۷ کے الفاظ :''یہاں تک کہ نبی زمین میں خون ریزی کرے۔'' سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کا اچھی طرح خون بہا لینے اور ان کو نیم مردہ کرنے سے پہلے گرفتاری اور قید و بند کا عمل شروع نہ کیا جائے۔ اس کی مزید وضاحت اور تفسیر سورۃ محمد کی آیت نمبر۴ میں یوں ہے:'' یہاں تک کہ جب تک خوب خون بہا لو تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔'' مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔[16]

⑥ سورۂ محمد کی آیت :۴ کے الفاظ ہیں :[۱۱۶۳] ﴿ حتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا﴾ '' یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے پر کفر اور اسلام کا معرکہ ختم ہو گا۔ تمام مذاہب کے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ اور عالمی طور پر امن و امان قائم ہوجائے گا اور سارے کا سارا دین اللہ کیلئے قائم ہوجائے گا تو اس وقت جنگ اپنے ہتھیار رکھے گی۔ مجاہد، ابن جنید ، حسن بصری اور کلبی نے بھی یہی بات کہی ہے ۔یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار پھینک دے۔ یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ کافر جنگجو اپنے ہتھیار پھینک دیں گے۔ شکست قبول کرتے ہوئے یا صلح کی دعوت کے ساتھ ۔ جبکہ تقابلی طور پر پہلا مطلب اور موقف زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ ان شرعی نصوص اور دلائل سے موافقت بھی رکھتا ہے۔ جن میں یہ وضاحت ہے کہ جہاد دین اسلام کے مکمل غلبہ تک اور ساری مِلتوں کے خاتمے تک جاری رہے گا۔ جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[۱۱۶۴]((حَتّٰی اَنْ یُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِیَ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ))[17]

''یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑائی کرے گا۔''[18]

---

[15] تفسیر القرطبی:۸/۳۳،۳۴

[16] تفسیر القرطبی: ۱۶/۱۵۱

[17] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل:٦٦

[18] تفسیر القرطبی:۱۶/۱۵۲

⑦ جنگی قیدیوں کا فدیہ مالی اور جانی دونوں صورتوں میں وصول کرنا جائز اور درست ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس اور سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی حدیث سے واضح ہوتا ہے۔[19] اور یہ حدیث اس موقف کے خلاف ہے کہ فدیہ صرف جانی لیا جائے۔ صرف جانی فدیہ لینے کا موقف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔[20]

⑧ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ایک خبیث الفطرت اور شیطان صفت انسانوں کے علاوہ بدر کے اکثر جنگی قیدیوں کو معمولی فدیہ کے عوض اور بعض کو محض احسان کے طور پر اپنی قید سے آزاد کر دیا۔ یہ برتاؤ بین الاقوامی جنگی اصولوں اور آداب میں ایک روشن اور سنہری باب کا اضافہ ہے اور اسلام کی اخلاقی برتری کا باعث ہے۔ جس سے اسلام کی دعوت کو زبردست تقویت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے۔

⑨ حدیث ثمامہ رضی اللہ عنہ سے بہت سارے احکام اور جہادی مسائل ثابت ہوتے ہیں: مثلاً جنگی قیدی کو باندھنا، مسجد میں داخل کرنا، اس کے ساتھ معاملات میں حسن سلوک اختیار کرنا، موثر اور احسن طریقے سے اس کو اسلام کی دعوت پیش کرنا۔ نیز قبول اسلام سے اعراض اور انکار کے باوجود اس کو بلا معاوضہ آزاد کر دینا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر و مشرک اہل کتاب ہوں یا کوئی اور اجازت کے بعد مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں، یہ موقف امام شافعی کا ہے۔ صرف اہل کتاب داخل ہو سکتے ہیں، یہ موقف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، یہ عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کا موقف ہے۔ جن کے پاس قرآن مجید کی درج ذیل آیت دلیل ہے۔

[۱۱۶۵] ﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ﴾ [التّوبة= ۹:۲۸]

''سوائے اس کے نہیں مشرک پلید ہیں اور وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''

اس حکم کے ہر مسجد کے لیے عام ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف زیادہ صحیح اور مدلل ہے۔[21]

⑩ سیدنا ثمامہ رضی اللہ عنہ والے واقعہ کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ صحابہ کو اس کی خوب خدمت اور تواضع کرنے کا حکم دیا اور خونی دشمن کے ساتھ خلق عظیم کا مظاہرہ کرتے ہوئے

---

[19] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۱۵۰، ۱۱۵۷

[20] معالم السُّنَن: ۴/۲۶

[21] شرح النَّووی: ۲/۹۳ + فتح الباری: ۹/۱۵۱

ارشاد فرمایا:

[١٦٦] ((قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ وَأَعْتَقْتُكَ يَا ثُمَامَةُ))

''اے ثمامہ! میں نے تمہیں معاف کر دیا اور آزاد کر دیا ہے۔''

نتیجہ ظاہر ہے کہ خون کا پیاسا جان و مال بکھیرنے لگا۔ اس احسان اور نیک برتاؤ کے آب حیات نے دل سے بغض و عداوت کی ساری کدورت دھو کر اس میں محبت و ایثار کا نور بھر دیا۔ یہ واقعہ ظالم و بدخواہ کے ساتھ عفو و کرم کی فضیلت کو بیان کرتا ہے۔ اسلام کے خواہشمندوں کے ساتھ محبت اور نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔[۲۲]

⑪ غزوۂ بنی مصطلق میں سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (ایک جنگی خاتون قیدی) کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتۂ ازدواج قبیلہ بنو مصطلق کے ایک سو گھرانوں کی بلا فدیہ آزادی کا باعث ٹھہرا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی خاندان سے ایک درہم وصول کرنے کو بھی مناسب نہ سمجھا۔ یہ خاندان مسلمان ہو چکا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: '' سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کیلئے خیر و برکت کا باعث بننے والی کوئی عورت مجھے معلوم نہیں ہے۔''[۲۳]

⑫ تمام علماء اسلام کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ قیدی عورتوں اور نابالغ بچوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ بذات خود جنگ میں حصہ لینے والے ہوں یا ان جنگ کرنے والوں کا تعاون کرنے والوں میں شامل ہوں۔ لہٰذا ان کے حق میں امام کے لئے بہتری اور ضرورت کے مطابق (i) غلام بنانے، (ii) فدیہ لے کر آزاد کرنے یا (iii) بلا معاوضہ صرف احسان کرتے ہوئے آزاد کرنے کے تین اختیارات حاصل ہیں۔[۲۴]

⑬ قیدی اگر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے تو اہل اسلام کی ملکیت اور غنیمت میں بدستور باقی رہے گا۔ البتہ ظاہری حالت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا جان و مال و عزت محفوظ

---

[۲۲] فتح الباری: ۹/ ۱۵۱

[۲۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ١١٧٥

[۲۴] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الشَّهادات: باب بلوغ الصِّبيان وشهاداتهم، الحديث ٢٥٢١ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب بيان سنّ البلوغ، الحديث: ١٨٦٨ + صحيح التِّرمذى = أبواب الأَحكام: باب ما جاء فى حدّ بلوغ الرَّجل والمرأة، الحديث: ١٠٩٧ وَ أَبواب الجهاد[باب ما جاء فى حدّ بلوغ الرَّجل و متٰى يُفرَضُ لهٗ ، الحديث: ١٣٩٨

ہوجائیں گے۔ البتہ مخصوص حالات میں مثلاً یہ کہ وہ مرتد ہوکر دوبارہ اسلام میں داخل ہونا چاہے یا کسی بھی مضبوط دلیل کی بنیاد پر امام کی نظر میں اس کی حالت مشتبہ اور مشکوک ہوتو امیر اس کے متعلق صحیح اجتہاد سے کوئی بھی فیصلہ کرسکتا ہے لیکن عام لوگوں پر یہ لازم ہے کہ ہتھیار روک لیں اور اسے امیر کے حوالے کردیں۔ مذکورہ بالا موقف اختیار کرنے سے اس بارے میں منقول تمام احادیث میں موافقت پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً

١. نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ابن خطل اگرچہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ اس کو قتل کردو۔[۲۵]

٢. جب فتح مکہ کا دن تھا رسول اللہ ﷺ نے تمام لوگوں کو امن فراہم کیا۔ سوائے چار مردوں اور دو عورتوں کے۔ آپ نے ان کا نام بھی لیا۔ ان میں ابن ابی سرح بھی تھا۔ ابن ابی سرح سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر روپوش ہوگیا۔ جب لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے لیے بلایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو کھڑا کردیا۔ اورعرض کیا یا رسول اللہ! عبد اللہ سے بیعت لے لیں۔ آپ نے تین دفعہ اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ہر دفعہ انکار کرتے رہے۔ تین دفعہ کے بعد اس سے بیعت لے لی۔ پھر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

[۱۱٦۷] ((اَمَا كَانَ فِيكُم رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ اِلٰى هٰذَا حَيثُ رَآنِى كَفَفتُ يَدِى عَن بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ ، فَقَالُوا مَا نَدرِى يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا فِى نَفسِكَ ـ اَلَا اَوْ مَاتَ اِلَينَا بِعَيْنِكَ ـ قَالَ اِنَّهٗ لَا يَنبَغِى لِنَبِيٍّ اَنْ تَكُونَ لَهٗ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ)) [۲٦]

"تم میں کوئی ایسا سمجھدار آدمی نہ تھا جو اس (عبد اللہ بن ابی سرح) کی طرف کھڑا ہوتا جب کہ وہ دیکھ بھی رہا تھا کہ میں اس سے بیعت لینے سے ہاتھ کھینچ رہا ہوں۔ وہ اس کو قتل

---

[۲۵] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۸

[۲٦] صحيح أبی داؤد =كتاب الجهاد: باب قتل الأسير و لا يعرض عليه الإسلام، الحديث: ٢٣٣٤ وكتاب الحدود : باب الحكم فيمن ارتدَّ، الحديث: ٣٦٦٤،٣٦٦٣+ صحيح النِّسائی= كتاب تحريم الدَّم: باب الحكم فی المرتدَّ ، الحديث: ٣٧٩١ و باب توبة المرتدِّ ،الحديث: ٣٧٩٣+ المستدرك علَى الصَّحيحَين= كتاب المغازی: باب استجارة عبد الله بن أبی سرح عند عثمان و شفاعَتِهِ عند النَّبِيّ صلَّى الله عليه وسلَّم (٣/٤٥) المطبوعة دار الكتب العربی ـ بيروت ـ لبنان

کر دیتا۔ صحابہ نے عرض کیا۔یا رسول اللہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ کے دل میں کیا بات ہے؟ آپ ہمیں اپنی آنکھ سے اشارہ کر دیتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' نبی کے شایان شان نہیں کہ کن انکھیوں سے اشارہ کرتا پھرے۔''

﴿۳﴾ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک قیدی سے کہا جب اس نے اسلام قبول کرنا چاہا:

[۱۱۶۸] ((لَوْ قُلْتَهَا وَ اَنْتَ تَمْلِكُ اَمْرَكَ اَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ)) [۲۷]

''اگر تو یہ کلمہ اس وقت پڑھتا جب تو اپنے معاملے کا آپ مالک تھا تو مکمل کامیاب ہو جاتا۔''

﴿۴﴾ اسلام بلند اخلاق اور اچھے برتاؤ کا دین ہے۔لہٰذا اس میں بلا تمیز ہر قیدی کے ساتھ نیکی اور احسان اور قیدی کو آزاد کرنے اور کرانے کی بھر پور طریقہ سے ترغیب دلائی گئی۔ جبکہ اس کے بالمقابل جاہلیت کی قومی اور لسانی جنگوں میں غیض وغضب کی بھڑکتی ہوئی آتش کو ٹھنڈا کرنے کی ناپاک غرض سے قیدیوں کے ساتھ ظلم وستم اور وحشت کی انتہاء کر دی جاتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۶۹] ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝ ﴾ [الدّهر=۷۶: ۸،۹]

''نیک اور مومن بندے مسکین ،یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔اللہ کی محبت اور رغبت کی وجہ سے۔ اور کہتے ہیں ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور ہم تم سے کبھی صلہ یا شکر گزاری کی خواہش نہیں رکھتے۔''

صحیح اور پسندیدہ موقف کے مطابق ان آیات میں اسیر سے مراد ہر قسم کے قیدی ہیں۔ [۲۸]

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۱۷۰] ((فُكُّوا العَانِيَ يَعْنِيْ: الْاَسِيْرَ ، وَاَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ عُوْدُوا الْمَرِيْضَ)) [۲۹]

''قیدی کو آزادی دلاؤ ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو۔''

---

۲۷ صحيح مسلم = كتاب النَّذر: باب لاوفاءَ لِنَذْرٍ فِى معصية الله و لا فيما لا يَملك العبد ، الحديث:۱٦٤۱+ نيل الأوطار: ۷/ ۳۱۹۔۳۲٦۔اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۲۸ تفسير القرطبى: ۱۹/ ۸٤+ تفسير ابن كثير: ٤/ ٤۸۱

۲۹ صحيح البخارى= كتاب الجهاد:باب فكاك الأسير، الحديث:۲۸۸۱

اسلام میں غلامی کا تصور

لغوی اور اصطلاحی معنٰی:

لغت میں " الرّق" کئی معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک معنٰی " مِلْكُ الْعَبِيْدِ" یعنی "غلاموں کی ملکیت" بھی ہے ۔ رقیق کا معنی غلام ہے اور استرقاق کا معنٰی " غلام بنانا" ہے۔ اسی طرح " عَبَدَ يَعْبُدُ عُبُوْدِيَّةً وَ عِبَادَةً" کا معنٰی اپنی ذلت اور عاجزی کا اظہار کرنا ہے ۔لیکن "عِبَادَةٌ" میں زیادہ مبالغہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جس کا معنٰی ہے " غَايَةُ التَّذَلُّلِ " یعنی حد درجہ کا اظہار ذلت ۔ یہ صرف اسی ذات کے لئے لائق ہے جس کا فضل اور انعام بھی حد درجہ کا ہو اور وہ اللہ تعالٰی کی ذات باری تعالٰی ہے۔ اسی لئے وہ فرماتا ہے:

[۱۱۷۱] ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾[الإسراء=١٧: ٢٣]

" اور تیرے رب نے فیصلہ فرمایا ہے کہ تم صرف اور صرف اس کی عبادت کرو۔"

پھر "عَبْدٌ" دو قسم پر مشتمل ہے ." عبد" عابدٌ کے معنٰی میں یعنی بندگی کرنے والا ۔ وہ بندگی مسخر کرنے کی وجہ سے ہو یا اپنے ارادہ اور اختیار کی بناء پر۔ اسکی جمع " عِبَادٌ " ہے ۔ اس معنی میں کوئی بھی عبد صرف اللہ کا "عبدٌ" ہوسکتا ہے کسی اور کا نہیں۔ "عَبدٌ " رقیق کے معنی میں بھی ہے یعنی "غلام"۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

[۱۱۷۲]﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ...... ﴾ [النّمل=١٦: ٧٥]

" اللہ تعالٰی ایک ایسے غلام کی مثال بیان کرتا ہے جو کسی کی ملکیت میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا ......۔"

"استعباد" کا معنٰی ہے (غلام بنانا) اس اعتبار سے " عَبْدٌ "کی جمع "عَبِيْدٌ " آتی ہے۔ یعنی وہ انسان جس کی خرید و فروخت ہوسکتی ہے۔ وہ مالک کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے ۔ اپنی مرضی اور اختیار سے کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اپنے مالک اور سید کی اجازت سے ہی محنت ومزدوری یا تجارت کر سکتا ہے۔ اس صورت میں کمایا ہوا تمام مال غلام کا نہیں بلکہ مالک اور سید کا ہی ہو گا۔[۳۰]

---

[۳۰] المفردات فی غریب القرآن: ۲۰۰، ۳۲۱

اسلام میں غلاموں کی اقسام:

عہد جاہلیت میں تو غلام انسانوں کی بس ایک قسم تھی جس میں غلام محض ایک آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتا اور مالک کے ظلم وستم کی چکی میں پستا رہتا تھا۔حتی کہ لونڈیوں کی عزت و آبرو بھی برسر بازارفروخت ہوکر مالکوں کے لئے مال و دولت جمع کرنے کا سامان بنتی تھی۔لیکن اسلام نے اپنے عادلانہ اصولوں کے پیش نظر غلاموں کوحسب ذیل چار اقسام میں تبدیل کر دیا:

۱۔ **رقیق**: وہ غلام ہے جس پر مالک کی مکمل ملکیت ہوتی ہے وہ اس کی خرید وفروخت بھی کرسکتا ہے۔ دراصل عہد جاہلی والا یہی مکمل غلام ہے۔ اسلام نے جس کا وجود تقریباً ختم کر دیا ہے۔

۲۔ **مکاتب**: وہ غلام ہے جس کو مالک ایک مقررہ رقم کی ادائیگی پر آزادی کا پروانہ لکھ دے۔ مکاتب غلام کے اختیارات رقیق کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتے ہیں ۔یہ اپنی مرضی اور اختیار سے محنت ، مشقت اور خریدوفروخت کرسکتا ہے ۔ جب یہ طے شدہ رقم ''بدلِ کتابت'' ادا کردے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

۳۔ **مدبّر**: وہ غلام ہے جس کو مالک یہ کہے "اَنتَ حُرٌّ بَعدَ مَوتی اَو اَنتَ مُدَبَّرٌ" ''تم میری موت کے بعد آزاد ہو یا تم ''مدبر'' ہو ۔ چنانچہ ایسا غلام اپنے مالک کی موت پر آزادتصور ہو گا۔ بشرطیکہ غلام کی قیمت مرنے والے آقا کے چھوڑے ہوئے مال کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

۴۔ **امّ ولد**: ایسی لونڈی کو کہا جاتا ہے جس کے بطن سے مالک کے نطفہ سے کوئی اولاد پیدا ہوجائے۔ ام ولد لونڈی کا یہ شرعی حق ہے کہ وہ مالک کی موت پر بغیر کسی رکاوٹ اور شرط کے آزاد ہوجائے گی ۔ اسی وجہ سے مالک زندگی میں بھی اس کی ملکیت کو منتقل کرنے کے جملہ حقوق مثلاً '' فروخت کرنے یا ہبہ وغیرہ کرنے سے محروم ہوجاتا ہے۔

اگرکوئی مالک زندگی میں اپنے غلام کو یا کسی کے غلام کو قیمت ادا کرکے آزاد کردے تو اس آزاد کرنے کو" العِتق" یا"الإِعتَاق " کہتے ہیں ۔ جبکہ آزادی پانے والا غلام " عَتِیق ،مُعتَق اور مَولیٰ کہلاتا ہے۔ ان الفاظ کی جمع بالترتیب عُتقَاء ، مُعتَقُون اور مَوالِی ہے ۔آزاد کرنے والا "مُعتِق "اور مَولیٰ کہلاتا ہے۔ صرف "مُعتِق" اور"مَولیٰ "کو ہی ''حق الولاء'' حاصل ہوتا

ہے۔(آزاد شدہ غلام کا اگر کوئی وارث نہ ہوتو اس کی وراثت کا حق دار آزاد کرنے والا ہوگا۔ اسی حق کو''حق ولاء'' کہتے ہیں) اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۱۷۳] ((اِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ))''حق ولاء آزاد کرنے والے کا حق ہے۔'' [۳۱]

اس کا مطلب یہ ہے کہ حق ولاء کی بناء پر آزادکرنے والے کو اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی میراث سے بھی حصہ ملتا ہے۔بشرطیکہ اس کی وراثت کا مال حاصل کرنے والے قریبی وارث موجود نہ ہوں۔ [۳۲]

غلامی تاریخ کے آئینے میں:

فاتح اقوام کا شکست خوردہ اورگرفتار افراد کو اور جنگی قیدیوں کو غلام بنا لینا عہد قدیم سے ہی ایک مسلمہ جنگی دستور تھا۔ یہ عمل اسے قتل کردینے کی بنسبت آسان اور بہتر تصور کیا جاتا تھا۔لیکن غلاموں کے ساتھ انسانی حقوق کے برعکس انتہائی درجہ کا تشدد اورظلم و زیادتی کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ غلام بچے بیکار کیمپوں میں بے یارو مددگار پھینک دیئے جاتے۔ وہ محض اپنے مالکوں کے پیٹ کا جہنم بھرنے کے لئے کوئلہ کا کام دیتے۔تعلیم وتربیت ،صحت و علاج جیسا کوئی انسانی حق تو درکنار انہیں زندگی بچانے کے لئے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہوتی تھی ۔لونڈیاں قحبہ خانوں کی زینت بنا دی جاتیں ۔ جہاں وہ طوعاًوکرھًا عزت و آبرو کے سودے کرکے مالکوں کی طرف سے مقرر کردہ زندگی کا ٹیکس پورا کرنے پر مجبور ہوتی تھیں۔نوجوان غلاموں سے بھی انسانی طاقت اور ہمت سے زائد جبری مشقت کے روح فرسا کام لئے جاتے تھے۔ اسلام نے اگرچہ انسانوں کو غلام بنانے کی کوئی ترغیب نہیں دی ۔ چنانچہ قرآن مجید میں غلام انسانوں کو بغیرکسی معاوضے کے آزاد کرنے یا انہیں مکاتب بنا کر آزاد کرنے کے بہت زیادہ احکامات موجود ہیں۔لیکن غلام بنانے کی ایک آیت بھی موجود نہیں ۔البتہ ایک مسلمہ دستور کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے غلام بنانے کے عمل کو کلی طور پر ختم کرنے کی بجائے برقرار رکھا ہے اور اس نظام میں ایسی عادلانہ ترامیم فرمادیں کہ آزاد انسان بھی غلاموں کی تبدیلی حالت پر رشک کھانے لگے۔درج ذیل سطور میں

---

[۳۱] صحیح مسلم= کتاب العتق: باب إِنَّما الولاء لمن أَعتق ، الحدیث: ۱۵۰۴ + صحیح البخاری= کتا ب العتق : باب بیع الولاءِ و هبتهِ ، الحدیث: ۲۳۹۹

[۳۲] مسلم مع شرح النَّووی: ۱/ ۴۹۱، ۲/ ۵۱۔۵۴ ، صحیح البخاری= کتاب العتق و کتاب المکاتب+ المغنی لِإبن قدامة: ۹/ ۳۲۹۔۳۷۳+ سُبُل السَّلام :۴/ ۲۶۷۔۲۸۸+ العدَّة شرح العمدة :۲۸۸۔۳۰۴

پہلے غلام بنانے اور پھر اسلامی ترامیم کا تفصیل سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کے دور اقدس میں قیدیوں کا غلام بنایا جانا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۷٤] ((أَغَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَ هُمْ غَارُّوْنَ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَ سَبٰى ذَرَارِيَّهُمْ وَ اَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ)) [۳۳]

''رسول اللہ ﷺ نے عرب قبیلہ بنو مصطلق پر ان کی بے خبری میں چھاپہ مارا۔ چنانچہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالا، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔اسی روز رسول اللہ ﷺ نے جویریہ رضی اللہ عنہا کو حاصل کیا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۱۷۵] ((وَقَعَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ فِيْ سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَوِ ابْنِ عَمٍّ لَّهٗ فَكَاتَبَتْ عَلٰى نَفْسِهَا وَ كَانَتِ امْرَأَةً مَلَّاحَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: فَجَاءَتْ تَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِتَابَتِهَا ـ فَلَمَّا قَامَتْ عَلَى الْبَابِ فَرَأَيْتُهَا كَرِهْتُ مَكَانَهَا ـ وَ عَرَفْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَرٰى مِنْهَا مِثْلَ الَّذِيْ رَأَيْتُ ـ فَقَالَتْ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ وَ اِنَّمَا كَانَ مِنْ اَمْرِيْ مَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ وَ اِنِّيْ وَقَعْتُ فِيْ سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ـ وَ اِنِّيْ كَاتَبْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَجِئْتُكَ أَسْأَلُكَ فِيْ كِتَابَتِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

((فَهَلْ لَكِ اِلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ؟)) قَالَتْ وَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ :((أُؤَدِّيْ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَ اَتَزَوَّجُكِ قَالَتْ: قَدْ فَعَلْتُ ـ

قَالَتْ فَتَسَامَعَ ــــ تَعْنِي النَّاسُ ــــ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَزَوَّجَ جُوَيْرِيَةَ فَاَرْسَلُوْا مَا فِيْ اَيْدِيْهِمْ مِنَ السَّبْيِ فَأَعْتَقُوْهُمْ ـ وَ قَالُوا اَصْهَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ اَعْظَمَ بَرَكَةً عَلٰى قَوْمِهَا مِنْهَا ـ أُعْتِقَ فِيْ سَبَبِهَا مِائَةُ اَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ)) [۳٤]

---

۳۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۰۱

۳٤ صحیح أبی داوٗد = کتاب العتق: باب فی بیع المکاتب إذا فسخت الکتابة، الحدیث:۳۳۲۷+ مسند احمد :٦/۲۷۷، الحدیث:٤۸۵۷،٤۸۷۵ بشرح احمد شاکر+نیل الأوطار :۸/۵+ ابن هشام: ۲/۲۸۹-۲۹۵، اس حدیث کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

’’سیدہ جویریہ بنت حارث بن مصطلق رضی اللہ عنہا سیدنا ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصے آئیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے آزادی کی رقم ادا کرکے آزادی حاصل کرنے کی بات سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے طے کرلی۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی خوبصورت خاتون تھیں جو نظروں کو بھاتی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ آپ آزادی کی رقم بالاقساط ادا کرنے میں اس کا تعاون کریں۔ جب وہ آکر دروازے پر کھڑی ہوئی تو مجھے اس کا آنا ناگوار گزرا۔ (مبادا آپ اس سے نکاح کرلیں) میں نے پہچان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وہی محسوس کریں گے جو میں نے دیکھا۔ اس نے کہا: ’’یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ہوں۔ میری جو پہلے حالت تھی (کہ ایک سردار کی بیٹی ہوں) وہ آپ پر مخفی نہیں۔ اب میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں چلی گئی ہوں۔ میں نے اس سے آزادی کی رقم ادا کرنے کے بدلے آزادی حاصل کرنے کی بات طے کر لی ہے۔ آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئی ہوں کہ اس رقم کی ادائیگی میں میری معاونت فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تجھے اس سے بہتر صورت نہ بتاؤں؟ وہ کہنے لگی: وہ کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’میں تیری طرف سے رقم ادا کرکے آپ سے شادی کرلوں گا۔ وہ فرمانے لگی: مجھے یہ معاملہ منظور ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: جب لوگوں نے یہ معاملہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے گرفتار شدہ غلاموں کو آزاد کردیا۔ انہوں نے کہا: ’’یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی عورت اپنے قبیلے کے لیے اس قدر برکت والی ثابت ہوئی ہو جس قدر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے مبارک ثابت ہوئیں۔ ان کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو گھرانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۷۶] « مَا زِلْتُ اُحِبُّ بَنِی تَمِیمٍ مُنْذُ ثُلَاثٍ : سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ فِیهِمْ۔ سَمِعْتُهٗ یَقُولُ : هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِی عَلَی الدَّجَّالِ ۔ قَالَ وَ جَآءَ تْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَومِنَا ۔ وَ كَانَتْ

سَبِیَّۃٌ مِّنْھُم عِندَ عَائِشَۃَ فَقَالَ أَعْتِقِیھَا فَإِنَّھَا مِنْ وُلْدِ اِسمَاعِیلَ عَلَیْہِ السَّلاَمِ)) [۳۵]

''میں بنی تمیم کے ساتھ ہمیشہ محبت کرتا رہتا ہوں جب سے میں نے ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے تین باتیں سن رکھی ہیں۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(۱) وہ (بنی تمیم) دجال کے مقابلے میں میری امت کے مضبوط ترین لوگ ہیں۔(۲) ایک دفعہ ان کے صدقات کا مال نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں۔(۳) بنی تمیم کی ایک جنگی قیدی خاتون سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں موجود تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' اس کو آزاد کردیجئے کیونکہ یہ اولاد اسماعیل سے ہے۔''

بنوہوازن کی لونڈیاں اور خلق عظیم کا مظاہرہ:

سیدنا مروان اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۱۷۷]((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، حِینَ جَاءَہٗ وَفْدُ ھَوَازِنُ فَسَئَلُوْہٗ اَنْ یَّرُدَّ اِلَیْھِم اَمْوَالَھُم وَ سَبْیَھُم ۔ فَقَالَ :((مَعِیَ مَن تَرَوْنَ وَ اَحَبُّ الْحَدِیْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُہٗ ۔ فَاخْتَارُوْا إِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ۔ اِمَّا المَالَ وَ اِمَّا السَّبْیَ ۔ وَ قَدْ کُنْتُ اسْتَأْنَیْتُ بِھِمْ)) وَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْتَظَرَھُمْ بِضْعَ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً حِیْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ ۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَھُم اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرُ رَادٍّ اِلَیْھِم اِلَّا إِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ ۔ قَالُوا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْیَنَا۔

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّاسِ۔ فَأَثْنٰی عَلَی اللّٰہِ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ۔ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ إِخْوَانَکُم قَدْ جَآؤُوْنَا تَائِبِیْنَ ۔ وَ اِنِّی رَأَیْتُ أَنْ اَرُدَّ اِلَیْھِم سَبْیَھُم فَمَنْ اَحَبَّ مِنْکُمْ اَنْ یُّطَیِّبَ ذَالِکَ فَلْیَفْعَل ۔ وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّکُوْنَ عَلٰی حَظِّہٖ حَتّٰی نُعْطِیَہٗ اِیَّاہُ مِنْ اَوَّلِ مَا یَفِیءُ اللّٰہُ عَلَیْنَا فَلْیَفْعَل۔ فَقَالَ النَّاسُ طَیَّبْنَا ذَالِکَ...................... فَھٰذَا الَّذِیْ بَلَغَنَا عَنْ سَبْیِ ھَوَازِنَ)) [۳۶]

---

[۳۵] صحیح البخاری= کتاب العتق: باب من مَلَکَ مِنَ العَرَبِ رَقِیقًا ...... الحدیث:۲۴۰۵ + صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابۃ : باب من فضائل غفار و أسلم...... ، الحدیث: ۲۵۲۵

[۳۶] صحیح البخاری= کتاب العتق: باب مَنْ مَلَکَ مِنَ العرب رقیقًا فوَھَبَ وَ بَاعَ وَ جَامَعَ وَ فَدیٰ وَسَبَی الذُّرِّیَّۃَ ، الحدیث: ۲۴۰۲ + صحیح أبی داؤد= کتاب الجھاد: باب فی فداءِ الأسیر بالمال، الحدیث: ۲۳۴۲

’’غزوۂ طائف کے بعد قبیلۂ ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اپنے غنیمت میں لٹے ہوئے مال اور قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’ میرے پاس جو لوگ ہیں انہیں تم دیکھ ہی رہے ہو اور مجھے سچی بات زیادہ پسند ہے۔ لہٰذا تم دو چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرلو۔ قیدی یا مال ۔ میں نے تو قیدیوں کو تقسیم کرنے میں اسی لیے تاخیر کی(کہ شاید تم آجاؤ)۔آپ نے طائف سے واپسی پر (جعرانہ کے مقام پر) سترہ(۱۷) روز انتظار فرمایا۔ (مال غنیمت تقسیم نہیں کیا) ۔جب ان کے سامنے یہ بات واضح ہوگئی کہ دونوں میں سے کوئی ایک چیز ہی واپس ہوگی تو وفد ہوازن نے عرض کیا:’’ ہم اپنے قیدی واپس لینا چاہیں گے۔‘‘ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تمہارے بھائی ہوازن قبیلہ کے لوگ ہمارے پاس تائب اور مسلمان ہوکر آ گئے ہیں۔ میں نے ان کے تمام قیدی واپس کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ لہٰذا جو شخص دل کی خوشی سے ایسا کرنا چاہے تو کردے۔ اور جو یہ پسند کرتا ہو کہ اپنے حصہ پر قائم رہے حتی کہ ہم اس کو اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والے سب سے پہلے مال غنیمت میں سے اس کا بدل عطا کردیں۔تو وہ ایسا بھی کرسکتا ہے ۔اس پر تمام لوگوں نے عرض کیا۔ ہم دل کی خوشی سے قیدیوں کی واپسی کا فیصلہ قبول کرتے ہیں۔............ قبیلۂ ہوازن کے بارے میں ہمیں یہی خبر موصول ہوئی ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① ’’ السَّبْیُ ‘‘ کا معنی جنگی قیدی ہے ، اس کی جمع ’’ سَبَایَا‘‘ ہے۔ یہ لفظ باب ’’سَبٰی یَسْبِی سَبْیًا‘‘ سے تعلق رکھتا ہے۔بنی مصطلق عرب کے بنی خزاعہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا غزوۂ بنی مصطلق والی حدیث کے صریح الفاظ ہیں:[۱۱۷۸] ((سَبٰی ذَرَارِیَّهُمْ)) اور ((وَ اَصَابَ یَوْمَئِذٍ جُوَیْرِیَةَ)) (ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا............ اور......’’سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بھی اسی روز رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوئیں) ۔‘‘ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو جنگی قیدیوں کے بارے چار اختیارات حاصل ہیں(۱) قتل کرنا(۲) غلام بنانا(۳) تاوانِ جنگ لے کر آزاد کرنا(۴) فدیہ لیے بغیر فقط احسان اور نیکی کے طور پر آزاد کردینا۔

لیکن جنگی قیدی اگر نابالغ بچے اور عورتیں ہوں تو قتل کے سوا باقی تین اختیارات حاصل ہونگے۔

۲) عرب وعجم دونوں قوموں کے قیدیوں کو غلام بنایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بنی مصطلق اور بنی ہوازن عرب قبائل ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ نے غلام بنایا اور فتح مکہ کے روز آپ نے اہل مکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

[۱۱۷۹] ((اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ)) [۳۷] ''جاؤ تم آزاد ہو۔''

اس حکم کے ختم ہونے یا صرف اہل مکہ کے لیے خاص ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ سیدنا ابو بکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سمیت اکثر صحابہ کرام اور علماء امت کا یہی موقف ہے۔ البتہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور بعض علماء کرام اہل عرب کو غلام بنانے کے قائل نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لَا اَذْهَبُ اِلٰی قَوْلِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَیْسَ عَلٰی عَرَبِیٍّ مِلْكٌ وَ قَدْ سَبَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَرَبِ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عَلِیٌّ۔" [۳۸]

''میں تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موقف کو اختیار نہیں کرتا کہ کسی عربی پر ملکیت نہیں ہوسکتی۔ جبکہ نبی ﷺ سیدنا ابو بکر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے بہت سے عربوں کو غلام بنایا۔''

۳) سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا نکاح ایک عظیم الشان حکیمانہ تدبیر تھی۔ جس کی بدولت عرب کے ایک طاقتور قبیلہ کے ایک سو گھرانوں کو آزادی کی نعمت نصیب ہوئی۔ جس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے اسلام کے جانثار اور وفادار سپاہی بن گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اکثر شادیوں میں یہی حکمت آموز مصلحت کارفرما تھی۔ جس کے ثمرات اور برکات سے ایک عالم نے فائدہ اٹھایا۔

۴) قبیلۂ بنی ہوازن کے واقعہ میں قیدیوں کی بلا معاوضہ واپسی کے لیے صحابہ کے اظہار رضا مندی کے بعد نبی ﷺ نے لوگوں کو اپنے ناظمین امور کے ذریعہ قطعی فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے درج ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں(۱) ناظمین امور کا تقرر جائز ہے۔(۲) انتظامی سہولت کے لیے یہ مؤثر طریقہ ہے۔(۳)رضا مندی کا اظہار محض

---

[۳۷] سیرة ابن هشام :۲/ ۴۱۲ + مختصر سیرة الرَّسول: ۵۴۳ + سُبُل السَّلام:۴/ ۱۰۸

[۳۸] سُبُل السَّلام: ۴/ ۹۰

جذباتی نہیں بلکہ غور وفکر پر مبنی ہونا ضروری ہے۔[۳۹]

اسلام میں غلاموں کے حقوق:

فاتح اقوام کے لیے شکست خوردہ قوموں کے جنگی قیدیوں کو غلام بنا لینے کا مسلمہ حق رکھنے کے باوجود اسلام نے ایک طرف تو اس کے ذرائع اور اسباب کو نہایت محدود رکھا۔ دوسری طرف غلاموں کو آزاد کرنے کے بہت سے بھلائی کے دروازے کھول دیئے۔ ان کے ساتھ نیکی و احسان اور حسن سلوک کو بہت بڑی عبادت کا درجہ عطا کیا۔ ذیل میں غلاموں کے چند حقوق و فرائض کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ نیکی واحسان:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۱۸۰] ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝﴾ [النّساء= ٤ : ٣٦]

”اور اللہ تعالیٰ کی خالص عبات کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اسی طرح قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور قریبی اور غیر قریبی ہمسایہ کے ساتھ ، اپنے رفیق، ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور خود پسند ہیں۔“

۲۔ [۱۱۸۱] هُمْ (العَبِيْدُ) إِخْوَانُكُمْ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”غلام تمہارے بھائی ہیں۔ (لہٰذا انہیں بھائی ہی سمجھو انہیں حقیر اور اپنے سے کمتر مت سمجھو۔“

۳۔ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ:

ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے قبضے اور ملکیت میں دیا ہے۔ (یعنی غلاموں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت تصور کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرو۔)

---

[۳۹] شرح النَّووى: ٢ / ٩٣، ٩٤ + معالم السُّنن: ٤ / ٢٤۔٢٧ + سُبُل السَّلام ٤ / ٩٠ + نيل الأوطار: ٨ / ٤۔٨

۴۔ فَأَطۡعِمُوۡهُمۡ مِمَّا تأكُلُونَ:

جو خود کھاتے ہو اسی میں سے ان کو کھلاؤ۔

۵۔ وأَلۡبِسُوۡهُمۡ مِمَّا تَلۡبِسُوۡنَ:

جیسا خود پہنتے ہو ویسا ہی ان کو پہناؤ(یعنی خوراک اور لباس میں اپنے حقیقی بھائیوں کی طرح غلاموں کے ساتھ مساوات کوملحوظ رکھو اور ان کی تحقیر اور تذلیل مت کرو۔)

۶۔ وَ لا تُكَلِّفُوۡهُمۡ مَا يَغۡلِبُهُمۡ:

ان کی طاقت اور ہمت سے زیادہ ان کوکسی کام کے لیے مکلّف نہ ٹھہراؤ۔

۷۔ فَإِن كَلَّفۡتُمُوۡهُم فَأَعِيۡنُوۡهُمۡ : [۴۰]

اگر(شدید ضرورت میں) ایسا کروتو خود بھی اس میں ان کی معاونت کرو۔

۸۔ حقارت آمیز الفاظ کی ممانعت :

رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے لیے حقارت آمیز الفاظ استعمال کرنے سے منع فرمایا۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۲] ((لَا يَقُوۡلَنَّ اَحَدُ كُمۡ عَبۡدِیۡ وَ اَمَتِی كُلُّكُمۡ عَبِيۡدُ اللّٰهِ وَ كُلُّ نِسَاءِكُمۡ اِمَاءُ اللّٰهِ وَ لٰكِنۡ لِّيَقُلۡ غُلَامِیۡ وَ جَارِيَتِی وَ فَتَایَ وَ فَتَاتِیۡ)) [۴۱]

’’تم میں سے کوئی اپنے غلام کو’’ میرے غلام او رمیری لونڈی‘‘ مت کہے ۔تم سب مرد اللہ کے غلام اورتم سب عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہو۔ بلکہ’’ میرے بچے ، میری بچی اور میرے بیٹے اور میری بیٹی‘‘ وغیرہ کے الفاظ استعمال کرے۔‘‘

۹۔ لونڈی کی تعلیم وتربیت اور آزادی و نکاح :

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۳] ((مَنۡ كَانَتۡ لَهٗ جَارِيَةٌ فَعَلَّمَهَا فَأَحۡسَنَ اِلَيۡهَا ثُمَّ أَعۡتَقَهَا و تَزَوَّجَهَا كَانَ لَهٗ

---

[۴۰] صحيح مسلم= كتاب الأيمان: باب إطعام المملوك مِمَّا يَأۡكُلُ وَالباسهٖ مِمَّا يلبس وَ لا يُكَلِّفُهٗ مَا يَغۡلِبُهٗ ، الحديث: ۱۶۶۱+ صحيح البخارى= كتاب العتق: باب قول النَّبیّ صلَّى الله عليه وسلَّم العَبِيۡدُ إِخوَانُكُم فَأَطعِمُوۡهُم مِمَّا تأكُلُوۡنَ ، الحديث: ۲۴۰۷

[۴۱] صحيح مسلم= كتاب الألفاظ مِنَ الأدب وغيرها : باب حكم اطلاق لفظة العبد وَالأمةِ وَالمولیٰ وَالسَّيّد، الحديث: ۲۲۴۹+ صحيح البخارى= كتاب العتق: باب كراهية التَّطاول على الرَّقيق و قوله عبدى أَو أَمَتِی ، الحديث: ۲۳۱۴

اَجْرَانِ)) [۴۲]

"جس کے پاس کوئی لونڈی ہو، وہ اس کا خرچہ برداشت کرے پھر اس کے ساتھ حسن سلوک برتے پھر اسے آزاد کر کے نکاح کر لے تو اسے دہرا اجر وثواب ہوگا۔"

۱۰۔ غلام کے لیے دہرا اجر وثواب :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸٤]((اَلْعَبْدُ اِذَا نَصَحَ سَيِّدَهٗ وَ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ)) [۴۳]

"غلام جب اپنے مالک کا خیر خواہ ہو اور اپنے رب تعالیٰ کی اچھے طریقے سے عبادت کرے تو اس کو بھی دہرا اجر وثواب حاصل ہوگا۔ (یعنی ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور ایک مالک کی خدمت کا۔)

۱۱۔ غلام کو ناکردہ گناہ پر سزا کا کفارہ :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۵] ((مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَم يَأْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ)) [۴۴]

"جو مالک اپنے غلام کو نہ کردہ گناہ پر کوئی سزا دے یا اسے طمانچہ رسید کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔"

۱۲۔ ایک غلام کو مارنے والے آقا کو رسول اللہ ﷺ کی سرزنش:

ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ اپنے ایک غلام کو چھڑی سے مار رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے تنبیہاً فرمایا:

[۱۱۸٦]((اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ ! اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ ـ قَالَ: فَقُلْتُ : لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا)) [۴۵]

"یاد رکھو اے ابومسعود ! اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس غلام

---

[۴۲] صحيح البخاري= كتاب العتق : باب مَن أَدَّب جاريتهٗ وَ عَلَّمَهَا ، الحديث: ٢٤٠٦

[۴۳] صحيح البخاري= كتاب العتق : باب العبد اذا أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَ نَصَحَ سَيِّدَهٗ ، الحديث: ٢٤٠٨ + صحيح مسلم= كتاب الأيمان : باب ثواب العبد وَاَجْرِهٖ اِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَ أَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ، الحديث: ١٦٦٤

[۴۴] صحيح مسلم= كتاب الأيمان : باب صحبة المماليك وَ كَفَّارة مَن لَطَمَ عَبْدَهٗ ، الحديث: ١٦٥٧

[۴۵] صحيح مسلم= كتاب الأيمان : باب صحبة المماليك وَكَفَّارَةِ مَن لَطَمَ عَبْدَهٗ ، الحديث: ١٦٥٩

پر ہو۔تو میں نے عرض کیا: میں آج کے بعد کسی غلام کو ہرگز نہیں مارونگا۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ! وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔ (یعنی میں اس کو آزاد کرتا ہوں) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

[۱۱۸۷]« اَمَا لَوْ لَمْ تَفعَلْ لَلَفحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّار »[۴۶]

''اگر تم اسے آزاد نہ کرتے تو آگ تمہیں جھلسا دیتی یا آگ تجھے چھو لیتی۔''

۱۳۔ نیک غلام اور سیدنا ابو ہریرہ کی خواہش:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۸۸] « لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الصَّالِحِ اَجْرَانِ (فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ)وَالَّذِىْ نَفْسِى بِيَدِهٖ لَو لَا الجِهَادُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَ بِرُّ اُمِّى لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَ اَنَا مَمْلُوكٌ »[۴۷]

''نیک اور خیر خواہ مملوک غلام کو دہرا اجر حاصل ہو گا۔ (تو یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:) اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور والدہ کی خدمت (کے دینی مشاغل) نہ ہوتے تو میں غلام کی حیثیت سے مرنے کو ترجیح دیتا۔''

۱۴۔آزادی کا پروانہ دینے کے فضائل:

اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لیے بہت زیادہ بھلائی کے دروازے کھولے ہیں اور اس پر عظیم الشان اجر وثواب کا وعدہ دے کر غلامی کے وجود کو تقریباً ختم کردیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۸۹]﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَO وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ O فَكُّ رَقَبَةٍO ﴾

[البلد= ۹۰: ۱۱-۱۳]

''پس انسان نے گھاٹی عبور نہ کی اور تجھے کیا معلوم وہ گھاٹی کیا ہے؟ وہ گردن کا آزاد کرنا ہے۔''

[۱۱۹۰] ﴿ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ ﴾[التَّوبة=۹: ۶۰]

''(صدقات کا مال) گردنوں کے آزاد کرانے اور مقروض کے لئے بھی ہے۔''

---

[۴۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۸۶

[۴۷] صحیح البخاری= کتاب العتق: باب العبد إذا أحسن عبادة رَبِّهٖ ونَصَحَ سَيِّدَهٗ ، الحديث: ۲۴۱۰+ صحیح مسلم = کتاب الإيمان : باب ثواب العبد وأجره إذا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَاَحْسَنَ عِبَادَةِ اللّٰهِ ، الحديث: ۱۶۶۵

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۹۱]« مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّسْلِمَةً أَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهُ بِفَرْجِهٖ »[۴۸]

''جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلے اس کا ہر عضو جہنم سے آزاد کردے گا۔حتیٰ کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ کو (بھی آزاد کردے گا)۔''

۱۵۔آزادی کی رقم ادا کرنے اور آزادی حاصل کرنے کا حق:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۹۲]﴿ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اٰتٰكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ ﴾[النُّور=۲۴:۳۳]

''تمہارے غلام یا لونڈیاں آزادی کی رقم ادا کرکے آزاد ہونا چاہیں تو انکو یہ آسانی فراہم کردو۔اگرتم ان میں خیر دیکھو اور اللہ کے عطا کردہ مال میں سے ان کو بھی دیا کرو اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور مت کرو۔جبکہ وہ پاکدامن رہنا چاہیں۔تاکہ دنیاوی زندگی کا سامان واسباب اکٹھا کرلو۔''

اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام کے نزدیک غلام یا لونڈی کے مطالبے پر اسے آزادی کی رقم ادا کردینے کے بعد آزادی کا حق دینا واجب ہے۔لہٰذا ہر غلام اور لونڈی پر آزادی کا معاوضہ ادا کرنے سے مکمل آزادی حاصل کرلینے کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔''[۴۹]

۱۶۔آزاد کئے گئے غلام کے چھوڑے ہوئے مال کا حق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۱۹۳]« اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ »[۵۰] ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی غلام کو آزاد کرے گا وہی اس کی آزادی کا مالک ہوگا۔

---

۴۸ صحیح البخاری= کتاب کفّارات الأیمان: باب قول اللّٰه تعالیٰ ﴿ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ﴾ [المائدة=۵:۸۹] وَ اَیُّ الرِّقَاب أَزکیٰ، الحدیث: ۶۳۳۷+صحیح مسلم= کتاب العتق باب فضل العتق، الحدیث: ۱۵۰۹

۴۹ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب العتق، الحدیث: ۲۴۲۱-۲۴۲۶+تفسیر القرطبی: ۱۸/۱۶۲

۵۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۱۷۳

[۱۱۹۴] ((وَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الْوَلَآءِ وَهِبَتِهٖ)) [۵۱]

''رسول اللہ ﷺ نے حق ولاء کوکسی کے ہاں فروخت کرنے اوراس کوہبہ کرنے (تحفہ کے طور پر دینے) سے بھی منع فرمایا۔''

۱۷۔ حق ولاء اور نسبی قرابت:

[۱۱۹۵] ((اَلْوَلَآءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَ لَا يُوْهَبُ)) [۵۲]

''آزاد کردہ غلام پر ولآء کا حق نسبی قرابت کی مثل ہے۔ اس کوفروخت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی وہ ہبہ ہوسکتا ہے۔''

۱۸۔ ماں بن جانے والی لونڈی کے لیے پروانۂ آزادی:

سیدنا عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

[۱۱۹۶] ((مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّ لَا دِيْنَارًا وَّ لَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَلَا شَيْئًا اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَآءَ وَ سَلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً)) [۵۳]

''رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت دنیا میں کوئی ترکہ: نہ درہم ، نہ دینار ، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کوئی دوسری چیز ہی چھوڑی ہے۔ آپ کی سفید خچر، جہادی اسلحہ اور خیبر کی زمین کے علاوہ ...... وہ زمین بھی آپ ﷺ نے فی سبیل اللہ صدقہ کردی تھی۔ (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی ام ولد لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا آپ کی وفات کے ساتھ ہی آزاد ہوگئی۔) [۵۴]

۱۹۔ آزادی اور قرابت کا حق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[۵۱] صحیح البخاری= کتاب العتق: باب بیع الولاءِ وَهِبَتِهٖ ، الحدیث: ۲۳۹۸+ صحیح مسلم=کتاب العتق : باب النَّهِیِ عن بیع الولاءِ وَهِبَتِهٖ ، الحدیث: ۱۵۰۶

[۵۲] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان= کتاب البیوع: باب البیع المنهٰی عنه / ذکر العِلَّة الّتی من أَجلهَا نُهِیَ عَنْ بَیْعِ الولاءِ وَ عَنْ هِبَتِهٖ ، الحدیث: ۴۹۵۰ (۱/۳۲۵) بتحقیق شعیب الأَرناؤوط + المستدرك علٰی الصَّحیحَین = کتاب الفرآئض ، الحدیث: ۷۹۹(۴/۳۷۹) بتحقیق عبد القادر الأَرناؤوط + مسند الشّافعی = کتاب العتق:باب فی المکاتب وَ الولاء۔اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ، الحدیث: ۴۹۵۰+ سُبُل السَّلام :۴/۳۷۸

[۵۳] صحیح البخاری= کتاب الوصایا: باب الوصایا و قول النَّبیِّ صلَّی اللّٰهُ عَلیه وسلَّم ((وصیَّة الرَّجل مکتوبة)) عنده ، الحدیث: ۲۵۸۸

[۵۴] سُبُل السَّلام: ۴/۲۸۷

[۱۱۹۷] ((لَا یَجْزِی وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ یَّجِدَهٗ مَمْلُوْکًا فَیَشْتَرِیَهٗ فَیُعْتِقَهٗ))[۵۵]

''کوئی بچہ اپنے والد کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کرسکتا الا یہ کہ وہ اسے غلامی کی حالت میں پائے اور خرید کر آزاد کر ڈالے۔''

اکثر علماء اسلام کے نزدیک آباؤ اجداد، بیٹوں اور پوتوں کو خرید لینے سے وہ خریدنے والے مالک کی طرف سے آزاد کیے بغیر خود بخود ہی آزاد ہو جائینگے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اسی طرح بھائیوں اور بہنوں کو خرید لینے سے بھی خود بخود آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہر قریبی محرم کو خریدنے سے آزادی خود بخود مل جاتی ہے۔[۵۶]

۲۰۔ بعض گناہوں کے کفاروں کی صورت میں آزادی:

غلام کی آزادی کو درج ذیل گناہوں میں کفارہ کی حیثیت سے سرفہرست رکھا گیا۔ تاکہ دنیا میں موجود تمام غلام بالآخر آزادی کی نعمت سے فیض یاب ہو جائیں۔

1. قتل خطاء کا کفارہ ایک مومن کی گردن کو آزاد کرنا مقرر کیا گیا ہے۔[النِّسا=٤:٩٢]
2. قسم توڑنے کا کفارہ ایک گردن آزاد کرانے کو ٹھہرایا گیا۔[المائدة=٥:٨٩]
3. ظہار کر بیٹھنے (یعنی بیوی کو ماں کہہ دینے) کا کفارہ بیوی کو چھونے سے پہلے پہلے ایک گردن آزاد کرنے کو متعین کیا گیا۔[المجادلة=٥٨:٣]
4. رمضان کے روزوں میں روزے کی حالت میں حق زوجیت ادا کر دینے کا کفارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایک گردن کے آزاد کرنے کو مقرر کیا گیا ہے۔[۵۷]

۲۱۔ مدبر غلام کی آزادی:

مدبر وہ غلام ہے جس کو اس کا مالک اپنی موت پر آزادی کا وعدہ دے دے۔ اس عمل کو تَدبِیْرٌ مالک کو مُدَبِّرٌ (اسم فاعل) اور غلام کو مُدَبَّرٌ (اسم مفعول) کہتے ہیں۔ گویا کہ مدبر غلام کا

---

[۵۵] صحیح مسلم= کتاب العتق : باب فضل عتق الوالِد ، الحدیث: ١٥٠١ + صحیح التِّرمذی = أبواب البرِّ والصِّلة: باب ما جاء فی حقِّ الوالدَین، الحدیث: ١٥٥٦ + صحیح ابن ماجة= کتاب الأدب : باب برِّ الوالدَین، الحدیث:٢٩٥٢ + صحیح أبی داؤد= کتاب الأدب : باب فی برِّ الوالدَین ، الحدیث:٤٢٨٣

[۵۶] سبل السَّلام:٤/ ٢٧٤-٢٧٦

[۵۷] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الصَّوم : باب المجامع فی رمضان هل یُطعم أَهلَهٗ مِن الکفّارة اِذَا کَانُوْا محاویج ، الحدیث: ١٨٣٥ + صحیح مسلم = کتاب الصِّیام: باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان......، الحدیث:١١١١

مالک دنیا اور آخرت کے فوائد جمع کر لینے کی تدبیر کر لیتا ہے۔ مدبر غلام کو فروخت کرنے کے جواز و عدم جواز میں علماء کے دو قول ہیں۔ صحیح اور مدلل بات یہ ہے کہ ضرورت کے تحت اس کی بیع جائز ہے۔ جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۱۹۸] ((اَعۡتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبۡدًا لَّهٗ عَنۡ دُبُرٍ (وَ لَمۡ يَكُنۡ لَهٗ مَالٌ غَيۡرُهٗ) فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَبَاعَهٗ))[۵۸]

"سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے ایک (انصاری) شخص نے اپنا ایک غلام اپنی موت پر آزاد کرنے کا اعلان کردیا (اور اس کے پاس کوئی اور مال موجود نہ تھا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلب کر کے فروخت کردیا (تاکہ مالک کی ضرورت پوری ہوجائے۔)

غلاموں کے حقوق اور آزادی دینے کے فضائل کے بارے مفصل اور مدلل مطالعہ کے لیے **ملاحظہ فرمائیں**:

1. تفسير القرطبی:۱۸/۱۵۹۔۱۶۹
2. تفسير ابن كثير: ۳/ ۳۱۱۔۳۱۸
3. صحيح البخاری= كتاب العتق والمكاتب:۱/۳۴۲۔۳۴۹
4. صحيح مسلم= كتاب العتق :۱/۴۹۱۔۴۹۵ و كتاب الإِيمان :۲/۵۱۔۵۴
5. سنن التِّرمذی :۱/۱۴۶،۱۸۶ و ۲/۳۴
6. سُنَن أَبی داؤد :۵/۳۸۳۔۳۲۶
7. سُنَن النِّسائی:۲/۱۵۲
8. المؤطّا لمالك = كتاب العتق وَالمكاتب :۲۲۴۔۲۴۹

اسیرانِ جنگ اور غیر مسلم اقوام:

جنگی قیدیوں کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اور مشفقانہ حسن سلوک اور ان کو غلام بنا لینے کی صورت میں ان کے لیے نہایت عالی قدر حقوق و فرائض کا تعین بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔ اب اس کے بالمقابل غیر مسلم اقوام کا وہ وحشیانہ اور تذلیل و تحقیر پر مبنی سلوک کا مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو وہ شکست خوردہ قوموں کے جنگی قیدیوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں ۔تاکہ جنگی عدل و انصاف اور ظلم و جور میں فرق و امتیاز معلوم کیا جا سکے۔

---

۵۸ صحيح البخاری= كتاب العتق: باب بيع المدبّر ، الحديث: ۲۳۹۷ و كتاب الخصومَات : باب من رَدَّ اَمۡرَ السَّفِيه وَالضَّعِيفِ العقل وَ اِنۡ لَّم يكن حَجَرَ عَلَيه الإِمام، الحديث:۲۲۸۴ + صحيح مسلم= كتاب الزَّكاة : باب الإِبتداءِ فی النَّفقَة بالنَّفس ثُمَّ اَهۡلِهٖ ثُمَّ القرابة ، الحديث: ۹۹۷

غزوۃ الرّجیع میں دس صحابہ پر مشتمل جاسوسی کے لیے جانے والا ایک چھوٹا سا لشکر عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی امارت میں روانہ کیا جاتا ہے۔تو مقام رجیع پر ایک سو(۱۰۰) تیر اندازوں کے ساتھ مقابلہ میں سات صحابہ شہید ہو جاتے ہیں تین صحابہ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ سیدنا زید بن زمعہ رضی اللہ عنہ اور ایک تیسرے شخص کو عہد و امان دے کر گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ پھر بد عہدی اور غداری کرتے ہوئے تیسرے صحابی کو اس وقت شہید کر دیا۔ سیدنا خبیب اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو آہنی زنجیروں میں قید رکھ کر نہایت وحشیانہ اور غیر انسانی سلوک روا رکھا گیا۔ بالآخر مکہ سے باہر وادی '' تنعیم'' میں لے جا کر نہایت اذیت ناک طریقہ سے انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔[۵۹]

عکل اور عرینہ کے کچھ افراد کا مسلمان ہو کر مرتد ہو جانے والا واقعہ صحیح اور متواتر احادیث میں مذکور ہے یہ احسان فراموش اسلام سے مرتد ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ والے اونٹوں کو ہانک لے گئے ۔ ان اونٹوں کے چرواہوں کو ان ظالموں نے گرفتار کر لیا۔ ان کی آنکھیں پھوڑیں، اعضاء کاٹے اور تڑپا تڑپا کر مارا۔ بالآخر یہ ظالم اور سفاک خونخوار درندے گرفتار ہوئے۔ ان کے ساتھ قصاص کے طور پر وہی سلوک کیا گیا ہے۔[۶۰] اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

[۱۱۹۹]﴿ **اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا......** ﴾[المائدة= ۵:۳۳]

'' جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کریں اور زمین میں فساد پھیلائیں ان کی یہی سزا ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔''

جنگ اُوارہ کا مشہور واقعہ ہے کہ منذر بن امراؤ القیس نے بنی شیبان کے جنگی قیدیوں کو'' جبل اُوارہ'' کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرانا شروع کیا ۔نیز اعلان کیا کہ جب تک قیدیوں کا خون بہہ کر پہاڑ کی جڑ تک نہ پہنچ جائے قتل کا سلسلہ منقطع نہ کروں گا ۔بالآخر جب قتل ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوگئی تو اس نے مجبوراً اپنی نذر کو پورا کرنے کیلئے خون پر پانی ڈلوایا جو بہہ کر پہاڑ کی جڑ تک پہنچ گیا۔[۶۱]

---

۵۹ تخریج کے لیے دیکھئے اسی کتاب کا باب :۲۲ ، حاشیہ: ۴۲

۶۰ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۲۱۹

۶۱ ابن اثیر : ۱/ ۴۰۹

امراؤالقیس کا باپ حجر بن حارث قبیلہ بنی اسد پر حملہ آور ہوا۔ فتح یاب ہو کر تمام جنگی قیدیوں کو قتل کرا دیا اور حکم دیا کہ ان کو تلواروں سے نہیں بلکہ ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کیا جائے۔[۶۲]

روم و ایران کے اسیرانِ جنگ:

قدیم رومیوں اور یونانیوں کے نزدیک سب سے زیادہ بدتر اور ذلت آمیز سلوک کی حقدار جنگی قیدیوں کی جماعت تھی ۔ وہ اپنے سوا دوسری قوموں کو وحشی اور درندے تصور کرتے تھے اور ان کے قانون میں اس بدقسمت مخلوق کیلئے قتل یا غلامی کی زنجیروں کے علاوہ کوئی تیسری صورت موجود ہی نہ تھی چنانچہ ارسطو جیسا معلم اخلاق بلا تکلف کہتا ہے کہ غیر یونانی جنگی قیدیوں کو قدرت نے محض غلامی کیلئے پیدا کیا ہے۔[۶۳]

یہی ارسطو دولت حاصل کرنے کے جائز اور معزز طریقے شمار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان قوموں کو غلام بنانے کے لئے جنگ کرنا ہی حصول مال و زر کے معزز طریقوں میں شامل ہے۔جنہیں قدرت نے اسی غرض کے لئے تخلیق فرمایا ہے۔[۶۴]

روم کی طرح ایران میں بھی جنگی قیدی کسی قسم کی رعائت یا انسانی حقوق کے مستحق نہ تھے۔ معمولی قیدی تو درکنار خود قیصر روم ”والیریان“ جب شاہ پوراوّل کے ہاتھ قید ہوا تو اسے پابند سلاسل کر کے شہر میں گشت کرایا گیا۔ عمر بھر اس سے غلاموں کی طرح خدمت لی گئی اور موت کے بعد اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھُس بھر دیا گیا۔[۶۵]

شاہ پور ذُوالاَ کتاف کا واقعہ مشہور ہے کہ بحرین اور الحساء کے اہل عرب جنگی قیدیوں کے متعلق اس نے حکم دیا تھا کہ ان کے شانوں میں سوراخ کر کے ان میں رسیاں پروئی جائیں اور پھر سب کو ملا کر اکٹھا باندھ دیا جائے اسی بناء پر تاریخ میں وہ ” ذُوالْاَکتَاف“ (کندھوں والا) کے لقب سے مشہور ہے۔[۶۶]

فرعونِ مصر اپنی مومنہ بیوی آسیہ رضی اللہ عنہا کے جسم میں محض اللہ پر ایمان لانے کی پاداش میں

---

[۶۲] ابن اثیر: ۱/ ۲۷۶

[۶۳] پولیٹیکس بک، جلد:۱، باب:۶،۲(vi-ii)

[۶۴] ایبد بک، جلد:۱، باب:viii)(۸)

[۶۵] سائکس، جلد:۱

[۶۶] سائکس، جلد:۱

آہنی میخیں ٹھونک کر اسے ہلاک کرنے کی وجہ سے "ذُوُ الْأَوْتَاد" (یعنی میخوں والا) کے سفاکانہ لقب سے مشہور ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: [۱۲۰۰] ﴿وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِo﴾ [الفجر= ۸۹:۱۰] (اور کیا آپ نے نہیں دیکھا تیرے رب نے کیا سلوک کیا) ''فرعون کے ساتھ جو میخوں والا تھا۔'' ۶۷

رسول اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں خسرو پرویز نے (اپنے ایک گورنر) نعمان بن منذر کی حسین و جمیل بیٹی کو جبرًا اپنے شاہی حرم میں داخل کرنا چاہا۔ نعمان بن منذر نے عربی غیرت کی بناء پر اس سے انکار کیا تو خسرو نے '' حیرہ'' کی ریاست کو نعمان کے ہاتھوں سے واپس لینے اور نعمان کو گرفتار کرنے کا حکم صادر کر دیا۔ اس کے نتیجے میں دونوں فریقوں میں " ذُوقَار" کے مقام پر ایک خونریز جنگ برپا ہوئی جس میں دونوں طرف کے ہزاروں افراد قتل ہو گئے۔ ایک بادشاہ کی ناجائز خواہش پر انسانی خون کی ندیاں بہہ گئی۔

مذکورہ بالا تاریخی حقائق اور واقعات کی روشنی میں یہ امر نصف النہار کے سورج کی طرح واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم اقوام وہ جاہلی ہوں یا مہذب و متمدن ان کے ہاں جنگ کی کوئی اخلاقی حدود، جنگ کرنے والوں کے حقوق و فرائض، عین حالت جنگ میں عدل و انصاف، جنگی قیدیوں کے ساتھ منصفانہ انسانی سلوک اور عہد و پیمان کی پاسداری کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ جنگ کا مفہوم صرف اور صرف قتل و غارت، فتنہ و فساد، ظلم و زیادتی، قوت و جبروت کا اظہار اور لوٹ مار کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ جبکہ اسلام نے جہاد فی سبیل اللہ کے مقاصد اور اسلامی جنگ کے عادلانہ اصول و آداب متعین کر کے جنگ جیسی خوفناک چیز کو عالم انسانیت کے لئے عدل و انصاف حق و ہدایت کا سرچشمہ بنا دیا اور ظالم و مظلوم دونوں کے لئے عدل و انصاف کا یکساں میزان ٹھہرایا۔

((................ ❀❀❀❀❀ ....))

۶۷ تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۵۳۹

باب:۲۴

بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ

باغی ،فسادی اور خارجی کے بارے احکام:

لفظ " بُغاۃ " جمع ہے ۔اس کا واحد ''باغی'' ہے۔ اطاعت امام سے کسی کفر بواح کے صادر ہونے کے بغیر نکلنے والا اور بغاوت کرنے والا باغی اور خارجی کہلاتا ہے۔ جن کی جمع بالترتیب بغاۃ اور خوارج ہے۔ چونکہ اجتماعی اور اسلامی زندگی کی بنیاد جماعت اور اطاعت امیر پر ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کے درمیان اخوت ،مودّت ،تنظیم اور اتحاد کے تعلقات اور روابط کو مضبوط رکھنے کے لئے جماعت اور امیر کے باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ قتال فرض کیا گیا۔ تاکہ وہ عدل اور اجتماعی زندگی کی طرف رجوع کرلیں۔ باغیوں سے جنگ کے مخصوص اصول اور آداب ہیں جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۰۱]﴿ وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَO اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ O﴾ [الحجرات=۴۹:۹،۱۰]

''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو پھر اگر ایک جماعت دوسری پر ظلم و زیادتی اور بغاوت کرنے لگے۔ (یعنی حکم الٰہی قبول نہ کرے) تو باغی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کرلے۔ پس اگر وہ حکم الٰہی کو قبول کرلے تو ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف قائم رکھو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ لہٰذا تم اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔''

جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے والا اور نکلنے والا:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۲۰۲]« سَیَخْرُجُ قَوْمٌ فِی آخِرِ الزَّمَانِ اَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْأَحْلَامِ یَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَا یُجَاوِزُ اِیْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ كَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ فَاَیْنَمَا لَقِیْتُمُوْهُمْ فَا قْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِیْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ »[1]

”عنقریب آخر زمانے میں نوعمر بیوقوف لوگوں کا گروہ نکلے گا جو کائنات میں سے سب سے بہترین ہستی کے کلام (قرآن اور حدیث) سے بات کرینگے، ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہ بڑھا ہوگا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جس طرح تیر اپنے نشانہ سے پار ہو جاتا ہے۔ تم جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر ڈالو۔ بلاشبہ روز قیامت ان کے قاتل کے لئے اجر و ثواب ہوگا۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۰۳] « یَكُوْنُ فِی اُمَّتِیْ فِرْقَتَیْنِ فَیَخْرُجُ مِنْ بَیْنِهِمَا مَارِقَةٌ یَلِیْ قَتْلَهُمْ اَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ »[2]

”میری امت دو فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی پھر انکے درمیان میں سے ایک گروہ نکلے گا جس کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے سب سے زیادہ قریب ہوگی۔“

[۱۲۰۴]« فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ هِیَ جَمِیْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّیْفِ كَائِنًا مَّنْ كَانَ »[3]

”جو شخص اس امت کے متحدہ اور یکجہتی والے معاملے (یعنی خلافت و امارت) میں پھوٹ پیدا کرنا چاہے اس کو تلوار کے ساتھ اڑا دو خواہ کوئی بھی ہو۔“

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

---

[1] صحیح البخاری= کتاب استتابة المرتدّین والمعاندین: باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجّة علیهم، الحدیث:۶۵۳۱+صحیح مسلم= کتاب الزّكٰوة : باب التّحریض علٰی قتل الخوارج،الحدیث:۱۰۶۶۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[2] صحیح مسلم= کتاب الزّكٰوة : باب ذکر الخوارج وصفاتهم، الحدیث:۱۰۶۵

[3] صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب حکم من فرَّقَ امْرَ الْمسلمین وَ هُوَ مجتمع، الحدیث:۱۸۵۲+صحیح أبی داؤد=کتاب السُّنَّة: باب فی قتل الخوارج ، الحدیث: ۳۹۸۴+صحیح البخاری= کتاب الدِّیات: باب النَّفس بالنَّفس والعَین بالعَین......، الحدیث:۶۴۸۴

[۱۲۰۵] ((مَنْ اَتَاکُمْ وَاَمْرُکُم جَمِیعٌ عَلٰی رَجُلٍ وَّاحِدٍ یُرِیْدُ اَن یَّشُقَّ عَصَاکُمْ اَوْ یُفَرِّقَ جَمَاعَتَکُمْ فَاقْتُلُوْہُ)) [۴]

''جب تمہارا اجتماعی معاملہ ایک شخص کی قیادت پر متفق ہو اور کوئی شخص آ کر تمہاری متحدہ لاٹھی (یعنی قوت) کو توڑنا چاہے اور جماعت میں تفریق ڈالے تو اسے قتل کر ڈالو۔''

ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۰۶] ((اِذَا بُوِیعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الآخَرَ مِنْھُمَا)) [۵]

''جب دو خلیفوں کی بیعت لی جائے تو آخر والے (جو متفقہ امیر اور خلیفہ کے بعد بیعت لے رہا ہے) کو قتل کر دو (کیونکہ وہ ایک متحد اور متفق جماعت میں تفرقہ اور انتشار کا ذمہ دار ہے)

مذکورہ بالا آیات اور احادیث سے معلوم ہوا:

① سورۃ الحجرات کی مذکورہ بالا آیات کے شان نزول میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح قول جسے امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے شان رسالت میں جب گستاخی کی۔ اس پر انصار اور عبد اللہ بن اُبی کی قوم کے درمیان مکوں، جوتوں اور چھڑیوں کا تبادلہ ہوا اور اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

② باہم لڑنے والی دونوں مسلم جماعتیں اگر گمراہی، بغاوت یا جاہلی عصبیت پر جنگ کر رہی ہوں تو ایسے قتال میں شرکت اور کسی ایک کی نصرت و حمائت حرام ہوگی۔ البتہ ان کے درمیان صلح کرانا اور قرآن و سنت پر فیصلہ کی دعوت دینا واجب ہے۔ اگر دونوں انکاری ہوں تو ان کے ساتھ قتال کر کے فتنہ و فساد کی آگ بجھانا ضروری ہو گا۔ کیونکہ یہ اندھا اور گہرا فتنہ ہے۔ اس میں قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ [۶]

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۰۷] ((سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُہٗ کُفْرٌ)) [۷]

---

[۴] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب حکم من فرّق أَمرَ المسلمین وھو مجتَمِع ، الحدیث:۱۸۵۲

[۵] صحیح مسلم= کتاب الإمارة باب إذا بویع لخلیفتَین، الحدیث: ۱۸۵۳

[۶] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الصُّلح : باب ما جاء فی الإصلاح بین النَّاس......، الحدیث:۲۷۰۵

[۷] صحیح البخاری= کتاب الفِتَن : باب قول النَّبیّ ﷺ ((لَا ترجَعوا بَعْدِی کفَّارًا یضرِبُ بعضکم رِقَاب بعضٍ))، الحدیث: ۶۶۶۵ + صحیح مسلم= کتاب الإیمان: باب قول النَّبیّ ﷺ :((سباب المسلم فَسُوقٌ وَ قِتَالُہٗ کُفْرٌ)) الحدیث: ٦٤

’’مسلمان کو گالی دینا گناہ کا کام ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔‘‘

نیز فرمایا:

[۱۲۰۸]‹‹ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِی كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ›› [8]

’’تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ تم میں سے بعض بعض کی گردن اڑانے لگ جائے۔‘‘

③ اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر ظلم و بغاوت کر رہی ہو تو ایسی صورت میں مظلوم کی نصرت و حمائت کرنا اور ظالم و باغی جماعت کے ساتھ جنگ کرنا فرض ہے۔ یہاں تک کہ وہ ظلم اور بغاوت سے باز آجائے اور تائب ہوجائے۔ پھر ان کے درمیان اپنے معاملات کی اصلاح بمطابق قرآن و سنت ضروری ہے۔ جن کی وجہ سے جھگڑا ہوا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے: ’’دونوں کے درمیان صلح کرادو۔‘‘ [الحجرات=۴۹:۹]

اگر دونوں جماعتوں میں شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کی وجہ سے جنگ برپا ہوجائے اور حق کسی طرف بھی واضح نہ ہو تو دلائل کے ساتھ شبہات کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ اگر اس کے باوجود دونوں گروہ حق قبول کرنے سے انکار کریں۔ منہ موڑیں تکبر وغرور کا راستہ اختیار کریں تو یہ اندھا فتنہ ہوگا۔ جو فرمان رسول ﷺ: ’’میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جاؤ۔‘‘ کے مصداق کفر کی حدود میں داخل کر دے گا۔‘‘ [9]

④ سورۃ الحجرات کے الفاظ: [۱۲۰۹] ﴿ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي ﴾ ’’پس تم قتال کرو اس سے جو زیادتی کررہی ہے۔‘‘ [الحجرات=۴۹:۹] سے معلوم ہوتا ہے کہ باغی جماعت کے ساتھ حق بات قبول کرنے تک جنگ فرض ہے۔ وہ امام کے خلاف خروج اور بغاوت کی مرتکب ہو یا کسی فرد اور جماعت کے خلاف۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۰]‹‹ قِتَالُ الْمُؤْمِنِ كُفْرٌ ›› ’’مومن کو قتل کرنا کفر ہے۔‘‘ [10]

اس صورت میں مومن کو قتل کرنے سے مراد فرمانبردار مومن کا قتل ہے باغی اور سرکش مومن

---

8. صحيح البخاری= كتاب الفِتَن : باب قول النَّبیِّ ﷺ :((لَا تَرْجِعُوا بعدی كفّارًا يضرب بعضكم رقاب بعض)) الحديث، ٦٦٦٦ + صحيح مسلم= كتاب الإيمان : باب بَيَان معنٰى قول النَّبی ﷺ ((لَا تَرْجِعُوا بعدی كفّارًا))، الحديث:٦٦

9. القرطبی:١٦/٢٠٨ +شرح النَّووی:٢/٣٨٩، ٣٩٠ + تفسير ابن كثير:٤/٢٢٢، ٢٢٣ + سُبُل السَّلام :٣/٥٢١-٥٢٤ + نيل الأوطار:٧/١٦٦=١٧٢ + نيل المرام لصديق حسن :٣١٧، ٣١٨

10. تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ١٢٠٧

کو قتل کرنا کفر نہیں ہوگا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۲۱۱]((اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ))[۱۱] ''قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔''

اس حدیث سے بھی مراد یہ ہے کہ جب قاتل اور مقتول باغی ہوں۔ جاہلی عصبیت اور اندھے فتنے میں مبتلا ہوکر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں ۔ اس سے وہ قاتل مراد نہیں ہوگا جو حق کی مدد کرے اور خارجیوں اور باغیوں کے ساتھ جنگ کرے ۔صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بارے اتفاق اور اجماع ہے۔[۱۲]

⑤ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ کے الفاظ: [۱۲۱۲] ﴿ حتی تَفِيٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ باغی جماعت جب حق قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوجائے تو ان سے ہاتھ روکنا ضروری ہوجائے گا۔ علاوہ ازیں کافروں کے ساتھ جنگ اور باغیوں کے خلاف جنگ میں درج ذیل چند باتوں میں فرق ہے۔ جن کا ملحوظ رکھنا لازمی اور ضروری ہے۔

① کسی پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے باغی کو قتل نہ کیا جائے۔

② کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے۔

③ ہتھیار پھینک دینے والے اور دروازہ بند کر لینے والے کو امن وامان دیا جائے۔

④ باغیوں کے مال کو غنیمت نہ بنایا جائے۔

⑤ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔[۱۳]

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۳]((لَا يُجْهَزُ عَلٰى جَرِيْحِهَا وَلَا يُقْتَلُ اَسِيْرُهَا وَلَا يُطْلَبُ هَارِبُهَا وَلَا يُقْسَمُ فَيْؤُهَا))[۱۴]

''باغیوں کے زخمیوں پر حملہ نہ کیا جائے، قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کیا جائے اور باغیوں کے مال کو مال غنیمت کے طور پر تقسیم نہ کیا جائے۔'' (علاوہ ازیں

---

[۱۱] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹۸۱

[۱۲] القرطبی: ۱۶/ ۲۰۸ + شرح النّووی: ۲/ ۳۸۹، ۱/ ۳۴۲ + فتح الباری: ۱۲/ ۲۳۳-۲۳۵

[۱۳] نیل الأوطار: ۷/ ۱۷۹ + تفسیر: ۱۶/ ۲۰۸

ان کے بچوں اور عورتوں کو کفار کی طرح قیدی اور غلام نہ بنایا جائے۔)

⑥ اطاعت امیر سے نکلنا کبیرہ گناہ ہے لیکن کفر نہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ہے:

[۱۲۱٤] ﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا...... ﴾ [الحجرات=۹:٤۹]

''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں......''

گویا اس آیت میں ان دو لڑنے والی جماعتوں کو مومن کہا گیا ہے۔اس لئے اہل حق اور اہل بغاوت دونوں جماعتوں کے ساتھ اہل اسلام کا معاملہ کرنا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا آداب اسی بنیادی نظریہ کی چند شقیں ہیں۔تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ اس موجودہ زمانہ کے مصنف فضیلۃ الشیخ السید سابق رحمہ اللہ نے اسلامی جہاد کو محض دفاعی جنگ ثابت کرنے کی لاحاصل اورناتمام کوشش میں ان تمام مذکورہ بالا شقوں: قیدی کو قتل نہ کرنے ، مالوں کو تقسیم نہ کرنے ، وغیرہ کو قتال بالکفار کے آداب و اصول میں شامل کر دیا ہے۔[۱۵] یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دے دی ہو کہ انہوں نے موت سے قبل اس مؤقف سے رجوع کر لیا ہو۔

⑦ ''اس جماعت سے لڑو جو زیادتی کر رہی ہے'' اس حکم کے تحت اگرچہ باغیوں سے جنگ کرنا ایک شرعی فریضہ ہے۔لیکن دلوں میں محبت و الفت پیدا کرنے کیلئے اسے مصلحت کے طور پر متروک ، ملتوی اور مؤخر رکھا جا سکتا ہے عبد اللہ بن ذی الخویصرۃ تمیمی والی حدیث کی بناء پر۔جس میں اس نے کہا تھا:

[۱۲۱۵]((اِعْدِلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ !فَقَالَ :((وَيْلَكَ وَّ مَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ))فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِئْذَنْ لِیْ فَأَضْرِبَ عُنُقَهٗ۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :((دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا......))[۱٦]

''اللہ کے رسول! انصاف کیجئے'' تو جواباً آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس ہے اگر میں انصاف نہیں کرونگا تو کون انصاف کرے گا ؟سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے

---

[۱٤] كشف الأستار عن زوائد البزّار علَى الكُتُب السِّتَّة = كتاب أَهل البغي:باب كيف قتال البُغَاة، الحديث:۱۸٤۹۔اس روایت کو امام حاکم نے المُستَدرَك عَلَى الصَّحيحَين میں ، امام طبرانی نے المُعجَم الأَوسَط میں اور امام ابن أَبي شيبہ نے المُصَنَّف میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں کوثر بن حکیم ضعیف راوی ہے۔ جبکہ یہ روایت مستدرک حاکم اور ابن أَبي شيبہ کی سند کے ساتھ موقوفاً صحیح ہے۔

[۱۵] فقه السُّنَّة: باب الرَّحمة فِى القتال: ۳/ ۱٦٤

[۱٦] صحيح البخارى= كتاب استتابة المرتدِّين والمعاندين: باب من ترك قتال الخوارج للتَّألُّف وَ لئَلَّا يَنفِرَ النَّاس عنه ، الحديث: ٦۵۳٤+ صحيح مسلم= كتاب الزَّكوٰة: باب ذكر الخوارج و صِفَاتِهم ، الحديث:۱۰٦٤+ فتح البارى : ۱۲/ ۲٤٤۔۲۵۳+ نيل الأَوطار:۷/ ۱۷۲۔۱۷۷

رسول! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اتار دوں ۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کو رہنے دے اس کے کچھ اور ساتھی بھی ہیں۔''

گویا آپ ﷺ نے اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔

⑧ صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں: [۱۲۱٦]﴿ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ﴾ [۱۷] ''جب تم ان کو ملو تو ان کو قتل کردو۔''

اس حدیث میں خارجیوں اور باغیوں کے ساتھ جنگ کرنے کا واضح حکم موجود ہے۔

علماء امت کا اجماع ہے کہ خارجی ، باغی اور تمام اہل بدعت جب خلیفۃ المسلمین کے خلاف بغاوت اختیار کریں تو انہیں اس کے انجام سے ڈراؤ ، حجت پوری کردینے اور حق قبول کرنے کی دعوت کے بعد ان کے ساتھ قتال واجب ہے۔

وہ خروج و بغاوت اختیار نہ کریں تو جنگ نہیں ۔ بلکہ تلقین ونصیحت ، باطل اور غلط عقائد سے توبہ اور حق کی طرف پلٹ آنے کی دعوت ضروری ہوگی ۔ تاہم خارجی اور بدعتی اگر کفریہ عقائد کے حامل ہوں تو ان کے ساتھ کافروں اور مشرکوں کی طرح جہاد واجب ہو گا۔ اور ان پر مرتد ہونے والوں کے تمام احکام نافذ ہونگے۔ [۱۸]

⑨ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام کا مؤقف ہے کہ خارجیوں اور باغیوں کے خلاف جنگ کرنا اور فتنوں میں باغیوں کے خلاف اہل حق کی حمائت کرنا واجب ہے۔ علماء امت کا اس پر اتفاق ہے ۔خلفاء راشدین کا عمل بھی بالکل اس کے مطابق ہے ۔ فتنوں میں صبر کرنے، خلوت اختیار کرنے اور کوشش ترک کر دینے والی صحیح احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ جب دونوں جماعتیں ظالم اور باغی ہوں اور حق کسی کی طرف بھی واضح نہ ہو ۔ کیونکہ یہ جنگ اور لڑائی، اندھے فتنے اور جاہلی تعصب پر مبنی ہوگی۔ وگرنہ تو اہل بغاوت اور باطل پرست اپنی فتنہ وفساد کی شرانگیزیوں سے امت کے اتحاد اور یکجہتی کو پارہ پارہ کر ڈالیں گے۔ اس کے نتیجے میں توحید، اجتماعی عدل و انصاف کے مقاصد کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔ [۱۹]

---

[۱۷] کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۲۰۲

[۱۸] شرح النَّووی: ۲/۳٤۲+القرطبی:۱٦/۲۰۸-۲۱۰+ نیل الأَوطار:۷/۱۷۷-۱۸۰+ سُبُل السَّلام:۳/ ۵۲۵،۵۲٦ + فتح الباری: ۱۲/۲۵۲+ مراتب الإِجماع لِإبن حزم :۱۲٤

[۱۹] ملاحظہ ہو فتح الباری:۱۲/۲۳۸-۲٤۲+ شرح النَّووی:۲/۳۸۹+نیل الأَوطار:۷/۱٦٦-۱٦۸+ مراتب الإِجماع لِإبن حزم:۱۲٤-۱۲٦

⑩ خارجیوں، ملحدوں اور باغیوں کے ساتھ حجت پوری کردینے اور اعتراضات کا ازالہ کردینے کے بعد قتال جائز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۷] ﴿ و مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَومًا بَعْدَ اِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَO﴾

[التَّوبة=۹:۱۱۵]

"اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہی میں نہیں ڈالتا جب تک انہیں وہ امور بیان نہ کردے جن سے وہ اجتناب کرینگے۔"

لہٰذا ان کے درمیان صلح کروانا دلیل اور حجت پوری کرنے، شبہات کا ازالہ اور حالات کو درست کرنے کا پہلا مرحلہ ہے۔[20]

⑪ خارجیوں اور باغیوں کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ احادیث واضح معجزات ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جس طرح آنے والے ان حالات کی خبر دی بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوئے ۔ مذکورہ بالا تمام احادیث میں امت مسلمہ کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کی اطلاع ہے۔خارجیوں کے نمودار ہونے کے بعد ان کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا حق کے سب سے قریب ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے والوں کا گروہ باغیوں کا گروہ ہوگا۔ مگر وہ اہل اسلام کا ہوگا، وہ تأویل کرنے والے ہوں گے ۔ اسلام کے حقوق دونوں کو حاصل ہوں گے۔ بالخصوص صحابہ کے عدل وانصاف، عقیدہ و ایمان کی گواہی اورحق و صداقت کو دل و جان سے قبول کرنے کے واضح احکام ومسائل ان احادیث میں موجود ہیں۔[21]

عوام الناس کو خاک وخون میں لت پت کرنے والے دہشت گرد:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۱۸]﴿ اِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِىْ الاَرْضِ

[20] ملاحظہ ہو فتح الباری:۱۲/۲۳۸۔۲۴۰+ شرح النَّووی:۱/۳۴۲

[21] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو القرطبی:۱۶/۲۰۷۔۲۱۲+ تفسیر ابن کثیر:۴/۲۲۲،۲۲۳+فتح الباری: ۱۲/۲۳۸۔۲۵۶+ شرح النَّووی:۱/۳۳۹۔۳۴۳،۲/۱۲۸،۳۸۸۔۳۹۰ + أبو داؤد مع معالم السُّنن:۷/۱۴۸۔۱۵۷+ نیل الأَوطار:۷/۱۶۶۔۱۸۱+ سُبُل السَّلام:۳/۵۲۱۔۵۲۷+ بداية المجتهد:۱/ ۵۵۷۔۵۶۲+ العدَّة شرح العمدة، :۴۸۷۔۴۸۹+ الرَّوضة النَّديَّة:۲/۳۵۸۔۳۶۵+ مراتب الإِجماع لإِبن حزم:۱۲۴۔۱۲۹

فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَ وْ يُصَلَّبُوْآ اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الاَرْضِ ط ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O ﴾

[المائدة=٥:٣٣، ٣٤]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور روئے زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے کے لئے تگ و دو کرتے ہیں ۔ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مختلف اطراف سے (مثلاً داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں) کاٹ دیئے جائیں یا قید کر لئے جائیں یا جلا وطن کئے جائیں ۔ یہ ان کے لیے دنیا کی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے ۔البتہ وہ لوگ جو تمہارے قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ کرلیں تو یہ جان لو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب مغفرت اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[١٢١٩] ((اَنَّ رَهْطًا مِن عُكَلٍ ثَمَانِيَةً ، قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ۔ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اِبْغِنَا رِسْلًا فَقَالَ:((مَا اَجِدُ لَكُمْ اِلَّا اَنْ تَلْحَقُوْا بِالذَّوْدِ)) فَانْطَلَقُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَ اَلْبَانِهَا حَتّٰى صَحُّوْا وَ سَمِنُوْا وَ قَتَلُوْا الرَّاعِيَ وَاسْتَاقُوا الذَّوْدَ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ فَأَتَى الصَّرِيْخُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَبَعَثَ الطَّلَبَ فَمَا تَرَجَّلَ النَّهَارُ حَتّٰى اُتِيَ بِهِمْ فَقَطَّعَ اَيْدِيَهُمْ وَ اَرْجُلَهُمْ ۔ثُمَّ اَمَرَ بِمَسَامِيْرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَ طَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ ۔ يَسْتَسْقُوْنَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتّٰى مَاتُوا ۔ [٢٢]

''بلاشبہ آٹھ افراد کا ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا (اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا) مدینہ کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی۔ انہوں نے کہا : یا رسول اللہ !ہمیں دودھ پلائیں۔آپ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دودھ کا کہاں سے انتظام کروں؟ ہا ں البتہ صدقے کے کچھ اونٹ ہیں وہاں چلے جاؤ۔ وہ وہاں چلے گئے انہوں نے وہاں جا کر ان

[٢٢] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب إذا حرّق المشرك المسلم هل يُحَرَّق ، الحديث ٢٨٥٥+ صحیح مسلم= كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والدِّيات: باب حكم المحاربين والمرتدّين ، الحديث:١٦٧١ صحيح أبى داؤد= كتاب الحدود: باب فی المحاربة، الحديث : ٣٦٦٨+صحيح التّرمذی= أبواب الطَّهارة : باب بول ما يوكل لحمه، الحديث:٦٢

اونٹوں کا پیشاب پیا اور دودھ پیا۔وہ خوب صحت مند ہو گئے اور موٹے تازے ہو گئے۔ انہوں نے رسول ﷺ کے مقرر کیے ہوئے چرواہے (سیدنا یسار رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور صدقے کے اونٹ ہانک کر چل پڑے اوراسلام سے بھی مرتد ہو گئے ۔ ایک فریاد کرنے والا رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔اس نے آ کر صورت حال بیان کی۔آپ ﷺ نے ان مرتدین کی تلاش میں کچھ لوگ روانہ کردیئے۔ ابھی دن بھی نہ چڑھا تھا کہ ان کو گرفتار کر کے لایا گیا۔آپ نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو مخالف سمت سے کاٹنے کا حکم دے دیا۔ (انہوں نے چونکہ اس چرواہے کی آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈالی تھیں اس لیے) آپ نے سلائیاں گرم کرنے کا بھی حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیری گئیں اور آپ ﷺ نے ان کو ریتلی زمین پر پھینک دیا وہ پانی طلب کرتے مگر انہیں پانی نہ دیا جاتا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔''

چند احکام و مسائل کا بیان:

① "الحِرَابَةُ" یا "المُحَارَبَةُ" کا لغوی معنی جنگ وقتال ہے اور شرعی معنٰی : "اِشْهَارُ السَّلَاحِ وَ قُطْعُ السَّبِيْلِ فِیْ خَارِجِ الْمِصْرِ اَوْ دَاخِلِهٖ" (اندرون شہر یا بیرون شہر ہتھیار لہرانا ،چوری یا ڈاکہ زنی کرنا۔) یہ اکثر علماء کے نزدیک متفقہ تعریف ہے۔اس جیسے برے فعل کا ارتکاب کرنے والے کو مُحَارِبُ اور قَاطِعُ الطَّرِيْق کہتے ہیں ۔ "مُحَارِب" کی جمع "مُحَارِبِيْنَ" ہے اور "قَاطِعُ الطَّرِيْق" کی جمع "قُطَّاعُ الطَّرِيْق" ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :'' محارب کا قوت وشوکت والا ہونا شرط ہے، تعداد شرط نہیں۔''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :''محارب کا شہر سے باہر ہونا شرط ہے شہر کے اندر کی کارروائی جنگ نہیں بلکہ ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ہو گی ۔ علاوہ ازیں محاربہ (یعنی دنگا فساد والی جنگ) میں نہتے عوام کے خلاف جنگ کیلئے کھلم کھلا سامنے آنا بھی ایک ایسی شرط ہے جس پر سب کا اتفاق ہے ۔للکارنے اور کھلم کھلا سامنے آئے بغیر کارروائی ''محاربہ''نہیں بلکہ ''سرقہ''یعنی چوری کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۰] ﴿ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ...... ﴾ [المائدة=٥:٣٣] [٢٣]

[٢٣] القرطبی:٦/٩٩+ نیل الأوطار: ٧/١٦٥+ بدایة المجتهد:١/٥٥٧+ العدّة شرح العمدة:٤٨٤

''وہ زمین میں فساد پھیلانے کیلئے تگ و دو کرتے ہیں۔''

(۲) بلا ہتھیار لہرائے کسی کو اچانک قتل کر دینے والا یا مال لوٹ لینے والا بھی ''محارب'' کی مثل ہے۔اس جیسی کارروائیاں کرنے والا کوئی ایک فرد ہو یا جماعت ، طاقت و شوکت والے ہوں یا کمزور و ذلیل ، مسلح ہوں یا غیر مسلح یہ سب کے سب ''محاربین'' (یعنی نہتے عوام سے جنگ کرنے والے اور ڈاکے مارنے والے) ہی شمار ہونگے۔ یہ تمام قسم کے لوگ ہی آیت کے عام معنیٰ میں داخل ہیں۔لہٰذا تمام شرائط بلا جواز ہیں۔ ابن منذر نے بھی یہی بات کہی ہے ۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو ذکر کیا ہے ۔ امام مالک اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی مؤقف ہے۔[۲۴]

(۳) فساد پھیلانے والے جنگجو اور ڈاکو مسلم ہوں یا کافر و مرتد ، دونوں پر مذکورہ حدود کا نفاذ ہوگا۔ تاہم ایسے کافر ، جن سے کوئی معاہدہ نہیں ، اور مرتد کے لیے قتل اور سولی سے کم کسی حد پر اکتفا نہیں کیا جائے گا ۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۱] ((مَن بَدَّلَ دِینَہٗ فَاقْتُلُوْہُ))[۲۵] ''جو اپنے دین کو تبدیل کر دے اس کو قتل کر دو۔''

اس حدیث کے مطابق وہ واجب القتل ہونگے تاہم مذکورہ آیات کا سبب نزول قبائل عکل اور عرینہ کے مرتد اور فسادی جنگجوؤں سے متعلق ہے۔[۲۶]

(۴) سورۃ مائدہ کی آیت : ۳۴ کے الفاظ ہیں ''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی......'' اس استثنائی صورت حال کی بناء پر علماء کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ مشرکین اگر گرفتاری سے قبل مسلمان ہو جائیں تو ان کا خون محفوظ ہو گا۔ ان کو قتل کرنا حرام ہے۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۲۲۲] ﴿ قُلْ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْلَھُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ﴾[الأنفال= ۸:۳۸]

''کہہ دیجئے ان لوگوں سے جو کافر ہیں کہ اگر وہ کفر سے باز آجائیں تو ان کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

لہٰذا قبل از اسلام کے جرائم پر کوئی حد اور سزا نافذ نہ ہو گی ۔ اسی طرح مسلمان اور وہ مخالفین جن سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو۔ وہ بھی اگر قبل از گرفتاری توبہ کا اعلان کر دیں تو ان پر کوئی

---

[۲۴] القرطبی:۶/۹۹ + المنتقٰی شرح المؤطا:۷/۱۶۹ + مراتب الإجماع:۱۲۸

[۲۵] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۰۸

[۲۶] القرطبی:۶/۹۷،۹۸ + تفسیرابن کثیر:۲/۵۵۔ نیز ملاحظہ ہو: الرَّقم المسلسل: ۱۲۱۹

مؤاخذہ نہ ہوگا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء کرام کا مؤقف بھی اس مؤقف کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس بارے آیات مسلم اور غیر مسلم جنگ کرنے والوں کے لیے عام ہیں۔ اگرچہ سبب نزول خاص ہے۔ البتہ چھینا ہوا مال واپس ہوگا۔ قصاص اور دیت کے احکام بھی نافذ ہونگے۔ [۲۷]

⑤ سورۂ مائدہ کی آیات:۳۳،۳۴ میں فساد پھیلانے والوں اور ڈاکوؤں کے لیے مذکور سزاؤں اور حدود کا حکم اب تک باقی ہے۔ وہ منسوخ نہیں ہوا۔ خلفاء راشدین کا عمل اور علماء امت کا اجماع اس کی واضح اور بین دلیل ہے۔ [۲۸]

⑥ قبائل عکل اور عرینہ پر نافذ کی گئی حدود اور سزائیں مثلاً مثلہ کی صورت میں جسم کے اعضاء کاٹنا، آنکھوں میں گرم سلائیں ڈالنا، تکلیف اور اذیت کے ساتھ مارنا، زخم بند نہ کرنا اور پانی نہ پلانا بطور قصاص اور بدلہ تھیں۔ کیونکہ ان مرتد ہونے والوں نے اونٹوں کے چرواہوں کے ساتھ مذکورہ بالا تمام افعال کا ارتکاب کیا تھا۔ لہٰذا بدلے اور قصاص کے طور پر سزائیں عین عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق تھیں۔ یہ حکم تا حال باقی ہے اور قیامت تک رہے گا۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہے:

[۱۲۲۳] ((لِاَنَّهُم سَمَلُوا اَعْيُنَ الرُّعَاةِ)) [۲۹]

''اس لیے کہ انہوں نے چرواہوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں تھیں۔

⑦ ابن سیرین وغیرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزائیں حدود نازل ہونے اور محاربہ والی آیات نازل ہونے سے پہلے جاری فرمائیں۔ لہٰذا حدود کے نزول کے بعد منسوخ ہو گئیں۔ [۳۰] لیکن صحیح اور حق بات یہی ہے کہ مذکورہ بالا سزائیں بطور قصاص اور بدلہ نازل ہوئیں جو عین عدل و انصاف ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۴] ﴿ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ﴾ [المائدة=٥:٤٥] ''اور سب زخموں کا بدلہ ہے۔'' اس بارے

---

[۲۷] القرطبی:٦/٩٨ + تفسیر ابن کثیر:٢/٥٩ + المنتقٰی شرح المؤطّا:٧/١٧٤

[۲۸] صحيح البخاری=كتاب التّفسير/تفسير سورة المائدة: باب﴿ إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ﴾[المائدة=٥:٣٣]، الحديث :٤٣٣٤ + شرح النَّووی:٢/٥٧

[۲۹] صحيح مسلم= كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والدِّيات : باب حكم المحاربين والمرتدِّين، الحديث:١٦٧١

[۳۰] ملاحظہ ہو سُنَن التِّرمذی= أبواب الطَّهارة: باب بول ما يؤكل لَحمُهٗ +سنن أبی داوٗد= كتاب الحدود : باب فی المحاربة۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: [۱۲۲۵] ﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُم...... ﴾ [البقرة=۲: ۱۹٤] ” جو کوئی تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اس کے مثل زیادتی کر سکتے ہو......“

⑧ سورۃ المائدہ کی آیت: ۳۳ کے الفاظ [۱۲۲۶] ﴿ اَنْ يُّقَتَّلُوا اَوْ يُصَلَّبُوْا ﴾ میں کلمہ ”اَوْ“ لغوی طور پر اختیار کے لیے مستعمل ہے۔ جبکہ یہ ترتیب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں کونسا معنیٰ مراد ہے، ترتیب والا یا اختیار والا؟ علماء کے اس بارے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: ”اَوْ“ ترتیب کے لیے مستعمل ہے۔ لہٰذا امیر المؤمنین کے پاس اختیار نہیں۔ بلکہ جرائم کے مطابق سزا دے گا۔ مثلاً اس طرح کہ قاتل کے لیے قتل کی سزا، مال لوٹنے والے کے لیے ہاتھ کاٹنے کی سزا وغیرہ۔ وہ شخص جو قاتل بھی ہے اور مال لوٹنے کا مرتکب بھی ہوا ہے۔ اس کے لیے ہاتھ کاٹنے اور سولی پر لٹکانے کی دونوں سزائیں ہونگی۔ وہ شخص جو محض ڈراتا، دھمکاتا رہا اور راہگیروں پر خوف طاری کرتا رہا۔ اس کے لیے جلا وطنی یا پھر قید ہو گی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، ابو مجلز، نخعی اور عطا وغیرہ کا یہی مؤقف ہے۔ شافعیوں، حنفیوں اور حنبلیوں کا بھی یہی مؤقف ہے۔ عمر بن عبد العزیز، مجاہد اور امام مالک وغیرہ سے بھی یہی موقف منقول ہے۔

دوسرا قول: کلمہ ”أوْ“ اپنے حقیقی معنیٰ یعنی اختیار والے معنیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا امام صاحب کو اختیار ہے۔ فساد پھیلانے والوں اور ڈاکوؤں کے لیے وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ اور مصلحت کے تقاضوں کے مطابق قتل، سولی، ہاتھ کاٹنے اور جلا وطنی میں سے جو چاہے سزا تجویز کر سکتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول یہ بھی مروی ہے۔ سعید بن مسیّب، عمر بن عبد العزیز، مجاہد اور امام مالک وغیرہ سے بھی یہی موقف منقول ہے۔

دوسرا مفہوم آیت کے ظاہری معنیٰ کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۷] ﴿ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ...... ﴾ [البقرة=۲: ۱۹٦]

”(جو شخص بیماری یا سر میں کسی تکلیف کی بناء پر سر منڈائے تو) اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے۔“

[۱۲۲۸] ﴿ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ...... ﴾ [المائدة=۵: ۸۹]

”(پختہ قسم توڑ دینے کا کفارہ ہے کہ) دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا۔“

چنانچہ مذکورہ آیات میں کلمہ ”اوْ“ سے اختیار والا معنٰی مراد ہے نہ کہ ترتیب والا۔ تاہم اکثر علماء کرام پہلے قول کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۲۹] ﴿وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشورٰی=۴۲:۴۰]

”برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔“

لہٰذا اس آیت کی روشنی میں جرم کے مطابق سزا تجویز کی جائے گی۔[۳۱]

⑨ سورۂ مائدہ کی آیت:۳۳ کے الفاظ ہیں: [۱۲۳۰] ﴿یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ......﴾

”وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں......“ اس سے معلوم ہوا کہ جنگ کرنے والے اور روگردانی کرنے والے اجتماعی اسلامی معاشرے کے امن و امان کو تباہ اور زمین پر فساد کرنے کی بناء پر بالواسطہ طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی سزائیں حدود کے مرتبے میں ہیں جن کا سر پرست اور نافذ کرنے والا خلیفۃ المسلمین ہے۔ مقتول کے وارثوں کو درگزر کرنے یا معاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔[۳۲]

⑩ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۳۳ کے آخری الفاظ ہیں: [۱۲۳۱] ﴿وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ”اوران کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہوگا۔“

دنیا کی ذلت و رسوائی تو تمام جنگ کرنے والوں کے لئے ہوگی۔ مسلم اور مشرک اس میں مساوی ہیں۔ کیونکہ نہتے عوام کے خلاف جنگ نہایت قبیح جرائم میں سے ہے۔ لیکن آخرت کا عذاب عظیم (ہمیشہ آگ میں رہنے والا) مشرک کے لئے ہر حالت میں ہوگا اور مومن کے لئے اس صورت میں ہوگا کہ وہ دنیا میں سزا اور بدلہ نہ پائے۔ ورنہ تو حدود اور سزائیں مومن کے لئے کفارہ ہیں۔ علاوہ ازیں مومن کے لئے ”عذاب عظیم“ ”عذاب شدید“ کے معنی میں ہے۔ کیونکہ

---

[۳۱] القرطبی:۶/۹۹،۱۰۰+ تفسیر ابن کثیر :۲/۵۸+ نیل الأوطار:۷/۱۶۵،۱۶۶+ بدایة المجتهد :۲/۵۵۹+ العدَّة شرح العمدة : ۴۸۴+المنتقٰی شرح المؤطّا:۷/۱۷۰-۱۷۳

[۳۲] القرطبی:۶/۱۰۲+ المنتقٰی شرح المؤطّا:۷/۱۷۳+ الإجماع لإبن المنذر:۱۱۱

ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا کفار کے لیے مخصوص ہے۔[۳۳]

⑪ وہ باغی اور جنگ کرنے والے جو کسی تأویل کا سہارا لینے والے ہوں۔ یعنی بری نیت سے نہیں بلکہ کسی تأویل اور شبہ کی بناء پر جماعت حقہ کے ساتھ جنگ وقتال کے لیے آمادہ ہوں۔ ان کے ساتھ شبہات کا ازالہ کرنے اور دلیل و حجت قائم کرنے سے پہلے جنگ کا آغاز جائز نہیں۔ نہ ہی ان پر کفر وفسق کے فتوے لگانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ جھٹلانے والے نہیں بلکہ تأویل کرنے والے ہیں۔اس موقف کی دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی چپقلش اورلڑائیاں ہیں۔ چنانچہ تمام صحابہ کتاب و سنت کے دلائل کے مطابق مومن، متقی، صادق اور عادل ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی کتاب المرتدین کے تحت عنوان قائم کیا ہے۔ " مَاجَآءَ فِی الْمُتَأَوِّلِیْن " (تأویل کرنے والوں کے بارے) اس عنوان کے تحت اختلاف قرأت کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لائے ہیں۔

[۱۲۳۲]((اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ حُرُوْفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ))[۳۴]

"بلاشبہ یہ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے۔تمہیں ،جو قرأت آسان لگتی ہے اس قرأت میں قرآن پڑھ لو۔"

نیز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لائے ہیں جس کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۲۳۳] ((اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ النَّارَ))[۳۵]

(جب سیدنا مالک بن دخشن رضی اللہ عنہ پر نفاق کا الزام لگا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیتا ہے)تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کوحرام قرار دے دیتا ہے۔"

علاوہ ازیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں :

---

[۳۳] القرطبی:۶/۱۰۳+ تفسیر ابن کثیر:۲/۵۹

[۳۴] صحیح البخاری= کتاب استتابة المرتدّین والمعاندین : باب ما جَآءَ فی المتأَوِّلین ، الحدیث:۶۵۳۷+ صحیح مسلم= کتاب صلٰوةِ المسافرین و قصرها: باب بیان اَنَّ القرآن عَلٰی سبعة أحرُفٍ، الحدیث:۸۱۸

[۳۵] صحیح البخاری کتاب استتابة المرتدّین والمعاندین: باب ما جاء فی المتأوِّلین، الحدیث: ۶۵۳۹+ صحیح مسلم= کتاب الإیمان: باب الدَّلیل عَلٰی اَنَّ من مَاتَ عَلَی التَّوحید دَخَل الجنَّة، الحدیث: ۳۳

[۱۲۳۴] ((وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَيْهِمْ۔ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ اَوْجَبْتُ لَكُمُ الْجَنَّةَ))[۳۶]

''جب سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت و ریاست کا ایک خفیہ راز آؤٹ کر دیا۔ اس کے ردعمل کے طور پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر!) تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر جھانک کر کہہ دیا ہے کہ اب تم جو بھی عمل کرو میں نے تم پر جنت واجب کر دی ہے۔''

ان تمام احادیث سے اسلام کے اس مسلمہ و متفقہ قاعدہ کا استدلال کیا گیا ہے کہ جو لوگ تاویل کرنے والے ہوں جھٹلانے والے نہ ہوں ان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔[۳۷]

محاربین کے تفصیلی احکام معلوم کرنے کے لئے **ملاحظہ ہو:**

1. فتح الباری: ۱۲/ ۹۱-۹۴
2. شرح مسلم للنّووی: ۲/ ۵۷
3. تفسیر القرطبی: ۶/ ۹۷-۱۰۳
4. تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۵۳-۶۰
5. معالم السُّنَن مع التّهذیب: ۶/ ۲۰۳-۲۰۷
6. سُبُل السَّلام: ۳/ ۵۲۱-۵۲۷
7. المنتقٰی مع النَّیل: ۷/ ۱۶۱-۱۶۶
8. الرَّوضة النَّدیَّة: ۲/ ۲۸۶-۲۸۹
9. بدایة المجتهد: ۲/ ۵۵۷-۵۶۲
10. المغنی لِإبن قدامة: ۸/ ۲۹۸-۲۱۳
11. الهدایة لابی الحسن الفرغانی: ۲/ ۵۵۵-۵۵۸
12. وأیضاً معالم السُّنن للخطّابی: ۶/ ۱۹۴-۱۹۵
13. المنتقٰی شرح المؤطا: ۷/ ۱۶۹-۱۷۵)

اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جانے والے کے قتل کا حکم

مرتد کی تعریف اور اس کو قتل کرنے کی حکمت:

کسی مسلمان کا دین اسلام سے کسی دوسرے باطل دین مثلاً یہودیت اور نصرانیت وغیرہ کی طرف یا بے دینی مثلاً الحاد اور کمیونزم کی طرف عاقل اور با اختیار ہوتے ہوئے منحرف ہونا ''مرتد ہونا'' کہلاتا ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ لفظ ''مرتد'' کی جمع مرتدین

[۳۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۳۰۷

[۳۷] بدایة المجتهد: ۲/ ۵۶۲

ہے۔ باغیوں اور فسادیوں کے ابواب میں مذکورہ دلائل اور مسائل پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام عدل و انصاف اور حق وصداقت پر قائم ایک نہایت متحد ومنظّم اور امن و امان کا ضامن معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا وہ اندرونی اور بیرونی طور پر حق و انصاف اور امن و امان کے کسی مخالف کو برداشت نہیں کرتا ۔ کافروں اور مشرکوں کی طرح فساد پھیلانے والے باغیوں اور ڈاکوؤں کے ساتھ جہاد فرض ہونے کے پس پردہ یہی حکمت کارفرما ہے۔ اسی اجتماعی اور عالمی امن کو برقرار اور مضبوط رکھنے کے لئے حق وصداقت اور عدل و انصاف کے علمبردار دین اسلام سے منحرف ہونے والوں کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ تاکہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے افتراق، انتشار اور فرقہ بندی کی دراڑیں پڑنے سے قبل ہی اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے۔[۳۸]

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے فرض ہونے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۱۲۳۵] ﴿ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا...... ﴾[البقرة=۲:۲۱۷]

”(شرک اور فساد کا فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے) اور کفار ہمیشہ تمہارے ساتھ جنگ وقتال جاری رکھیں گے تا آنکہ تمہیں اپنے دین سے منحرف کر ڈالیں گے اگر ان سے ہو سکا“

[۱۲۳۶]﴿ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَO ﴾[آل عمران=۳:۸۶]

”اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیونکر ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ حالانکہ یہ شہادت دے چکے تھے کہ محمد ﷺ رسول برحق ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۲۳۷]((مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ))[۳۹]

”جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کر لے تو اسے قتل کر ڈالو۔“

[۱۲۳۸]((لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا

---

۳۸ سُبُل السَّلام:۳/۵۳۵،۵۳۶+ نيل الأوطار:۷/۲۰۲۔۲۰۴

۳۹ تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل:۱۱۰۸

بِإِحْدٰی ثَلَاثٍ : اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَ الثَّیِّبُ الزَّانِیُ وَ الْمُفَارِقُ لِدِیْنِهٖ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ))[۴۰]

''کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں ہے۔ جو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی شہادت دیتا ہو۔ مگر تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے ساتھ ۔جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی اور دین اسلام سے علیحدہ ہونے والا یعنی جماعت حقہ کو ترک کرنے والا۔''

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا کہ ایک شخص اسلام قبول کرنے کے بعد یہودی ہو گیا ہے تو انہوں نے فرمایا:

[۱۲۳۹]((أَجْلِسُ حَتّٰی یُقْتَلَ قَضَاءُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَأُمِرَ بِهٖ فَقُتِلَ))[۴۱]

''میں نہیں بیٹھوں گا حتی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ اللہ اوراس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ چنانچہ اس کے قتل کا حکم جاری کردیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔''

(ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے) کہ پہلے اُسے توبہ کرائی گئی تھی ۔[۴۲] ایک روایت میں ہے:''تقریباًاسے بیس روز تک توبہ کرائی گئی ۔لیکن وہ ارتداد پر قائم رہا تو قتل کر دیا گیا۔''[۴۳]

مرتد کے احکام:

① فتنۂ ارتداد کے اصل محرک جنگ کرنے والے کافر اور مشرک ہیں ۔لہٰذا فتنہ کے ازالہ کیلئے بدلہ کے طور پر اور سزا کے طور رمرتد، ملحد اور کمیونسٹ دھریہ کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے۔[۴۴]

② اکثر علماء اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ قبل از قتل حق کی طرف رجوع کرنے اور توبہ کرنے کی دعوت دینا واجب ہے۔ اہل ظاہر اور حسن بصری وغیرہ توبہ کی دعوت دینے کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں ۔توبہ کرلینے کی مدت تین روز سے تیس (۳۰) ایّام تک ہوسکتی ہے۔[۴۵]

③ مرتد مرد اور عورت دونوں ہی واجب القتل ہیں ، اگر توبہ کی مہلت کے باوجود توبہ کرکے

---

[۴۰] صحیح البخاری= کتاب الدِّیات: باب قول اللّٰه تعالیٰ﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بَالْعَیْنِ ......﴾[المائدة=۵/۴۵]، الحدیث: ۶۴۸۴ + صحیح مسلم= کتاب القسامة: باب ما یُبَاح به دمُ المُسلم ، الحدیث:۱۶۷۶

[۴۱] صحیح لبخاری= کتاب استتابة المرتدِّین والمعاندین: باب حکم المرتدِّ والمرتدّة و استتابتهم، الحدیث:۶۵۲۵+ صحیح أَبی داؤد= کتاب الحدود:باب الحکم فیمن ارتدَّ، الحدیث:۳۶۶۰

[۴۲] صحیح أَبی داؤد= کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتدَّ ، الحدیث:۳۶۶۱

[۴۳] صحیح أَبی داؤد= کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتدَّ ، الحدیث: ۳۶۶۲

[۴۴] الإجماع لإبن المنذر:۱۲۲

[۴۵] فتح الباری :۱۲/۲۲۵،۲۲۶+ معالم السُّنن :۶/۱۹۵+ سُبُل السَّلام:۳/۵۳۵

اسلام میں داخل نہ ہوں۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: [۱۲۴۰] ((مَنْ بَدَّلَ دِینَہٗ فَاقْتُلُوْہُ))[۴۶] ان الفاظ میں کلمہ ''مَنْ'' عام ہے۔ جو مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا موقف ہے۔ جبکہ احناف اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ عورتوں کو قتل کرنے سے منع کرنے والی حدیث کی بناء پر وہ مرتد عورت کے لئے قتل کی بجائے قید کرنے اور کوئی مناسب سزا کے قائل ہیں۔ جب تک وہ توبہ نہ کر لے۔ اکثریت کے ہاں یہ استدلال بالکل کمزور ہے۔ کیونکہ عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کرنے والی حدیث کا حکم کافر عورت کے ساتھ خاص ہے۔ مرتد عورت اس میں شامل نہیں۔[۴۷]

④ آزاد شخص کی طرح غلام بھی اگر مرتد ہوجائے تو واجب القتل ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۴۱] ((إِذا أَبَقَ الْعَبْدُ اِلَی الشِّرْکِ فَقَدْ حَلَّ دَمُہٗ))[۴۸]

''جب غلام شرک کی طرف چلا گیا۔ یعنی مرتد ہو گیا تو اس کا خون جائز ہے۔''

⑤ حدیث کے الفاظ: [۱۲۴۲] ((اَلْمُفَارِقُ لِدِینِہٖ التَّارِکُ لِلْجَمَاعَۃِ))[۴۹] سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتد کی طرح باغی اور خارجی کا خون بہانا بھی جائز ہے۔ اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور حق کی طرف رجوع اختیار کرلیں۔[۵۰]

⑥ مرتد اگر دلائل کے خلط ملط ہونے کا شکار ہو اور معاملہ شک و شبہ میں پڑا ہوا ہو تو نہایت حکمت و دانائی، اچھی نصیحت اور قوت دلائل کے ساتھ اسے اسلام کی طرف لوٹنے کی

---

[۴۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۰۸

[۴۷] فتح الباری:۱۲/۲۲۴،۲۲۵ + نیل الأوطار:۷/۲۰۳ + سُبُل السَّلام:۳/۵۳۶

[۴۸] سُنن أبی داوٗد= کتاب الحدود: باب الحکم فیمن ارتدّ، اس حدیث کے بارے میں امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ کا حوالہ ذکر کرنے سے بالخصوص اس حدیث کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھئے معالم السُّنن:۶/۱۹۹۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف أبی داؤد، الحدیث:۹۳۶ اور ضعیف النسائی، الحدیث ۲۷۰ کے تحت ضعیف قرار دیا ہے۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کا مفہوم یہ ہے کہ جو غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے وہ کافر ہو جاتا ہے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یا اس سے اسلام کا مال اور جان کی حفاظت کا ذمہ ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی اس میں صرف غلام کے بھاگ جانے کا تذکرہ ہے۔ اس مفہوم والی احادیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ بھی صحیح قرار دیتے ہیں دیکھئے صحیح النِّسائی، الحدیث:۳۷۸۰ + صحیح مسلم، الحدیث:۶۸، جبکہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا جس حدیث کو ضعیف کہا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو غلام مرتد ہو جائے اس کا خون بہانا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ابوعمار ابن عبدالجبار)

[۴۹] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۲۳۸

[۵۰] شرح النَّووی:۲/۶۰ + المنتقٰی شرح الموَطّا:۷/۱۷۰

دعوت دی جائے یعنی توبہ کرانے اور توبہ کی مہلت میں سختی اور شدت کا استعمال ممنوع اور نقصان دہ ہے۔[۵۱]

⑦ مرتد اور اس کے مسلمان ورثاء کے درمیان وراثت تقسیم نہ ہو گی اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ۔[۱۲۴۳] «لَا یَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ وَ لَا الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ»[۵۲] ''مسلمان کافر کا وارث اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا ہے۔'' موت کے بعد اس کے ساتھ کافروں جیسا معاملہ کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۴۴] ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ ......﴾[التّوبة=۹:۸٤]

''آپ (ان ایمان لانے کے بعد کفر کرنے والوں میں سے) کسی کا جنازہ نہ پڑھیں۔''

⑧ [۱۲٤۵]﴿ وَمَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○﴾

[البقرة=۲:۲۷۸]

''تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جائے۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے اعمال دنیا وآخرت میں ضائع ہو گئے۔ یہی لوگ دوزخ کی آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونے کی حالت میں موت اعمال کو ضائع کرنے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا باعث ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کی طرف پلٹ آنا اور توبہ کر لینا قابل قبول ہے۔

صریحاً ارتداد والے اقوال وافعال:

کسی مسلمان کی طرف سے مندرجہ ذیل عقائد، اقوال اور اعمال کا اظہار بھی صریحاً ارتداد ہے اور اس کے مرتکب پر مرتد کے احکام نافذ ہونگے۔[۵۳]

① اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا۔

---

[۵۱] نیل الأوطار: ۷/۲۰۲

[۵۲] صحیح البخاری= کتاب الفرائض: باب لا یَرِثُ المسلم الکافر وَ لَا الکافر المسلم، الحدیث: ٦٣٨٣ + صحیح مسلم= کتاب الفرائض،(فی اوّلِهٖ) الحدیث: ١٦١٤

[۵۳] تفصیلی احکام کے لیے ملاحظہ ہو، القرطبی:۳/ ۳۲۔۳٤ + فتح الباری:۱۲/ ۲۲۵۔۲۳۱ + نیل الأوطار: ۷/ ۲۰۱۔۲۱۹

۲ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات یا اسماء وافعال میں کسی کو اللہ کا شریک بنانا۔
۳ اللہ تعالیٰ یا اللہ کی کتاب کو جھٹلانا۔
۴ اللہ تعالیٰ یا رسول اکرم ﷺ کو معاذ اللہ گالی گلوچ کرنا۔
۵ کسی رسول یا فرشتے کا انکار کرنا۔
۶ اسلام کے پانچ ارکان کا انکار کرنا یا متفقہ شرعی فرائض میں سے کسی فریضہ کا انکار کرنا۔
۷ یوم آخرت یا تقدیر الٰہی کا انکار کرنا۔
۸ آسمانی کتابوں کا کلی طور پر یا جزوی طور پر انکار کرنا۔
۹ شرعی طور پر متفقہ حرام چیزوں میں سے کسی کو حلال یا جائز قرار دینا۔
۱۰ دینی فرائض اور شعائر کی تحقیر اور تذلیل کرنا۔
۱۲ قیامت کے روز جسمانی طور پر قبروں سے اٹھنے اور اللہ کی طرف لوٹنے یا آخرت کی حقیقت کا انکار کرنا۔
۱۳ ختم نبوت کا انکار کرنا۔[۵۴]

دلائل کے لیے درج ذیل آیات واحادیث کا بالخصوص مطالعہ مفید ہوگا:

[۱۲٤٦]﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنزِلَ اِلَیهِ مِن رَّبِّہٖ وَالْمُؤمِنُونَ...... ﴾[البقرة=۲:۲۸۵]

''رسول (بھی) ایمان لایا اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے اور تمام مومن بھی (ایمان لائے)......''

[۱۲٤۷]﴿ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ آیَاتِهٖ وَ رَسُولِہٖ كُنتُم تَستَهزِءُونَ Oلَا تَعتَذِرُوا قَدْ كَفَرتُم بَعدَ اِیمَانِكُم ...... ﴾[التَّوبة=۹:٦٥،٦٦]

''کہہ دیجئے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کی آیات کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو۔ کوئی معذرت نہ کرو تحقیق تم نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر کا ارتکاب ہے......۔''

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۲٤۸]((أُمِرتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا ....))[۵۵]

---

۵۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۳

۵۵ فتح الباری:۱۲/۲۳۲-۲۳۵+ شرح النَّووی:۱/۳۷-٤۰+ العُدَّة شرح العمدة: ٤۹۰-٤۹۳+ نیل الأَوطار: ۷/۲۰٦-۲۱۰

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں......''

کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ مزید عقائد:

علاوہ ازیں درج ذیل عقائداور ایمان واسلام کے اصول کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ ان کے انکار سے انسان بالاتفاق ملحد اور مرتد ہو جاتا ہے:

۱ اللہ سبحانہ وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

۲ وہ ذاتِ باری تعالیٰ ہمیشہ سے وحدہ لاشریک کے طور پر موجود ہے کوئی دوسری ہستی اس کے ساتھ نہ تھی۔

۳ بعد ازاں اس نے تمام اشیاء کو جیسے چاہا تخلیق فرمایا۔

۴ نفس، عرش، تمام عالم اور پوری کائنات مخلوق ہے۔

۵ پوری مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے۔وہ پھر اس کو مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق:

[۱۲۴۹]((كَانَ اللّٰهُ وَ لَمْ يَكُنْ شَیْئٌ غَيْرُهٗ)) [۵۶]

''جب کچھ نہیں تھا تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ تھا۔''

۶ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔

۷ بہت زیادہ نبی اور رسول مبعوث ہوئے۔بعض کا ذکر تو قرآن میں ہے اور بعض کا ذکر قرآن میں نہیں۔

۸ محمد بن عبد اللہ القریشی الھاشمی مکہ مکرمہ میں رسول بنا کر مبعوث کئے گئے پھرانہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور قیامت تک تمام جنوں اور انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۹ روئے زمین پرصرف اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے جو اپنے سے ماقبل تمام دینوں کو ختم کرنے والا ہے۔ دین اسلام کا مخالف اور منکر کافرہے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم کا مستحق ہے۔

۱۰ جنت برحق اور اللہ تعالیٰ کی تیار کی ہوئی اور کبھی ختم اور فنا نہ ہونے والی نعمت ہے۔اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ جنت میں باقی رہیں گے۔ یہ جنت اہل اسلام، پہلے انبیاء اور ان

---

[۵۶] صحیح البخاری= کتاب بدء الخلق: باب ما جاء فی قول اللّٰه تعالیٰ:﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ...... ﴾ [الرُّوم= ۳۰:۲۷]، الحديث: ۳۰۱۹

کے پیرو کاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۱۱ جہنم بھی برحق ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والا عقوبت خانہ ’’ٹارچنگ سیل‘‘ (Tarching Cell) ہے۔ اہل جہنم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں باقی رہیں گے۔ جہنم ہر کافر، اسلام کے مخالف اور سابقہ انبیاء کے منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۱۲ قرآن مجید جو مشرق سے لے کر مغرب تک لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کی ابتداء سورۃ الفاتحہ کی پہلی آیت [۱۲۵۰] ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَO﴾ سے ہوتی ہے اور اس کی انتہاء سورۃ الناس کی آخری آیت [۱۲۵۱] ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِO﴾ سے ہوتی ہے یہ پورا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو محمد ﷺ خاتم النّبیّٖن پر نازل کیا گیا ہے۔

۱۳ محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ یا بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

۱۴ اکثر اہل اسلام قیامت سے قبل نزول عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں اور یہی عقیدہ برحق ہے۔

۱۵ قرآن مجید میں مذکور تمام انبیاء علیہم السلام مثلاً جناب آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح علیہم السلام وغیرہ کی نبوت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ جبکہ مریم، امِ موسیٰ اور امِ اسحٰق کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اسلام ان کی نبوت کے قائل نہیں۔

۱۶ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ بغیر باپ کے پاکباز اور پاکدامن مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا کئے گئے ہیں۔

۱۷ اللہ کے فرشتوں کا وجود برحق ہے۔ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے معزز، مقرب اور عظیم قاصد ہیں اور تمام فرشتے اللہ کے مومن و مطیع بندے اور غلام ہیں۔

۱۸ جنات اللہ کی مخلوق اور دنیا میں موجود ہیں اور ابلیس اللہ کا نافرمان، شیطان ملعون اور مردود ہے۔

۱۹ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا معجزانہ کلام ہے۔ اہل عرب اس کی مثال لانے سے عاجز و قاصر رہے اور جو کچھ اس میں موجود ہے وہ سب برحق ہے۔ جو شخص روایت شدہ اور محفوظ قرائتوں کے علاوہ دیدہ و دانستہ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی یا رد و بدل کرے گا وہ کافر ہے۔

٢٠ قرآن کے ساتھ غیر قرآن کا لکھنا حرام ہے۔ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے اور سورۃ النمل میں موجود [۱۲۵۲] ﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴾ قرآنی آیت ہے۔

٢١ سورۃ النمل کے علاوہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے آیت قرآنی ہونے میں اختلاف ہے اور سورۃ التوبۃ کے علاوہ ہر سورت کی ابتداء میں لکھی جائے گی۔

٢٢ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات پر دین کامل اور مکمل ہو چکا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ لہٰذا وحی کی دلیل کے بغیر دین میں کوئی اضافہ یا ترمیم جائز نہیں اور اس کا مرتکب صریحاً کافر ہے۔

٢٣ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کو قبول کرنا اور اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔

٢٤ کتاب وسنت سے ثابت شدہ کسی عقیدہ اور عمل کو ترک کرنا حرام ہے۔

٢٥ اور کسی کے لئے از خود کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کا حکم لگانا اور قرآن وسنت یا اجماع وقیاس کی دلیل کے بغیر کسی چیز کو واجب کرنا جائز نہیں۔

٢٦ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء و صفات جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہیں ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ علیم، خبیر، سمیع، بصیر، خالق، رازق، آمر (حکم دینے والا) ناھی (منع کرنے والا) قادر مطلق ہے۔ وہ تمام عیبوں مثلاً کمزوری، عاجزی، جہالت اور بھولنا وغیرہ سے پاک ہے۔

٢٧ مرنے کے بعد جینا برحق ہے، خیر وشر کی جزاٗ وسزا اور ثواب وعذاب برحق ہے۔

٢٨ جسمانی طور پر قبروں سے اٹھنا اور میدان حشر میں جمع ہونا برحق ہے۔

٢٩ موت کے آثار نمودار ہونے سے پہلے پہلے کفر، شرک اور تمام کبیرہ گناہوں سے توبہ قبول ہے۔ مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ۔ (اِلَّا اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ)

٣٠ جنت کی تمام نعمتیں، اشیاء خوردونوش، پاک صاف بیویاں، لباس اور لذتیں صحیح اور برحق ہیں اور دنیاوی نعمتوں سے قطعی مختلف ہیں۔

٣١ تمام مومن اپنے جسموں اور روحوں سمیت جنت میں اور مجرم اپنے جسموں اور روحوں سمیت جہنم میں داخل ہونگے۔

مذکورہ بالا تمام عقائد ثابت ہیں۔ ان پر پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے۔ ان کا منکر کافر

ہے۔ ان کے علاوہ چند اور عقائد بھی اکثر اہل اسلام اور علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک صحیح اور ثابت ہیں۔ ان پر ایمان لا نا بھی واجب ہے۔ جن کی تفصیل سلفی عقائد پر مشتمل کتابوں اور شروحات سے معلوم کی جا سکتی ہے۔[۵۷]

شاتم رسول ﷺ کی سزا:

عقل و دانش اور مہذب و متمدن انسانیت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر دین و مذہب کی اساس و بنیاد اس کی قابل احترام چیزیں ،ہستیاں اور دینی شعائر ہی ہوا کرتے ہیں۔ لہٰذا ان حرمات اور شعائر کی تعظیم اس مذہب کے پیرو کاروں کے لئے ایمان کی اصل بنیاد اور دین کے ستون کا درجہ رکھتی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے لئے گالی گلوچ، عیب جوئی، بد کلامی ، غلیظ اور لچر گفتگو کا ارتکاب نہات قبیح حرکت ہی نہیں ہے بلکہ کفر اور ارتداد قرار پائے گا۔ کوئی بھی مسلمان اس کے دیدہ و دانستہ اور بغیر کسی عذر اور مجبوری کے ارتکاب کرنے سے مرتد اور واجب القتل ٹھہرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۵۳]﴿ وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّكُمۡ يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ رَحۡمَةٌ لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡكُمۡ ؕ وَ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝ ﴾ [التّوبة=۹:۶۱]

”اور ان منافقین میں سے بعض ایسے ہیں جو نبی (ﷺ) کو ایذاء دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو محض کان (یعنی کانوں کا کچا) ہے۔ کہہ دیجئے کہ وہ کان ہے تو تمہاری بھلائی کیلئے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کی بات کا یقین رکھتا ہے۔ اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اور جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان کیلئے درد ناک عذاب ہے۔“

[۱۲۵٤] ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا۝ ﴾ [الأحزاب=۳۳:۵۷]

” بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں (یعنی ان کے لیے بد زبانی، بد کلامی اور عیب جوئی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ڈال دی

---

[۵۷] ملاحظہ ہو مراتب الإجماع لإبن حزم: باب من الإجماع فی الإعتقادات :۱۶۷۔۱۷۸ مع نقد مراتب الإجماع لابن تیمیّة۔

ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

[۱۲۵۵]﴿ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴾ [الاحزاب= ۳۳: ۵۳]

''(اے ایماندارو!) تمہیں یہ حق نہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذاء پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد کبھی بھی آپ کی بیگمات کے ساتھ نکاح کرو۔ یقیناً تمہارا ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہوگا۔''

امت کے ذمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل حقوق کی ادئیگی امت پر واجب ہے:

۱. نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔
۲. اطاعت اور اتباع کرنا۔
۳. ساری کائنات سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔
۴. عزت و احترام کرنا۔
۵. مدد اور حمایت کرنا۔
۶. نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا۔
۷. نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی سے باز رہنا۔

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قتل کی سزا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۱۲۵۶]« اِنَّ اَعْمٰی كَانَتْ لَهٗ اُمُّ وَلَدٍ تَشْتِمُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقَعُ فِيْهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِیْ وَ يَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ ، قَالَ: فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَشْتِمُهٗ فَاَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهٗ فِیْ بَطْنِهَا ، وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ ۔ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذُكِرَ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ:

« اَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ، لِیْ عَلَيْهِ حَقٌّ ، اِلَّا قَامَ " فَقَامَ الأَعْمٰی يَتَخَطَّى النَّاسَ وَ هُوَ يَتَزَلْزَلُ، حَتّٰى قَعَدَ بَيْنَ يَدَیِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَا صَاحِبُهَا، كَانَتْ

تَشْتُمُكَ وَ تَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي ، وَ اَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ ، وَلِيْ مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ، وَ كَانَتْ بِي رَفِيقَةً ، فَلَمَّا كَانَتِ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَ تَقَعُ فِيكَ، فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ، فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَ اتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتّٰى قَتَلْتُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ))[58]

''ایک نابینے شخص کی ایک لونڈی تھی جو ام ولد تھی۔ وہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ وہ شخص اس کو بہت منع کرتا رہتا لیکن وہ باز نہ آتی وہ اس کو ڈانٹتا مگر اس کی ڈانٹ کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک رات یوں ہوا کہ وہ حسب معمول نبی ﷺ کو گالیاں دینے لگ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے نا مناسب کلمات کہنے لگ گئی۔ اس شخص نے ایک چھرا پکڑا اوراس کو اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر سارا وزن ڈال دیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان ایک بچہ آ گرا ۔ وہاں جو خون گرا ہوا تھا اس کی وجہ سے وہ خون میں لت پت ہو چکی تھی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا:

جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے اس کو میں اللہ کی قسم دیتا ہوں اگر اس پر میرا کوئی حق ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا۔ لوگوں کو پھلانگتا ہوا اور کانپتا ہوا حاضر ہوا۔ آ کر رسول اللہ ﷺ کے رو برو بیٹھ گیا ۔ کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل کرنے والا ہوں۔ یہ آپ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی تھی۔ میں اس کو منع کرتا تھا مگر یہ منع نہ ہوئی۔ میں اس کو ڈانٹتا تھا مگر بلا سود۔ اس لونڈی سے میرے دو موتیوں جیسے بچے ہیں اور میری یہ بہترین دوست تھی۔ لیکن جب شام ہوئی وہ حسب معمول گالیاں دینے لگ گئی اور آپ کے بارے بکواس بکنے لگ گئی۔ میں نے ایک چھرا پکڑا اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر میں نے اپنا وزن ڈال دیا اور یوں اس کو قتل کر ڈالا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:'' لوگو! گواہ رہو اس کا خون رائیگاں ہے۔ اس کا کوئی قصاص

---

[58] صحیح أبی داود= کتاب الحدود: باب الحکم فیمن سبَّ النَّبیَّ ، الحدیث:٣٦٦٥+ صحیح النِّسائی= کتاب تحریم الدَّم: باب الحکم فیمن سَبَّ النَّبِیَّ ﷺ ، الحدیث:٣٧٩٤

نہیں ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[١٢٥٧]'' لَمۡ يُقۡتَلُ مِنۡ نِّسَآءِ هِمۡ تَعۡنِى بَنِىۡ قُرَيۡظَةَ۔ اِلَّا امۡرَأَةٌ اَنَّهَا لَعِنۡدِى تُحَدِّثُ تَضۡحَكُ ظَهۡرًا وَ بَطۡنًا وَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقۡتُلُ رِجَالَهُمۡ بِالسُّيُوۡفِ اِذۡ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسۡمِهَا : أَيۡنَ فُلَانَةُ ؟ قَالَتۡ : أَنَا ، قُلۡتُ وَ مَا شَأۡنُكِ ؟قَالَت حَدَثٌ أَحۡدَثۡتُهٗ '' [٥٩]

''(غزوۂ بنی قریظہ میں)ایک عورت کے علاوہ بنو قریظہ کی کسی عورت کو قتل نہیں کیا گیا، جو میرے پاس بیٹھی تھی۔ وہ باتیں کرتی رہی اور لوٹ پوٹ ہو کر ہنستی رہی ۔جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مردوں کو قتل کررہے تھے۔اچانک منادی کرنے والے نے اس کا نام پکارا:'' اے فلاں عورت !اس نے کہا :''میں ہوں۔'' میں نے اسے کہا:'' تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو کہنے لگی :میں نے ایک انوکھے کام کا ارتکاب کیا ہے۔''

" قَالَ الۡخَطَابِى رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيۡهِ :يُقَالُ اِنَّهَا كَانَتۡ تَشۡتُمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ الۡحَدَثُ الَّذِىۡ أَحۡدَثَتۡهُ " [٦٠]

'' امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں : کہا جاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گالی گلوچ کرتی تھی اور یہی اس کا'' نیا کام'' تھا۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[١٢٥٨]'' اَنَّ يَهُوۡدِيَّةً كَانَتۡ تَشۡتُمُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَ تَقَعُ فِيۡهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتۡ فَأَبۡطَلَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا '' [٦١]

'' بلاشبہ ایک یہودی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گالی گلوچ کرتی تھی اور آپ کی عیب جوئی کرتی تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مرگئی ہے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل اور رائیگاں قرار دیا۔''

---

[٥٩] صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی قتل النِّساء، الحدیث:٢٣٦٥

[٦٠] معالم السُّنن:٤/ ١٤

[٦١] سنن أبی داؤد= کتاب الحدود: باب الحکم فیمن سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعیف أبی داؤد:٩٣٧

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ:

① رسول اللہ ﷺ کی ایذاء رسانی ، بدگوئی اور عیب جوئی منافقین کا خاص وطیرہ اور المناک عذاب کا موجب ہے ۔لہٰذا اس فعل کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج قرار پائے گا۔

② اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ایذاء رسانی دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور رسوا کن عذاب کا سبب ہے اور کسی مسلمان کے لئے اس برے فعل کا ارتکاب عظیم ترین جرم ہے۔

③ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے اور اس کا خون رائیگاں ہے ۔ جس کا کوئی قصاص وغیرہ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو گالی گلوچ کرنا واضح طور پر کافر اور مرتد ہونا ہے ۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَلَا اَعۡلَمُ اَحَدًا مِّنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ اخۡتَلَفَ فِیۡ وُجُوۡبِ قَتۡلِہٖ" [۶۲]

"مسلمانوں میں سے کسی کے متعلق میں نہیں جانتا کہ کسی نے شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے بارے اختلاف کیا ہو (لہٰذا اس پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق ہے۔)

④ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں : مذکورہ صحیح احادیث شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے بارے واضح اور صریح دلائل ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ "ایسے مرتد کی توبہ غیر مقبول ہے۔ چنانچہ اندلس کے امیر اور قاضی اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔" [۶۳]

⑤ علامہ ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ اور ابو بکر فارسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر اہل اسلام کا اتفاق ہے ۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ اور اندلس کے علماء اسے واجب القتل قرار دیتے ہیں اور اس کی توبہ کو غیر مقبول کہتے ہیں۔ جبکہ امام اوزاعی اور امام لیث رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ بھی واجب القتل قرار دیتے ہیں لیکن اس کی توبہ کو مقبول کہتے ہیں۔ [۶۴]

⑥ شاتم رسول ﷺ اگر غیر مسلم ذمی ہو تو وہ واجب القتل ہے ۔اس کو امان او رسلامتی

---

[۶۲] معالم السُّنن: ۶/ ۱۹۹

[۶۳] معالم السُّنن: ۴/ ۱۴

[۶۴] فتح الباری=۱۲/ ۲۳۶ + سُبُل السَّلام:۳/ ۵۳۷+ نیل الأوطار:۷/ ۲۰۰+ الإجماع لِإبن المنذر:۱۲۲+ الإشراف لِإبن المنذر:۲/ ۳۰۰

فراہم کرنے کا معاہدہ کالعدم ہو گا۔ مالک بن انس ، احمد بن حنبل، شافعی ، اسحٰق ، اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اور اکثر علماء اسلام کا یہی مؤقف ہے ۔جس کی دلیل شیطان صفت یہودی کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ہے، جو بخاری اور مسلم میں مروی ہے۔[۶۵]

⑦ البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ذمی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم واجب القتل نہیں ہے۔کیونکہ وہ پہلے ہی کفر وشرک پر قائم ہے ،لہٰذا اس پر تعزیر واجب ہے ۔یعنی اس کو اس کے جرم کی مناسبت سے قاضی سزا سنائے گا۔ مندرجہ ذیل روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''السَّامُ عَلَیْكَ'' (تجھ پر موت ہو) کہنے والے یہودی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ۔ بلکہ ''وَعَلَیْكَ'' سے جواب دینے کا حکم فرمایا۔[۶۶]

⑧ اکثر علماء اسلام امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہودی نے (أَلسَّامُ عَلَیْكَ) کے جملے سے گالی گلوچ کی تصریح نہیں کی۔ بلکہ یہ ایک اشارہ اور کنایہ ہے ۔علاوہ ازیں اس وقت قلبی تألیف کی مصلحت بھی پیش نظر تھی ۔لہٰذا قتل کی اجازت نہ دی گئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں عنوان قائم کیا ہے :

" إِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهُ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ نَحْوَ قَوْلِهِ "أَلسَّامُ عَلَيْكَ"

''جب کوئی ذمی غیر مسلم اشارۃً گالی دے اور واضح لفظوں میں گالی نہ دے مثلاً یوں کہے :" اَلسَّامُ عَلَيْكَ" یعنی تجھ پر موت ہوتو(اس بارے شریعت کا کیا حکم ہو گا؟)''

علاوہ ازیں " أَلسَّامُ عَلَيْكَ " موت کی دعا ہے اور موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے نہ کہ گالی گلوچ۔لہٰذا علماء کے بقول ذمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کی بناء پر واجب القتل ٹھہرے گا۔ اِلَّا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔[۶۷]

---

[۶۵] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= كتاب المغازی: باب قتل كعب بن الأشرف، الحدیث: ۳۸۱۱+صحیح مسلم= كتاب الجهاد والسِّیر: باب قتل كعب بن الأشرف طاغوت الیهود، الحدیث: ۱۸۰۱+ معالم السُّنن :۶/۱۹۹+ فتح الباری:۱۲/۲۳۶

[۶۶] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= كتاب استتابة المرتدِّین والمعاندین: باب اذا عَرَّضَ الذِّمِيُّ وغیرہ۔ بِسَبِّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَ لَمْ يُصَرِّح نحوَ قَوْلِهِ " السَّامُ عَلَيْكُم" الحدیث: ۶۵۲۷-۶۵۲۹+ صحیح مسلم= كتاب السَّلام: باب النَّهيِ عن ابتداء أهل الكتاب بالسَّلام و كيف يُرَدُّ عَلَيْهِم ، الحدیث: ۲۱۶۴+ الهداية:۲/۵۹۸

⑨ غیر مسلم ذمیوں کے بارے دین اسلام میں نہایت عادلانہ اور منصفانہ حقوق مقرر ہیں ۔جن کی بناء پر غیر مسلم اقلیتوں کو اسلامی مما لک اور علاقہ جات میں جان و مال کے تحفظ کے علاوہ مذہبی اور فکری آزادی بھی حاصل ہے ۔لیکن ہم نے ان کے ساتھ بے لگام ہو کر مسلمانوں کی عقیدت کے مرکز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ جیسی پاکیزہ ہستیوں پر آزادانہ گالی گلوچ کرنے کا کوئی معاہدہ نہیں کیا۔ لہٰذا ایسے سنگین جرم کا ارتکاب ہر معاہدے کو باطل ٹھہرائے گا۔ وگرنہ تو جس دارالاسلام میں خود رب العالمین اور صاحب اسلام جناب محمد ﷺ کی عزت و ناموس محفوظ نہ ہو گی وہاں عام مسلمانوں کے لیے کیونکراور کیسے عزت و ناموس کی حفاظت اور حقوق کی پاسداری کی ضمانت دی جا سکتی ہے ۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے اس پہلو کی طرف توجہ ہی نہیں دی ۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے امام کی طرف ایک ایسی بات منسوب کر دی ہے جس کو ایک ایسا شخص بھی برا محسوس کرے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ [۶۸]

⑩ شاتم رسول کے بارے تمام احکام کا نفاذ اس صورت میں ہو گا جبکہ وہ وضاحت اور صراحت کے ساتھ گالی گلوچ کا ارتکاب کرے ،نہ کہ اشارے او ر کنایہ کے ساتھ ۔ علاوہ ازیں وہ جانتے بوجھتے عاقل با اختیار ہو کر ایسا کرے نہ کہ اچانک بھول چوک کی وجہ سے۔ کیونکہ قبول اسلام اور اسلام کے تمام احکام میں جبر و اکراہ اورخطاء ونسیان کے تمام کام معاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۵۹]﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ﴾[النَّحل=۱۶:۱۰۶]

(جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے وہی لوگ اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اور جھوٹے ہیں۔)

اس کے علاوہ جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کرے۔ بجز اس کے کہ جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔(وہ افتراء باندھنے والے اور جھوٹے نہیں ہیں۔)

[۱۲۶۰]﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ﴾[البقرة=۲:۱۸۶]

’’اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔‘‘

---

۶۷ فتح الباری:۱۲/ ۱۰۲۳ + معالم السُّنن:۶/ ۱۹۹

۶۸ الصَّارم المسلول لِابن تیمیة۔

[۱۲۶۱] ﴿ رَبَّنَا لا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا ﴾[البقرة=۲:۲۸۶]

''اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔''

[۱۲۶۲] ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَا اَخْطَأْتُمْ بِهٖ ﴾ [الاحزاب=۳۳:۵]

''تم پر کوئی گناہ نہیں اس بارے میں جو تم خطا سے کوئی گناہ کر بیٹھو۔''

[۱۲۶۳] ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ ﴾[البقرة=۲:۲۲۵+المائدة=۵:۸۹]

''نہیں مواخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمہاری فضول قسموں کے بارے میں۔''

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

[۱۲۶٤] ((بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى جَزِيْمَةَ ۔ فَدَعَا هُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ ۔ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا ۔فَجَعَلُوا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا۔ فَجَعَلَ خَالِدٌ يَّقْتُلُ مِنْهُمْ وَ يَأْسِرُ وَ دَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا اَسِيْرَهٗ۔ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ يَّقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ ۔ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِى ۔ وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِى اَسِيْرَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ لَهٗ۔فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ فَقَالَ:((اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَبْرَأُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ))[۶۹]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جزیمہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے اچھی طرح یہ جملہ نہ کہا کہ ہم نے اسلام قبول کیا۔ بلکہ انہوں نے کہا: ''ہم صابی ہوئے، ہم صابی ہوئے۔'' (اس کا معنیٰ تھا کہ ہم نے پہلا مذہب چھوڑا اب تمہارے مذہب میں آئے) لیکن خالد رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنے لگ گئے اور قیدی بنانے لگ گئے۔ ہم میں سے ہر شخص کو اس کے حصے کا قیدی بھی تقسیم کردیا۔ یہاں تک ایک دن انہوں نے حکم دیا: ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کردے میں نے کہا: میں تو اپنے قیدی کو ہرگز قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرا کوئی ساتھی اپنے قیدی کو قتل کرے گا۔ جب ہم

[۶۹] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب بعثِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم خالدَ بْنَ الوَلِیْد الٰی بنی جَزِیْمَةَ ، الحدیث: ٤٠٨٤

نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہم نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور دو مرتبہ فرمایا: ''یااللہ! خالد رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری الذمہ ہوں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سید نا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ کام خطاء ونسیان کی بناء پر تھا لہٰذا ان کو قصاصًا قتل وغیرہ نہیں کیا گیا۔

((................. ❀❀❀❀❀ ....))

باب: ۲۵

فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ

تعریف، اہمیت اور حکمت:

فریقین کا آپس میں جنگ نہ کرنے پر معاہدہ کرنے کو ''صلح اور مہادنت'' کہا جاتا ہے۔ وہ معاہدہ ایک معینہ مدت کے لیے ہو یا مستقل طور پر ہو۔ دین اسلام میں کافروں سے جہاد کرنے کا اصل مقصد چونکہ دین قائم کرنا، عدل و انصاف فراہم کرنا اور امن و امان برپا کرنا ہے، نہ کہ سفاکی اور خونریزی۔ اسی حقیقت کی بنیاد پر جنگ شروع کرنے سے قبل حق قبول کرنے کی دعوت دینے کا حکم ہے اور اس دعوت کو قبول کر لینے پر جاری جنگ کو فی الفور ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی جہاد وقتال دین حق کے غلبہ، ظلم وفساد کے ازالہ اور امن و امان کی بقاء کے محض وسائل ہیں مقاصد نہیں۔ عقل سلیم کا مسلمہ و متفقہ فیصلہ ہے کہ وسائل کا استعمال مقاصد کے حصول تک محدود رہنا چاہیے۔ اسی حکمت بالغہ کے پیش نظر اسلام نے مسلمانوں کے باہمی اختلافات سمیت غیر مسلمین کے ساتھ صلح کر لینے کو بڑی اہمیت عطا کی ہے۔ بالخصوص اس وقت جب کفار صلح جوئی اور مصالحت کی طرف از خود راغب ہوں۔ اجتماعی انسانی معاشرہ میں اس صلح کے نہایت بلند اور مضبوط فوائد وثمرات کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے۔

اقوام عالم کی سلامتی کونسل سے ہمارا ایک سوال ہے۔ کیا وہ قرآن حکیم کے نہایت جامع اور فصیح و بلیغ ایک جملہ:[۱۲۶۵] ﴿ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ﴾ [النّساء=٤:١٢٨] '' اور صلح بہترین عمل ہے۔'' کا کسی ہادی، راہنما، عالمی لیڈر اور مفکر کی کلام میں کوئی نعم البدل موجود پاتے ہیں؟

صلح کی پیش کش قبول کرنا اور نہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٢٦٦]﴿ وَ اِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَ تَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝ وَ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡۤا اَنۡ يَّخۡدَعُوۡكَ فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ ؕ ...... ﴾ [الانفال=٨:٦١،٦٢]

’’اور اگر (کفار) صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر توکل کرلو یقیناً وہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر وہ (صلح کی شکل میں) تیرے ساتھ فریب کا ارادہ رکھتے ہوں تو تمہارے لیے اللہ کافی ہے............‘‘

[۱۲۶۷] ﴿ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ۝ سَتَجِدُوۡنَ اٰخَرِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّاۡمَنُوۡکُمۡ وَ یَاۡمَنُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ کُلَّمَا رُدُّوۡۤا اِلَی الۡفِتۡنَۃِ اُرۡکِسُوۡا فِیۡہَا ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَعۡتَزِلُوۡکُمۡ وَ یُلۡقُوۡۤا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ وَ یَکُفُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فَخُذُوۡہُمۡ وَاقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ ؕ وَ اُولٰٓئِکُمۡ جَعَلۡنَا لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ۝ ﴾[النساء=٤:٩٠،٩١]

’’پھر اگر (ایسے منافقین) تم سے ایک طرف ہو جائیں تمہارے ساتھ جنگ و قتال نہ کریں اور تمہاری اطاعت قبول کرلیں یا پیغام صلح دیں تو (ایسی صورت میں) اللہ نے تمہارے لیے ان پر کوئی (جنگ وقتال کا) راستہ نہیں رکھا۔تم کچھ اور لوگوں کو بھی پاؤ گے جن کی (بظاہر) چاہت ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں لیکن جب کبھی وہ فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔پس اگر وہ تم سے ایک طرف نہ ہوں، قبولِ اطاعت نہ کریں اور اپنے ہاتھ (جنگ سے) نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں بھی پاؤ مار ڈالو۔ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل (یا مکمل غلبہ) عطا کیا ہے۔‘‘

[۱۲۶۸] ﴿ وَ لَا یَنۡہٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡہُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ۝ ﴾[الممتحنة=٦٠:٨]

’’کفار میں سے جو لوگ تمہارے ساتھ نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے باہر نکالا اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے ساتھ نیکی، احسان اور انصاف کرو۔درحقیقت اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔‘‘

[۱۲۶۹] ﴿ فَلَا تَہِنُوۡا وَ تَدۡعُوۡۤا اِلَی السَّلۡمِ وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ وَاللّٰہُ مَعَکُمۡ وَ لَنۡ یَّتِرَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ ۝ ﴾[سورۂ محمّد=٤٧:٣٥]

’’پس کمزوری نہ دکھاؤ اور صلح کی دعوت نہ دو اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ

ہے۔ وہ تمہارے اعمال میں کمی نہیں کرے گا۔''

معاہدۂ صلح حدیبیہ:

سیدنا مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۲۷۰] ((أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلٰی وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِیْنَ یَأْمَنُ فِیْهِنَّ النَّاسُ))

'' قریش نے اس پر مصالحت کی کہ دس سال تک جنگ موقوف رہے گی اس زمانے میں لوگ امن و امان سے رہیں گے۔'' [1]

سیدنا مسور بن مخرمہ اورسیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے ۔وہ فرماتے ہیں: (کہ جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پانے لگا، کافروں کی طرف سے سہیل بن عمرو سفیر بن کر آیا۔ اس معاہدہ میں یہ بھی تھا:

[۱۲۷۱] ((هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُهَیْلٌ: وَاللّٰهِ ! لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبُیْتِ وَ لَا قَاتَلْنَاكَ۔وَ لٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ " فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :((وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنْ كَذَّبْتُمُوْنِیْ، اُكْتُبْ " مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ)) قَالَ الزُّهْرِیُّ وَ ذَالِكَ لِقَوْلِهٖ لَا یَسْئَلُوْنِّیْ خُطَّةً یُعَظِّمُوْنَ فِیْهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَیْتُهُمْ اِیَّاهَا ۔ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ((عَلٰی اَنْ تُخَلُّوْا بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْبَیْتِ فَنَطُوْف بِهٖ)) فَقَالَ سُهَیْلٌ ! وَاللّٰهِ لَا ، تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا ضُغْطَةً وَ لٰكِنْ ذَالِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ ۔ فَكُتِبَ ۔فَقَالَ سُهَیْلٌ وَ عَلٰی اَنَّهٗ لَا یَأْتِیْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَ اِنْ كَانَ عَلٰی دِیْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَیْنَا۔ قَالَ: الْمُسْلِمُوْنَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ كَیْفَ یُرَدُّ اِلَی الْمُشْرِكِیْنَ وَ قَدْ جَاءَ مُسْلِمًا......فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَیْتُ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : اَلَسْتَ نَبِیَّ اللّٰهِ حَقًّا ؟ قَالَ ((بَلٰی)) قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ وَ عَدُوُّنَا عَلَی الْبَاطِلِ ؟ قَالَ ((بَلٰی)) قُلْتُ:فَلِمَ نُعْطِی الدَّنِیَّةَ فِیْ دِیْنِنَا اِذًا۔ قَالَ: ((اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ لَسْتُ اَعْصِیْهِ وَ هُوَ نَاصِرِیْ ......)) [2]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں معاہدہ لکھوایا:'' یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معاہدہ کی

---

[1] صحیح أبی داوٗد=کتاب الجهاد: باب فی صلح العدوّ، الحدیث:۲۴۰۴

[2] صحیح البخاری= کتاب الشُّروط: باب الشُّروط فی الجهاد والمصالحة مع أَهل الحرب، وکتابة الشروط، الحدیث: ۲۵۸۲،۲۵۸۱+صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر:باب صلح الحدیبیة فی الحدیبیة، الحدیث:۱۷۸۴،۱۷۸۳

دستاویز ہے۔ سہیل بن عمرو نے کہا: ''اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو کعبہ سے روکیں نہ آپ سے جنگ کریں۔ آپ صرف اتنا لکھئے ''محمد بن عبد اللہ''۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں البتہ اللہ کا رسول ہوں۔ خواہ تم میری تکذیب ہی کرتے ہو۔ چلیں آپ لکھ لیں ''محمد بن عبد اللہ''

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے یہ ساری نرمی اور رعائت آپ ﷺ کے اس فرمان عالی شان کا نتیجہ تھی جو کہ آپ ﷺ پہلے چکر لگا کر جانے والے کافروں کے ایک سفیر بدیل بن ورقاء سے فرما چکے تھے۔ وہ فرمان یہ تھا کہ قریش مجھ سے جو بھی ایسا مطالبہ کریں گے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم مقصود ہو گی تو میں ان کے مطالبے کو ضرور مان لوں گا۔ اس لیے رسول اللہ ؐ نے سہیل سے یہ فرمایا: ''محمد بن عبد اللہ'' ہی لکھ لو۔'' (اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ نسب کے اعتبار سے محمد بن عبد اللہ ہی تھے۔) بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاہدہ صلح میں یہ بات بھی ہو گی کہ تم ہمیں بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ میں جانے دو گے۔'' سہیل بن عمرو نے کہا: '' اللہ کی قسم! ہم اس سال ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ ورنہ عرب کہیں گے کہ ہم ان کے سامنے مغلوب ہو گئے تھے۔ (اس لیے ہم نے اجازت دے دی) البتہ آئندہ سال تمہیں طواف کرنے کی اجازت ہو گی۔'' چنانچہ یہ بات بھی لکھ لی گئی۔

پھر سہیل بن عمرو نے کہا: ''یہ شرط بھی معاہدہ میں رکھئے کہ ہماری طرف کا جو آدمی بھی آپ کے ہاں جائے گا۔ خواہ وہ آپ کے دین پر ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اُسے ہمارے ہاں واپس کر دیں گے۔'' مسلمانوں نے (یہ شرط سن کر) کہا: '' سبحان اللہ! ایسے شخص کو مشرکوں کے حوالے کس طرح کیا جا سکتا ہے جو مسلمان ہو کر آیا ہے۔''...... سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، کیا یہ ایک مسلمہ حقیقت نہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: '' کیوں نہیں۔'' میں نے پھر عرض کیا: '' کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: '' کیوں نہیں؟'' میں نے پھر عرض کیا پھر ہم اپنے دین کے معاملہ میں کیوں ذلت اور رسوائی برداشت کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتا اور وہی میرا حامی و مددگار ہے...... (چنانچہ اس موقع پر سورۃ الفتح نازل ہوئی، جس میں نتائج وثمرات کے اعتبار سے صلح حدیبیہ کو فتح مبین

قرار دیا گیا۔)

اہل روم سے صلح:

نبی ﷺ نے آئندہ رونما ہونے والی خوشخبریوں میں سے ایک خوشخبری سنائی:

[۱۲۷۲] «سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُونَ اَنْتُمْ وَ هُمْ عَدُوًّا مِنْ وَّرَائِكُمْ فَتُنْصَرُونَ وَ تَغْنَمُونَ وَ تَسْلَمُونَ فَتَغْدِرُ الرُّومُ وَ تَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ فَيَقْتَتِلُونَ» [3]

''مسلمانو! تم عنقریب اہل روم کے ساتھ پر امن صلح کرو گے۔ تم اور رومی مل کر اپنے مشترکہ دشمن کے ساتھ جنگ کرو گے۔ چنانچہ تم فتح یاب ہو گے اور غنیمت پا کر صحیح و سالم واپس لوٹو گے۔ پھر رومی غداری کا ارتکاب کریں گے اور خونریز جنگ کے لیے جمع ہو جائیں گے۔ (چنانچہ دونوں فریق باہم جنگ و قتال کرینگے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایک جماعت کو شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ یہ روایت یہاں اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔)''

صلح کی شرائط اور احکام:

1 ......[۱۲۷۳] ﴿وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا......﴾ [الأنفال=۸:۶۱]

[۱۲۷۴] ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ......﴾ [التوبة=۹:۵]

[۱۲۷۵] ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ......﴾ [سورۂ محمّد=۴۷:۳۵]

مندرجہ بالا تینوں آیات اور ان جیسی دیگر آیات محکم ہیں یعنی ان کا حکم تا حال باقی ہے۔ اور ان میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں۔ بلکہ یہ مختلف حالات، مختلف مواقع اور مسلمانوں کی مختلف مصلحتوں پر محمول ہیں۔ چنانچہ مسلمان صاحب قوت و شوکت ہوں تو پھر نہ تو صلح ہوگی نہ صلح کی شرائط پیش کی جائیں گی۔ اگر کسی نقصان کو روکنا یا کسی فائدہ کا حصول مقصود ہو تو دشمن کے ساتھ صلح جائز ہے۔ علاوہ ازیں اہل اسلام کی طرف سے صلح کی دعوت دینا ممنوع ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''تم سست نہ پڑو اور نہ ہی صلح کی پیش کش کرو۔'' [سورۂ محمّد=۴۷:۳۵]

لیکن کفار اگر صلح کی طرف مائل ہوں تو کسی مصلحت کے پیش نظر صلح کی پیش کش قبول کر لینا لازم ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''تو آپ بھی صلح کے لیے مائل ہو جائیں۔'' [الأنفال=۸:۶۱] [4]

---

[3] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۱۱۳۵

۲......امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فِیْ هٰذِهِ الْأَحَادِیْثِ دَلِیْلٌ لِجَوَازِ مُصَالَحَةِ الْكُفَّارِ اِذَا كَانَ فِیْهَا مَصْلَحَةٌ وَ هُوَ مُجْمَعٌ عَلَیْهِ عِنْدَ الْحَاجَةِ ......"

"مذکورہ احادیث میں کفار سے صلح کرنے کے جواز کی واضح دلیل ہے۔ بشرطیکہ اس میں مصلحت ہو اور بوقت ضرورت اس کے جواز پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔"

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی مدت دس سال سے زائد نہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ تین چار یا ایک سال سے زائد نہ ہو اور جبکہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ امام کی رائے پر موقوف ہے۔" [۵]

۳......غلبہ وقوت اور عزت وشوکت کی موجودگی میں جہاد جاری رکھتے ہوئے اللہ کے دین کو سر بلند کرنا فرض اور واجب ہے اور کافروں سے صلح کے معاہدے کرنا حرام ہے۔ لہٰذا مدت صلح کو مصلحت اور ضرورت کے ساتھ مقید رکھنا ضروری ہے۔ البتہ اہل ذمہ کے ساتھ مستقل طور پر صلح ہو سکتی ہے۔ اس شرط پر کہ وہ جزیہ ادا کریں گے اور صلح کے معاہدے کو نہیں توڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۶] ﴿ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ O ﴾[التَّوبة=۹:۲۹]

"یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ پست ہو کر رہیں۔"

۴......صلح حدیبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح معجزہ تھا اور درحقیقت اسلام کی فتح مبین تھی جس کے بے شمار ثمرات وفوائد کے نتیجے میں اسلام کی دعوت اور تبلیغ عام ہوئی۔ عوام الناس فوج در فوج حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ مسلم اور غیر مسلم کے عام ملنے جلنے اور اکٹھا ہونے سے ہر شخص اسلامی تعلیمات سے متعارف ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں سے آپ کی سیرت طیبہ و اخلاق عالیہ کا چہار دانگ عالم میں عام شہرہ و تعارف ہوا۔ بالآخر تین سال کے بعد کفار ہی کی طرف سے غداری اور معاہدے کی خلاف ورزی کے سبب مضبوط اور طاقتور مسلمانوں کا لشکر جرار کفار مکہ سے جا ٹکرایا اور فتح مکہ سے اسلام اور عالم اسلام کو عالمی سطح پر عزت وشوکت سے ہمکنار کر دیا۔ [۶]

---

[۴] تفسیر القرطبی:۸/۲۷+ تفسیر ابن کثیر/تفسیر سورة الأنفال:۸:۶۱+شرح النَّووی:۲/۱۰۴+نیل الأوطار: ۸/۳۳-۴۳

[۵] شرح النَّووی:۲/۱۰۶+معالم السُّنن للخطابی:۴/۸۰+بدایة المجتهد:۱/۴۵۰+ الرَّوضة النَّدیَّة: ۲/۳۵۴

5 ......رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی تیسری شرط میں مردوں اور عورتوں کو شامل رکھا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنۃ کی آیت نمبر ۱۰ سے منسوخ کردیا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۷] ﴿ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ﴾[الممتحنة=۶۰:۱۰]

''اگر تم جان لو کہ یہ عورتیں ایمان لانے والیاں ہیں تو ان عورتوں کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔''

لہٰذا اسی طرح ایمان لانے والی اور ہجرت کرنے والی عورت کی مشکلات کا حل میسر آیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ عورتیں صلح نامہ میں شامل ہی نہ تھیں۔ جیسا کہ صلح نامہ کی عبارت میں ہے کہ [۱۲۷۸] «لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ...... » [7] ''نہیں آئے گا آپ کے پاس ہماری طرف سے کوئی مرد مگر آپ اس کو واپس کریں گے۔'' اس عبارت میں « رَجُلٌ» یعنی ''مرد'' کا لفظ تھا «اِمْرَأَةٌ » یعنی ''عورت'' کا لفظ نہیں تھا۔ لہٰذا عورت معاہدہ میں شامل ہی نہ تھی ۔ یہ دوسرا موقف ہی زیادہ درست ہے۔[8]

6 ......مشرکین کے جاسوسوں اور مخبروں سے اپنے حالات پوشیدہ رکھنا، اچانک حملہ کرنے کے لیے اپنے لشکروں کو حرکت میں لانا بہت بڑی جنگی حکمت عملی ہے اور سنن الہدیٰ یعنی ہدایت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔[9]

7 ......صلح حدیبیہ کے سال مکہ میں موجود بہت زیادہ کمزور مومنوں کو جنگ و قتال کے نقصانات سے محفوظ رکھنا بھی صلح حدیبیہ کی حکمتوں اور مصلحتوں میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۷۹] ﴿ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾[الفتح=۴۸:۲۵]

''اگر ایسے مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں (جو کہ مکہ میں مسلمان ہو کر قید و بند کی بے بس زندگی گزار رہے تھے۔ جیسے ابو جندل رضی اللہ عنہ وغیرہ) جن کو تم نہیں جانتے ہو اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ جاتا۔ (تو ابھی

---

6 ملاحظہ ہو صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب أین رَكَزَ النَّبِیُّ ﷺ الرَّایة یوم الفتح ، الحدیث:۴۰۳۶+صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر:باب فتح مكة، الحدیث:۱۷۸۰+ شرح النَّووی:۲/۱۰۵

7 تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل: ۱۳۷

8 معالم السُّنن :۴/۷۹+منتقَى الأَخبار مع نیل الأَوطار:۷/۴۱

9 فتح الباری:۶/۲۶۰

تمہارے ہاتھ سے فتح ہو جاتی)۔''

۸ ......جہاد کی بیعت، جنگ سے نہ بھاگنے کی بیعت ، اللہ کے راستہ میں موت کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی بیعت اور ان کے نتیجے میں رضائے الٰہی کا حصول، اللہ کی طرف سے رحمت اور سکون کا نزول صلح حدیبیہ کے بہترین آثار اور مبارک ثمرات ہیں۔ [۱۰]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۰] ﴿ **لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ** ﴾[الفتح=۴۸:۲۵]

''البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جو آپ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے......''

۹ ......کفار مکہ کی طرف سے آنے والے ایک قاصد عروہ بن مسعود ثقفی کا بیان ہے:

[۱۲۸۱] ((وَاللّٰهِ ! اِنْ يَتَنَخَّمُ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ......)) [۱۱]

''اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ بلغم بھی تھوکتے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا۔ اور وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا......''

اسی طرح ایک اور قاصد بنی کنانہ کے حلیس بن علقمہ کا بیان ہے:

[۱۲۸۲] '' سبحان الله! مَايَنْبَغِیْ لِهٰؤُلَآءِ اَنْ يُّصَدُّوا عَنِ الْبَيْتِ '' [۱۲]

''سبحان اللہ! ان جیسے لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔''

کفار کے قاصدوں کے یہ بیانات مشرکین مکہ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنے رسول، امام اور قائد کے لیے بے مثال محبت واطاعت، توقیر وتعظیم کے اعتراف کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔جن میں اطاعت ومحبت کا بے نظیر اسوۂ حسنہ ہے۔عربی زبان کا ایک جملہ ہے:'' اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ '' ''فضیلت والی بات یہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دیں۔''

۱۰ ......صلح حدیبیہ والی حدیث بہت زیادہ حکمتوں اور احکام کی جامع احادیث میں سے ایک ہے۔

---

[۱۰] ملاحظہ ہو صحیح البخاری = كتاب المغازی: باب غزوة الحديبية، الحديث:۳۹۱۶،۳۹۱۹،۳۹۲۰ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيان بيعة الرّضوان تحت الشّجرة، الحديث: ۱۸۵۶

[۱۱] صحيح البخاری= كتاب الشّروط:باب الشّروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشّروط ، الحديث:۲۵۸۱،۲۵۸۲

[۱۲] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۱۲۸۱

جس میں جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت صلح کی شرائط اور صلح کے اصولوں کا بیان محبت اور اطاعت رسول ﷺ کا تذکرہ حج اور عمرہ کی ادائیگی سے متعلق بہت سے احکام و آداب جمع ہیں۔[۱۳]

احترام والے مہینے اور عام معافی کا اعلان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۳]﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾[التوبة=۹:۳۶]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک سال کے مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ(۱۲) ماہ ہے۔ اس روز سے (یہ تعداد کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے) جس روز سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان میں سے چار مہینے احترام والے ہیں۔(ذوالحجہ، ذوالقعدہ محرم اور رجب)۔''

[۱۲۸۴] ﴿ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾[البقرة:۲:۲۱۷]

''(اے محمد ﷺ!)لوگ تم سے عزت والے مہینوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ ان میں لڑائی کرنا کیسا ہے ؟ کہہ دیجئے ان میں لڑائی کرنا بہت بڑا(گناہ) ہے(لیکن) اللہ کی راہ سے روکنا، اس کا انکار کرنا ، اور مسجد حرام سے(منع کرنا) اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

اکثر علماء کا موقف ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے حرام ہونے کا حکم منسوخ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل عام حکم اس کو منسوخ کرتا ہے:

[۱۲۸۵]﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً ﴾[التوبة=۹:۳۶] ''سب مل کر مشرکین سے قتال کرو۔''

لیکن امام عطاء رحمہ اللہ وغیرہ محقق علماء کے بقول مذکورہ آیت کا حکم غیر منسوخ ہے لہٰذا حرمت والے مہینوں میں جنگ کا آغاز حرام ہے۔ البتہ ابتداء کفار کی طرف سے ہو یا جنگ پہلے سے جاری ہو تو دفاعی جنگ اور جہاد کو جاری رکھنا اور باقی رکھنا ضروری ہے۔ جب تک کہ جہاد کا

---

[۱۳] ملاحظہ ہو فتح الباری:۶/۲۷۹-۲۸۱ + منتقی الأخبار:۷/۴۰،۴۱

مقصد حاصل نہ ہو جائے یا پھر کافروں کی طرف سے جنگ بند کرنے اور صلح کرنے کی پیش کش نہ ہو۔"[۱۴]

(۱۲) مذکورہ شرائط و قیود کے ساتھ کافروں سے صلح کرنے کا حکم غیر منسوخ اور قیامت تک باقی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل واضح دلیل ہے۔ علاوہ ازیں صلح کی عام اور واضح نصوص کے علاوہ نبی ﷺ کی وہ حدیث واضح دلیل ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

عنقریب رومیوں سے صلح کرو گے، پھر تم اور رومی مل کر اپنے مشترکہ دشمن پر حملہ کرو گے۔ چنانچہ تم فتح یاب ہو گے۔[۱۵]

پناہ دینے کا معاہدہ اور جان بخشی کی اپیل:

جب کوئی بھی جنگ کرنے والا کافر جان بخشی و پناہ کا طلبگار ہو تو اس کی درخواست قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی معاملہ کو عقدِ امان اور ایسے کافر کو ﴿مُستَأمِن﴾ (جان بخشی کا خواہشمند) کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۸۶] ﴿ وَ اِنۡ اَحَدٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ اسۡتَجَارَکَ فَاَجِرۡهُ حَتّٰی یَسۡمَعَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبۡلِغۡهُ مَاۡمَنَهٗ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا یَعۡلَمُوۡنَ ۝﴾ [التَّوبة=۹:۶]

"اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے امان طلب کرے تو اس کو امان (پناہ) دے دیجیے۔ تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دیجیے۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ وہ ایسی قوم (میں سے) ہے جو (حق کا) علم نہیں رکھتے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۲۸۷] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ ﴾ [المائدة=۵:۱]

"اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کیا کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[۱۴] القرطبی:۳/۳۰-۳۲ + تفسیر ابن کثیر:۱/۲۷۱-۲۷۳ + صحیح البخاری=کتاب التَّفسیر/تفسیر سورة البقرة: باب قوله تعالیٰ ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِیۡ کِتٰبِ اللّٰهِ یَوۡمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِکَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ ﴾ [التَّوبة=۹:۳۶]، الحدیث:۴۳۸۵

[۱۵] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل:۱۱۳۵

[۱۲۸۸] ((ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ فَمَنْ أَخْضَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَ لَا عَدْلٌ))[۱۶]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' تمام مسلمانوں کا عہد ایک جیسا ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی عہد کا ذمہ اٹھا سکتا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی مسلمان کے عہد وذمہ کو توڑے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی طرف سے لعنت ہے۔ اس کا کوئی نفل اور فرض قبول نہیں کیا جائے گا۔''

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا:

[۱۲۸۹] ((قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِيءٍ))[۱۷]

''اے ام ہانی! جسے تو نے امان دیا ہے، اس کو ہم نے بھی امان بخش دیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

[۱۲۹۰] ((لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدَرِ غَدْرِهٖ۔ اَلَآ وَ لَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِن اَمِيرِ عَامَّةٍ))[۱۸]

'' قیامت کے دن ہر غدار (اور عہد شکن) کے لیے مخصوص پرچم ہوگا۔ وہ پرچم اس کے غدر کے مطابق سر بلند ہو گا۔ اور امیر عام سے بڑھ کر کوئی بڑا غدار نہیں ہوسکتا ہے ۔(کیونکہ امیر عام کا غدر پوری ملت کی بدنامی اور رسوائی کا موجب ہے۔)''

مندرجہ بالا بحث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① امان کے طلبگار کافر کو اس غرض سے امان عطا کرنا واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مضامین کی سمجھ بوجھ حاصل کرے اور مشرف بااسلام ہو جائے۔ پھر اگر وہ اسلام قبول کرلے تو مسلم معاشرے کا جزوَ لاینفک کہلائے گا۔ وگرنہ امام بمطابق مصلحت مناسب

---

[۱۶] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل:۱۱۳۸

[۱۷] صحيح البخاری= كتاب الجزية: باب أَمان النِّساء و جوارهِنَّ، الحديث: ۳۰۰۰+ صحيح مسلم= كتاب صلٰوة المسافرين و قصرها: باب إِستحباب صلوة الضُّحٰى وَ اَنَّ اَقَلَّهَا رَكْعَتَانِ وَ اَكْمَلِهَا ثَمَانِ رَكْعَاتٍ وَ أَوسَطِهَا اَرْبَعِ رَكْعٰتٍ اَو سِتٍّ وَالحَثِّ عَلى المحافظة عليها،الحديث:۷۱۹۔اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۸] صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسِّير: باب تحريم الغدر، الحديث: ۱۷۳۸+صحيح البخاری=كتاب الحِيَل:(باب) وَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِواءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، الحديث:٦٥٦٥۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

مدت کے بعد اسے اس کے ٹھکانے "دَارُالْکُفر" میں واپس پہنچا آئے۔ یعنی عقد و امان دائمی نہیں۔ بلکہ عارضی مدت کے لیے ہوسکتا ہے۔ الا یہ کہ پناہ طلب کرنے والا اہل الذمہ کی شرائط مثلاً جزیہ کی ادائیگی وغیرہ پوری کرکے مستقل ذمی قرار پائے۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔[۱۹]

② ہر مسلمان عاقل، بالغ خواہ مذکر ہو یا مؤنث، غلام ہو یا آزاد امان دے سکتا ہے اور اس کے عہد و امان کی پاسداری امام سمیت تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ اس بارے اکثر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔[۲۰]

③ مسلمانوں کے افراد کی طرف سے ایک یا چند کفار کے ساتھ عہد وامان تسلیم کیا جائے گا لیکن کسی قوم یا اہل علاقہ کے لیے عہد و امان کا عام اختیار صرف امام اور خلیفہ کو حاصل ہے۔ وگرنہ یہ عمل جہاد کے اختتام کا موجب بن سکتا ہے۔" [۲۱]

④ اسلام میں قاصد اور پیغام رساں بھی پناہ طلب کرنے والے کی طرح محفوظ و مامون تسلیم کیا گیا ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے مسیلمہ کذاب کے دو قاصدوں کو بھی امان بخشا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۲۹۱] ((اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ لَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا)) [۲۲]

"اللہ کی قسم اگر قاصدوں کو قتل نہ کرنے کا مسلمہ اصول نہ ہوتا میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔"

⑤ پناہ طلب کرنے والا کافر جب اہل اسلام کی جاسوسی کرنے لگے تو اس کا عہد و پیمان ختم اور وہ واجب القتل ٹھہرے گا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جاسوسی کرنے والے پناہ کے طالب کافر کے بارے سیدنا ابن اکوع سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۱۲۹۲] ((اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ)) [۲۳] "اسے تلاش کرو اور اسے قتل کردو۔"

⑥ وعدوں اور معاہدوں کا احترام اور ان کی وفا داری کا حکم اور عہد توڑنے اور غداری

---

[۱۹] القرطبی:۸/۴۹+معالم السُّنن للخطابی:۴/۶۳+شرح النّووی:۲/۸۳+ نیل الأوطار:۷/۳۱+ المغنی:۸/۳۹۹

[۲۰] المغنی:۸/۳۹۶+بدایة المجتهد:۱/۴۴۴ـ۴۴۵

[۲۱] الرَّوضة النَّدیَّة:۲/۳۵۳

[۲۲] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۴۰

[۲۳] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الحَرَبِیُّ اِذَا دَخَلَ دَارُ الإِسلام بغیر اَمَانٍ، الحدیث:۲۸۸۶+صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسَّیر: باب استحقاق القاتل سلب القتیل، الحدیث:۱۷۵۴۔ یہ حدیث سنن ابی داوٗد میں بھی ہے۔

کرنے کی شدید ممانعت اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا آفتاب فروزاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے۔

[١٢٩٣]﴿ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُوۡلًا O﴾[الاسراء=١٧:٣٤]

''اور وعدہ کو پورا کیا کرو (کیونکہ) بلاشبہ وعدوں کے بارے سوال کیا جائے گا۔''

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [١٢٩٤]« وَ لَا تَغۡدِرُوۡا ......»[٢٤] ''اور دھوکہ نہ دو۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: [١٢٩٥] «وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ »[٢٥] ''قیامت کے دن ہر غدار کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔''

قریش کی طرف سے ایک قاصد ابو رافع رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا۔ مدینہ آ کر انہوں نے اسلام قبول کرنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[١٢٩٦]« اِنِّیۡ لَا اَخِيۡسُ بِالۡعَهۡدِ وَ لَا اَحۡبِسُ الۡبُرُدَ وَلٰكِنِ ارۡجِع فَإِنۡ كَانَ فِيۡ نَفۡسِكَ الَّذِیۡ فِیۡ نَفۡسِكَ الۡاٰنَ فَارۡجِعۡ ـ فَذَهَبۡتُ ثُمَّ اَتَيۡتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَأَسۡلَمۡتُ »[٢٦]

''میں عہد شکنی نہیں کیا کرتا۔ نہ ہی میں قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں (یعنی قید کرتا ہوں) آپ پہلے اپنے قبیلے قریش کی طرف واپس جائیں۔ اگر آپ کے دل میں اسلام کی یہی محبت اور حقانیت رہی جو اس وقت ہے تو دوبارہ آ جانا۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت تو میں واپس مکہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔''

⑦ لہٰذا پناہ طلب کرنے والے کافر کو صراحتاً یا اشارۃً عہد و امان دینے کے بعد اس کے عہد و ذمہ میں کسی طرح کی غداری اور مکر و فریب کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ مستقل طور پر معاہدہ کرنے والے ذمیوں کی طرح عارضی مدت کے لیے معاہدہ کرنے والے پناہ کے طالب کے ساتھ بھی وفا کے عہد اور تحفظ کی ضمانت اسلام کے زریں اصول اور اس کے اخلاقِ فاضلہ کا جزوِ لاینفک ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

[٢٤] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٥٢

[٢٥] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:١٢٩٩

[٢٦] صحيح أبی داؤد= كتاب الجهاد : باب فی الإمام يُسۡتَجَنُّ بهِ فِی العهود، الحديث:٢٣٩٦

[۱۲۹۷] ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رَاعُوْنَO﴾ [المؤمنون=۸:۲۳]

''مومن تو وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد و میثاق کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

⑧ پناہ طلب کرنے والا کافر بدنیتی اور خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی جاسوسی یا اجتماعی اسلامی نظام کے خلاف بغاوت کا ارتکاب کرے تو اس کو ایسے سنگین اور غیر اخلاقی جرم کی سزا سے دو چار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ خواہ وہ جاسوس پناہ طلب کرنے والا ہو یا قاصد ہو یا اجنبی مسافر کا روپ دھارے ہو۔

⑨ دارالحرب میں اگر کوئی مسلمان امان لے کر داخل ہو یا امام صلح نامہ میں کافر مردوں کی (اگر چہ بعد میں وہ مسلمان ہو جائیں) واپسی کی شرط منظور کرلے تو وفاء عہد ضروری اور غدر حرام ہو گا۔ لیکن اس کا اطلاق ایمان لانے والی اور ہجرت کرنے والی عورتوں پر نہیں ہو گا۔

مالی معاوضے کے بدلے مستقل پناہ دینا

تعریف اور اہمیت:

پناہ کا معاہدہ غیر مستقل اور عارضی مدت کے لیے اور ہر کافرومشرک جنگ کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ ذمی ہونے کا معاہدہ مستقل اور دائمی تحفظ اور پناہ کا عہد ہے۔ جو اہل کتاب کے یہود و نصاریٰ اور آتش پرستوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اس پناہ کے بدلے میں جزیہ کی ادائیگی کی شرط قبول کرلیں اور تمام اسلامی پابندیوں کے بجا لانے پر آمادہ ہوں۔ جس کے بعد وہ ذمی کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۹۸] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ O﴾ [التوبة=۹:۲۹]

''اہل کتاب (یہود و نصاریٰ وغیرہ) جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ اور جن اشیاء کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، انہیں حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے ان سے قتال جاری رکھو۔ حتیٰ کہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''

[۱۲۹۹] ﴿فَاِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ [المائدة=٥:٤٢]

''(مدینہ منورہ کے وہ یہودی جن سے معاہدہ ہے) اگر آپ کے پاس (بغرض فیصلہ) آ جائیں تو آپ کا دل چاہے تو ان کے درمیان فیصلہ کریں، دل نہ چاہے تو نہ کریں۔ اگر آپ ان سے اعراض برتیں یعنی ان کا فیصلہ نہ کریں گے تو وہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل و انصاف کا فیصلہ کریں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۱۳۰۰] ((فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَاِنْ اَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ فَاِنْ هُمْ اَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ قَاتِلْهُمْ)) [۲۷]

''اگر وہ (یعنی مشرکین) قبول اسلام سے انکار کردیں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر اسے قبول کرلیں تو تم بھی قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو۔ لیکن اگر جزیہ کی ادائیگی سے انکاری ہوں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور ان کے ساتھ قتال کرو۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[۱۳۰۱] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا (الْجِزْيَةَ) مِنْ مَجُوْسِ هَجَرَ وَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ بِذَالِكَ)) [۲۸]

''رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے اس وقت تک جزیہ قبول نہ کیا جب تک سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس (سنت) کی شہادت نہ دی۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ گورنر کو ایک طویل گفتگو میں یہ بھی فرمایا:

---

[۲۷] تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل:٥٢

[۲۸] صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الجزیة والموادعة: باب و مَا جَاءَ فِی أَخذ الجزیة مِنَ الیهود وَالنَّصارٰی والمجوس والهجر، الحدیث: ۲۹۸۷+صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج وَالإِمَارَة والفيء : باب فی أَخذ الجزیة مِنَ المجوس ، الحدیث:٢٦٢٤۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۳۰۲] «اَمَرَنَا نَبِيُّنَا اَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتّٰى تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهُ اَوْ تُؤَدُّوا الْجِزْيَةَ» [۲۹]

''ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے حکم فرمایا ہے: ہم آپ لوگوں (یعنی اہل کتاب) کے ساتھ جنگ جاری رکھیں حتی کہ تم اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی عبادت کرنے لگو، یا ادائیگی جزیہ پر آمادہ ہو جاؤ۔''

جزیہ کے احکام اور ذمیوں کے حقوق:

① الجزیةُ (جَزٰی یَجْزِیْ) سے مشتق ہے جس کا معنی ''بدلہ دینا'' ہے شرعاً اس سے مراد وہ مالی رقم ہے جو اہل اسلام کے ذمہ اور عہد میں داخل ہونے والے اہل کتاب اور مجوسی ذمیوں پر مقرر کیا جاتا ہے۔'' [۳۰]

② اہل کتاب کے ساتھ جہاد وقتال جاری رکھنے کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) ان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہ ہونا۔

(۲) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا۔

(۳) اور دین حق کو قبول نہ کرنا۔ تاہم ان کی طرف سے اسلام قبول کرنے یا جزیہ کی ادائیگی کی شرط قبول کر لینے پر قتال حرام قرار پائے گا اور وہ اہل اسلام کے ذمی ہونگے۔[التّوبة=۹:۲۹]

③ اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ اور مجوسی ہیں یا مجوس کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [۱۳۰۳] «سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ» [۳۱] ان مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا سا معاملہ کرو۔ وہ عربی ہوں یا عجمی نہ کہ بقایا مشرکین کا سا۔ اس لیے کہ اللہ کا فرمان ہے:

[۱۳۰۴] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ﴾[التّوبة=۹:۵]

''مشرکین کو قتل کر دو جہاں بھی ان کو پاؤ۔''

لہٰذا جزیہ کی ادائیگی کا حکم صرف اہل کتاب اور مجوس کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسا کہ آیت

---

[۲۹] صحیح البخاری= كتاب الجهاد /أبواب الجزية والموادعة: باب وما جاء فی أخذ الجزية من اليهود وَالنَّصارٰی والمجوس وَالهجر، الحديث: ۲۹۸۹

[۳۰] تفسير القرطبی:۸/۷۳

[۳۱] المؤطّا لِلإمَام مالك= كتاب الزَّكاة : باب جزية أَهل الكتاب

میں اس کی تصریح موجود ہے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے مجوس بھی اہل کتاب کے حکم میں شامل ہیں۔ امام شافعی، امام احمد، امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ اور اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ لیکن امام مالک اور اوزاعی کہتے ہیں کہ قبول جزیہ کا حکم تمام مشرکین عالم کے لیے عام ہے۔ اس حدیث کی بنا پر جو سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[۱۳۰۵] ((وَ اِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ......))[۳۲]

''اور جب تو اپنے مشرک دشمن کے ساتھ ملے (یعنی جنگ کرے۔)''

(مندرجہ بالا حدیث میں پہلے مشرکین کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔ اس کے بعد انہیں جزیہ ادا کرنے کی آفر دی گئی۔ البتہ اگر وہ یہ دونوں چیزیں نہ مانیں تو ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا)

تاہم یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث میں مشرکین سے خاص اہل کتاب مراد ہیں۔[۳۳]

④ حنفیہ کا یہ قول کہ جزیہ صرف عجمی مشرکین سے قبول کیا جائے گا۔ عرب کے مشرکوں کے لیے صرف اسلام قبول کرنے یا تلوار کا حکم ہے یہ استدلال عام نصوص اور اکثر صحابہ کے عمل کے صریحاً خلاف ہے۔ صحیح موقف یہی ہے کہ جزیہ عربی اور عجمی اہل کتاب مشرکوں سے لیا جائے گا۔[۳۴]

⑤ جزیہ قبول کرنے اور جنگ ختم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب مسلمانوں کے ساتھ ملنے جلنے اور باہمی رابطوں کے ذریعے اسلام کی خوبیوں اور مناقب سے مطلع ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں ذمیوں کو فراہم کیے گئے تحفظ کا نہایت معمولی مالی معاوضہ ہے جو اسلام کی عادلانہ انسانی روا داری کی روشن دلیل ہے۔[۳۵]

⑥ مجوس دراصل اہل کتاب نہیں ہیں۔ بنا بریں ان کی عورتوں اور ان کے ذبیحوں کی حرمت پر اکثر علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ وہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے قبول جزیہ میں اہل کتاب کے حکم میں شامل سمجھے گئے ہیں۔[۳۶]

---

[۳۲] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

[۳۳] القرطبی:۸/۷۰،۷۱+ شرح النَّووی:۲/۸۲+ معالم السُّنن:۴/۲۵۲+ نیل الأَوطار:۸/۶۰+سُبُل السَّلام:۴/۱۲۸+بدایة المجتهد:۱/۴۵۱،۴۵۲

[۳۴] القرطبی:۸/۷۱ + نیل الأَوطار:۸/۶۰

[۳۵] نیل الأَوطار: ۸/۶۰+ القرطبی:۸/۷۳+ المنتقٰی شرح الموطَّا:۲/۱۷۲

[۳۶] معالم السُّنن للخطابی:۴/۲۵۲+ نیل الأَوطار:۸/۶۰+ سُبُل السَّلام:۴/۱۲۷،۱۲۸

⑦ قبول جزیہ کے ساتھ ذمیوں کے لیے خاص عبادات کے ما سوا اسلام کے اجتماعی تعمیری نوعیت کے اور ملک وملت کی بہتری والے احکام کی پابندی ضروری ہے۔ تاہم وہ اپنے مذہبی اعتقادات و اعمال پر عمل پیرا ہونے میں مکمل آزاد ہونگے۔ جیسا کہ اس بارے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے۔[۳۷]

⑧ عدل وانصاف کے تقاضے اور اسلامی رواداری کی وجہ سے جزیہ قبول کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کوملحوظ رکھا گیا ہے۔

① عاقل ② بالغ
③ مذکر ④ آزاد
⑤ غنی ذو استطاعت

چنانچہ مجنوں، بچے، عورت، غلام اورفقیر پر جزیہ واجب نہیں ہوگا۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن روانہ فرمایا۔تو حکم دیا:

[۱۳۰۶]« أن يَّأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ(يعنى مُحْتَلِمًا) دِيْنَارًا اَوْ عَدْلَهٗ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ، ثِيَابٌ تَكُوْنُ بِالْيَمَنِ »[۳۸]

"ہر بالغ شخص سے ایک دینار یا اس کے برابر معافر کے بنے ہوئے کپڑے وصول کریں۔ جو یمن میں عام پائے جاتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۰۷]﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ...... ﴾ [التَّوبة=۹:۲۹]

"ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے......"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان نہ لانے والے جنگ کرنے والوں سے جہاد کا حکم دیا ہے۔چونکہ عورتیں اور نابالغ بچے لڑنے والوں میں شامل نہیں لہٰذا ان پر جزیہ بھی واجب نہیں۔

---

۳۷ ملاحظہ ہو سُنُن أَبی داؤد= كتاب الخراج والإمارة والفيءِ :باب فى أَخذ الجزية۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ضعیف أَبی داؤد، الحديث:٦٥٨

۳۸ صحيح أَبی داؤد = كتاب الخراج والإمارة والفيءِ: باب فى أَخذ الجزية، الحديث: ٢٦٢٢+ صحيح النِّسائی= كتاب الزَّكوة: باب زكوة البقر، الحديث:٢٢٩٨-٢٣٠١+ صحيح التِّرمذی= أَبواب الزَّكاة: باب مَا جَاءَ فِى صدقة البقر، الحديث:١٤٦١+ مسند احمد:٥/ ٢٣٠،٢٣٣،٢٣٧

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

[۱۳۰۸] ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا...... ﴾ [البقرة=۲:۲۸۶]

’’ اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔‘‘ اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔ [۳۹]

⑨ ذمی مسلمان ہو جائے تو جزیہ ختم ہو جائے گا۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۳۰۹] ((اِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ)) [۴۰]

’’ جزیہ تو یہود و نصاریٰ پر ہے۔ مسلمانوں پر جزیہ نہیں ہے۔‘‘

⑩ مندرجہ ذیل صورتوں میں جزیہ کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا:

① جزیہ کی ادائیگی اور اسلام کے ملکی اور ملی قوانین کے قبول کرنے سے انکار۔

② مسلمانوں کے ساتھ جنگ وقتال وغیرہ۔

③ جن لوگوں سے مسلمانوں کی جنگ ہے ان کی طرف فرار۔

④ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر گالی گلوچ۔

کیونکہ ذمی ہو جانے کا معاہدہ مذکورہ شرائط کے قبول کرنے پر ہی دیا جاتا ہے۔ [۴۱]

⑪ ذمی حضرات کو اپنے مذہبی عقائد و اعمال پر عمل کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن انہیں کوئی نیا گرجا اور عبادت خانہ تعمیر کرنے، مسلمانوں کو دین حق سے برگشتہ کرنے اور ان کے مابین کسی طرح کی تخریب کاری کرنے، فتنہ و فساد، ضرر رسانی، اسلامی شعائر کی تذلیل و توہین اور سود خوری وغیرہ کی اجازت نہ ہوگی۔ [۴۲]

⑫ اہل ذمہ کے ساتھ جزیہ قبول کرنے اور دیگر معاملات میں عام طور پر نرمی، رحمدلی اور حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور ان کو تنگ کرنے اور سزا دینے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۱۰] ((اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا)) [۴۳]

---

[۳۹] سُبُل السَّلام:۴/۱۳۰،۱۳۱+ بداية المجتهد:۱/۴۶۹+ العدَّة شرح العمدة:۵۲۱،۵۲۲

[۴۰] سنن أبی داؤد= كتاب الخراج والإمارة والفيءِ: باب فی تعشير أهل الذِّمَّة اذااختلفوا التِّجارات+ سنن التِّرمذی= أبواب الزَّكاة: باب ما جاء ليس علَى المسلمين جزية.

[۴۱] المغنی :۸/۴۲۵۔۵۳۲+ العدَّة شرح العمدة:۵۲۳

[۴۲] سنن أبی داؤد= كتاب الخراج والإمارة والفيءِ: باب فی أخذ الجزية+ نيل الأوطار:۸/۶۱،۶۲

[۴۳] صحيح مسلم= كتاب البرّ والصِّلة والآداب: باب الوعيد الشَّديد لمن عذَّبَ النَّاس بغير حقٍّ ، الحديث:۲۶۱۳+ صحيح أبی داؤد= كتاب الخراج والإمارة والفيءِ، الحديث: ۲۶۲۵+ مسند احمد:۳/۴۰۳،۴۰۴،۴۶۸

" اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سزا دے گا جو دنیا میں انسانوں کو سزا دیتے ہیں۔"
یہ حدیث سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان کی جب شام میں بعض قبطیوں کو جزیہ وخراج کی وصولی کی خاطر قید کیا گیا یا دھوپ میں ان کے سروں میں تیل پلٹا گیا۔ چنانچہ وہ رہا کر دیئے گئے۔

⑬ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[۱۳۱۱] ((اَلْإِسْلَامُ يَعْلُوْا وَ لَا يُعْلٰى)) [۴۴]

" اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔"

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۱۳۱۲] ((لَا تَبْدَؤُا الْيَهُوْدَ وَ لَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَ اِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِى الطَّرِيْقِ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ)) [۴۵]

" یہود و نصاریٰ کو سلام کہنے میں ابتداء مت کرو۔ (وہ سلام کہیں تو " عَلَيْكُمْ " سے جواب دو۔ کیونکہ وہ تمہیں " اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ " کہتے ہیں) اور جب تم ان میں سے کسی کے ساتھ راستہ میں ملو تو اسے تنگ راستہ پر چلنے کے لیے بے بس کر دو۔"

مذکورہ بالا تینوں احکام اسلام کی عزت، رفعت، وقار اور امتیازی شعار کی مخصوص علامات ہیں۔ اسلام کی اس عزت و برتری کے پیش نظر مندرجہ بالا احکام صادر فرمائے گئے۔ نہ کہ انسانوں کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے جیسا کہ اہل کتاب بوقت ملاقات " أَلسَّامُ عَلَيْكُمْ " مسلمانوں کے ساتھ سلوک روا رکھتے ہیں۔

⑭ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۱۳] ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ اِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ عَامًا)) [۴۶]

" (بلا جرم) ذمی کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگ سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت پر آ رہی ہوگی۔"

---

[۴۴] تخریج کے لیے دیکھیے الرَّقم المسلسل:۴۵۶

[۴۵] صحيح مسلم= كتاب السَّلام:باب النَّهى عن إِبتداء أَهل الكتاب بالسَّلام و كيف يُرَدُّ عَلَيْهِمْ ، الحديث: ۲۱۶۷++ صحيح التِّرمذى= أَبواب السِّير: باب ما جاء فى التَّسليم علىٰ أَهل الكتاب ، الحديث:۱۳۰۵

[۴۶] صحيح البخارى= كتاب الجزية: باب إِثم من قتل معاهدًا بغير جُرم ، الحديث:۲۹۹۵

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۱٤] «وَ اُوصِیهِ بِذِمَّةِ اللّٰهِ وَ ذِمَّةِ رَسُوْلِهِ أَن یُوَفّٰی لَهُم بِعَهْدِهِمْ وَ أَنْ یُّقَاتَلَ مِنْ وَّرَائِهِمْ وَ لَا یُکَلَّفُوْا اِلَّا طَاقَتَهُمْ» [47]

''میں (ہر علاقائی مسئول اور امیر کو) وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ (یعنی ذمیوں سے کئے ہوئے معاہدے) کا خیال رکھے۔ ان کا عہد پورا کرے، جنگ پر اترے ہوئے کافروں سے ان کی حفاظت کے لیے قتال کیا جائے اور کسی معاملے میں طاقت و استطاعت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔''

وفائے عہد کی پابندی کرنا، غداری اور بدعہدی سے روکنا اسلام کے خاص فضائل اور خوبیوں میں سے ہیں۔ جس پر بہت زیادہ قرآنی آیات اور صحیح متواتر احادیث دلیل ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۱۵] ﴿ **وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ** ﴾ [النَّحل=۱٦:۹۱]

''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کر لو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۱٦] «وَ لَا تَغْدِرُوْا» [48] ''اور تم غداری نہ کرو۔''

نیز فرمایا:

[۱۳۱۷] «لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُعْرَفُ بِهٖ......» [49]

''ہر ایک دھوکہ باز کے لیے قیامت کے روز ایک جھنڈا ہوگا اس سے اس کی پہچان ہوگی۔''

ذمیوں کے بارے اور جزیہ کے بارے احکام و مسائل کی تفصیل و تحقیق کے لیے **ملاحظہ ہو**:

1. المنتقٰی شرح المؤطآ ۲/۱۷۲-۱۷۸، ۳/۲۱۹-۲۲۵
2. تفسیر القرطبی:۸/۷۰-۷٤
3. ابن کثیر:۲/۳۸۲-۳۷۳
4. معالم السُّنن للخطابی:٤/۲٤۹-۲۵۸
5. نیل الأوطار مع المنتقٰی:۸/۵۸-٦۷

---

[47] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب یقاتل عن أهل الذِّمَّة ولا یُستَرَقُّوْنَ، الحدیث:۲۸۸۷

[48] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۵۲

[49] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۲۹۰

6 سُبُل السَّلام:٤/١٢٧-١٣٣
7 المغنی لِإبن قدامة:٨/٤٢٥-٥٣٦
8 بدایة المجتهد:١/٤٦٨-٤٧٢
9 کتاب الأموال لِأَبی عُبَید:٢٦-٩٤
10 العُدَّة شرح العمدة: ٥٢٠-٥٢٣

(16) قتل معاہد کی حرمت اورقباحت پر رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل فرمان اسلامی عدل وانصاف اور اسلام میں وفاء عہد کی زبردست اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[١٣١٨] ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ اِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ اَرْبَعِينَ عَامًا)) [50]

''ذمی معاہد کوقتل کرنے والا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔'' ترمذی اور دیگر کتب احادیث میں ستر(٧٠) سال، پانچ سو(٥٠٠) سال اور ایک ہزار(١٠٠٠) سال بھی مذکور ہیں۔مختلف لوگوں کے مختلف مرتبوں کے لحاظ سے یہ مختلف مسافتیں بیان ہوئی ہیں۔ [51]

(17) تاہم ذمی کے قتل کی حرمت میں شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ بغیر کسی جرم کے ناحق قتل ہو، جیسا کہ شرعی نصوص سے ثابت ہے اور اسی حدیث کی دوسری روایات میں صراحت بھی موجود ہے۔ [52]

(18) ذمی کے قتل پر قصاص نہیں بلکہ آدھی دیت واجب ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[١٣١٩] ((دِيَةُ الْمُعَاهَدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ)) [53]

''ذمی کے قتل کی دیت آزاد (مسلمانوں) کی دیت سے نصف ہے۔''

---

[50] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:١٣١٣

[51] سُبُل السَّلام:٤/١٣٥،١٣٦

[52] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب إِثم من قتل معاهدًا بغیر جرُم، الحدیث:٢٩٩٥ و کتاب الدِّیات: باب إِثم مَن قتل ذِمِّیًا بغیر جُرم، الحدیث:٦٥١٦+ صحیح النِّسائی= کتاب القسامة : باب تعظیم قتل المعاهد، الحدیث:٤٤٢٢-٤٤٢٥+ صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الوفاء للمعاهِدِ و حرمَةِ ذِمَّتِهٖ، الحدیث: ٢٣٩٨

[53] صحیح أَبی داؤد= کتاب الدِّیات : باب فی دِیةِ الذِّمِّی ،الحدیث:٣٨٢١ وَ باب کم هِیَ، الحدیث:٣٨٠٦+ صحیح التِّرمذی= أَبواب الدِّیات: باب ما جَاءَ لَا یُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِکَافِرٍ، الحدیث:١١٤٢+صحیح النِّسائی= کتاب القسامة: باب القود بِغیر حدیدة، الحدیث:٤٤٤٨، وباب کم دیة الکافر ، الحدیث:٤٤٦٩،٤٤٧٠

البتہ قصاص کے واجب نہ ہونے کی دلیل بخاری کی حدیث سے واضح ہے۔[۵۴]

(۱۹) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ذمی حضرات میں سے سونا رکھنے والوں پر چار دینار، چاندی رکھنے والوں پر چالیس درہم جزیہ مقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان پر قریبی مسلم فوجیوں کی روزانہ کی خدمت اور مسافر مسلمانوں کی تین روزہ مہمان نوازی لازم کی۔[۵۵] لہٰذا کم از کم جزیہ ایک دینار ہے۔ جو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی بناء پر ہے[۵۶] اور زیادہ سے زیادہ چار دینار ہونا چاہئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔[۵۷]

جزیرۂ عرب اور مشرکین:

جزیرۂ عرب جس کی حدود لمبائی میں عدن سے عراق تک اور چوڑائی میں جدۃ اور اس کے ساتھ ملے ہوئے ساحل سمندر سے اطراف شام تک ہے۔ جس میں مکہ، مدینہ، یمامہ او رمخالف اطراف سے ان کے برابر کے علاقے بھی شامل ہیں۔

چونکہ جزیرہ مذکورہ فتح مکہ کے بعد دین اسلام کا مرکز اور اسکی قوت اور سطوت و اقتدار واختیار کا محور بن چکا تھا۔ اور قبائلِ عرب فوج درفوج حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لہٰذا اسلام نے اقوام عالم کے سامنے ایک متحدہ، مضبوط، منظّم اور عدل اجتماعی اور دینِ توحید پر قائم ریاست کا نقشہ پیش کرنے کے لیے مرکز اسلام کو موحدین کی ضد مشرکین سے بالعموم اور یہود و نصاریٰ سے بالخصوص پاک رکھنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اللہ کی پاکیزہ شریعت کے انفرادی اور اجتماعی احکام وحدود کا دائرہ کار وسیع سے وسیع ہو سکے۔ دین حق سے متنفر اقوام اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ، اجتماعی معاشرہ کی خوبیوں کا بصیرت کی نظر سے مطالعہ کریں اور قبول حق کے لیے ان کے قلب و دماغ میں کوئی اورامر مانع باقی نہ رہے۔

---

۵۴ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الدِّیات: باب لا یقتل المسلم، بالکافر الحدیث:٦٥١٨+ صحیح التِّرمذی= أبواب الدِّیات: باب ما جَاءَ لَا یُقتَلُ مسلم بکافِرٍ، الحدیث: ١١٤٠+ صحیح النِّسائی= کتاب القسامۃ: باب سقوط القود مِن المسلم للکافِرِ، الحدیث:٤٤١٩+ صحیح أبی داؤد= کتاب الدیات: باب إِیقاد المسلم بالکافِرِ، الحدیث: ٣٧٩٧

۵۵ ملاحظہ ہو المؤطّا لِلإِمام مالك= کتاب الجھاد : باب جزیۃ أَھل الکتاب۔

۵۶ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:١٣٠٦

۵۷ المنتقٰی شرح المؤطّا: ١٧٤/٢

مشرک پلید ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۲۰] ﴿ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾ [التَّوبة=۹:۲۸]

''اے ایماندارو! تمام مشرکین نجس اور گندے ہیں۔ لہٰذا وہ اس سال (۹ ہجری کے) بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں اور اگر تمہیں (ان سے نہ ملنے جلنے کی بناء پر تجارت وغیرہ کے معاملات میں) فقر ومحتاجی کا خوف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ علم والا اور حکمت والا ہے۔''

چنانچہ مذکورہ حکم الٰہی پر عمل درآمد کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ۹ ہجری حج اکبر کے موقع پر پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے پیچھے جناب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا وہ اس لیے کہ حج اکبر کے روز یہ اعلان فرما دیں:

[۱۳۲۱] ﴿ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ﴾ [التَّوبة=۹:۳]

''اور حج اکبر کے دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں۔''

اس کے ساتھ یہ وضاحتی اعلان بھی کردیا گیا:

[۱۳۲۲] ((اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ......)) [۵۸]

''اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ کوئی شخص (جاہلیت کی بے حیا اور فحاشی کی رسم کے مطابق) برہنہ جسم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرنے کا مجاز ہوگا۔''

بعض صحابہ اور تابعین کے نزدیک حج اکبر عرفات کا دن نو (۹) ذوالحجہ کی تاریخ ہے۔ بعض

---

۵۸ صحیح البخاری= کتاب التَّفسیر/تفسیر سورة التَّوبة: باب﴿ وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ ......﴾ [التَّوبة=۹:۳] ، الحدیث:۴۳۷۹ + صحیح مسلم= کتاب الحجّ: باب لا یحجّ البیت مشرك وَ لا یطوف بالبیت عریان و بیان یوم الحجّ الأکبر، الحدیث:۱۳۴۷

کے بقول قربانی کا دن (یعنی دس (۱۰) ذوالحجہ) حج اکبر ہے۔ [۵۹]

ان آیات سے معلوم ہوا:

① صحیح اور راجح قول کے مطابق مشرکین جسم کے گندے نہیں بلکہ دل اور عقیدے کے گندے ہیں۔ ماسوی ان مشرکین کے جو حیض اور جنابت کے غسل کے قائل نہیں۔ مثلاً بدھ وغیرہ۔ چنانچہ وہ مکمل نجس ہیں۔ اسلام قبول کرنے پر غسل تمام مشرکین پر واجب یا مستحب ہے۔ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے والی حدیث کی بناء پر، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ [۶۰]

② سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۲۸ میں اس بات سے منع کیا گیا کہ: ''مشرکین مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکیں'' مسجد حرام کا اطلاق تمام حرم پر ہوتا ہے۔ مشہور تابعی امام عطاء رحمہ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ اہل مدینہ کا موقف یہ ہے کہ: ''یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے لیے عام ہے۔'' امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ: ''مشرکین سے مراد تمام مشرکین ہیں۔ جبکہ مسجد حرام سے صرف مسجد حرام (یعنی بیت اللہ) ہی مراد ہے۔''

احناف کا موقف ہے کہ مشرکین سے یہود و نصاریٰ کے علاوہ باقی مشرکین مراد ہیں اور یہ حکم صرف مسجد الحرام کے ساتھ خاص ہے۔ حنفیہ کا قول انتہائی ضعیف اور باطل ہے۔ واضح اور صریح دلائل اسے مسترد کرتے ہیں۔ یہ محض فاسد قیاس اور فضول رائے پر مبنی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کا موقف سب سے زیادہ معتدل ہے۔ اہل مدینہ کا موقف شرعی نصوص کے ظاہری مطلب کے زیادہ مطابق و موافق ہے۔ [۶۱]

③ سورۃ التوبہ کی آیت: ۲۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اگر تم کو تنگدستی کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ مسجد حرام اور جزیرۂ عرب کو مشرکین کے وجود سے پاک صاف رکھنے کی صورت میں اقوام عالم کے ساتھ اقتصادی اور تجارتی روابط ختم ہوجائیں گے۔ اس کے نتیجہ میں اہل اسلام کے لیے فقر و محتاجی کے تمام اندیشوں اور خدشات کا حل جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے سے حاصل ہونے والا اللہ کا فضل مال

---

[۵۹] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۳۲۲

[۶۰] تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۱۵۲

[۶۱] القرطبی:۸/۶۷،۶۸ + المنتقی شرح المؤطّا:۷/۱۹۵،۱۹۶ + نیل الأوطار:۸/۶۸

غنیمت اور جزیہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۲۳] ((جُعِلَ رِزْقِیُ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِیُ)) [۶۲]

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں مقدر کر دیا گیا ہے۔''

یہودیوں اور عیسائیوں کو نکال دو:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۳۲٤] ((اَوْصَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ :اَخْرِجُوْا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوْا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ أُجِیْزُهُمْ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه وَنَسِیْتُ الثَّالِثَةَ)) [۶۳]

''رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت تین خاص وصیتیں فرمائیں:

① تمام مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

② ہر طرح کے وفود کی عزت وتکریم کرو جس طرح میں کیا کرتا ہوں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں تیسری نصیحت کو بھول گیا ہوں۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق تیسری نصیحت یہ تھی:

[۱۳۲۵] ((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ یُحَذِّرُ مِثْلَ مَا صَنَعُوْا)) [۶۴]

''یہود و نصارٰی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس بناء پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔'' یہ بات فرما کر گویا رسول اللہ ﷺ یہود ونصاریٰ کے برے افعال سے ڈرا رہے تھے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

[۱۳۲٦] ((لَاُخْرِجَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ مِنْهَا اِلَّا مُسْلِمًا)) [۶۵]

---

۶۲ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۹۸

۶۳ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۵۸

۶۴ صحیح مسلم= کتاب المساجد علَی القبور واتّخاذ الصور فیها والنَّهی عن اتّخاذ القبور المساجد، الحدیث:۵۳۱

۶۵ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:۱۵۹

’’ میں (زندہ رہا تو ان شاء اللہ) یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا۔حتی کہ اس میں سوائے مسلمان کے کسی کو باقی نہیں چھوڑوں گا۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۲۷] ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَھَرَ عَلٰی خَیْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْیَھُوْدِ مِنْھَا وَ کَانَتِ الْاَرْضُ حِیْنَ ظُھِرَ عَلَیْھَا لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُسْلِمِیْنَ۔ فَأَرَادَ اِخْرَاجَ الْیَھُوْدِ مِنْھَا۔ فَسَئَلَتِ الْیَھُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَن یُّقِرَّھُمْ بِھَا عَلٰی أَنْ یَکْفُوْا عَمَلَھَا وَ لَھُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ ۔فَقَالَ لَھُمُ النَّبِیُّ ((نُقِرُّکُمْ بِھَا عَلٰی ذَالِکَ مَا شِئْنَا))فَقَرُّوْا بِھَا حَتّٰی اَجْلَاھُمْ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْه اِلٰی تَیْمَآءَ وَ اَرِیْحَاءَ)) [۲۶]

’’ جب رسول اللہ ﷺ سرزمینِ خیبر پر غالب و فتح یاب ہوئے۔تو آپ ﷺ نے یہود کو جلا وطن کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا۔ کیونکہ خیبر کی مفتوحہ زمین پر اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا حق تھا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکالنے کا ارادہ فرمالیا۔تو خیبر کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں خیبر کی زمین پر بحال رکھا جائے۔ اس شرط پر کہ وہ اس میں کھیتی باڑی کے ذمہ دار ہونگے اور مسلمانوں کو پیداوار کا نصف حصہ دیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا تھا:’’ ہم تمہیں اس زمین میں جب تک چاہیں گے بحال رکھیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں بحال رہے۔حتی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کو ’’ تیمآء‘‘ اور ’’ اریحآء‘‘ (نامی شام کی دو بستیوں) کی طرف جلا وطن کردیا۔‘‘

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا:

① یہود ونصاریٰ سمیت تمام مشرکین کا حدود حرم میں داخلہ سخت منع ہے ۔ ان کے پلید جسموں سے حرم الٰہی کو پاک صاف رکھنے کی تاکیدی ہدایت کے بعد مرکز اسلام جزیرۃ العرب کو بھی مشرکین بالخصوص یہود ونصاریٰ سے ان کی اجتماعی عیاریوں اور دسیسہ

---

[۲۶] صحیح مسلم= کتاب المساقاۃ والمزارعۃ: باب المساقاۃ والمعاملۃ بجزءٍ مِّنَ الثَّمَرِ والزَّرعِ، الحدیث:۱۵۵۱+ صحیح البخاری= کتاب الجزیۃ: باب إخراج الیھود من جزیرۃ العرب، الحدیث:۲۹۹۶= اس حدیث کو امام احمد، امام نسائی، امام ترمذی، اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کیا ہے۔

کاریوں کی بناء پر پاک کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وہ یہود و نصاریٰ ذمی ہوں یا غیر ذمی۔ چنانچہ تمام علماء اسلام کے بقول جلا وطن کرنے کا یہ حکم تمام مشرکین اور پورے جزیرۂ عرب کے لیے عام ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے: ''مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔''

نیز آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے: ''حتی کہ میں یہاں (جزیرۂ عرب میں) مسلمان کے علاوہ کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔''

''اہل مدینہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے جزیرۂ عرب میں بالاتفاق مکہ، مدینہ، یمامہ اور تمام حجاز شامل ہے۔ یمن اگر چہ مطلق طور پر جزیرۂ عرب میں شامل ہے تاہم جزیرہ نما حجاز میں شامل نہیں۔ نہ حدیث میں مراد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اور علماء کا اجماع اسی بات پر ہے۔''[٦٧]

② محمد بن اسماعیل یمنی اور امام شوکانی رقمطراز ہیں۔ احادیث مذکورہ بالا مشرکین کو یمن سمیت تمام جزیرۂ عرب سے نکالنے اور جلا وطن کرنے پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ نہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے نہ عام کو خاص کرنے کی۔ لہٰذا جب یمن کا جزیرہ عرب میں داخل ہونا مسلّم ہے تو محض بعض صحابہ کے عمل یا خاموش اجماع کی بناء پر شرعی نصوص میں تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں۔ جبکہ نکالنے اور جلا وطن کرنے کے احکام وفات کے وقت کے آخری اور قطعی ہیں۔[٦٨]

③ فتح خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم جب تک چاہیں گے تمہیں یہاں رہنے دیں گے یہودِ خیبر کے ساتھ صلح کے معاہدہ کی شق یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان کی خیبر کی زمین میں بحالی اور رہائش کا عہد عارضی مدت کے لیے تھا نہ کہ مستقل۔ لہٰذا نکالنے اور جلا وطن کرنے کے احکام میں عہد کی خلاف ورزی کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود نہیں۔ اسی شق کی بناء پر عہد فاروقی میں یہود و نصاریٰ کے نکالنے کے احکام پر تمام صحابہ کے اتفاق رائے پر عمل درآمد کیا گیا۔ جبکہ عہد صدیقی میں مرتد لوگوں سے جنگ میں مشغول ہونے

---

٦٧ شرح النّووی:٢/١٥ + مختصر سنن أبی داؤد للمنذری:٤/٢٤٦،٢٧ + المنتقٰی مع الموطّا:٧/١٩٥ + نیل الأوطار:٨/٦٨ + سُبُل السَّلام:٤/١٢١ + فتح الباری:٦/٥١١

٦٨ ملاحظہ ہو سُبُل السَّلام:٤/١٢٢،١٢٣ + نیل الأوطار:٨/٦٨

کی وجہ سے اور فتنوں کے سر اٹھانے کی وجہ سے موقع میسر نہ آ سکا۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے طور پر بیان کیا ہے:

[۱۳۲۸] ((أُقِرُّكُم مَا اَقَرَّكُمُ اللّٰهُ بِهِ)) [۶۹]

''اس وقت تک تمہیں یہاں (جزیرۂ عرب میں) رہنے دوں گا جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں ٹھہرائے رکھا۔''

④ معاہدۂ خیبر کی مذکورہ بالا شق کی یہود کو یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود خیبر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔اور بیت المدراس میں ان کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے مخاطب فرمایا:

[۱۳۲۹] ((أَسلِمُوا تَسلَمُوا وَ اعلَمُوا اَنَّ الاَرضَ لِلّٰهِ وَ رَسُولِهِ وَ اِنِّی اُرِیدُ اَن أَجلِیَکُم مِن هٰذِهِ الاَرضِ فَمَن یَجِدُ مِنکُم بِمَالِهِ شَیئًا فَلیَبِعهُ وَ اِلَّا فَاعلَمُوا اَنَّ الاَرضَ لِلّٰهِ وَ رَسُولِهِ)) [۷۰]

''اسلام قبول کرلوتو (مکمل) سلامتی پالو گے۔ علاوہ ازیں جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ میں تمہیں اس سرزمین سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے مال کے بدلے کوئی معاوضہ پاتا ہو وہ اسے فروخت کرسکتا ہے۔ وگرنہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔'' (یعنی تمہارا قیام اور بحالی عارضی ہے مستقل نہیں)

⑤ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۳۰] ((لَا یَجتَمِعُ دِینَانِ فِی جَزِیرَةِ العَرَبِ)) [۷۱]

''جزیرۃ العرب میں دو (۲) دین جمع نہیں ہو نگے۔''

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا میں مذکورہ احادیث سے دلیل پکڑتے ہوئے عرب کے تمام جزیروں

---

[۶۹] صحیح البخاری= کتاب الجزیة: باب اخراج الیهود من جزیرة العرب(فی ترجمة الباب) وَ کتاب المزارعة : باب إِذ قَالَ رَبُّ الأَرض :أُقِرُّكَ مَا اَقَرَّكَ اللّٰهُ...... الحدیث:۲۲۱۳+ فتح الباری:۷/۸۰

[۷۰] صحیح البخاری= کتاب الجزیة: باب إِخراج الیهود من جزیرة العرب، الحدیث:۲۹۹۶

[۷۱] المؤطّا للإمام مالك= کتاب الجامع: باب ما جاءَ فی إِجلاء الیهود مِنَ المدینة+ سنن أَبی داؤد= کتاب الخراج والإِمارة والفیءِ : باب فی اخراج الیهود من جزیرة العرب+ سنن التِّرمذی= أَبواب الزَّکاة: باب ما جاءَ لَیسَ عَلَی المُسلِمِینَ جِزیَةٌ: اس روایت کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے ضعیف أَبی داؤد:۶۵۵+ضعیف التِّرمذی:۹۳

سے تمام مشرکین کونکالنا ضروری قرار دیتے ہیں اور خلفاء راشدین کے برتاؤ کو حدیث کے مفہوم کے تعین میں بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ [۲] شرعی نصوص اور فکر ونظر کے لحاظ سے مالکیوں کا موقف زیادہ واضح اور زیادہ مضبوط ہے۔[۳]

⑥ دین اسلام کے مرکز ومحور اور اسلامی ریاست کے مضبوط قلعہ جزیرۃ العرب سے تمام غیر مسلموں بالخصوص یہود ونصاریٰ کے اخراج کے اہم ترین مقاصد درج ذیل ہیں:

① اسلامی معاشرے کی مرکزیت اور اجتماعیت کا قیام۔
② دین حق کے امتیازی تشخص کا اظہار۔
③ غلبۂ حق کے لیے اسلامی قوت کی ایک جگہ دستیابی اور فراہمی۔
④ اقوام عالم پر دینی ریاست کے فوائد وثمرات کا اظہار۔
⑤ غیر مسلموں کی عیاریوں اور دسیسہ کاریوں سے امت مسلمہ کا تحفظ۔

اسی بناء پر خیبر کے یہودیوں کے ساتھ طے شدہ شرائط کے عین مطابق ان کو جلا وطن کرنا عدل و انصاف کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کو نکالنے اور جلا وطن کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کی وضاحت صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

[۱۳۳۱] ''جب اہل خیبر نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (روایت بیان کرنے والے صحابی) کے ہاتھ پاؤں مار مار کر توڑ ڈالے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کی وضاحت بیان کی اور یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَلَ یَھُوْدَ خَیْبَرَ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَ قَالَ :((نُقِرُّکُمْ مَا اَقَرَّکُمُ اللّٰہُ))- وَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ خَرَجَ اِلٰی مَالِہٖ ھُنَاکَ فَعُدِیَ عَلَیْہِ مِنَ اللَّیْلِ۔ فَفُدِعَتْ یَدَاہُ وَ رِجْلَاہُ وَ لَیْسَ لَنَا ھُنَاکَ عَدُوٌّ غَیْرُھُمْ ۔ ھُمْ عَدُوُّنَا وَ تُھْمَتُنَا

---

[۲] المنتقٰی شرح المؤطّا:۷/ ۱۹۶،۱۹۵ + تفسیر القرطبی:۸/ ۶۸،۶۷
[۳] سُبُل السَّلام:۴/ ۱۲۱-۱۲۳ + نیل الأوطار:۸/ ۶۹

وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَ هُمْ ـ فَلَمَّا اَجْمَعَ عُمَرُ عَلٰى ذَالِكَ اَتَاهُ اَحَدُ بَنِى اَبِى الْحُقَيْقِ ـ فَقَالَ: يَااَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَتُخْرِجُنَا وَ قَدْ اَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)وَ عَامَلَنا عَلَى الْاَمْوَالِ وَ شَرَطَ ذَالِكَ لَنَا ـ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَ ظَنَنْتَ اَنِّيْ نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :((كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْبِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ)) فَقَالَ: كَانَ ذَالِكَ هُزَيْلَةً مِّنْ اَبِى الْقَاسِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ يا عَدُوَّ اللّٰهِ ـ فَاَجْلَاهُمْ عُمَرُ فَأَعْطَاهُمْ قِيمَةَ مَاكَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَ إِبِلًا وَّ عُرُوْضًا مِنْ أَقْتَابٍ وَّ حِبَالٍ وَّ غَيْرِ ذَالِكَ)) [۴۷]

’’ بلاشبہ رسول اکرم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے ان کی جائیداد کا معاملہ کیا ۔اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں ٹھہرانا چاہے گا ہم بھی ٹھہرائیں گے۔ (اب تازہ ترین صورت حال یہ پیدا ہوئی ہے کہ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اموال کے سلسلہ میں ان یہودیوں کے ہاں گئے تھے۔تورات کے وقت ان کے ساتھ مار پیٹ کا معاملہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ انکے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالے گئے ۔ سرزمین خیبر میں یہودیوں کے سوا ہمارا کوئی دشمن نہیں ۔ نہ ہی ہمیں کسی اور پر شبہ ہے ۔ اسی بناء پر میں نے یہودیوں کو جلا وطن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تو ابی حقیق (ایک یہودی سردار) کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا آیا اور کہنے لگا:’’ امیر المومنین! آپ ہمیں سرزمین خیبر سے جلا وطن کر رہے ہیں ۔ جبکہ تمہارے نبی محمد ﷺ نے ہمیں یہاں ٹھہرایا تھا۔ ہمارے ساتھ جائیداد کا معاملہ کیا تھا اور اس بات پر ہم سے خیبر میں رہائش رکھنے کی شرط بھی لگائی تھی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:’’ تیرا کیا خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی یہ بات بھول چکا ہوں ۔ جو انہوں نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی ۔ آپؐ نے فرمایا تھا:’’ تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا۔ تیری موٹی اور جوان اونٹنی تجھے لیے دوڑ رہی ہو گی۔‘‘ وہ کہنے لگا یہ بات تو ابو القاسم نے بطور مزاح (خوش طبعی) کے ارشاد فرمائی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے

---

[۴۷] صحیح البخاری= کتاب الشُّروط: باب إذا اشترط فی المزارعة " اِذَا شِئْتُ اَخرَجْتُكَ " الحدیث:۲۵۸۰+ المؤطّا للإمام مالك= کتاب الجامع: باب ما جاء فی اجلاء الیهود منَ المدینة

فرمایا: ''اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بول رہا ہے۔ لہٰذا سیدنا عمرؓ نے بالآخر انہیں جلا وطن کر دیا۔ ان کے پھلوں کی قیمت نقدی، مال، اونٹ اور دیگر سامان مثلاً کجاوے اور رسیوں کی شکل میں ادا کر دی۔''

پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے لیے لمحہ فکریہ:

مذکورہ اسلامی ممالک بظاہر آزاد لیکن درحقیقت یہود و نصاریٰ کی ذہنی اور فکری غلامی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ سیاسی اور اقتصادی طور پر اہل کتاب کے پنجۂ استبداد میں جکڑے ہوئے ہیں ان مسلم حکمرانوں کے اسلاف، اقوام عالم کے تاجدار اور اقوام عالم سے ٹیکس وصول کرنے والے تھے۔ اور یہ رہے ان کے جانشین جو یہود و نصاریٰ کے تابعدار اور جزیہ گزار ہیں۔ تمام اقوام پر غلبہ اور بلندی کے حقدار اور نقیب آج دنیا میں ذلت و رسوائی کے علمبردار ہیں۔ خلافت اسلامیہ اور زمین کی حکومت کے حقدار چشم عالم کے سامنے ذلت و رسوائی کے امین بن چکے ہیں۔ یہ سب کیوں ہوا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳۲] ﴿ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝ ﴾ [الفاطر=۳۵:۶۲]

''اللہ تعالیٰ کا نظام و قانون تبدیل نہیں ہوا کرتا۔''

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے:

[۱۳۳۳] ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ...... ﴾

[التوبة=۹:۳۹]

''اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو قیادت سونپ دے گا......''

چنانچہ ذلت و رسوائی عذاب الٰہی ہے اور اس کا حقیقی سبب اور اصلی وجہ جہاد کو چھوڑ دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک نہ کہنا ہے۔ یہ دنیا زوال پذیر اور فانی ہے۔ موت اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنا اور میدان حشر میں جمع ہونا اور حساب و کتاب یقینی ہے۔ احکم الحاکمین کی بے نیازی اور منصف عدالت کے روبرو پیشی سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ لہٰذا ہر شخص خصوصاً لاکھوں انسانوں کے سیاہ و سفید کے مالک حکمرانوں اور امیروں کو اس سب سے بڑی عدالت

کے روبرو حاضری اور اپنی کوتاہیوں کی جوابدہی پر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرلینا چاہیۓ۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

[١٣٣٤] ﴿ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ﴾[التَّكاثر=١٠٢:٨]

''پھر تم سے اس روز نعمتوں کے بارے سوال ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[١٣٣٥] ((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ)) [۵۷]

'' تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور ہر کسی سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔''

❀❀❀❀❀❀❀

۵۷۔ تخریج کے لیے دیکھئے الرَّقم المسلسل:٣٦٨

باب:۲۶

اموال غنیمت

۱۔ اَلْغَنِیْمَۃُ کی لغوی تشریح:

لفظ "الغنیمة" واحد ہے اوراس کی جمع "المغانم" ہے۔معنی دونوں کا ایک ہے یعنی وہ چیز جسے انسان جدوجہد اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ غَنِمَ یَغْنَمُ غَنِیْمَةً وَ غَنمًا باب سَمِعَ یَسْمَعُ سَمَاعَةً وَ سَمعًا کے وزن پر ہے۔ایک شاعر نے کہا ہے:

وَ قَدْ طَوَّفْتُ فِی الْآفَاقِ حَتّٰی

رَضِیْتُ مِنَ الْغَنِیْمَةِ بِالْإِیَابِ

"(حصول مقصد کے لیے) میں پوری دنیا میں گردش کرتا رہا ہوں۔حتی کہ میں نے صحیح وسالم واپس لوٹ آنے کو ہی غنیمت سمجھ لیا ہے۔"

اَلْغَنِیْمَۃُ کی شرعی تعریف:

" اَلْغَنِیْمَةُ هِیَ مَالُ الْکُفَّارِ اِذَا ظَفِرَ بِهِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی وَجْهِ الْغَلَبَةِ وَالْقَهْرِ "

"یعنی کفار کا وہ مال "مال غنیمت" جسے مسلمان غلبہ وقہر کے ساتھ جہاد کے ذریعے حاصل کریں۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳۶]﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ ......﴾[الأنفال=۸:۴۱]

"اور جان لو کہ تم جس قسم کی جو غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول ﷺ کے لیے ہے......"

۲۔ اَلْفَیْءُ کی لغوی تشریح:

فَاءَ یَفِیْءُ (رَجَعَ یَرْجِعُ) کے معنی میں ہے۔ الفَیْءُ وَالْفَیْئَةُ "الرُّجُوْعُ اِلٰی حَالَةٍ مَحْمُوْدَةٍ" کے معنی میں ہے۔یعنی بہتر اور اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۳۷] ﴿حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ ....﴾[الحجرات=۴۹:۹]

''(باغی جماعت سے اس وقت تک قتال کرو) یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔''

وَفَاءَ الظِّلُّ کا معنی ہے:''اور سایہ لوٹ آیا۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳۸] ﴿ اَوَلَم يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِن شَىْءٍ يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ ﴾ [النَّحل=١٦:٤٨]

''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ اس کے سائے جھکتے رہتے ہیں۔''

الفِئَةُ کا ایک معنی: " اَلْجَمَاعَةُ المُتَظَاهِرَةُ " بھی ہے۔یعنی باہم متحد اور مضبوط جماعت۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۳۹] ﴿ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة=٢:٢٤٩]

''کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑی بری جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں۔''

اَلْفَیءُ کی شرعی تعریف:

" أَلْفَيءُ هُوَ كُلُّ مَالٍ دَخَل عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ غَيْرِ حَرْبٍ وَ لَا إِيْجَافٍ كَخَرَاجِ الْاَرْضِيِّيْنَ وَالْجِزْيَةِ وَ خُمُسِ الغَنَائِم "

''یعنی وہ اموال جو مسلمانوں کو کفار سے بغیر جنگ کرنے اور سواریاں دوڑانے کی مشقت کے حاصل ہوں۔ وہ مال ''اموال فیٔ'' ہیں۔مثلاً زمینوں کے خراج۔ جزیہ اور اموال غنیمت کا خمس۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۰] ﴿ وَ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُم فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ...... ﴾ [الحشر=٥٩:٦،٧]

''اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ......''

۳۔ أَلنَّفْل کی لغوی تشریح:

لفظ''النَّفل'' واحد ہے اس کی جمع "الأنفال" ہے۔هُوَ الْغَنِيْمَةُ بِعَيْنِهَا ۔ النَّفل بِعَيْنِهٖ ۔ غنیمت کے معنی میں ہے۔لیکن مختلف اعتبار سے اس کے کئی معانی ہیں۔چنانچہ "مظفور بهٖ"یعنی

کامیابی کے ساتھ واپس لوٹنے کے اعتبار سے اس کو مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ لیکن ضروری تو نہیں کہ جنگ میں مال غنیمت ضرور حاصل ہو۔ نہ ہی مال غنیمت مومن اور مجاہد کا مقصود و مطلوب اور مطمع نظر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے عطیہ الٰہی ہے اور عطیہ الٰہی ہونے کے لحاظ سے نفل کہلاتا ہے۔ [۱]

بعض نے غنیمت کو عام معنی میں اور نفل کو خاص معنی میں لیا ہے۔ یعنی واجبی حصہ سے زائد چیز کو نفل قرار دیا ہے۔ چنانچہ النَّفل کا معنی ہوگا: "الزِّيَادَةُ عَلَى الْوَاجِبِ وَ هُوَ التَّطَوُّع" یعنی ''واجب چیز سے زائد چیز'' کو تطوع یعنی نفل عبادت بھی کہتے ہیں۔'' اولاد بھی نفل کہلاتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی نسل میں زیادتی اور اضافہ ہے۔ اسی طرح مال غنیمت ''نافلہ'' ہے کیونکہ وہ خاص امت محمدیہ کے لیے اضافی عطیہ کے طور پر حلال کی گئی ہے۔ جبکہ پہلی امتوں پر حرام تھی۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۱] ((وَ اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ)) [۲]

''میرے لیے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے جبکہ یہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھا۔''

النفل کی شرعی تعریف:

شرعی اصطلاح میں نفل کے دو معانی مستعمل ہیں:

۱ غنیمت = جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۲] ﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ...... ﴾ [الأنفال=۸:۱]

''آپ سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں......''

۲ ' اَلسَّهْمُ الزَّائِدُ عَلَى الْمُسْتَحِقِّ مِنَ الْإِمَامِ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُقَاتِلِيْنَ ' [۳]

''امیر کی طرف سے کسی ایک یا زیادہ لڑنے والوں کے لیے واجبی حصہ سے کچھ زائد حصہ دینا۔''

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] القرطبی:۸/۳+ المفردات فی غریب القرآن:۳۹۷،۳۷۲+ کتاب الأموال لأبی عُبَید:۷+ بدایة المجتهد:۱/۴۶۷ + القاموس :۴/۱۵۹

[۲] صحیح البخاری= کتاب التَّیَمُّم (فی أوّلہٖ)، الحدیث:۳۲۸+ صحیح مسلم= کتاب المساجد ومواضع الصَّلٰوۃ(فی أوّله) ،الحدیث:۵۲۱

[۳] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۹۴۱

[۱۳۴۳] ((مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ)) [٤]

''جس نے کسی مقتول کو قتل کیا اور اس قاتل کے پاس اس بات کی دلیل موجود ہو تو اس (کافر) مقتول کا چھینا ہوا سامان اسی قتل کرنے والے کے لیے ہوگا۔''

جنس کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

کفار اور مشرکین سے حاصل ہونے والے اموال کی جنس کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱ جنگی قیدی: بشرطیکہ باقاعدہ غلام بنانے کے معروف اور مجاز طریقہ سے انہیں لونڈیاں اور غلام بنایا جائے۔ امام باقی تینوں اختیارات[(i) قتل (ii) احسان کے طور پر آزادی (iii) جانی یا مالی فدیہ لے کر آزادی]استعمال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۴] ﴿ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾ [الأنفال=٨:٦٩]

''جو اللہ تعالیٰ نے تم کو مال غنیمت دیا ہے اس کو کھاؤ کہ وہ تمہارے لیے حلال ہے اور طیب ہے۔''

[۱۳۴۵] ﴿ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ إِمَّا فِدَآءً ...... ﴾ [محمّد=٤٧:٤]

''جب تم میدان جنگ میں گردنیں اڑا چکو دشمنوں کی اور ان کا خوب خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے قید کرلو۔ اس کے بعد یا تو ان کو احسان کے طور پر آزاد کردو یا فدیہ لے کر آزاد کردو۔''

نیز غزوۂ بنی مصطلق والی حدیث بھی اس بارے میں دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کی عورتوں کو قید کر لیا۔ جنہیں بعد میں لونڈیاں بنا لیا گی۔ مگر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقد مبارک کی وجہ سے سب آزاد ہوگئیں۔ [٥]

۲ اموال منقولہ: جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً مویشی اور غلہ جات وغیرہ۔

۳ اموال غیر منقولہ: جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اراضی وغیرہ۔ [٦]

---

[٤] القرطبی:٧/٢٣٠+المفردات للأصفهانی:٥٢٢ ، ٥٢٣+ کتاب الأموال لأبی عُبَید:٣١٤-٣١٦+ العدّة شرح العمدة :٥٠٤+ القاموس:٤/٦٠

[٥] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرقم المسلسل:١١٧٥

[٦] کتاب الأموال لأبی عُبَید:١٦٠٧، ١٧

نوعیت کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

امت کے لیے عام حلال ہونے کے اعتبار سے مذکورہ اموال کی درج ذیل پانچ اقسام ہیں:

① مال غنیمت ② مال فیٔ ③ نفل

④ جزیہ ⑤ خراج یعنی مفتوحہ اراضی پر عائد کردہ مالی محصول۔ [7]

نبی اکرم ﷺ کے مخصوص حق کے اعتبار سے مال غنیمت کی اقسام:

کفار سے حاصل شدہ اموال میں نبی ﷺ کے لیے بطور خاص حق رکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ اموال کی تین اقسام ہیں:

(۱) مال فیٔ: جو بلا غلبہ اور بغیر جنگ کے حاصل ہو۔ یہ اموال دراصل اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ اس بناء پر مال فیٔ کو عام مال اور خاص مال دونوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٣٤٦] ﴿ مَا أَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ...... ﴾ [الحشر=٥٩:٧]

"اللہ تعالیٰ نے جو مال فیٔ عطا کیا اپنے رسول ﷺ کو بستیوں والوں سے، پس وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں......" مثلاً باغ فدک اور اموال بنی نضیر "اموال فیٔ" ہیں۔ [8]

(۲) الصَّفِيُّ: جو مال رسول اللہ ﷺ تقسیم سے قبل بطور استحقاق کے اپنی ذات کے لیے منتخب فرماتے اسے "مال صفی" کہا جاتا ہے۔ [9]

(۳) الخُمُسُ: یعنی اموال غنیمت کا پانچواں حصہ جس کا مصرف بعینہٖ مال فیٔ کا مصرف ہے۔ تاہم خمس الخمس (پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ) یعنی کل مال غنیمت کا پچیسواں حصہ (۱/۲۵) رسول اللہ ﷺ کا مخصوص حق تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[7] كتاب الأموال لأبى عُبَيد:١٦،١٧

[8] كتاب الأموال:٧

[9] كتاب الأموال:٧ + بداية المجتهد:١/٤٥٤ + القرطبى :٨/١١ + المنتقى:٢/٧٨٧

[۱۳۴۷] ﴿ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ...... ﴾ [الأنفال=۸:۴۱]

''اور جان لو سوائے اس کے نہیں جو چیز بھی تم نے مال غنیمت کے طور پر حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول ﷺ، رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں، یتیموں ،مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے......'' [۱۰]

مال غنیمت کے پانچویں حصے کو رسول اللہ ﷺ اپنے قرابت داروں سمیت ، یتیموں،مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کرتے۔ موجودہ امیر المؤمنین مذکورہ بالا دیگر مصارف سمیت پانچویں حصہ کا حق دار ہوگا۔تاہم مال فیء صرف رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھا۔ ابو ثور کے علاوہ تمام علماء کا یہی موقف ہے۔ لہٰذا اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ [۱۱] امام شوکانی نے اجماع کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ مال صفِیّ بھی امیر المومنین کو ملے گا۔[۱۲] لیکن اجماع والا مؤقف زیادہ قوی ، زیادہ مستحکم اور سلامتی پر مبنی ہے۔

مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کے دلائل:

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے خصوصی انعام و اکرام کے طور پر بطور خاص امت محمدیہ کے لیے مال غنیمت کو حلال فرمایا ہے۔جبکہ پہلی امتوں میں سے کسی کے لیے یہ حلال نہ تھا۔ اسی لیے مال غنیمت کے حلال ہونے کو بہترین امت کی امتیازی خصوصیتوں اور خوبیوں میں شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مال غنیمت کے حلال اور جائز ہونے کی بنیاد درج ذیل آیت ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۴۸] ﴿ فَکُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَیِّبًا ۫ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴾

[الأنفال=۸:۶۹]

''پس جو کچھ تم نے مال غنیمت میں سے حاصل کیا ہے اسے بطور حلال اور طیب کے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' [۱۳]

امت محمد ﷺ کے لیے مال غنیمت کے حلال اور طیب ہونے کی وضاحت مندرجہ ذیل

---

[۱۰] كتاب الأموال لأبی عُبَيد:۱۴،۱۳ + بداية المجتهد:۱/۴۵۲-۴۵۴ + القرطبی:۸/۸-۱۰

[۱۱] القرطبی:۸/۱۱ +بداية المجتهد:۱/۴۵۴

[۱۲] الرَّوضة النَّدِيَّة شرح الدُّرر البهيَّة:۲/۳۴۳

[۱۳] القرطبی:۸/۳۴،۳۳ + ابن كثير / تفسير سورة الأنفال=۸:۶۹

احادیث صحیحہ میں بھی موجود ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۴۹] ((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُورًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ ، وَ اُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي ، وَ اُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ ، وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَ بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) [۱۴]

"مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی اور رسول کو نہیں دی گئیں۔ ❶ ایک ماہ کی مسافت پر (موجود میرے دشمن پر) میرا رعب و دبدبہ طاری کر کے میری مدد فرمائی گئی ہے۔ ❷ تمام روئے زمین کو میرے لیے نماز پڑھنے کی جگہ اور تیمّم کی صورت میں پاک کر دینے والی بنایا گیا ہے۔ میری امت کا کوئی شخص جہاں بھی نماز کا وقت پالے وہ نماز پڑھ لے۔ ❸ میرے لیے اموال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جبکہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھے۔ ❹ مجھے عام سفارش کرنے کا حق بخشا گیا ہے۔ ❺ ہر نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا مگر مجھے ساری انسانیت کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں چھ خصوصیات کا تذکرہ ہے جن میں سے اوپر ذکر کردہ عام سفارش کے علاوہ باقی چار تو وہی ہیں مزید دو درج ذیل ہیں:

[۱۳۵۰] ((أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ...... وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ)) [۱۵]

"(۶) مجھے (مختصر مگر) جامع کلمات پر قدرت عطا کی گئی ہے۔ (۷) تمام انبیاء کا سلسلہ میرے وجود کے ساتھ ختم کر دیا گیا ہے۔" (لہٰذا میں خاتم النبیین ہوں)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں یہ خصوصیت بھی منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۵۱] ((وَ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيَّ)) قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : " فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا)) [۱۶]

---

[۱۴] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۱۳۴۱

[۱۵] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۶۹۱

[۱۶] صحیح مسلم= کتاب المساجد و مواضع الصَّلٰوۃ (فی أَوّلِہٖ)، الحدیث: ۵۲۳

''(۸) میں ایک دفعہ حالت خواب میں تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں مجھے عطا کردی گئیں اور وہ میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دی گئیں۔ حدیث کے راوی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں مگر تم زمین کے خزانوں کو مسلسل نکال رہے ہو۔'' (یعنی یہ بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ و جاوید معجزہ ہے)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک درج ذیل خصوصیت بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۵۲] ((جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلَائِكَة)) [۱۷]

''(۹) ہماری صفیں (نماز کی حالت میں) فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی گئی ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں مندرجہ ذیل خصوصیت بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۵۳] ((وَ خَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ)) [۱۸]

''(۱۰) اور مجھے سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں دی گئی ہیں۔'' [۱۹]

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① پہلے انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں کافروں کے ساتھ جہاد بدستور فریضۂ الٰہی کے طور پر موجود تھا۔ تاہم حاصل شدہ اموال غنیمت ان پر حلال نہ تھے۔ بلکہ وہ فتحیابی پر تمام اموال غنیمت کو جمع کر کے رکھ دیتے اور آسمان سے آنے والی آگ انہیں جلا ڈالتی۔ حتی کہ بد دیانتی اور خیانت کی صورت میں آسمانی آگ غنیمت کے قریب نہ جاتی اور لوگوں کے پوشیدہ معاملات طشت ازبام ہو جاتے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبیوں میں سے ایک نبی کے جہاد میں بالکل یہی صورت حال پیش آئی۔ اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کے امت محمدیہ کے لیے حلال ہونے کی وجہ بھی بتاتے ہیں۔

[۱۳۵٤] ((فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا۔ ذَالِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى رَأٰى

---

[۱۷] صحیح مسلم= کتاب المساجد و مواضع الصّلٰوة (فی أَوّلِهٖ)، الحدیث:۵۲۲

[۱۸] صحیح مسلم= کتاب الصّلٰوة المسافرین: باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة و الحثّ علٰی قراءةِ الآیتین مِن آخر البقرة، الحدیث۸۰۶ + صحیح النّسائی= کتاب الإفتتاح: باب فضل فاتحة الکتاب، الحدیث:۸۷۵

[۱۹] شرح النّووی:۱/ ۱۹۹

ضَعفَنَا وَ عَجزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا))[۲۰]

’’ چنانچہ ہم سے قبل کسی امت کے لیے غنائم کے اموال حلال نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عاجزی کے پیش نظر ان کو ہمارے لیے حلال (اور طیب) فرما دیا۔‘‘

② پہلی امتوں میں قربانیوں کا بھی یہی دستور تھا کہ آسمانی آگ کا جلا دینا ہی ان کی قبولیت کی علامت تصور ہوتی تھی۔ جن کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لیے حلال اور طیب فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۳۵۵] ﴿ اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيۡنَاۤ اَلَّا نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ حَتّٰى يَاۡتِيَنَا بِقُرۡبَانٍ تَاۡكُلُهُ النَّارُ ؕ ...... ﴾ [آل عمران=۳:۱۸۳]

’’ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے کسی رسول پر جب تک کہ وہ کوئی ایسی قربانی نہ لائے جس کو آگ آ کر کھا جائے......‘‘

③ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کی مذکورہ روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں دس امتیازی خصوصیات ہیں۔ جو بالاختصار مندرجہ ذیل ہیں:

❶ جامع کلمات ❷ رعب سے مدد ❸ مال غنیمت کا حلال ہونا ❹ زمین کا پاک ہونا ہے ❺ ساری انسانیت کا رسول ہونا۔ ❻ خاتم النبیین ہونا ❼ عام اور مقبول شفاعت کرنے کی اجازت ❽ زمین کے خزانوں کا عطیہ ❾ فرشتوں کی سی صفیں ❿ سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات۔

تاہم ان کے علاوہ اور آپ کو بہت سے اوصاف و کمالات کے ساتھ مشرف و ممتاز فرمایا گیا ہے۔ جن کے لیے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کے فضائل و مناقب کے ابواب ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

④ جامع کلمات میں قرآن مجید اور حدیث نبوی دونوں شامل ہیں جو فصاحت و بلاغت و اعجاز کلام کے نادر جواہر پارے ہیں۔[۲۱]

⑤ (۱) رعب سے مدد (۲) مال غنیمت کی حلت (۳) زمین کے خزانوں کا حصول

---

[۲۰] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۳۷۷

[۲۱] شرح النَّووی: ۱/۱۹۹

(۴) فرشتوں جیسی صفیں۔چاروں جہادی خصوصیات اور کمالات ہیں۔جن کے ثمرات وبرکات سے تاقیامت پوری امت فیضیاب ہوگی۔جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۱۳۵٦] ((فَذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنْتُمْ تَنْتَثِلُوْنَهَا)) [۲۲]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم فانی سے رخصت ہو گئے مگر تم (جہادی سرچشموں سے) زمین کے خزانے مسلسل نکال رہے ہو۔''

⑥ آج جہاد چھوڑنے کی وجہ سے امت مسلمہ عمومی طور پر دشمنان حق سے مرعوب ہے اور ان کے لیے مال غنیمت بن چکی تھی۔ الحمد للہ اس وقت پوری دنیا میں جہادی تنظیمیں متحرک اور فعال ہیں اور امت مجموعی طور پر اپنی عظمتِ رفتہ کی بازیابی اور دین اسلام کی چوٹی اور عظمت پر قدم رکھنے کے لیے سرگرم و بے تاب ہے۔الحمد للہ۔آج ﴿ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﴾ کہنے والے سمع و طاعت کے پیکروں اور ﴿ غُفْرَانَکَ ﴾ کا عاجزانہ ذکر کرنے والے اپنے رب کی طرف سے مغفرت کے امیدواروں کی آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ جو سورۃ البقرہ کی آخری آیات میں قرآن کریم کی زینت بنیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۵۷] ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۠ وَاغْفِرْ لَنَا ۠ وَ ارْحَمْنَا ۠ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۸٦]

''ہمارے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا خطا ہو گئی ہے تو ہماری پکڑ نہ کیجئے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے گا جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ہمارے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا بوجھ ہم پر نہ ڈال اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں معاف فرما اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر فتح عطا فرما۔''

مال غنیمت کا اصل مصرف:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۵۸] ﴿ يَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ [الأنفال=۸:۱]

[۲۲] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۱۳۵۱

’’اے نبی ﷺ! مسلمان) آپ سے مال غنیمت کے بارے سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ مال غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ سوتم اللہ سے ڈرتے رہو اور آپس میں صلح و محبت قائم رکھو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اگر تم واقعی ایماندار ہو۔‘‘

کفر اور اسلام کے درمیان پہلی باقاعدہ اور مسلح جنگ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری کو مقام بدر پر ہوئی جو غزوۂ بدر کے نام سے معروف ہے۔ جس کا نتیجہ و انجام مسلمانوں کے لیے عظیم الشان فتح اور دشمنان حق کے لیے عبرتناک شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شکست خوردہ کفار مکہ اپنے پیچھے بھاری تعداد میں مال غنیمت چھوڑ گئے۔ جس کی تقسیم کے معاملہ میں شرکاء بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا۔ تو اسی موقعہ پر سورۂ انفال نازل کی گئی۔ جس میں مال غنیمت کا اصل مالک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کو ایمان، تقوای، آپس میں صلح و صفائی اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت فرمانبرداری کی تلقین کی گئی۔ [۲۳]

[۱۳۵۹] سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی درج ذیل چار آیات میرے بارے نازل ہوئیں:

① ...... ﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا......﴾ [العنکبوت=۲۹:۸]

② ...... ﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ......﴾ [النِّساء=۴:۱۱]

③ ...... ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ......﴾ [المائدة=۶:۹۰]

④ ...... ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ......﴾ [الأنفال=۸:۱]

مؤخر الذکر آیت کے شانِ نزول کی تفصیل یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کو بھاری تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا۔ جس میں سے ایک تلوار میں نے اپنے قبضہ میں کر لی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ تلوار لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: ’’یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں۔‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اس کو رکھ دیں۔‘‘ میں نے دوبارہ کھڑے ہو کر سوال کیا تو آپ نے دوبارہ فرمایا: ’’اس کو وہیں رکھ دیں جہاں سے آپ نے اس کو پکڑا تھا۔‘‘ میں نے تیسری دفعہ عرض کیا: ’’آپ یہ بطور زائد عطیہ کے مجھے عطا فرما دیں۔‘‘ آپ نے تیسری بار بھی یہی ارشاد

---

[۲۳] القرطبی:۷/۲۲۹+ تفسیر ابن کثیر/ تفسیر سورة الأنفال=۸:۱+ صحیح البخاری = کتاب التّفسیر/تفسیر سورة الأنفال: باب قَوْله ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ......﴾، الحدیث:۴۳۶۸+ صحیح أَبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فی النَّفل، الحدیث:۲۳۷۶

فرمایا:'' اس کو رکھ دیں ۔'' میں نے چوتھی مرتبہ عرض کیا:'' یا رسول اللہ! آپ مجھے یہ تلوار عطا فرما دیں۔ کیا میں ایسے شخص کی طرح رہوں گا جو نادار ہے۔'' تو آپ نے پھر یہی فرمایا:((ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهٗ)) [۲۴] '' اس کو آپ وہیں رکھ دیں جہاں سے آپ نے اس کو پکڑا۔''

ایک روایت میں یوں تذکرہ بھی ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :میں بدر کے دن رسول ﷺ کے پاس ایک تلوار پکڑے ہوئے حاضر ہوا اور عرض کیا:'' آج اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کافر کی طرف سے ٹھنڈا کردیا ہے اور آپ یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[١٣٦٠] ((اِنَّ هٰذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِيْ وَلَا لَكَ)) فَذَهَبْتُ وَ اَنَا اَقُوْلُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِيْ فَبَيْنَمَا اَنَا اِذْ جَآءَ نِيَ الرَّسُوْلُ۔ فَقَالَ :((اَجِبْ)) فَظَنَنْتُ اَنَّهٗ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلَامِيْ ۔ فَجِئْتُ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ :((اِنَّكَ سَأَلْتَنِيْ هٰذَا السَّيْفَ وَ لَيْسَ هُوَ لِيْ وَلَا لَكَ ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَهٗ لِيْ فَهُوَ لَكَ ۔ ثُمَّ قَرَاءَ ﴿ **يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ......** ﴾ اِلٰى آخِرِ الآيَة [۲۵]

''بلاشبہ یہ تلوار نہ میرے لیے ہے نہ تیرے لیے۔'' اس کے بعد میں واپس پلٹ گیا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا:'' یہ تلوار اس شخص کو آج ملے گی جو میری طرح آزمایا نہیں گیا۔'' (یعنی جس نے میری طرح بہادری کے جوہر نہیں دکھائے) پھر اچانک کیا ہوا کہ میری طرف رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ایک آدمی بلانے آیا اور اس نے کہا: چلیئے (رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں) ۔میرے دل میں یہ بات آئی شاید میں نے واپس پلٹتے ہوئے وہ جو بات کہی تھی اس بارے کوئی وحی میرے بارے نازل ہوئی ہے۔ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' آپ نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی۔ (اس وقت) نہ تو یہ میرے لیے حلال تھی نہ آپ کے لیے ۔ اب اس کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جائز کردیا ہے۔ لہٰذا اب میں وہ تلوار آپ کو عطا کرتا ہوں۔ پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:'' وہ آپ سے سوال کرتے ہیں

---

۲۴ صحيح مسلم= كتاب الجهاد: باب الأَنفال، الحديث:١٧٤٨

۲۵ صحيح أَبى داوٗد= كتاب الجهاد : باب فى النَّفل، الحديث:٢٣٧٨ + صحيح التَّرمذى= أَبواب تفسير القرآن: باب وَ مِنْ سورة الأَنفال، الحديث:٢٤٦٠

مالِ غنیمت کے بارے میں ۔ کہہ دیجئے اموال غنیمت اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کے لیے ہیں......'' آیت کے آخر تک آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علماء کہتے ہیں : کہ سورۂ انفال کی آیت مذکورہ بالا منسوخ ہے اورآیت [۱۳۶۱] ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ فَلِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَلِذِی الْقُرْبٰی ...... ﴾ [الأنفال=۸:۴۱] مذکورہ بالا آیت کو منسوخ کر رہی ہے۔ لہٰذا سورۂ انفال کی پہلی آیت کا مطلب اور تقاضا یہ ہے کہ اموال غنیمت اور انفال سب کے سب رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک خمس آپ کے لیے خاص رکھا اور باقی چار حصے دیگر مجاہدین کے لیے حلال کر دیئے، ابن زید اور ابو عبید وغیرہ کہتے ہیں کہ سورۂ انفال کی آیت نمبرا منسوخ نہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء اور امراء کو اموال غنائم میں حسب منشاء تقسیم کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ جبکہ بعض علمائے اسلام کا موقف ہے کہ سورۂ انفال کی آیت نمبرا چھوٹے چھوٹے قافلوں کی کارروائیوں کے بارے میں ہے۔ جبکہ بڑی بڑی جنگوں اور غزوات میں سورۂ انفال کی آیت نمبر۴۱ کا حکم نافذ ہوگا۔ دوسرا گروہ فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے واقعات سے دلیل لیتا ہے ۔ تاہم پہلے فریق کا موقف کتاب و سنت کے عین مطابق ہے ۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''بلاشبہ اس مال کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے......'' [سورۂ الأنفال=۸:۴۱]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت کے باقی چار حصے شرکاء جنگ یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح درج ذیل آیت میں بیان ہوا ہے:

[۱۳۶۲] ﴿ وَوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ...... ﴾ [النِّساء=۴:۱۱]

''اگر مرنے والے کے وارث والدین ہی ہوں تو ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔''

اس سے معلوم ہوا باقی ماندہ دوتہائی ۲/۳ باپ کا حق ہے۔[۲۶]

اموالِ غنیمت کی تقسیم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۶۳] ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَا اَنْزَلْنَا عَلٰی

---

۲۶ القرطبی:۸/۴،۵+ تفسیر ابن کثیر/ تفسیر سورۃ الأنفال=۸:۱+ شرح النّووی:۲/۸۵+نیل الأوطار:۷/۷۲-۷۶

عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعَانِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ O﴾

[الأنفال=۸:۴۱]

’’اور تمہیں معلوم رہے کہ جو کچھ تم مال غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے رسول کا ہے، رسول ﷺ کے قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جبکہ باقی ماندہ چار حصے جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حق ہے) اگر تم اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہو اور اس (مدد) پر جو ہم نے اپنے بندے محمد (ﷺ) پر فیصلے کے دن یعنی جنگ بدر کے روز اتاری تھی۔ جس روز (کفر اور اسلام) کی دونوں فوجیں باہم ٹکرا گئیں تھیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

[۱۳۶۴] ﴿ وَ مَاۤ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مِنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسَاکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ؕ وَ مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَ مَا نَہٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِO لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُہٰجِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَ اَمۡوَالِہِمۡ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا وَّ یَنۡصُرُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالۡاِیۡمَانَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ یُحِبُّوۡنَ مَنۡ ہَاجَرَ اِلَیۡہِمۡ وَلَا یَجِدُوۡنَ فِیۡ صُدُوۡرِہِمۡ حَاجَۃً مِّمَّاۤ اُوۡتُوۡا وَ یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ ؕ وَ مَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَO﴾ [الحشر=۵۹:۷-۹]

’’اور بستیوں والوں کے جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بلا جنگ و قتال بطور فیء کے عطا فرمائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، قرابتدارانِ رسول ﷺ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔ تاکہ ’’مال فیء‘‘ تمہارے اغنیاء کے درمیان ہاتھوں ہاتھ گردش کرنے والا نہ بن جائے۔ (اور فقراء محروم رہ جائیں) اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ (مال یا حکم) تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ یہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، فقراء مہاجرین کا حق ہے جو اللہ کا فضل اور اس کی رضا مندی طلب کرتے ہیں اور اللہ اور رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو سچے مومن ہیں۔ اس طرح یہ مال ان

انصار کا بھی حق ہے ۔ جنہوں نے مہاجرین سے پہلے (مدینہ منوّرہ) میں ٹھکانہ بنایا اور ایمان لائے ۔وہ ہجرت کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اوران کو عطا کئے گئے مال میں کوئی طمع اور حاجت نہیں رکھتے اور اپنی جانوں کے مقابلے میں ان کے لیے ایثار کرتے ہیں ۔اگرچہ خود مشقت میں مبتلا ہوں۔ اور جو شخص نفس کی بخیلی سے محفوظ رکھا جائے تو بس وہی لوگ با مراد اور کامران ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[١٣٦٥] ((...... وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ)) [۲۷]

''...... اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔''

ایک حدیث میں یوں الفاظ ہیں:

[١٣٦٦] ((اِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا اُقْسِمُ بَيْنَكُمْ)) [۲۸]

''میں تو صرف مال غنیمت تقسیم کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (اسی بناء پر) میں تمہارے درمیان(مال غنیمت) تقسیم کرتا ہوں۔

ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

[١٣٦٧] ((مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ)) [۲۹]

'' نہ میں تم کو کچھ دیتا ہوں نہ تم سے کچھ روکتا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔ وہاں ہی تقسیم کرتا ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے۔''

[١٣٦٨] سیدنا عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :(غزوۂ حنین کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ کی جانب رخ کرکے نماز پڑھائی۔ وہ اونٹ اموال غنیمت میں سے تھا۔ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ نے اس اونٹ کے پہلو کا ایک بال پکڑا

---

۲۷ صحيح البخارى= كتاب العلم: باب من يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّين، الحديث:٧١+ صحيح مسلم= كتاب الزَّكٰوة: باب النَّهى عن المسألة، الحديث:١٠٣٧

۲۸ صحيح مسلم= كتاب الآداب: باب النَّهى عن التَكنِّى بِأَبى القاسم و بيان ما يُستَحَبُّ مِنَ الْأَسَماءِ، الحديث:٢١٣٣+ صحيح البخارى = كتاب الجهاد/ أَبواب الخُمس: باب قول اللّٰه تعالىٰ﴿ فَإِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ ......﴾ [الأَنفال=٨:٤١] ، الحديث:٢٩٤٦، ٢٩٤٧

۲۹ صحيح البخارى = كتاب الجهاد / أَبواب الخُمس: باب قول اللّٰه تعالىٰ ﴿ فَإِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ ......﴾ [الأَنفال=٨:٤١]، الحديث:٢٩٤٩

اور ارشاد فرمایا:

((وَ لَا یَحِلُّ لِیُ مِنُ غَنَائِمِکُمُ مِثُلُ ھٰذا اِلَّا الُخُمُسَ وَالُخُمُسُ مَرُدُودٌ فِیُکُمُ))[۳۰]

''تمہارے اموال غنیمت میں سے میرے لیے اس بال کے برابر بھی کوئی چیز حلال نہیں۔ سوائے خمس (یعنی پانچویں حصہ کے) ۔اور پانچواں حصہ بھی تمہاری ضرورتوں میں ہی لوٹا دیا جاتا ہے۔'' (یعنی فقراء، مساکین اور جہاد کے سامان کی تیاری میں صرف ہو جاتا ہے۔)

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۱ '' اور جان لو جو تم نے مال غنیمت حاصل......'' کا معنی و مفہوم باقی ہے، منسوخ نہیں۔ لہٰذا پانچویں حصے کے علاوہ باقی چار حصے جنگ کرنے والوں کا حق ہے۔اسی پر امت کا اجماع قائم ہے ۔جیسا کہ ابن المنذر، ابن عبد البر، داؤدی، مازری، قاضی عیاض اور ابن العربی نے ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں بہت زیادہ صحیح احادیث اس کی تائید کرتی ہی۔'' [۳۱]

پانچویں حصے اور مال فیء کے مصارف:

سورۂ انفال کی آیت :۴۱ اور سورۃ الحشر کی آیت :۷ میں مال غنیمت کے پانچویں حصے اور مال فیء کے پانچ مصارف (خرچ کرنے کے لیے جگہیں) مذکور ہیں۔

1. اللہ اور رسول کا حصہ جو دراصل فی سبیل اللہ کے ہی معنٰی میں ہے اور رسول اللہ ﷺ ہی اس کے تقسیم کندہ ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے۔[۳۲]
2. رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ۔
3. یتیموں کا حصہ۔
4. مساکین اور تنگ دست انصار و مہاجرین کا حصہ۔
5. مسافروں کا حصہ۔

لہٰذا مال غنیمت کا پانچواں حصہ پانچ مذکورہ مصارف میں برابر تقسیم ہو گا ۔یہ امام شافعی

---

[۳۰] صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الإمام یَسُتَأثِرُ بِشَیءٍ مِنَ الُفَیءِ لِنَفُسِهِ ، الحدیث:۲۳۹۳+ صحیح النَّسائی= کتاب قسم الفیءِ (لَیُسَ لَهٗ باب) ، الحدیث:۳۸۵۸

[۳۱] شرح النَّووی :۲/ ۸۵+ فتح الباری:۷/ ۲۴، ۲۵+ کتاب الأَموال لَأبی عُبَید:۱۵،۱۶ + بدایة المجتهد: ۱/ ۴۵۲ + القرطبی:۸/ ۴۱+ تفسیر ابن کثیر / تفسیر سورة الأَنفال=۸:۴۱

[۳۲] دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الجهاد/أبواب الخُمُس: باب قول اللّٰه تعالٰی ﴿ فَإنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوُلِ ......﴾ یَعُنِی لِلرَّسُول قَسُمَ ذَالِکَ ۔ قَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیُهِ وَسَلَّمَ ((إِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنُ وَاللّٰهُ یُعُطِیُ))

کا اختیار کردہ موقف ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مال غنیمت کے پانچویں حصے کے کل تین مصارف بیان کرتے ہیں۔ (۱) یتیم (۲) مسکین (۳) مسافر۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رشتہ داروں کا حصہ آپ کی وفات سے ختم ہو گیا۔ایک روایت کے مطابق امام شافعی کا بھی یہی موقف ہے۔

ایک جماعت کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبۃ اللہ کی ضروریات میں صرف کیا جائے۔ لہٰذا کل چھ حصے ہوئے۔ ابو العالیہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال خمس کی تقسیم امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔ لہٰذا وہ بغیر کسی تعیّن کے اپنی ذات کے لیے حاصل کرے، اہل قرابت کو دے اور باقی ماندہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں ضرورت اور مصلحت کے مطابق صرف کرے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ یوں ہیں:[۱۳۶۹] ((اَلْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيكُمْ)) [۳۳]

''اور خمس بھی تم پر لٹا دیا جاتا ہے۔'' اس حدیث میں کسی طرح کے تین یا پانچ حصے تقسیم کرنے کا ذکر نہیں۔ چاروں خلفاء کا معمول بھی اسی کے مطابق تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف سب سے زیادہ درست ہے۔ اکثر علماء اور فقہاء کی رائے بھی اسی کے مطابق ہے۔'' [۳۴]

الغرض مال فیء یعنی وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار سے جنگ کیے بغیر اور سواریاں دوڑائے بغیر حاصل ہوں۔ مثلاً (۱) فتح کی ہوئی زمین کا خراج (۲) اہل کتاب اور آتش پرستوں سے حاصل ہونے والا جزیہ (۳) مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو خاص طور پر اللہ اور رسول کا حصہ ہے۔ ان تمام اموال کے مصارف بھی وہ پانچ مصارف ہیں۔ جو سورۃ الحشر کی آیت :۷ میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ مال فیء کی تقسیم بھی مال غنیمت کے پانچویں حصے کے مطابق ہو گی۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء اسلام کا موقف ہے کہ ان کی تقسیم امام کی صوابدید اور اجتہاد پر موقوف ہے اور اس میں بھی مال غنیمت کے پانچویں حصے کی طرح کوئی معیّن حصہ نکالنا، اندازہ لگانا اور تخصیص کرنا درست نہیں۔ [۳۵]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ

---

[۳۳] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرّقم المسلسل:۱۳۶۸

[۳۴] الجامع لأحكام القرآن للقرطبی:۸/۹+ تفسیر ابن کثیر/ تفسیر سورۃ الأنفال=۸:۴۱ + بدایة المجتهد: ۱/۴۵۳+ کتاب الأموال:۱۷

[۳۵] القرطبی:۱۸/۱۳+ المنتقی شرح المُوَطَّا:۳/۱۹۵+ فتح الباری:۷/۲۴،۲۵ + شرح النَّووی :۲/۸۶

تعالیٰ اور رسول ﷺ کے لیے ہے۔'' [الأنفال=۸:۴۱] یعنی مال غنیمت کے پانچویں حصے کی تقسیم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی صواب دید پر موقوف ہے۔[۳۶] نیز فرماتے ہیں:

اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی ضروریات اور مسکینوں کے لیے ہے۔ نیز اس آیت میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں پر اہل صفہ کے مسکینوں اور بیواؤں کو ترجیح دی جب آپ ﷺ سے آ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (خادم کا) سوال کیا تھا۔[۳۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۷۰] ((كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِی النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مِمَّا لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ بِخَيْلٍ وَّ لَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ وَ مَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكِرَاعِ وَالسَّلَاحِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))[۳۸]

''قبیلۂ بنی نضیر کے اموال (اسی طرح باغ فدک اور جنگ خیبر کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور مال فیء عطا فرمائے تھے۔ جن کے حصول کے لیے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائے تھے۔ لہٰذا وہ اموال نبی ﷺ کی ذات کے لیے خاص تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا خرچہ حاصل کر کے باقی ماندہ مال کو گھوڑوں اور دیگر جہادی اسلحہ کے لیے فی سبیل اللہ وقف فرما دیتے تھے۔''

چنانچہ مذکورہ حدیث مالِ فیء کے صحیح مصرف کی تعیین کے لیے اصل، اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے مال فیء میں امام کا بغیر کسی تعیین کے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ اور اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔[۳۹]

---

[۳۶] دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس: باب قول اللّٰه تعالیٰ ﴿ فَإِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُوْلِ ...... ﴾ قَسَمَ ذَالِكَ ـ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ خَازِنٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِیْ))

[۳۷] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس: باب الدَّليل علىٰ اَنَّ الخُمُس لنوائب رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَسَاكِيْنِ وَ اِيْثَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الصُّفَّةِ وَ الأرامِلِ حين سَالته فاطمة وَ شَكَت اِلَيْهِ الطَّحنَ وَالرَّحٰى أَنْ يُخْدِمَهَا مِنَ السَّبِيِّ فَوَكَلَهَا اِلَى اللّٰهِ الحديث، ۲۹۴۵

[۳۸] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، الرَّقم المسلسل: ۵۱۸

[۳۹] کتاب الأموال: ۱۱+ سُبُل السَّلام: ۴/ ۱۲۴+ شرح النَّووی: ۲/ ۹۱+ بدایة المجتهد: ۱/ ۴۵۳+ نیل الأوطار: ۸/ ۷۴-۷۶

امیر کا اپنا حصہ:

امام اور خلیفہ کا حصہ فقط مال غنیمت کا پانچواں حصہ ہے۔[۴۰] اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۷۱] ((لَا یَحِلُّ لِیْ مِنْ غَنَائِمِکُمْ اِلَّا الْخُمُسُ))[۴۱]

''میرے لیے تمہاری غنیمتوں میں سوائے پانچویں حصہ کے اور کچھ نہیں ہے۔''

اس کے علاوہ ''مال صفی'' (مال غنیمت کا پچیسواں حصّہ) صرف آپ ﷺ کی ذات کے لیے مخصوص تھا۔ جو رسول اللہ ﷺ اپنی تلوار، نیزہ، خادم یا سواری کی صورت میں حاصل کرتے تھے۔[۴۲] بعد میں کسی خلیفہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ امام ابو ثور کے علاوہ تمام علماء کا یہی موقف ہے۔[۴۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

[۱۳۷۲] ((اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهَا بِنْتَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلٰی أَبِی بَکْرٍ تَسْأَلُهُ مِیْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بِالْمَدِیْنَةِ وَفَدَكٍ ، وَ مَا بَقِیَ مِنْ خُمُسِ خَیْبَرَ۔ فَقَالَ أَبُوْ بَکْرٍ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا یَأْکُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذَا الْمَالِ)) وَ اِنِّی وَاللّٰهِ ! لَا أُغَیِّرُ شَیْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهَا فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ))[۴۴]

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس پیغام میں رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا تقاضا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے رسول

---

[۴۰] ملاحظہ ہو القرطبی:۸/۱۱+بدایة المجتهد:۱/۴۵۴

[۴۱] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، الرّقم المسلسل:۱۳۲۹

[۴۲] ملاحظہ ہو صحیح أبی داوٗد= کتاب الخراج والإمارة والفیء :باب ما جاء فی سهم الصَّفِیّ ، الحدیث:۲۵۸۷-۲۵۹۲ + صحیح التّرمذی = أبواب السِّیر: باب فی النَّفل، الحدیث:۱۲۶۶

[۴۳] القرطبی:۸/۱۱+ بدایةالمجتهد:۱/۴۵۴+ الرَّوضة النَّدِیَّة:۲/۳۴۳،۳۴۴+ نیل الأوطار:۷/۲۹۳

[۴۴] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوةِ خیبر، الحدیث:۳۹۹۸+ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر: باب قول النَّبِیّ صلی اللّٰه علیه وسلم ((لا نُورَثُ ما ترکنا فَهُوَ صَدَقةٌ)) ، الحدیث:۱۷۵۹+ اس حدیث کو امام ترمذی ، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

اللہ ﷺ کو مدینہ کے مال فیء (بنونضیر کی غیر منقولہ جائیداد) مال فدک اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ مال کی صورت میں عطا کیا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''جو ہم ترکہ (جائیداد وغیرہ) چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے البتہ اس میں سے آل محمد اپنی گزر بسر کے لیے کھائیں گے۔'' اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ کی اس حالت میں کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں کروں گا جو حالت رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ مبارک میں تھی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

[۱۳۷۳] ((...... فَأَمَّا صَدَقَتُهُ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰى عَلِيٍّ وَ عَبَّاسٍ ۔ اَمَّا خَيْبَرُ وَ فَدَكٌ فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ وَ قَالَ : هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِى تَعْرُوْهُ وَ نَوائِبِهِ وَ اَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَلِىَ الْأَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰى ذَالِكَ اِلَى الْيَوْمِ......)) [۴۵]

''جہاں تک اس صدقہ کا تعلق ہے جو رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ میں تھا۔ وہ تو انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دیا۔ البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد روک لی۔ اور فرمایا: ''یہ دونوں چیزیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ ہیں ۔ یہ ان معاملات کے لیے مختص ہیں جو اچانک پیش آ جاتے ہیں۔ یا اچانک پیش آنے والی پریشانیوں اور مصائب کے لیے ہیں ۔ ان دونوں چیزیوں کا اختیار اس شخص کے پاس ہو گا جو امیر المومنین ہو گا۔ امام زہری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک حکومت (خلافت و امارت) کی دسترس میں چلی آ رہی ہیں۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۷۴] ((وَ مَا بَقِىَ فَهِىَ عُدَّةٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فِى الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ)) [۴۶]

''باقی ماندہ (مال خمس اور مال فیء) جہاد فی سبیل اللہ کے آلات وغیرہ کی تیاری پر صرف کر دیا جاتا ہے۔''

---

[۴۵] صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس: باب فرضِ الخُمُس ، الحدیث:۲۹۲۶+ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر: باب قول النَّبِیِّ صلَّی اللّٰه علیه وسلَّم «لا نُورَثُ مَا تَرَكنا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ، الحدیث:۱۷۵۹+ اس حدیث کو امام ترمذی ، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۴۶] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو، الرَّقم المسلسل:۵۱۸

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۷۵] ((رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَآءَهٗ شَیْءٌ بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِیْنَ))[۴۷]

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے پاس جب بھی کوئی چیز (مال فیء میں سے) آتی تو آپ اس کی تقسیم میں آزاد کردہ غلاموں کو مقدم رکھتے (یعنی پہلے ان کا حصہ ان کو دیتے)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۳۷۶] ((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ ظَبِیَّةً فِیْهَا خَرَزٌ لِلْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ وَ کَانَ أَبِی یَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ))[۴۸]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نگینوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی لائی گئی۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت اور لونڈی دونوں میں تقسیم فرما دیا۔اسی طرح میرے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مال فیء کو آزاد اور غلام میں تقسیم کرتے تھے۔''

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[۱۳۷۷] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ الْفَیْءُ قَسَمَهٗ فِیْ یَوْمِهٖ فَأَعْطَی الآهِلَ حَظَّیْنِ وَ أَعْطَی الْعَزَبَ حَظًّا))[۴۹]

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ''مال فیء'' آتا تھا تو آپ اسے اسی روز تقسیم فرمادیتے تھے چنانچہ اہل و عیال والے شخص کو دو حصے اور مجرد (جس کے اہل و عیال نہ ہوتے) کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے۔ (یعنی آپ ''مال فیء'' کی تقسیم میں لوگوں کی ضروریات کا خاص خیال رکھتے تھے۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۷۸] ((اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ وَ مَنْ تَرَكَ ضِیَاعًا أَوْ کَلًّا فَإِلَیْنَا))[۵۰]

---

[۴۷] صحیح أبی داوٗد= کتاب الخراج والإمارة والفیءِ : باب فی قسم الفیءِ الحدیث:۲۵۵۸

[۴۸] صحیح أبی داوٗد= کتاب الخراج والإمارةوالفیءِ : باب فی قسم الفیء ، الحدیث:۲۵۵۹

[۴۹] صحیح أبی داوٗد= کتاب الخراج والإمارةوالفیءِ : باب فی قسم الفیء ، الحدیث: ۲۵۶۰

[۵۰] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۸۵۸

"میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی ہوں لہٰذا جوشخص مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہو گا لیکن جوشخص کوئی نقصان یا بوجھ (قرض وغیرہ) چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی ہمارے ذمے ہے۔"

امیر المومنین اور اس کے قریبی رشتہ داروں کے لیے مال خمس ہے:

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ آپ نے بنو مطلب کو عطیات دیئے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرما دیا۔ حالانکہ ہم اور وہ آپ کے ساتھ ایک جیسی قرابت رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا:" بنو مطلب اور بنو ہاشم ایک چیز کی طرح ہیں۔ (یعنی وہ بھی میرے قرابت دار ہیں)

لہٰذا امام اہل قرابت کو حاجت اور ضرورت کی بناء پر دوسروں پر ترجیح دے سکتا ہے اور اہل قرابت میں دولت مند اور تنگ دست چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورتیں سب شامل ہیں۔ [۵۱]

مال خمس مسلمانوں کی ضروریات کے لیے بھی ہے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خمس کی تقسیم امام کی صوابدید پر موقوف ہے ۔اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ہوازن کے تمام قیدیوں کو رشتۂ رضاعت کے احترام میں آزادی عطا فرما دی۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مال فیء اور مال غنیمت کے پانچویں حصہ سے عطیات دینے کے وعدے فرماتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے انصار مدینہ کو عطیات بخشے اور سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو خیبر کے ایک کھجوروں کے باغ سے کھجوریں عطا فرمائیں۔ [۵۲]

مفتوحہ علاقہ جات:

غلبہ یا صلح کے ساتھ فتح ہونے والی اراضی کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

---

[۵۱] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد / أبواب الخُمُس: باب وَ مِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى اَنَّ الْخُمُس لِلاِمَام وَ اَنَّهٗ يُعْطِى بَعْضَ قَرَابَتِهٖ دُوْنَ بَعْضٍ......، الحديث:۲۹۷۱+ نيل الأوطار:۷/۷۲۔۷۴+ بداية المجتهد:۱/۴۵۳۔اس حدیث کو امام النّسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب الفیء میں روایت کیا ہے۔

[۵۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس: باب وَ مِنَ الدَّلِيل عَلٰى اَنَّ الْخُمُسَ لِنَوائب المسلمين+ صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسَّير: باب الأَنفال+ معالم السُّنَن:۴/۲۳۷، ۲۳۸+ نيل الأوطار:۸/۷۶۔۸۱

① وہ اراضی جن کے مالکان بلا جنگ قبول اسلام کرلیں یہ بدستور مسلم مالکان کی ملکیت میں باقی رہیں گی اور ان کی پیداوار پر حسب دستور پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہو گا۔ چنانچہ یہ اراضی ''عشریہ'' کہلاتی ہیں۔اس لیے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۷۹] ((فِیمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَالْعُیُونُ أَوْ کَانَ عَثَرِیًّا الْعُشْرُ......)) ۵۳

'' وہ زمین جو آسمانی بارش سے یا چشموں سے سیراب ہوتی ہو یا وہ اپنی نمی سے ہی سیراب ہوتی ہو اس کی پیداوار سے دسواں حصہ ہے......''

② وہ اراضی جو معینہ خراج کی ادائیگی کی شرط پر صلح کر کے فتح کی گئی ہوں ۔چنانچہ ان پر صلح کی شرائط کے مطابق طے شدہ خراج واجب ہوگا۔ یہ اراضی '' خراجیہ'' کہلاتی ہیں۔ جو اصل مالکان کی ملکیت میں باقی رہیں گی اور خراج کی ادائیگی لازم ہوگی ۔ زمین کے خراج کا مصرف بالکل وہی مصرف ہے ،جو مال فیء کا ہے ۔ مذکورہ بالا دونوں قسم کی زمینوں کے احکام قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت ہیں اوراس پر اجماع امت قائم ہے۔

③ وہ اراضی جو غلبہ کے ساتھ جنگ کرکے حاصل کی گئی ہوں۔ ان کے مصرف کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ہیں۔بعض کہتے ہیں وہ مال غنیمت کی طرح تقسیم ہونگی۔چار حصے مجاہدین کے لیے ہیں اور ایک حصہ دستور کے مطابق اپنے مصارف پر صرف کیا جائے گا۔بعض کا موقف ہے کہ جنگ کے ذریعہ فتح کی گئی زمینوں کا معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے ۔چاہے ان کو بطور غنیمت تقسیم کردے ۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمینوں میں کیا۔ یا بطور مال فیء برقرار رکھے اور وقف برائے اہل اسلام قرار دے دے۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سواد(عراق) کی زمینوں میں عمل فرمایا کہ اہل سواد کو ان کی زمینوں میں بطور عامل بحال رکھا۔ تاہم ان پر جزیہ و خراج مقرر فرمایا۔یاد رہے کہ سواد عراق کا ایک علاقہ ہے۔ ۵۴

◎ امام ابوعبید کہتے ہیں:

'' وَ کِلَا الْحُکْمَیْنِ فِیهِ قُدْوَةٌ وَ مُتَّبَعٌ مِنَ الْغَنِیمَةِ وَالْفَیءِ ......'' ۵۵

---

۵۳ صحیح البخاری= کتاب الزَّکٰوة : باب العشر فیما یُسقٰی من ماء السَّماءِ وَ بالماء الجاری ، الحدیث:۱۴۱۲

۵۴ کتاب الأموال لأبی عُبَید:۵۵۔۵۹ + فتح الباری:۷/ ۳۳، ۳۴

۵۵ کتاب الأموال لأبی عُبَید:۶۰، ۶۱

’’ دونوں باتوں میں ہی قابل اتباع دلائل اور آثار موجود ہیں۔ چنانچہ پہلے حکم کے لیے سورۂ انفال کی آیت : (۴۱) [۱۳۸۰] ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ...... ﴾ دلیل ہے ۔دوسرے حکم کے لیے سورۂ حشر کی آیات:(۷۔۹) [۱۳۸۱] ﴿ وَ مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى...... ﴾ دلیل ہے۔ یہ دونوں دلائل رسول اللہ ﷺ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے لیے بالترتیب قابل اتباع اور قابل حجت ہیں۔ جامع اور مختار موقف یہی ہے کہ مفتوحہ زمینوں کو غنیمت یا فیء قرار دینے کا فیصلہ امام یا خلیفہ کی صوابدید پر موقوف ہے۔[۵۶]

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۳۸۲] ((اَيُّمَا قَرْيَةٍ اَتَيْتُمُوْهَا فَأَقَمْتُمْ فِيْهَا فَسَهْمُكُمْ فِيْهَا وَ اَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ))[۵۷]

’’جس شہر یا بستی میں تم بغیر جنگ کئے صلح کرکے پہنچو ۔تمہارا وہاں قیام ہو جائے۔تو اس میں تمہارا حصہ اور حق ہو گا۔ البتہ جو شہر یا بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اختیار کرلے اور پھر تم اسے غلبہ وتلوار کے ساتھ فتح کرو تو (وہ مال غنیمت کے حکم میں ہے) اس مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کے لیے ہوگا اور بقایا تمام مال تمہارا ہوگا۔‘‘

قاضی عیاض ، امام نووی اور امام خطابی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں مذکورہ حدیث اس بارے میں واضح اور صریح حجت ہے کہ فتح کی ہوئی زمینوں اور زمینوں کے علاوہ دیگر اموال کا حکم مال خمس کے مطابق ہے ۔ جبکہ صلح کے ذریعے حاصل ہونے والی زمینوں کا حکم مال فیء کے مطابق ہے ۔جس میں خمس واجب نہیں ہو گا ۔ بلکہ وہ جہاد کرنے والے مجاہدین کے لیے عطیات اور وقف ہونگی۔ اکثر علماء امت کا یہی موقف ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے مخالف ہیں۔[۵۸]

---

۵۶ شرح النّووی علٰی مسلم : ۲/ ۸۹، ۹۰ + فتح الباری : ۷/ ۲۴،۲۵ + القرطبی:۱۸/ ۱۳ + بدایة المجتهد:۱/ ۴۶۲ + العدّة شرح العُمدة:۵۰۸ + مختصر السُّنن مع المعالم :۴/ ۲۳۴۔۲۴۰

۵۷ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر : باب حکم الفیءِ ، الحدیث: ۱۷۵۶ + صحیح أَبی داوٗد= کتاب الخراج والإِمارة والفیءِ : باب فی إِیقافِ أَرض السَّواد وارضِ العنوةِ ، الحدیث: ۲۶۲۰

۵۸ شرح النَّووی علی مسلم :۲/ ۸۹ + مختصر السُّنَن مع المَعَالم:۴/ ۲۴۸، ۲۴۹ + سبُل السَّلام:۴/ ۱۲۶

جنگ میں شمولیت کرنے والے مجاہدین کا حصہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[١٣٨٣] ((قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرِ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَ لِلرَّاجِلِ سَهْمًا)) [59]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں مال غنیمت کی تقسیم فرماتے ہوئے، گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیادہ کے لیے ایک حصہ تقسیم کیا۔''

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[١٣٨٤] ((اَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَ لِفَرَسِهٖ ثَلٰثَةَ اَسْهُمٍ ۔سَهْمًا لَهٗ وَ سَهْمَيْنِ لِفَرَسِهٖ)) [60]

''ایک آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے کل تین حصے تقسیم کئے ایک حصہ اس کی ذات کا اور دو حصے گھوڑے کے لیے عطا فرمائے۔''

ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، مالک، اوزاعی، ثوری، لیث، شافعی، احمد، اسحاق، ابو یوسف، محمد، ابو عبیدہ، ابن جریر حتی کہ اکثر علماء امت کا موقف بالکل مذکورہ حدیث کے مطابق ہے۔شہسوار کے کل تین حصے اور پیادے کا صرف ایک حصہ ہوگا۔ تاہم اکثر ائمہ کا موقف ہے کہ صرف ایک گھوڑے پر دوہرا حصہ ملے گا جبکہ امام اوزاعی، ثوری، لیث وغیرہ کا موقف ہے کہ دو گھوڑوں پر چار حصے دیئے جائیں گے۔ اس سے زیادہ گھوڑوں پر اضافے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔'' [61]

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر علماء امت کے قول سے اختلاف کیا ہے اور گھوڑے کے لیے دوہرے حصے کی صحیح اور متفق علیہ حدیث پر عمل نہیں کیا اور اپنے مذہب کے لیے ایک بالکل ہی ضعیف روایت سے استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی، امام بیہقی اور امام منذری نے بیان کیا ہے۔ [62]

---

[59] صحيح البخاری = كتاب المغازی: باب غزوةِ خيبر، الحديث: ٣٩٨٨ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسَّير: باب كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين ، الحديث:١٧٦٢

[60] صحيح أبی داوٗد = كتاب الجهاد : باب فی سُهمان الخيل، الحديث:٢٣٧٣ + صحيح التّرمذی= أبواب السَّير: باب فی سهم الخيل، الحديث: ١٢٥٨

[61] شرح النَّووی :٢/ ٩٢ + مَعَالم السُّنَن:٤/ ٥١،٥٢

[62] مختصر السُّنَن للمنذری:٤/ ٥٢،٥٣

مال غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ہے:

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۸۵] ((قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنِ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَقَسَمَ لَنَا وَ لَمْ يَقْسِمْ لِاَحَدٍ لَمْ يَشْهَدِ الْفَتْحَ غَيْرَنَا)) [۶۳]

''ہم سرزمین حبشہ سے فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خیبر کے مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ حالانکہ فتح خیبر سے غیر حاضر کسی شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم سے ہمارے علاوہ کوئی چیز نہیں دی۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۳۸۶] ((وَ مَا قَسَمَ لِاَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ ۔ اِلَّا لِأَصْحَابِ سَفِيْنَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَ أَصْحَابِهٖ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ)) [۶۴]

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر سے غیر حاضر شخص کو کوئی چیز نہیں دی ۔سوائے کشتی والوں کے ۔کشتی والوں سے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھی مراد ہیں۔ جو کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے مدینہ آئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں شرکت کرنے والوں کے ساتھ ان کو بھی حصہ عطا فرمایا۔''

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۸۷] ((اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَا اَنْ أَتْرُكَ آخِرَ النَّاسِ بَبَّانًا لَيْسَ لَهُمْ شَيْءٌ مَا فُتِحَتْ عَلَيَّ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَ لٰكِنِّي اَتْرُكُهَا خِزَانَةً لَهُمْ يَقْتَسِمُوْنَهَا)) [۶۵]

''اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ بعد کی نسلیں بغیر جائیداد کے رہ جائیں گی۔ تو میں جس (شہر یا) بستی کو فتح کرتا اسے مجاہدین میں ضرور تقسیم کر دیتا۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مال غنیمت کو تقسیم فرما دیا تھا۔

[۶۳] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر، الحدیث:۳۹۹۲+ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابة: باب من فضائل جعفر بن أَبی طالب وأَسماء بنت عمیس وأَهل سفینتهم رضی اللّٰه عنهم ،الحدیث:۲۵۰۲

[۶۴] صحیح مسلم= کتاب فضائل الصَّحابة: باب من فضائل جعفر بن أَبی طالب وأَسماء بنت عُمَیس و اَهل سَفِیْنَتِهِم رضی اللّٰه عنهم ،الحدیث:۲۵۰۲+صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوۃ خیبر، الحدیث:۳۹۹۲

[۶۵] صحیح البخاری= کتاب المغازی : باب غزوۃ خَیْبَر ، الحدیث: ۳۹۹٤+ صحیح أَبی داوٗد= کتاب الخراج والإِمَارة والفيءِ : باب فی صفایا رسول اللّٰه صلَّی اللّٰه علیه وسلَّم من الأَموال ، الحدیث:۲۵۷۰

لیکن میں اس کی اراضی کو بطور محفوظ خزانہ کے مسلمانوں کے لیے وقف کے طور پر برقرار رکھوں گا۔ تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۸۸] ((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ عَلٰى سَرِيَّةٍ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قِبَلَ نَجْدٍ فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَصْحَابُهٗ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ اَنْ فَتَحَهَا .... فَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ)) [۶۶]

''بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کو مدینہ سے نجد کی طرف ایک لشکر کا امیر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ چنانچہ سیدنا ابان بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ہمراہ فتح خیبر کے بعد وادئ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر کے مال غنیمت سے حصہ طلب کیا)..........لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی حصہ عطا نہیں فرمایا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اس حدیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جبکہ مستند اور متصل روایت کے مطابق حصہ کے طلبگار ابان بن سعید رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مسند روایت ہی صحیح تر ہے۔ [۶۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے روز کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

[۱۳۸۹] ((اِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِیْ حَاجَّةِ اللّٰهِ و حَاجَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ اِنِّی اُبَايِعُ لَهٗ)) فَضَرَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَ لَمْ يَضْرِبْ لِاَحَدٍ غَابَ غَيْرَهٗ)) [۶۸]

''بلاشبہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حقوق کی ادائیگی میں

---

[۶۶] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد : باب فیمن جآء بَعْدَ الغنیمةِ لَا سَهْمَ لَهٗ ، الحدیث: ۲۳۶۴۔امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غزوة خیبر، الحدیث:۳۹۹۶

[۶۷] ملاحظہ ہو، صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب غَزْوَةِ خَيْبَرَ ، الحدیث:۳۹۹۶+ صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فِیمن جَاءَ بَعْدَ الْغَنِیْمَةِ لَا سَهْمَ لَهٗ ، الحدیث:۲۳۶۵

[۶۸] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد : باب فیمن جاءَ بَعد الغنیمة لا سَهمَ لَهٗ ، الحدیث:۲۳۶۷+ صحیح البخاری =کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس: باب إِذا بَعَثَ الإِمام رَسُوْلًا فی حَاجَةٍ أَو اَمَرَهٗ بِالمقام هَل یُسهَمُ لَهٗ ، الحدیث : ۲۹۶۲

مصروف ہیں(کیونکہ ایام بدر میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بنت رسول سیدہ رقیہ کے تیمار دار تھے) اور میں خود اس کی طرف سے جہاد کی بیعت کرتا ہوں۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مال غنیمت سے حصہ مقرر فرمایا۔ جبکہ کسی بھی غیر حاضر کو حصہ نہیں دیا گیا۔''

بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیمار دار ہونے کی بناء پر عثمان رضی اللہ عنہ کو خصوصی شرف بخشا گیا۔ [۶۹]

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے واپسی پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

[۱۳۹۰] ((اِنَّ لَكَ أَجرَ رَجُلٍ مِمَّنُ شَهِد بَدُرًا وَ سَهمَهٗ)) [۷۰]

''تمہارے لیے شریک بدر کا پورا اجر اور اس کا حصہ ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ:

① غنائم کے مال کا خمس (۱/۵) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں ، یتیموں ، مسکینوں اور مسافروں کے لیے مخصوص ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خمس الخمس یعنی پانچویں حصہ میں سے پانچواں حصہ (۱/۲۵) ہے۔ [۷۱]

② اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کی وفات کے بعد جہادی آلات اور اسباب میں صرف کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

[۱۳۹۱] ((لَا نُورَثُ مَا تَرَكُنَا صَدَقَةٌ......)) [۷۲]

''ہماری (انبیاء کی) وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

خلافتِ صدیقی اور خلافتِ فاروقی میں صحابہ کا اس پر اجماع قائم ہو گیا تھا۔ [۷۳]

③ مال غنیمت میں سے باقی چار حصے یعنی ۴/۵ جہاد میں شرکت کرنے والوں کا حق ہے۔ جو حسب دستور صرف جنگ میں موجود مجاہدین میں برابر تقسیم ہو نگے ۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''جان لو! جو تم مال غنیمت حاصل کرو......'' [الأنفال=۸:۴۱]

البتہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمان باری تعالیٰ '' اور وہ لوگ جو ان کے بعد

---

[۶۹] مختصر السُّنن مع المعالم :۴/ ۴۸

[۷۰] صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمس : باب إذا بعَث الإمام رَسُولًا فی حَاجَةٍ اَوْ اَمَرَهٗ بِالمُقَامِ هَل يُسهَمُ لَهٗ، الحدیث: ۲۹۶۲

[۷۱] ملاحظہ ہو سنن النَّسائی= کتاب قسم الفیء

[۷۲] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۱۳۷۲

[۷۳] صحیح سنن النَّسائی= کتاب قسم الفیء ، الحدیث: ۳۸۶۳، ۳۸۶۴ + معالم السُّنن: ۴/ ۲۰۹-۲۱۴

آ ئے ......'' [الحشر =۵۹: ۱۰] سے استدلال کرتے ہوئے مفتوحہ زمین تقسیم کرنے کی بجائے انہیں مسلمانوں کے لیے وقف قرار دیا۔'' [۴]

④ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ تا قیامت باقی ہے۔جو بلاتفریق بنو ہاشم اور بنو مطلب کے دولتمندوں اور فقیروں ، چھوٹوں اور بڑوں میں عورت کے مقابل میں مرد کو ڈبل کے اصول کے مطابق تقسیم ہو گا۔ یا پھر ہر کسی کو برابر ملے گا خواہ مرد ہو یا عورت۔ دوسرا موقف حدیث کے زیادہ مطابق ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ان میں کوئی فرق نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی عام ہے۔'' اور قریبی رشتہ داروں کے لیے......'' [الأنفال=۹: ۴۱] [۵]

⑤ خلافت راشدہ میں رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو متفقہ طور پر ان کا حصہ دیا جاتا رہا۔ اللہ اور اس کے رسول کے حصے کو مسلمانوں کی ضرورتوں ، مصلحتوں اور جہاد فی سبیل اللہ کے آلات و اسباب کے لیے مختص رکھا گیا۔ جناب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی اسی دستور کے طابق عمل درآمد ہوا۔ [۶]

⑥ مال غنیمت کے پانچویں حصے کے بقایا تین حصے ۳/۵ یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے مخصوص ہیں۔ بعض فقہاء کہتے ہیں ان یتیموں کو حصہ ملے گا جو فقیر ہوں۔ لیکن یہ موقف درست نہیں کیونکہ قرآن کی آیت عام ہے۔ [۷]

⑦ مال فیء اور مال خمس کی تقسیم میں تنگدست مہاجرین و انصار کو مقدم رکھا جائے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۱۳۹۲] ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ أَمْوَالِهِمْ......﴾

[الحشر=۵۹: ۸]

'' ان فقیر مہاجرین کے لیے بھی مالِ فیء میں حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیئے گئے۔''

⑧ بعد ازاں تمام مصارف میں ضرورت اور حاجت کے بقدر ترجیح ملحوظ رکھنا سنت نبوی ہے۔

---

[۴] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۱۳۸۷

[۵] معالم السُّنن: ۴/ ۲۱۹-۲۲۲ + سنن النَّسائی = کتاب قسم الفیء

[۶] شرح النَّووی: ۲/ ۹۰-۹۲

[۷] القرطبی: ۸/ ۹ + العدَّة شرح العمدة: ۵۱۰، ۵۱۱

اسی طرح مقروض اور تنگ دست فوت شدہ مومن کی کفالت بھی امیر المومنین کے ذمہ ہے۔[۷۸] جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۹۳] ((اَنَا أَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ......)) [۷۹]

" مومنوں کے لیے میں ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں......"

(۹) فوت شدہ مومن کے قرضہ جات اور واجبات کی طرح اس کے بے سہارا اور کمزور بچوں کی کفالت بھی خلیفہ کی ذمہ داری ہے۔اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۱۳۹٤] ((مَنْ تَرَكَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَإِلَیَّ وَ عَلَیَّ)) [۸۰] جو آدمی قرض چھوڑ جائے یا اہل وعیال چھوڑ جائے تو اس قرض کی ادائیگی اور بچوں کی کفالت میرے ذمہ ہے۔

(۱۱) مال غنیمت کے حصوں کے مستحق فقط جنگ میں شرکت کرنے والے مجاہدین ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:" مال غنیمت کا پانچواں حصہ بلاشبہ اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے ہے......" [الأنفال=۸:٤١] لہٰذا اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے تو باقی چار حصے مجاہدین کے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث مبارکہ میں آتا ہے:

[۱۳۹٥] ((لَمْ یَقْسِمْ لِاَحدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَیْبَرَ)) [۸۱]

" نبی ﷺ نے جنگ خیبر سے غیر حاضر کو کچھ نہیں دیا۔"

(۱۲) امام مالک، احمد، شافعی اور اکثر ائمہ اسلام کا متفقہ موقف ہے کہ " اَلْغَنِیْمَةُ لِمَنْ شَهِدَ الْوَقْعَةَ " غنیمت صرف جنگ میں شرکت کرنے والوں کا حق ہے۔ماسوائے ابو حنیفہ اور اوزاعی کے۔ چنانچہ وہ جنگ کے بعد آ کر ملنے والوں کو بھی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی وجہ سے غنیمت حاصل کرنے والوں کے ساتھ شامل تصور کرتے ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک دو ہجرتیں کرنے کی بناء پر یہ کشتی پر سوار ہو کر حبشہ سے لوٹنے والوں کی منفرد خصوصیت تھی۔ یا پھر رسول ﷺ نے اپنے مخصوص حق

---

[۷۸] معالم السُّنن :٤ / ۲۰٤-۲۰٦

[۷۹] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرّقم المسلسل:۸٥۸

[۸۰] صحیح أبی داوٗد= کتاب الخراج والإمَارة والفیء : باب فی أرزاق الذُّریَّة ، الحدیث:۲٥٦۱+صحیح ابن ماجة=کتاب الصَّدقات: باب من تَرَكَ دَیْنًا او ضِیَاعًا فَعَلَی اللّٰهِ وَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ ، الحدیث: ۱۹٥۹

[۸۱] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرقم المسلسل:۱۳۸٥

سے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ عطا فرمایا۔ یا جنگ میں شرکت کرنے والوں کی رضا مندی سے عطا فرمایا۔ جیسا کہ بیہقی کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔[۸۲]

⑫ اسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو باوجود غیر حاضر ہونے کے مالِ غنیمت عطا کرنا بھی ان کی امتیازی خصوصیت ہے ۔ گویا وہ اللہ اور رسول کے اہم کام میں مشغول ہونے کی بناء پر حاضر تصور کیے گئے ۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور میں ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔'' [۸۳]

⑬ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ پیادہ کو ایک حصہ اور گھڑ سوار کو تین حصے عطا کیے جائیں۔[۸۴]

⑭ اسی طرح ایک سے زیادہ گھوڑوں اور گھوڑے کے علاوہ کسی اور جنس مثلاً خچر اور اونٹ وغیرہ کے لیے مالِ غنیمت کا حصہ نہیں ہو گا۔ اکثر اہل علم کا موقف یہی ہے۔ کیونکہ غزوۂ بدر اور غزوۂ حنین وغیرہ میں اونٹ اور خچر موجود ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار کے علاوہ کسی کو پیادے سے زیادہ حصہ نہیں دیا۔ ابن منذر وغیرہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔[۸۵]

⑮ عصرِ حاضر میں گھوڑوں کی جنگی اہمیت اور ضرورت برقرار رہنے کے باوجود ان کی جگہ مشینی گاڑیوں نے حاصل کر لی ہے۔ لہٰذا پیادہ مجاہد کے مقابلے میں کسی گاڑی والے مجاہد کو مزید دو حصّے عطا کرنا حدیث کے مفہوم کے عین مطابق ہو گا۔(وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

بڑے قافلے میں سے مختصر قافلہ والوں کا اضافی حصہ:

ایک بڑے قافلے میں سے الگ کر کے امیر کسی مختصر قافلہ کو یعنی چھوٹے جہادی لشکر کو کسی مخصوص کارروائی کے لیے روانہ کرے تو امیر اس مختصر قافلہ والوں کی اضافی حصہ کے ساتھ حوصلہ

۸۲۔ ملاحظہ ہو معالم السُّنن شرح سُنُن أَبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فیمن جاء بعد الغنیمة + سنن التِّرمذی= أَبواب السِّیر: باب ما جاء فی أَهل الذِّمّةِ یَغزُوْنَ مَعَ المُسلِمِین هَل یُسهَمُ لَهُمْ+ المنتقٰی شرح المُوَطَّا= کتاب الجهاد : باب جامع النَّفل+ سُنَن الکبرٰی للبیهقی= کتاب قسم الفیءِ وَالغنیمةِ : باب المَدَدُ یلحق بالمسلمین قبل ان یتقطَّع الحرب ......''

۸۳۔ معالم السُّنن:۴/۴۸

۸۴۔ القرطبی:۸/۱۱

۸۵۔ القرطبی:۸/۱۲+ معالم السُّنن :۴/ ۵۱،۵۲+ العدَّة:۵۱۳

افزائی کرسکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۹۶] ((بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَكُنْتُ فِیهَا ۔ فَبَلَغَتْ سِهَامُنَا اِثْنَی عَشَرَ بَعِیْرًا وَ نُفِّلْنَا بَعِیْرًا فَرَجَعْنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِیْرًا)) [۸۶]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بڑے لشکر میں سے الگ کرکے) ایک مختصر قافلہ نجد کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مختصر قافلہ میں میں بذاتِ خود موجود تھا۔ واپسی پر ہمیں (باقی لشکر والوں کی طرح) بارہ بارہ اونٹ دیئے گئے۔ جبکہ ہمیں ایک ایک اونٹ زائد دیا گیا۔ عام لشکر والوں کے پاس بارہ بارہ اونٹ تھے اور ہمارے پاس تیرہ تیرہ اونٹ تھے۔"

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قافلہ والوں کے مال میں بڑا لشکر بھی شریک ہوگا کیونکہ وہ بڑا لشکر ان کی پشت پر تھا اور ان کا مدد اور معاون تھا۔[۸۷]

بڑے لشکر اور چھوٹے قافلہ کی تعداد:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۹۷] ((خَیْرُ الصِّحَابَةِ اَرْبَعَةٌ وَ خَیْرُ السَّرَایَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَ خَیْرُ الْجُیُوْشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَ لَا یُغْلَبُ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ)) [۸۸]

"بہترین دوست چار ہوتے ہیں۔ بہترین قافلہ وہ ہے جو چار افراد پر مشتمل ہو۔ بہترین لشکر وہ ہے جس کی تعداد چار ہزار ہو۔ بارہ ہزار کا لشکر قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگا۔"

لفظ "السَّرِیَّة" واحد ہے۔ اس کی جمع "سَرَایَا" ہے۔ صاحب النہایۃ فرماتے ہیں:

"هِیَ طَائِفَةٌ مِنَ الْجَیْشِ یَبْلُغُ اَقْصَاهَا أَرْبَعَ مِائَةٍ تُبْعَثُ اِلَی الْعَدُوِّ......"

"یعنی لشکر کا ایک حصہ جس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چار سو (۴۰۰) ہوتی ہے۔ اس کو دشمن کی طرف روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کو "سریَّة" کہتے ہیں۔"

اس کو سریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عسکری قوت کا خلاصہ اور عمدہ حصہ ہوتا ہے۔ گویا

---

۸۶ صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب السَّرِیَّة الَّتی قبل نجدٍ، الحدیث:۴۰۸۳ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد: باب الأنفال، الحدیث:۱۷۴۹ + صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فی نفل السَّرِیَّة تخرجُ مِنَ العسکر، الحدیث:۲۳۷۹-۲۳۸۴

۸۷ شرح النَّووی علی صحیح مسلم:۲/۸۶ + معالم السُّنن:۴/۵۵

۸۸ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۱۲۹

"السَّرِیُّ" نفیس اور عمدہ کے معنی میں ہے۔ لفظ "الجیش" واحد ہے اور اس کی جمع "الجُیُوش" ہے۔ یعنی بہت زیادہ تعداد والا جنگی لشکر جس میں مَیْمَنۃ (دائیں جانب لڑنے والا گروپ)، میسرۃ (بائیں جانب لڑنے والا گروپ)، قلب (وسط اور سنٹر میں لڑنے والا گروپ) اور مُقَدِّمَۃ الجیش (آگے آگے لڑنے والا گروپ) ہوتے ہیں۔ [۸۹]

اجرت پر جہاد کرنے والے کے لیے حصہ، انعام اور سواری کا بندو بست:

سیدنا یعلی بن امیۃ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۳۹۸] ((غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَحَمَلْتُ عَلٰى بَكْرٍ فَهُوَ اَوْثَقُ اَعْمَالِي فِي نَفْسِي۔ فَاسْتَأْجَرْتُ اَجِيْرًا۔ فَقَاتَلَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَانْتَزَعَ يَدَهٗ مِنْ فِيْهِ وَ نَزَعَ ثَنِيَّتَهٗ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَرَهَا ۔فَقَالَ ((أَيَدْفَعُ يَدَهٗ اِلَيْكَ فَتَقْضَمُهٗ كَمَا يَقْضَمُ الفَحْلُ)) [۹۰]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تبوک میں شرکت کی اور ایک نوجوان اونٹ پر دوسرے نوجوان کو سوار کیا۔ جو میرے خیال کے مطابق (میری زندگی کا) مضبوط ترین عمل ہے۔ اپنے بڑھاپے کی بناء پر جہاد کے لیے ایک اجرت پر کام کرنے والا بھی ساتھ لیا۔ وہ مزدور ایک شخص کے ساتھ جھگڑ پڑا۔ ایک نے دوسرے کو کاٹا تو اس نے اپنا ہاتھ اس کے مونہہ سے کھینچا اور اس کے اگلے دانت باہر نکال دیئے۔ جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا قصاص (رائیگاں) قرار دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: "کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے مونہہ میں ڈالے رکھتا اور تو اس کو اس طرح چبا ڈالتا جس طرح اونٹ کسی چیز کو چبا ڈالتا ہے۔"

ایک روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۳۹۹] ((فَسَمَّيْتُ لَهٗ ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ)) [۹۱]

"میں نے اس (مزدوری پر جہاد میں شریک ہونے والے) کے لیے تین دینار اجرت مقرر کی۔"

---

[۸۹] تحفة الأحوذی:۲/۳۷۹

[۹۰] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب الأجیر ، الحدیث:۲۸۱٤+ صحیح مسلم= کتاب القَسامة والمحاربین والقصاص والدِّیات: باب الصَّائل علٰی نفس الإنسان أو عُضوِهِ إذا دَفَعَ المَصُولُ عَلَیه، فأتلَفَ نَفسَهٗ اَوْ عُضوهٗ لَا ضَمَان علیه،الحدیث:۱٦۷۳،۱٦۷٤+ صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب الرَّجلُ یغزو بأجیرٍ، الحدیث:۲۲۰٤

[۹۱] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب الرَّجل یغزُو بأجیرٍ ، الحدیث:۲۲۰٤

چنانچہ اکثر علماء کے بقول جہاد کے لیے اجرت پر آدمی رکھنا اور اجرت کے بدلے جہاد پر روانہ ہونا جائز ہے اور اجرت پر جہاد کے لیے جانے والے کے لیے مقررہ حصہ مال غنیمت سے بھی ہو گا۔ اس بات کی دلیل سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں: ''میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا مزدوری پر رکھا ہوا ایک مزدور تھا۔ ان کے گھوڑے کی خدمت (دیکھ بھال) کیا کرتا تھا۔'' اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے حصہ نکالا۔'' [۹۲]

لفظ'' جَعَائِل '' جمع ہے اس کا واحد'' جَعِیلَةٌ '' ہے اجرت پہ جہاد کرنے والے کو جو اجرت یا انعام دیا جائے اس کو'' جعیلة'' کہا جاتا ہے ۔ جہاد کے لیے سواری مہیا کرنے کو'' حُمْلَانٌ'' کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

[۱۴۰۰] ((لَو لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِیَّةٍ۔ وَ لٰكِنْ لَا اَجِدُ حَمُوْلَةً وَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُهُمْ عَلَیْهِ)) [۹۳]

''اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں کسی بھی قافلے سے پیچھے نہ رہتا۔ لیکن میں نہ تو ہر مجاہد کے لیے زادِ راہ رکھتا ہوں اور نہ ہی ہر کسی کے لیے سواری پاتا ہوں۔''

مالکیوں اور حنفیوں کا موقف یہ ہے کہ جہاد پر لئے گئے آزاد مزدور کو جب محض قتال کے لیے اجرت پر لیا جائے تو اس کے لیے مقرر اجرت ہی ہوگی۔ مال غنیمت میں حصہ نہ ہوگا۔ [۹۴] اس حدیث کی بناء پر جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:'' اس کے لیے وہی دینار ہیں جو اس کے لیے مقرر کیئے گئے ہیں۔'' [۹۵]

مال غنیمت کے مستحق ہونے کی شرائط

مال غنیمت کے مستحق ہونے کے لیے اکثر علماء اسلام کے بقول درج ذیل چھ شرائط اور اوصاف کا ہونا ضروری ہے:

---

۹۲ ملاحظہ ہو مسند احمد:۶/ ۲۴۷، ۲۵۶

۹۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۰۰

۹۴ فتح الباری:۶/ ۴۶۴، ۴۶۵ + شرح النّووی:۲/ ۱۳۷، ۱۳۸ + المؤطّا مع المنتقیٰ:۳/ ۱۷۸، ۱۷۹ + القرطبی:۸/ ۱۳

۹۵ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۴۱

(۱۔ عاقل ہونا:

کیونکہ غیر عاقل پر شریعت کی پابندی لازم نہیں۔ البتہ اگر پاگل پن کا عارضہ ہمیشہ کے لیے نہ ہو اور وہ باہوش ہونے کی حالت میں جہاد وقتال پر قادر ہو تو مال غنیمت میں شریک اور حصہ دار ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: '' اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' [البقرة=٢:٢٨٦]

(۲۔مسلمان ہونا:

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

[١٤٠١] ((اِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ)) [۹۶] '' بلاشبہ ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔''

بعض علماء کا موقف ہے کہ غیر مسلم جب جنگ میں حاضر ہو تو شریک غنیمت ہوگا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ؐ نے اپنے ساتھ مل کر قتال کرنے والی یہود کی ایک قوم کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ نکالا ؟ [۹۷]

(۳۔ جنگ پر قدرت رکھنا:

چنانچہ کسی مستقل مرض یا دیگر کسی عذر کی وجہ سے جنگ نہ کر سکنے والا شخص غنیمت میں حصہ دار نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ عذر اور مجبوری کی وجہ سے جنگ کرنے والوں میں شریک نہ ہوا۔ لہٰذا وہ غنیمت نہیں حاصل کر سکے گا۔ البتہ معمولی قسم کی بیماریاں اور معذوریاں ـــــــ جن سے جنگ اور دفاع کی استعداد ختم نہ ہو ـــــــ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گی۔ [۹۸]

(۴۔ بالغ ہونا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ، نبی ﷺ نے غزوۂ احد کے وقت انہیں (یعنی مجھے) جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی ۔اس وقت وہ چودہ (۱۴) سال کی عمر میں تھے اور

---

۹۶ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرّقم المسلسل:١١٣٣

۹۷ ملاحظہ ہو سنن التّرمذی= أبواب السّیر: باب ما جاء فی أَهل الذِّمَّة یغزُون مع المسلمین هل یُسهَمُ لهم+ المنتقٰی:٣/١٧٩

۹۸ المنتقٰی:٣/١٧٩+ العدّة:٥٠٩

غزوۂ خندق میں اجازت بخش دی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ (۱۵) سال ہو چکی تھی۔ [۹۹]
تاہم جہاد میں شریک نابالغ مسلمان بچوں کو بطور تحفہ، عطیہ اور انعام ضرور کچھ دیا جائے گا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے روز بچوں کا حصہ نکالا تھا۔ [۱۰۰]

(۵۔ مذکر ہونا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں آتا ہے:

[۱۴۰۲] ((وَ قَدْ كَانَ يَغْزُوْ بِهِنَّ فَيُدَاوِيْنَ الْمَرْضٰى وَ يُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ۔ وَ اَمَّا يُسْهِمُ: فَلَمْ يَضْرِب لَهُنَّ بِسَهْمٍ)) [۱۰۱]

'' نبی اکرم ﷺ (امت محمدیہ کی) خواتین کے ساتھ مل کر جہاد کیا کرتے تھے۔ وہ خواتین بیماروں کو مرہم پٹی کیا کرتیں تھیں۔ انہیں مال غنیمت میں سے بطور انعام اور عطیہ کے کچھ دیا جاتا تھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ انھیں کوئی مقررہ حصہ دیتے تھے یا نہیں اس معاملے میں صورت حال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے لیے کوئی مقررہ حصہ نہیں نکالا۔''

(۶۔ آزاد ہونا:

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۰۳] ((اَمَّا الْمَمْلُوْكُ فَكَانَ يُحْذٰى)) [۱۰۲]

'' (نبی اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں) غلام کو بھی تحفہ وغیرہ عطا کیا جاتا تھا۔ مقررہ حصہ نہیں۔''

ابو لحم کے غلام سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

[۱۴۰۴] ((شَهِدْتُّ خَيْبَرَ فَاَمَرَ لِيْ بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ)) [۱۰۳]

---

۹۹ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۸۵

۱۰۰ ملاحظہ ہو سنن التَّرمذی= أبواب السَّیر: باب من یُعطَی الفیءُ + سنن أَبی داوٗد= کتاب الخراج والإمارة والفيء: باب فی قسم الفيءِ

۱۰۱ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۹۳ + صحیح التِّرمذی= أبواب السَّیر: باب من یُعطی الفیءُ، الحدیث: ۱۲۶۰ + صحیح أَبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فی المرأة والعَبدِ یُحزَیانِ من الغَنِیمَة ،الحدیث:۲۳۶۸

۱۰۲ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۸۷

۱۰۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۸۶

’’میں خیبر میں حاضر ہوا تو مال غنیمت میں سے مجھے گھریلو سامان سے متعلق کچھ عطا کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔‘‘

مذکورہ احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ غلاموں کے لیے مقرر حصہ تو نہیں۔البتہ عطیہ اور انعام ضرور دیا جائے گا۔

انعام و اکرام:

الغرض اکثر علماء اسلام کا یہ کہنا ہے کہ مندرجہ بالا احادیث کا تقاضا ہے کہ نابالغ بچے، عورتیں اور غلام اگرچہ مال غنیمت میں دیگر مجاہدین کی طرح مقررہ حصے کے مستحق نہیں ہونگے۔ لیکن انہیں شریک جہاد ہونے کی بناء پر (انعام و اکرام کے طور پر) ضرور کچھ دیا جائے گا اور یہ طریقہ عین قرین عدل و انصاف ہے۔ تاہم سلف صالحین میں سے بعض علماء مثلاً امام اوزاعی وغیرہ عورتوں اور بچوں کے لیے سہم مقرر حصّہ دیئے جانے کے بھی قائل ہیں۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

[۱۴۰۵] ” أَسْهَمَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصِّبْيَانِ بِخَيْبَرَ وَ اَخَذَ بِذَالِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهٗ “ [۱۰۴]

’’نبی ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں سے بچوں کے لیے حصہ مقرر کیا۔ پھر یہی طریقہ مسلمانوں میں چلتا رہا۔‘‘

ایک روایت میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے الفاظ اس طرح منقول ہیں:

[۱۴۰۶] ((وَاَسْهَمَ النَّبِیُّ ﷺ لِلنِّسَاءِ بِخَيْبَرَ وَ اَخَذَ بِذَالِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهٗ)) [۱۰۵]

’’نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں عورتوں کا حصہ نکالا جس طرح مردوں کا حصہ نکالا تھا۔‘‘

اجرت پر جہاد:

ایک عمر رسیدہ اور ضعیف صحابی یعلٰی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے ایک غزوہ میں تین دینار معاوضہ کی شرط پر اپنے ہمراہ ایک معاون مجاہد بطور ملازم رکھ لیا۔حصول غنیمت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۴۰۷] ((مَا اَجِدُ لَهٗ فِیْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا دَنَا نِيْرَهُ الَّتِیْ سُمِّیَ)) [۱۰۶]

---

[۱۰۴] سُنَن التِّرمذی=أبواب السَّیر: باب من یُعطِیَ الفیءُ

[۱۰۵] سُنَن التِّرمذی= أبواب السَّیر: باب من یُعطَی الفیءُ

[۱۰۶] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل: ۱۴۱

’’ میرے ہاں تو اس کے اس غزوہ میں شرکت کا بدلہ دنیا اور آخرت میں صرف یہی مقررہ (تین) دینار ہیں۔‘‘

اضافی نوازش اور کافر مقتول سے چھینا ہوا مال:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[١٤٠٨] ((خَرَجنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَینٍ فَلَمَّا التَقَینَا کَانَتْ لِلْمُسْلِمِینَ جَوْلَةٌ فَرَایتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِکِینَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِینَ۔ فَضَرَبْتُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ عَلٰی حَبْلِ عَاتِقِهٖ بِالسَّیفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ۔ وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِی ضَمَّةً وَجَدتُّ مِنْهَا رِیحَ الْمَوْتِ۔ ثُمَّ اَدْرَکَهُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِی۔ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ: مَا بَالُ النَّاسِ ؟ قَالَ: اَمْرُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ ثُمَّ رَجَعُوا وَ جَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا لَهٗ عَلَیهِ بَیِّـنَةٌ فَلَهٗ سَلَبُهٗ)) فَقُلْتُ مَنْ یَّشْهَدُ لِی؟ ثُمَّ جَلَسْتُ۔ قَالَ : ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔ فَقُمْتُ فَقَالَ :((مَالَكَ یَا اَبَا قَتَادَةَ)) فَأَخْبَرْتُهٗ ۔فَقَالَ رَجُلٌ : صَدَقَ وَ سَلَبُهٗ عِنْدِی فَأَرْضِهٖ مِنْهُ۔ فَقَالَ اَبُو بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ :لَاهَا اللّٰهِ اِذًا لَا یَعْمِدُ اِلٰی اَسَدٍ مِنْ اُسْدِ اللّٰهِ یُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَ رَسُولِهٖ فَیُعْطِیكَ سَلَبُهٗ ۔ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ ((صَدَقَ فَاعْطِهٖ)) فَأَعْطَانِیهِ۔ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِی بَنِی سَلَمَةَ۔ فَإِنَّهٗ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُـهٗ فِی الْاِسْلَامِ)) [١٠٧]

’’ ہم غزوۂ حنین کے سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قتال کے لیے روانہ ہوئے۔ جب ہم دشمن سے دو بدو ہوئے تو مسلمانوں کے لیے ایک گردش (یعنی کافروں کی طرف سے سخت حملہ) پیش آئی۔ چنانچہ میں نے ایک مشرک کو مسلمان مجاہد پر سوار (غالب) دیکھا۔ تو پیچھے سے اس کی گردن کے مہرے پر تلوار کا وار کیا اور اس کی ذرہ کاٹ دی۔ وہ میری طرف پلٹا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھے موت نظر آنے لگی۔ لیکن پھر موت نے اس کو آن لیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ بعد ازاں مجھے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے۔ میں نے ان سے

[١٠٧] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب قول اللّٰه تعالٰی ﴿ وَیَوْمَ حنین إِذْ أَعْجَبَـتْـكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ...... ﴾ [التّوبة=٩:٢٥-٢٧] ،الحدیث:٤٠٦٦ + صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسِّیر: باب إستحقاق القاتِلِ سَلَبَ القَتِیلِ ، الحدیث: ١٧٥١ + صحیح التّرمذی= أبواب السِّیر: باب ما جاءَ فی مَن قَتَلَ قَتِیلًا فَلَهٗ سَلَبُهٗ ، الحدیث:١٢٦٧ + صحیح أَبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فی السلب یُعطَی القاتِلُ ، الحدیث: ٢٣٦٠

پوچھا لوگوں کا اس وقت کیا حال ہے؟ انہوں نے فرمایا: جیسے اللہ کا حکم (یعنی وہی ہوا ہے جو اللہ کو منظور تھا اور جو تقدیر میں لکھا ہوا تھا)۔ پھر لوگ واپس پلٹے۔ نبی اکرم ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اعلان فرمایا: ''جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کی دلیل موجود ہو تو اسے مقتول کافر کا چھینا ہوا مال عطا کیا جائے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ایک کافر کو قتل کرنے کی میری طرف سے گواہی کون دے گا؟ یہ بات کہہ کر میں بیٹھ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ میں دوبارہ کھڑا ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ابوقتادہ! آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ میں نے آپ کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ تب ایک شخص بولا: ''ابوقتادہ سچ کہہ رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے کافر کا چھینا ہوا مال میرے پاس ہے۔ یا رسول اللہ! آپ ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے راضی کردیں۔ (کہ وہ یہ سامان لئے بغیر مطمئن ہو جائیں اور یہ میرے پاس ہی رہے)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: واہ! اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا۔ ورنہ اللہ کے شیروں میں سے کوئی اللہ کا شیر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے قتال نہ کرے گا کہ وہ مقتول کافر کا مسلوبہ مال تجھے بخش دے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ابوبکر سچ کہتا ہے۔ یہ مال ابوقتادہ کے حوالے کردو۔ اس نے وہ مال میرے قبضہ میں دے دیا۔ جس سے میں نے بنی سلمہ کے محلّہ میں ایک باغ خریدا چنانچہ یہ اسلام میں میرا پہلا سرمایہ اور پہلی جائیداد تھی۔''

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جنگ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب دو نوجوان لڑکوں نے ابوجہل کو قتل کردیا تو آپ ﷺ نے دونوں سے دریافت کیا:

[١٤٠٩] ((أَيُّكُمَا قَتَلَهُ ؟)) فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا :اَنَا قَتَلْتُ۔ فَقَالَ : ((هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟)) قَالَا: "لَا" فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ :((كِلَا كُمَا قَتَلَهُ)) وَ قَضٰى بِسَلَبِهٖ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْعِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَ مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا))[١٠٨]

''تم دونوں میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک کہنے لگا: ''میں نے قتل کیا ہے۔'' آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنی اپنی تلواریں صاف کرلیں

[١٠٨] صحيح مسلم= كتاب الجهاد: باب استحقاق القاتل سلب القتيل ، الحديث:١٧٥٢

ہیں؟ وہ کہنے لگے: نہیں۔ تب نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کی تلواروں کو غور سے دیکھا اور آپ نے فرمایا: واقعی تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔ لیکن ابوجہل کے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں دے دیا۔ وہ دو آدمی (نوجوان لڑکے) سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح اور سیدنا معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما تھے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۰] ((......فَانطَلَقَ ابنُ مسعودٍ فَوَجدَهٗ قَد ضَرَبَهُ ابنَا عَفرَاءَ حَتّٰی بَرُدَ)) [۱۰۹]

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ابوجہل کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ انہیں عفراء کے دونوں بیٹوں (معوّذ اور معاذ) نے قتل کردیا ہوا تھا۔ حتی کہ وہ (ابوجہل) ٹھنڈا پڑا ہوا تھا۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" یُحمَلُ عَلٰی اَنَّ الثَّلَاثَةَ اشتَرَکُوا فِی قَتلِهٖ وَ کَانَ الْإِثخَانُ مِنْ مُعَاذِ بُنِ عَمرِو بُنِ الْجَمُوحِ " [۱۱۰]

''ممکن ہے تینوں نوعمر مجاہد (۱) معاذ بن عمرو بن جموح (۲) معاذ بن عفراء اور (۳) معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہم اس کو قتل کرنے میں شریک ہوں۔ مگر موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرا قرائن اور شواہد کے مطابق سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے سر پر جاتا ہو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۱۱] ((بعثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً قِبَلَ نَجدٍ فَکُنتُ فِیهَا فَبَلَغَت سِهَامُنَا اثنَی عَشَرَ بَعِیرًا وَ نُفِّلنَا بَعِیرًا بَعِیرًا (أَو نَفَّلَنَا رَسُولُ اللّٰهِ بعیرًا بَعِیرًا)) [۱۱۱]

''نبی ﷺ نے نجد کی جانب ایک جہادی قافلہ روانہ فرمایا۔ جس میں میں خود بھی شریک تھا۔ قافلے نے فتح یابی پر بہت سارے اونٹ حاصل کیئے۔ چنانچہ تقسیم میں ان کا حصہ بارہ بارہ اونٹ مقرر فرمائے اور ایک ایک اونٹ زائد (بطور مزید تحفہ کے) ہمیں عطا کیا گیا۔ (یا پھر رسول اللہ ﷺ نے بذات خود ہمیں عطا فرمایا۔''

---

[۱۰۹] صحیح البخاری= کتاب المغازی: باب قتل أبی جهل، الحدیث:۳۷۴۵

[۱۱۰] شرح النَّووی:۲/۸۸

[۱۱۱] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۳۹۶

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[١٤١٢] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِم خَاصَّةً سِوٰى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ وَالْخُمُسُ فِي ذَالِكَ وَاجِبٌ كُلِّهِ)) [12]

''بلاشبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض جہادی قافلوں کو لشکر اسلام کی عام تقسیم کے علاوہ خصوصی حصے بطور اضافی نوازش کے عطا فرمایا کرتے تھے۔مگر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ مذکورہ تمام میں واجب ہے۔

سیدنا حبیب بن سلمہ الفہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[١٤١٣] ((شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدَأَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ)) [13]

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ کی ابتداء میں مال غنیمت کا چوتھا حصہ بطور زائد مال اور انعام وغیرہ کے دیا اور معرکہ کے آخر میں تیسرا حصہ بطور انعام کے تقسیم کیا۔''

سیدنا حبیب بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

[١٤١٤] ((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ اِذَا قَفَلَ)) [14]

'' بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد (شروع معرکہ میں) ایک چوتھائی عطا کرتے اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد ایک تہائی بطور انعام کے دیتے تھے جب لوگ واپس پلٹے۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① لفظ ''نفل'' واحد ہے اس کی جمع ''انفال'' ہے۔لفظ '' نفل'' دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ① ......بمعنٰی مال غنیمت۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[١٤١٥] ﴿ وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ...... ﴾[الأنفال=٨:١]

---

[12] صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسّير : باب الأنفال، الحديث: ١٧٥٠

[13] صحيح أبى داوٗد= كتاب الجهاد : باب فيمن قَالَ: الخُمُس قبل النَّفل، الحديث: ٢٣٨٩ + صحيح ابن ماجة= كتاب الجهاد :باب النَّفل، الحديث: ٢٣٠٢

[14] صحيح أبى داوٗد= كتاب الجهاد : باب فيمن قال الْخُمُسُ قبل النَّفل ، الحديث: ٢٣٨٨

'' یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کے بارے سوال کرتے ہیں......'' اس آیت کریمہ میں انفال سے مراد مال غنیمت ہے۔

۲......بمعنی " السَّھمُ الزَّائِدُ مِنَ الْإِمَامِ" (امام اور امیر کی طرف سے اضافی انعام) یعنی امیر جہاد اور امیر المومنین کی طرف سے کسی قافلے کو یا کسی مجاہد کو مقررہ حصہ سے زائد دیا جانے والا حصہ۔جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی کافر کو قتل کیا تو مقتول کا تمام سازو سامان اس مسلمان مجاہد قاتل کا ہوگا۔ [۱۵]

کسی مختصر قافلہ کو روانہ کرتے تو اس کو اضافی انعام بھی عطا کرتے تھے۔ [۱۶]

۲ لفظ'' سلب'' واحد ہے اس کی جمع '' اُسلاب'' ہے سلب کا مطلب ہے " اَلْمَالُ الْمَسْلُوبُ مِنَ الْمَقْتُولِ" یعنی مقتول سے چھینا ہوا مال اوراسلحہ وغیرہ۔

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک جاسوس کو قتل کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

[۱۴۱۶] ((ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقُودُهُ ـ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَ سِلَاحُهُ ـ فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ ـ فَقَالَ ((مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ))قَالُوا : إِبْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ :((لَهُ سَلَبُهُ اَجْمَعُ)) [۱۷]

'' پھر میں اونٹ کو کھینچتا ہوا لا رہا تھا۔ اس اونٹ پر (کافر) کا سازو سامان اور اسلحہ بھی تھا۔ آگے آیا تو میری ملاقات رسول اکرم ﷺ سے ہوئی۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔کس نے اس آدمی (کافر جاسوس) کو قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا:'' ابن اکوع نے قتل کیا ہے۔'' تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مقتول کا سارا سامان اکوع کے بیٹے کے لیے ہے۔

۳ امام مالک ،امام ابو حنیفہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں: چھینا ہوا مال عام غنیمت کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس میں خمس واجب ہے۔ الا یہ کہ امیر یہ اعلان کردے کہ چھینا ہوا مال قاتل کو ملے گا۔ کیونکہ چھینے ہوئے مال بھی مال غنیمت میں داخل ہیں۔ اس لیے کہ

---

[۱۵] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۹۴۱

[۱۶] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۴۱۲

[۱۷] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب إستحقاق القاتل سلب القتیل ، الحدیث:۱۷۵۴+ القرطبی:۸/۶+ بدایة المجتهد:۱/۴۶۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ” اور جان لو جو تم نے مال غنیمت حاصل کیا...... “ [الأنفال=۹:۴۱]
اس آیت سے معلوم ہوا وہ اموال مشترک ہیں۔
امام شافعی ، احمد بن حنبل، اسحاق ،ابوثور، ابوعبید، طبری اور ابن منذر وغیرہ کا موقف ہے کہ چھینا ہوا مال ہر حالت میں قاتل کا خاص حق ہے۔ امام اس کا اعلان کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا اس میں پانچواں حصہ(۱/۵)واجب نہیں ہو گا۔ صحیح احادیث سے دوسرے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [۱۱۸]
امام اوزاعی مزید فرماتے ہیں :جنگ کے دوران چھینا ہوا مال غنیمت کے حکم میں ہے اس سے پہلے یا بعد قاتل کا خاص حق ہے۔ بعض نے تھوڑے اور زیادہ چھینے ہوئے مال میں بھی فرق کیا ہے۔ اوراس کا فیصلہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔ [۱۱۹]

④ قاتل کو مقتول سے چھینا ہوا مال دینے کے لیے شہادت اور ثبوت ضروری ہے اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ” اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس گواہی اور ثبوت ہو۔ “ [۱۲۰] اگر ثبوت موجود نہ ہو تو قرائن و شواہد کا اعتبار کیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ابوجہل کے قاتلوں کی خون آلود تلواریں مشاہدہ کرنے کے بعد حوصلہ افزائی کے لیے دونوں کی تصدیق فرمائی۔ لیکن چھینے ہوئے مال کا فیصلہ صرف سیدنا معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں دیا۔ [۱۲۱]

⑤ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق چند افراد کو یا مختصر قافلوں کو عام تقسیم کے علاوہ بطور تحفہ زائد حصہ دیا جا سکتا ہے۔ [۱۲۲]

زائد حصہ بطور تحفہ دینے کے بارے مروی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھینے ہوئے مال کی طرح زائد تحفہ بھی تمام مال غنیمت سے ہو گا۔ اس کی کوئی حد مقرر نہیں جہاں سے

---

[۱۱۸] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= كتاب الجهاد: باب من لم يُخَمّسِ الأَسلاب وَ مَن قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلَبُهُ مِنْ غَيرِ الخُمُسِ وَ حُكْمُ الْإِمَام فِيه+ شرح النَّووی:۲/۸۹

[۱۱۹] شرح النَّووی :۲/۸۷+ القرطبی:۸/۷+ بداية المجتهد:۱/۴۶۱، ۴۶۲

[۱۲۰] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۹۴۱

[۱۲۱] کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۴۰۹

[۱۲۲] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۴۱۲

تجاوز ناجائز ہو۔ چنانچہ نبی ﷺ بالعموم معرکہ کی ابتداء میں مالِ غنیمت کا چوتھا حصہ اور واپسی کے وقت تیسرا حصہ بطور مزید تحفہ کے عطا فرماتے تھے۔[۱۲۳] تاہم امام شافعی ،ابو عبید اور ابن مسیّب کہتے ہیں کہ امیر صرف مالِ غنیمت کے پانچویں حصہ سے تحفہ عطا کرے۔ خمس الخمس یعنی پانچویں حصے کے پانچویں حصہ سے(1/۲۵) جو خاص نبی ﷺ کا حصہ ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"خمس بھی تم پر لوٹایا جاتا ہے۔[۱۲۴] اکثر علماء کا موقف ہی صحیح احادیث کے مطابق ہے۔ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر کیا ہے۔[۱۲۵]

⑥ جہاد کے مقاصد اور مصلحتوں کے حصول کے لیے ترغیب کے طور پر چھینا ہوا مال اور زائد تحفے کے طور پر خاص عطیات کا اعلان کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ لہٰذا امراء اور خلفآء کو اس سنت کے فوائد وثمرات سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہیئے۔[۱۲۶]

⑦ ایک حدیث میں یوں الفاظ بھی ہیں"اور خمس اس سارے مال میں واجب ہے"[۱۲۷] اس سے معلوم ہوا کہ زائد تحفے میں خمس کی ادائیگی واجب ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:اس پر امت کا اجماع ہے۔امام خطابی فرماتے ہیں :ہوسکتا ہے کہ دونوں معاملے درست ہوں جیسا کہ ابو ثور نے کہاہے۔[۱۲۸]

مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل فائدہ اٹھانا:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱٤۱۷] ((أَنَّ جَيُشًا غَنِمُوا فِىُ زَمَانِ رَسُوُلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَ عَسَلًا فَلَمُ يُؤُخَذُ مِنُهُمُ الُخُمُسُ))[۱۲۹]

---

۱۲۳ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱٤۱۳

۱۲۴ کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱۳٦۹

۱۲۵ شرح النَّووی:۲/۸٦+ معالم السُّنن :٤/٥٥+ بداية المجتهد:۱/٤٥۹،٤٦۰

۱۲٦ شرح النَّووی:۲/۸٦

۱۲۷ تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۱٤۱۲

۱۲۸ شرح النَّووی:۲/۸٦+ معالم السُّنن :٤/٥٦

۱۲۹ صحيح أَبی داوٗد= كتاب الجهاد: باب فی إِباحةِ الطَّعام فی أَرض العَدُوِّ ، الحديث: ۲۳٥۰

”رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک جہادی لشکر نے غلہ اور شہد غنیمت میں حاصل کیا۔ تو ان سے پانچواں حصہ نہیں لیا گیا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۴۱۷] ((دُلِّیَ جِرَابٌ مِن شَحمٍ یَومَ خَیبَرَ قَالَ فَاَتَیتُهٗ فَالْتَزَمْتُهٗ۔ قَالَ : ثُمَّ قُلْتُ: لَا اُعْطِی مِن هٰذَا اَحَدًا الْیَوْمَ شَیْئًا ۔ قَالَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَبَسَّمُ اِلَیَّ)) [۱۳۰]

”غزوۂ خیبر کے روز چربی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لٹکایا گیا۔ میں اس سے چمٹ گیا اور اعلان کیا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کوئی حصہ نہ دونگا۔ جب پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ میری طرف مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

[۱۴۱۹] ((کُنَّا نُصِیبُ فِی مَغَازِیْنَا العَسَلَ وَلْعِنَبَ فَنَاکُلُهٗ وَلَا نَرْفَعُهٗ)) [۱۳۱]

”ہم اپنے غزوات میں شہد اور انگور حاصل کرتے تھے اور کھا لیتے تھے۔ لیکن ذخیرہ کرنے کے لیے نہیں اٹھاتے تھے۔“

علاوہ ازیں مروی ہے کہ غزوۂ خیبر میں گدھوں کے گوشت سے بھری ہوئی دیگیں الٹ دی گئیں۔ اس وجہ سے کہ یہ گوشت حرام کردیا تھا نہ کہ اس وجہ سے کہ مال غنیمت کا استعمال حرام تھا۔ [۱۳۲]

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء کو تقسیم سے پہلے اور پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے بقدر ضرورت جنگ کے علاقے میں استعمال کرنا جائز ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”اور جان لو سوائے اس کے نہیں جو تم نے مال غنیمت حاصل کیا ہے......“ [الأنفال=۸:۴۱] اس آیت میں عام حکم بیان ہو رہا ہے۔ اس عام حکم کو احادیث نے خاص

---

[۱۳۰] صحیح أبی داوٗد = کتاب الجهاد : باب فی إباحة الطَّعام فی أرض العَدُوِّ ، الحدیث: ۲۳۵۱ + صحیح البخاری= کتاب الجهاد / أبواب الخُمُس : باب ما یصیب من الطَّعام فی أرضِ الحرب ، الحدیث:۲۹۸۴ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب جواز الأکل من طَعَامِ الغنیمَةِ فی دارِ الحرب ، الحدیث:۱۷۷۲

[۱۳۱] صحیح البخاری= کتاب الجهاد / أبواب الخُمُس: باب ما یصیب مِنَ الطَّعام فی أرض الحرب ، الحدیث:۲۹۸۵

[۱۳۲] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد/ أبواب الخُمُس : باب ما یصیبُ مِنَ الطعَام فی أَرض العَدُوِّ ، الحدیث: ۲۹۸۶ + صحیح مسلم= کتاب الصَّید والذَّبائح: باب تحریم أَکلِ الحُمُرِ الإنسیَّة ، الحدیث:۱۹۳۷

کر دیا۔ جیسا کہ چھینا ہوا مال، نبی ﷺ کا حصہ اور آپ ﷺ کا ذاتی استعمال کے لیے منتخب مال اس عام حکم سے خاص ہو جاتے ہیں۔ اور خاص ہو کر مستثنیٰ قرار پاتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام حلال جانور جائز کھانے میں داخل ہیں۔اسی طرح جانوروں کا چارہ وغیرہ بھی۔ البتہ اگر بلا ضرورت اور غیر معروف طریقے سے استعمال کرے یا ذخیرہ بنائے تو اس کی قیمت واپس لوٹائے۔ جیسا کہ حدیث رسول ﷺ میں آتا ہے۔

ابو لبید بیان کرتے ہیں کہ ہم کابل کے محاذ پر سیدنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں پر لوگوں کو مال غنیمت ملا۔ان لوگوں نے وہ مال لوٹ کیا۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا، خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

[۱۴۲۰] ((سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْھٰی عَنِ النُّھْبٰی ۔ فَرَدُّوْا مَا اَخَذُوْا فَقَسَمَہٗ بَیْنَھُمْ)) [۱۳۳]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ لوٹ مار کرنے سے منع کرتے تھے۔" (یہ بات سنتے ہی) ان لوگوں نے وہ سارا مال واپس کردیا۔بعد ازاں سیدنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے تمام مجاہدین کے درمیان وہ تقسیم کردیا۔ (یعنی عدل و انصاف، سنجیدگی و وقار، احترام و متانت کو ملحوظ رکھا جائے تو جائز ہے۔)

مسلمان کا جو مال دشمن کے ہاتھ لگ جائے:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[۱۴۲۱] ((اَنَّ غَلَامًا لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہ اَبَقَ اِلَی الْعَدُوِّ فَظَھَرَ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی ابْنِ عُمَرَ وَ لَمْ یُقْسِمُ)) [۱۳۴]

"(اپنے بارے بیان فرماتے ہیں کہ) ابن عمر کا ایک غلام دشمن کی طرف فرار ہو گیا۔ پھر مسلمان اس دشمن پر غالب آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ غلام ابن عمر کو واپس لوٹا دیا اور مال غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا۔"

---

[۱۳۳] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب فی النَّهی عن النُّهبٰی اِذَا کَانَ فِی الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِی أَرْضِ العَدُوِّ، الحدیث: ۲۳۵۲+ صحیح البخاری = کتاب المظالم : باب النهی بغیر اِذْنِ صَاحِبِهٖ، الحدیث:۲۳۴۲+ صحیح التَّرمذی= أبواب السِّیَر: باب ما جاء فی کراهیة النُّهبة، الحدیث: ۱۳۰۴

[۱۳۴] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب المال یُصِیْبُهُ العدو من المسلمین ثمَّ یُدرِکُه صاحبُه فی الغنیمة، الحدیث: ۲۳۴۷

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے:

[۱٤۲۲] ((ذَهَبَ فَرَسٌ لَّهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ وَ اَبَقَ عَبْدٌ لَّهُ فَلَحِقَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ وَلِيْدٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [۱۳۵]

''میرا ایک گھوڑا بھاگ نکلا اور دشمن کے قابو میں آ گیا۔ پھر مسلمان اس دشمن پر غالب آ گئے۔ تو عہد نبوت میں ہی وہ گھوڑا مجھے لوٹا دیا گیا۔ اسی طرح ایک غلام مفرور ہو کر اہل روم سے جا ملا۔ پھر مسلمان ان پر غالب آ گئے تو وہ غلام سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد مجھے واپس لوٹا دیا۔''

چنانچہ امام شافعی اور علماء کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ مسلمان کا مال غلبہ کے بعد واپس مالک کو لوٹا دیا جائیگا۔ وہ تقسیم غنیمت سے پہلے اس کو پائے یا بعد میں۔ امام مالک، امام اوزاعی اور امام ثوری کا موقف ہے کہ قبل از تقسیم مالک حقدار ہے اور بعد از تقسیم غنیمت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ غلام کے بارے امام شافعی کے ہم خیال ہیں اور دیگر اموال میں دوسرے فریق کے ہمنوا ہیں۔[۱۳۶]

مشرکین کے غلاموں کا معاملہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''مشرکین قریش کے چند غلام صلح حدیبیہ کے دن شرائط طے ہونے سے قبل بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ ان غلاموں کے مالکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریراً پیغام بھیجا۔ اے محمد! اللہ کی قسم! یہ لوگ دین اسلام کی تڑپ لے کر آپ کی طرف نہیں آئے۔ بلکہ یہ صرف غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کئی صحابہ نے بھی تائید کی کہ ان کے مالک درست کہتے ہیں۔ اور ان غلاموں کو ان کے مالکوں کی طرف بھیج دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۱٤۲۳] ((مَا اَرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ! حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَّضْرِبُ

---

[۱۳۵] صحيح أبى داوٗد = كتاب الجهاد : باب المال يصيبه العدو من المسلمين ثم يدركه صاحبه فى الغنيمة ، الحديث:۲۳٤۸+
صحيح البخارى= كتاب الجهاد : باب إِذا غَنِمَ المشركون مال المسلم ثمَّ وجده المسلم ، الحديث:۲۹۰۲-۲۹۰٤

[۱۳۶] المنتقىٰ :۳/۱۸٤+ فتح البارى:۷/۵۲۲+ معالم السُّنن :٤/۳۲+ نيل الأوطار:۷/۳۰۹

رِقَابَکُمْ عَلٰی ھٰذَا)) وَ اَبٰی اَنْ یَّرُدَّھُمْ وَ قَالَ :((ھُمْ عُتَقَاءُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ)) [۱۳۷]

’’ اے قریش! میرا خیال ہے کہ تم اس وقت تک اپنی روش سے باز نہیں آؤ گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر کوئی ایسا شخص مسلط کردے جو تمہاری گردنیں اڑائے، تمہاری اس عادتِ بد کی وجہ سے (کہ جو تم غلاموں کو اسلام قبول کرنے کے باوجود دارالحرب میں واپس کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو) لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ان غلاموں کو واپس کرنے سے انکار کردیا۔ اور فرمایا:’’ یہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔

چنانچہ اس حدیث کے مطابق جو غلام کفر کی سرزمین میں سے مسلمان ہو کر دارالاسلام میں داخل ہو جائے وہ غلامی سے آزاد ہو گا۔

قیدیوں کو غلام اور لونڈیاں بنانا:

اسی کتاب کے باب: ۲۳ میں جنگی قیدیوں کے متعلق بحث میں واضح دلائل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ جنگی قیدیوں کے متعلق امام اور خلیفہ کو چار اختیارات حاصل ہیں:

❶ ......قتل کرنا ❷ ......احسان کے طور پر رہا کرنا ❸ ......فدیہ لے کر آزاد کرنا ❹ ......غلام بنانا۔

امیر ضرورت اور مصلحت کے مطابق چاروں اختیارات میں سے جو مناسب خیال کرے استعمال کر سکتا ہے۔ صرف چوتھا اختیار استعمال کرنے کو ’’استرقاق‘‘ کہتے ہیں۔ استرقاق کا معنی ’’غلام بنانا‘‘ ہے۔ اس صورت میں جنگی قیدی ’’سبایا‘‘ کہلائیں گے۔ سَبٰی یَسْبِی سَبْیًا کا معنی بھی ’’غلام بنانا‘‘ ہے۔ ’’سَبِیٌّ‘‘ واحد ہے اور اس کی جمع ’’سبایا‘‘ ہے۔ سَبِیٌّ کا معنی غلام ہے۔ اسلام میں جنگی قیدیوں کے تحفظات وحقوق کی تفصیل کے لیے اسی کتاب کے باب نمبر: ۲۳ میں جنگی قیدیوں کی بحث ملاحظہ فرمائیں۔ اسلام نے عدل و انصاف اور عفت و عصمت کے تقاضوں کے پیش نظر چند خصوصی احکام غلام عورتوں اور بچوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

❁ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۱۴۲۴] ((مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ وَالِدَۃٍ وَ وَلَدِھَا فَرَّقَ اللّٰہُ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اَحِبَّتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ)) [۱۳۸]

---

[۱۳۷] صحیح أبی داؤد= کتاب الجهاد: باب فی عَبِید المشرکین یلحقون بالمسلمون فیسلمون ، الحدیث:۲۳٤۹

[۱۳۸] صحیح التّرمذی= أبواب السِّیر: باب فی التَّفرِیق بین السَّبایا، الحدیث:۱۲۷۱ + صحیح أَبی داؤد= کتاب الجهاد : باب فی التَّفریق بین السَّبی ، الحدیث:۲۳٤٥

''جس شخص نے ایک (قیدی) ماں اور اس کی (قیدی) اولاد (صرف چھوٹے بچوں) کے درمیان جدائی پیدا کردی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے اور اس کے دوستوں کے درمیان (اور رشتہ داروں) کے درمیان جدائی ڈال دے گا۔''

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ والدہ اور اس کے بچوں کے درمیان تفریق کرنا جائز نہیں۔ بچوں سے مراد صرف چھوٹے بچے ہیں۔ بالغ اور بڑے بچے مراد نہیں۔ چھوٹی عمر سے امام شافعی سات یا آٹھ سال مراد لیتے ہیں۔ امام مالک اور اوزاعی کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر سے مراد یہ ہے کہ جب بچہ اچھے اور برے، صحیح اور غلط، نفع ونقصان میں تمیز کرنے لگے جائے اور وہ والدین کی محتاجی سے بے نیاز ہو جائے۔ اہل الرائے کہتے ہیں کہ چھوٹی عمر سے مراد بالغ ہونے اور احتلام ہونے سے پہلے کی عمر ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:'' اور اس کے بچوں کے درمیان جدائی ڈالنا ہر صورت میں ناجائز ہے۔ بچے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ یہ موقف اس لیے درست نہیں کہ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا۔ ہم نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا اور ہم نے ان پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ اس کے بعد میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں بھی تھیں۔ میں نے ان کی طرف ایک تیر مارا۔ جو ان کے اور ایک پہاڑ کے درمیان جا گرا وہ کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں میں انھیں پکڑ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا۔ ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک خاتون بھی تھی۔ جو کہ خشک کھال کا بہترین لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس عورت کے ساتھ اس کی ایک جواں سال بیٹی تھی۔ جو عرب کی خوبصورت ترین دوشیزاؤں میں شمار ہوتی تھی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (ماں کے بغیر صرف وہ) دوشیزہ مجھے دے دی......''[۱۳۹]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی والدہ کے ساتھ جواں سال اولاد ہو تو والدہ اور اولاد میں تفریق جائز ہے۔ البتہ آزاد کرتے ہوئے جدائی ہو رہی ہو تو تمام اہل علم کے ہاں جائز ہے۔[۱۴۰]

❁ قیدیوں کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

---

[۱۳۹] صحیح أبی داوٗد= کتاب الجهاد: باب الرُّخصة فی المُدرِکِینَ یُفَرِّقُ بینهُم، الحدیث:۲۳۴۶

[۱۴۰] مختصر السُّنن للمنذری مع المعَالِم:۴/ ۲۹-۳۲

بنو ثقیف اور بنو عقیل کے درمیان حلیفانہ معاہدہ (صلح و جنگ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا دوستانہ معاہدہ) تھا۔ قبیلۂ بنو ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے دو صحابہ کو قید کر لیا اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنو ثقیف کے ایک فرد کو قیدی بنا لیا۔ ...... پھر بنو ثقیف کا وہ فرد دو مسلمانوں کے بدلے میں چھوڑ دیا گیا۔[۱۴۱]

❁ کسی لونڈی کے ساتھ اس وقت تک ہمبستری جائز نہیں جب تک کہ وہ ایک حیض سے فارغ نہ ہو جانے یا حاملہ ہونے کی صورت میں پیٹ کا بچہ نہ جن لے۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۲۵] «اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُوطَأَ السَّبَايَا حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِي بُطُوْنِهِنَّ» [۱۴۲]

”نبی اکرم ﷺ نے حاملہ عورتوں سے اس وقت تک ہمبستری کرنے سے منع کیا۔ جب تک کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جنم نہیں دے لیتی۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اوطاس سے حاصل ہونے والی لونڈیوں کے بارے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲۶] «لَا تُوطَأُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيضَ حَيْضَةً» [۱۴۳]

”کسی حاملہ لونڈی سے اس وقت تک مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ اپنا بچہ نہ جن لے۔ اور غیر حاملہ سے اس وقت تک مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ ایک دفعہ حیض سے فارغ نہ ہو جائے۔“

سیدنا رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک دفعہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: میں آپ کو وہی بات بتاتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے موقع پر ارشاد فرمائی تھی۔

---

[۱۴۱] صحیح مسلم= کتاب النّذر : باب لا وفاءَ لنذرِ فی مَعْصِیَةِ اللّٰه وَ لَا فِیمَا لَا یَمْلِكُ العَبْدُ ، الحدیث:١٦٤١

[۱۴۲] صحیح التّرمذی= أبواب السِّیَر:باب فی کراهیة وطءِ الحَبَالٰی مِنَ السَّبَایَا ، الحدیث:١٢٦٩ + صحیح مسلم= کتاب النِّکاح: باب تحریم وَط ءِ الحامل المسبیة ،الحدیث:١٤٤١ = کتاب الرِّضاع: باب جواز وَطءِ المَسبِیَةِ بعد الإستبراءِ وَ اِن کَانَ لَهَا زَوْجٌ انفسح نکاحها بالسَّبی ، الحدیث:١٤٥٦

[۱۴۳] صحیح أبی داوٗد= کتاب النّکاح: باب فی وطءِ السَّبایا، الحدیث: ١٨٨٩۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی روایت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

[۱٤۲۷]« لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّسْقِيَ مَاءَهُ زَرْعَ غَيْرِهِ —— يَعْنِي إِتْيَانَ الْحُبَالٰى —— وَ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّقَعَ عَلٰى امْرَأَةٍ مِنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا وَ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَّبِيعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ »[۱٤٤]

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی کسی دوسرے شخص کے کھیت میں ڈالے۔ (یعنی دوسرے شخص سے اگر کسی عورت کو حمل ٹھہر چکا ہو تو اس سے ہمبستری کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی لونڈی سے اس وقت تک ہمبستری کرے جب تک کہ اس کا رحم صاف نہ ہو جائے (ایام ماہواری آنے سے)اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ مال غنیمت کو تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کرے۔“

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ غلام عورت جنگی قیدی ہو یا خرید کردہ ہو ہمبستری سے پہلے ایک حیض کا انتظار کرنا ضروری ہے الا یہ کہ وہ چھوٹی بچی ہو یا کنواری ہو۔[۱٤۵]

مالِ غنیمت میں خیانت اور بد دیانتی حرام ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱٤۲۸] ﴿ وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ ﴾ [آل عمران=۳:۱٦۱]

”کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ مال غنیمت میں چوری کرے اور جو شخص اس میں چوری کرے گا وہ روز قیامت چوری کیا ہوا مال حاضر کردے گا پھر ہر شخص کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا بدلہ ملے گا اور ظلم نہ کیا جائے گا۔“

[۱٤٤] صحيح أَبى داؤد= كتاب النِّكاح: باب فى وطءِ السَّبايا، الحديث:۱۸۹۰+ صحيح التِّرمذى= أَبواب النِّكاح: باب الرَّجل يشترى الجارية وَ هى حَاملٌ، الحديث:۹۰۳ ۔اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱٤۵] الرَّوضَةُ النَّدِيَّة:۱/۷۳،۷٤+ شرح النُّووى:۱/٤۷۰+ معالم السُّنن:۳/۷۲+ تحفة الأَحوذى:۲/۳۸٤

[۱٤٦] صحيح أَبى داؤد= كتاب الحروف والقِراءَاتِ (فى اوّلِهٖ) ، الحديث:۳۳٦۰+ صحيح التَّرمذى=أَبواب تفسير القرآن: باب وَ مِنْ سورة آل عمران ، الحديث:۲٤۰۷

جنگ بدر کے مال غنیمت میں ایک سرخ لنگی گم پائی گئی تو بعض لوگوں نے کہا شاید وہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لیے رکھ لی ہو جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[۱۴۶]

لفظ ''غلول'' کا معنی ہے مال غنیمت میں چوری کرنا یا بد دیانتی کرنا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲۹] ((لَا نَهبَ وَ لَا اِغلَالَ وَ لَا إِسلَالَ))[۱۴۷]

''اسلام میں نہ لوٹ مار جائز ہے، نہ خیانت جائز ہے اور نہ ہی چوری۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۳۰] ((قَامَ فِینَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَ عَظَّمَ اَمرَهُ قَالَ : ((لَا اُلفِیَنَّ اَحَدَكُم یَومَ القِیَامَةِ عَلٰی رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ ۔ اَو فَرَسٌ لَهُ حَمحَمَةٌ ۔ وَ یَقُولُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اَغِثنِی فَأَقُولُ لَا أَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد أَبلَغتُكَ ۔وَ عَلٰی رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَیَقُولُ: یَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ اَغِثنِی فَاَقُولُ : لَا اَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد اَبلَغتُكَ اَو عَلٰی رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخفِقُ فَیَقُولُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ ! اَغِثنِی ۔ فَأَقُولُ : لَا اَملِكُ لَكَ شَیئًا قَد اَبلَغتُكَ))[۱۴۸]

''ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''میں روزِ قیامت تم میں سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بکری سوار ہو اور وہ اپنی مخصوص آواز میں ممیا رہی ہو۔ یا گھوڑا سوار ہو اور وہ اپنی مخصوص آواز میں ہنہنا رہا ہو۔ اور وہ شخص مجھ سے درخواست کرے یا رسول اللہ ﷺ میری مدد فرمائیے۔ اور میں جواباً یہ کہوں: ''میں تمہارے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یقیناً میں نے تمہیں اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا۔ یا اس کی گردن پر خاموش مال یعنی سونا اور چاندی ہو۔ اور وہ مجھے کہے یا رسول اللہ! میری مدد فرمائیں۔ تو میں جواباً کہوں گا۔ میں آج تیرے کسی کام نہیں آ سکتا۔ میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ یا اس کی

[۱۴۷] سنن الدّارمی= کتاب السِّیر: باب فی الغال إذا جَاءَ بِمَا غَلَّ بِهِ ، الحدیث:۲۴۹۴+صحیح أَبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی صلح العدوّ ، الحدیث:۲۴۰۴۔ یہ روایت طبرانی اور مسند احمد میں بھی ہے۔

[۱۴۸] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الغلول ، الحدیث:۲۹۰۸+ صحیح مسلم= کتاب الإِمَارة : باب غلظِ تحریم الغلول ، الحدیث۱۸۳۱

گردن پر حرکت کرنے والے کپڑوں کے چند ٹکڑے ہوں اور وہ اسی طرح مدد کی درخواست کرے تو میں پھر یہی جواب دوں گا کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا میں نے اللہ کا حکم آپ کو پہنچا دیا تھا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنگ خیبر کے روز نکلے۔ ہمیں وہاں زیادہ تر کوئی سونا اور چاندی تو ہاتھ نہ لگا۔ البتہ دیگر مال کپڑے اور ساز و سامان وغیرہ بہت زیادہ مقدار میں ملا۔ بنی ضُبَیب کے ایک شخص رفاعہ بن زید نے ایک غلام بطور تحفہ کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اس غلام کا نام مدعم تھا...... وہ غلام رسول اللہ ﷺ کے اونٹ پر لدا ہوا سامان کھول رہا تھا اور کوئی چیز چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک اجنبی تیر اسے آ لگا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ لوگوں نے کہا: اس کو جنت مبارک ہو (کیونکہ یہ شہید ہوا ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۴۳۱] «كَلَّا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ اَنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِیْ اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا» فَلَمَّا سَمِعَ ذَالِكَ النَّاسُ جَاءَهٗ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ» [۱۴۹]

''ہرگز نہیں اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ چادر جو اس نے غزوۂ خیبر کے روز تقسیم سے قبل مال غنیمت سے اٹھا لی تھی۔ البتہ اس پر آگ کو بھڑکا رہی ہے جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک آدمی ایک یا دو تسمے لے کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک یا دو تسمے جہنم کی آگ کا موجب بن سکتے تھے۔'' (اگر تو ان کو واپس نہ کرتا)

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

[۱۴۳۲] «لَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا ......» [۱۵۰]

---

[۱۴۹] صحيح البخاری= كتاب الإيمان والنُّذور: باب هل يَدخُلُ فی الإيمان والنُّذور الأرضُ والغنم و الزَّرع والأَمتِعَةُ ، الحديث:۶۳۲۹+ صحيح مسلم = كتاب الإيمان: باب غلظ تحريم الغُلُول وَ أَنَّهُ لَايدخل الجَنَّةَ إِلَّا المؤمنون، الحديث:۱۱۵+ صحيح أَبی داوٗد= كتاب الجهاد: باب فی تعظيم الغلول ، الحديث:۲۳۵۸+ المؤَطّا للإمام مالك= كتاب الجهاد : باب ما جاء فی الغلول

[۱۵۰] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۵۲

''مال غنیمت میں خیانت نہ کرو اور دھوکہ نہ کرو۔''

نیز فرمایا:

[۱۴۳۳] ((فَإِنَّ الْغُلُوْلَ نَارٌ وَ عَارٌ عَلٰی اَصْحَابِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ)) [۱۵۱]

''بلاشبہ چوری اور خیانت اپنے ارتکاب کرنے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں جہنم کی آگ اور بدنامی کا باعث ہے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۱۴۳۴] ((فَإِنَّ الغُلُوْلَ عَارٌ وَ نَارٌ وَ شَنَارٌ عَلٰی اَهْلِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ)) [۱۵۲]

''بلاشبہ چوری اور خیانت قیامت کے روز اپنے مرتکب کے لیے آگ، بدنامی اور ندامت کا موجب ہے۔''

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا:

① مال غنیمت میں چوری اور خیانت قرآن مجید، صحیح احادیث اور اجماع امت کے مطابق کلی طور پر کبیرہ جرائم میں سے ہے۔ جس حد تک ممکن ہو چوری کیے ہوئے مال کی واپسی واجب ہے۔ ممکن نہ ہونے کی صورت میں بقول امام شافعی وہ مال امیر المومنین کے حوالے کردیا جائے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ پانچواں حصہ امام کے حوالے کرکے باقی صدقہ کردے۔ [۱۵۳]

② بیت المال کے مال کو جمع کرنے اور عوام الناس سے صدقات وصول کرنے کی ڈیوٹی پر مامور افراد وغیرہ میں چوری اور خیانت جس طرح حرام ہے۔ بالکل اسی طرح ان کے لیے تحائف قبول کرنا بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث ہے: سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

---

[۱۵۱] مسند احمد:۵/۳۱۶، ۳۲۶

[۱۵۲] المؤطّا لِلإمام مالك= کتاب الجهاد: باب ما جاءَ فی الغلول + صحیح ابن ماجة= کتاب الجهاد: باب الغُلُول، الحدیث: ۲۳۰۰+ سُنَن الدَّارمی= کتاب السَّیر: باب ما جاء اَنَّهٗ قَال: اَدُّوْا الخَیط والمخیط، الحدیث: ۲۴۹۰+ مسند أَحمد: ۴/۱۲۸، ۵/۳۱۸

[۱۵۳] شرح النَّووی: ۲/۱۲۳+ القرطبی: ۴/۱۶۷+ سُبُل السَّلام: ۳/۱۰۲

[۱۴۳۵] ((مَا بَالُ عَامِلٍ اَبۡعَثُهٗ فَيَقُوۡلُ هٰذَا لَكُمۡ وَ هٰذَا اُهۡدِيَ لِيۡ اَفَلَا قَعَدَ فِيۡ بَيۡتِ اَبِيۡهِ اَوۡ فِيۡ بَيۡتِ اُمِّهٖ حَتّٰى يَنۡظُرَ اَيُهۡدٰى اِلَيۡهِ اَمۡ لَا ؟ ....)) [۱۵۴]

''اس عامل (تحصیلدار، مسئول) کا کیا معاملہ ہے کہ جس کو میں (زکوۃ وغیرہ کی وصولی کے لیے) روانہ کرتا ہوں۔ پھر وہ واپس آ کر کہتا ہے یہ تو آپ کا مال ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا رہا۔ پھر دیکھتے کہ اس کو تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔''

③ خیانت کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ امام اس کا جنازہ نہ پڑھے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے خیانت کرنے والے ایک شخص کے بارے فرمایا:

[۱۴۳۶] ((صَلُّوۡا عَلٰى صَاحِبِكُمۡ ......)) [۱۵۵]

''تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو......''

چنانچہ لوگوں نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو چند خرمہرے برآمد ہوئے جو دو درہم کے مساوی بھی نہ تھے۔

④ دنیاوی سزا کے طور پر اس کو مناسب حال تأدیب اور تعزیر کی جائے۔ البتہ مالی سزا میں علماء کا اختلاف ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

[۱۴۳۷] ((اِذَا وَجَدۡتُّمُ الرَّجُلَ قَدۡ غَلَّ فَأَحۡرِقُوۡا مَتَاعَهٗ وَاضۡرِبُوۡهُ)) [۱۵۶]

''جب تم ایسے شخص کو پاؤ کہ اس نے بد دیانتی کی ہے تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مارو۔''

یہ حدیث چونکہ امام بخاری، ترمذی، دارقطنی کے بقول منکر غریب ہے۔ لہٰذا امام بخاری، شافعی مالک اور ابو حنیفہ (رحمہم اللہ) کے مذہب کے مطابق بد دیانتی کرنے والے کا مال و متاع نذر آتش نہیں کیا جائے گا۔ البتہ امام حسن بصری، اوزاعی، احمد اور اسحٰق کہتے ہیں کہ سزا کے طور

---

[۱۵۴] صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب تحريم هدايا العُمَّال، الحديث:۱۸۳۲ + صحيح أبي داوٗد= كتاب الخراج والإمارة والفيء: باب في هدايا العُمَّال، الحديث:۲۵۵۳

[۱۵۵] تخریج کے لیے ملاحظہ ہو الرَّقم المسلسل:۹۸۷

[۱۵۶] سنن أبي داوٗد= كتاب الجهاد: باب في عُقُوبَةِ الغَالِّ + سنن التَّرمذي= أبواب الحدود: باب ما جاءَ في الغال ما يُصنَعُ بِهٖ، یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھئے ضعيف أبي داوٗد، الحديث:۵۸۰ + ضعيف التَّرمذي، الحديث:۲۴۵

پر اس کا مال جلا دیا جائے تاہم مالِ غنیمت، حیوانات اور مصحف وغیرہ نہ جلائے جائیں۔[۱۵۷]

⑤ خیانت کے مرتکب کو حقیقی شہید یعنی شہید فی سبیل اللہ نہ کہا جائے گا۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جنگ خیبر کے روز اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت شہداء کی طرف گئی اور کہنے لگی یہ شخص بھی شہید ہے۔ یہ شخص بھی شہید ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گزرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

[۱۴۳۸] ((كَلَّا اِنِّیْ رَأَيْتُهٗ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عُبَاءَةٍ))[۱۵۸]

''ہرگز نہیں میں نے اس کو آگ میں دیکھا ہے۔ ایک چادر یا کمبل کی وجہ سے جس کو اس نے چرایا ہوا تھا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۴۳۹] ((فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ وَجَدُوْا عُبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا))[۱۵۹]

''چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جا کر اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس کے سامان میں سے ایک چادر پائی جو مال غنیمت سے چرائی ہوئی تھی۔''

⑥ مال غنیمت میں خیانت کرنے والی قوم کے دل خوفزدہ کردیئے جاتے ہیں، زانیوں میں موتیں بہت واقع ہوتی ہیں۔ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کی روزی کے اسباب منقطع کردیئے جاتے ہیں۔ غیر عادل قوم کے لیے قتل وفساد اور بد عہد قوم کے لیے دشمن کے غلبہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فرمان کے طور پر مروی ہیں۔[۱۶۰]

⑦ سورۂ آل عمران آیت نمبر:۱۶۱ کے الفاظ ﴿أَنْ يَّغُلَّ﴾ میں دوسری قرأت ((أَنْ يُّغَلَّ)) بھی منقول ہے۔ جو صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ نبی کے ساتھ خیانت

---

[۱۵۷] ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب القليل من الغلول + مختصر السُّنن مع المعالم:٤/ ٣٩، ٤٠ + المنتقٰی ٣: ٢٠٤/

[۱۵۸] صحيح مسلم= كتاب الإيمان: باب غِلَظِ تحريم الغُلُوْل وَ اَنَّهٗ لَا يَدخُلُ الجنَّة اِلَّا المؤمنون، الحديث:١١٤

[۱۵۹] صحيح البخاری= كتاب الجهاد: باب القليل مِنَ الغُلُول ، الحديث:٢٩٠٩

[۱۶۰] المؤَطّا للإمام مالك= كتاب الجهاد: باب ما جاء فی الغُلُول

نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیتا تھا۔ جبکہ «أنْ يَغُلَّ» کا ایک مطلب «أَنْ يَّكْتُمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ» بھی ہے۔ یعنی نبی ﷺ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اللہ کی کتاب میں سے کوئی چیز چھپا لیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اِيَّاكَ وَ غُلُولَ الْكُتُبِ" اہل عرب میں یہ جملہ استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے کہ کتابوں میں خیانت کرنے سے اجتناب کرو۔ ان سے پوچھا گیا کہ کتابوں میں خیانت کرنے سے کیا مراد ہے تو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً فرمایا: "حَبْسُهَا عَنْ اَصْحَابِهَا" کتابوں کو اہل علم سے روک رکھنا کتابوں میں خیانت ہے۔"[161]

((................ ❀❀❀❀❀ ....))

---

[161] القرطبی:٤/ ١٦٤، ١٦٨

مصادر و مراجع ......﴿الجهاد الاسلامی﴾

نمبرشمار	اسم الکتاب	اجزاء	المؤلف مع الوفات	مطبوعه
			التفسیر و علومه	
۱	تفسیر ابن جریر(جامع البیان)	۳۰	محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ ھجری)	المیمنیة مصر
۲	تفسیر ابن کثیر	٤	حافظ اسماعیل بن کثیر الدمشقی (٤ ۷۷ھ)	الکویت
۳	تفسیرالجامع لإحکام القرآن	۲۰	ابو عبد اللّٰہ محمد بن احمد القرطبی (٦۹۱)ھ	بیروت
٤	تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل	۲	عبد اللّٰہ بن عمر البیضاوی(۷۹۱ھ)	مکتبة مصطفٰی الحلبی مصر
٥	الجلالین مع الشروح	۲	جلال الدین السیوطی والمحلی	مکتبة مصطفٰی الحلبی مصر
٦	تفسیر روح المعانی	۳۰	العلامة محمود آلوسی (۱۲۷۰ھ)	المنیریة مصر
۷	الکشَّاف عن حقائق غوامض التَّنزیل	٤	محمود بن عمر الزُّمخشری (۵۲۸ھ)	أدَبِ الحوزه
۸	مع تخریج احادیث الکشَّاف	٤	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	أدَبِ الحوزه
۹	فتح القدیر	٥	محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	بیروت
۱۰	المنار	۱۲	محمد رشید رضا المصری (۱۳٥٤ھ)	المنار۔ القاهرة
۱۱	النَّاسخ والمنسوخ	۱	الامام ابو منصور عبد القاهر بن ظاهر البغدادی(٤۲۰ھ)	دارالعدوی ۔عباس

۱۲	الاتقان فی علوم القرآن	۲	جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ)	سهیل اکیڈمی۔ لاهور
۱۳	البرهان فی علوم القرآن	۲	محمد بن عبد اللّٰہ الزرکشی (۷۹٤ھ)	مصطفٰی الحبلی ۔مصر
۱٤	اسباب النزول	۱	علی بن احمد النیشابوری (٤٦۸ھ)	دارابن کثیر ۔دمشق
۱۵	المفردات فی غریب القرآن	۱	حسین بن محمد الراغب الاصفهانی (۵۰۲ ھ)	أصحُّ المطابع۔ کراچی
۱٦	مع مقدمة التفسیر	۱	حسین بن محمد الراغب الاصفهانی (۵۰۲ ھ)	أصحُّ المطابع۔ کراچی
۱۷	فتح البیان فی مقاصد القرآن	۱۰	العلامة صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	بولاق ۔المصر
۱۸	تاویل مشکل القرآن	۱	عبد اللّٰہ بن مسلم بن قتیبه (۲۷٦ھ)	دارالتُّراث ۔القاهرة
۱۹	الفوز الکبیر فی أُصول التَّفسیر	۱	شاه ولی اللّٰہ الدهلوی(۱۱۷٦)	مکتبة السلفیه لاهور
۲۰	التفسیرات الاحمدیة	۱	الشیخ احمد بن ابی سعید الحنفی (۱۱۳۰ ھ)	کراچی
۲۱	نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام	۱	العلامة صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	تعلیم الإسلام مامون کانجن(فیصل آباد)
			الحدیث و علومه	
۲۲	صحیح البخاری	۲	الامام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵٦ھ)	أصحّ المطابع۔دهلی
۲۳	صحیح مسلم	۲	الامام مسلم بن الحجاج (۲٦۱ھ)	أصحّ المطابع۔دهلی
۲٤	جامع التِّرمذی مع القوت المغتذی	۲	الامام محمد بن عسیٰی الترمذی (۲۷۹ھ)	أصحّ المطابع۔دهلی
۲۵	سُنن النِّسائی مع التعلیقات السلفیة	۲	الامام احمد بن شعیب النسائی (۳۰۳ھ)	المکتبة السلفیة ۔لاهور

۲۶	سنن أبو داؤد	۲	الامام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث (۲۷۵ھ)	دارالکتب العربی ۔ بیروت
۲۷	مختصر سنن ابی داؤد	۸	الحافظ عبد العظیم المنذری (۶۵۶ھ)	مکتبہ اثریہ۔سانگلہ ھل
۲۸	مختصر صحیح مسلم	۲	الحافظ عبد العظیم المنذری (۶۵۶ھ)	مکتب اسلامی۔ کویت
۲۹	الموطا بروایة المصمودی	۱	الامام مالك بن انس المدنی (۱۷۹ھ)	اصح المطابع ۔دھلی
۳۰	الموطا بروایة محمد مع التعلیق الممجّد	۱	الامام محمد بن الحسن الشیبانی (۱۸۹ھ)	یوسفی لکھنو(الھند)
۳۱	سنن ابن ماجة مع شرح مفتاح الحاجة	۱	الامام محمد بن یزید ابن ماجة (۲۷۳ھ)	فاروقیة ۔ملتان
۳۲	سنن الدّار قطنی مع التعلیق المغنی	٤	الحافظ علی بن عمر الدار قطنی (۳۸۵ھ)	دارالمحاسن۔القاھرة
۳۳	مسند الامام احمد مع تعلیق الشاکر	۱٤	الامام احمد بن حنبل (۲٤۱ھ)	دارالمعارف۔مصر
۳٤	مسند الامام احمد	٦	الامام احمد بن حنبل (۲٤۱ھ)	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۳۵	صحیح ابن حبان بترتیب الاحسان	۷	الامام محمد بن حبان بن احمد(۳۵٤ھ)	دار الکتب ۔بیروت
۳٦	السنن الکبرٰی مع الجوھر النقی	۱۰	الحافظ احمد بن الحسین البیھقی (٤۵۸ھ)	دائرة المعارف۔ حیدر آباد
۳۷	مشکوٰة المصابیح مع تعلیق الالبانی	۳	العلامة محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب (۷۵۷ھ) تقریباً	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۳۸	المنتقیٰ من السنن المسندة الٰی رسول اللّٰہ	۱	ابن الجارود النیشابوری (۳۰۷ھ)	مکتبہ اثریہ۔ سانگلہ ھل
۳۹	منتقَی الاخبار مع تعلیق الفقی	۲	عبد السلام بن تیمیة (۶۵۲ھ)	الریاض

۴۰	بلوغ المرام من أدلة الأَحکام	۱	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	الریاض
۴۱	الجوامع الصَّغیر	۲	جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ)	مکتبة اسلامیه سمندری
۴۲	مجمع الفوائد من جامع الأُصول و مجمع الزَّوائد	۲	محمد بن سلیمان المغربی (۱۰۹۴ھ)	مکتبه اسلامیه سمندری
۴۳	کتاب الأَموال	۱	الامام ابو عبید (۲۲۴ھ)	مکتبه اثریه سانگله هل
۴۴	ریاض الصالحین	۱	الامام یحیٰی بن شرف النَّووی (۶۷۶ھ)	الجمعیة۔ الکویت
۴۵	التَّلخیص الحبیر	۴	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	مکتبة اثریة سانگله هل
۴۶	نصب الرایه فی تخریج احادیث الهدایة	۴	عبد اللّٰه یوسف الزیلعی(۷۶۲ھ)	مصر+ الریاض
۴۷	شمائل الترمذی	۱	الامام محمد بن عیسیٰ الترمذی (۲۷۹ھ)	اصحّ المطابع ۔دهلی
۴۸	کتاب الجهاد مع تخریج الاحادیث	۱	الامام عبد اللّٰه بن المبارک (۱۸۱ھ)	دار المطبوعات۔ جده
۴۹	کتاب الجهاد مع تخریج الاحادیث	۲	احمد بن ابی عاصم(۲۸۷ھ)	دار القلم ۔ دمشق
۵۰	اختلاف الحدیث	۱	الامام محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ)	دار الباز۔مکة المکرمة
۵۱	المتجر الرَّابح فی ثواب العمل الصَّالح	۱	الحافظ شرف الدین الدمیاطی (۸۰۵ھ)	مکة المکرمة
۵۲	کشف الخفاء و مُزِیل الالباس	۲	المحدث اسماعیل بن محمد العجلونی (۱۶۲ھ)	التراث الاسلامی۔ القاهرة
۵۳	تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاحادیث الشنیعة الموضوعة	۲	الامام علی بن محمد الکنانی (۹۶۳ھ)	دار الکُتُب العلمیة۔ بیروت

٥٤	القوائد المجموعة فی الأَحادیث الموضوعة	١	محمد بن علی الشَّوکانی (١٢٥٠) ھ	دارالباز ـ مکة المکرمة
٥٥	إِروآء الغلیل فی تخریج احادیث منار السَّبیل	٨	محمد ناصر الدین الالبانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
٥٦	سلسلة الأَحادیث الصحیحة	٥	محمد ناصر الدین الالبانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
٥٧	سلسلة الاحادیث الضَّعیفة	٢	محمد ناصر الدین الالبانی	المکتب الاسلامی۔ بیروت
٥٨	کتاب العلل مع شرح ابن رجب الحنبلی	١	الامام محمد بن عیسیٰ الترمذی (٢٧٩ھ)	اصحُّ المطابع دھلی۔ ملتان
٥٩	مقدمة ابن الصلاح فی علوم الحدیث	١	عثمان بن عبد الرحمن بن الصلاح (٦٤٣ھ)	مطبعة العاصمة۔ قاھرة
٦٠	شرح نخبة الفکر	١	الحافظ ابن حجر العسقلانی (٨٥٢ھ)	اصحُّ المطابع ـ دھلی
٦١	تیسیر مصطلح الحدیث	١	الدکتور محمود الطحان	دار القرآن۔ بیروت
٦٢	اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث	١	الحافظ ابن کثیر الدمشقی (٧٧٤ھ)	دار التُّراث۔القاھرة
شروح و تعلیقات کتب الحدیث				
٦٣	فتح الباری شرح صحیح البخاری	١٣	الحافظ ابن حجر العسقلانی (٨٥٢ھ)	مصطفٰی الحلبی و المطبعة البهیة۔ مصر
٦٤	مقدمة فتح الباری(هدیٰ السَّاری)	٢	الحافظ ابن حجر العسقلانی (٨٥٢ھ)	مصطفٰی الحلبی و المطبعة البهیة۔ مصر
٦٥	شرح العینی علی البخاری	٣	العلامة محمود بن احمد العینی(٨٥٥ھ)	منیریة۔ مصر
٦٦	شرح النَّووی علی صحیح مسلم	٢	الامام یحییٰ بن شرف النووی (٦٧٦ھ)	أصحّ المطابع۔ دھلی
٦٧	السِّراج الوهَّاج شرح مختصر مسلم	٢	العلامة صدیق حسن القنوجی (١٣٠٧ھ)	مکتبة اثریة۔سانگله هل

۶۸	معالم السنن شرح سنن ابی داؤد	۸	الامام حمد بن محمد الخطابی (۳۸۸ھ)	المطبعة العربیةـلاهور
۶۹	تهذیب السنن لابن القیم	۸	الحافظ محمد بن ابی بکر بن القیم (۷۵۱ھ)	المطبعة العربیةـ لاهور
۷۰	عون المعبود شرح سنن ابی داؤد	۴	العلامة شمس الحق عظیم آبادی (۱۳۲۹ھ)	فاروقیةـ ملتان
۷۱	المنتقٰی شرح المؤَطّاء	۷	القاضی ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی (۴۹۴ھ)	دار الکتاب العربیـ بیروت
۷۲	تحفة الأَحوذی شرح التَّرمذی	۴	العلّامة عبد الرحمن مبارک پوری (۱۳۵۳ھ)	فاروقی کتب خانهـ ملتان
۷۳	مقدمة تحفة الأَحوذی	۱	العلّامة عبد الرحمن مبارک پوری (۱۳۵۳ھ)	فاروقی کتب خانهـ ملتان
۷۴	التَّعلیق المغنی علی الدار قطنی	۴	العلامة شمس الحق عظیم آبادی (۱۳۲۹ھ)	دار المحاسنـالقاهرة
۷۵	إِحکام الأَحکام شرح عمدة الاحکام	۴	العلّامة ابن دقیق العید (۷۰۲ھ)	دار الکتب العلمیةـ بیروت
۷۶	شرح الطِّیبی لمشکٰوة المصابیح	۱۲	حسین بن محمد الطِّیبی(۷۴۳ھ)	ادارة القرآنـ کراچی
۷۷	مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح	۵	ملا علی القاری الحنفی (۱۰۱۴)	المیمنیة ـمصر
۷۸	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	۸	الامام محمد بن علی الشَّوکانی (۱۲۵۰ھ)	انصار السُّنَّة المحمدیةـ لاهور
۷۹	سُبُل السَّلام شرح بلوغ المرام	۴	إِمام محمَّد بن اسماعیل الصنعانی (۱۱۸۲ھ)	دار الکتاب العربیةـ بیروت
۸۰	فتح العلّام شرح بلوغ المرام	۲	نواب صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	مصر

فقه الحدیث و اسرار الاحکام

۸۱	المحلّی مع تعلیق احمد شاکر	۱۱	الحافظ علی بن احمد بن حزم (۴۵۶ھ)	المنیریةـمصر

۸۲	حجّة اللّٰہ البالغة	۲	شاہ ولی اللّٰہ الدہلوی (۱۱۷۶ھ)	مکتبة السلفیة۔ لاہور
۸۳	الرّوضة النّدیّة شرح الدُّرَر البَہیة	۲	العلامة صدیق حسن خان (۱۳۰۷ھ)	دار الکُتُب الإسلامیة۔ لاہور
۸۴	فقہ السُّنّة مع تمام المنّة للالبانی	۳	السَّیِّد سابق	دار الرّیان۔ القاہرة
۸۵	تیسیر العلّام شرح عمدة الأحکام	۳	عبد اللّٰہ بن عبد الرحمن بن صالح	مکتبة جدة السعودیة
۸۶	محاسن الاسلام	۱	محمد بن عبد الرحمن البخاری (۵۴۶ھ)	دار الکتاب العربی۔ بیروت
۸۷	إحیآء العلوم	۴	الإمام محمّد الغزالی (۵۰۵ھ)	مصر
	الفقہ و اصولہ			
۸۸	المغنی مع المتخلِّص	۱۴	عبد اللّٰہ بن احمد بن قدامة المقدسی (۶۳۰ھ)	دار الکتاب العربی۔ بیروت
۸۹	الشَّرح الکبیر للمُقنع مع المغنی	۱۲	عبد الرَّحمن بن محمد بن قدامة المقدسی (۶۸۲ھ)	دار الکتاب العربی۔ بیروت
۹۰	العدة شرح العمدة لابن قدامة	۱	عبد الرحمن بن ابراہیم المقدسی(۶۲۴ھ)	مؤسسة قرطبة۔ القاہرة
۹۱	بدایة المجتہد و نہایة المقتصد	۲	محمد بن احمد بن رشد القرطبی (۵۹۵ھ)	دار الکتب الاسلامیة۔ مصر
۹۲	مراتب الاجماع مع نقد المراتب لابن تیمیة	۱	حافظ ابن حزم الاندلسی الظّاہری (۴۵۶ھ)	دار الکتاب ۔بیروت
۹۳	الاجماع لابن المنذر	۱	الامام محمد بن ابراہیم بن المنذر النیشاپوری (۳۱۸ھ)	دار الثقافة۔ الدوحة
۹۴	المجموع شرح المہذب للشیرازی الفقیہ	۸	الامام النووی (۶۷۶ھ)	المکتبة العالمیة فحالہ
۹۵	القَوَاعِدُ النُّورانیة الفقہیة	۱	الإمام ابن تیمیة (۷۲۸ھ)	ترجمان السُّنَّة۔ لاہور

۹۶	منار السبیل فی شرح الدلیل	۲	ابراهیم بن محمد الحنبلی(۱۳۵۳ھ)	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۹۷	الدر المحتار شرح تنویر الابصار	۵	محمد علاء الدین بن علی الحنفی (۱۰۷۱ھ)	مطبعة سعادت عثمانیة
۹۸	رد المختار علی الدر المحتار	۷	محمد امین ابن العابدین الحنفی (۱۲۵۲ھ)	مطبعة سعادت عثمانیة
۹۹	الھدایة مع الشروح	٤	ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی(۵۹۳ھ)	شرکتِ علمیة۔ ملتان
۱۰۰	السیل الجرار شرح حدائق الازھار	٤	الامام محمد بن علی الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	القاھرة
۱۰۱	مختصر الفتاوٰی المصریة لابن تیمیة	۱	محمد بن علی الحنبلی (۷۷۷ھ)	دارالجیل۔ بیروت
۱۰۲	الفتاویٰ لابن تیمیة	۵	أحمد بن عبد الحلیم بن تیمیة (۷۲۸ھ)	مصر
۱۰۳	مجموع الفتاوٰی مع الفھارس	۳۹	احمد بن عبد الحلیم بن تیمیة (۷۲۸ھ)	ریاسة الحرمین الشریفین
۱۰٤	اعلام الموقعین عن ربِّ العالمین	٤	الحافظ محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزیة (۷۵۱ھ)	المطبة المصریة
۱۰۵	شرح زاد المستقنع مع الروض المربع	۳	منصور بن یونس الحنبلی	الریاض
۱۰٦	کتاب الجامع فی السنن و المغازی	۱	ابو محمد عبد اللّٰہ بن ابی زید القیروانی (۳۸٦ھ)	موسسة الرسالة۔ بیروت
۱۰۷	حدائق الازھار مع السیل الجرار	٤	احمد بن یحیٰی المھدوی (۸۰۰ھ)	القاھرة
۱۰۸	الاحکام السلطانیة	۱	القاضی ابو یعلی محمَّد بن الحسین الحنبلی (٤۵۸ھ)	دار النَّشر۔لاھور
۱۰۹	الدرر المنظومات فی الاقضیة والحکومات	۱	القاضی ابراھیم بن عبد اللّٰہ بن ابی الدم (٦٤۲ھ)	مکة المکرمة+بیروت

۱۱۰	أقضية رسول الله ﷺ	۱	ابو عبد الله محمد بن فرج المالکی القرطبی (۴۹۷ھ)	دار الوعی بحلب سوریا
۱۱۱	الموافقات(فی اصول الفروع)	۱	الامام ابراهیم بن موسٰی الشاطبی (۷۹۰ھ)	القاهرة
۱۱۲	جمّاع العلم	۱	الامام محمد بن ادریس الشافعی (۲۰۴ھ)	مکتبة ابن تیمیة طالبیة
۱۱۳	الأُصول والضوابط	۱	الامام یحیٰی بن شرف النووی (۲۷۶ھ)	دار البشائر۔ بیروت
۱۱۴	الإِحکام فی اصول الأَحکام	۸	الامام علی بن حزم الظَّاهری (۴۵۶ھ)	دار الحدیث۔ ازهر
۱۱۵	الطُّرُق الحکمیة فی السیاسیة الشرعیة	۱	الحافظ ابن القیم الجوزیة (۷۵۱ھ)	دار الکتب العلمیة۔ بیروت
۱۱۶	السیاسة الشرعیة فی اصلاح الرَّاع والرعیة	۱	الامام ابن تیمیة (۷۲۸ھ)	دار الدعوة الاسلامیة۔لاهور
۱۱۷	إِرشاد الفحول فی علم الأُصول	۱	الامام الشوکانی (۱۲۵۰ھ)	مطبعة السعادة۔ مصر
۱۱۸	مسلَّم الثبوت مع الشروح	۱	محب الله بن عبد الشُّکور (۱۱۱۹ھ)	رحیمیة۔ دهلی
۱۱۹	نور الأَنوار شرح المنار للنَّسفی	۱	الشیخ احمد ملا جیون الحنفی (۱۱۳۰)ھ	کراچی
۱۲۰	مذکرَّة أُصول الفقه علی روضة النَّاظر لابن قدامة	۱	الشیخ محمد امین ابن المختار الشنقیطی	دار القلم۔ بیروت
	التوحید والعقائد			
۱۲۱	کتاب الایمان	۳	الحافظ محمَّد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۹۵ھ)	الجامعة الاسلامیة۔ المدینة المنورة
۱۲۲	الکافیة الشَّافیة والقصیدة النُّونیة	۱	الحافظ ابن القیم الجوزیة (۷۵۱ھ)	سهیل اکیڈمی ۔لاهور
۱۲۳	شرح العقیدة الواسطیة لابن تیمیَّة	۱	العلامة محمد خلیل هراس	السعودیة

۱۲۴	کتاب الاعتصام	۲	امام ابراهیم بن موسٰی الشاطبی (۷۹۰ھ)	مصطفٰی محمد۔ مصر
۱۲۵	منهاج السنة النبوية مع صريح المعقول	۴	عبد الحليم ابن تيمية (۷۲۸ھ)	بولاق۔مصر
۱۲۶	اقتضآء الصراط المستقيم	۱	عبد الحليم ابن تيمية (۷۲۸ھ)	مكتبة السلفية۔ لاهور
۱۲۷	قاعدة جليله فی التَّوسُّل والوسيلة	۱	عبد الحليم ابن تيمية (۷۲۸ھ)	مكتبه علميه۔ بيروت
۱۲۸	الصَّارم المسلول على شاتم الرَّسول	۱	عبد الحليم ابن تيمية (۷۲۸ھ)	شركت علمية۔ ملتان
۱۲۹	الصَّواعق المرسَلة علَى الجهمية والمعطِّلة	۲	الامام ابن القيم الجوزية (۷۵۱ھ)	مكتبة علمية۔ بيروت
۱۳۰	إِغاثة اللهفان فی مصائد الشيطان	۲	الامام ابن القيم الجوزية (۷۵۱ھ)	المكتب الاسلامی۔ بيروت
۱۳۱	اجتماع الجيوش الاسلامية	۲	الامام ابن القيم الجوزية (۷۵۱ھ)	مطابع الرياض
۱۳۲	مفتاح دار السعادة	۲	الامام ابن القيم الجوزية (۷۵۱ھ)	الرياض
۱۳۳	نقد العلم والعلماء تلبيس ابليس	۱	الامام عبد الرحمن ابن الجوزی (۵۹۶ھ)	مؤسسة علوم القرآن دمشق
۱۳۴	أَقاويل الثِّقات فی تأويل الأسمآء والصِّفات	۱	الامام مرعی بن يوسف المقدسی (۱۰۳۳ھ)	مؤسسة الرسالة۔ بيروت
۱۳۵	الفصل فی الملل والأَهواء والنَّحل	۵	الامام ابن حزم الظاهری (۴۵۶ھ)	مكتبةانجانی۔قاهرة
۱۳۶	المِلل والنّحل	۴	احمد بن عبد الكريم الشهرستانی (۵۴۸ھ)	مكتبه انجانی۔ قاهرة
۱۳۷	الرَّسائل السَّلفية	۱	الامام الشوكانی (۱۲۵۰ھ)	دار الكُتُب۔ بيروت

۱۳۸	فتح المجید شرح کتاب التّوحید	۱	الشیخ عبد الرحمن بن الحسن (۱۲۵۸ھ)	جمعیة الاسلامی۔ کویت
۱۳۹	شرح العقیدة الطَّحاویَّة بتحقیق الالبانی	۱	العلامة ابن ابی العز الحنفی (۷۹۲ھ)	المکتب الاسلامی۔ بیروت
۱۴۰	العقائد الاسلامیة	۱	السید السابق	دار الکتاب۔ کویت
۱۴۱	التّمهید فی التّوحید	۱	ابو الشکور السالمی الحنفی	فاروقی۔ دھلی
۱۴۲	الفقه الاکبر مع شرح ابو المنتہٰی	۱	الامام ابو حنیفة نعمان بن ثابت الکوفی (۱۵۰ھ)	احمدی۔ دھلی
۱۴۳	مسایرة فی العقائد المنجیة فی الآخرة مع شرح المسامرة	۲	کمال الدین محمد بن الھمَّام الحنفی (۸۶۱ھ)	مطبعة السعادات۔ مصر
		التاریخ والرجال		
۱۴۴	الإستیعاب فی أسماء الأَصحاب	۴	الحافظ ابن عبد البر القرطبی (۴۶۳ھ)	فدیویه۔مصر
۱۴۵	الإصابة فی تمیز الصِّحابة	۴	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	دائرة المعارف۔ حیدر آباد
۱۴۶	تھذیب التّھذیب	۱۲	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	دائرة المعارف۔ حیدر آباد
۱۴۷	تقریب التّھذیب	۱	الحافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ)	دار النشراث۔ لاھور
۱۴۸	میزان الإعتدال فی نقد الرِّجال	۴	الحافظ محمد بن احمد الذَّھبی (۷۴۸ھ)	بیروت
۱۴۹	البدایة والنھایة	۱۴	الحافظ ابن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ)	مطبعة السعادة۔ مصر
۱۵۰	التاریخ الکبیر والصغیر	۱+۱	الامام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)	مکتبة اثریة۔ پاکستان
۱۵۱	الضعفآء الصغیر	۱	الامام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۶ھ)	عالم الکتب۔ بیروت

۱۵۲	الاکمال فی اسماء الرجال	۱	العلامة محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب (۷۵۷ھ)	اصحُّ المطابع۔ دھلی
۱۵۳	محاضرات تاریخ الامم الاسلامیة	٤	محمد الخضری	المصر
۱۵٤	تاریخ اسلام	٤	شاہ معین الدین الندوی	کراچی
السیر والمغازی				
۱۵۵	السیرة النبویة لإبن ھشام	۲	ابو محمد عبد الملک بن ھشام (۲۱۳ھ)	الجمالیة مصر+ فاروقیه ملتان
۱۵٦	الرَّوض الأنف شرح ابن ھشام	۲	عبد الرحمن بن عبد اللّٰہ السھیلی (۵۸۱ھ)	الجمالیة مصر+ فاروقیه ملتان
۱۵۷	زاد المعاد فی ھدی خیر العباد ﷺ	٤	الامام ابن القیم الجوزیة (۷۵۱ھ)	السعودیة
۱۵۸	الشّمائل النبوبة	۱	الامام محمد بن عیسٰی التِّرمذی (۲۷۹ھ)	اصح المطابع۔ دھلی
۱۵۹	الدُّرر فی اختصار المغازی والسِّیر	۱	الحافظ یوسف بن عبد البر(٤٦۳ھ)	دار الکتب العلمیة۔ بیروت
۱٦۰	الشفآء بتعریف حقوق المصطفٰیﷺ	۲	القاضی عیاض المالکی (۵٤٤ھ)	عثمانیة استنبول+ فاروقیة ملتان
۱٦۱	إِزالة الخفا عن خلافة الخلفاء	۲	شاہ ولی اللّٰہ دھلوی(۱۱۸٦ھ)	سھیل اکیڈمی۔ لاھور
۱٦۲	مختصر سیرة الرَّسولﷺ	۱	الشیخ عبد اللّٰہ بن محمد (۱۲٤۲ھ)	مکتبةالسلفیة۔ لاھور
۱٦۳	الرَّحیق المختوم	۱	العلامة صفی الرحمن مبارک پوری	دار السَّلام۔ ریاض
۱٦٤	سیرة النبی ﷺ	٦	علامه شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی	مطبع اسلامی۔ لاھور
۱٦۵	الجھاد فی الإسلام	۱	السَّید أَبو الاعلیٰ المودودی	اداره ترجمان القرآن۔ لاھور

اللغة والادب				
١٦٦	مختار الصِّحاح للجوهری	١	محمدبن ابی بکر الرازی	دار الکتاب ۔ بیروت
١٦٧	القاموس المحیط	٤	مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی (٨١٧ھ)	المطبعة العربیة۔ بیروت
١٦٨	المنجد الکبیر المصوَّر	١	مستشرق مسیحی	مصر
١٦٩	تهذیب المنجد اردو	١	مجلس العلماء کراچی	دار الإشاعت۔ کراچی
١٧٠	دیوان حسان بن ثابت	١	حسان بن ثابت الانصاری (٤٠ھ)	السعادت۔ مصر
١٧١	دیوان الحماسة	١	ابو تمام حبیب بن اوس الطّائی (٢٣٢ھ)	المعارف العلمیة۔ لاهور
١٧٢	الکامل للمبرَّد	٣	ابو العباس المبرّد (٢٨٦ھ)	مصر
١٧٣	تاریخ الأدب العَرَبی	١	احمد حسن الزیّات	مصر
غریب الحدیث				
١٧٤	النهایة فی غریب الحدیث	٤	ابو السعادات المبارك ابن الأثیر (٦٠٦ھ)	مصر
١٧٥	تفسیر غریب الحدیث	١	الحافظ ابن حجر العسقلانی (٨٥٢ھ)	دار المعرفة۔ بیروت
١٧٦	مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار	٤	محمد طاهر پتنی هندی (٩٨٦ھ)	لکهنؤ
١٧٧	الفائق فی غریب الحدیث	١	محمود بن عمر الزمخشری (٥٢٨ھ)	مصطفی الحلبی۔ مصر
١٧٨	مشارق الأنوار علی صحاح الآثار (من الصَّحیحین والموطا)	٢	القاضی عیاض بن موسیٰ المالکی (٥٤٤ھ)	مصر
البلاغة والنحو				
١٧٩	مختصر المعانی شرح تلخیص المفتاح	١	مسعود بن عمر سعد الدین التَّفتازانی	فاروقیة ۔ ملتان

۱۸۰	شرح ابن عقیل علی الفیة ابن مالك	۲	عبد اللّٰہ بن عقیل(۷٦۹ھ)	مکتبة عصریة۔ بیروت
۱۸۱	أسرار البلاغة	۱	عبد القاھر الجرجانی (٤٧١ھ)	قاھرة
		علوم مختلفة		
۱۸۲	مقدمة تاریخ ابن خلدون	۱	عبد الرحمن بن خلدون المغزلی (۸۰۸ھ)	کراچی
۱۸۳	حیٰوۃ الحیوان مع نجائب المخلوقات للقزوینی	٦	محمد بن موسٰی الدمیری(۸۰۸)	مصطفٰی الحلبی۔ مصر
۱۸٤	الحسبة فی الاسلام	۱	الامام ابن تیمیة (۷۲۸ھ)	دار الارقم۔ الکویت
۱۸۵	المسائل المنثورة(فتاوٰی الامام النَّووی)	۱	یحییٰ بن شرف النَّووی (٦٨٦ھ)	دار الکُتُب العلمیة۔ بیروت
۱۸٦	الأذکار للنَّووی	۱	الامام النَّووی (٦٨٦ھ)	دار المعرفة۔ بیروت
۱۸۷	مفتاح کنوز السُّنَّة	۱	الدکتور المتشرق فنسنك/ مترجم عبد الباقی	مکتبة الاعلام الاسلامی
۱۸۸	درّة الغَوَّاص فی محاضرة الخواص	۱	برھان الدین بن فرحون المالکی (۷۹۹ھ)	مؤسسة الرسالة۔ بیروت
۱۸۹	الفتاوٰی السَّعدیة	۱	الشیخ عبد الرحمن السعدی(۱۳۵۸ھ)	مکتبة ابن تیمیة۔ قاھرة
۱۹۰	مختصر المؤمل فی الرّد الی الامر الاول	۱	عبدالرحمن بن اسماعیل ابوشامّة المقدسی (٦٦٥ھ)	مکتبة الصَّحوة الإسلامیة۔ کویت
۱۹۱	مختصر شُعُب الایمان للبیھقی (مخرج)	۱	الامام عمر بن عبد الرحمن القزوینی (٦٩٩ھ)	دار البیان۔ دمشق
۱۹۲	معارج الالباب فی مناھج الحق والصَّواب	۱	العلامة حسین بن مھدی النعمی (۱۱۸۷ھ)	مطابع الریاض
۱۹۳	الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح	۲	الإمام ابن تیمیة (۷۲۸ھ)	مطابع المجد البحاریة
۱۹٤	کتاب الردّ علی المنطقیین	۱	الإمام ابن تیمیة (۷۲۸ھ)	ترجمان السنة۔ لاھور
۱۹۵	المذاھب المعاصرة و موقف الاسلام منھا	۱	الدُّکتور عبدالرحمن عمیره	الریاض

۱۹۶	الصواعق المرسلة الشهابية	۱	العلامة سليمان بن سحمان النَّجدى (۱۳٤۹ھ)	الرياض
۱۹۷	القواعد والأُصول الجامعة	۱	عبدالرَّحمٰن بن ناصر السَّعدى (۱۳۵۸ھ)	مكتبة المعارف۔ الرياض
۱۹۸	إيقاظ هِمم أُولِى الأَبصار(اتباع النبى)	۱	الامام صالح بن محمد العمرى الفلانى (۱۲۱۸ھ)	دار النَّشر۔ گوجرانواله
۱۹۹	النُّبذة الكافية فى أَحكام أُصول الدين	۱	الإمام ابن حزم الاندلسى (٤۵٦ھ)	دار الكتب العلمية ۔ بيروت
۲۰۰	أَحكام عُصَاة المؤمنين	۱	الإِمام ابن تيمية (۷۲۸ھ)	دار الكلمة الطيبة
۲۰۱	أُصول فى البدع والسُّنن (ملخص الإِعتصام)	۱	محمد احمد العدوى	دار بدر
۲۰۲	موسوعة فقه عمر بن الخطَّاب	۱	الدُّكتور محمد روّاس	دار النفائس۔ بيروت
۲۰۳	مناهل العرفان فى علوم القرآن	۲	محمَّد عبد العظيم الزَّرقانى	دار الأحياء۔ بيروت